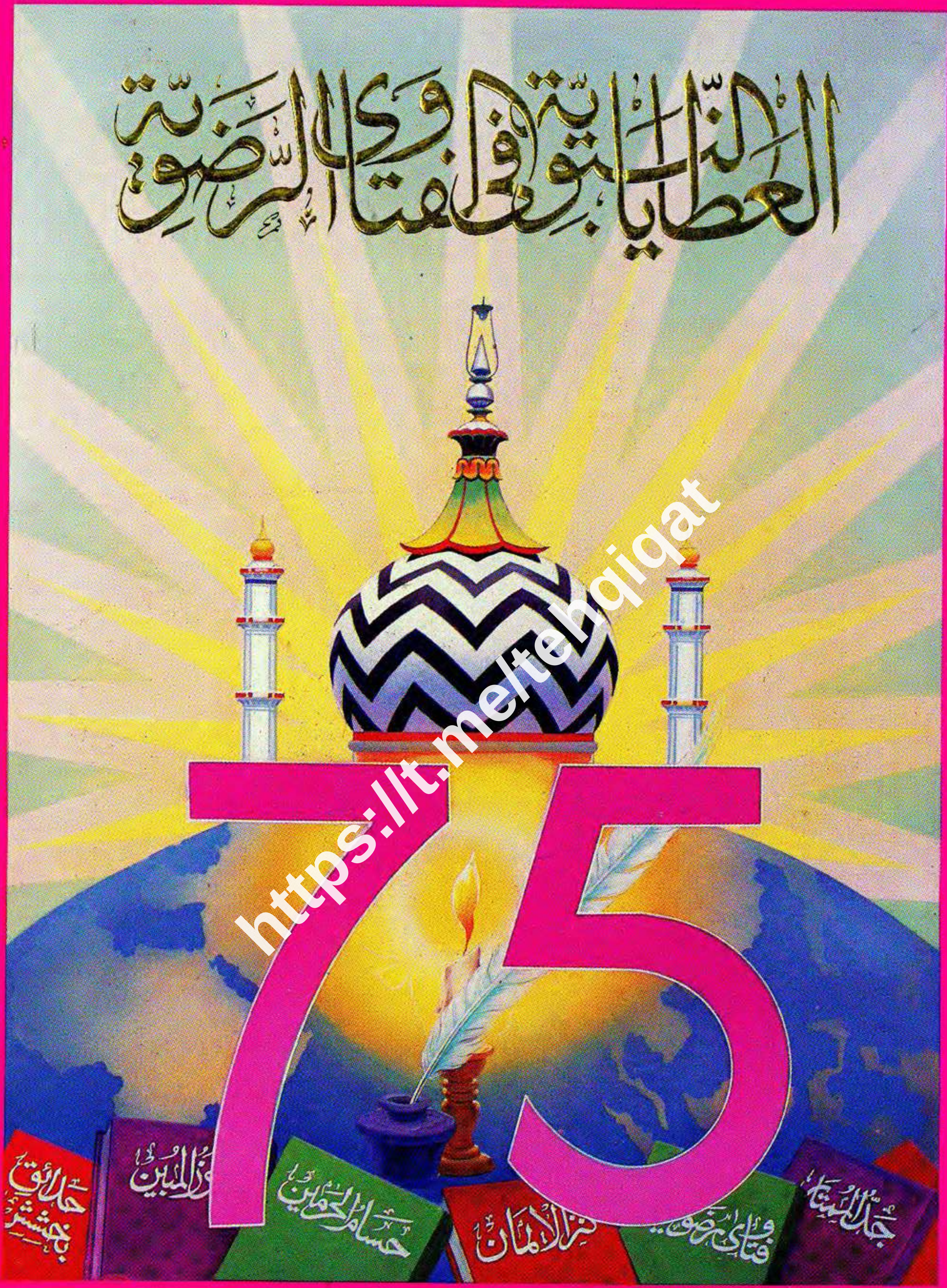


اعلیحضرت امام احمد رضا کا ۷۵ واں سالانہ عرس ۲۵ صفر ۱۴۱۵ھ - رضا اکیڈمی بمبئی ۳

RAZA OFFSET, Bombay-3 • Tel: 371 23 13

سلسلۂ اشاعت نمبر ۷۰

۷۸۶/۹۲

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

جلد ششم

مصنفہ

مجدد دین وملت

اعلحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ

بفیض

تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلحضرت

حضور مفتی اعظم علامہ الحاج الشاہ محمد مصطفے رضا خاں قادری نوری رضی اللہ تعالی عنہ

ناشر

رضا اکیڈمی بمبئی

۱۳۰ ارعلی عمر اسٹریٹ، بمبئی ۳

سلسلۂ اشاعت نمبر ——— (۷۰)

نام کتاب ——— العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ جلد ششم

تصنیف لطیف ——— سیّدنا اعلیٰ حضرت مجدّد اعظم امام احمد رضا قدس سرّہٗ

سنِ طباعت ——— ۲۵ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ / اگست ۱۹۹۴ء

ناشر ——— رضا اکیڈمی بمبئی ۳

مطبوعہ ——— رضا آفسیٹ بمبئی ۳

سول ایجنٹ

نیو سلور بُک ایجنسی

۱۴ محمّد علی بلڈنگ، بھنڈی بازار، بمبئی ۳

ٹیلیفون: ۳۷۱۸۹۷۰ / ۳۷۱۵۸۶۸

Rs. 220/-

نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

امّا بعد! ۹ سال کے طویل تعطل کے بعد فتاویٰ رضویہ کی پانچویں جلد منظر عام پر آئی تھی لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ابھی پانچ سال بھی مکمل نہ ہوئے کہ چھٹی جلد نظارہ خلق کے لئے جلوہ گر ہو رہی ہے۔

اور اس بات پر بھی ہم اپنے پروردگار کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے کہ اس دفعہ اس نے ہم کو طباعت کے دشوار گزار مرحلوں سے محفوظ و مامون رکھا۔ اور ادارہ کی ساری زحمتوں کو اپنی رحمت سے حل فرمایا۔

اس دفعہ لگ بھگ پوری کتاب ہم نے اپنے یہاں کاتب رکھ کر مکمل کرائی (کاتب اگرچہ کئی بدلنے پڑے) اور کتابت لیتھو کے بجائے ٹریسر پر ہوئی اگرچہ تصحیح کے نکتہ نظر سے یہ تبدیلی کچھ نقصان دہ ہی ثابت ہوئی پھر بھی طباعت نسبتہً صاف اور عمدہ ہے۔ ہم نے کتابت کی کوتاہیوں کے ازالہ کے لئے اس دفعہ صحت نامہ بھی لگا دیا ہے جو ہر چند کہ نامکمل ہے لیکن مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ

پریس بھی ہم کو اس دفعہ ایسا ملا جس کا مالک شاید پریس والوں کی روش سے علیحدہ ہے یا جو ابھی نیا نیا اس میدان میں آیا ہے ورنہ ہم کو تو اس حمام میں سب ننگے ہی نظر آئے۔

الغرض کتابت کا مرحلہ ہو یا طباعت کا، سرمایہ کا ہو یا اشاعت کا، اس دفعہ ہر مورچہ پر ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں کہ کام آسان ہوتا گیا۔ جلد پنجم کے بھی اب لگ بھگ تین سو نسخے رہ گئے ہیں۔ فالحمد للہ تبارک وتعالیٰ

ہمارے حصہ کے کام اور اس کی دقتوں میں البتہ کوئی کمی نہ ہوئی، مسودہ کی تصحیح کاپیوں کا مقابلہ سب علیٰ حالہ ہے۔ پروف کی تصحیح البتہ اس لئے نہ ہو سکی کہ ونڈ ائنگ میں شائد اصلاح سنگی کا کوئی رواج نہیں ہے جس کے جرمانہ میں ہم کو غلط نامہ لگانا پڑا۔ فہرست کی ترتیب میں جدو جہد میں اضافہ کرنا پڑا اور وقت کا کافی حصہ صرف ہوا پھر بھی ہمیں ڈر ہے کہ کوتاہی بھی ہمارے ہی کام میں محسوس کیجائے گی۔ کیونکہ واقعتاً جس پایہ کے عالموں کو یہ کام انجام دینا چاہئے تھا ہم ان کی خاک پا کے برابر بھی نہیں، اور اناڑی ہاتھ لاکھ کوشش کریں خطا سے کب محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اس لئے ہر قسم کی کوتاہیوں کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔ اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کا دامن لغزشوں سے پاک ہے۔

زیر نظر جلد فقہ کی چھ کتابوں پر مشتمل ہے (۱) کتاب السیر (۲) کتاب اللقطہ (۳) کتاب اللقیط (۴) کتاب المفقود (۵) کتاب الشرکہ (۶) کتاب الوقف، کتاب اللقطہ واللقیط پر اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کی کوئی تحریر دستیاب نہ ہو سکی اس لئے اس جلد میں بھی یہ عنوان ناپید ہیں کتاب الشرکتہ کے چند اوراق ملے جو شریک اشاعت ہیں، کتاب المفقود کا بھی یہی حال ہے چنانچہ اس کتاب کے شروع میں ہی ص ۳۱۶ سطر ۱۷ تک جو عبارت سوال و جواب کے اسلوب سے ہٹ کر ہے وہ بریلی شریف سے حاصل شدہ مسودہ میں نہیں ہے۔ مولانا ضیاء المصطفیٰ ابن صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے کسی رسالہ سے اس کو نقل کیا ہے اور مولانا عبد الرؤف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اس عنوان میں شریک کیا ہے۔

ایک قیمتی رسالہ "اللوار المعقود لبیان حکم امرأۃ المفقود" زوج مفقود کی طرح ہی مفقود ہے۔ اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کی بے شمار تحقیقات عالیہ اور معارف لدنیہ کے ساتھ یہی سانحہ پیش آیا ہے جو بلاشبہ سانحہ عظیم ہے۔

"کتاب السیر اور کتاب الوقف" البتہ کافی مبسوط اور ضخیم ہیں جس میں اول الذکر میں ۷ رسالے شامل ہیں۔

(۱) نابغ النور علیٰ سوالات جبلفور (۲) المبین ختم النبیین (۳) سبحان السبوح عن عیب کذب المقبوح (۴) دامان باغ سبحان السبوح (۵) القمع المبین لآمال المکذبین (۶) السؤ والعقاب علیٰ مسیح الکذاب (۷) حجب العوار عن مخدوم البہار۔

پہلے رسالے کا موضوع ہندوستانی سیاست کے چند گرم مسائل ہیں جن کا یہاں کبھی بہت غلغلہ تھا "خلافت اور اماکن مقدسہ کی حفاظت" "ترک موالات اور ہندو مسلم اتحاد و وداد" یہ تحریکیں اگر سیاسی حربہ کے طور پر استعمال ہوتیں، کسی کی کیا ذمہ داری ہوتی، لیکن جمعیۃ العلماء کے مفتیوں نے اس کو مسلمانوں میں محبوب و مقبول بنانے کے لئے بالکل مذہبی رنگ دے دیا تھا اور قرآن و حدیث و احکام شرعیہ میں دیدہ و دانستہ تحریف کے مرتکب ہوتے۔ اس حد تک آگے بڑھ گئے تھے کہ جس نے اس سے ذرا بھی اختلاف کیا اس کو اسلام سے خارج

قرار دیا اور اس پر کفر کا فتویٰ صادر کیا، گالیاں دی جاتی اور انگریز کا پٹھو کہا جاتا)۔

مولانا احمد رضا خانصاحب اور ان کے ہم نوا علماء کو ان مسائل کی شرعی حیثیت سے اختلاف تھا۔ وہ کہتے تھے ترکی حکومت بلاشبہ مسلمانوں کی حکومت ہے اور حتی المقدور اس کی مدد و اعانت بقدر استطاعت ہر مسلمان کو کرنا چاہئے لیکن اس حکومت کو "خلافت اسلامیہ" قرار دینا اور اس کی حمایت کے نام پر ایسے افعال خود ادا کرنا اور دوسروں سے کروانا جو سراسر کفر و ارتداد ہیں، کہاں کی دانشمندی ہے؟

بلاشبہ قرآن و حدیث میں کافروں سے ترک موالات کا حکم آیا ہے لیکن ترک موالات کے نام پر انگریزی حکومت کا جو بائیکاٹ کیا جا رہا ہے وہ ترک موالات ہرگز نہیں۔ یہ تو ترک معاملات ہے جس کی ممانعت قرآن و حدیث میں کہیں نہیں، اور اتحاد قومی کے نام پر جو حرکتیں کی جا رہی ہیں وہ موالات ہی نہیں (جو شرعاً ممنوع ہے) بلکہ اسلام کے خلاف اور سراسر کفر و الحاد ہے، اس موضوع پر اس وقت طرفین سے طول طویل تحریریں شائع ہوئیں۔ اعلیحضرت رضی اللہ عنہ کے کئی رسالے ہیں جن میں "دوام العیش الائمۃ من القریش" اور "المحجۃ المؤتمنہ فی آیات الممتحنہ" اور مولانا سید سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ النور قابل مطالعہ ہے۔ اب تو ہنگامی حالات کا طوفان گذر چکا ہے اور وہ باتیں گذری کہانیاں ہوگئیں ہیں، ان رسائل کا دیانت دارانہ مطالعہ خوب واضح کرے گا کہ حق کس گروپ کی طرف تھا۔

"تاریخ النور" بھی اس ہنگامی دور کی ایک تحریر ہے جس میں ایک ایسے عالم اہلسنت کے بارے میں استفتاء کیا گیا ہے جنھوں نے جمعیۃ کی سرگرمیوں سے اختلاف کیا تھا اور جمعیۃ کے علماء نے ان پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ عام مسلمانوں کو ان کے پیچھے نماز عید پڑھنے سے روکنے کیلئے اہل وطن کے اشتراک سے ایک تحریک چلائی، اخبار و اسٹیج پر ان کے خلاف بہتان تراشیوں اور گالیوں کا طوفان بپا کیا گیا۔

دوسرا رسالہ "المبین ختم النبیین" اسلام کے ایک بنیادی عقیدہ "ختم نبوت" پر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں پوری امت مسلمہ اس عقیدہ پر متفق رہی کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی دوسرا نبی نہیں آسکتا۔ قرآن کا یہی فرمان ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد لا نبی بعدی وختم بی النبیون، اور اسی معنی پر پوری امت کا اجماع قائم رہا۔

روایتوں میں ایک اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ زمینیں سات ہیں اور ہر زمین میں تمہارے آدم کی طرح آدم تمہارے عیسیٰ و موسیٰ کی طرح عیسیٰ و موسیٰ، تمہارے محمد کی طرح محمد صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین ہیں۔ تمام علمائے امت نے اس اثر کو اجماع امت اور تصریحات قرآن و حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے رد کر دیا اور بے اعتبار قرار دیا۔

مگر دیوبند کے مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے یہ شگوفہ چھوڑا کہ اثر کو رد کرنے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ ساری امت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا یہ مطلب قرار دیا کہ آپ سب کے بعد کے نبی اور آخری نبی ہیں۔ لیکن اگر خاتم النبیین کے معنی کے بجائے آخری نبی کے اصلی نبی لیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا ان کے زمانہ مبارکہ کے بعد بھی کہیں کوئی نبی ہو تب بھی آپ ہی خاتم رہیں گے کیونکہ ان ہزاروں نبیوں کی بھیڑ میں بھی جو آپ کے زمانہ میں ہو یا بعد میں آئیں بالذات نبی آپ ہی ہوں گے، لہٰذا خاتم بھی آپ ہی ہوں گے کیونکہ خاتم کے معنی بعد والا نہیں بلکہ بالذات نبی ہے۔

اجماع امت کے خلاف تصریحات قرآن و حدیث کے خلاف مولوی قاسم نانوتوی صاحب کی اس جرأت رندانہ کے ردعمل میں پوری امت میں ایک بھونچال آگیا۔ مختلف حلقوں سے ان پر رد و انکار ہوا بلکہ اسی وجہ سے ان پر حرمین شریفین کے علماء نے کفر کا فتویٰ بھی دیا کہ مولوی قاسم نانوتوی نے ایک ضرورت دینی کا انکار کیا۔ مولانا احمد رضا خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مبسوط رسالہ "جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ" بھی ہے۔

آدمی کی فطرت بھی عجیب ہوتی ہے۔ اپنی بات کی پیچ میں ہر نا کردنی کر گذرتا ہے۔ نانوتوی صاحب کے حمایتیوں میں سے کسی نے کہا کہ قرآن عظیم کی آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں الف لام استغراق کے لئے نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سارے نبیوں کا خاتم ہونا ثابت نہیں اور آپ کے بعد نبی کا امکان ختم ہو۔ بلکہ الف لام عہد خارجی کا ہے اور بعض نبیوں کے اعتبار سے خاتم ہیں۔

اعلیحضرت رضی اللہ عنہ نے رسالہ المبین میں اسی ہفوات کا جواب دیا ہے، اور پورے قرآن مجید سے ان تمام مقامات کا استقصا فرمایا ہے۔ جہاں جہاں نبی و رسول کا ذکر آیا اور اس پر ایسی شاندار بحث فرمائی ہے کہ اس کے پڑھنے کے بعد اللہ کی قدرت کا نظارہ ہوتا ہے،

کہ لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں ہے کہ ساری خوبیاں کسی ایک آدمی میں جمع فرمادے۔ اور یہ ثابت فرمایا ہے کہ الف لام عہد خارجی کا بن ہی نہیں سکتا ہے۔ افسوس کہ یہ رسالہ نامکمل ہے، لیکن جتنا ہے آفتاب و ماہتاب ہے۔

تیسرے رسالہ کا موضوع باب عقائد کا ایک سلگتا ہوا مسئلہ "امکان کذب" ہے۔

اب سے بہت پہلے ابن حزم ظاہری نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنا لڑکا پیدا کرسکتا ہے کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرسکے تو بندے کی قدرت خدا سے بڑھ جائے گی کہ بندہ تو ایسا کرسکتا ہے جب کہ خدا مجبور ہے۔

بہت دنوں کے بعد ابن حزم کا یہی پس خوردہ مولوی اسماعیل دہلوی نے یوں نکلا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے اگر خدا جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہو تو اس کی قدرت بندوں سے گھٹ جائے گی کہ خدا تو جھوٹ نہیں بول سکتا اور بندہ بول سکتا ہے اور اپنے خیال میں اس غلاظت کو ذرا ہلکا کیا جو لڑکے کے پیدا کرنے میں تھی۔

اسے وقت کا سانحہ بھی کہنا چاہئے کہ پوری کلمہ گو برادری میں صرف علمائے دیوبند ہی ایسے نکلے جنھیں اسماعیل دہلوی کی یہ بات پسند آئی اور انھوں نے بڑے ہمہمہ کے ساتھ اسماعیل دہلوی کی تائید کی کہ علمائے متقدمین میں کچھ لوگوں کا یہ قول رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں اپنے بندوں کو عذاب پر جو دھمکی ہے' وہ بدل سکتی ہے اور خدا اپنی وعید کے خلاف گنہگاروں کو معاف کرسکتا ہے، یہی امکان کذب ہے۔ اس مسئلہ نے بھی پورے ہندوستان میں آگ لگائی اور پورے ہندوستان کے مختلف علمی دائروں اور دینی مراکز نے اس کے خلاف آواز بلند کی ردمیں کتابیں لکھیں، مناظرے اور مباحثے کئے۔ اعلیحضرت سے بھی اس مسئلہ میں سوال ہوا، آپکے جواب کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔

تمہید: اللہ تعالیٰ کی صفات بے شمار ہیں، مثلاً سننا، دیکھنا، پیدا فرمانا اور سب جانتے ہیں کہ سننے والی ذاتی صفت کا تعلق انھیں چیزوں سے ہوگا جو سنی جاتی ہیں، جو دیکھی جاتی ہیں ان سے ان کا تعلق نہ ہوگا، نہ اس بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت سمع معاذاللہ ناقص ہوئی، کیونکہ وہ سب چیزوں کو نہیں سن سکتی، یہی حال دیکھنے کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت بصر کا تعلق انھیں چیزوں سے ہے جو دیکھنے کے دائرے میں آتی ہیں۔ یوں ہی صفت خلق کا تعلق محال یا واجب سے نہ ہوگا، صرف ممکن سے ہوگا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت کا کچھ قصور نہیں کہ ان امور سے متعلق نہیں ہوئیں۔ قصور ان امور کا ہی ہے کہ صفتِ الٰہی کے لائق نہیں۔ پس اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت کلام بھی ہے کہ اس کا تعلق بھی انھیں امور سے ہے جو بولے جائیں، اور بولی میں بھی وہ بولی جو ممکن ہو، اللہ تعالیٰ کا جھوٹ چونکہ محال ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کا تعلق جھوٹ سے ہو ہی نہیں سکتا۔

اور اس امر کے ثبوت میں کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ محال ہے، عالم اسلام کے تیس مقتدر علماء اعلام کی عبارتیں پیش کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا باجماع علماء و عقلاء محال ہے۔

پھر اس موضوع پر تیس دلیلیں قرآن وحدیث اور بداہۃ عقل کی شہادتوں سے مرتب فرمائی ہے، کہ کذب الٰہی محال ہے جن میں کچھ تو علماء متقدمین نے بیان فرمائی ہیں، اور زیادہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اعلیحضرت کے قلب مبارک پر القا فرمائی ہیں

تنزیہات: پھر تنزیہات کے عنوان سے مولوی اسماعیل دہلوی کی اس بات کی دھجیاں اڑائی ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جھوٹ پر قادر نہ ہو تو بندوں کی قدرت خدا سے بڑھ جائے گی اور مسلسل ۲۵ ایرادات قائم فرمائے ہیں جن کو تازیانوں کا نام دیا ہے۔

تنزیہ چہارم میں "خلف وعید" کو امکان کذب قرار دینے والوں کی خبرگیری فرمائی ہے، اور دس دلیلوں سے روشن فرمایا ہے کہ خلف وعید کو امکان کذب سے کوئی تعلق نہیں۔

یہ پوری کتاب آب زر سے لکھنے کے لائق ہے، پڑھتے جائیے اور اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وسعت علم، کثرت مطالعہ، قوت حافظہ اور تیزی فہم پر سر دھنتے جائیے۔ اس کے بعد دو رسالے اور بھی اسی مسئلہ سے متعلق اور ایک طرح سے "سبحٰن السبوح" کے تتمے ہیں، جو بحثیں اس میں مختصر ہوگئی تھیں ان کا اتمام اور جو نئے گوشے بحث میں پیدا ہوئے ان کی وضاحت ہے۔ اور حق یہ ہے کہ جو بات شروع کی ہے انتہا تک لے گئے ہیں اور جو تحقیق افادہ فرمائی ہے آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیا ہے۔

اخیر کے دو رسالوں میں سے ایک میں حضرت مخدوم بہار شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت سے دفع شبہات فرمایا ہے اور اس سلسلہ میں ضمناً روایت اخبار کے قیمتی اصول افادہ فرمائے ہیں۔ دوسرے رسالہ میں "مسیح قادیان مسٹر غلام احمد قادیانی کے اقوال وافعال کفریہ اور اس کا شرعی حکم بیان کیا ہے۔ اس رسالہ کی ابتدا ہی بے حد دلچسپ انداز میں فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"مرزا کا اپنے آپ کو مسیح ومثل مسیح کہنا تو شہرہ آفاق ہے، فقیر کو بھی اس دعویٰ سے اتفاق ہے۔ مرزا کے مسیح اور مثل مسیح ہونے میں اصلاً شک نہیں مگر واللہ نہ مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوات اللہ بلکہ مسیح دجال علیہ اللعن والنکال"

"کتاب السیر" میں مندرجہ دیگر مسائل کا حال یہ ہے کہ کتب فقہ میں یہ عنوان دراصل اسلام کی خارجہ پالیسی کیلئے اصول وقواعد کی تفصیل وترتیب کا باب ہے، اسلامی نقطۂ نظر سے ممالک کی سیاسی تقسیم غیر مسلم دنیا سے اہل اسلام کے تعلقات ومعاملات، پھر اسلام سے منحرف ہونے والے افراد کے لئے ضابطۂ تعزیر واخلاق وغیرہ مسائل وفرامین شامل ہوتے ہیں۔

چونکہ عرصہ سے اہل اسلام کی حکومت واقتدار کی بساط الٹ چکی ہے اس لئے اول الذکر قسم کے مسائل کی زندگی میں ضرورت ہی بہت کم پڑتی ہے، اور گرفت ڈھیلی ہو جانے کی وجہ سے لوگوں کے دل ودماغ اور قلم بے راہ رو اور آزاد ہو گئے ہیں۔ اس لئے کفر کے فتوے سے زیادہ کفر بکنا آسان ہو گیا ہے، اور بھانت بھانت کی گمراہیاں جنم لے رہی ہیں۔

چنانچہ فتاویٰ کی اس جلد میں کتاب السیر زیادہ تر اسی قسم کے سوال وجواب پر مشتمل ہے۔ مثلاً کفریہ الفاظ کا تفصیلی بیان اور بار بار ذکر ہر لفظ کا شرعی حکم، پھر مرتد ہونے والے فرد کے لئے حد وتعزیر کا بیان اس کے کسب اس کے ساتھ معاملات اس کی میراث اور اس کی عورت وغیرہ کے شرعی احکام سے پوری کتاب مملو ہے اور اپنی روش کے مطابق ہر مسئلہ کو آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور فرامین علمائے اعلام سے مزین فرمایا ہے

کتاب السیر میں تین رسالے مفقود ہیں (۱) المجل المسدد ان ساب المصطفیٰ مرتد (۲) البارقۃ اللمعا علی ساعد من نطق بالکفر طوعا (۳) المقال الباھر منکر الفقہ کافر۔

جلد ششم کا آخری ثلث کتاب الوقف پر مشتمل ہے اور اس جلد میں صرف ایک رسالہ "جوال العلو التبیین الخلو" شامل ہے اس رسالہ کا موضوع اجارہ کی ایک مخصوص صورت ہے جسے اصطلاح میں خلو قرار دیا گیا ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ شرع اسلامی کے لحاظ سے کسی چیز کا بھی دوامی اجارہ جائز نہیں۔ جو چیز کرایہ پر دی جارہی ہے کسی آدمی کی ذاتی ملک ہو یا شئی موقوفہ ہو۔

لوگوں نے یہ کرنا شروع کر دیا کہ شئی مستاجرہ میں کرایہ دار اپنے صرفہ سے کچھ ایسا تصرف واضافہ کر دیتا جس سے اس کی حیثیت بڑھ جاتی اور اس اضافہ کے بدلے میں مالک اس کو دوامی قبضہ کی اجازت دے دیتا، کرایہ دار کو دوامی کرنے کے لئے یہ کاروائی بھی شرعاً ممنوع ہے۔

سائل نے کسی وقف سے متعلق اسی نوع کے معاملے سے ملتا جلتا ایک سوال خلو سمجھ کر اسی نام سے کیا، رسالہ مذکورہ بالا میں اس سوال کا جواب ہے۔ اور چونکہ اعلیحضرت رضی اللہ عنہ کا اشہب قلم رخش راہوار بلکہ بحر ناپیدا کنار ہے۔ اس لئے جس مسئلہ کی طرف رخ ہو جائے اس سے متعلق کسی گوشہ کو تشنہ نہیں چھوڑتے۔ چنانچہ اس رسالے میں بھی خلو، کی تعریف، اس کا حکم، خلو اور سکنیٰ کا فرق، دوامی پٹہ کی ایک جائز صورت، کرایہ داری اور اس کا حکم، مسئول مسئلہ کا تعلق خلو سے نہ ہونے کا بیان۔ مسئلہ خلو میں علماء کرام کی بحثیں اور ان کے کلام میں تطبیق رہن وحلی اور دیہات کا ٹھیکہ، مسئلہ دائرہ کی شرعی اور تاریخی حیثیت، غرضیکہ علوم ومعارف اور حکم وبصائر کی ایک دنیا آباد فرما دی ہے۔

"کتاب الوقف" کے بقیہ حصہ میں وقف سے متعلق سارے ہی ابواب کے احکام، متولی کے حقوق وفرائض، اس کے تصرفات کی نوعیت، احکام مسجد ومقبرہ، مصارف وقف ومتعلقات، وقف کا اجارہ، غرضیکہ سارے ابواب پر بھرپور بحثیں ہیں اور اعلیحضرت کی امتیازی شان کے ساتھ۔

ترتیب ان کی البتہ ہم کتب فقہ کی ترتیب کے وافق نہ کر سکے کیونکہ مجیب مستفتی کے سوال کا پابند ہوتا ہے اور سائل کو فنی ترتیب سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ وہ ایک ہی سوال میں مختلف ابواب سے متعلق سوالات درج کر دیتا ہے۔

چند مسائل ایسے بھی ملیں گے جو موجودہ ماحول میں چونکا دینے والے ہوں گے۔ جیسے مسجد میں الکٹرک پنکھے لگانے اور روشنی کرنے کا حکم۔ لیکن ان مسائل کے پڑھتے وقت یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ یہ جوابات مخصوص حالات کے ہیں یعنی جبکہ مال وقف سے بلا ضرورت خرچ کیا جائے اور ابتدائی حالات کے جبکہ ان اشیاء کی منفعت ومضرت کے توازن کا فیصلہ نہ ہو سکا تھا، منفعت کے مقابلہ میں مضرت کا خطرہ

زیادہ تھا وغیرہ وغیرہ۔

پوری کتاب میں فتاوی کی تعداد ۴۹۷ ہے۔ صفحات تعداد کچھ کم ضرور ہے لیکن قلم خفی کر دیا گیا ہے۔ اس لئے میٹر زیادہ ہے اس جلد کی قیمت میں ہم نے صرف پانچ روپیہ کا اضافہ اس لئے کیا ہے کہ سامان طباعت کی گرانی کے باوجود صفحات کی تخفیف نے قیمت کا توازن قائم رکھا ہے۔

ایک سرسری مطالعہ سے جو غلطیاں نگاہ میں آئیں ان کا صحت نامہ لگا دیا ہے۔ پھر بھی مزید غلطیاں کے امکان ہیں جس کے لئے ناظرین سے اطلاع دینے کی استدعا ہے۔ بقیہ ضروری ھدایتیں موقع بر ہی متن کتاب میں یا حواشی میں دے دی گئی ہیں۔

عبدالمنان اعظمی

سنی دارالاشاعت مبارکپور

۷ شوال ۱۴۰۱ھ

صفحہ ۵۹ کی بقیہ فہرست

فہرست مسائل فتاوٰی رضویہ جلد ششم

اور احتمال خلاف ماننا بھی کفر ہے یونہی ان کے منکر یا ان میں شاک کو مسلمان کہنا یا اسے کافر نہ جاننا بھی کفر ہے، بحر الکلام امام نسفی وغیرہ میں ہے، من قال بعد نبینا نبی یکفر لانہ انکر النص وکذا لو شک فیہ۔ در مختار و بزازیہ و مجمع الانہر وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے، من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر، ان لعینی اقوال نجس تر از ابوال کے رد میں او اخر صدی گذشتہ میں بکثرت رسائل و مسائل علمائے عرب و عجم طبع ہو چکے اور وہ ناپاک فتنے غار مذلت میں گر کر قعر جہنم کو پہنچے، والحمد للہ رب العالمین، اس طائفہ جدیدہ کو اگر طوائف طریدہ کی حمایت سوجھے گی تو اللہ واحد قہار کا لشکر جرار اسے بھی اس کی سزائے کردار پہنچانے کو موجود ہے، قال تعالٰی الم نھلک الاولین ۝ ثم نتبعھم الاٰخرین ۝ کذٰلک نفعل بالمجرمین ۝ ویل یومئذ للمکذبین ۝ اور اگر اس طائفہ جدیدہ کی نسبت وہ تجویز و احتمال نبوت یا عدم تکفیر منکران ختم نبوت معلوم نہ بھی ہو نہ اس کا خلاف ثابت ہو تو اس کا آیہ کریمہ میں افادہ استغراق سے انکار اور ارادۂ بعض پر اصرار کیا اسے حکم کفر سے بچالے گا کہ وہ صراحۃً آیہ کریمہ کا اس تفسیر قطعی یقینی اجماعی ایمانی کا منکر و مبطل ہے، جو خود حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی، اور جس پر تمام امت مرحومہ نے اجماع کیا اور بنقل متواتر ضروریات دین سے ہوکر ہم تک آئی، مثلاً کوئی شخص کہے کہ شراب کی حرمت قرآن عظیم سے ثابت نہیں ائمہ دین فرماتے ہیں وہ کافر ہوگیا اگرچہ اس کے کلام میں حرمت خمر کا انکار نہ تھا، نہ تحریم خمر کا ثبوت صرف قرآن عظیم پر موقوف کہ اس کی تحریم میں احادیث متواترہ بھی موجود اور کچھ نہ ہو تو خود اس کی حرمت ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین خصوص نصوص کے محتاج نہیں رہتے، امام اجل ابو زکریا نووی کتاب الروضہ پھر امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں، اذا جحد مجمعا علیہ یعلم من دین الاسلام ضرورۃ سواء کان فیہ نص اولا فان جحدہ یکون کفرا اھ ملتقطا۔ بعینہٖ یہی حالت یہاں بھی ہے کہ اگرچہ بعثت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہمیشہ کے لئے دروازہ نبوت بند ہوجانا اور اس وقت سے ہمیشہ تک کبھی کسی وقت کسی جگہ کسی صنف میں کسی طرح کی نبوت نہ ہوسکنا کچھ اس آیہ کریمہ ہی پر موقوف نہیں بلکہ اس کے ثبوت میں قاہر و باہر متواتر و متظافر، متکاثر و متواتر حدیثیں موجود اور کچھ نہ ہو تو بحمد اللہ تعالٰی مسئلہ خود ضروریات دین سے ہے مگر آیت کے معنی متواتر مجمع علیہ قطعی ضروری کا انکار اس پر کفر ثابت کرے گا اگرچہ اس کے کلام میں صراحۃً نفس مسئلہ کا انکار نہیں، منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے، لو قال حرمۃ الخمر لاتثبت بالقراٰن کفر ای لانہ عارض نص القراٰن وانکر تفسیر اھل الفرقان، فتاوی تتمہ میں ہے، من انکر حرمۃ الخمر فی القراٰن کفر، اعلام امام مکی میں ہمارے علماء سے کلمات کفر بالاتفاق میں نقل کیا، او قال لم تثبت حرمۃ الخمر فی القراٰن پھر خود فرمایا، کفرہ، اعم انہ لانص فی القراٰن علی تحریم الخمر ظاھر لانہ مستلزم لتکذیب القراٰن الناص فی غیر ما اٰیۃ علی تحریم الخمر فان قلت غایۃ ما فیہ انہ کذب وھو لا یقتضی الکفر قلت ممنوع لانہ کذب یستلزم انکار النص المجمع علیہ المعلوم من الدین بالضرورۃ، تو اگرچہ یہ طائفہ آیہ کریمہ میں استغراق کے انکار سے ختم تام نبوت پر دلائل قطعیہ سے مسلمانوں کا ہاتھ خالی نہیں کرسکتا، مگر اپنا ہاتھ ایمان سے خالی کرگیا ہاں اگر ارباب طائفہ صراحۃً ایمان لائیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد کبھی کسی جگہ کسی طرح کی کوئی نبوت کسی کو نہیں مل سکتی، حضور کے خاتم النبیین و آخر الانبیاء و المرسلین ہونے میں اصلاً کوئی تخصیص

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب السیر

مسئلہ از بریلی پرانا شہر محلہ سیلانی مسئولہ مستقیم نداف یکم ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے تین بیٹے ہیں، ایک مرض مرگی میں مبتلا ہے، دوسرا بیٹا جوان گھر سنبھالو اگر وہ نہ ہوں تو زید اور اس کی اہلیہ دوسروں کے محتاج ہو جاویں کیونکہ ضعیفی کا عالم ہے، بڑا بیٹا بعزم ہجرت کابل وداع ہوتا ہے کل کی تاریخ میں اور اس کی بیوی سال بھر کی بیاہی پورے دن امید کے ہیں، اور اس کو بھی چھوڑے جاتا ہے جو حکم قرآن وحدیث شریف کا ہو اس میں ہرگز انکار نہیں۔

الجواب اس صورت میں کابل کی ہجرت اسے جائز نہیں حدیث میں ہے کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از لاہور محلہ سادھوان مرسلہ میاں تاج الدین خیاط ۱۳ ذی الحجہ ۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہجرت کے احکاموں اور شرائط کا استعمال کس صورت میں ہونا چاہئے۔

الجواب دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت فرض ہے، قال اللہ تعالٰی ان الذین توفّٰھم الملئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولٰئک ماوٰھم جھنم وساءت مصیرا ہاں اگر حقیقۃً مجبور ہو معذور ہے قال تعالٰی الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لایستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا فاولٰئک عسی اللہ ان یعفو عنھم وکان اللہ عفوا غفورا اور دار الاسلام سے ہجرت کا حکم نہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاھجرۃ بعد الفتح ہاں اگر کسی جگہ کسی عذر خاص کے سبب کوئی شخص اقامت فرائض سے مجبور ہو تو اسے اس جگہ کا بدلنا واجب ہے، اس مکان میں معذوری ہو تو مکان بدلے محلہ میں معذوری ہو تو دوسرے محلہ میں چلا جائے بستی میں معذوری ہو تو دوسری بستی میں جائے مدارک التنزیل میں ہے، والاٰیۃ تدل علی ان من لم یتمکن من اقامۃ دینہ فی بلد کما یجب وعلم انہ یتمکن من اقامۃ فی غیرہ حقت علیہ المھاجرۃ وفی الحدیث من فر بدینہ من ارض الی ارض وان کان شبرا من الارض استوجبت لہ الجنۃ وکان رفیق ابیہ ابراھیم ونبیہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہندوستان دار الحرب نہیں دار الاسلام ہے کما حققناہ فی فتاوٰنا اعلام الاعلام واللہ اعلم

مسئلہ از بستی غفران باغ آہو دربہہ نئی آجری

بخدمت حضرت مولٰنا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین موجودہ اسلامی حالت کا خیال کرتے ہوئے اور عام علماء کی تقریر متعلق ہجرت کرنے نہ کرنے کے سنتے ہوئے طبیعت پر تذبذب پیدا ہو رہا ہے کہ مجھ کو کیا کرنا چاہئے ہجرت کروں یا نہیں، اس کے متعلق حضور کا ذاتی خیال کیا ہے۔

الجواب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ہجرت دو قسم ہے، عامہ وخاصہ، عامہ یہ کہ تمام اہل وطن ترک وطن کرکے چلے جائیں، اور خاصہ یہ کہ خاص اشخاص چلے۔ ہجرت دارالحرب سے ہر مسلمان پر فرض ہے، جس کا بیان آیۂ کریمہ ان الذین توفّٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم الآیہ میں ہے، اس سے صرف عورتیں اور بچے اور عاجز مرد جو نکل نہیں سکتے، مستثنٰی ہیں، جس کا ذکر اس کے متصل دوسری آیۂ کریمہ الا المستضعفین الآیہ میں ہے، باقی سب پر فرض ہے جو باوصف قدرت دارالحرب میں سکونت رکھے اور ہجرت نہ کرے مستحق عذاب ہے، رہا دارالاسلام اس سے ہجرت عامہ حرام ہے کہ اس میں مساجد کی ویرانی وبے حرمتی، قبور مسلمین کی بربادی، عورتوں بچوں اور ضعیفوں کی تباہی ہوگی اور ہجرت خاصہ میں تین صورتیں ہیں، اگر کوئی شخص کسی وجہ خاص سے کسی مقام خاص میں اپنے فرائض دینیہ بجا نہ لاسکے اور دوسری جگہ ممکن ہو تو اگر یہ خاص اسی مکان میں ہے اس پر فرض ہے کہ یہ مکان چھوڑ کر دوسرے مکان میں چلا جائے اور اگر اس محلہ میں معذور ہو تو دوسرے محلہ میں اٹھ جائے اور اس شہر میں مجبور ہو تو دوسرے شہر میں علٰی ہذا القیاس کما بینہ فی مدارک التنزیل واستشھد بحدیث دوسرے وہ کہ یہاں اپنے فرائض مذہبی سے عاجز نہیں اور اس کے ضعیف ماں یا باپ یا بیوی یا بچے جن کا نفقہ اس پر فرض ہے اور وہ نہ جاسکیں گے یا نہ جائیں گے اور اس کے چلے جانے سے بے وسیلہ رہ جائیں گے تو اس کو دارالاسلام سے ہجرت کرنا حرام ہے، حدیث میں ہے کفٰی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت یا وہ عالم جس پر کہ اس شہر میں عالم نہ ہو اسے بھی حرام ہے وقد نص فی البزازیۃ والدرالمختار انہ لا یجوز لہ السفر الطویل فضلا عن الھجرۃ تیسرے وہ کہ نہ فرائض سے عاجز ہے نہ اس کی یہاں حاجت اسے اختیار ہے رہے یا چلا جائے جو اس کی مصلحت ہو یہ تفصیل دارالاسلام میں ہے کما حققناہ فی فتاوٰنا اب آپ اپنی حالت کا اندازہ کرسکتے ہیں کہ آپ کو ہجرت جائز یا واجب یا حرام ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بمبئی ٢ سنگل داس روڈ معرفت وائز برادر مسئولہ نذیر احمد خجندی ١٢ محرم ٣٩ھ

(١) سلطنت اسلامیہ عثمانیہ تباہ برباد کی جارہی ہے اس کے حصے بخرے کرلئے گئے ایسی حالت میں ہم اہل سنت وجماعت کو اس سلطنت اسلامی سے ہمدردی اور اس کے دشمنوں سے نفرت کرنی چاہئے یا نہیں۔

(٢) اماکن مقدسہ بے حرمت کئے گئے خصوصًا حرم شریف میں خون بہایا گیا، غلاف کعبۃ اللہ تعالٰی میں آگ لگی ان بے حرمتی کرنے والوں اور ان افراد سے جو اس بے حرمتی کے باعث ہوئے ہم کو نفرت اور عداوت رکھنی چاہئے یا نہیں،

(٣) خصوصًا جس قوم نے سلطنت اسلامیہ کو برباد اور اماکن مقدسہ کو بے حرمت کرنے کی کوشش کی ہوں وہ دشمن اسلام اور مخالف اللہ تعالٰی ورسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سمجھی جائے گی یا نہیں اور بفحوائے آیۂ کریمہ لا تجد قومًا یؤمنون باللہ والیوم الآخر

یوادون من حاد اللہ ورسولہ الخ ہم اہل سنت وجماعت کو ان دشمنان اسلام سے دوستانہ تعلقات ترک کرنے چاہئیں یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب ہر سلطنت اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعت اسلام نہ صرف جماعت ہر فرد اسلام کی خیرخواہی مسلمان پر فرض ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصح لکل مسلم مگر ہر تکلیف بقدر استطاعت اور ہر فرض بقدر قدرت ہے نامقدور بات پر مسلمان کو ابھارنا جو نہ ہو سکے اور ضرر دے اور اسے فرض ٹھہرانا شریعت پر افترا اور مسلمانوں کی بدخواہی ہے قال اللہ تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا وقال تعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم پھر خیرخواہی اسلام حدود اسلام میں رہ کر ہے، مشرکین سے اتحاد وموالات اور ان کو راضی کرنے کو شعار اسلام کی بندش، مشرک لیڈر کو اپنے دین کا ہادی ورہبر بنانا، مشرک لکچرار کو مسلمانوں کا واعظ ٹھہرانا، اسے مسجد میں لے جا کر جماعت مسلمین سے اونچا کھڑا کرکے لکچر دلوانا، اپنے ماتھوں پر مشرکوں سے قشقے لگوانا، مشرکوں کے مجمع میں مشرک لیڈروں کی جے پکارنا، مشرک لیڈر کی ٹکٹی اپنے کندھوں پر اٹھا کر مرگھٹ میں لیجانا، مساجد کو مشرک کا ماتم گاہ ٹھہرانا اس کے ماتم کے لئے مساجد میں سر برہنہ ہونا اس کے لئے نماز ودعائے مغفرت کا اشتہار دینا، قرآن مجید اور رامائن کو ایک ڈولے میں رکھ کر دونوں کی پوجا کراتے ہوئے مندر میں لے جانا مشرکوں نے قربانی گاؤ پر مسلمانوں کو بے دریغ ذبح کیا آگ سے پھونکا ان میں کے جو بعض گرفتار ہوئے اور ان پر ثبوت کامل پہنچ گیا، ان کے لئے رحم کی درخواست کرنا، ان کی رہائی کی رزولیشن پاس کرنا، صاف لکھ دینا کہ ہم نے قرآن وحدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کردی، صاف لکھ دینا کہ آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا، صاف لکھ دینا کہ ہماری جماعت ایک ایسا مذہب بنا رہی ہے فکر میں ہے جو کفر واسلام کا امتیاز اٹھادے گا، صاف لکھ دینا کہ ہم ایسا مذہب بنانا چاہتے ہیں جو سنگم وپریاگ (بتوں کی پرستشگاہوں) کو مقدس مقام ٹھہرائے گا، یہ امور خیرخواہی اسلام نہیں کند چھری سے اسلام کو ذبح کرنا ہے، یہ سب افعال واقوال ضلال بعید وکفر شدید ہیں اور ان کے فاعل وقائل بل اعدائے دین حمید ودشمنان رب مجید ہیں، اتخذوا دینہم لہوا ولعبا بدلوا نعمۃ اللہ کفرا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون نفرت دینیہ مکروہ تنزیہی واساءت ومکروہ تحریمی وحرام صغیرہ وکبیرہ ومراتب بدعت وضلال وانواع کفر وارتداد سب سے حسب مرتبہ ہے جس کے درجات مستحب سے فرض اعظم بلکہ ضروریات دین تک ہوں گے لیکن جو اخبث مراتب سے نفرت نہ کرے اور ان سے ادعائے نفرت میں جھوٹا ہے، مکروہ تنزیہی سے اساءت بری ہے اساءت سے مکروہ تحریمی بدتر ہے اس سے کبائر اپنے اپنے مرتبہ پر بدتر ہیں اور ان سب سے بدعت وضلال بدتر ہیں اور ان کے بھی مدارج مختلف ہیں اور ان سب سے کفر بدتر ہے اور اس میں بھی مراتب ہیں کفر اصلی سے ارتداد بدتر ہے اور اس میں بھی ترتیب ہے کفر اصلی کی ایک سخت قسم نصرانیت ہے اور اس سے بدتر مجوسیت اس سے بدتر بت پرستی اس سے بدتر وہابیت ان سب سے بدتر اور خبیث تر دیوبندیت، افعال کیسے ہی شنیع ہوں کسی کفر کی شناعت کو نہیں پہنچ سکتے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بدتر از بدتر سے بدتر کافروں بت پرستوں سے اتحاد ووداد منایا جاتا ہے کیسا وداد کہاں کا اتحاد بلکہ غلامی وانقیاد اور ان سے بھی بدتر کفار وہابیہ کو اپنی مجلسوں کی صدارتیں دی جاتی ہیں اور ان تمام بدتر از بدتر سے بدتر دیوبندیت کے سر مشیخت ہند کی پگڑی باندھنے کی فکر کی جاتی ہے، جب مشرکین ومرتدین سے یہ کچھ اتحاد ہے تو کسی فعل ومعصیت سے نفرت کا ادعا محض سفید جھوٹ ہے اگر تمہاری نفرت اللہ کے لئے ہوتی تو افعال سے ایک درجہ ہی بت پرستوں سے لاکھ درجہ ہوتی اگر بت پرستوں

سے لاکھ درجہ ہوتی دیوبندیوں سے کروڑ درجہ ہوتی تو نفرت کے دعوے محض مکروفریب ہیں یخٰدعون اللّٰہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون ۵ آیۂ کریمہ لاتجد قوما یؤمنون باللّٰہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللّٰہ ورسولہ، کی تلاوت اس جدید پارٹی کے لئے سراب تالی القراٰن والقراٰن یلعنہ کی پوری مصداق ہے کیا بت پرست وہابیہ دیوبندیہ من حاد اللّٰہ ورسولہ میں داخل نہیں ضرور ہیں کیا یہ پارٹی ان سے وداد واتحاد کرکے یوادون من حاد اللّٰہ ورسولہ میں داخل نہ ہوئے ضرور ہوئے اور یہی آیۂ کریمہ فرمارہی ہے کہ جو یوادون من حاد اللّٰہ ورسولہ ہیں وہ یؤمنون باللّٰہ والیوم الاٰخر نہیں لاجرم شہدوا علٰی انفسھم انھم کانوا کافرین یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المؤمنین فاعتبروا یا اولی الابصار نسأل اللّٰہ العافیۃ ونعوذ باللّٰہ من حال اھل النار ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ الواحد القھار وصلی اللّٰہ وسلم وبارک علی السید الکریم المختار واٰلہ الاطہار وصحبہ الاخیار وامتہ الی یوم القرار واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از کانپور فیل خانہ کہنہ مسئولہ مولوی سید محمد آصف صاحب ۵/ شعبان ۳۹ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

یاحبیب محبوب اللّٰہ روحی فداک، قبلۂ کونین وکعبۂ دارین محی الملۃ والدین دامت فیوضہم۔ بعد تسلیمات فدویانہ وتمنائے حصول سعادت آستاں بوسی التماس ایں کہ بفضلہ تعالٰی فدوی بخیریت ہے، صحتوری مزاج اقدس مدام بدعائے سحری مطلوب، (۱) ذمی کفار کو ان کے مندر وعبادت گاہ میں عبادت کرنے ونیز مراسم کفر کے کرنے کی سلطان اسلام اجازت دیتا ہے یا نہیں، در صورت اجازت دینے کے شبہ ہوتا ہے کہ احکام کفر پر رضا کفر ہے جیسا کہ اتمام حجت تامہ میں ۴۳ سوال کے آخر میں ہے (تقسیم ملک کہ اتنا آپ کا اتنا ہندوؤں کا ان دونوں صورتوں میں احکام کفر تمام یا بڑے حصہ میں آپ کی رضا سے جاری ہوں گے کہ آپ ہی اس اشتراک یا تقسیم پر راضی ہوئے احکام کفر پر رضا کفر یا کم از کم بددینی ہے یا نہیں)، (۲) کیا یہ حدیث صحیح ہے، اخرجوا الیھود والنصارٰی من جزیرۃ العرب اور کس زمانہ تک اس حدیث شریف پر عمل ہوتا رہا اور کس بادشاہ کے وقت سے عدن وغیرہ میں نصارٰی کا قیام ہوا حدیث شریف سے کیا مقصود ہے، (۳) کیا وہابیہ دیوبندیہ خذلھم اللّٰہ تعالٰی بیت المقدس ومساجد کو مقامات مقدسہ نہیں سمجھتے اگرچہ ترکوں کو مسلمان ونیز اور اماکن مقدسہ کو مقامات مقدسہ نہ سمجھیں لیکن شاید مساجد کی وجہ سے ونیز اس حدیث شریف کی وجہ سے چاہتے ہوں کہ عراق عرب غیر مسلم کی ہستیوں سے پاک ہوجائے اور نصارٰی پریشان ہوکر اسے چھوڑ دیں، (۴) کیا ابن عبدالوہاب نجدی نے سنگ اسود کو بھی کچھ نقصان پہنچایا تھا اور جگہ سے ہٹادیا تھا، والسلام مع التکریم

الجواب : حبیبی ومحبی ومحبوبی اجکم اللّٰہ تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ،

(۱) سلطان اسلام ہرگز کفار کو مراسم کفر کی اجازت نہیں دے سکتا کیا اجازت کفر دے کر خود کافر ہوگا بلکہ نترکھم وما یدینون یعنی جہاں جس بات کے ازالہ کا حکم نہیں وہاں تعرض نہ کرے گا نہ یہ کہ ان سے کہے گا کہ ہاں ایسا کرو رسالہ علامہ شرنبلالی پھر ردالمحتار میں ہے لیس المراد انہ جائز نامر ھم بہ بل بمعنی نترکھم وما یدینون فھو من جملۃ المعاصی التی یقرون علیھا کشرب الخمر ونحوہ ولانقول ان ذٰلک جائز لھم فلا یحل للسلطان ولا للقاضی ان یقول لھم افعلوا ذٰلک ولا ان یعینھم علیہ بخلاف یہاں کے کہ ضرور جو کچھ مشرکین

کی تراضی و قرارداد سے ہوگا۔

(۲) یہ حدیث ان لفظوں سے صحیح نہیں مگر اس مضمون میں کہ جزیرۂ عرب میں کوئی نامسلم نہ رہے متعدد صحیح حدیثیں وارد ہیں مقصود حدیث و حکم شرعی یہ ہے کہ جزیرۂ عرب میں کسی غیر مسلم کا توطن وطول اقامت جائز نہیں تجارت وغیرہ امور مرخصہ کے لئے آئیں اور چلے جائیں ظاہراً سال بھر تک قیام کی اجازت کسی کو نہ دی جائے گی، تیسیر المقاصد علامہ شرنبلالی پھر درمختار میں ہے یمنعون من استیطان مکۃ والمدینۃ لانھما من ارض العرب قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایجتمع فی ارض العرب دینان ولو دخل لتجارۃ جاز و لایطیل رد المحتار میں ہے قولہ لانھما من جزیرۃ العرب افاد ان الحکم غیر مقصور علی مکۃ والمدینۃ بل جزیرۃ العرب کلھا کذلک کما عبر بہ فی الفتح وغیرہ فیمنع ان یطیل فیھا المکث حتی یتخذ فیھا مسکنا لان حالھم فی المقام فی ارض العرب مع التزام الجزیۃ کحالھم فی غیرھا بلا جزیۃ وھناک لایمنعون من التجارۃ بل من اطالۃ المقام فکذلک فی ارض العرب شرح السیر وظاھرہ ان حد الطول سنۃ تأمل اس حکم احکم کی تکمیل خلافت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہوئی اور بعد کے خلفا میں مستمر رہی قرامطہ ملاعنہ پھر عبیدی خبثا پھر وہابیہ نجدیہ ان کفار کا چند روزہ جبری تسلط نہ کسی خلیفہ یا سلطان کی اجازت سے تھا نہ کسی بین الاقوام قانون مخترع کی قرارداد سے عدن میں نصارٰی کا قیام اور جدہ میں ان کی سفارت کا مسکن سلطنت ترک کرا اواخر سے ہے۔

(۳) وہابیہ مساجد کو مقدس سمجھا کریں مگر ساتھ ہی ترکوں کو بھی غیر مسلم ہستی مانتے ہیں، جس طرح تمام اہل سنت کو جانتے ہیں تو ان کے نزدیک جیسے نصارٰی ویسے ہی ترک بلکہ دل میں ترکوں کو بدتر سمجھتے ہیں کہ مشرک و مرتد جانتے ہیں

(۴) قرامطہ خبثا سنگ اسود کو لے گئے تھے، بیس برس کے بعد ان کے یہاں سے ملا نجدیہ کا اسے جگہ سے ہٹانا منقول نہیں ہاں سیف الجبار میں ان کے زدوضرب سے اس میں شق آجانا لکھا ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از جنگل ضلع بلڈانہ برار مسئولہ محمد شیر نواز خاں صاحب ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وہادیان مبین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ ان دنوں جب کہ دول یورپ نصارٰی نے سلطنت حضرت سلطان روم خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کے بیشتر حصہ مملکت و دارالخلافہ پر تسلط اور جزیرۃ العرب و اماکن مقدسہ پر بھی براہ راست و بالواسطہ تسلط واقتدار جمالیا ہے کیا ان حالات میں مسلمانان ہند کے لئے ضروری ہے یا نہیں کہ ایسا کوئی طرز عمل متفق طور پر اختیار کریں جو غاصبان سلطنت اسلام و اماکن مقدسہ کو عاجز کرنے والا اور نقصان پہنچانے والا اور جس کا اثر سلطنت اسلام و اماکن مقدسہ کی حفاظت کے لئے مدافعانہ پہلو لئے ہوئے ہو بینوا توجروا۔

الجواب اس سوال کا جواب بھی بارہا چھپ چکا بلاشبہ سلطنت اسلام کی حمایت اور اماکن مقدسہ کا تحفظ مسلمانوں پر فرض ہے، مگر ہر فرض بقدر قدرت ہے اور حکم حسب استطاعت، ہندوؤں کی غلامی حرام ہے اور ان سے اتحاد و وداد مخالفت قرآن ہے، جو شخص جو طریقہ برتنا چاہے اسے تین باتیں سوچ لینا ضرور ہے، اول وہ طریقہ شرعاً جائز ہو نہ محرمات و کفریات جیسے آجکل لوگوں نے اختیار کئے ہیں، دوم وہ طریقہ ممکن بھی ہو یعنے آپ کو اس کے کرنے پر قدرت ہو کہ غیر مقدور بات کا اٹھانا شرعاً بھی ممانعت ہے عقلاً بھی حماقت، سوم وہ طریقہ

مفید بھی ہو وقت اٹھائے پریشانی اٹھائے بلا کے لئے سینہ سپر ہو اور کرے وہ بات جو محض غیر مفید و بے اثر ہو یہ بھی شرعاً عقلاً کسی طرح مقبول نہیں، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از بنارس محلہ ابنیا کی منڈی مسئولہ محمد عمر صاحب رضوی ۲۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین حنفی اس مسئلہ میں کہ ہندوستان کے کافر ذمی ہیں یا حربی، کافر ذمی اور حربی کی صحیح تعریف کیا ہے، ہندوستان کے کفار سے لین دین بیع وشرا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب ہندوستان کے کافر ذمی نہیں، ذمی وہ کافر ہے کہ سلطنت اسلام میں مطیع الاسلام ہو کر رہے اور جزیہ دینا قبول کرے، بیع وشرا لین دین کہ جائز ہو ہر کافر اصلی سے جائز ہے اگرچہ ذمی نہ ہو ہندیہ میں ہے اذا اراد المسلمان یدخل دار الحرب بامان للتجارۃ لم یمنع ذالك منه وكذالك اذا اراد حمل الامتعة اليهم فی البحر فی السفينة بلکہ کافر اصلی غیر ذمی وغیر مستامن سے اپنے نفع کے وہ عقود بھی جائز ہیں جو مسلم وذمی ومستامن سے ناجائز ہیں، جن میں عذر نہ ہو کہ غدر وبدعہدی مطلقاً سب سے حرام ہے، مسلم ہو یا کافر ذمی ہو یا حربی مستامن ہو یا غیر مستامن اصلی ہو یا مرتد، ہدایہ وفتح القدیر وغیرہما میں ہے، لان مالهم غير معصوم فبای طريق اخذه المسلم اخذ مالا مباحا ما لم يكن غدرا، کفار ہند کے ذمی ومستامن نہ ہونے کے سبب ان سے بیع وشرا ناجائز سمجھنا سخت جہالت ہے یہ سبب تو اور موجب وسعت ہے نہ کہ وجہ ممانعت، واللہ تعالٰی اعلم،

رسالہ نابغ النور علی سوالات جبلفور

۱۳۳۹ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ از جبل پور کمانیہ بازار دوکان سیٹھ عبدالغفور صاحب آئل مرچنٹ مرسلہ عبدالجبار صاحب ناظم جماعت خدام اہلسنت ۲۰ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں،

(۱) ایک سچا پکا سنی پابند مذہب وملت تارک دنیا دینی عالم باعمل جو حکومت ترکی کو ایک عظیم الشان سلطنت اسلامیہ سمجھے اور اپنی متعدد تقریروں میں اس عظیم سلطنت اسلامیہ بلکہ ہر مصیبت زدہ مسلمان کی مدد و اعانت وحمایت اور اماکن مقدسہ کی صیانت وحفاظت ہر مسلمان پر بقدر وسعت واستطاعت ہر جائز وممکن ومفید طریقہ کے ساتھ ضروری ولازم وفرض فرمائے اور لوگوں کے بار بار نہایت اصرار کے ساتھ اس امر کے استفسار پر کہ "آپ ترکوں کی خلافت کو خلافت راشدہ کاملہ اور سلطان ترکی کو خلیفۃ المسلمین سمجھتے ہیں کہ نہیں" اس کے جواب میں فرمائے "سلطنت ترکی خلدھا اللہ تعالٰی وایدھا وحرسها و اخذل اعداءھا کے متعلق صرف اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ میں بحمدہ تعالٰی سنی ہوں اور ہمیشہ ہر حال میں تحقیقات سلف اور مسلمات اہل سنت وتصریحات محققین کا متبع اور امت مرحومہ کے اجماع

واطباق متوارث کا پابند رہا ہوں اور یہی میرا مذہب دعرو ہ وثقی ہے، مسئلہ خلافت عظمٰی کے متعلق جو ایک ثابت ومحقق وقطعی طے شدہ مذہبی قدیم مسئلہ ہے، میں احتیاط کے خلاف اتباع سلف پر ایک جدید اختراع خلف کو ترجیح دینے سے قاصر ہوں" اور آجکل کے بے جا اور ناجائز ومزاحم دین وملت ومخالف کتاب وسنت شورشوں اور ایسی شورشی خلافت کمیٹیوں سے علیحدہ رہے، جن خلافت کمیٹیوں کا مقصد خاص ہندو مسلم اتحاد ہے اور کفار ومشرکین کے ساتھ دلی محبت اور موالات قائم کرنا اور مسلمانوں کو ہندوؤں کا مطیع ومنقاد وغلام بنانا، محرمات شرعیہ کو حلال اور حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانا، خلافت کا نام کرکے کام تمام منافی مقاصد خلافت وخلاف اسلام وموجب بربادی اسلام وتباہی اہل اسلام کرنا، نہایت مبالغہ کے ساتھ قولاً وفعلاً وتحریراً کفار ومشرکین کی تعظیم وتوقیر خود کرنا اور مسلمانوں سے کرانا، بجائے دعائے نصرت اسلام ومسلمین مشرکوں کی طرح کافر ومشرک کی جے پکارنا کسی کافر ومرتد، وہابی کے مرنے یا جیل جانے پر اظہار غم اور ماتم کے لئے بازار بند کرانا ہڑتالیں کرنا، مسلمانوں کو دکانیں بند کرنے پر مجبور کرنا، جو ان کا کہنا نہ مانے اسے تکلیف دینے اور اس کی عزت وناموس کو نقصان پہنچانے کی دھمکی دینا اور بائیکاٹ کردینا ترکی ٹوپیاں سروں سے اتار کر جلادینا، شعار مشرک گاندھی ٹوپی پہننے پر زور دینا وغیرہا من الشنائع، ایسی خلافت بلکہ ضلالت وہلاکت کمیٹیوں کے ان کے کفروں اور ضلالتوں کو اہل اسلام پر اپنے بیانات میں ظاہر کرے اور لوگوں کو راہ راست کی طرف بلائے ایسے عالم دین پر نفس خلافت کے انکار کا بہتان وافترا باندھ کر اسے دائرہ اہل سنت سے خارج کرنا اور قطعاً قرآن کا منکر ٹھہرا کر اس کے کفر وارتداد پر فتوٰی شائع کرنا کیسا ہے اور اس کے مستفتی ومفتی ومصدقین اور اس فتوٰی کے ماننے والوں اور اس پر عمل کرکے ایسے عالم باعمل کی شان میں ناشائستہ کلمات استعمال کرنے والوں کی نسبت شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔

(۲) کیا صرف موالات من الیہود والنصارٰی حرام ہے یا ہر کافر ومشرک ومبتدع ووہابی وبے دین سے۔

(۳) کیا صرف موالات من الیہود والنصارٰی کو فرض بتانے والے اور دوسرے کفار ومشرکین ومرتدین، ہنود ووہابیہ سے موالات کرنیوالے اسے فرض جاننے والے کیا محرف ومکذب قرآن عظیم نہیں اگر ہیں تو ان کی نسبت شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔

(۴) جو عالم باعمل ہر کافر ومشرک نصارٰی یہودی، ہندو مجوسی بلکہ ہر گمراہ وبے دین وبدمذہب مرتد، وہابی اور ہر دشمن دین اور ہر مخالف اسلام سے ترک موالات فرض اور ان کے ساتھ موالات حرام بتائے اور آجکل کے شورش پسندوں کا من گھڑت ترک موالات جو صرف نصارٰی سے کیا جارہا ہے وہ بھی ادھورا اور کافروں، مشرکوں، مرتدوں، ہندوؤں، وہابیوں سے موالات فرض بتایا جاتا ہے، ایسے الٹے اندھے ایجاد مشرک ترک موالات کو منافی اسلام ومخالف کتاب وسنت فرمائے ایسے عالم باعمل کو گورنمنٹ کا تنخواہ یافتہ کہنا، اور ترک موالات من الیہود والنصارٰی یا مطلقاً ترک موالات کے انکار کا بہتان وافترا گڑھ کر اس کے کفر وارتداد پر استفتا کرنا، فتوٰی دینا، اس فتوٰی کی تصدیق کرنا، اسے ماننا کیسا ہے اور ایسے مستفتی ومفتی ومصدقین اور اسے مان کر ایک عالم کی شان میں توہین آمیز الفاظ استعمال کرنے والے سب کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔

(۵) جماعت اہل سنت میں تفرقہ ڈالنا، کافروں، مشرکوں کے اغوا سے مسلمانوں میں پھوٹ پیدا کرنا، مسجد الٰہی عیدگاہ سے مسلمانوں کو علیحدہ کرکے کافروں کی مدد سے خیمے قائم کرکے نماز عید ادا کرنا، مسلمانوں کو دھوکا دینے اور شیطانی چال اور مکر وفریب سے عیدگاہ اہل سنت سے

پھر کر کافروں کی زمین گول بازار میں بھیجنے کے لئے کافروں کو راستوں پر مقرر کرنا اور مشرکوں کے کہنے سے عیدگاہ چھوڑ کر جماعت اہل سنت سے مونھ موڑ کر مسجد الٰہی کو ویران کرنے کے لئے کافروں کے زیر سایہ زیر حفاظت وحمایت نماز ادا کرنا کیسا ہے اور ایسا کرنے والوں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔

(۶) مشرکوں بت پرستوں کو خوش اور راضی کرنے کے لئے گائے کی قربانی چھڑانے کی کوشش کرنا اور مسلمانوں کو گائے کی قربانی چھوڑنے پر زور دینا، انھیں مجبور کرنا کیسا ہے اور ایسا کرنے والوں کا کیا حکم ہے۔

(۷) جو گائے کی قربانی کرنا چاہتا ہے اس کا ان مشرک پرستوں کے بہکانے سے ان کے دام شیطنت میں پھنس کر گائے کی قربانی چھوڑنا کیسا ہے اور چھوڑنے والے کا کیا حکم ہے، بینوا توجروا۔ بہت ہی کرم ہوگا ہر سوال کے جواب کے ساتھ دلیل ہو اگرچہ مختصر۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لانبی بعدہ وآلہ وصحبہ المکرمین عندہ۔

(۱) صورت مستفسرہ میں عالم موصوف سراسر حق پر ہے اور اس کے مخالفین گمراہ وضال قال اللہ تعالٰی فماذا بعد الحق الا الضلال بلاشبہ حمایت سلطنت اسلامیہ وحفاظت اماکن مقدسہ میں وسعت واستطاعت کی شرط قرآن عظیم سے ہے اور اس کے طرق میں جائز وممکن و مفید کی تحدید بشرع قویم وعقل سلیم ہے۔ قال اللہ تعالٰی لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا وقال تعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم شرع الٰہی عزوجل منزہ ہے اس سے کہ ناجائز وحرام یا ناممکن وغیر مقدور یا نامفید وعبث کا حکم دے قال تعالٰی ان اللہ لایامر بالفحشاء وقال تعالٰی و ینھی عن الفحشاء والمنکر وقال تعالٰی لانکلف نفسا الا وسعھا وقال تعالٰی وما خلقنا السماء والارض وما بینھما لاعبین ٥ دربارہ خلافت جس عقیدۂ اہل سنت کا عالم نے اشعار کیا خود خلافت کمیٹی کے مفتی اعظم مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہجہانپوری اور اس کے لیڈر معظم وناظم انجمن علماء صدر شعبہ تبلیغ عبدالماجد بدایونی نے ایک مطبوعہ فتوٰی میں (کہ شخصین مذکورین جس کے مفتی و مستفتی ہیں) اس کا صاف اقرار واظہار کیا جو عبارات ائمہ وعلماء اس فتوٰی نے سنداً پیش کیں، وضوح حق کو ان میں سے یہ دو ہی بہت ہیں مقاصد وشرح مقاصد سے (کہ عقائد اہل سنت کی معتمد کتابیں ہیں) سند دکھائی کہ لنا قولہ علیہ السلام الائمۃ من قریش واجمعوا علیہ فصار دلیلا قاطعا یفید الیقین باشتراط القرشیۃ یعنی ہم اہل سنت کی دلیل حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جلیل ہے کہ تمام خلفاء قریش سے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر اجماع کیا تو دلیل قطعی ہوگئی جس سے یقین حاصل ہوا کہ خلافت کے لئے قرشی ہونا بیشک شرط ہے، علامہ سید محمد ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالٰی کی ردالمحتار علی الدرالمختار سے سند پیش کی کہ فرماتے ہیں وقد تکون بالتغلب مع المبایعۃ وھو الواقع فی سلاطین الزمان نصرھم الرحمٰن، یعنی تغلب کی امامت کبھی بیعت کیساتھ بھی ہوتی ہے کہ ہے تو متغلب مگر لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں، ہمارے زمانے کے سلاطین کا یہی واقعہ ہے، رحمن عزوجل ان کی مدد فرمائے، ہم کہتے ہیں آمین، علامہ سید موصوف جن کی کتاب ممدوح آج تمام عالم میں مذہب حنفی کے اعلٰی درجہ معتمد سے ہے، سلطان عبدالمجید خاں مرحوم کے والد سلطان محمود خاں مرحوم کے زمانے میں انھیں کے قلمرو ملک شام میں انھیں کی طرف سے شہر دمشق وتمام دیار

شامیہ کے مفتی اجل تھے رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، مفتی و مستفتی مذکورین کی ان شہادتوں کے بعد زیادہ تفصیل کی حاجت نہیں قال اللہ تعالٰی شھدوا علی انفسھم، خلافت کمیٹی کو اس بارے میں اگر کچھ پوچھنا ہو انھیں اپنے مفتی اعظم ولیڈر معظم سے پوچھے، کمیٹی کے لم شھدتم علینا وہ کہیں انطقنا اللّٰہ الذی انطق کل شیئ۔ مشرکوں سے اتحاد و وداد قطعی حرام اور ان سے اخلاص دلی یقیناً کفر ہے، قال تعالٰی ترٰی کثیرا منھم یتولون الذین کفروا لبئس ماقدمت لھم انفسھم ان سخط اللّٰہ علیھم وفی العذاب ھم خٰلدون ولو کانوا یؤمنون باللّٰہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء ولٰکن کثیرا منھم فٰسقون ۝ تم ان میں بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں، بیشک کیا ہی بری ہے وہ چیز جو خود انھوں نے اپنے لئے آگے بھیجی کہ ان پر اللہ کا غضب ہوا اور انھیں ہمیشہ ہمیشہ عذاب ہوگا اور اگر انھیں اللہ اور نبی اور قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں سے اتحاد، وداد، محبت، موالات نہ مناتے مگر ہے یہ کہ ان میں بہت سے فرمان الٰہی سے نکلے ہوئے ہیں، یہ اور بیسیوں سے زائد اور آیات کریمہ ہیں جن میں مطلقاً کفار سے اتحاد و وداد کو حرام و کفر فرمایا ہے، مسلمان کی شان نہیں کہ واحد قہار کے ارشادات سنے اور ان میں مشرکین با خاص ہندوؤں کے استثناء کی بجر گڑھ لے، قال اللّٰہ تعالٰی آللّٰہ اذن لکم ام علی اللّٰہ تفترون ۝ کیا اللہ نے تمھیں اس کی اجازت دی (کہ مثلاً میرے کلام میں مگر ہنود کا پیوند لگالو) یا تم اللہ پر افترا کرتے ہو وقال تعالٰی اتقولون علی اللّٰہ ما لا تعلمون ۝ کیا بے جانے بوجھے اللہ پر کسی بات کا جھٹا رکھتے ہو کہ مثلاً اس نے ہندوؤں کو جدا کرلیا ہے وقال تعالٰی یحرفون الکلم من بعد مواضعہ (الٰی قولہٖ عزوجل) لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم ۝ اللہ کے ارشادات کو ان کے ٹھکانے سے ہٹاتے ہیں (کہ مثلاً اگرچہ اللہ نے یہاں ہر جگہ عام لفظ فرمائے جو سب کفار کو شامل ہیں مگر ان سے ہنود مراد نہ رکھے ان سے اتحاد و وداد کو حرام و کفر نہ فرمایا) ایسوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔ مشرکوں کا غلام و منقاد بننا ان کا پس رو بننا جو کہیں وہی کرنا خصوصاً جسے امر دینی سمجھا ہو اس میں ان کی اطاعت کرنا یہ سب حرام حرام ہے سخت مخالفت ذوالجلال والاکرام ہے، گمراہی و کفر اس کا انجام ہے، قال اللّٰہ تعالٰی ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن انہ لکم عدو مبین ۝ شیطان کے پس رو نہ ہو بیشک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے وقال تعالٰی فلا تطع المکذبین ۝ جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کر۔ وقال تعالٰی ولا تطع منھم اٰثما او کفورا ۝ ان میں سے کسی مجرم یا کافر کی اطاعت نہ کر وقال تعالٰی وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللّٰہ یہ جو زمین میں ہیں ان میں اکثر وہ ہیں کہ اگر تو نے ان کی اطاعت کی تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کردیں گے وقال تعالٰی یٰایھا الذین اٰمنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علٰی اعقابکم فتنقلبوا خٰسرین ۝ اے ایمان والو اگر تم کافروں کے کہے پر چلے تو وہ تمھیں تمھاری ایڑیوں کے بل (اسلام سے) پھیر دیں گے تو پورے ٹوٹے میں پلٹو گے، حلال کو حرام حرام کو حلال ٹھہرانا ائمہ حنفیہ کے مذہب راجح میں مطلقاً کفر ہے، جب کہ ان کی حلت و حرمت قطعی ہو جیسے جائز کسب و تجارت و اجارت کی حلت مشرکین سے وداد و انقیاد و اتحاد کی حرمت ان حلالوں کو وہ لوگ حرام بلکہ کفر اور ان حراموں کو حلال بلکہ فرض کر رہے ہیں اور اگر وہ حرام قطعی حرام لعینہ ہے، جیسے مذکورات جب تو اسے حلال ٹھہرانا باجماع ائمہ حنفیہ کفر ہے اللہ عزوجل کفار کا بیان فرماتا ہے لا یحرمون ما حرم اللّٰہ ورسولہ جسے اللہ و رسول نے حرام فرمایا کافر اسے حرام نہیں ٹھہراتے،

متن عقائد میں مسئلہ مصرحہ ہے، نیز فتاوٰی خلاصہ وغیرہا میں ہے من اعتقد الحرام حلالا او علی القلب یکفر ھذا اذا کان حراما لعینہ والحرمۃ بدلیل مقطوع بہ اما اذا کانت باخبار الآحاد لایکفر، بزازیہ وشرح وہبانیہ ودرمختار میں ہے یکفر اذا تصدق بالحرام القطعی، ردالمحتار میں ہے حاصلہ ان شرط الکفر علی القول الاول شیئان قطعیۃ الدلیل وکونہ حراما لعینہ وعلی الثانی یشترط الشرط الاول فقط وعلمت ترجیحہ ومافی البزازیۃ مبنی علیہ۔ حالات دائرہ میں دونوں شرطیں موجود ہیں تو یہ باجماع ائمہ حنفیہ کفر ہیں، کفار ومشرکین کی ایسی تعظیمیں کفر ہیں ان کی جے پکارنا، ان کے مرنے یا جیل جانے پر ہڑتال اور اس پر وہ اصرار اور جو مسلمان نہ مانے اس پر وہ ظلم واضرار سب کمال تعظیم کفار اور باعث دخول نار وغضب جبار وحسب تصریحات ائمہ موجب کفر واکفار فتاوٰی ظہیریہ واشباہ والنظائر وتنویر الابصار ودرمختار میں ہے لوسلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر، فتاوٰی امام ظہیر الدین ومختصر علامہ زین مصری وشرح تنویر مدقق علائی میں ہے لوقال لمجوسی یااستاذ تبجیلا کفر، رب عزوجل فرماتا ہے وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنفقین لایعلمون ۰ عزت تو خاص اللہ ورسول ومسلمین ہی کے لئے ہے، مگر منافقوں کو خبر نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی بیشک اس نے دین اسلام کے ڈھادینے پر مدد دی رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عبداللّٰہ بن بسر وابن عساکر وابن عدی عن ام المؤمنین الصدیقۃ وابونعیم فی الحلیۃ والحسن بن سفیان فی مسندہ عن معاذ بن جبل والسجزی فی الابانۃ عن ابن عمر وکابن عدی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین والبیہقی فی شعب الایمان عن ابراھیم بن میسرۃ مرسلا بدمذہب کی توقیر پر یہ حکم ہے، مشرک کی تعظیم پر کیا ہوگا، ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے راوی نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یصافح المشرکون او یکنوا او یرحب بھم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کسی مشرک سے ہاتھ ملائیں یا اسے کنیت سے ذکر کریں یا اس کے آتے وقت مرحبا کہیں، یہ باتیں کچھ ایسی تعظیم بھی نہیں ادنٰی درجہ تکریم میں ہیں کہ نام لے کر نہ پکارا فلاں کا باپ کہا یا آتے وقت جگہ دینے کو آئیے کہہ دیا، حدیث نے اس سے بھی منع فرمایا نہ کہ معاذ اللہ اس کی جے پکارنی اور وہ افعال شیطانی، اور یہ عذر بارد کہ یہ اقوال عوام کے ہیں، کسی ذمہ دار کے نہیں، محض کاذب و باد در ہوا ہے، تمھیں نے عوام کالہوام کو اس اتحاد مشرکین حرام ولعین پر ابھارا اور ان حرکات ملعونہ سے نہ روکا بلکہ اپنے مقاصد فاسد کا مؤید سمجھا تمھارے دلوں میں ایمان یا ایمان کی قدر ہوتی تو اس اتحاد حرام وکفر کے لئے جیسی زمین سروں پر اٹھالی ہے رات دن مشرق، مغرب ناپتے پھرتے ہو، ہزاروں دھواں دھار رزولیشن پاس کرتے ہو اس کے مخالف بلکہ اس میں ساتھ نہ دینے والوں پر فتوٰی کفر لگاتے ہو صدہا اخبارات کے کالم ان کی بدگوئی سے گندے کرتے ہو، اس سے سو حصے زائد ان کفروں، ضلالوں کی آگ بجھانے میں دکھاتے کہ یہ تمھاری ہی لگائی تھی اور اپنی داڑھی بچانے کے لئے اس کا بجھانا تم پر فرض عین تھا، مگر سب دیکھ رہے ہیں کہ ہرگز ہرگز ان شیطنتوں کی روک تھام میں اس پولاہٹ والی جان توڑ کوشش کا دسواں بیسواں، سوواں حصہ بھی نہ دکھایا پھر جھوٹے بہانے بنانے سے کیا حاصل، معہذا خود ذمہ داروں نے جو کچھ کیا وہ جاہلوں کی حرکات مذکورہ سے کہیں بدتر وخبیث تر ہے اور کیوں نہ ہو کہ شملہ بمقدار علم۔ ابوالکلام آزاد صاحب نے کیمپ ناگپور میں جمعہ پڑھایا اور خطبہ میں مدح خلفائے

راشدین و حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کی جگہ گاندھی کی حمد کی اسے مقدس ذات ستودہ صفات کہا، میاں عبدالماجد بدایونی نے ہزاروں کے مجمع میں گاندھی کو مذکر مبعوث من اللہ کہا کہ اللہ نے ان کو تمہارے پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے، کہاں یہ یہ کلمات ملعونہ کہاں بے تمیز احمق جاہلوں کا بے پکارنا فانی تؤفکون ○ افلا تعقلون ○ کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون ○ ترکی ٹوپیاں جلانا صرف تضیع مال ہوتا کہ حرام ہے اور گاندھی ٹوپی پہننا مشرک کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہوتا کہ اس سے سخت تر اشد حرام ہے، مگر وہ لوگ ترکی ٹوپی کو شعار اسلام جان کر پہنتے تھے اب انھیں جلادیا اور ان کے بدلے گاندھی ٹوپی پہن لینا مشعر ہوا کہ انھوں نے نشان اسلام سے عدول اور کافر کا چیلا بننا قبول کیا، بئس للظالمین بدلا ○ بالجملہ ایسے اقوال وافعال کفر وضلال پر عالم موصوف کا انکار عین حق و صواب و سبب ثواب و رضائے رب الارباب تھا اور ہے ان کے شرعی احکام اہل اسلام پر ظاہر فرمانا اور ان کو " ذیاب فی ثیاب " کے شر سے بچا کر راہ حق کی طرف بلانا سنی عالم کا جلیل فرض مذہبی و کار منصبی و بجا آوری حکم خدا و نبی تھا اور ہے، جل وعلٰی وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اسے نفس خلافت کا انکار نسبت کرنا بہتان ہی نہیں چیزے دیگر است۔ اس کی تہ میں اور اشد خباثت ہے، مسلمان تو مسلمان نفس خلافت کا منکر جملہ مدعیان کلمہ گویوں کون ہے جس سے سائل سوال کرتا اور مجیب جواب دیتا اہل سنت حضرات خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو خلیفہ جانتے ہیں، غیر مقلد و دیوبندی بھی اس میں نزاع نہیں کرتے، روافض حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو خلیفہ و وصی مانتے ہیں، مرزائی اپنے مرزا تک اترتے ہیں، بلکہ خلافت سے مراد مسئلہ دائرہ ہے، اسی سے سوال اسی کا تذکرہ ہے تو اسے یوں مطلق لفظ نفس خلافت سے تعبیر تلبیس ابلیس ہے اور دل میں جو مراد ہے اس کا حال خود خلافت کمیٹی کے مفتی اعظم اور مستفتی اس کے لیڈر معظم کے فتوے سے ظاہر ہوگیا کہ عالم موصوف نے وہی فرمایا جو متواتر حدیثوں میں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جس پر اجماع صحابۂ امجاد ہے جو جمیع اہل سنت وجماعت کا اعتقاد ہے اہل سنت سے خروج قرآن کا انکار کفر ارتداد ان کے یہ چار احکام ملعونہ کاش اسی عالم دین پر محدود رہتے تو اس فتوی کے مفتی اور اس کے مصدقین بحکم ظواہر احادیث صحیحہ ونصوص کتب معتمدہ فقہیہ ایک ہی بلائے کفر سہتے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ایما امرئ قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احدھما فان کان کما قال والا رجعت علیہ جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے جسے کہا اگر وہ کافر تھا خیر ورنہ یہ تکفیر اسی قائل پر پلٹ آئے گی یہ کافر ہوجائے گا، رواہ مسلم والترمذی بنحوہ البخاری عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما، درمختار میں ہے عزر الشاتم بیا کافر وھل یکفر ان اعتقد المسلم کافرا نعم والا لابہ یفتی شرح وھبانیہ ذخیرہ ونہر الفائق ور دالمحتار میں ہے لانہ لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد دین الاسلام کفرا اس کی تفصیل جلیل و تحقیق جمیل ہماری کتابوں الکوکبۃ الشھابیہ اور النھی الاکید وغیرہما میں ہے مگر یہاں تو خود خلافت کمیٹی کے لیڈروں مفتیوں کے فتوے نے روشن کردیا کہ یہ تکفیر صرف اس سنی عالم کی نہیں بلکہ تمام ائمہ اہل سنت اور جملہ صحابۂ کرام اور خود ارشاد اقدس حضور سید الانام علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام کی ہے، اب کون مسلمان ہے کہ اس تکفیری فتوے اور اس کی ناپاک تصدیق کو کلمات کفر نہ کہے گا، فقہائے کرام ائمہ صحابہ درکنار خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کلام پاک پر کفر کا حکم لگانے والوں کو کافر نہ کہیں گے تو اور کسے کافر کہیں گے اب ان سے پوچھئے کہ یہ کتنے کروڑ کفر اخبث واشد ہوئے حضور صاف وہ کفر اخیر سب سے خبیث تر سب سے لعین د

ذالک جزاء الظالمین ۰ نئی عالم کو اس کی پرواہ نہ کرنی چاہئے، ہر قوم کی ایک اصطلاح ہوتی ہے، ان لوگوں کی اصطلاح جدید میں ملت ملت گاندھی ہے اور سنت سنت گاندھی، اس کی روش سے جدا چلنے والوں کو اہل سنت وجماعت سے خارج اور اس کی ملت مخترعہ کے مخالفوں کو کافر مرتد کہتے ہیں، جس طرح فرعون ملعون نے معاذ اللہ حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکفیر کی تھی کہ فعلت فعلتک التی فعلت و انت من الکافرین ۰ اور مشرکین مکہ ملاعنہ نے خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر معاذ اللہ ابتداع کی تہمت رکھی تھی کہ ما سمعنا بھذا فی الملۃ الآخرۃ ان ھذا الا اختلاق ۰ بلکہ حضرات تو فرعون ومشرکین سے بھی بڑھ کر کوئی نرالی انوکھی اصطلاح رکھتے ہیں، انھوں نے اپنے دشمنوں خدا کے محبوبوں کو کہا یہ خود اپنوں کو بلکہ اپنی ہی زبانوں سے اپنی ہی جانوں کو کہتے ہیں، آخر نہ دیکھا کہ مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہجہانپوری وعبد الماجد صاحب بدایونی نے فتوائے شاہجہان پور میں کس شد ومد سے نفس خلافت کی جڑ کاٹ دی اور فتوائے جبلپور نے اپنے ان دونوں لیڈروں مفتیوں عالموں پر کافر مرتد کی چھانٹ دی بلکہ خود مولوی ریاست علی خاں وعبد الماجد نے اسی فتوائے شاہجہان پور کے آخر میں اپنے ہی اوپر فاسق ومفسد کی بانٹ دی، پھر فتوائے جبلپور میں علمائے دین کو کہنے کی کیا شکایت، آخر نہ دیکھا کہ حق بحق دار رسید رجعت علیہ ان کا کفر انھیں پر پلٹا وللکافرین عذاب شدید مستفتی اگر واقع میں اس گروہ سے نہ ہوتا ایک بات صاف دل سے معلوم کرنا چاہتا اور جب یہ ناپاک کفر دیکھتا اسے ردی میں پھینک دیتا تو اس پر الزام نہ آتا مگر وہ تو اول سے اسی نجاست پر اعتقاد لاتے اور اغوائے عوام کو اس کی تائید ہی کے لئے فتوے گڑھواتے ولہذا اسی گروہ ناحق پژوہ کے پاس لے جاتے اور پھر اسے ماننے اس سے احتجاج کرکے اس کی نجاست پھیلاتے ہیں تو وہ اور اس کے ماننے والے سب کفر کے ماننے والے ہیں ان کا وبال ان پر سے کم نہ ہوگا، لاینقص من اوزارھم شیئًا اگرچہ ان کے مفتی ومصدقین پر اپنے وبال کے علاوہ ان سب کا بھی پڑے گا علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا الی یوم القیامۃ ولیحملن اثقالھم واثقالا مع اثقالھم بربنائے مذکور عالم دین کی شان میں ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے والوں کو یہی بس ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسوں کو کھلا منافق بتایا ارشاد فرماتے ہیں ثلثۃ لایستخف بحقھم الا منافق بین النفاق ذو الشیبۃ فی الاسلام وذو العلم وامام مقسط تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر کھلا منافق، ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا اور عالم دین اور بادشاہ اسلام عادل رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن الترمذی لمتن غیرہ ورواہ ابو الشیخ فی کتاب التوبیخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ وعندہ بزیادۃ لفظ بین النفاق مجمع الانہر میں ہے من قال لعالم عویلم علی وجہ الاستخفاف کفر جو کسی عالم دین کو تحقیر کے طور پر مولویا کہے کافر ہوجائے والعیاذ باللہ تعالٰی یہ سوال اول کا جواب مجمل ہے اور یہیں سے تین سوال آئندہ کے جواب واضح ہوگئے، وباللہ التوفیق ۔

(۲) موالات ہر کافر سے مطلقًا حرام ہے اور یہ واضح ہوچکا کہ رب عزوجل نے عام کفار کے نسبت یہ احکام فرمائے تو بزور زبان ان میں سے کسی کافر کا استثنا ماننا اللہ عزوجل پر افترائے بعید اور قرآن کریم کی تحریف شدید ہے، بلکہ عالم الغیب عزجلالہ نے یہ حکم یہود ونصارٰی سے خاص ماننے والوں کے منہ میں اپنے قہر عظیم کا پتھر دے دیا ایک آیت میں صراحۃً کتابیوں کے ساتھ باقی کفار کو جدا ذکر فرمایا کہ کتابی وغیر کتابی سب کو تعمیم حکم مفسر منور ہوجائے جاہلان ضلیل کی تاویل ذلیل راہ نہ پائے فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا لاتتخذوا الذین

اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللّٰہ ان کنتم مؤمنین ○ اے ایمان والو وہ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی (یہود و نصارٰی) اور باقی سب کافر ان میں کسی سے اتحاد و وداد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ اب تو کسی مفتری کے اس بکنے کی گنجائش نہ رہی کہ یہ حکم صرف یہود و نصارٰی کے لئے ہے، نیز آیہ کریمہ میں کھلا اشارہ فرماتا ہے کہ کسی قسم کے کافروں سے اتحاد منانے والا ایمان نہیں رکھتا اور اوپر آیت میں صریح تصریح گزر چکی کہ انھیں اللہ و رسول و قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں سے اتحاد نہ کرتے، نیز صاف فرمایا لاتجد قوما یؤمنون باللّٰہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللّٰہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم تم نہ پاؤ گے انھیں جو اللہ و قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ ان سے دوستی کریں جنھوں نے اللہ و رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہوں۔ سبحان اللہ مگر مشرکین یا وہابیہ نے اللہ و رسول کی مخالفت نہ کی، صرف یہود و نصارٰی نے کی ہے، قرآن کریم جابجا شاہد ہے کہ مطلقاً موالات حرام ہونے کی علت کفر و مخالفت و عداوت اللہ و رسول ہے، جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ یہ معنی انھیں آیات سے کہ یہاں تلاوت ہوئیں، روشن اور نہایت صریح تر الفاظ سے اس کا علت ہونا اس آیہ کریمہ میں بیان فرمادیا کہ یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا اٰباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظٰلمون ○ اے ایمان والو اپنے باپ بھائیوں سے بھی محبت نہ کرو اگر وہ ایمان پر کفر کو اختیار کریں اور تم میں جو ان سے محبت کرے گا وہی بیجا ظالم ہے۔ اللہ اکبر یہ ہے وہ اسلام جس پر ان کے بڑے لیڈر ابوالکلام آزاد کا مسئلہ خلافت و جزیرہ عرب میں یہ اہتمام کہ وہ بعض اقسام کفار سے محبت کرنے کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ عالمگیر محبت اس کی دعوت حق کا اصل الاصول ہے، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ○ کیا اللہ عزوجل نے نہ فرمایا ان الذین یفترون علی اللّٰہ الکذب لایفلحون ○ متاع قلیل ولھم عذاب الیم ○ بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا میں تھوڑا سا برت لیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ کیا نہ فرمایا قل ان الذین یفترون علی اللّٰہ الکذب لایفلحون ○ متاع فی الدنیا ثم الینا مرجعھم ثم نذیقھم العذاب الشدید بما کانوا یکفرون ○ اے محبوب تم فرمادو کہ بیشک وہ جو اللہ پر افترا کرتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا کچھ برت لیں پھر انھیں ہماری طرف پلٹنا ہے پھر ہم ان کو وہ سخت عذاب چکھائیں گے بدلہ ان کے کفر کا۔ کیا نہ فرمایا ویلکم لاتفتروا علی اللّٰہ کذبا فیسحتکم بعذاب وقد خاب من افترٰی ○ تمھاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمھیں عذاب میں بھون ڈالے گا اور بیشک نامراد رہا مفتری، کیا نہ فرمایا انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون بیشک ایسے افترا وہی باندھتے ہیں جو کافر ہیں، یہ قرآن عظیم کا فتوٰی جس نے کفر کا حکم جمادیا وخسر ھنالک المبطلون ○ وقیل بعدا للقوم الظٰلمین ○ حاش للہ کسی قسم کفار سے محبت کرنیکا اسلام حکم نہ دیا باپ بیٹے بھائی کافر ہوں تو ان سے بھی محبت کو صریح حرام فرمادیا اور دلی محبت و اخلاص و اتحاد کرنے والوں کو تو جابجا صاف صاف ارشاد و اعلام فرمادیا کہ وہ انھیں کافروں میں سے ہیں انھیں اللہ و قیامت پر ایمان نہیں انھیں اللہ و رسول و قرآن پر ایمان نہیں، بالجملہ وہ کسی طرح مسلمان نہیں، ہاں کافروں میں فرق ہوگا تو یہ کہ جس کا کفر اشد اس سے معاملات کا حرام و کفر ہونا اشد و زائد کہ علت حرمت کفر ہے جتنی زیادہ حکم سخت تر۔ یہ ان کذابوں، مفتریوں پر الٹا پڑے گا کہ کفر میں یہود و نصارٰی سے مجوس بدتر ہیں، مجوس سے ہنود بدتر ہیں، ہنود سے وہابیہ و سائر مرتدین عنود بدتر ہیں ولہذا ان کے احکام اسی ترتیب پر سخت تر

ہیں، کما لا یخفی علی من لہ علم باحکام الفقہین ولکن الظالمین بایت اللہ یجحدون ۰ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۰

(۳۱) ضرور یہ لوگ مکذب ومحرف قرآن ہیں اور خود بحکم قرآن کافر و نامسلمان۔ جس کا بیان بقدر وافی ہوچکا، تکذیب قرآن عظیم ان کی نئی نہیں، ان کے اعظم لیڈران ابوالکلام آزاد نے "الہلال" میں سیدنا عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبی صاحب شریعت ہونے کا صاف انکار کیا اور مونہہ بھر کر قرآن عظیم کو جھٹلا دیا، الہلال ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء میں کہا، "مسیح ناصری کا تذکرہ بیکار ہے، وہ شریعت موسوی کا ایک مصلح تھا، خود کوئی صاحب شریعت نہ تھا، اس کی مثال مجدد کی سی تھی، وہ کوئی شریعت نہ لایا، اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا، اس نے خود تصریح کردی کہ میں توریت کو مٹانے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں (یوحنا ۱۲: ۵) مسلمانو! اول تو روح اللہ کلمۃ اللہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہنا کہ اس کا تذکرہ بیکار ہے، دوم بار بار مؤکد فقروں سے جتانا کہ وہ نبی صاحب شریعت نہ تھے، سوم نصاری کی انجیل محرف سے سند لانا اور وہ بھی محض بربنائے جہالت وضلالت۔ کیا صاحب شریعت انبیاء اللہ کے اگلے کلاموں کو مٹانے آتے ہیں، حاشا بلکہ پورا ہی فرمانے کو، نسخ کے یہی معنی ہیں کہ اگلے حکم کی مدت پوری ہوگئی، خیر یہاں کہنا یہ ہے کہ ان فقروں میں آزاد صاحب نے پیٹ بھر کر قرآن عظیم کی تکذیب کی، قرآن کریم قطعاً ارشاد فرماتا ہے کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحب شریعت تھے، **اولاً** اس نے پہلے توراۃ مقدس کا ذکر فرمایا وعندھم التورٰىۃ فیھا حکم اللہ ان کے پاس توراۃ ہے اس میں اللہ کے حکم ہیں اور فرمایا ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکفرون ۰ جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہی کافر ہیں پھر مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انجیل دینا بیان کرکے فرمایا ولیحکم اھل الانجیل بما انزل اللہ فیہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفسقون ۰ انجیل والے اللہ کے اتارے پر حکم کریں اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہی فاسق ہیں، **ثانیاً** اور صاف فرمادیا کہ دونوں کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید اترنے کا ذکر کرکے فرمایا لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ اے توراۃ وانجیل و قرآن والو ہم نے تم میں ہر ایک کے لئے ایک شریعت وراہ رکھی اور اللہ چاہتا تو تم سب کو گروہ واحد کردیتا۔ **ثالثاً** کج فہم بلیدوں یاہٹ دھرم عنیدوں کی اس سے بھی تسکین نہ ہو تو قرآن عظیم جھوٹوں کو راہ نہیں دیتا، اس نے نہایت روشن لفظوں میں بعض احکام توراۃ مقدس کا احکام انجیل مبارک سے منسوخ ہونا بتادیا، اپنے نبی مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ذکر فرماتا ہے ومصدقا لما بین یدی من التورٰىۃ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم میں تمہارے پاس آیا ہوں سچا بتاتا اپنے آگے اتری کتاب توراۃ کو اور اس لئے کہ میں تمہارے واسطے بعض وہ چیزیں حلال کردوں جو تم پر توراۃ نے حرام فرمائی تھیں، اب بھی کسی مسلمان کو مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحب شریعت ہونے میں شک ہوسکتا ہے یا منکر بجہنم اس میں شک کرنے والا مسلمان رہ سکتا ہے، انجیل میں کئی جگہ ان احکام کی تفصیل بھی ہے کہ پہلے تم سے یہ فرمایا گیا تھا اور اب میں یہ کہتا ہوں، آزاد صاحب خاص اپنا اطمینان چاہیں تو اپنی معتمد بائبل ہی کو دیکھ لیں، آزاد صاحب تو ابوالکلام ہیں، مواقع سخن سے خوب آگاہ ہیں یہ تین آیات کریمہ تھیں ولیحکم اھل الانجیل۔ لکل جعلنا منکم۔ ولاحل لکم، بلیغ الدہر نے جب ان کی تکذیب کی اور مونہہ پھاڑ کر کہدیا کہ، "مسیح صاحب شریعت نہ تھا" تو اسے بھی تین فقروں سے مؤکد کیا، "اس کی مثال مجدد کی سی تھی" "وہ کوئی شریعت نہ لایا، اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا"، تاکہ ہر آیت کے مقابلے کو ایک فقرہ

طیار رہے آیات قرآن پر وار کرنے کو یہ ان کی ذوالفقار رہے، بالجملہ ایک تکذیب وہ تھی کہ اسلام نے کچھ کافروں سے محبت کا حکم دیا، دوسری تکذیب وہ کہ مسلمین وکافرین سب سے محبت اسلام کی اصل الاصول ہے، اور چار تکذیبیں ان چار فقروں سے یہاں تک چھ تکذیبیں ہوئیں، ان چار پر کوئی کیا کرسکتا ہے کہ آزاد صاحب اب ترک موالات میں ہیں، نصاریٰ سے بائیکاٹ اس زور سے کیا کہ ان کے نبی کو بھی بائیکاٹ کر دیا، اگرچہ مسلمان اس پر معترضانہ کہیں کہ یوں تو سب انبیاء اور خود حضور سید الانبیاء علیہم وعلیہ افضل الصلوٰۃ والثناء کا بائیکاٹ ہوگیا کہ ایک نبی سے مقاطعہ تمام انبیاء سے مقاطعہ اور خود رب عزوجل سے مقاطعہ ہے اب آپ کے ماننے کو اللہ کا کوئی نبی نہیں مل سکتا، پھر بھی وہ اس کی کیا پرواہ کرتے جب تک گیہیٹ کے نبی بالقوہ خواہ بالفعل گاندھی ہ حب مذکر مبعوث من اللہ سلامت ہیں یک در گیر و محکم گیر۔ لیکن اسی الہلال کی جلد تین کی چار اور تکذیبیں اس بائیکاٹ کے بالکل خلاف ہیں؛ صفحہ ۲۳۸ پر مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کہا "یہودیوں نے ان کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا تاوہ صلیب[1] پر لٹائے جائیں اور جو لکھا ہے پورا ہو" یہ قرآن عظیم کی ساتویں تکذیب کی، وہ فرماتا ہے وما صلبوہ انھوں نے مسیح کو سولی نہ دی، نیز اسی صفحہ پر کہا "مسیح نے اپنی عظیم قربانی کی، اور صفحہ ۲۳۹ پر دو لفظ اور لکھے "مظلومانہ قربانی" اور "خون شہادت" یہ تینوں لفظ بھی قرآن عظیم کی تکذیب بتاتے ہیں، وہ فرماتا ہے وما قتلوہ، انھوں نے مسیح کو قتل نہ کیا، یہاں تک پوری دس تکذیبیں ہوئیں، تلک عشرۃ کاملۃ، پچھلی چار عین مذہب نصاریٰ ہیں، کیا قرآن عظیم کو جھٹلانے کے لئے نصاریٰ سے بائیکاٹ کے بدلے میل ہو جاتا ہے، یعنی ملۃ واحدۃ، ہر شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل کا ادنیٰ جلوہ، پہلو میں دل اور دل میں اسلام کا کچھ بھی حصہ ہو علانیہ دیکھ رہا ہے کہ آزاد صاحب کے ان اقوال میں تین انواع کفر ہیں، کلام اللہ کی تکذیب، رسول اللہ کی توہین، شریعۃ اللہ کا انکار، اور پھر وہ قوم کے لیڈر ہیں، دین کے رفارمر ہیں، سب لیڈروں کے سر ہیں فسبحان مقلب القلوب والابصار کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار ۵ اذا کان الغراب دلیل قوم ؎ سیہدیہم طریق الہالکینا، کیا نہیں ڈرتے کہ سے ہر کہ آزاد از اسلام بود ؎ در سقر بندی آلام بود۔ آج کل کفر وارتداد و زندقہ والحاد کا گرم بازار ہے ہر چہار طرف سے اللہ و رسول وقرآن پر گالیوں تکذیبوں کی بوچھار ہے، کفر بکنے والوں سے گلہ نہیں، عجب عام مدعیان اسلام سے کہ ان کے نزدیک اللہ و رسول وقرآن سے زیادہ ہلکی عزت کسی کی نہیں، ان کے ماں باپ کو گالی دینا تو بڑی بات کوئی انھیں تُو تُو کہہ دیکھے اور اللہ و رسول وقرآن پر گالیاں سنتے ہیں، چھپتے شائع ہوتے دیکھتے ہیں اور تیوری پر بل بھی نہیں آتا بلکہ گالیاں دینے والوں سے میل جول یارانے دوستانے بدستور رہتے ہیں، ان کے اعزاز واکرام القاب آداب ویسے ہی منظور رہتے ہیں، صاف دل کشادہ جبیں گویا کسی نے کچھ کہا ہی نہیں، نہیں نہیں بلکہ الٹی ان کی حمایت انھیں برا کہنے والے سے بغض وعداوت، ان کا حکم الٰہی کا ظاہر کرنے والا بے تہذیب بدلگام ہے، تنگ کن دائرہ اسلام ہے، عبدالماجد سے بدتر کافر آج کل شاید ہی کوئی ہو، جس نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مجہول النسب بچہ کہا اور قرآن کو اپنے دعوٰی توحید میں کاذب وناتمام ٹھہرایا اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی تعظیم کی آیتیں تصنیف کرلیں اور رنگ روغن بڑھانے کو اپنے اہل بیت وازواج کی تعظیمیں بھی اضافہ کردیں وغیرہ وغیرہ ملعونات کثیرہ، جب ان باتوں پر اس کی تکفیر ہوئی، چار طرف سے گویا اردو ٹوٹ پڑی ناپاک اخباروں میں دفتر کے دفتر اس کی براءت میں سیاہ ہونے لگے، ایک کافر ہوا تھا اس کے پیچھے ہزاروں کے اسلام تباہ ہونے لگے، مگر جواب ایک حرف کا نہیں بلکہ ڈھٹائی بے شرمی بے حیائی سے

[1] صلیب پر لٹانا بھی عجیب شاید صلیب زمین پر بچھی ہوئی مسہری سمجھی ۱۲

کرنا صاف دن میں ٹھیک دوپہر کو آفتاب کا انکار کرنا، وہ بیچارہ تو کوئی چیز نہ تھا لا فی العیر و لا فی النفیر جب اس کی حمایت میں وہ کچھ جوش تو مسٹر ابو الکلام تو لیڈر کبیر، ان کا کفر ضرور ٹھیٹ اسلام بنے گا ان کے مقابل اللہ و رسول وقرآن کی کون سنے گا۔ کھلے گمراہان لیام کو جانے دو بدایوں شاہجہاں پور، لکھنؤ، کانپور وغیرہ میں بڑے بڑے سنیت کا دم بھرنے والے بستے ہیں، دیکھئے تکذیب کلام اللہ وتوہین رسول اللہ و انکار شریعۃ اللہ دیکھ کر ان میں کتنے اد کئے ہیں، مسٹر آزاد سے توبہ وقبول اسلام شائع کراتے ہیں اور نہ مانیں تو ان سے بائیکاٹ مقاطعہ مناتے ہیں، حاشا نہ وہ توبہ واسلام شائع کریں نہ یہ ہرگز ان کی موالات، تعظیم سے پھریں، تکذیب کی تو قرآن کی کی ان کی تو نہ کی، گالی دی تو رسول اللہ کو دی انھیں تو نہ دی، اے تصور جویان خود گم اپنی حب للہ وبغض للہ کے مزے سے واقف ہی نہیں تم۔ قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم اور جن بندگان خدا کو ان کا حصہ ملا ہے، ان پر جیرچنے ہو ان کے سایہ سے کہ ان کا سایہ نہیں سایۂ مصطفٰی ہے، مستنفرہ ہو کر بچئے ہو، یہاں سے ان کے بائیکاٹ اور ترک موالات کی حقیقت کھلتی ہے، مسلمان کا ایمان شاہد ہے کہ ترک بھائیوں کا سارا ملک چھین لیں یا کعبہ معظمہ کو معاذ اللہ ایک ایک اینٹ کردیں ہرگز اللہ ورسول وقرآن کی تکذیب وتوہین کے برابر نہیں ہوسکتا اگر ان کا وہ جوش وہ تان کو آبرشن کا خروش اللہ کے لئے ہوتا تو وہاں ایک حصہ تھا، ان سے ہزار حصے ہوتا، مگر یہاں ہزاروں حصہ بھی درکنار وہی محبت وہی پیار وہی تعظیم وہی تکریم وہی وداد وہی اتحاد وہی لیڈری وہی سرور ی تو للہ انصاف کیا آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوا کہ ہرگز انھیں دین سے غرض نہیں نہ دین کے لئے ان کی کوششیں ہوئیں بلکہ سب جوش وخروش بہرناونوش سوراج بس باقی ہوس انا للہ وانا الیہ راجعون ○ مسلمان کہلانے والو للہ اپنا ایمان سنبھالو واحد قہار کے قہر سے ڈرو حب للہ وبغض للہ کے سامان درست کرو نیچری تہذیب اور ساختہ تادیب کی خواب غفلت سے جاگو جس سے کلمہ تکذیب وتوہین خدا اور رسول سنو تمہارا کیسا ہی معظم یا پیارا ہو دور کرو دور بھاگو خدا کے دشمن کو دشمن مانو اس سے تعلق کو آگ جانو ورنہ عنقریب دیکھ لوگے کہ تمہارے قلوب مسخ ہوگئے، تمہارے ایمان نسخ ہوگئے، تمہارے نکاح فسخ ہوگئے فستذکرون ما اقول لکم وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد ○ من یھد اللہ فما لہ من مضل ومن یضلل اللہ فما لہ من ھاد ○ میں جانتا ہوں کہ حق کڑوا لگے گا مگر کوئی مسلمان تو ایسا نکلے گا کہ رب کے حضور گردن جھکا کر سچے دل سے سنے دیکھے، حق وباطل کو میزان ایمان میں پرکھے، اور اگر سب پر وہی عناد ومکابرہ کا داغ تو وما علینا الا البلاغ اللھم الیک المشتکی وانت المستعان وعلیک البلاغ والیک المصیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم،

(۴) عالم موصوف بیشک حق پر ہے اور ان لوگوں کی من گھڑت ترک موالات کہ نصارٰی سے مجرد معاملات جائزہ بھی حرام بلکہ کفر اور ہنود سے وداد واتحاد، دلی محبت واخلاص جائز بلکہ فرض قطعی اللہ ورسول پر افترا ہے، اس کا کچھ بیان ہوچکا اور زیادہ تفصیل کے لئے فقیر کا رسالہ المحجۃ المؤتمنہ ہے، واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم عالم موصوف پر تنخواہ داری گورنمنٹ کا افترا کیا جائے شکایت ہے جب ان کے بڑے بڑے لیڈر وہ کچھ جتنے بہتان اللہ ورسول وقرآن عظیم پر باندھ رہے ہیں ابھی قرآن کریم کی آیات سے روشن ہوچکا کہ یہ لوگ آپ ہی ترک موالات کے منکر اور تکذیب قرآن عظیم پر مصر ہیں پھر وہ اپنا عیب عالم پر نہ لگائیں تو کیا کھا کر جئیں باقی رہا کفر وارتداد کا فتوٰی اور اس کے مفتی ومصدقین ومستفتی اور اس کے ماننے والوں اور اس کے سبب عالم دین کی توہین کرنے والوں پر شرعی احکام سب بعینہا

وہی ہیں کہ جواب وسوال اول میں گذرے اور یہ کہ عالم موصوف پر ان لوگوں کے حکم کفر و ارتداد وہی اپنا عیب دوسرے کو لگانا اور فرعون ملعون کی سنت مذکورہ ہے، کذٰلک قال الذین من قبلھم تشابھت قلوبھم

(۵) جماعت اہل سنت میں (کہ محاورۂ قرآن وحدیث میں وہی مومنین ہیں، کما بینہ الامام صدر الشریعۃ فی التوضیح والملا علی القاری فی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ) تفرقہ ڈالنا حرام ہے، رب عزوجل نے منافقین کی بنائی مسجد پر جو سخت غضب فرمایا، اور اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حکم دیا کہ لا تقم فیہ ابدا کبھی اس میں کھڑے نہ ہونا اور اس کے بنانے والوں کو فرمایا، اسس بنیانہ علٰی شفا جرف ھار فانھار بہ فی نار جھنم اس نے اس کی بنیاد رکھی گراؤ گڑھے کے کنارے پر تو وہ اسے لیکر جہنم کی آگ میں ڈہ پڑا اور حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو بھیج کر اس کو ڈھوا دیا جلوا دیا، پھر حکم دیا کہ اس جگہ کو گھورا بنایا جائے، جس میں نجاستیں اور کوڑا ڈالا جائے، رب عزوجل نے اس کی چار علتیں ارشاد فرمائیں، تیسری علت یہی تفریقا بین المومنین ہے کہ انھوں نے اس کے سبب جماعت میں تفرقہ ڈالنا چاہا تھا، معالم شریف میں ہے لانھم کانوا جمیعا یصلون فی مسجد قبا فبنوا مسجد الضرار لیصلی فیہ بعضھم فیؤدی ذٰلک الی الاختلاف وافتراق الکلمۃ یعنی ساری جماعت مسجد قبا شریف میں ہوتی تھی، خبثا نے وہ نقصان رسانی کی مسجد اس لئے بنائی کہ کچھ مسلمان اس میں پڑھیں، جس کا نتیجہ یہ ہو کہ پھوٹ پڑے اور تفرقہ ہوجائے، بلکہ ان خبیثوں نے جو عذر تفریق ظاہر کیا تھا، یہ تفریق جبلپور اس سے ہزاروں درجے بدتر ہے، انھوں نے کہا تھا، انا بنینا مسجدًا لذی العلۃ والحاجۃ واللیلۃ المطیرۃ واللیلۃ الشاتیۃ ہم نے مسجد بنائی ہے بیمار اور کامی اور بارش کی رات اور جاڑے کی شب کے لئے اور ان کا عذر تفریق یہ ہوا کہ عالم دین معاذ اللہ کافر و بدمذہب و ناقابل امامت ہے، جھوٹے وہ بھی تھے اور جھوٹے یہ بھی مگر،

ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ مسلمانوں کو مسجد الٰہی میں جانے سے منع کرنے اور اس کی ویرانی میں کوشاں ہونے کا حکم تو یہ ہے، جو قرآن عظیم میں فرمایا: ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا اولٰئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین ۵ لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام الٰہی لینے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ایسوں کو نہیں پہنچتا تھا کہ ان میں جائیں، مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب، مگر یہاں ان کا عذر یہ ہوگا کہ ہمیں مسجد ویران کرنا اور اس میں نماز سے روکنا مقصود نہ تھا بلکہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی کہ امام کے پیچھے مسلمانوں کی نماز خراب نہ ہو، یہ بھلائی چاہنے کا عذر بھی ان منافقوں مسجد ضرار بنانے والوں نے پیش کیا تھا اور خالی زبانی نہیں بلکہ قسم کے ساتھ مؤکد کرکے، قال اللہ تعالٰی ولیحلفن ان اردنا الا الحسنٰی ضرور ضرور اللہ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم نے تو تفریق جماعت سے بھلائی ہی چاہی اس پر جواب فرمایا واللہ یشھد انھم لکٰذبون ۵ اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک یہ جھوٹے ہیں، جب کہ وہ وجہ جو یہ ظاہر کرتے ہیں، قطعًا کذب و باطل ہے، محض معاندانہ اس کا جھوٹا حیلہ گڑھ کر مسلمانوں کو مسجد سے روکنا اور جماعت میں پھوٹ ڈالنا چاہا تو وہ نہ ہوا اگر مسجد الٰہی کو یاد الٰہی سے روکنا، مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور انھیں مسجد سے روکنے میں کافروں سے مدد لینا اور انھیں اغوائے مسلمین کے لئے راستوں پر مقرر کرنا نظر بحقیقت تو ٹھیک مناسبت کے

واقع ہوا کافروں سے زیادہ اس کا اہل کون تھا، ایسے کام لینے والوں کے ایسے کام کو ایسے ہی کام کرنے والے مناسب تھے، الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت مگر ان کے زعم پر یہ کافروں سے استمداد اسی قسم میں واقع ہوا جو ان کے ادعا میں دینی کام تھا، اور دینی کام میں کافروں سے استعانت حرام، قال اللّٰہ عزوجل لایتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللّٰہ فی شیئ مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہیں تفسیر ارشاد العقل وتفسیر فتوحات الٰہیہ میں اسی آیہ کریمہ کی تفسیر میں ہے، نھوا عن الاستعانۃ بھم فی الامور الدینیۃ اس آیہ کریمہ میں مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا کہ کافروں سے کسی دینی کام میں مدد لیں، یونہی ایسی نماز قائم کرنے کے لئے جس کی بنا پر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور سنی عالم کی اقتدا سے روک کر غالباً کسی منہم کے پیچھے پڑھوانے پر ہو، زمین کفار ہی مناسب تھی کہ قضیۂ زمین برسرزمین ورنہ فقہائے کرام نے تو کافر کی زمین میں نماز پڑھنے سے اتنا روکا ہے کہ مسلمان کی زمین میں بے اس کے اذن کے پڑھے اور کافر کی زمین سے بچے اور اگر مسلمان کی زمین میں کھیتی ہے کہ اس میں نہیں پڑھ سکتا تو راستے میں پڑھے اور کافر کی زمین میں نہ پڑھے اگرچہ راستے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، مگر یہ کراہت کافر کی زمین میں پڑھنے کی کراہت سے ہلکی ہے، حاوی قدسی میں ہے، ان اضطر بین ارض مسجد وکافر یصلی فی ارض المسلم اذا لم تکن مزروعۃ فلو مزروعۃ او لکافر یصلی فی الطریق، ان ظاہرہا اس کافر مالک زمین کا اذن ہوگا، اب ایمانی نگاہ سے یہ فرق دیکھنا چاہئے کہ کہاں تو کافر کی بے خبری میں اس کی زمین میں وہ نماز پڑھنی جس سے رضائے الٰہی مقصود ہو اور کہاں مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنے اور بندگان الٰہی کو مسجد الٰہی سے روکنے کے لئے کافر کی دلی خوشی کہ مسلمانوں میں پھوٹ پڑے پوری کرنے کو اس کی زمین میں نماز قائم کرنی کافر کی وہ کراہت بدتر تھی جو اسکی زمین میں نماز پڑھنے سے ہوتی یا کافر کی یہ خوشی بدرجہا بدتر ہے جو اس کی کراہت قلب پر غالب آگئی اور جس کے سبب خود اس نے اپنی زمین خوش خوش نماز کے لئے دی، اول کا مقصود رضائے الٰہی ہے اور کافر کو اس سے غیظ ونفرت اور دوم کا مقصود مسلمانوں میں تفرقہ ہے کہ نامرضی خدا ہے اور کافر کو اس سے سرور وفرحت، فاعتبروا یااولی الابصار ؁ بلاشبہ ایسا کرنے والے مسجد ضرار والے منافقوں کے وارث اور مسلمانوں کے بدخواہ اور ایذائے مسلمین کے لئے مشرکین کے آلے اور ان کے مسخرے یعنی ان کے ہاتھوں میں ضرر اسلام کے لئے مسخر ہیں والعیاذ باللّٰہ تعالٰی۔

(۷ و ۸) گائے کی قربانی بیشک شعار اسلام ہے قال اللّٰہ تعالٰی والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللّٰہ ہم نے اونٹ اور گائے کی قربانی کو تمہارے لئے دین الٰہی کے نشانیوں سے کیا، خود مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی کو اس کا اقرار ہے، رسالہ قربانی صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں، "والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللّٰہ سے گائے کی قربانی ثابت ہوتی ہے" خصوصاً اس معدن مشرکین ہندوستان میں کہ یہاں اس کا ابقا واجرا بلاشبہ اعظم مہمات اسلام سے ہے، مکتوبات جناب شیخ مجدد صاحب میں ہے، "ذبح بقرہ در ہندوستان از اعظم شعائر اسلام است" یہاں اس کا باقی رکھنا یقیناً واجب شرعی ہے، جس کی تحقیق ہمارے رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" میں ہے، علمائے لکھنؤ نے بھی اسے تسلیم کیا ہے، مولوی عبدالحیٔ صاحب کے فتاوٰی میں ہے "گائے ذبح کرنا طریقہ قدیمہ ہے، زمان آنحضرت صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم وجملہ سلف صالحین سے تمام بلاد وامصار میں اور اس پر اجماع واتفاق ہے، تمام اہل اسلام کا، ایسے امر شرعی ماثور وقدیم سے اگر ہنود بنظر تعصب مذہبی منع کریں تو مسلمانوں کو اس سے باز رہنا نہیں درست ہے بلکہ ہرگاہ ہنود ایک امر شرعی قدیم کے ابطال

میں کوشش کریں اہل اسلام پر واجب ہے کہ اس کے ابقاء و اجراء میں سعی کریں اور اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑیں گے تو گنہ گار ہوں گے ہنود منع کریں تو اس کے ابقا میں سعی واجب و لازم ہے" (محمد عبدالحی ابوالحسنات) انھیں کے دوسرے فتوے میں ہے "گائے ذبح کرنے کا جواز قرآن وحدیث سے ثابت ہے، ہندو بنظر اپنے مذہب کے روکے تو مسلمان کو باز آنا نہیں درست ہے اور ہندو کی ممانعت کو جو مبنی ہے ان کے اعتقاد باطل پر تسلیم کرلینا نہیں جائز ہے اجو اس کی عظمت کا خیال کرے اس کے اسلام میں فتور ہے، پس ہنود کی ممانعت تسلیم کرنا موجب ان کے اعتقاد باطل کی تقویت و ترویج کا ہوگا اور یہ کسی طرح شرعاً جائز نہیں مسلمانوں کو ضرور ہے کہ گاؤکشی ترک نہ کریں" (محمد عبدالحی ابوالحسنات) مولوی عبدالباری صاحب کے والد ماجد مولانا عبدالوہاب صاحب کے فتوٰی میں ہے "ان بلاد میں مسلمانوں کو گاؤکشی باقی رکھنے میں کوشش لازم ہے،" (محمد عبدالوہاب) انھیں کے دوسرے فتوٰی میں ہے "قربانی گائے کی شعار اسلام ہے اس کا موقوف کرنا بسبب ممانعت ہنود موجب معصیت ہے بلکہ قائم رکھنے قربانی گائے میں مسلمانوں کو سعی لازم ہے" (محمد عبدالوہاب) خود مولوی عبدالباری صاحب کے رسالہ قربانی صفحہ ۲ میں ہے "رکاوٹ ڈالنے کی صورت میں گائے کی قربانی واجب ہوجاتی ہے" اسی کے صفحہ ۲۱ میں ہے "جب سے ہندوؤں کو اس کا خیال ہوا کہ گائے کی قربانی روکی جائے اس وقت سے مسلمانوں کو بھی اپنا حق قائم رہنے اور اپنے مذہبی حکم جاری رکھنے کا خیال پیدا ہوگیا، حکم شریعت بھی ایسا ہی ہے کہ جب قربانی روکی جائے تو لازم ہے کہ ہم اس کو کریں" صفحہ ۶ میں ہے "میں جانتا ہوں روکنے سے اس کا انجام دینا ضروری ہوجاتا ہے" صفحہ ۲ "مذہبی شعار کو کسی دباؤ یا مروت سے نہیں چھوڑ سکتے" صفحہ ۱۶ "ہندوؤں کے روکنے یا ان کی محض خوشامد سے ترک قربانی گاؤ کو ممنوع سمجھتا ہوں" صفحہ ۱۹ "شعار دین میں سے جس کو روکا جائے اس کے برقرار رکھنے کی پابندی مسلمانوں پر عائد ہوجاتی ہے" بقیہ اقوال کی تشریح رسالہ الطاری الداری میں ہے، تو جو لوگ خوشنودی مشرکین کے لئے اس شعار اسلام کو مٹانا چاہتے اور مسلمانوں کو اس کے چھوڑنے پر زور دیتے ہیں، سخت فاسق مفسد آمر بالحرام بدخواہ اسلام مسلمانوں کے رہزن ہیں، مشرکین کے گرگے شیطان کے بھائی ابلیس کے کارندے حق کے دشمن ہیں، منافقوں کے وارث ہیں، جن کو حق سبحانہ فرماتا ہے المنفقون والمنفقت بعضھم من بعض یامرون بالمنکر وینھون عن المعروف ویقبضون ایدیھم نسوا اللّٰہ فنسیھم ان المنفقین ھم الفسقون ○ وعد اللّٰہ المنفقین والمنفقت والکفار نار جھنم خلدین فیھا ھی حسبھم ولعنھم اللّٰہ ولھم عذاب مقیم ○ منافق مرد عورت آپس میں ایک ہیں برائی (مثلاً شعار اسلام بند کرنے) کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی (مثلاً شعار اسلام جاری رکھنے) سے روکتے ہیں، اور نیک کام خصوصاً شعائر اسلام) سے ہاتھ کھینچتے ہیں وہ اللہ کو بھول گئے تو اس نے انھیں چھوڑ دیا، بیشک منافق ہی پکے فاسق ہیں، اللہ نے منافق مردوں، عورتوں اور ان کافروں سے (جن کی طرف یہ منافق جھکتے اور ان کی خوشنودی چاہتے ہیں) جہنم کی آگ کا وعدہ فرمایا ہے جس میں وہ سب ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہ ان کے عذاب کو بہت ہے اور اللہ نے ان سب پر لعنت کی اور ان کے لئے دائم عذاب ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی ان کے دام میں پھنس کر گائے کی قربانی چھوڑنے والا اللہ عزوجل کا مخالف اور ابلیس لعین کا فرماں بردار ہے تارک واجب ومرتکب حرام مستحق نار و غضب جبار ہے والعیاذ باللہ العزیز الغفار وصلی اللہ تعالٰی علی الحبیب المختار و اٰلہ الاطھار وصحبہ الابرار واولیائہ الاخیار وامتہ اجمعین الٰی یوم القرار وبارک وسلم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ از داناپور محلہ شگونہ مسجد حنفیہ مسئولہ محمد حنیف خاں ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

بگرامی خدمت فیض درجت امام اہل سنت اعلحضرت عظیم البرکۃ مولانا مولوی مفتی شاہ احمد رضاخاں صاحب مدظلہم الاقدس، السلام علیکم۔ گذارش خدمت ہے کہ یہاں شہر پٹنہ میں ایک جگہ پر مجمع ہوا، جس میں علمائے بہار بھی شریک تھے، اور عام لوگ بھی مولوی ابوالکلام حامی ترک موالات نے تحریک کی کہ بہار واوڑیسہ کے لئے ایک امیر اسلام ہونا چاہئے، اس پر لوگوں نے حضرت اقدس شاہ بدرالدین صاحب پھلواری کو تجویز کرکے امیر اسلام بنایا، اب اعلان ہے کہ لوگ شہر کے امیر اسلام کے ہاتھ پر بیعت کریں، لہذا حضور والا سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ امیر اسلام کے ہاتھ پر بیعت کرنا درست ہے یا نہیں اور امیر اسلام کے لئے کیا کیا شرائط ازروئے قرآن شریف وفقہ شریف ہونا چاہئے اور جو لوگ بیعت نہ کریں کیا وہ لوگ گنہگار ہیں، جواب تفصیل سے مع دلائل کے عنایت ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب امیر شریعت دو قسم ہے، اختیاری وقہری، اختیاری وہ جو کسی پر اپنے احکام کی تنفیذ میں جبر کا اختیار نہیں رکھتا، احکام شریعت بتادینا اس کا کام ہے، ماننا نہ ماننا لوگوں کے اختیار، یہ امیر شریعت متدین فقہائے اہل سنت ہیں قال اللہ تعالٰی یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم "اولوالامر ھم العلماء علی اصح الاقوال" کما قال تعالٰی ولو ردوہ الی الرسول و الٰی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم عدم سلطان کی حالت میں مسلمانوں پر اپنے امور دینیہ میں متدین معتمد علمائے اہل سنت کی طرف رجوع کرنا اور بھی لازم تر ہوجاتا ہے کہ بعض بعض خاص دینی کام جنھیں ولاۃ وقضاۃ اٹھائے ہوتے ہیں، ان میں بھی تاحد ممکن انھیں کے حکم سے تکمیل کرنی ہوتی ہے، جیسے معاملہ عنین وتنفیذ انکحہ وخیارات بلوغ وغیرہا سوائے حدود وتعزیر وقصاص جس کا اختیار غیر سلطان کو نہیں فان کثروا فالمتبع اعلمھم وان استووا اقرع بینھم وان تعسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہم کما فی الحدیقۃ الندیۃ عن الفتاوی العتابیۃ، یہ امیر شرعی کسی کے انتخاب پر نہیں بلکہ خود بانتخاب الٰہی منتخب ہے، دیانت وفقاہت میں اس کا تفرد وتفوق خود ہی اسے متعین کرتا ہے، یہاں تک کہ لوگ اگر اس کے غیر کو منتخب کریں گے خطا کریں گے اور اسی کا اتباع لازم ہوگا کہ وہی اہل ہے اور طبائع خود ہی دینی امور میں اس کی طرف رجوع پر مجبور ہوتی ہیں کہ دوسری جگہ ویسا حل شافی نہیں پاتیں یہاں تک کہ اس کے اکابر اعداکہ بوجہ بددینی یا حسد شیاطینی اس کے سخت دشمن ہوتے ہیں، اور زبردستی اس پر اپنی تعلی چاہتے ہیں، مسائل مشکلہ کے حل کرنے میں اس کے محتاج رہتے ہیں، اپنے گمنام جاہلوں کے ذریعہ سے اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں یوں اپنے لاحل مسئلوں کی گرہ کھلواتے ہیں، ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ اس امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت نہ کچھ ضرور نہ اس کا دستور نہ اس کا ترک گناہ ومحذور بلکہ اس کی معیار وہی ہے جو اوپر مذکور، اس کے فیصلے کو بہار واڑیسہ کے جملہ علما بر نظر تفصیل صحیح شرعی نے جو فیصلہ کیا ہو آپ ہی منظور واللہ علیم بذات الصدور والی اللہ تصیر الامور۔ دوسرا امیر قہری اس کے ذمہ وہ کام ہیں جو بغیر تسلط وغلبہ وقہر کے انجام نہیں پاتے مثلاً قصاص وحدود وتعزیرات واخذ عشور واخذ خراج بضرورنصب وانتخاب مسلمین پر ہے اور اسی کے ہاتھ پر بیعت کا دستور او بلاوجہ شرعی اس سے انکار محظور یہ اگر عام ممالک اسلامیہ پر مقرر کیا جائے تو خلیفہ وامیر المومنین ہے اور اس کے لئے سات شرطیں لازم کہ ایک بھی کم ہو تو خلیفہ نہیں

متغلب ہے، اسلام، حریت، ذکورت، عقل، بلوغ، قدرت، قرشیت، علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی تلمیذ امام ابن الہمام تعلیقات مسایرہ میں فرماتے ہیں، اما عند نافالشروط النزاع بعضها لان الامر لاتنعقد بدونه وهی الاسلام والذکورة والحریة والعقل والبلوغ واصل الشجاعة وان یکون قرشیا اور اگر کسی قطر یا شہر یا موضع خاص پر تو وہاں کا صوبہ یا والی ہے، اس کے لئے بھی عقل وبلوغ وقدرت یقیناً شرط اور قرشیت کی کچھ حاجت نہیں اور تعمیم احکام کے لئے اسلام وحریت وذکورت بھی ضرور ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ عدم سلطان کے وقت مسلمانوں پر ایسا والی مسلم تلاش کرنا واجب ہے، کما فی المبسوط وجامع الفصولین ومعراج الدرایہ وغیرہا مگر ہر واجب بقدر قدرت ہوتا ہے اور ہر فرض بشرط استطاعت قال اللّٰہ تعالٰی لایکلف اللّٰہ نفسا الا وسعها یہاں مسلمان ایسا والی مقرر کرنے پر ہرگز قادر نہیں اور اس پر واضح دلیل یہ ہے کہ سو برس سے آج تک ہندوستان میں ہزارہا مشائخ وعلماء وصلحا وکبرا گزرے کبھی اس طرف متوجہ نہ ہوئے کیا وہ مسئلہ نہ جانتے تھے یا قصدا فاسق وتارک واجب رہے حاشا ہرگز نہیں بلکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ وجوب ہم پر نہیں، شرح مقاصد میں ہے فان قیل لو وجب نصب الامام لزم اطباق الامة فی اکثر الاعصار علی ترک الواجب لانتفاء الامام المتصف بما یجب من الصفات سیما بعد انقضاء الدولة العباسیة قلنا انما یلزم الضلالة لو ترکوه عن قدرة واختیار لا عجز واضطرار (یہ جواب ناقص ہی دستیاب ہوا)

مسئلہ از شہر بنارس محلہ کچی باغ مرسلہ محمد امان اللہ مدرس مدرسہ مظہر العلوم ۸ رشعبان ۱۳۳۲ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ ماقولکم ایها العلماء الکرام دام فضلکم۔ ایک عورت بالغہ کافرہ دختر ہنود کا بیاہ اس کے قوم کے ایک مرد سے ہوا پر قبل ملاقات و یکجا ہونے وبات چیت ہونے کے اس مرد سے باپ عورت مذکورہ کا بعضے خرابیوں کے خیال سے اس مرد ہنود سے دختر کو اپنی چھڑا لایا اور اس مرد ہنود نے عورت مذکورہ کو چھوڑ کر دوسرا بیاہ اپنا قوم میں اپنی کرلیا عورت مذکورہ بعد اس کے کئی سال ماں باپ کے یہاں رہ کر محنت مزدوری سے بسر اوقات کرتی تھی اسی حالت میں اسے توفیق قبول اسلام کی ملی، ماں باپ سے پوشیدہ اسلام لاکر ایک مسلمان سے اس نے بہ گواہی دو مرد مسلمان بالغ عاقل کے نکاح کرلیا، نکاح کے ایک سال کے بعد اس ناکح سے اس عورت کو ایک دختر پیدا ہوئی، جس کی عمر اس وقت پانچ سال سے متجاوز ہے اور وہ دختر اپنی ماں کے ساتھ اس مکان میں رہا کرتی ہے، جس مکان کو ناکح کے باپ نے اس دختر اور اس کی ماں کے رہنے کو دیا ہے بسبب اسلام لانے اور مسلمان سے نکاح کرنے کے اس عورت کے ماں باپ بہنیں کافرہ کو رنج وعناد ہوا، بہت کچھ فکر اس کے پھیرنے کی اسلام سے اور مرد ناکح سے چھڑانے کی کرکے سب طرح عاجز ہو کر اب کہ اس دختر کا کان بطریقہ ورواج مسلمانان چھدوایا گیا اور اس کی دینی تعلیم دینے کا ارادہ ماں باپ نے اس کے ظاہر کیا، عناد ماں باپ بہنیں کافرہ کا اس عورت نومسلمہ سے بڑھ گیا، کمال عناد سے اس دختر کے ہندو بنانے کی فکر میں ہو کر یہ افترا شروع کیا ہے کہ دختر مذکورہ کو محض جھوٹ وغلط مرد ہندو کی طرف منسوب کرتے ہیں، جس سے مادر دختر کو گاہے اتفاق ملاقات و یکجا ہونے وبات چیت کرنے کا بھی نہیں ہوا، اور بنا بر اس افترا کے اس دختر کو اس کے ماں باپ سے چھڑا کر اپنے یہاں لے جاکر ہندو بنا کر ہنود سے شادی بیاہ اس کا کرنا چاہتے ہیں، بعضے ہنود جو تعصب مذہبی رکھتے ہیں،

اور بعضے وہ مسلمانان) جن کو ماں باپ بہنیں کافرہ مذکورہ سے غرض دنیاوی و نفسانی کا تعلق ہے اور بعضے وہ مسلمانان جو مرد ناکح اور عورت نومسلمہ مذکورہ سے کچھ رنجش دنیاوی و حسد و عناد رکھتے ہیں، معین و مددگاران کفار کے ہورہے ہیں اس وجہ سے شورشیں ان سبھوں کی اس درجہ کو بڑھ گئی ہے کہ مرد ناکح و عورت نومسلمہ مذکورہ کو برسر کوچہ و بازار برملا گالیاں دے کر کہتے پھرتے ہیں کہ اس دختر کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے اور مسلمہ نہیں ہونے دیں گے بلکہ جس طرح ہوگا اپنے یہاں لاکر اسے ہنود بناکر ہندو کے ساتھ شادی بیاہ کردیں گے اور طرح طرح کے افتراپردازی و مقدمہ بازی جھوٹ کی بندشیں ہورہی ہیں اور بے عزتی و ذلت مرد ناکح و عورت مسلمہ مذکورہ کی دھمکی دی جاتی ہے، جس میں وہ دونوں ڈر کر بخیال بچنے کے ذلت دنیا سے اس دختر کو ماں باپ بہنیں کافرہ کے حوالہ کردیں ایسے حال میں حکم خدا اور رسول کیا ہے، (۱) آیا مرد ناکح و عورت مسلمہ مذکورہ اپنے نطفہ و بطن کی دختر کو دھمکی وڈر سے ان شورپشتوں کے اور دنیاوی ذلت کے خوف سے حوالہ کفار کردے کہ وہ اسے لیجاکر کافرہ بنائیں، یا (۲) اپنی ذلت دنیاوی کا خیال چھوڑ کر جان توڑ کر کوشش اس دختر کی حفاظت کی کرے، جس میں وہ دختر قبضۂ ہنود میں جاکر ہندو نہ بننے پائے اور (۳) مسلمانان کو اس شہر کے ہر طرح کی حمایت و مدد ایسی کرنی جس میں مسلمان کی لڑکی ہنود کے قبضہ میں جاکر کافرہ نہ بننے پائے، شرعاً بحکم خدا اور رسول لازم و ضرور ہے یا نہیں اور (۴) جو مسلمان اس کے خلاف حمایت کفار کی کرے وہ خدا اور رسول کے نزدیک کیسا ہے اور اس کی نسبت شرعاً کیا حکم ہے اور اگر مسلمانان شہر کی غفلت و ناتوجہی و مدد نہ کرنے سے اور اس وجہ سے عورت نومسلمہ و اس کے ناکح مرد کی مجبور و بے بس ہوجانے سے دختر مذکورہ قبضۂ ہنود میں جاکر ہندو بنائی جائے تو اس کا الزام و مواخذہ خدا اور رسول کی طرف سے مسلمانان شہر پر ہوگا یا نہیں، ہر شق سوال کا جواب اردو میں عام فہم مفصل و مدلل بسند قرآن و حدیث و کتب دینیہ اور ایسے موقع پر سیرت صحابۂ کرام و ائمۂ عظام کیا ہے بہ نقل اس کے درکار ہے، بینوا توجروا۔

الجواب (۱) حرام حرام حرام جب تک حالت اکراہ شرعی کی نہ ہو قال اللہ تعالٰی الامن اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان

(۲) فرض فرض فرض کہ ہر جائز کوشش کو حد امکان تک پہنچا دیں اور کسی طرح اس میں سستی یا کم ہمتی کو کام نہ دیں، قال اللہ تعالٰی یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا۔

(۳) فرض فرض فرض ہے کہ ہر مسلمان بقدر قدرت اس مسلمان لڑکی کو اس سخت تر آفت سے بچائے اور کوئی کوشش جس حد تک جائز اور ممکن ہے اسے اٹھا نہ رکھے۔ قال اللہ تعالٰی تعاونوا علی البر والتقوٰی یہ فرض کفایہ ہے جتنے مسلمانوں کی کوشش سے کام چل جائے کافی ہے، سب پر فرض اتر جائے گا، ورنہ سب گنہگار اور سخت وبال میں گرفتار رہیں گے، والعیاذ باللہ۔

(۴) اس کے لئے نار ہے نار ہے نار اس پر غضب ہے غضب ہے غضب جبار قال اللہ تعالٰی لاتعاونوا علی الاثم والعدوان علماء نے دوسرے کے کفر پر راضی ہونے کو کفر لکھا ہے الرضا بالکفر کفر، نہ کہ دوسرے کو کافر بنانے میں کوشش یہ بلاشبہ بحکم فقہا کفر ہے، بحکم فقہائے کرام ایسے شخص کی عورت اس کے نکاح سے نکل جائے گی اور وہ ان تمام امور کا سزاوار ہوگا جو ایک مرتد کے ساتھ کئے جانے کا حکم کہ اس کے پاس بیٹھنا بات چیت میل جول شادی بیاہ بیمار پرسی جنازہ پر جانا، اسے غسل دینا، کفن دینا، نماز جنازہ پڑھنا، جنازہ بہ تکریم اٹھانا، مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا، سب یک قلم ناجائز و گناہ ہے۔

(۵) اس کا جواب جواب سوم میں آگیا اگر ایک مالدار ذی وجاہت مسلمان کی کوشش سے کام چل جائے تو ایک ہی کافی ہے اور سب مسلمانوں کی مجموعی قوت سے جائز کوشش اثر پذیر ہوگی تو سب پر فرض ہے کہ مل کر ہر امکانی پسندیدہ جائز کوشش انتہا تک پہنچادیں، اگر پھر بھی ناکامیاب ہوں تو معذور ہیں، جس کے کسل و بے توجہی سے کام میں خلل پڑے گا وہ مستحق نار و غضب جبار ہے، والعیاذ باللہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بیلی بھیت محلہ منیر خاں مدرسۃ الحدیث مرسلہ مولانا محدث سورتی، ۴ ذی القعدہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، اس شخص کے حق میں جس نے سید صحیح النسب بالخصوص اور تمام سادات گیلانیہ اولاد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو علی العموم سوا چار ہیروں کے برسر بازار علی رؤس الاشہاد یہودی، نصرانی، خنزیر، کتا وغیرہ وغیرہ بری گالیاں کہے ہوں اور اوصاف ذمیمہ مذکورہ ان حضرات کے حق میں اعتقاداً استعمال کئے ہوں اور کرتا ہے از روئے شرع شریف اس شخص اور اس کے مددگاروں کا خواہ مولوی کہلاتے ہوں یا سیٹھ وغیرہ کیا حکم ہے، بینوا بحوالۃ الکتاب توجروا یوم الحساب اس سوال کا جواب مجھے کسی کتاب میں نہ ملا اس وجہ حضور کو تکلیف دیتا ہوں،

الجواب ایسے شخص کو ازسرنو تجدید اسلام چاہئے اور اگر عورت رکھتا ہو تو اس سے بعد توبہ و تجدید اسلام پھر نکاح کرے کہ علمائے کرام نے ایسے شخص پر حکم کفر فرمایا ہے، مجمع الانہر میں ہے، والاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر، ومن قال للعالم عویلم او لعلوی علیوی قاصدا بہ الاستخفاف کفر رہے اس کے معاونین خواہ مولوی کہلاتے ہوں یا سیٹھ اگر خود ان کلمات ملعونہ میں اس کے معاون ہیں یا ان کو جائز رکھتے ہیں، یا ہلکا جانتے ہیں تو ان سب کا بھی یہی حکم ہے جو اس کو ہے اور اگر ایسا نہیں جب بھی ایسے شخص کے ساتھ میل جول کے سبب عاصی و مخالف حکم شرع ہیں، قال اللہ عزوجل واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین وقال تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از کوٹلی لوہاران، ضلع سیالکوٹ، سید اکبر شاہ طالب علم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص مرزائی کے نابالغ لڑکے کا بخیال ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ حنفی اگر امام کے پیچھے جنازہ کی نماز ادا کرتے تو عند الشرع درست ہے یا نہیں پڑھنے والا ثواب کا مستحق ہوگا یا نہیں، حنفیوں پر دیکھنے ایسی میت سے نماز جنازہ واجب ہوگی یا نہ بینوا توجروا

الجواب اگر مرزائی کا بچہ سات برس یا زیادہ کی عمر کا تھا اچھے برے کی تمیز رکھتا تھا اور اس حالت میں اس نے اپنے باپ کے خلاف پر دین اسلام اختیار کیا اور قادیانی کو کافر جانا اسی پر انتقال ہوا تو وہ ضرور مسلمان تھا مسلمانوں پر اسے غسل و کفن دینا اسکے جنازہ کی نماز پڑھنا مقابر مسلمین میں دفن کرنا فرض ہے اور ممکن ہو تو اس کے باپ وغیرہ کفار کو اسے ہاتھ نہ لگانے دیں، جس طرح حضور اقدس علیہ افضل الصلوۃ والسلام نے یہودی کو اس کے بیٹے کے سرہانے سے اٹھادینے کا حکم فرمایا جب کہ وہ نزع میں اسلام لاکر انتقال کرگیا، اور اگر اسی عمر و تمیز میں اپنے باپ کی طرح کفر بکتا تھا تو یقیناً کافر تھا، اب وہ سب کام مسلمان پر حرام ہیں، نہ غسل دیں نہ کفن دیں نہ دفن میں شریک ہوں اور ان سب سے بدتر اس کے جنازہ پر نماز ہے کہ خود کفر کا پہلو رکھتی ہے اور اگر اس سے کفر یا اسلام کچھ ظاہر نہ ہوا یا ناسمجھ بچہ

تھا کہ اس تمیز کے قابل ہی نہ تھا تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اس کی ماں بھی اس کے باپ کی طرح قادیانی یا اور کسی کفری عقیدہ والی ہے تو وہ بچہ بھی کافر سمجھا جائے گا اور اس کے لئے وہ سب کام مسلمانوں پر حرام ہونگے اور اگر ماں مسلمان ہے تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتی ہے اور قادیانی کو کافر جانتی ہے تو اس صورت میں وہ بچہ جس سے کفر خود ظاہر نہ ہوا اور نابالغی میں مرگیا اپنی ماں کا تابع قرار پاکر مسلمان سمجھا جائے گا اور وہ سب کام اہل اسلام پر واجب ہوگا، حدیث ما من مولود اس حالت میں نافع ہے کہ بچہ سمجھ وال ہوکر خود کفر نہ کرے نا سمجھی کی حالت میں ماں باپ دونوں کافر ہوں ورنہ اگر خود کفر کیا تو بھی فطرت سے بدلا اور اگر خود سمجھ وال ہوکر اسلام نہ لایا اگرچہ کفر بھی نہ کیا اور ماں باپ دونوں کافر ہیں تو فابواہ یھودانہ میں داخل ہے اور حکم کفر اسے شامل ہے، تنویر میں ہے، اذا ارتد صبی عاقل صح کارتدادہ کاسلامہ والعاقل الممیز درمختار میں ہے وھو ابن سبع فاکثر مجتبٰی وسراجیہ اسی میں ہے، نادجان ارتد افولدت ولدا یجبر علی الاسلام لتبعیتہ لابیہ ردالمحتار میں ہے ای فی الاسلام والردۃ وھما یجبران فکذا ھو تنویر میں ہے الولد یتبع خیر الابوین دینا شامی میں بعد ذکر حدیث کل مولود یولد علی الفطرۃ فرمایا انھم قالوا انہ جعل اتفاقھما ناقلا لہ عن الفطرۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از ملک بنگال موضع رام پور ڈاکخانہ بجرہ ضلع بیرہ حال مقام خواجہ قطب بریلی محمد الہ طالب علم ۲ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمانوں کو انگریزی پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور بعض انگریزی خواں کہتے ہیں، مولوی لوگ کیا جانتے ہیں، کیا اس لفظ سے علم کی حقارت نہیں ہوئی اگر ایسا کہنے تو کافر ہوگا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب ایسی انگریزی پڑھنا جس سے عقائد فاسد ہوں اور جس سے علمائے دین کی توہین دل میں آئے، انگریزی ہو خواہ کچھ ہو ایسی چیز پڑھنا حرام ہے اور یہ لفظ کہ مولوی لوگ کیا جانتے ہیں اس سے ضرور علماء کی تحقیر نکلتی ہے اور علمائے دین کی تحقیر کفر ہے، قال اللہ تعالٰی ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل اباللہ واٰیٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم، اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وابن جریر عن زید بن اسلم وعن محمد بن کعب وغیرھما قال رجل فی غزوۃ تبوک فی مجلس یوما ما رأینا مثل قرائنا ھؤلاء ولا ارغب بطونا ولا اکذب السنۃ ولا اجبن عند اللقاء فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونزل القراٰن قال عبداللہ فرأیتہ متعلقا بحقب ناقۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو یقول یا رسول اللہ انما کنا نخوض ونلعب والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول اباللہ واٰیٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بریلی محلہ چک شہر کہنہ مسئولہ صفدر علی خاں ومبارک علی خاں، ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید سنی المذہب نے بکر کو سنی باور کرکے اپنی لڑکی نابالغہ کا بکر کے نابالغ لڑکے کے ساتھ اس کو سنی باور کرکے ولایۃً نکاح کردیا مگر بوجہ نابالغ ہونے کے رخصتی نہیں ہوئی اور آمد ورفت بھی دونوں کی نہیں ہوئی نہ یکجائی ہوئی، سات سال کے بعد دونوں کو بلوغ ہوا زید کو یہ اطلاع ملی کہ بکر بھی پکا سنی نہیں اور اس کا بیٹا قطعی رافضی ہے جس کا ثبوت یہاں

تک پہنچ گیا ہے کہ اس کے معمولی عمل میں ظاہر ہوتا ہے نماز شیعہ کی پڑھتا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا قذف کرتا ہے، اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے صحابیت کا منکر ہے اور تبرا کہتا ہے اور ایسے مجالس میں شرکت کرتا ہے جس میں سنی شریک نہیں کئے جاتے ہیں زید نے اسی خبر کو سن کر رخصتی سے انکار شروع کیا اس پر بکر نے رخصت کرانے کی ضرورت سے لڑکے کو اس بات پر آمادہ کیا کہ لڑکا اپنے کو سنی ظاہر کرے چنانچہ ازراہ تقیہ لڑکے نے اپنے کو سنی ظاہر کیا، لیکن کوئی ثبوت سنی ہونے کا زید کو نہیں ملا بلکہ حال میں ۱۱ محرم ۱۳۳۳ھ کو مقام مرزا گنج ایک جماعت اہل سنت والجماعت کو مدح صحابہ پڑھتے سے با اعلان اسی لڑکے نے روکا اور اپنے ایک ملازم شیعہ مذہب سے پٹوایا اور اس کے باپ یعنی بکر نے حکام سے مدح صحابہ با اعلان کئے جانے کی شکایت کی اس وجہ سے حکام جمع ہوئے، کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین متین کہ لڑکی جس کا نابالغیت میں نکاح کیا گیا اور لڑکی کو حالت موجودہ میں منظور نہیں ہے اور زید کو بھی انکار ہے، ایا نکاح باقی رہا یا فسخ ہوگیا، فقط۔

الجواب ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قذف کفر خالص ہے، صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا انکار کفر خالص ہے اسی طرح تبرائیان زمانہ میں اور بھی کفر وارتداد کی قطعی وجوہ ہیں، جن کی تفصیل رد الرفضہ میں ہے اور ان کا کافر مرتد ہونا عامہ کتب معتمدہ خلاصہ وفتح القدیر وظہیریہ وعالمگیری وردالمحتار وعقود الدریہ وبحرالرائق ونہرالفائق وتبیین الحقائق وبدائع وبزازیہ وبرجندی والفخریہ وواقعات المفتین واشباہ ومجمع الانہر وطحطاوی علی الدر وغنیہ ونظم الفرائد وبرہان شرح مواہب الرحمن وتیسیر المقاصد شرح وہبانیہ ومغنی المستفتی، وتنویر الابصار ومنح الغفار واصول امام شمس الائمہ وکشف البزدوی وشفا شریف وروضہ امام نووی واعلام امام ابن حجر وکتاب الانوار وشرح عقاید ومنح الروض وفواتح الرحموت وارشاد الساری وفتاوی علامہ مفتی ابوسعود وعلامہ نوح آفندی وشیخ الاسلام عبداللہ آفندی واحمد مصری علی مراقی الفلاح وشلبی علی الزیلعی وغیرہا سے ثابت وروشن ہے، خزانۃ الفقہ پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے، لو قذف عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بالزنی کفر باللہ تعالٰی شرح ملتقی الابحر میں ہے، یکفر بقولہ لا ادری ان النبی فی القبر مؤمن وبقولہ ماکان علینا اومن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لان البعثۃ من اعظم النعم وبقذفہ عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وانکار صحبۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ تو پسر بکر اگر مرتد نہ تھا اب مرتد ہوگیا، خزانۃ المفتین وظہیریہ وعلمگیریہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں منکر ان ضروریات دین رافضیوں کے بارہ میں ہے، ھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین اس کے مرتد ہوتے ہی نکاح فوراً فوراً فسخ وباطل محض ہوگیا، تنویر الابصار وشرح علائی میں ہے ارتداد احد الزوجین فسخ عاجل بلا قضاء عورت کو حرام قطعی ہے کہ اسے شوہر سمجھے زید پر حرام قطعی ہے کہ دختر کو رخصت کرے اگر قربت واقع ہوگی زنائے خالص ہوگا اگر اولاد ہوگی ولد الزنا ہوگی، درمختار میں ہے، فی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا اگر بالفرض پسر بکر اب اپنے آپ کو سنی ظاہر کرے بلکہ حقیقۃً سچا پکا خالص مخلص سنی ہو جائے تو نکاح کہ فسخ وباطل ہوگیا عود نہیں کرسکتا نہ عورت پر جبر ہوسکتا ہے کہ اس سے از سر نو نکاح کرے، جامع الفصولین میں ہے، لو ارتد ھو لاتجبر المرأۃ علی التزوج واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از مانڈے سورتی مسجد ملک برہما مسئولہ مولوی احمد مختار صاحب صدیقی ۱۷ رجب ۱۳۳۳ھ

ایک شخص ہمیشہ علماء کو برا کہتا رہتا ہے چنانچہ ایک روز اس کے سامنے ذکر ہوا کہ فلاں عالم نئے تشریف لانے والے ہیں تو وہ فوراً کہتا ہے

کہاں آتے ہوں گے کوئی بھاڑ کھاؤ ایسے بدگو علماء کے لئے شریعت غرہ میں کیا حکم ہے۔

الجواب ایسے شخص کی نسبت حدیث فرماتی ہے، منافق ہے، فقہاء فرماتے ہیں کافر ہے، خطیب حضرت ابوہریرہ اور ابوالشیخ ابن حبان کتاب التوبیخ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، ثلثۃ لایستخف بحقہم الامنافق بین النفاق ذو الشیبۃ فی الاسلام و ذو العلم و معلم الخیر مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے، الاستخفاف بالاشراف و العلماء کفر و من قال لعالم عویلم اولعلوی علیوی قاصدا بہ الاستخفاف کفر، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ اکبر یار خاں صاحب ساکن شہر کہنہ محصل چندہ مدرسہ اہلسنت وجماعت ۹ ر ذوالقعدہ ۱۳۲۳ھ دوشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ تمام سب عبادتیں محض اللہ رب العزت تبارک و تعالٰی ہی کے واسطے کرنا چاہئے اگرچہ اس کی ذات پاک بے نیاز ہے کسی کی عبادت، ریاضت وغیرہ کی اس کو ضرورت نہیں ہے وہ اس سے پاک اور منزہ اور مبرا ہے، مگر بندہ ناچیز کو اپنے مولا کی تعمیل حکم کرنا چاہئے، بکر کہتا ہے کہ زید کا دماغ خشک ہوگیا اس لئے ایسا کہتا ہے، یہ سب غلط ہے بلکہ یہ سب جو کچھ ہم کرتے ہیں وہ سب اپنی ذات کے لئے کرتے ہیں اور کرنا چاہئے ایسی صورت میں زید و بکر کے قول کی بابت کیا حکم ہے۔

الجواب زید و بکر اپنی اپنی مراد پر دونوں سچے ہیں، بیشک نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سب اللہ عزوجل ہی کے لئے ہیں یعنی ان سے اسی کی عبادت و بجاآوری تعظیم مقصود ہے، ان صلاتی و نسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ۔ بیشک میری نماز اور قربانی اور جینا اور مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو مالک ہے سارے جہان کا اس کا کوئی شریک نہیں، اور بیشک تمام عبادات و اعمال حسنہ اپنے ہی لئے ہیں، یعنی اپنے فائدے کو ہیں من عمل صالحا فلنفسہ جو نیک کام کرے وہ اپنے لئے کرتا ہے۔ دونوں قول قرآن عظیم میں موجود ہیں ہاں بکر کا یہ کہنا کہ زید کا دماغ خشک ہوگیا ہے، صفت ایذائے مسلم ہے اس سے معافی چاہے اور اس کا کہنا کہ یہ سب غلط ہے بہت سخت کلمہ ہے اسے تجدید اسلام چاہئے کہ اس نے ایسے واضح دینی، قرآنی قول کی تغلیط کی واللہ تعالٰی اعلم

ایضاً زید اپنے آپ کو گنہگار خطاوار جانتا ہے مگر بروقت گفتگو زید یہ کہتا ہے کہ میں مسلمان مومن سچا ہوں اور بکر بھی اپنے آپ کو گنہگار خیال کرتا ہے مگر بروقت گفتگو بکر یہ کہتا ہے کہ میں ہرگز مسلمان نہیں ہوں چنانچہ زید کو اپنے بابت سچا مومن کہنا اور بکر کو مسلمان ہونے سے انکار کرنا کیسا ہے دونوں کی نسبت کیا حکم ہے۔

الجواب زید کے قول میں حرج نہیں ہاں اسے حمد الٰہی بڑھالینا چاہئے تھا الحمدللہ میں مسلمان ہوں بکر کا قول بہت قبیح ہے ائمہ نے فرمایا ہے جو اپنے مسلمان ہونے سے انکار کرے وہ مسلمان نہیں اسے توبہ اور تجدید اسلام پھر تجدید نکاح چاہئے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر کہنہ، مسئولہ سید نور اللہ صاحب محرر دارالافتاء ۹ ر ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

(۱) زید بے علم ہے مگر ہر عالم و درویش پر از روئے اہانت اعتراض کرتا ہے اور عیب جوئی میں ساعی رہتا ہے، پس اہانت علماء وغیرہ شرعاً کیسا فعل ہے۔

نمبر۲ کیا فیصلہ اور حکم شرعی سے متجاوز اور منکر ہونا کفر ہے یا گناہ کبیرہ، فقط

الجواب نمبر۱ عیب جوئی ہر مسلمان کی حرام ہے نہ کہ علماء کی، قال تعالٰی لا تجسسوا اور علمائے دین کی اہانت کفر ہے کما فی مجمع الانہر وغیرہ،

نمبر۲ انکار بمعنی تکذیب کفر ہے اور تجاوز فسق و معصیت۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از ضلع تیرہ ڈاک خانہ بنجہ رامپور موضع سات بیلہ مسئولہ رجب علی ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ شنبہ،

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں مسئلہ (کہ چند مولویان معہود بمکان شخصی کہ از وکارے خلاف شرع سرزد شدہ بود یعنی بازن مغلظہ خود تامدت دو سہ ماہ باعیش ازواج اوقات بسر بُرد) باوجود علم بلا تحلیل و تنبیہ ختم خوانی کردہ طعام خوری نمودند ازیں جہت شخصی معتبر عالم دوست حاجی الحرمین کہ از مرید ان جناب شاہ عبد اللطیف ستھنوی است و جناب شاہ صاحب نیز برائے تنبیہ امور شرع او را تاکید بسیار نمودہ و او برائے تعمیل ارشاد جناب شاہ صاحب اکثر مقدمات شرع شریف و معاملات دنیوی فیصلہ می کند و فی الحال در کار شرع بسیار مستحکم مستقیم و ایشاں را گفتہ کہ مولویان ایں زمان دریدہ سرگیں دہان افگنند و میان حرام و حلال تمیز نکنند پس دریں صورت شخص موصوف موافق شرع کافر شود یا نہ و یا بروے فقط حکم تجدید نکاح کردہ شود یا نہ اگر شرعاً کافر نہ شود کسے او را کافر گوید بروےش چہ حکم بینوا بسند الکتاب توجروا عند اللہ یوم الحساب، فقط۔

الجواب کسے کہ بازن سہ طلاقہ خود بے تحلیل طرح معاشرت انداخت و نزد زنا شوئی باخت بجائے خود بزہ کار است و باچنیں گناہگاراں معاملہ پیشوایان دین مختلف بودہ است ہم بہ نرمی کار کردہ اند ہم بہ درشتی چنانکہ در احیاء العلوم رنگ تفصیل دادہ اند مولویان کہ بخانہ او ختم خواندہ و چیزے خوردند گناہے نکردند کسے کہ آناں را بدان الفاظ بدیاد کرد و چیزے شنیع آورد باز حکم خاص بر آناں نہ نمود بلکہ عام مولویان ایں زمان گفت شناعتش از حد گذشت تکفیر او نشاید اما تجدید اسلام و نکاح سزد کہ باید و آنکہ تکفیر او کردہ است نیز کار از حد بروں بردہ است او را نیز توبہ باید، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از شہر سورت محلہ سید واڑہ مسئولہ سید صدر الدین زری والے، ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ چہار شنبہ،

عالی خدمت عالی جناب مولانا مولوی حضرت احمد رضا خاں صاحب دام ظلکم بعد ادائے آداب تسلیمات کے گذارش ہے کہ در شہر سورت خیریت سے رہ کر خیریت آنجناب کی شب و روز درگاہ رب العزت سے نیک مطلوب ہوں۔ دیگر گزارش یہ کہ قبل ازاس کے ایک گذارش نامہ در طلب رد نہابیہ ارسال خدمت کیا تھا، ہنوز انتظار دست یاب نسخہ مذکور ہوں اس اثنا میں ایک اور سوال بے ثبات فرقہ مذکورہ سے ایجاد ہوا وہ یہ کہ رسالت مآب کے والد ماجد حالت کفر میں تھے، اور وہی حالت میں رحلت بھی فرمایا اس کے رد میں اہل سنن یہ جواب دیا کہ وہ کسی حالت سے بھی کفر نہیں ہوسکتے تھے لفظ کفر کا اطلاق نامعقول ہے یہ جواب دیا مگر قیاسی دیا سندی نہیں ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے جو اس بات کا پورا پورا جواب کریں اس لئے آپ کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس کا بھی ازرُوئے ثبوت سرفراز ہو جائے تو عین سرفرازی ہے تمام کیفیت کماحقہ اس خط سے اور آگے کے خط سے گوش زد کیا ہوں فقط،

الجواب مذہب صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین حضرت سیدنا عبداللہ اور حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اہل توحید و اسلام و نجات تھے، بلکہ حضور کے آباو امہات حضرت عبداللہ و آمنہ سے حضرت آدم و حوا تک مذہب ارجح میں سب اہل اسلام و توحید ہیں، قال اللہ تعالیٰ ھو الذی یرٰک حین تقوم و تقلبک فی السّٰجدین اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور ایک نمازی سے دوسرے نمازی کی طرف منتقل ہوتا آیا اور حدیث میں ہے کہ رب عزوجل نے نور اقدس کی نسبت فرمایا کہ اسے اصلاب طیبہ و ارحام طاہرہ میں رکھوں گا اور رب عزوجل کبھی کسی کافر کو طیب و طاہر نہ فرمائے گا، انما المشرکون نجس اس بارہ میں ہمارا ایک خاص رسالہ ہے، شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خاص اس باب میں چھ رسالے لکھے، فشکر اللہ سعیہ و اجزل ثوابہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مسئولہ معرفت مصطفےٰ میاں سلمہ بروز چہار شنبہ ۲۸ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

(۱) ایک سنی کے سامنے ذکر آیا کہ شیعہ و معتزلہ دار جنت میں رویت باری عزوجل کے منکر ہیں، ان صاحب نے کہا وہ سچ کہتے ہیں انھیں تو نہیں ہوگی شاید لفظ مومنین کے لئے بھی ذکر میں تھا اگرچہ یہ ایک شبہ سا یاد پڑتا ہے یہ کہنا کیسا ہے،

(۲) ارتضا حسین پسر میاں صاحب نے جو خود اپنا نام ابوالبرکات رکھا اور اس پر اب آزاد کا اور اضافہ کیا، جس کی ایک واہی تباہی روایت چھپوا کر تقسیم کی اس کی بابت ایک صاحب نے کہا کہ یہ نام انھوں نے کہاں سے رکھا کچھ اللہ میاں کے یہاں تو آپ کا یہ نام لکھا ہوا ہے نہیں، جس پر کہا گیا کہ لوح محفوظ میں تو سب لکھا ہوا ہے یہ بھی لکھا ہوا ہے اس پر ان صاحب نے کہا کہ میں نے اس بنا پر کہا تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ نام ماں باپ رکھتے ہیں وہ نام اللہ میاں کے یہاں لکھا جاتا ہے ظاہر ان قائل کا مطلب یہ تھا کہ نام کرکے وہ نام ہی لکھا جاتا ہے جو ماں باپ کا رکھا ہے اور جو خود گڑھ لے وہ بطور ایک امر واقع کے لکھا ہوتا ہے کہ فلاں اپنا یہ نام رکھے گا نام کرکے نہیں کہ فلاں کا یہ نام ہے، الغرض اس کا وہ مقولہ کیسا ہے اور اس کی کیا اصل ہے کہ نام وہی ہوتا ماں باپ کا رکھا ہے نہ خود رکھا ہوا،

(۳) ایک سنی صاحب کے سامنے میں نے کہا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت خصائص ہیں، وہ احکام شرعیہ جو عام نہیں ان سے حضور نے بعض صحابہ کو مستثنیٰ کیا تھا اس پر ان صاحب نے کہا کہ جبھی تو بعض جہلا کہنے لگے تھے کہ اللہ عزوجل رضا جوئے محمدی ہے اس پر میں نے کہا کہ بعض جہلا کی کیا تخصیص ہے، اللہ عزوجل تو رضا جوئے محمدی ہے ہی انھوں نے بھی اس کا صاف اقرار کیا اور کہا کہ ایسے خصائص دیکھ کر شاید بعض ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن بھی یہ کہنے لگی تھیں، مگر اصل بات یہ ہے کہ حضور اللہ عزوجل کے فرمودہ سے باہر قدم ہی نہیں رکھتے تھے وہی فرماتے تھے جو اللہ عزوجل کا حکم تھا تو اصل میں حضور متبع حکم الٰہی اور بھی رضا جوئے الٰہی ہوئے، ان کی اس وقت کی طرز تقریر و حالت سے ان کا مطلب یہ معلوم ہوتا تھا کہ جہلا تو یہ سمجھ کر اللہ عزوجل کو رضا جوئے محمدی کہنے لگے تھے کہ حضور خود ایک حکم دیتے ہیں اور پھر اللہ عزوجل بھی ویسی ہی وحی نازل فرما دیتا ہے، یعنی اللہ عزوجل حضور کا اتباع فرماتا ہے، حالانکہ اصل میں حکم الٰہی وہی ہوتا ہے اور اس کے اتباع سے حضور حکم دیتے ہیں، غرض اس کا یہ مقولہ کہ جبھی تو بعض جہلا بھی الخ کا کیا حکم ہے اس کل مقولہ کا کیا جو اس کے بعد کہا گیا،

الجواب ۱: مولٰی عزوجل فرماتا ہے انا عند ظن عبدی بی روافض و معتزلہ کہ رویت الٰہی سے مایوس ہیں، مایوس ہی رہیں گے وہابیہ شفاعت سے منکر ہیں محروم ہی رہیں گے تو ان کا انکار ان کے اعتبار سے صحیح ہوا ظاہراً قائل کی یہی مراد ہے کہ ان کی نفی ان کے حق میں سچی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہاں جو اس کے قول کی تصدیق بمعنی نفی مطلق کرے وہ ضرور گمراہ و خارج از اہلسنت ہے،

۲: بلاشبہ لوح محفوظ میں ہر صغیر و کبیر مستطر ہے جو اسم بحیثیت علم دنیا میں کسی کے لئے ہے لوح محفوظ میں وہی بحیثیت علم مکتوب ہے خواہ ماں باپ کا رکھا ہے یا اپنا یا اور کا اور جس میں تغیر واقع ہوا مغیر اور مغیر الیہ دونوں اپنے اپنے زمانہ کی قید سے مکتوب ہیں، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بہت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام تبدیل فرمائے کہ اگلے نام متروک ہوگئے اور وہ انہیں دوسرے ناموں سے مشہور ہیں تو عنداللہ بھی اب بھی ان کے نام ہیں اور انہیں ناموں سے روز قیامت پکارے جائیں گے اور جو شخص اپنا نام بدل کر کچھ رکھے اور بحیثیت علم معروف نہ ہو تو اللہ عزوجل کے یہاں بھی وہ نام علم ہو کر لکھا نہ گیا ہاں یہ واقعہ ضرور مکتوب ہے ظاہراً یہی مراد قائل ہے، قائل نے یہ نہ کہا کہ اللہ تعالٰی کے یہاں یہ نہیں لکھا ہے بلکہ یہ کہا کہ اس کا نام یہ نہیں لکھا ہے تو کتابت نہیں بلکہ سبب کتابت علمیت ہے، اور یہ صحیح ہے کہ جب کہ اس وضع کئے ہوئے نام نے حیثیت علمیت پیدا نہ کی ہاں ایسی جگہ کلام بہت ہوشیاری سے چاہئے، جس میں کوئی پہلوئے ناقص نہ نکلے، سوال میں اسم جلالت کے ساتھ لفظ میاں مکتوب ہے یہ ممنوع و معیوب ہے، زبان اردو میں "میاں" کے تین معنی ہیں، جن میں دو اس پر محال ہیں اور شرع سے ورود نہیں لہذا اس کا اطلاق محمود نہیں

۳: قائل کا کہنا کہ جب ہی تو بعض جہلا الخ بہت سخت قبیح و شنیع واقع ہوا اور جو معنی اس نے بعد کو قرار دیئے اس میں بھی وہ حقیقت کو نہ پہنچا بلاشبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تابع مرضی الٰہی ہیں اور بلاشبہ کوئی بات اس کے خلاف حکم نہیں فرماتے اور بلاشبہ اللہ عزوجل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رضا چاہتا ہے، ولسوف یعطیک ربک فترضی۔ قد نری تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضٰھا فول وجھک شطر المسجد الحرام، حکم الٰہی بیت المقدس کی طرف استقبال کا تھا حضور تابع فرمان تھے یہ حضور کی طرف سے رضا جوئی الٰہی تھی، مگر قلب اقدس کعبہ کی طرف استقبال چاہتا تھا، مولٰی عزوجل نے مرضی مبارک کے لئے اپنا وہ حکم منسوخ فرمادیا اور حضور جو چاہتے تھے قیامت تک کے لئے وہی قبلہ مقرر فرمادیا، یہ اللہ عزوجل کی طرف سے رضا جوئی محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے ان میں سے جس کا انکار ہو قرآن عظیم کا انکار ہے، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں ما اری ربک یسارع فی ھواک میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے، رواہ البخاری، یہ ہے وہ کلمہ کہ بعض ازواج مطہرات نے عرض کیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا تو قائل کا کہنا کہ ایسے خصائص دیکھ کر شاید بعض ازواج مطہرات یہ کہنے لگیں تھیں دراصل بات یہ ہے الخ یہ بتاتا ہے کہ ان بعض ازواج مطہرات نے خلاف اصل بات کہی، اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مقرر رکھی، حدیث روز محشر میں ہے، رب عزوجل اولین و آخرین کو جمع کرکے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمائے گا، کلھم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاک یا محمد۔ یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب میں تمہاری رضا چاہتا ہوں، ؎

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم　　خدا چاہتا ہے رضائے محمد،

بالجملہ کلمہ بہت سخت و شنیع تھا اور بعد تاویل بھی شناعت سے بری نہ ہوا توبہ لازم ہے، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ ازمقام جیتوڑگڑھ علاقہ اودیپور راجپوتانہ مسئولہ عبدالکریم صاحب بروز شنبہ ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۴۲ھ

ﷺ۱ جو شخص انگریزی ٹوپی وکوٹ وپتلون محض ان کی موافقت کی وجہ سے پہنے تو وہ کافر ہے یا نہیں، غایت الاوطار ترجمہ درمختار باب مرتدمیں لکھاہے کہ جو شخص بلاضرورت سردی وگرمی کے مجوسی کی ٹوپی پہنے وہ کافر ہے، اسی طرح جو شخص زنار باندھے وہ بھی کافر ہے مگر بضرورت اب اگر انگریزی ٹوپی وکوٹ وپتلون بلاضرورت پہننے والا کافر نہیں ہے تو زنار باندھنے والے اور مجوسی کی ٹوپی پہننے والے کو غایت الاوطار ترجمہ درمختار باب المرتدمیں کافر کیوں کہا۔

ﷺ۲ جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خدا کہے اور تعزیہ داری کو جائز کرے اور سجدۂ تعظیمی کرادے اور محدثین صحاح ستہ پر الزام نکال ڈالنے احادیث صحیحہ کا لگاوے اس شخص کی نسبت علمارکرام کیا فرماتے ہیں۔

الجواب ﷺ۱ بلاضرورت زنار باندھنا یا ہیٹ یعنی انگریزی ٹوپی رکھنا بلاشبہ کفر ہے، حدیقہ ندیہ میں فرمایا، لبس زی الفرنج کفر علی الصحیح رہے کوٹ پتلون وہ اگر موافقت نصاریٰ اور ان کی وضع کے استحسان کے لئے ہے تو اسے بھی فقہائے کرام نے مطلقاً کفر فرمایا، غمز العیون میں ہے، من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر بالاتفاق مشائخ، جس نے کافروں کے کسی فعل کو اچھا سمجھا بالاتفاق مشائخ کافر ہوگیا اور اگر ایسا نہیں تو فسق ضرور ہے، جب کہ بلاضرورت شرعیہ ہو اور اسے اختیار نہیں کرتا مگر وہ جس کے دل میں کجی ہے، جب حب فی اللہ اور بغض للہ کہ مناط ایمان ہیں، قلب میں مستحکم ہو جاتے ہیں، تو اولیاء اللہ کی ہر ادا اچھی معلوم ہوتی ہے اور اعداء اللہ کی ہر بات بری نسأل اللہ الھدایۃ،

ﷺ۲ کسی بات کی طرف نظر کرنے کی حاجت نہیں بعد اس کے کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو خدا کہے یقیناً کافر مرتد ہے، من شك فی عذابه وکفره فقد کفر، جو اس کے قول پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے خود کافر۔ مسلمانوں کو اس کے پاس بیٹھنا اس سے میل جول، سلام کلام سب قطعاً حرام، قال اللہ تعالیٰ واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین وقال تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار وقال تعالیٰ ومن یتولھم منکم فانه منھم ان آیات کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں دوزخ کی آگ چھوئے گی، جو تم میں ان سے دوستی رکھے گا وہ انھیں میں سے ہے، اگر وہ علانیہ تائب ہو اور از سر نو مسلمان ہو فبہا ورنہ اگر وہ بیمار پڑے اس کی عیادت حرام، اگر مر جائے اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام اس کے جنازہ کی نماز سخت حرام اس کا جنازہ اٹھانا حرام، جنازہ کے ساتھ جانا حرام، مقابر مسلمین میں اسے دفن کرنا حرام، اسے ایصال ثواب سخت حرام بلکہ کفر کوئی تنگ گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیں اور بغیر کسی فاصلہ کے اوپر سے اینٹ پتھر خاک بلا جوکچھ ہو پاٹ دیں، وذالك جزاء الظالمین. نسأل اللہ الثبات علی الایمان والختم بالحسنیٰ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ مسئولہ حافظ محمد علاء الدین صاحب، پیش امام جامع مسجد مقام بلرام پور ڈاکخانہ رانگہ ڈیہہ ضلع مان بھوم یکم صفر ۱۳۴۵ھ

ایک شخص اپنا شجرہ مجھ سے پڑھانے لگا اس میں پہلے مولانا وارث حسن کا نام تھا، اس کے بعد رشید احمد گنگوہی کا نام تھا، رشید احمد گنگوہی کا نام پڑھتے ہی میں نے اس شجرہ کو نہیں پڑھا کیونکہ "حسام الحرمین" نے ان کے حال سے اچھی طرح خبردار کر دیا ہے، مہربانی فرما کر ایک فہرست

مطبع اہل سنت وجماعت کی مخصوص اپنے تصنیفات کی مرحمت فرمائی جائے اور ذیل کے استفتاء پر کرم فرماکر جواب سے مشرف فرمائیے، مولانا وارث حسن کا کیا مذہب ہے،

الجواب جب آپ حسام الحرمین میں علمائے حرمین شریفین کے متفق علیہ فتوے دیکھ چکے تو اس کے بعد اس سوال کی ضرورت نہ رہی وارث حسن کے مذہب پر فقیر کو اطلاع نہیں نہ کبھی ملاقات مگر اس قدر ضرور ہے کہ وہ جس کا مرید ہے تو اسے ولی جانے گا، کم از کم صحیح العقیدہ صالح یا نہ سہی مسلمان تو جانے گا اور حکم شرع وہ ہے جو حسام الحرمین میں مذکور۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۵: مرسلہ محمد عبدالواحد خاں صاحب، مسلم بمبئی اسلام پورہ۔ معرفت عبداللطیف ہیڈ ماسٹر میونسپل اردو اسکول ۴ ربیع الاول

(۱) قادیانیوں سے کس طرح کس پیرایہ میں بحث کی جائے، یعنی ان کی تردید کے بھاری ذرائع کیا ہیں،

(۲) کیا حدیثوں کے انکار کرنے سے انسان کافر ہوسکتا ہے، اگر ہاں تو کن حدیثوں کے انکار سے۔

الجواب (۱) سب میں بھاری ذریعہ اس کے رد کا اول اول کلمات کفر پر گرفت ہے جو اس کی تصانیف میں برساتی حشرات کی طرح ابلے گھلے پھر رہے ہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہینیں، عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں ان کی ماں طیبہ طاہرہ پر طعن، اور یہ کہنا کہ یہودی کے جو اعتراض عیسٰی اور ان کی ماں پر ہیں، ان کا جواب نہیں اور یہ کہ نبوت عیسٰی پر کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ عدم نبوت پر دلیل قائم ہے، یہ ماننا کہ قرآن نے ان کو انبیاء میں گنا ہے اور پھر صاف کہہ دینا کہ وہ نبی نہیں ہوسکتے، معجزات عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صراحۃً انکار اور یہ کہنا کہ وہ مسمریزم سے یہ کچھ کیا کرتے تھے اور یہ کہ میں ان باتوں کو مکروہ نہ جانتا تو آج عیسٰی سے کم نہ ہوتا، تو وہ روشن معجزے جن کو قرآن مجید آیات بینات فرمارہا ہے، یہ ان کو مسمریزم و مکروہ مانتا ہے، اپنے آپ کو اگلے انبیاء سے افضل بتانا اور یہ کہنا کہ، ابن مریم کے ذکر کو چھوڑدو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے اور یہ کہنا کہ اگلے چار سو انبیاء کی پیشینگوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے اور یہ کہنا کہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار دادیاں، نانیاں معاذ اللہ زانیہ تھیں، اور یہ کہ اسی خون سے عیسٰی کی پیدائش ہے، اپنے آپ کو نبی کہنا، اپنی طرف وحی الٰہی آنے کا ادعا کرنا، اپنی بنائی ہوئی کتاب کو کلام الٰہی کہنا، اور یہ کہ آیہ کریمہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے میں مراد ہوں، اور یہ کہ مجھ پر اترا ہے کہ انا انزلناہ بالقادیان وبالحق نزل اور دوسرا بھاری ذریعہ اس خبیث کی پیشینگوئیوں کا جھوٹا پڑنا جن میں بہت چمکتے روشن حرفوں سے لکھنے کے قابل دو واقعے ہیں، ایک اس کے بیٹے کا جس کی نسبت کہا تھا کہ انبیاء کا چاند پیدا ہوگا اور بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت لیں گے، مگر شان الٰہی کہ چوں دم برداشتم مادہ برآمد، بیٹی پیدا ہوئی اس کے اوپر کہا کہ وحی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی اب کی جو ہوگا وہ انبیاء کا چاند ہوگا، بیٹی، بیٹے ہمیشہ پیدا ہوتے ہیں، اب کی ہوا بیٹا مگر چند روز جی کر مرگیا، بادشاہ کیا کسی محتاج نے بھی اس کے کپڑوں سے برکت نہ لی، دوسری بہت بڑی بھاری پیشینگوئی آسمانی جورو کی، اپنی چچازاد بہن احمدی کو لکھ کر بھیجا کہ اپنی بیٹی محمدی میرے نکاح میں دیدے، اس نے صاف انکار کردیا، اس پر پہلے طمع دلائی پھر دھمکیاں دیں پھر کہا کہ وحی آگئی کہ ن وجنا کہا ہم نے تیرا نکاح اس سے کردیا، اور یہ کہ اس کا نکاح اگر تو دوسری جگہ کرے گی تو ڈھائی یا تین برس کے اندر اس کا شوہر مرجائے گا، مگر اس خدا کی بندی نے ایک نہیں سنی، سلطان محمد خاں سے نکاح کردیا وہ آسمانی نکاح دھرا ہی رہا نہ وہ شوہر مرا کتنے بچے اس سے ہوچکے اور یہ چل دیئے، غرض اس کے کفر وکذب حد شمار سے باہر

ہیں، کہاں تک گنے جائیں اور اس کے سوا خواہ ان باتوں کو ٹالتے ہیں اور بحث کریں گے تو کاہے میں کہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا یا مع جسم اٹھائے گئے یا صرف روح مہدی و عیسٰی ایک ہیں یا متعدد یہ ان کی عیاری ہوتی ہے، ان کفروں کے سامنے ان مباحث کا کیا ذکر فرض کیجئے کہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ نہیں، فرض کیجئے کہ وہ مع جسم نہیں اٹھائے گئے، فرض کیجئے کہ مہدی و عیسٰی ایک ہیں پھر اس سے وہ تیرے کفر کیونکر گھٹ گئے، کلام تو اس میں ہے کہ تو کہتا ہے میں نبی ہوں ہم کہتے ہیں تو کافر، اس کا فیصلہ ہونا چاہئے، انبیاء کی توہینیں، انبیاء کی تکذیبیں، معجزات سے استہزا، نبوت کا ادعا اور پھر دوسرے درجہ میں انبیاء کے چاند والا بیٹا، آسمانی جورو، یہ تیری تکفیر تکذیب کو کافی ہیں،

۲ـــ حدیث متواتر کے انکار پر تکفیر کی جاتی ہے، خواہ متواتر باللفظ ہو یا متواتر المعنی، اور حدیث ٹھہرا کر جو کوئی استخفاف کرے تو یہ مطلقاً کفر ہے اگرچہ حدیث احاد بلکہ ضعیف بلکہ فی الواقع اس سے بھی نازل ہو، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ مرسلہ حکیم عبدالجبار خاں صاحب دھام پور ضلع بجنور، ۲۹ ربیع الاول شریف ۳۵ھ

کیا شیعوں کے سب فرقے اور غیر مقلدین سب کے سب کافر ہیں،

الجواب ان میں ضروریات دین سے کسی شے کا جو منکر ہے یقیناً کافر ہے اور جو قطعیات کے منکر ہیں ان پر حکم فقہا لزوم کفر ہے اور اگر کوئی غیر مقلد ایسا پایا جائے کہ صرف انھیں فرعی اعمال میں مخالف ہو اور تمام عقاید قطعیہ میں اہل سنت کا موافق یا وہ شیعی کہ صرف تفضیلی ہے ایسوں پر حکم تکفیر ناممکن ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از بنارس محلہ پتر کنڈہ مرسلہ مولانا مولوی محمد عبدالحمید صاحب پانی پتی سلمہ ۱۱ شعبان ۳۵ھ

ہمارے سنی حنفی علماء کثرہم اللہ تعالٰی والقاہم الی یوم الجزاء اس میں کیا فرماتے ہیں،

۱ـــ فرقہ غیر مقلدین اللہ تعالٰی کے لئے مکان کا قائل اور نیز اس کے لئے جہت کا قائل ہے جیسا کہ نواب صدیق حسن خاں کے رسالہ "الاحتواء علی مسئلۃ الاستواء" اور نیز ان کے دیگر رسائل سے ظاہر ہے، اور احناف کی فقہ کو باطل اور ناحق جانتا ہے، اور بدیں وجہ اس کی سخت توہین کرتا ہے، چنانچہ ایک کلانوری غیر مقلد نے اپنے رسالہ الجرح علی اصول الفقہ میں فقہ احناف کے حق میں لکھا ہے (بلکہ بدبو دار سڈا اس ہے کہ جب اس کے پاس جاؤ تو بدبو ہی آتی ہے) والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اور مولوی ابوالقاسم بنارسی کے رسالہ "الجرح علی الامام" کی ایک عبارت سے فقہ احناف کا موجب دخول دوزخ ہونا ثابت ہے، اور نیز امام صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی توہین بے حد کرتا ہے، چنانچہ مولوی ابوالقاسم بنارسی نے اپنے رسالہ مذکور میں منجملہ حضرت امام صاحب کے شان میں بے انتہا بے ادبیوں کی آپ کی ولادت شریفہ کے سنہ کا مادہ لفظ (سگ) اور آپ کی وفات شریف کے سنہ کا مادہ لفظ (بوکم جہاں پاک) لکھا ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اور اجماع کا منکر ہے جیسا کہ نواب صدیق حسن خاں کے رسالہ "عرف الجادی" اور نیز ان کے دیگر رسائل سے ظاہر ہے اور یہ سب باتیں احناف کے فقہ کی مستند کتابوں مثل فتاوی قاضی خاں اور فتاوی عالمگیری اور نور الانوار وغیرہا کے بموجب کفر ہیں، پس فرقہ غیر مقلدین بوجوہ مذکورہ بحکم فقہ احناف کافر ہے یا نہیں، اور نیز فرقہ غیر مقلدین مفارق الجماعۃ ہے، جیسا کہ ظاہر ہے پس بحکم حدیث شریف من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ کے خارج از اسلام ہو ایا نہیں اور نیز فرقہ غیر مقلدین تقلید کو شرک اور مستلزم انتفاء ایمان اور مقلدین کو جن میں بے شمار علماء اور اولیاء بھی داخل ہیں، مشرک اور بے ایمان کہتا و جانتا ہے

جیسا کہ مولوی سعید بنارسی کے رسالہ ہدایۃ المرتاب صفحہ ۱۸ اور ان کے بیٹے ابوالقاسم بنارسی کے رسالہ "الرجوم القدیم صفحہ ۲ اور نیز دیگر علمائے غیر مقلدین کے رسائل سے ظاہر ہے، پس بموجب حدیث صحیح لایرمی رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذٰلک کے یہ خود مشرک اور بے ایمان ہوئے یا نہیں،

(۲) اور نیز اس میں کہ رافضی تبرائی کافر مرتد ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب جواب سوال اول بلاشبہ طائفہ تالفہ غیر مقلدین گمراہ بددین اور بحکم فقہ کفار و مرتدین، جن پر بوجوہ کثیرہ لزوم کفر بین مبین، ہمارے رسائل الکوکبۃ الشہابیہ علٰی کفریات ابی الوھابیہ وسل السیوف الہندیہ علٰی کفریات بابا النجدیہ والنہی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید وغیرہا میں اس کا بیان شافی ووافی۔ یہاں انھیں بعض وجوہ سے کلام کریں جن کی طرف سائل فاضل نے اشارہ کیا، وباللہ التوفیق،

(۱) اللہ عزوجل کے لئے مکان ماننا کفر ہے، بحرالرائق جلد پنجم صفحہ ۱۲۹ میں ہے، یکفر بقولہ یجوز ان یفعل اللہ فعلا لاحکمۃ فیہ وباثبات المکان للہ تعالٰی، فتاوٰی قاضی خاں نو المطابع جلد چہارم صفحہ ۸۸۳ یکون کفرا لان اللہ تعالٰی منزہ عن المکان، فتاوٰی خلاصہ قلمی کتاب الفاظ الکفر فصل ۲، جنس ۲، یکفر لانہ اثبت المکان للہ تعالٰی، فتاوٰی عالمگیری مطبع مصر جلد دوم صفحہ ۱۲۹ یکفر باثبات المکان للہ تعالٰی جامع الفصولین جلد دوم صفحہ ۲۹۸ فتاوٰی ذخیرہ سے۔ قال اللہ تعالٰی فی السماء عالم لو اراد بہ المکان کفر،

(۲) مولٰی عزوجل کے لئے جہت ماننا بھی صریح ضلالت و بددینی ہے اور بہت ائمہ نے تکفیر فرمائی، شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ طبع کلکتہ، صفحہ ۱۵۵ بیان عقاید اہل سنت وجماعت "عقیدۂ سیزدہم آنکہ حق تعالٰی را مکان نیست واورا جہتے از فوق وتحت متصور نیست وہمین ست مذہب اہل سنت وجماعت" امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام طبع مصر صفحہ ۱۵ بعد نقل کلام امام حجۃ الاسلام غزالی، ھذا الکلام ظاہر فی تکفیر القائلین بالجھۃ اسی میں ان کلمات میں جو ہمارے ائمہ کے نزدیک بالاتفاق کفر ہیں، صفحہ ۳۲ پر ہے، او قال اللہ تعالٰی فی السماء عالم او علی العرش وعنی بہ المکان او لیس لہ نیۃ او قال ینظر الینا ویبصرنا من العرش او قال ھو فی السماء او علی الارض او قال لایخلو منہ مکان او قال اللہ فوق وانت تحتہ، اھ ونازعہ ابن حجر فی قولہ لیس لہ نیۃ فقال فی الکفر نظر فضلا عن کونہ متفقا علیہ لان النیۃ القصد وقد ذکر النووی عفا اللہ تعالٰی عنہ فی شرح المہذب انہ یقال قصد اللہ کذا بمعنی اراد فمن قال لیس لہ نیۃ ای قصد فان اراد انہ لیس [illegible] وکذا ان اطلق او اراد انہ لا ارادۃ لہ اصلا فان اراد المعنی الذی تقولہ المعتزلۃ فلا کفر ایضًا وان اراد سلبہا مطلقا لا بالمعنی الذی یقولونہ فھو کفر اھ **اقول** رحم اللہ الشیخ لیس لہ نیۃ من الفاظ الکفر بل ھو عطف علی قولہ عنی بہ المکان او یکفر ان اراد المکان او اطلق ولم ینو شیئًا قال فی البحر الرائق ان قال اللہ فی السماء فان قصد حکایۃ ما جاء فی ظاہر الاخبار لایکفر وان اراد المکان کفر وان لم یکن لہ نیۃ کفر عند الاکثر وھو الاصح وعلیہ الفتوٰی اھ نیز اسی کے فصل کفر متفق علیہ میں ہے، صفحہ ۳۹ او شبھہ تعالٰی بشیئ او وصفہ بالمکان او الجہات،

۳؎ فقہ حنفی کو مطلقا باطل وناحق جاننا تو سخت خبیث وملعون ہے کہ وہ احکام قرآن عظیم واحکام صحاح احادیث پر مشتمل سب سے اہل تر احکام قیاس ہیں، اس کی نسبت فتاوی تاتارخانیہ پھر فتاوی عالمگیریہ جلد دوم صفحہ ۲۷۲ میں ہے، رجل قال قیاس ابی حنیفۃ حق نیست یکفر، ہم نے خاص اس قول کی شرح میں بعونہ تعالی ایک نفیس رسالہ لکھا اور اس میں اسے مشرح ومفصل ومبرہن ومدلل کیا وللہ الحمد،

۴؎ یہیں سے توہین فقہ مبارک کا حکم ظاہر کہ صرف باطل کہنے سے وہ ملعون الفاظ بدرجہا بدتر، زید وعمرو مختلف ہوں کہ بکر اس وقت قائم ہے یا قاعد دونوں میں ایک ضرور باطل ہے، مگر ان میں کوئی موجب دخول دوزخ نہیں، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون منح الروض صفحہ ۲۱۳ کفر باستخفاف کتاب الفقہ۔

۵؎ بعد وضوح صواب وکشف حجاب بحمد الوہاب امامت وولایت وجلالت شان ورفعت مکان حضرات عالیہ ائمہ اربعہ علیہم الرضوان پر امت اجابت کا اجماع منعقد ہولیا خبثائے مبتدعین مثل وہابیہ ورافضیہ وغیر مقلدین امت اجابت سے نہیں کافروں کی طرح امت دعوت سے ہیں، ولہذا اجماع میں ان کا خلاف معتبر نہیں اصول امام اجل فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ مبحث اجماع باب الاہلیۃ صاحب الھوی المشھور بہ لیس من الامۃ علی الاطلاق توضیح طبع قسطنطنیہ جلد دوم صفحہ ۵۰۶ صاحب البدعۃ یدعو الناس الیھا ولیس ھو من الامۃ علی الاطلاق تلویح علامہ تفتازانی صفحہ ومرقاۃ شرح مشکوۃ جلد پنجم صفحہ ۱۵۴ لان المبتدع وان کان من اھل القبلۃ فھو من امۃ الدعوۃ دون المتابعۃ کالکفار، اور اجماع امت بلاشبہ حجت ہے تو حضرات ائمہ اربعہ خصوصا امام الائمہ سراج الامۃ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے امام امت واجلہ اولیائے حضرت عزت سے ہونے کا اب انکار نہ کرے گا، مگر گمراہ بددین یا ملحد بیدین مرتد بالیقین۔ اور بحکم فقہ اس پر لزوم کفر ظاہر ومبین، مجمع الانہر طبع مصر جلد اول صفحہ ۶۳۳ ومنح الروض صفحہ ۲۱۲ من قال لعالم عویلم او لعلوی علیوی قاصدا بہ الاستخفاف کفر، جب ایک عالم کو بنظر تحقیر مولویا کہنے کو کفر فرماتے ہیں تو عالم العلماء امام الائمہ کی نسبت ایسے ہفوات ملعونہ کس درجہ خبیث تر ہیں، اکابر اولیاء فرماتے ہیں کہ ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالی عنہم کا مقام باقی اولیائے کرام کے مقام سے بالیقین بلند وبالا ہے، امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبری جلد اول صفحہ ۱۲ سمعت سیدی علیا المرصفی رحمہ اللہ تعالی یقول اعتقادنا ان اکابر الصحابۃ والتابعین والائمۃ المجتھدین کان مقامھم اکبر من مقام باقی الاولیاء بیقین۔ تو بالیقین امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ وعنہم اعاظم سرداران اولیاء اللہ عزوجل سے ہیں اور اللہ عزوجل فرماتا ہے، من عادی لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان فرمادیا اس سے لڑائی کا، رواہ البخاری فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عن ربہ عزوجل ڈاکوؤں کو فرمایا انما جزاؤ الذین یحاربون اللہ ورسولہ الاٰیۃ جو اللہ ورسول سے لڑتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں، الی آخر الاٰیۃ سود کے بارے میں فرمایا فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ اگر سود نہ چھوڑو تو اعلان کرو اللہ ورسول سے لڑائی کا، لیکن یہاں فرمایا جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے خود میں نے اس سے لڑائی کا اعلان فرمادیا، خود ابتدا فرمانا دلیل واضح ہے کہ عداوت ولی سخت باعث ایذائے رب عزوجل ہے اور رب عزوجل فرماتا ہے، ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ

واعدلھم عذابا مھینا، بیشک وہ جو اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے لعنت فرمائی دنیا و آخرت میں اور ان کے لئے ذلت کا عذاب طیار کر رکھا ہے، ظاہر ہے کہ مسلمان اگرچہ عاصی اگرچہ معاذ اللہ معذب ہو آخرت میں اپنے رب کا ملعون نہیں ورنہ بالآخر رحمت و نعمت و جنت ابدی نہ پاتا اس کی نار نار تطہیر ہے، نہ نار لعنت و ابعاد و تذلیل و تحقیر تو جسے اللہ عزوجل دنیا و آخرت میں ملعون کرے وہ نہ ہوگا مگر کافر اور یہ وہاں ہے کہ بعد وضوح حق براہ عناد ہو جس طرح اب وہابیۂ ناردین اعدائے دین کا حال ہے، قاتلھم اللہ انی یؤفکون ان کے وصف کو ایک حدیث بس ہے کہ دار قطنی و ابو حاتم خزاعی نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اھل البدع کلاب اھل النار گمراہ لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں کتا اور وہ بھی بدترین خلائق دوزخیوں کا جن کو فرمایا، اولٰئک ھم شر البریۃ، وہ تمام مخلوق الٰہی سے بدتر ہیں، کتے سے بدتر، سور سے بدتر سور کے لئے اگر کوئی کتا فرض کیا جائے تو ایسے لوگ سور سے بدتروں کے کتے ہیں، الا لعنۃ اللہ علی الظلمین،

۶ـ بلاشبہ طائفۂ غیر مقلدین اجماع امت کو اصلاً حجت نہیں مانتے بلکہ محض مہمل و نامعتبر جانتے ہیں، صدیق حسن بھوپالی کا مصرع ہے، قیاس فاسد و اجماع بے اثر آمد۔ اور ائمہ کرام و علمائے اعلام حجیت اجماع کو ضروریات دین سے بتاتے اور مخالفت اجماع قطعی کو کفر ٹھہراتے ہیں مواقف قاضی عضد الدین و شرح مواقف علامہ سید شریف طبع استنبول جلد اول صفحہ ۱۵۹ کون الاجماع حجۃ قطعیۃ معلوم بالضرورۃ من الدین، مسلم الثبوت و فواتح الرحموت جلد دوم صفحہ ۲۹۴ الاجماع حجۃ قطعا ویفید العلم الجازم عند جمیع اھل القبلۃ و لایعتد بشرذمۃ من الحمقاء الخوارج والروافض لانھم حادثون بعد الاتفاق یشککون فی ضروریات الدین اصول امام اجل فخر الاسلام بزدوی باب حکم الاجماع فصار الاجماع کاٰیۃ من الکتاب او حدیث متواتر فی وجوب العمل والعلم بہ فیکفر جاحدہ فی الاصل کشف الاسرار امام عبد العزیز بخاری طبع قسطنطنیہ جلد چہارم صفحہ ۲۶۱ یحکم بکفر من انکر اصل الاجماع بان قال لیس الاجماع بحجۃ مسایرہ امام محقق ابن الہمام طبع مصر خاتمہ صفحہ ۹ وبالجملۃ فقد ضم الی التصدیق بالقلب فی تحقق الایمان امور الاخلال بھا اخلال بالایمان اتفاقا کترک السجود للصنم وقتل نبی والاستخفاف بہ ومخالفۃ ما اجمع علیہ وانکارہ بعد العلم بہ، الفصول البدائع فی اصول الشرائع علامہ شمسی فناری طبع استنبول جلد دوم صفحہ ۲۹۴ یکفر جاحد حجیۃ الاجماع مطلقا وھو المذھب عند مشائخنا تلویح جلد دوم صفحہ ۵۱ الاجماع علی مراتب فالاولی بمنزلۃ الاٰیۃ والخبر المتواتر یکفر جاحدہ کشف الاسرار شرح المنار للامام المصنف النسفی طبع مصر جلد دوم صفحہ ۱۱ یکفر جاحدہ کما یکفر جاحد ما ثبت بالکتاب او المتواتر مرآۃ الاصول علامہ مولٰی خسرو طبع مصر جلد دوم صفحہ ۲۷ یکفر منکر حجیۃ الاجماع مطلقا ھو المختار عند مشائخنا،

۷ـ جماعت اسلام سے ان کی مفارقت اسی معنی پر ہے جو نزد فقہائے کرام ان کو خارج از اسلام کرتی ہے کما یظھر بما مر ویاتی وبالتفاصیل المودعۃ فی رسائلنا المذکورۃ تو بلاشبہ بحکم فقہیہ یہ طائفہ حدیث مذکور کے حکم ظاہر میں داخل اور اسلام سے خارج،

۸ـ یہ لوگ تقلید کو مطلقاً شرک و منافی ایمان کہنا، قرآن و حدیث و اجماع امت سب کا انکار اور کفر ہے، کشف اصول بزدوی جلد صفحہ

میں ہے، رجوع العامی الی قول المفتی وجب بالنص والاجماع، فصول البدائع جلد دوم صفہ ۴۳۳ للعامی تقلید المجتہد فی فروع الشریعۃ خلافا للمعتزلۃ بغداد لنا ان علماء الامصار لاینکرون علی العوام الاقتصار علی اقاویلھم فحصل الاجماع قبل حدوث المخالف فواتح الرحموت جلد اول صفہ المقلد یعلم وجوب العمل بقول المجتہد ضرورۃ من الدین او بالتقلید المحض اھ اقول الاول فیمن کان مخالطا للمسلمین والثانی فیمن لم یخالطھم بعد۔

نمبر ۹ بلاشبہ گیارہ سو برس سے عامۂ امت محمدیہ علی صاحبہا وعلیہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ مقلدین ہیں، مقلدوں کو مشرک کہنا عامہ امت مرحومہ کی تکفیر ہے اور یہ بلاریب بحکم ظواہر احادیث وفتوائے ائمۂ فقہ کفر ہے، عالمگیری جلد دوم صفہ ۲۷۸ برجندی شرح نقایہ جلد چہارم صفہ ۶۸ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد اول صفہ ۱۴۰ و صفہ ۱۵۶ جامع الفصولین جلد دوم صفہ ۳۱۱ بزازیہ جلد سوم صفہ ۳۳۱ ردالمحتار جلد سوم صفہ ۲۸۳ درمختار صفہ ۲۹۳ جامع الرموز طبع کلکتہ جلد چہارم صفہ ۶۵۱ مجمع الانہر طبع قسطنطنیہ جلد اول صفہ ۵۷۶ خزانۃ المفتین قلمی، کتاب السیر آخر فصل الفاظ الکفر، نیز ان کتب میں ذخیرۃ الفتاوی وفصول عمادی واحکام علی الدرر وقاضی خاں ونہرالفائق وشرح وہبانیہ وغیرہا سے المختار للفتوی فی جنس ھذہ المسائل ان القائل بمثل ھذہ المقالات ان اراد الشتم ولایعتقدہ کافرا لایکفر وان کان یعتقدہ کافرا فخاطبہ بھذا بناء علی اعتقادہ انہ کافر یکفر۔

نمبر ۶ میں ان کا منکر قیاس ہونا گزرا اور یہ اظہر من الشمس ہے، ولہذا فقہ کے منکر ہیں علمائے کرام فرماتے ہیں قیاس وفقہ کی حجیت بھی ضروریات دین سے ہے تو اس کا انکار ضرور کفر ہونا لازم، کشف البزدوی جلد صفہ قد ثبت بالتواتر ان الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم عملوا بالقیاس وشاع وذاع ذٰلک فیما بینھم من غیر رد وانکار ایضا صفہ انھم کانوا مجمعین علی ذٰلک فیما لانص فیہ وکفی باجماعھم حجۃ ایضا صفہ امام حجۃ الاسلام غزالی سے قد ثبت بالقواطع من جمیع الصحابۃ الاجتہاد والقول بالرای والسکوت عن القائلین بہ وثبت ذٰلک بالتواتر فی وقائع مشھورۃ ولم ینکرھا احد من الامۃ فاورث ذٰلک علما ضروریا فکیف یترک المعلوم ضرورۃ فواتح الرحموت صفہ ۷ الفقہ عبارۃ عن العلم بوجوب العمل وھو قطعی لاریب فیہ ثابت بالاجماع القاطع بل ضروری فی الدین ایضا صفہ ۹ عن ابیہ ملک العلماء عن الدلیل صاحب المسلم القیاس علی تقدیر کونہ فعلا من الفقہ اما ان کان عبارۃ عن المساواۃ المعتبرۃ شرعا فحجیتہ ضروریۃ دینیۃ کما سیصرح فی السنۃ ان حجیتھا ضروریۃ دینیۃ بالجملہ حکم فقہ بلکہ حکم حدیث بھی طائفہ غیر مقلدین پر بوجوہ کثیرہ حکم کفر ہے جسے زیادہ تفصیل پر اطلاع منظور ہو ہمارے رسائل مذکورہ کی طرف رجوع کرے واللہ الہادی۔

جواب سوال دوم بلاشبہ رافضی تبرائی بحکم فقہائے کرام مطلقا کافر مرتد ہے اس مسئلہ کی تحقیق وتفصیل کو ہمارا رسالہ ردالرفضۃ بحمد اللہ کافی ووافی، یہاں دو چار سندوں پر اقتصار، درمختار مطبع ہاشمی صفہ ۳۱۹ کل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولۃ الا الکافر بسبب نبی او الشیخین او احدھما ایضا صفہ ۳۲ من سب الشیخین اوطعن فیھما کفر ولاتقبل توبتہ فتح القدیر شرح ہدایہ مطبع مصر جلد اول صفہ ۱۳۵ فی الروافض من فضل علیا علی الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم فمبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق

او عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فہو کافر فتاوٰی عالمگیری طبع مصر جلد اول صفحہ ۸۴ تجوز الصلٰوۃ خلف صاحب ھوی وبدعۃ و لاتجوز خلف الرافضی وحاصلہ ان کان ھوی لایکفر بہ صاحبہ تجوز الصلٰوۃ خلفہ مع الکراھۃ والافلا ھکذا فی التبیین والخلاصۃ وھو الصحیح ھکذا فی البدائع فتاوٰی خلاصہ طبع لاہور جلد اول صفحہ ۱۰۷ فی الروافض ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق فھو کافر عقود الدریہ طبع مصر جلد اول صفحہ ۹۲ در بارہ روافض اعلم اسعدک اللہ تعالٰی ان ھؤلاء الکفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر ومن توقف فی کفرھم والحادھم فھو کافر مثلھم صفحہ اما الکفر فمن وجوہ منھا انھم یستخفون بالدین ومنھا انھم یھینون العلم والعلماء صفحہ ۹۳ ومنھا انھم یسبون الشیخین سود اللہ وجوھھم فی الدارین صفحہ فمن اتصف بواحدۃ من ھذہ الامور فھو کافر صفحہ اما سب الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما فانہ کسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقال الصدر الشھید من سب الشیخین او لعنھما یکفر ولا تقبل توبتہ واسلامہ صفحہ اجمع علماء الاعصار علی ان من شک فی کفرھم کان کافرا اھ والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ازجونپور ملاٹولہ مرسلہ مولوی عبدالاول صاحب ۶ رمضان مبارک ۳۵ھ

یہ جواب صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح ہو تو اور بھی دلائل سے مبرہن ومزین فرماکر مہر و دستخط سے ممتاز فرمایا جاوے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان ممتحن نے زیر نگرانی دو شخص مسلمان کے پرچہ زباندانی انگریزی سے عربی میں ترجمہ کرنے کے لئے مرتب کیا جس میں سب سے بڑے سوال میں نصف نمبر رکھے تھے، حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخی اور توہین کے فقرات استعمال کئے تاکہ مسلمان طالب علم لامحالہ مجبور ہو کر اپنے قلم سے جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی معصوم ومقدس شان میں بدگوئی لکھیں جو برائے فتوٰی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

"ابن عبداللہ نے اس قبیلہ میں تربیت پائی تھی جو عرب کی اصلی زبان بولنے کے لحاظ سے شریف ترین تھا اور اس کی فصاحت کی سنجیدگی باموقع سکوت پر عمل کرنے سے تصحیح اور ترقی ہوتی رہی باوجود اس فصاحت کے محمد ایک ناخواندہ وحشی تھا بچپن میں اسے نوشت وخواند کی تعلیم نہیں دی گئی تھی، عام جہالت نے اسے شرم اور ملامت سے بری کردیا تھا مگر اس کی زندگی ایک ہستی کے تنگ دائرہ میں محدود تھی اور وہ اس آئینہ سے (جس کے ذریعہ سے ہمارے دلوں پر عقل مندوں اور نامور بہادروں کے خیالات کا عکس پڑتا ہے) محروم رہا تاہم اس کی نظروں کے سامنے ان کتابوں کے اوراق کھلے ہوئے تھے جس میں قدرت اور انسان کا مشاہدہ کرتا کچھ تمدنی اور فلسفی توہمات جو اسے عرب کے مسافر پر محمول کئے جاتے ہیں پیدا ہوگئے تھے۔"

جس شخص نے پرچہ مرتب کیا اور جن لوگوں نے اس کی نظر ثانی کی وہ لوگ بوجہ استعمال الفاظ ناشائستہ جو بلا ضرورت شان حضرت جناب رسالت مآب میں گئے گئے وہ بوجہ اس گستاخی کے دائرہ اسلام سے خارج ہوگئے یا نہیں اور ان کی کیا سزا ہے اور ان کی بابت شرع شریف کا کیا حکم ہے فقط راقم مسلمانان جونپور،

خلاصہ جوابات جونپور

الجواب شخص مذکور فی السوال شرعاً ملعون وکافر ومرتد ہے، فی الاشباہ والنظائر کل کافر تاب فتوبتہ مقبولۃ فی الدنیا والآخرۃ الاجماعۃ الکافر بسب نبی او بسب الشیخین او احدھما، اس روایت سے معلوم ہوا کہ انبیا کی شان میں گستاخی کرنے والا مرتد ہے اور اگر وہ توبہ کرے تو اس کی توبہ بھی مقبول نہیں شفا صفحہ ۳۹۳ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا برا کہنے والا کافر ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے، منجملہ ان علما کے امام مالک اور امام لیث بن سعد مصری اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل وامام ابویوسف وامام محمد وامام زفر وسفیان ثوری واہل کوفہ وامام اوزاعی اور علمائے اسلام مکہ ومدینہ وبغداد ومصر ہیں اور اس میں سے کسی نے بھی شاتم الرسول کے مباح الدم ہونے میں خلاف نہیں کیا واللہ اعلم وکتبہ الفقیر الی اللہ عزوجل عبدالاول الحنفی الجونپوری ۱۳ / شعبان ۳۵ھ [عبدالاول بن علی جون پوری ۱۳۰۲]

ساب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کافر ہے، بغیر تجدید ایمان کے اس کا توبہ نہیں قبول ہوگا، صحیح یہ ہے کہ تجدید ایمان کے بعد سزائے قتل نہ ہوگی جیسا کہ تنقیح حامدیہ میں ہے ہاں اگر وہ مرتد توبہ نصوح کرے اور پھر سے ایمان لائے اور اپنا اسلام اور حال ٹھیک رکھے تو اس کی توبہ قبول ہونے پر بھی صاف نہ چھوڑا جائے گا بلکہ تعزیر وحبس کا مستحق ہوگا جیسا کہ تنقیح میں ہے ویکتفی بالتعزیر والحبس تأدیبا، رقمہ راجی رحمۃ رب العباد محمد حماد نجل الشیخ عبدالاول الحنفی الجونپوری ۲۵ / شعبان ۳۵ھ

ساب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قطعی دین سے خارج ومرتد ہوجاتا ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز مجدد خلیفہ راشد کا یہی مذہب ہے کہ ساب رسول کو سزائے قتل دی جائے مگر جب کہ تجدید ایمان وحسن اسلام لائے، حررہ عبدالباطن بن مولانا الشیخ عبدالاول الجونفوری۔

الجواب رب انی اعوذ بک من ھمزات الشیطن واعوذ بک رب ان یحضرون ○ والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم ○ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذابا مھینا ○ الا لعنۃ اللہ علی الظالمین ○ ان نام کے مسلمان کہلانے والوں میں جس شخص نے وہ ملعون پرچہ مرتب کیا وہ کافر مرتد ہے جس جس نے اس پر نظر ثانی کرکے برقرار رکھا وہ کافر مرتد جس جس کی نگرانی میں طیار ہوا وہ کافر مرتد طلبہ میں جو کلمہ گو تھے اور انھوں نے بخوشی اس ملعون عبارت کا ترجمہ کیا اپنے نبی کی توہین پر راضی ہوئے یا اسے ہلکا جانا یا اسے اپنے نمبر گھٹنے یا پاس نہ ہونے سے آسان سمجھا وہ سب بھی کافر مرتد بالغ ہوں خواہ نابالغ۔ ان چاروں فریق میں ہر شخص سے مسلمانوں کو سلام کلام حرام، میل جول حرام، نشست برخاست حرام، بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام، اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اس پر نماز پڑھنا حرام، اس کا جنازہ اٹھانا حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، مسلمانوں کی طرح اس کی قبر بنانا حرام، اسے مٹی دینا حرام، اس پر فاتحہ حرام، اسے کوئی ثواب پہنچانا حرام بلکہ خود کفر وقاطع اسلام، جب ان میں کوئی مرجائے اس کے اعزہ اقربا مسلمین اگر حکم شرع مانیں تو اس کی لاش دفع عفونت کے لئے مردار کتے کی طرح بھنگی چماروں سے ٹھیلے میں اٹھوا کر کسی تنگ گڑھے میں ڈلوا کر اوپر سے آگ پتھر جو چاہیں پھینک پھینک کر پاٹ دیں کہ اس کی بدبو سے ایذا نہ ہو یہ احکام ان سب کے لئے عام ہیں اور جو جو ان میں نکاح کئے ہوئے ہوں ان سب کی جورویں ان کے نکاحوں سے نکل گئیں اب اگر قربت ہوگی حرام حرام

وزنائے خالص ہوگی اور اس سے جو اولاد پیدا ہوگی ولدالزنا ہوگی، عورتوں کو شرعاً اختیار ہے کہ عدت گزر جانے پر جس سے چاہیں نکاح کرلیں ان میں جسے ہدایت ہو اور توبہ کرے اور اپنے کفر کا اقرار کرتا ہو! پھر مسلمان ہو اس وقت یہ احکام جو اس کی موت سے متعلق تھے منتہی ہوں گے اور وہ ممانعت جو اس سے میل جول کی تھی جب بھی باقی رہے گی یہاں تک کہ اس کے حال سے صدق ندامت وخلوص توبہ وصحت اسلام ظاہر و روشن ہو مگر عورتیں اس سے بھی نکاح میں واپس نہیں آسکتیں انھیں اب بھی اختیار ہوگا کہ چاہیں تو دوسرے سے نکاح کرلیں یا کسی سے نہ کریں ان پر کوئی جبر نہیں پہنچتا ہاں ان کی مرضی ہو تو بعد اسلام ان سے بھی نکاح کرسکیں گی۔ شفا شریف صفحہ ۳۲۱ اجمع العلماء ان شاتم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المنتقص لہ کافر والوعید جار علیہ بعذاب اللہ تعالٰی ومن شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر، یعنی اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے بیشک وہ بھی کافر ہوگیا، نسیم الریاض جلد چہارم صفحہ ۳۸۱ میں امام ابن حجر مکی سے ہے، ماصرح بہ من کفر الساب والشاك فی کفرہ ھو ما علیہ ائمتنا وغیرھم یعنی جو یہ ارشاد فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر اور جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ کافر یہی مذہب ہمارے ائمہ وغیرہم کا ہے، وجیز امام کردری جلد ۳ صفحہ ۳۲۱ لوارتد والعیاذ باللہ تعالٰی تحرم امرأتہ ویجدد النکاح بعد اسلامہ والمولود بینہما قبل تجدید النکاح بالوطئ بعد التکلم بکلمۃ الکفر ولد زنا ثم ان اتی بکلمۃ الشھادۃ علی العادۃ لایجدیہ مالم یرجع عما قالہ لان باتیانہما علی العادۃ لایرتفع الکفر اذا سب الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوواحدا من الانبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام فلاتوبۃ لہ واذا شتمہ علیہ الصلٰوۃ والسلام سکران لایعفی واجمع العلماء ان شاتمہ کافر ومن شك فی عذابہ وکفرہ کفر اھ ملتقطا کالکثر الاوانی للاختصار یعنی جو شخص معاذ اللہ مرتد ہوجائے اس کی عورت حرام ہوجاتی ہے، پھر اسلام لائے تو اس سے جدید نکاح کیا جائے اس سے پہلے اس کلمۂ کفر کے بعد کی صحبت سے جو بچہ ہوگا حرامی ہوگا اور یہ شخص اگر عادت کے طور پر کلمۂ شہادت پڑھتا رہے کچھ فائدہ نہ دے گا جب تک اپنے اس کفر سے توبہ نہ کرے کہ عادت کے طور پر مرتد کے کلمہ پڑھنے سے اس کا کفر نہیں جاتا اور جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے دنیا میں بعد توبہ بھی اسے سزا دی جائے گی یہاں تک کہ اگر نشہ کی بیہوشی میں کلمۂ گستاخی بکا جب بھی معافی نہ دیں گے اور تمام علمائے امت کا اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور کافر بھی ایسا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق جلد چہارم صفحہ ۴۰۷ کل من ابغض رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقلبہ کان مرتدا فالساب بطریق اولٰی وان سب سکران لایعفی عنہ، یعنی جس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کینہ ہو وہ مرتد ہے تو گستاخی کرنے والا بدرجۂ اولٰی کافر ہے اور اگر نشہ بلا اکراہ پیا اور اس حالت میں کلمۂ گستاخی بکا جب بھی معاف نہ کیا جائیگا۔ بحرالرائق جلد پنجم صفحہ ۱۳۵ میں بعینہ کلام مذکور ذکر کرکے صفحہ ۱۳۶ پر فرمایا سب واحدا من الانبیاء کذلك فلا یفید الانکار مع البینۃ لانا نجعل انکار الردۃ توبۃ ان کانت مقبولۃ، یعنی کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے یہی حکم ہے کہ اسے معافی نہ دیں گے اور بعد ثبوت اس کا انکار فائدہ نہ دے گا کہ مرتد کا ارتداد سے مکرنا تو دفع سزا کے لئے وہاں توبہ قرار پاتا ہے جہاں توبہ سنی جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم

خواہ کسی نبی کی شان میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں اس سے یہاں اصلاً معافی نہ دیں گے، درر الحکام علامہ مولٰی خسرو جلد اول صفہ ۲۹۹ اذا سبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او واحد امن الانبیاء صلوات اللہ تعالٰی علیہم اجمعین مسلم فلا توبۃ لہ اصلا واجمع العلماء ان شاتمہ کافر ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر، یعنی اگر کوئی شخص مسلمان کہلا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اسے ہرگز معافی نہ دیں گے اور تمام علمائے امت مرحومہ کا اجماع ہے اس پر کہ وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، غنیۃ ذوی الاحکام صفہ ۳۰۱ محل قبول توبۃ المرتد مالم تکن ردتہ بسب النبی او ببغضہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان کان بہ لاتقبل توبتہ سواء جاء تائبا من نفسہ او شہد علیہ بذٰلک بخلاف غیرہ من المکفرات، یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں ہر طرح کے مرتد کو بعد توبہ معافی دینے کا حکم ہے مگر اس کافر مرتد کے لئے اس کی اجازت نہیں، اشباہ والنظائر قلمی، باب الردۃ، لاتصح ردۃ السکران الا الردۃ بسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ لایعفی عنہ وکذا فی البزازیۃ وحکم الردۃ بینونۃ امرأتہ مطلقا (ای سواء رجع اولم یرجع اھ غمز العیون) واذا مات علی ردتہ لم یدفن فی مقابر المسلمین ولا اہل ملۃ وانما یلقی فی حفرۃ کالکلب والمرتد اقبح کفرا من الکافر الاصلی واذا شہدوا علی مسلم بالردۃ وہو منکر لایتعرض لہ لا لتکذیب الشہود العدول بل لان انکارہ توبۃ ورجوع فتثبت الاحکام التی للمرتد مالتاب من حبط الاعمال وبینونۃ الزوجۃ وقولہ لایتعرض لہ انما ہو فی مرتد تقبل توبتہ فی الدنیا لا الردۃ بسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھ الاولٰی تنکیر النبی کما عبر بہ فیما سبق اھ غمز العیون یعنی نشہ کی بیہوشی میں اگر کسی سے کفر کی کوئی بات نکل جائے اسے بوجہ بیہوشی کافر نہ کہیں گے نہ سزائے کفر دیں گے مگر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی وہ کفر ہے کہ نشہ کی بیہوشی سے بھی صادر ہوا تو اسے معافی نہ دیں گے، اور معاذ اللہ ارتداد کا حکم یہ ہے کہ اس کی عورت فوراً اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے اگرچہ بعد کو پھر اسلام لائے جب بھی عورت نکاح میں واپس نہ جائے گی اور جب وہ اسی ارتداد پر مرجائے والعیاذ باللہ تعالٰی تو اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنے کی اجازت نہیں نہ کسی ملت والے مثلاً یہودی یا نصرانی کے گورستان میں دفن کیا جائے وہ تو کتے کی طرح کسی گڑھے میں پھینک دیا جائے مرتد کا کفر اصلی کافر کے کفر سے بدتر ہے اور اگر کسی مسلمان پر گواہان عادل شہادت دیں کہ یہ فلاں قول یا فعل کے سبب مرتد ہوگیا اور وہ اس سے انکار کرتا ہو تو اس سے تعرض نہ کریں گے نہ اس لئے کہ گواہان عادل کو جھوٹا ٹھہرایا بلکہ اس لئے کہ اس کا مکرنا اس کفر سے توبہ و رجوع سمجھیں گے ولہٰذا گواہان عادل کی گواہی اور اس کے انکار سے یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ وہ شخص مرتد ہوگیا تھا، اور اب توبہ کرلی تو مرتد تائب کے احکام اس پر جاری کریں گے کہ اس کے تمام اعمال حبط ہوگئے اور جورو نکاح سے باہر باقی سزا نہ دی جائیگی مگر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کہ یہ وہ کفر ہے جس کی سزا سے دنیا میں بعد توبہ بھی معافی نہیں یونہی کسی نبی کی شان میں گستاخی علیہم الصلاۃ والسلام، فتاوٰی خیریہ، علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار جلد اول صفہ ۹۵ من سب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ مرتد وحکمہ حکم المرتدین ویفعل بہ مایفعل بالمرتدین ولاتوبۃ لہ اصلا واجمع العلماء انہ کافر ومن شک فی کفرہ کفر اھ ملتقطا جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان کریم میں گستاخی کرے وہ مرتد ہے، اس کا وہی حکم ہے جو

مرتدوں کا ہے اس سے وہی برتاؤ کیا جائے گا جو مرتدوں سے کرنے کا حکم ہے اور اسے دنیا میں کسی طرح معافی نہ دیں گے اور باجماع تمام علمائے امت وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر جلد اول صفحہ ۶۱۸ اذا سبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او واحد امن الانبیاء مسلم ولو سکران فلا توبۃ لہ تنجیہ کالزندیق ومن شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر، یعنی جو مسلمان کہلا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اگرچہ نشہ کی حالت میں تو اس کی توبہ پر بھی دنیا میں اسے معافی نہ دیں گے جیسے دہریئے بے دین کی توبہ نہ سنی جائے گی اور جو شخص اس گستاخی کرنے والے کے کفر میں شک لائے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا، ذخیرۃ العقبٰی، علامہ اخی یوسف صفحہ ۲۴۱ قد اجمعت الامۃ علی ان الاستخفاف بنبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبای نبی کان علیہم الصلٰوۃ والسلام کفر سواء فعلہ علی ذالک مستحلا امر فعلہ معتقد الحرمتہ ولیس بین العلماء خلاف فی ذالک ومن شک فی کفرہ وعذابہ کفر، یعنی بیشک تمام امت مرحومہ کا اجماع ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خواہ کسی نبی کی تنقیص شان کرنے والا کافر ہے، خواہ اسے حلال جان کر اس کا مرتکب ہوا ہو یا حرام جان کر بہر حال جمیع علماء کے نزدیک کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔ ایضاً صفحہ ۲۴۲ لا یغسل ولا یصلی علیہ ولا یکفن اما اذا تاب وتبرأ عن الارتداد ودخل فی دین الاسلام ثم مات غسل وکفن وصلی علیہ ودفن فی مقابر المسلمین، یعنی وہ گستاخی کرنے والا جب مرجائے تو نہ انھیں غسل دیں نہ کفن دیں نہ اس پر نماز پڑھیں ہاں اگر توبہ کرے اور اپنے اس کفر سے برأت کرے اور دین اسلام میں داخل ہو اس کے بعد مرجائے تو غسل کفن، نماز، مقابر مسلمین میں دفن سب کچھ ہوگا، تنویر الابصار، شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی، کل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولۃ الا الکافر بسب نبی الخ یعنی ہر مرتد کی توبہ قبول ہے مگر کسی نبی کی شان میں گستاخی کرنے والا ایسا کافر ہے تو دنیا میں سزا سے بچانے کے لئے اس کی توبہ بھی قبول نہیں، درمختار، الکافر بسب نبی من الانبیاء لاتقبل توبتہ مطلقا ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر، یعنی کسی نبی کی توہین کرنا ایسا کفر ہے جس پر کسی طرح معافی نہ دیں گے اور جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے خود کافر ہے، کتاب الخراج سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ صفحہ ۱۸۲ قال ابو یوسف وایما رجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ تعالٰی وبانت منہ زوجتہ، یعنی جو شخص کلمہ گو ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو برا کہے یا تکذیب کرے یا کوئی عیب لگائے یا شان گھٹائے وہ بلاشبہ کافر ہو گیا اور اس کی عورت نکاح سے نکل گئی، بالجملہ اشخاص مذکورین کے کفر وارتداد میں اصلاً شک نہیں، دربارۂ اسلام ورفع دیگر احکام ان کی توبہ اگر سچے دل سے ہو ضرور مقبول ہے، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ سلطان اسلام انھیں بعد توبہ واسلام صرف تعزیر دے یا اب بھی سزائے موت دے وہ جو بزازیہ اور اس کے بعد کی بہت کتب معتمدہ میں ہے کہ اس کی توبہ مقبول نہیں اس کے یہی معنی ہیں اور اس کی بحث یہاں بیکار ہے، کہاں سلطان اسلام اور کہاں سزائے موت کے احکام، صدہا خبیث اخبث ملعون انجس ہیں کہ کلمہ گو بلکہ اعلٰی درجہ کے مسلمان مفتی واعظ مدرس، شیخ بن کر اللہ و رسول کے جناب میں منہ بھر بھر کر ملعونات بکتے لکھتے چھاپتے ہیں اور ان سے کوئی لوکنے والا نہیں اور اگر انھیں ٹوکیئے تو نہ صرف ان کے بلکہ بڑے بڑے مہذب بننے والے مسلمانوں کے نزدیک یہ بے تہذیبی وتشدد ہو، فانظر الٰی آثار مقت اللہ الغیور کیف انقلبت القلوب وانعکست الاموا

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ○ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از کوہ کسولی مرسلہ منشی نور محمد صاحب عرائض نویس کچہری ۱۹ رمضان شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اہل اسلام ایک مکان میں ختم شریف پڑھ رہے تھے ختم مذکور میں یہ بیت بھی پڑھی گئی ؎

عفو کن خطایا حیات النبی　　مری کر شفیع یا حیات النبی

ایک شخص شریک مجمع مذکور منصب امامت رکھتا تھا، بضرورت ادائیگی نماز مغرب وہاں سے چلا گیا اور بعد نماز مغرب چند اہل اسلام کے سامنے یہ مسئلہ بیان کیا کہ امداد سوائے ذات باری تعالٰی کے کسی سے نہیں مانگنا چاہئے جیسا کہ لوگ کہا کرتے ہیں ؎

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن　　در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبد القادرا

ایسا کہنا شرعاً جائز نہیں، دوسرے وقت میں شعر مندرجہ بالا پر بحث چھڑی تو پیش امام موصوف نے یہ بھی بیان کیا کہ رسول اللہ سے بھی کوئی استعانت نہیں مانگنا چاہئے کیونکہ وفات پاگئے ہیں اور مردہ ہیں یہ سن کر ایک شخص نے پیش امام موصوف کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کردی اور اپنے علیحدہ مکان میں مسجد قرار دے کر بشمولیت چند مردمان اہل اسلام جمعہ و دیگر نمازیں پڑھنی شروع کردیں، پیش امام مذکور نے اپنی بے ادبی و گستاخی معلوم کرکے معترض و دیگر مردمان کے سامنے توبہ کرلی اور معافی کا بھی خواستگار ہوا مگر معترض نے اسے معاف نہیں کیا اور بدستور اپنے اصرار پر قائم ہے، پیش امام مذکور نے یہ کہا کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعالم حیات ہمارے سامنے بھی موجود ہوں تو آپ اختیار سے بھی کوئی کام نہیں کرسکتے حالانکہ بظاہر وفات پاگئے ہیں، میرا اس پر ایمان ہے اور لفظ مردہ جو میری زبان سے نکلا میں اس کے لئے توبہ کرتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں، اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ پیش امام مذکور کی امامت جائز ہے یا نہیں اور شخص معترض کی نماز مسجد سے علیحدہ اس کے اپنے گھر میں ادا ہوجاتی ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب یہ سوال پہلے بھی آیا اور دارالافتاء سے جواب گیا، جواب اب بھی وہی ہے، اگرچہ سوال میں بہت الفاظ شیطانی کم ہیں آخر یہ تو خود پیش امام نے اقرار کیا کہ اس نے شان اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بے ادبی و گستاخی کی، یہی کفر ہے اور اس کی معافی معترض سے چاہنا عجیب ہے، گستاخی کرے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں اور معافی چاہے زید و عمرو سے، سائل کہتا ہے، مگر معترض نے اسے معاف نہ کیا، سبحان اللہ معترض اس کا معاف کرنے والا کون اسے کیا اختیار تھا کہ گستاخی کی جائے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں اور یہ معاف کردے، گویا یہ کہے کہ اگرچہ تو نے میرے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو برا کہا مگر میں اس کی پرواہ نہیں کرتا، میں نے کہا بے کہا کردیا، معترض اگر ایسا کہتا تو اسے خود اپنے ایمان کے لالے پڑتے، زید کا حق عمرو، عمرو کا حق زید معاف نہیں کرسکتا، وہ بے ادب کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں گرفتار ہو اسے زید و عمرو کیونکر معاف کردیں، درمختار میں ہے، الکافر بسب نبی من الانبیاء لاتقبل توبتہ مطلقا ولو سب اللہ تعالٰی قبلت لانہ حق اللہ تعالٰی والاول حق عبد لایزول بالتوبۃ ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر، انکار استمداد و استعانت اور وہ بھی خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اور وہ بھی اس ملعون خیال پر کہ مردہ ہیں ان پر تو شخص مذکور اب بھی قائم ہے ایک لفظ مردہ کو اس کے معنی سے تبدیل کرتا ہے یہ تمام عقائد و خیالات وہابیہ کے ہیں اور وہابیہ کی امامت ہرگز جائز نہیں،

اور ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے، فتح القدیر میں ہے، روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم ان الصلاۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز اھ وقد حققناہ بما لامزید علیہ فی "النھی الاکید"۔ جس مسلمان نے وہ کلمات سن کر اس کے پیچھے نماز سے احتراز کے لئے اپنے مکان کو مسجد کرکے اس میں جمعہ و جماعت شروع کردی اس کے لئے اللہ عزوجل کے یہاں اجر عظیم ہے، ان شاء اللہ الکریم، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از موضع گلان پور ڈاکخانہ رام کولا ضلع سارن مرسلہ محمد اسحاق صاحب ۳۰ رشوال ۱۳۳۵ھ

ایک استفتا جو حضور میں بیش ہے دیوبند گیا تھا، فقط قرآن شریف کا حوالہ ہے وہ ہم لوگ دیہاتی سمجھ نہیں سکتے کہ جب آدمی مرتد ہوجائے تو اس کا کفارہ کیا ہے، لہذا التماس حضور میں ہے کہ جواب سے پورے طور سے خلاصہ مطلع فرمائیں کہ کفارہ کیا ہے کس قدر ہونا چاہئے۔

الجواب کفارہ ان گناہوں میں رکھا گیا ہے، جن کا معاذ اللہ اس سے ہوجائے اور جو گناہ حد سے گزرے ہوئے ہیں ان کے لئے کفارہ نہیں ہوتا، مثلاً صحیح مقیم بلا عذر شرعی ماہ مبارک کا ادا روزہ جس کی نیت رات سے کی ہو دوا یا غذا یا جماع سے قصداً بلا اکراہ توڑ دے تو اس کا کفارہ ہے اور سرے سے رکھے ہی نہیں کہ یہ جرم اعظم ہے اس کا کوئی کفارہ نہیں مگر توبہ اور اس روز کی قضا یوہیں اگر معاذ اللہ کسی مسلمان کے ہاتھ سے کوئی مسلمان براہ خطا مارا جائے مثلاً شکار پر فائر کرے اور اس کے لگ جائے تو اس کا کفارہ ہے لیکن اگر عیاذاً باللہ اگر قصداً قتل کرے کہ یہ جرم اعظم ہے اس کا کوئی کفارہ نہیں مگر توبہ و قصاص۔ معاذ اللہ مرتد ہونا سب سے بدتر جرم ہے اس کا کیا کفارہ ہوسکتا، مگر توبہ و اسلام اور اگر توبہ نہ کرے اور اسلام نہ لائے تو دنیا میں سلطان اسلام کے یہاں اس کی سزا قتل ہے اور آخرت میں ابد الآباد کے لئے جہنم، والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ اعلم۔

آپ نے علمائے کرام حرمین شریفین کا مبارک فتوٰی حسام الحرمین شاید نہ دیکھا اب دیکھئے اور ضرور دیکھئے مطبع اہل سنت وجماعت بریلی سے ملتا ہے اس میں علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ دیوبندی عقیدے والے خود کافر مرتد ہیں پھر ان کو عالم جاننا اور ان سے فتوٰی پوچھنا کیونکر حلال ہوسکتا ہے، احتیاط فرض ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بل قاضی مرسلہ منشی محمد عنایت رسول صاحب ۹ رشوال المکرم ۱۳۳۵ھ

ایسے گروہ کے باب میں جو بظاہر مسلمان ہوکے اپنے خاندان کو خاندان رسالت پر فضیلت دیتے، حسب و نسب میں ہر طرح اپنے کو نجیب گردانے اور کہے کہ دیکھو رسول اللہ کس نسل سے ہیں، حضرت ہاجرہ کون تھیں، حضرت سارہ کی کنیز تھیں کہ نہیں اور تائید میں اس کے قول نصرانی مؤرخ کا پیش کرے اور بعض کو اولاد فاطمہ سے لونڈی بچا کہے اور سادات زمانہ کو قابل تعظیم و تکریم نہ جانے بلکہ ان کی توہین، و تہجین و تذلیل اور ان پر سب و شتم اور ایذا رسانی کو جائز و مباح سمجھے اور عامل ایسے شائع اعمال کا ہو، مسلمانوں کو ایسے گروہ کے ساتھ کھانا پینا، مناکحت و موالات ان کی مجالس و محافل میں شرکت جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب ایسا شخص گمراہ، بددین، مسخرۂ شیاطین ہے، بلکہ اس پر حکم کفر کا لزوم ہے، مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے میل جول مناکحت درکنار ان کے پاس بیٹھنا منع ہے، قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین، مجمع الانہر میں ہے، الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال للعالم عویلم اولعلوی علیوی قاصدا بہ الاستخفاف کفر، یعنی سادات وعلماء

کی توہین کفر ہے اور جو بنظر توہین کسی عالم کو مولویا یا سید کو میروا کہے وہ کافر ہو جائے گا، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مرسلہ جناب قاضی ارشاد احمد صاحب از بیسل پور ضلع پیلی بھیت ۱۵/ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

ایک واعظ صاحب نے یہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم وحی کہاں سے اور کس طرح لاتے ہو آپ نے جواب عرض کیا کہ ایک پردہ سے آواز آتی ہے آپ نے دریافت فرمایا کہ کبھی تم نے پردہ اٹھا کر دیکھا انھوں نے جواب دیا کہ میری یہ مجال نہیں کہ پردہ کو اٹھاؤں آپ نے فرمایا کہ اب کی مرتبہ پردہ اٹھا کر دیکھنا حضرت جبرئیل نے ایسا ہی کیا، کیا دیکھتے ہیں کہ پردہ کے اندر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں اور عمامہ سر پر باندھے ہیں اور سامنے شیشہ رکھا ہے اور فرما رہے ہیں کہ میرے بندے کو یہ ہدایت کرنا یہ روایت کہاں تک صحیح ہے اگر غلط ہے تو اس کا بیان کرنے والا کس حکم کے تحت میں داخل ہے،

الجواب یہ روایت محض جھوٹ اور کذب و افترا ہے اور اس کا بیان کرنے والا ابلیس کا مسخرہ اور اگر اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہے تو صریح کافر، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ ملا محمد رمضان پیش امام مسجد نیا پورہ ۲۰/ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

(۱) اول عبدالقادر جس نے یہ کلمات کہے ہیں وہ کافر ہے یا نہیں اگر کوئی اس کے کفر میں شک کرے اس کے واسطے کیا حکم ہے،

(۲) قاضی صاحب شہر یا دیگر مسلمان جو عبدالقادر کے معاون اور مددگار ہیں اور اس کو مسلمان سمجھتے ہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور دینی اور دنیوی مراسم میں تعلق رکھتے ہیں ان کے واسطے کیا حکم ہے،

(۳) عبدالقادر کے گروہ میں سے جن لوگوں کا ہمارے گروہ سے زن و شو کا تعلق ہے، یعنی زوجہ اس گروہ کی ہے اور زوج اس گروہ کا ہے اسی طرح زوج اس گروہ کا ہے اور زوجہ اس گروہ کی ہے اور وہ لوگ یعنی ہر دو فریق اپنے اپنے عقیدہ پر قائم ہیں تو ایسی صورت میں ان کا نکاح شرعاً قائم رہتا ہے یا نہیں،

(۴) قاضی صاحب شہر سے یہ کہا گیا کہ تم عبدالقادر جس نے توہین کی ہے اس کو کیا سمجھتے ہو قاضی صاحب شہر یہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرنے والے کو کافر سمجھتا ہوں مگر عبدالقادر کے پیچھے نماز ضرور پڑھوں گا، اس سے یہ مطلب کہ عبدالقادر سے اسلامی مراسم منقطع نہ کروں گا، حالانکہ قاضی صاحب کے روبرو عبدالقادر کے توہینی الفاظ کہنے کے بابت شہادتیں پیش کر دی گئیں اور ان کے سامنے چار مسلمانوں نے گواہی دی کہ ہمارے روبرو عبدالقادر نے یہ الفاظ وعظ میں کہے اور پھر حسب خواہش قاضی صاحب علماء کے فتوے بھی پیش کر دیئے، ایسی حالت میں قاضی صاحب شہر کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان سے نکاح پڑھوانا جائز ہے یا نہیں،

(۵) ایک شخص نے علی الاعلان توبہ کی اس پر کفر کا فتوی منگوایا اور اس مسلمان کو کافر کہا ایسے شخص کی بابت کیا حکم ہے،

الجواب (۱و۲) صورت مستفسرہ میں بلاشبہ اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کی اور بلاشبہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرے کافر ہے اور بلاشبہ جو اس امر پر مطلع ہو کر اسے قابل امامت جانے اس کے پیچھے نماز پڑھے بلکہ وہ بھی جو اسے مسلمان جانے بلکہ وہ بھی جو اس کے کفر میں شک کرے سب کافر و مرتد ہیں، شفا شریف، امام قاضی عیاض و وجیز امام شمس الائمہ کردری و ذخیرۃ العقبٰی

ومجمع الانہر و در مختار وغیرہا میں ہے، من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔

م۳ جو مرد اس عقیدہ پر ہوں یا اس پر مطلع ہو کر اس عقیدہ والے کو کافر نہ جانتے ہوں ان سب کے نکاح ٹوٹ گئے، عورتیں ان سے اپنے مہر کا فی الحال مطالبہ کرسکتی ہیں اور بعد عدت جس سے چاہیں اپنا نکاح کرسکتی ہیں، اور عورتوں میں جو کوئی اس حقیقت حال سے آگاہ ہو اور جان بوجھ کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافرہ ہوگئی، مگر حسب روایت مفتی بہا اپنے شوہر مسلمان کے نکاح سے نہ نکلے گی نہ اسے اختیار ہوگا کہ دوسرے سے نکاح کرے ہاں ان کے شوہروں کو جائز نہ ہوگا کہ انھیں ہاتھ لگائیں جب تک وہ تائب ہو کر پھر اسلام نہ لائیں۔

م۴ قاضی مذکور کے سامنے شہادتیں پیش ہونے کا کیا ذکر جب کہ سوال میں مذکور کہ سورہ والضحیٰ شریف دکھا کر وہ الفاظ قاضی کے سامنے کہے اس صورت میں قاضی خود اس شخص کا ان احکام میں شریک ہے، اس کے پیچھے نماز محض باطل اور اس سے میل جول حرام اور اس سے نکاح پڑھوانا جائز نہیں۔

م۵ جو شخص توبہ کرچکا ہو اس پر کفر کا فتوی منگانا سخت عذاب کا استحقاق ہے اور مسلمان کو بلاوجہ کافر کہنے پر حدیث صحیح میں ارشاد فرمایا کہ وہ کہنا اس کہنے والے ہی پر پلٹ آئے گا، یعنی جب کہ بروجہ اعتقاد ہو اور بروجہ سب و دشنام تو اشد کبیرہ، واللہ تعالٰی اعلم، اور زیادہ تفصیل ہمارے فتاوی میں ہے،

مسئلہ از ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ ملا محمد رمضان پیش امام مسجد ضاپورہ مورخہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ عبدالقادر نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کی ہے اور اس پر علماء کا فتوی کفر کا آچکا ہے اور وہ توبہ سے انکار کرتا ہے اس کا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں، اور اس کے بھائی بھتیجے اس کو مسلمان سمجھتے ہیں اور اس کے معاون ہیں ان کا نکاح بھی عندالشرع ٹوٹ گیا یا نہیں اور اگر ٹوٹ گیا ہے تو ان کی مطلقہ بیویوں کا نکاح دوسرے مسلمانوں سے جائز ہے یا نہیں اور وہ مطلقہ بیویاں مہر کی لین دار ہیں یا نہیں اس کا جواب بحوالہ کتب معتبرہ عطا فرمایا جائے، عنداللہ ماجور ہوں گے،

الجواب جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرے یقیناً کافر ہے اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی، اور جو اس کی توہین پر مطلع ہو کر اسے مسلمان جانے وہ بھی کافر ہے ایسے جتنے لوگ ہوں خواہ توہین کرنے والوں کے عزیز قریب ہوں یا غیر ان سب کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں اور فی الحال اپنے مہر کا مطالبہ کرسکتی ہیں، ان عورتوں کو اختیار ہے کہ عدت کے بعد جس مسلمان سے چاہیں نکاح کرلیں، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از ہوڈل ضلع گوڑگانوہ مرسلہ عبداللہ شاہ،

معظم ومکرم قدوۃ الفضلا فضلا نا مولانا اولانا بنا حادیث مصطفوی جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام فیوضہ، بعد سلام مسنون، کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی بنام زید اور چند مسلمان امی اس کے ہمراہ ایک پادری مذہب عیسوی کے مکان پر نشست برخاست ایک وقت معین پر پادری صاحب کے مکان پر ہوا کرتی ہے، بروقت نشست پادری صاحب کے یہاں کا خورد ونوش میں شریک ہوتے ہیں، یعنی پان وچائے وغیرہ خاص پادری صاحب کے مکان کا بنا ہوا کھاتے پیتے ہیں اور گفتگو وغیرہ میں یہاں تک نوبت ہوتی ہے کہ جناب سرور کائنات محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں لفظ بے ادبانہ وہ پادری کہتا ہے، یہاں تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

کی شان میں افک و بہتان تک نوبت پہنچی ہے اور حضرت زینب و زید کی شان میں لفظ گستاخانہ کرتا ہے۔ اب دوسرے مسلمان اس مولوی سے کہتے ہیں کہ پادری کے یہاں کا اکل و شرب اچھا نہیں تو وہ یہ جواب دیتا ہے کہ کچھ ہرج نہیں اور ہمارے ایمان میں کوئی فرق اور خلل نہیں آتا ہے، اگر فرق آتا ہو تو ہم کو قرآن و حدیث سے ثبوت دو، جناب مفتی صاحب یہ امر طلب ہے، آیا اس مولوی کے ایمان میں خلل و فرق آیا وہ اور اس مولوی کے پیچھے اقتدا جائز ہے یا نہ اور کوئی گناہ ہے یا نہ اور گناہ کیسا ہے، صغیرہ و کبیرہ، بینوا توجروا۔

الجواب اس نام کے مولوی کے ایمان میں اگر فرق نہ ہوتا تو وہ ایسے جلسوں میں شریک نہ ہو سکتا، جن میں اللہ و رسول کے ساتھ استہزا و طعن کئے جاتے ہیں وہ ثبوت مانگتا ہے اسے اگر ایمان احکام کی خبر ہوتی تو جانتا کہ قرآن عظیم اس صورت میں اس کے مثل نصارٰی ہونے کا فتوٰی دے رہا ہے، قال اللہ تعالٰی بشر المنفقین بان لھم عذابا الیما ○ الذین یتخذون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا ○ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیت اللہ یکفر بھا و یستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم ان اللہ جامع المنفقین والکفرین فی جھنم جمیعا ○ خوشخبری دو منافقوں کو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے، وہ جو کافروں کو دوست بناتے ہیں، مسلمانوں کے سوا کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں، عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے اور بیشک وہ تم پر کتاب میں حکم اتار چکا ہے کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں نہ پڑیں اگر تم ان کے پاس بیٹھے تو تم بھی انھیں کی مثل ہو بیشک اللہ کافروں اور منافقوں سب کو جہنم میں ایک ساتھ اکٹھا کرے گا، اس شخص کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں اور وہ سخت اشد کبیرہ کا مرتکب ہے بلکہ اس کے ایمان ہی کی ٹھیک نہیں، جیسا کہ قرآن عظیم صاف ارشاد فرما چکا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از لکرالہ پرگنہ اوسیت ضلع بدایوں مرسلہ محمد یٰسین خاں خطیب ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین، اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی بنگالی نے کہا کہ جو کوئی نماز سنت پڑھے وہ مشرک ہے اور التحیات اور درود شریف نماز میں پڑھنے کی کہیں سند نہیں اور اگر سند ہو تو قرآن شریف سے ثابت کرو اور نماز جنازہ کی بھی نہیں پڑھنی چاہئے اس کی بھی قرآن شریف سے سند نہیں اور حدیث کا کچھ اعتبار نہیں، از راہ عنایت جواب سے زود تر سرفراز فرمائیے۔

الجواب جو شخص حدیث کا منکر ہے وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا منکر ہے اور جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا منکر ہے وہ قرآن مجید کا منکر ہے اور جو قرآن مجید کا منکر ہے اللہ واحد قہار کا منکر ہے اور جو اللہ کا منکر ہے، صریح مرتد کافر ہے اور جو مرتد کافر ہے اسے اسلامی مسائل میں دخل دینے کا کیا حق اللہ عزوجل فرماتا ہے، ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا۔ رسول جو کچھ تمھیں دیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ اور فرماتا ہے، فلا و ربک لایؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ اے نبی تیرے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک تجھے اپنی ہر اختلافی بات میں حاکم نہ بنائیں پھر اپنے دلوں میں تیرے فیصلہ سے کچھ تنگی نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں۔ نماز سنت و جنازہ اور التحیات و درود سب کا حکم کلام اللہ شریف میں صراحۃً موجود مگر من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور۔ جسے اللہ نے نور نہ دی اس کے لئے کہیں نور نہیں۔ پہلے یہ منکر بتائے کہ پانچ نمازوں کا

ثبوت کلام اللہ شریف سے کہاں ہے اور صبح کی دو رکعتیں، مغرب کی تین رکعتیں باقی کی چار چار ان کا ذکر کلام اللہ شریف میں کہاں ہے اور نمازوں کی ترتیب کہ پہلے قیام اور اس میں قرأت پھر رکوع پھر سجدہ پھر قعود قرآن مجید میں کہاں ہے، وقتوں کی ابتدا و انتہا کہ فجر کا وقت طلوع صبح سے شروع ہو کر طلوع شمس پر ختم ہوتا ہے اور ظہر کا زوال شمس سے سایہ اصلی کے سوا ایک مثل یا دو مثل سایہ ہونے تک اس کا ذکر قرآن مجید میں کہاں ہے، وضو کی ناقض یہ یہ چیزیں ہیں اور غسل کی یہ یہ اور نماز ان ان چیزوں سے فاسد ہوتی ہے، ان کی تفصیل قرآن مجید میں کہاں ہے، جب وہ ان سوالوں سے عاجز ہوگا اور اپنے کفر و جہل کا اقرار کرکے تائب ہوگا اس وقت ہم اسے بتادیں گے کہ جن چیزوں کا وہ منکر ہے وہ سب قرآن مجید سے ثابت ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتائے کہ اس نے اس قرآن موجود کو بے کم و بیش قرآن منزل من اللہ کیونکر مانا، کیا اللہ تعالٰی خود اس کے ہاتھ میں قرآن مجید دے گیا اور جب یہ نہیں تو دلیل دے اور سمجھ رکھے کہ اس دلیل سے جو کچھ ثابت ہوگا سب ماننا پڑے گا، ورنہ قرآن بھی ہاتھ سے کھوئے گا، کھویا تو ہے ہی جھوٹے زبانی اقرار سے بھی ہاتھ دھوئے گا، ان اللہ لایھدی القوم الفسقین، یہ مسائل جن کا ثبوت ہم نے قرآن عظیم سے دینا اس کے ذمہ لازم کیا ہے، اس طرح لکھے، جس طرح ہم مسلمانوں میں ہے اس کے نزدیک اگر اور طور پر ہوں تو جس طرح اس کے اعتقاد میں ہیں انھیں کا ثبوت قرآن مجید سے دے کہ نماز ہر روز کے وقت کی فرض ہے، ہر وقت کی ابتدا انتہا کیا ہے، نماز میں کیا کیا فرائض ہیں، ان کی ترتیب اور بہ پڑھنے کی ترکیب کیا ہے، وضو و غسل کی ناقض کیا کیا ہیں، ہر وقت کی نماز میں کے رکعتیں ہیں، کس کس چیز سے فاسد ہوتی ہے، واللہ اعلم۔

مسئلہ شبہ پیش کردہ بعض اہل علم، ۲۵ / ربیع الآخر شریف ۳۵ھ

بلاشبہ اشرف علی تھانوی اپنی عبارت حفظ الایمان میں حق کا معاند ہے، مگر تکفیر میں یہ شبہ ہے کہ وہ علوم غیبیہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انکار نہیں کرتا بلکہ اطلاق لفظ عالم الغیب کا تیسری شق جو صحیح ثبوت علوم کثیرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اس نے دھوکا دینے کے لئے قصداً چھپائی اور زید پر براہ فریب و مغالطہ ایک الزامی ایراد قائم کیا اس سے وہ حق کا معاند ضرور ہے مگر کافر نہ ہوا ہم اسے دیکھتے ہیں کہ وہ خشوع و خضوع سے نماز پڑھتا ہے وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرتا۔

الجواب اشرف علی سے زیادہ اپنی مراد کون بتا سکتا ہے اس نے جو عرق ریزی و حرکت مذبوحی "بسط البنان" میں کی اس پر شدید قاہر الٰہی" رد و قعات السنان" وغیرہ میں ملاحظہ ہوں، مگر ایک ذی علم کے لئے کشف شبہ کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں کہ یہ سوال حاضر کیا جاتا ہے، جس میں سراسر عبارت حفظ الایمان کا پورا چربہ ہے اس کا جواب دیتے بلکہ ان شاء اللہ تعالٰی ملاحظہ کرتے ہی حق کھل جائے گا اور شبہ کا وسوسہ دھواں ہو کر اڑ جائے گا وباللہ التوفیق، **سوال** یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید نے حمد الٰہی میں کہا، اے سخی داتا الٰہ العلمین اس پر عمید و ولید دو شخصوں نے اعتراض کیا، عمید یہ ناجائز ہے اسمائے الٰہی توقیفی ہیں اللہ عزوجل کو جواد کہا جائے گا، سخی کہنا جائز نہیں حواشی حاشیہ خیالی علی شرح العقائد النسفی میں اس کی تصریح ہے، ولید اللہ عزوجل کی ذات مقدسہ پر سخاوت کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سخاوت سے مراد بعض عطا ہے، یعنی کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی شخص کو کچھ نہ کچھ دے دینا اگرچہ ایک نوالہ یا ایک کوڑی یا کل عطا کہ کسی سائل کا کوئی سوال کبھی نہ پھیرا جائے ہمیشہ جو کوئی جو کچھ مانگے اسے دیا جائے اگر بعض مراد ہے تو اس میں اللہ تعالٰی کی کیا تخصیص ہے، ایسی سخاوت تو زید و عمر ہر ذلیل و رذیل ہر بھنگی چمار کو بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص سے کسی نہ کسی چیز کا دینا واقع ہوتا ہے تو چاہئے کہ سب کو سخی داتا کہا جائے پھر اگر زید اس کا

التزام کرے کہ ہاں میں سب کو سخی داتا کہوں گا تو پھر سخاوت کو مجمد کمالات الہیہ شمار کیوں کیا جاتا ہے، جس امر میں مومن بلکہ شریف شخص کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات الوہیت سے کب ہوسکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جائے تو خدا و غیر خدا میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام عطایا مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے، انتہی ولید کے اس کلام پر حمید و اکابر علمائے کرام نے کفر صریح ہونے کا حکم کیا، سعید کو اس میں یہ شبہات ہیں ہم دیکھتے ہیں، ولید خشوع و خضوع سے نماز پڑھتا ہے وہ اللہ تعالٰی کی توہین کرتا اس کا مقصود اطلاق لفظ سخی پر انکار ہے نہ کہ عطائے الٰہی کا ابطال تیسری شق جو صحیح ثبوت عطائے الہیہ ہے، اس نے دھوکا دینے کے لئے قصداً چھپالی اور زید پر براہ فریب و مغالطہ ایک الزامی ایراد قائم کیا اس سے وہ حق کا معاند ضرور ہے مگر کافر نہ ہوا اب علمائے کرام سے استفسار ہے کہ (۱) آیا کلام ولید میں اس تاویل کی گنجائش ہے۔ (۲) محض لفظ سخی کے اطلاق پر انکار وہ تھا جو حمید نے کیا یا یہ جو ولید نے کہا (۳) منشائے اطلاق یعنی عطا کو دو شقوں میں منحصر کر دینا ایک وہ کہ خدا میں بھی نہیں دوسرے وہ کہ بھنگی چمار میں ہے اور اس بنا پر اسے کمالات الہیہ سے نہ جاننا اور خدا اور اس کے غیر ہر بھنگی چمار میں فرق پوچھنا محض اطلاق لفظ سخی کا انکار ہوگا یا اللہ عزوجل کی صفت کمالیہ عطا کا صریح ابطال ہوگا، (۴) اس تقریر سے عطا کو کمالات الہیہ سے نہ جاننا اور خدا اور بھنگی چمار میں فرق پوچھنا اور اللہ تعالٰی کی خصوصیت نہ جاننا ہر بھنگی چمار کے لئے بھی حاصل ماننا یہ توہین شان عزت ہے یا نہیں، (۵) اس کلام کے سننے سے کسی طرح کسی کا ذہن اس طرف جاسکتا ہے کہ یہ ابطال عطائے الٰہی نہیں نہ اس کے کمال پر حملہ نہ اس قسم عطا میں جو اسے حاصل ہے، اس کی خصوصیت کا انکار نہ ہر بھنگی چمار کی اس میں شرکت کا اظہار بلکہ باوصف صحت معنی و حصول مبنی صرف بالخصوص لفظ سخی پر انکار ہے، (۶) جو معنی کسی طرح کلام سے مفہوم نہ ہوسکیں کیا ان کی طرف پھیرنا کفر کا نافی ہوسکتا ہے، شفائے امام قاضی عیاض وغیرہ کتب معتمدہ ائمہ میں تصریح ہے کہ التاویل فی لفظ صراح لایقبل (ایسی تاویل مسموع ہو تو کوئی کلام کفر نہ ٹھہر سکے، ارادت برسول اللہ العقرب کی تاویل اس تاویل سے قریب تر ہے یا نہیں کہ بلا شبہہ عقرب بھی خدا ہی کا بھیجا ہوا ہے، (۷) صحیح بخاری شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ ذالک احبات منافق اس خشوع و خضوع کا جواب کافی ہے یا یہ کہ کوئی کیسا ہی کفر کرے، جب بعض اعمال صالحہ کرتا ہو کافر نہیں ہوسکتا، بینوا توجروا

مسئلہ از یاز یدپور ضلع پٹنہ مرسلہ عبدالصمد صاحب ۲۱ محرم الحرام ۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ امکان نسخ نہیں بلکہ وقوع نسخ کا ماننا فرض ہے یا واجب یا مستحب جس کو دوسرے لفظوں میں یوں بیان کرسکتے ہیں کہ وقوع نسخ پر دلیل قطعی یعنی آیت قرآنی یا حدیث متواتر ہے یا دلیل ظنی ہے اس کا منکر کافر ہوگا یا فاسق، بینوا توجروا

الجواب وقوع نسخ بلا شبہہ قطعیات سے ثابت بلکہ باعتبار شرائع سابقہ ضروریات دین سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بجواڑہ مرسلہ حاجی عبداللطیف ۱۱ ربیع الاول شریف ۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اور مرد میں سے کسی سے بے علمی کی وجہ سے ایسا کلمہ مونہہ سے نکل جائے کہ کفر میں شمار ہو تو طلاق ہوجاتی ہے یا نہیں اور اگر ایسا ہوجائے تو کیا کرنا چاہئے کیونکہ ظاہر نکاح دوسری بار پڑھانے سے شرم کرنا ہو تو بغیر گواہ کے ایسی نکاح پھر درست ہوسکتی ہے یا نہیں کہ صرف مرد عورت دونوں ہی نکاح قائم کرلیں کوئی صورت آسان ہو تو

بتلادیں کیونکہ اکثر لوگ بے کسی وجہ سے کوئی کلام کہہ دیتے ہیں اور وہ کفر ہوتا ہے اور ان کو کچھ معلوم نہیں ہوتا ہے،

الجواب معاذ اللہ جس سے کلمہ کفر صادر ہوا سے بعد توبہ تجدید نکاح کا حکم ضرور ہے اور نکاح بغیر دو گواہوں کے نہیں ہوسکتا دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ اور مسلمان عورت کے نکاح میں ان کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے وہ ایجاب وقبول کو ایک سلسلہ میں سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہورہا ہے بغیر اس کے نکاح نہیں ہوسکتا ہاں یہ کچھ ضرور نہیں کہ وہ غیر ہی لوگ ہوں، زن وشوہر کے جوان بیٹا بیٹی، بہن، بھائی نوکر چاکر ان میں سے اگر دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلیں کافی ہے اور تجدید نکاح کوئی شرم کی بات نہیں یہ وسوسہ شیطانی ہے، شرم کی بات یہ ہے کہ نکاح میں خلل پڑجائے اور بغیر تجدید کے زن وشوہر کا علاقہ باقی رکھیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از انجمن اسلامیہ بھرت پور، مرسلہ حافظ عبدالوہاب خاں صاحب ٹونکی ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

یہاں ایک مولوی صاحب نے اثنائے وعظ میں فرمایا کہ حضرت عثمان غنی کی لاش مبارک شہادت کے بعد کئی روز تک نہایت ناگفتہ بہ حالت میں رہی اور آپ کی ایک ٹانگ (نعوذ باللہ) کتوں نے چاب ڈالی، مولوی صاحب اور ان کے مقلدین اس واقعہ کو تاریخی واقعہ بتاتے ہیں، یہاں کوئی ایسا عالم نہیں جو اس واقعہ کے متعلق صحت کرسکے، اس لئے عرض ہے کہ بوالپسی اس واقعہ کے اصلی حالت سے اطلاع دیں، اگر صحیح ہے تو کس معتبر کتاب سے پتہ چل سکتا ہے، اگر غلط ہے تو کس فرقہ کا عقیدہ ہے،

الجواب امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابۃ میں فرماتے ہیں، قال الزبیر ۲ ثنین للیلۃ بقیت من ذی الحجۃ سنۃ ثلاث وعشرین وقتل یوم الجمعۃ لثمانی عشرۃ خلت من ذی الحجۃ عصر ودفن لیلۃ السبت بین المغرب والعشاء، یعنی امیرالمومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ روز جمعہ بعد عصر شہید ہوئے اور اسی شام کو مغرب کے بعد عشاء سے پہلے دفن ہوئے، شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں امیرالمومنین ذوالنورین رضی اللہ تعالٰی عنہم پر رافضیوں کے دسویں طعن میں ان طاعنین سے نقل کیا کہ "بعد از قتل او را تا سہ روز افتادہ گذاشتند و بدفن او نپرداختند" وہ کتوں کا لفظ اس طعن میں بھی نہیں، پھر جواب میں بہت روایات ذکر کرکے فرمایا "ازیں روایات مشہورہ متعددہ ثابت شد کہ تا سہ روز افتادہ ماندن لاش عثمان (رضی اللہ تعالٰی عنہ) محض افترا و دروغ ست و در جمیع تواریخ تکذیب آں موجود ست زیرا کہ باجماع مورخین شہادت عثمان (رضی اللہ تعالٰی عنہ) بعد از عصر روز جمعہ ہژدہم ذی الحجہ واقعہ شدہ است و دفن او در بقیع شب شنبہ وقوع یافت بلاشبہ انتہی" ورأیتنی کتبت فی بعض تعلیقاتی الحدیثیۃ وھذا ایضا تجاوزنھم لاتقبل المناکیر المنکورات فی مقابلۃ المشہورات المقبولات، واللہ تعالٰی اعلم علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ از شہر مالیگاؤں محلہ قلعہ قریب مسجد کلاں مرسلہ محمد صادق صاحب ۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی شخص آیات قرآنی کو نہ مانے تو وہ شخص گنہگار ہوگا یا نہیں اگر ہوتا ہے تو کس درجہ کا اور نماز اس کے پیچھے کیسی ہوتی ہے،

الجواب آیت کو نہ ماننا یعنی انکار کرنا کفر ہے اس کے پیچھے نماز کیسی مگر عوام نہ ماننا اسے بھی کہتے ہیں کہ گناہ خلاف آیت قرآنی واقع ہو اور اسے آیت سنائی گئی اور وہ اپنے گناہ سے باز نہ آیا یہ باز نہ آنا اگر محض شامت نفس سے ہو آیت پر ایمان رکھتا ہے نہ اس سے انکار کرتا ہے

نہ اس کا مقابلہ کرتا ہے تو گناہ ہے کفر نہیں پھر اگر وہ گناہ خود کبیرہ ہو یا بوجہ عادت کبیرہ ہو جائے اور یہ شخص اعلان کے ساتھ اس کا مرتکب ہو تو فاسق معلن ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی یعنی پڑھنی گناہ اور پڑھی ہو تو پھیرنی واجب، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از چندوسی حسینی بازار مرسلہ غلام حسین صاحب، ۳/ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ العلی العظیم والصلوٰۃ علی النبی الکریم وآلہ وصحبہ المکرمین آمین، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چندوسی میں مسلمانوں، ہنود، مشرکین سے اتفاق کرنے میں یہ آثار ظاہر کئے کہ سوائے نوبت نقارے نوازی اور ناچ رنگ، نامشروع کی ایسا مبالغہ اور عروج ان کی رسوم جلا دینے میں کیا کہ بعض فریق نے تلک، قشقہ، سندے برہمنوں کے ہاتھ سے اپنے پیشانی پر کھینچا کر خوش اور مسرور ہوا اور بعض فریق برہمنوں کے ساتھ جے رامچندر جی اور جے سیتا جی کی بول اٹھا اور بعض فریق نے ہمراہ ہنود تخت رواں لستہ ... کے گشت کی اور وہ تخت رواں خلاف سالہائے گزشتہ پیوستہ کے بے خوف وخطر گلی کوچہ پھر اکر مسلمانوں کے جائے جلوس پر ہنود دلائے مسلمانوں نے سوائے تواضع پان، پھول اور ہار، الائچی وغیرہ ان کے آنے کا شکریہ بفخر یہ ادا کرکے شیرینی کی تھال پیش کی اس عمل سے کس فریق کی عورت نکاح سے باہر ہوئی اور کون مبتلائے کفر ہوا اور کون مرتکب گناہ کبیرہ ہوا اور ہر فریق کی توبہ کی صورت کیا ہے؟

الجواب وہ جنھوں نے برہمن سے قشقہ کھنچوایا وہ جنھوں نے ہنود کے ساتھ وہ جے بولی کافر ہوگئے ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں، اور وہ کہ گشت میں شریک ہوئے اگر کافر نہ ہوئے تو قریب بکفر ہیں، حدیث میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، من سود مع قوم فھو منھم وفی لفظ من کثر سواد قوم، جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انھیں میں سے ہے اور وہ جنھوں نے بت کے لانے پر شکریہ ادا کیا اور خوش ہوئے ان پر بھی بحکم فقہا کفر لازم ہے، غمز العیون میں ہے، من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ، ان پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور ازسرِ نو کلمہ اسلام پڑھیں اور اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از موضع بیری پور ڈاکخانہ قصبہ علی گڑھ، ضلع بریلی، مرسلہ خان محمد خاں ۱۳/ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید آداب واحکام وارکان شریعت کا محض منکر ہے، یعنی اہل ہنود کی پرستش گاہوں پر پوجا کرتا ہے، وجل چڑھاتا ہے، سراسر جو کام شرک وکفر کے ہنود کرتے ہیں، ان کو زید بھی کرتا ہے اور بجائے محفل میلاد شریف کے مثل ہنودوں کے کتھا کی، یعنی برہمن کو بلاکر پوریاں وغیرہ پکوا کر اور ہنودوں کو کھلا کر جن مسلمانوں سے رسم تھا ان کو کھلا دیں اور ہنودوں کے ہوم رول میں چندہ دیا اور مسجد کے دینے سے انکار، صوم وصلوٰۃ کا منحرف یہ امور کہ زید میں موجود ہیں، عمر اپنی بیٹی زید کے بیٹے کو دینا چاہتا ہے ہر چند اس سے منع کیا گیا مگر قصداً رسم گیا حتی کہ تاریخ شادی کی ٹھہر گئی، عمر کی زوجہ نے جواب دیا اور سخت کلامی کی کہ زید اگر بھنگی ہے تو ہم بھی بھنگی ہیں، عمر سے کہا گیا کہ تم کو اگر زید سے ملنا ہے تو اس کو توبہ، استغفار کرادیا جائے، مگر عمر نہ مانا اور شرک وکفر کی حالت میں دیدہ ودانستہ قرابت کی، آیا ہم جمیع مسلمان زید وعمر کے ساتھ کیسا معاملہ رکھیں، جو حکم شرع شریف کا ہو نافذ ہو ایسے شخص بموجب شریف کے مستوجب سزا ہیں یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب صورت مذکورہ میں زید کافر مرتد ہے، اس سے سلام، کلام مسلمانوں کو حرام اس کی شادی غمی میں شرکت حرام

قال اللہ تعالٰی و امّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام اس کے جنازہ کی نماز حرام، اس کی قبر پر جانا حرام، قال اللہ تعالٰی ولا تصل علٰی احد منھم مات ولا تقم علٰی قبرہ، عمر اس کے سب افعال پر آگاہ ہے اور اس نے توبہ بھی لینا نہ چاہی اور ایسی قرابت اس کے ساتھ کی مبتلائے گناہ عظیم و مستحق عذاب الیم ہوا، قال اللہ تعالٰی انکم اذًا مثلھم وقال اللہ تعالٰی ومن یتولھم منکم فانہ منھم، وقال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار، زید وعمرو اگر توبہ نہ کریں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ انھیں یک لخت چھوڑ دیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بدایوں مرسلہ نقشو وشار احمد سوداگران چرم ۱۸ / ربیع الآخر شریف ۱۳۳۶ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، اس مسئلہ میں کہ زید نے باوجود اس علم کے کہ مرزائی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں اور ان کے کافر و ملحد ہونے کا فتوی تمام علمائے اسلام دے چکے ہیں، پھر بھی اپنی لڑکی کا نکاح ایک مرزائی کے لڑکے کے ساتھ کردیا اب زید کو گمراہ اور بدعقیدہ سمجھا جائے یا نہیں، اور زید کے ساتھ کھانا، پینا اور اس کی شادی اور غمی میں شریک ہونا اپنے یہاں اس کو شریک کرنا جائز ہے یا نہیں اور جو لوگ ایسا کریں ان کے لئے کیا حکم ہے،

(۲) مرزائیوں کے لڑکوں کو جو ابھی سن شعور کو نہیں پہنچے اور اپنے ماں باپوں کے رنگ میں رنگے ہیں اور ہر امر میں انھیں کے ماتحت ہیں کیا سمجھنا چاہئے، مرزائی یا غیر مرزائی۔

الجواب (۱) اگر وہ لڑکا اپنے باپ کے مذہب پر تھا اور اسے یہ معلوم تھا کہ اس کا یہ مذہب ہے اور دانستہ لڑکی اس کے نکاح میں دی تو یہ لڑکی کو زنا کے لئے پیش کرنا اور پرلے سرے کی دیوثی ہے، ایسا شخص سخت فاسق ہے اور اس کے پاس بیٹھنا تک منع ہے، قال اللہ تعالٰی و امّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین، ورنہ اس کے سخت بے احتیاط اور دین میں بے پرواہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور اگر ثابت ہو کہ وہ واقعی مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہے اس بنا پر یہ تقریب کی تو خود کافر مرتد ہے، علمائے کرام حرمین شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا کہ من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت، حیات کے سب علاقے اس سے قطع کردیں، بیمار پڑے پوچھنے کو جانا حرام، مرجائے تو اس کا جنازے پر جانا حرام، اسے مسلمان کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام، قال اللہ تعالٰی ولا تصل علٰی احد منھم مات ولا تقم علٰی قبرہ، واللہ تعالٰی اعلم

(۲) وہ سب مرزائی ہیں مگر وہ کہ عقل و تمیز کی عمر کو پہنچا اور اچھے برے کو سمجھا اور مرزائیوں کو کافر جانا اور ٹھیک اسلام لایا وہ مسلمان ہے یہ اس حالت میں ہے کہ ماں بھی مرزائی ہو اور اگر ماں مسلمان ہو اگرچہ اپنی شامت نفس یا اپنے اولیا کی حماقت یا ضلالت سے مرزائی کے ساتھ نکاح کرکے زنا میں مبتلا ہے، اب جو بچے ہوں گے جب تک ناسمجھ رہیں گے اور سمجھ کی عمر پر آکر خود مرزائیت اختیار نہ کریں گے، اس وقت تک وہ اپنی ماں کے اتباع سے مسلمان ہی سمجھے جائیں گے، فان الولد یتبع خیر الابوین دینا فکیف من لیس لہ الا الام فان ولد الزنا لا اب لہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ازمقام رانچی محلہ اوپر بازار مرسلہ عبدالرب صاحب ۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غلط ہیں، معجزہ حضرت سیدنا عیسٰی مردہ کو زندہ کرنا غلط ہے، مطلب اس کا احوالات قومی کو زندہ کرنا، ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے شرعاً،

(۲) کتاب فتاوی عالمگیری وقاضی خاں بے اعتبار ہیں، توہین علماء علم دین قول بکر سے متصور ہے یانہیں شرعاً کیا حکم ہے،

(۳) قربانی کرنے کی ضرورت نہیں اللہ تعالٰی گوشت وخون کا محتاج نہیں نہ اس تک پہنچتا ہے، بلکہ تمہارا تقوی پہنچتا ہے قربانی کے جانور کی قیمت مدرسہ میں دینا افضل ہے، غور فرمایا جاوے کہ بکر نے ترک وجوب پر حملہ کیا یانہیں شرعاً کیا حکم ہے،

(۴) حضرت منصور کا دار پر کھینچا جانا امورسلطنت ومتہم ہونے کی وجہ سے نہ تھا نہ اور کسی وجہ سے شرعاً کیا حکم ہے،

(۵) بکر عبادت گاہ کفار میں نہ بہ نیت تفریح طبع ودیکھنے کے جاتا ہے بلکہ شرکت عبادت گاہ کفار کو فرض وسنت ومستحب ٹھہراتا ہے شرعاً کیا حکم ہے،

(۶) بکر پردہ حنفیت میں کاربند وہابیت ہے، وہابیوں کی حمایت اور اہل سنت وتمامی مفسرین وفقہا کی توہین کرتا ہے، میلاد وقیام کے متعلق الفاظ ناشایستہ وبدعت سیئہ کہتا ہے بکر کی اقتدا جائز ہے یانہیں اور بکر درحقیقت مقلد ہے یاغیر مقلد،

(۷) بکر محض بپاس کلام اثبات مدعا اپنے بزور زبان عبارات فقہیہ کو تحریف کیا ہے، بکر دست انداز اقوال ائمہ مجتہدین پر ہے یانہیں، شرعاً کیا حکم ہے،

(۸) بکر جناب کنز الفقرا تاج الاولیا سیدنا عبدالقادر جیلانی پر طعن وتکذیب کرامات اولیا کرتا ہے، ونیز دیگر اشخاص بھی بمقابلہ بکر کے حضرت کی شان میں طعن کرتے ہیں اور بکر خاموش رہتا ہے، شرعاً کیا حکم ہے،

الجواب (۱) جو شخص معجزات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو غلط بتائے کافر مرتد ہے، مستحق لعنت ابد ہے، حضور سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزۂ احیائے موتی کا غلط کہنے والا بھی یقیناً کافر مرتد ہے، اور وہ تاویل کہ احوال قوم زندہ کرنا مراد ہے، اسے کفر وارتداد سے نہ بچائے گی کہ ضروریات دین میں تاویل مسموع نہیں، عقائد امام مفتی الثقلین مفتی الجن والانس عمر نسفی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے، النصوص تحمل علی ظواھرھا والعدول عنھا الی معان یدعیھا اھل الباطن الحاد شرح میں ہے، الحاد ای میل وعدول عن الاسلام واتصال واتصاق بالکفر لکونہ تکذیبا للنبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فیما علم مجیئہ بہ بالضرورۃ، شفا قاضی عیاض میں ہے، التاویل فی الضروری لا یسمع،

(۲) سبحان اللہ! جب وہ معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو غلط کہتا ہے تو اس سے اس کی کیا شکایت کہ فتاوی قاضی خاں وعالمگیری کو نہیں مانتا جو اللہ اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرچکا اس سے توہین علم وعلماء کا گلہ فضول ہے، ماعلی مثلہ یعد الخطاء،

(۳) قربانی کا انکار ضلالت ہے، ہندو تو سارے کے سارے گائے کی قربانی سے کتنا چڑتے ہیں، غایت یہ کہ یہ ایک بات میں ہندوؤں سے بڑھ گیا کہ مطلقاً قربانی کے وجوب کا منکر ہوا اور ایک بات میں ہندو اس سے بڑھ کر ہیں کہ وہ چڑتے ہیں یہ نفقط منکر

۴ ایک بے معنی بات ہے صرف اتنے لفظ محتاج توجیہ نہیں،

۵ شرکت عبادت گاہ کفار صریح کفر ہے، کیونکہ ہدایت یار دکو جانا شرکت نہیں ہو سکتا، کتب دینیہ میں تصریح ہے کہ معابد کفار میں جانا مکروہ ہے کہ وہ ماوائے شیاطین ہیں کما فی رد المحتار وغیرہ نہ کہ شرکت کہ صریح کفر ہے اور کفر کو ہلکا جاننا بھی کفر ہے نہ کہ معاذ اللہ مستحب بلکہ سنت بلکہ فرض ٹھہرانا، ابا للہ و اٰیتہ و رسولہ کنتم تستھزءون لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم،

۶ عجب ہے کہ سائل اس سے وہ کلمات نقل کرکے پھر اس کا مقلد ہونا پوچھتا ہے وہ مقلد مردود ہے، مگر ابلیس کا، قال اللہ تعالٰی استحوذ علیھم الشیطٰن فانسٰھم ذکر اللہ اولٰئک حزب الشیطٰن الاان حزب الشیطٰن ھم الخٰسرون،

۷ معلوم نہیں سائل نے اس کا پہلا عقیدہ معجزہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو غلط بتانا غلط لکھ دیا یا صحیح اگر غلط لکھا تو کیوں اور صحیح لکھا تو اس کے بعد ان باتوں کی کیا گنجائش رہی ائمہ مجتہدین پر دست اندازی کرنے والا گمراہ ہے کافر تو نہیں تکذیب معجزات کرنے والا تو کافر ہے، گنگا پرشاد یا مسیح چرن سے اس کی کیا شکایت کہ تو ہمارے ائمہ پر کیوں اعتراض کرتا ہے،

۸ کرامات اولیاء کا انکار گمراہی ہے، قال اللہ تعالٰی کلما دخل علیھا زکریا المحراب وجد عندھا رزقا قال یٰمریم انّٰی لک ھذا قالت ھو من عند اللہ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب وقال اللہ تعالٰی قال الذی عندہ علم من الکتٰب انا اٰتیک بہٖ قبل ان یرتد الیک طرفک، اور حضور ولی الاولیاء غوث الاقطاب ملاذ الابدال والافراد رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم کی شان اقدس میں زبان درازی نہ کرے گا مگر رافضی تبرائی، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از مراد آباد، محلہ قائم کی سریان مرسلہ محمد مختار ۱۰ جمادی الاولٰی ۳۶ھ

۱ ایک شخص کے دل میں زبان میں برے خیال نکلتے ہیں وہ نماز پڑھنے سے عاجز آگیا ہے، چنانچہ لاحول، سورۂ ناس، درود شریف قرآن شریف پڑھتا ہے تو بھی اس کے دل میں برے خیالات آتے ہیں اور ایک بات زبان سے برابر دل سے برابر نکلا کرتی ہے، مثال سراج الحق بیٹا کس کا، اپنے ماں، باپ کا، اور فاحشہ خیالات بیٹے بیٹیوں ماں، باپ کے بارے میں ہر وقت برے خیالات بہت،

۲ برے خیالات یہ بہت دھوکے انجانی بیوقوفی زبان سے، دل جان سے ہیں، نعوذ باللہ خدا کا شریک نکلا پھر یہ نکلا خدا وحدہٗ لاشریک ہے، رسول برحق ہیں، یہ خیال بہت جلد دھوکے سے نکلا ایک ماہ میں تین بار ایک دفعہ ایک یوم دوسرا آٹھ یوم میں تیسرا ۱۵ یوم نکلا پھر یہ خیالات نہیں نکلتے، پھر دل زبان سے یہ نکلا کہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے، جب کہ ہزار ہا باتوں کے بعد جب کہ زبان نہیں رکتی تھی، وہ روکتا تھا مگر وہ نہیں رکتی تھی، دل میں دنیا کے خیال بہت برے تھے وہ یہ ہیں خدا نے کسی کو بیٹا بیٹی مال اسباب دیا ہے، سب نہیں رہے گا بس خدا کی بات اچھی ہے، دل میں یہی بیٹوں بیٹیوں کے خیالات، وہ بخشا جائے گا یا نہیں، مسلمان رہا یا نہیں، گنہگار ہوا یا نہیں،

۳ وہ ہمیشہ لوگوں کو نیک تعلیم دیتا ہے، خدا نے جو بتایا ہے، نماز، روزہ اور بہت باتوں کی وہ قرآن اور خدا رسول کی محبت کرتا ہے جو خدا اور رسول کو برا اور قرآن کو برا کہتا ہے، اس کو جان سے مارنے کو طیار ہے، وہ خدا رسول کو جان سے زیادہ زیادہ سمجھتا ہے خدا سے کئی مرتبہ دعا مانگی مگر خدا کا حکم نہیں ہوا ان سے پہلے وہ عاجز آگیا ان باتوں سے اور نماز میں بھی برے خیالات آتے ہیں وہ اپنے اسلام کا پکا ہے، وہ

خدا اور سول سے بہت خوش ہے، کئی آدمی نے خدا اور رسول کو برا کہا اس نے ان کو مارا مگر جنھوں نے برا کہا تھا وہ کافر تھا، یہ سب بیٹے بیٹیاں کس کی ہیں کیا آدم علیہ السلام کی یا اپنے ماں باپوں کی،

الجواب برے خیالات اگر آئیں اور انھیں جمایا نہ جائے نہ بالقصد انھیں زبان سے ادا کیا جائے تو اس سے اسلام میں کچھ فرق نہیں آتا اور جہاں تک مجبوری ہے گناہ بھی نہیں اور وہ سراج الحق والا فقرہ بار بار کہنا گناہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، خلل دماغ کا ایک شعبہ ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی، برے وسوسے جب دل میں آئیں فوراً اللہ عزوجل کی طرف رجوع کرے اور کہے، اٰمنا باللہ و برسولہ ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم اور لاحول شریف پڑھے اور خشکی دماغ کا طبی معالجہ بھی چاہے، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از رادھن پور گجرات قریب احمد آباد مرسلہ حکیم محمد میاں صاحب، ۱۰ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک مولوی صاحب بعد ختم ہونے وعظ کے فرمانے لگے کہ ہم نے جو وعظ آپ صاحبوں کو سنایا ہے وہ کلام اللہ اور حدیث سے سنایا ہے نہیں معلوم کہ یہ جھوٹ ہے یا سچ ہے اس بات کا علم خدا کو ہے یہ الفاظ مولوی صاحب نے کیوں فرمائے ایسا کہنے سے آدمی گناہگار ہوتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا،

(۲) مذکور مولوی صاحب ہر وعظ میں بہشتی زیور کے لئے خاص حکم دیتے ہیں، وہ کتاب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی تصانیف سے ہے، بہت سے ذی علم لوگوں کو شک ہے اور بہشتی زیور پڑھنے کو منع کرتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے، اس کتاب میں کون سے مسائل غلط ہیں اور کون سے صحیح ان کا خلاصہ اور آپ اس کتاب کے لئے کیا ارشاد فرماتے ہیں،

الجواب (۱) یہ کہہ کر کہ میں نے تمھیں یہ وعظ قرآن و حدیث سے سنایا ہے یہ کہنا کہ معلوم نہیں جھوٹ ہے یا سچ، قرآن عظیم کے صدق میں شک کرنا ہے اور تاویل بعید کی یہاں کچھ حاجت نہیں اول تو الفاظ اس کے مساعد نہیں پھر سوال دوم میں بیان سائل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واعظ ہر وعظ میں مسلمانوں کو بہشتی زیور منگانے کی ترغیب دیتا ہے ایسا ہے تو عقیدہ کا دیوبندی معلوم ہوتا ہے، اور دیوبندیوں کے نزدیک قرآن مجید کے صدق میں ضرور شک ہے کہ وہ اللہ عزوجل کو وجوباً سچا نہیں جانتے بلکہ صاف تصریح کرتے ہیں کہ معاذ اللہ وہ امکاناً جھوٹا ہے پھر وعظ کو قرآن وحدیث سے بتا کر اس کے صدق و کذب میں شک کرنا ضرور کلمہ کفر ہے، مسلمانوں کو ایسے شخص کا وعظ سننا اور اسے وعظ کی مسند پر بٹھانا حرام ہے،

(۲) بہشتی زیور ایک ایسے شخص کی تصنیف ہے جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو صریح گالی دی اور جس کی نسبت تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق "حسام الحرمین" میں فرمایا ہے کہ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر، جو اس کی باتوں پر مطلع ہو کر اسے مسلمان جاننا درکنار اس کے کافر ہونے میں شک بھی کرے وہ بھی کافر، بہشتی زیور کا دیکھنا عوام مسلمان بھائیوں کو حرام ہے، اس میں بہت سے مسائل گمراہی کے اور بہت سے مسائل غلط و باطل ہیں اور یہی کیا تھوڑا ہے کہ وہ ایسے کی تصنیف ہے جس مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے علمائے کرام بالاتفاق فرمارہے ہیں کہ اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے، زیادہ اطمینان درکار ہو تو کتاب حسام الحرمین مطبع

اہل سنت وجماعت بریلی سے طلب کیجئے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر بریلی مرسلہ شوکت علی صاحب فاروقی ۲۰ شوال ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، اس مسئلہ میں کہ کفار کے قسم کے ہوتے ہیں اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے اور صحبت کون سے کفار کی سب سے زیادہ مضر ہے، بینوا توجروا۔

الجواب اللہ عزوجل ہر قسم کفر وکفار سے بچائے، کافر دو قسم ہے، اصلی ومرتد، اصلی وہ کہ شروع سے کافر اور کلمۂ اسلام کا منکر ہے، یہ دو قسم ہے مجاہر ومنافق، مجاہر وہ کہ علی الاعلان کلمہ کا منکر ہو اور منافق وہ کہ بظاہر کلمہ پڑھتا اور دل میں منکر ہو، یہ قسم حکم آخرت میں سب اقسام سے بدتر ہے، ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار، بیشک منافقین سب سے نیچے طبقہ دوزخ میں ہیں، کافر مجاہر چار قسم ہے، اوّل دہریہ کہ خدا ہی کا منکر ہے، دوم مشرک کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کو بھی معبود یا واجب الوجود جانتا ہے، جیسے ہندو بت پرست کہ بتوں کو واجب الوجود تو نہیں مگر معبود مانتے ہیں اور آریہ کہ روح و مادہ کو معبود تو نہیں، مگر قدیم وغیر مخلوق جانتے ہیں دونوں مشرک ہیں اور آریوں کو موحد سمجھنا سخت باطل ہے، سوم مجوسی آتش پرست، چہارم کتابی یہود ونصاری کہ دہریہ نہ ہوں، ان میں اول تین قسم کا ذبیحہ مردار اور ان کی عورتوں سے نکاح باطل ہے اور قسم چہارم کی عورت سے نکاح ہوجائے گا، اگرچہ ممنوع وگناہ ہے، کافر مرتد وہ کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے اس کی بھی دو قسمیں ہیں، مجاہر ومنافق۔ مرتد مجاہر وہ کہ پہلے مسلمان تھا پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا کلمۂ اسلام کا منکر ہوگیا چاہے دہریہ ہوجائے یا مشرک یا مجوسی یا کتابی کچھ بھی ہو، مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں کسی شے کا منکر ہے، جیسے آجکل کے وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی، جھوٹے صوفی کہ شریعت پر ہنستے ہیں، حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے، اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا، اس کا نکاح کسی مسلم کافر مرتد اس کے ہم مذہب یا مخالف مذہب غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہوسکتا، جس سے ہوگا محض زنا ہوگا، مرتد مرد ہو خواہ عورت، مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے، یہی وہ ہے کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے خصوصاً وہابیہ، خصوصاً دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہل سنت کہتے، حنفی بنتے، چشتی نقشبندی بنتے، نماز روزہ ہمارا سا کرتے، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے اور اللہ و رسول کو گالیاں دیتے ہیں، یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں، ہوشیار خبردار! مسلمانو! اپنا دین بچائے ہوئے، فاللہ خیر حفظا وھو ارحم الرٰحمین، واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالۃ المبین ختم النبیین
۱۳۲۶ھ

مسئلہ از بہار شریف محلہ قلعہ مدرسہ فیض رسول مرسلہ مولوی ابوطاہر نبی بخش صاحب ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامدا ومصلیا ومسلما،

امابعد البتہ پنجم ماہ ربیع الاول ۲۶ھ شب سہ شنبہ کو مولوی سجاد حسین و مولوی مبارک حسین صاحب مدرس اول مدرسہ اسلامیہ بہار کے طلبا تعلیم دادہ وعظ میں فرماتے تھے کہ خاتم النبیین میں "النبیین" پر الف لام عہد خارجی کا ہے، جب دوسرے دن مسجد چوک میں مولوی ابراہیم صاحب نے (جو بالفعل مدرسہ فیض رسول میں پڑھتے ہیں) اثنائے وعظ میں آیۂ کریمہ، ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین، تلاوت کرکے بیان کیا کہ النبیین میں جو لفظ النبیین مضاف الیہ واقع ہوا ہے اس لفظ پر الف لام استغراق کا ہے بایں معنی کہ سوائے حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کوئی نبی نہ آپ کے زمانہ میں ہوا اور نہ بعد آپ کے قیامت تک کوئی نبی ہو نبوت آپ پر ختم ہوگئی، آپ کل نبیوں کے خاتم ہیں، بعد وعظ مولوی ابراہیم صاحب کے راحت حسین طالب علم مدرسہ اسلامیہ بہار کے مجاور درگاہ نے باعانت بعض معاون اور بوش بڑے دعوی کے ساتھ مولوی ابراہیم صاحب کی تقریر مذکور کی تردید کی اور صاف لفظوں میں کہا کہ لفظ "النبیین" پر الف لام استغراق کا نہیں ہے بلکہ عہد خارجی کا ہے، چونکہ یہ مسئلہ عقائد ہے، لہذا اس کے متعلق چند سائل نمبروار لکھ کر اہل حق سے گذارش ہے کہ بنظر احقاق حق ہر مسئلہ کا جواب باصواب بحوالہ کتب تحریر فرمادیں تاکہ اہل اسلام گمراہی و بدعقیدگی سے بچیں،

۱: راحت حسین مذکور کا کہنا کہ "النبیین" پر الف لام عہد خارجی کا ہے استغراق کا نہیں یہ قول صحیح اور موافق مذہب منصور اہل سنت وجماعت کے ہے یا موافق فرقہ ضالہ زیدیہ کے،

۲: نفی استغراق سے آیۂ کریمہ کا کیا مفہوم ہوگا،

۳: برتقدیر صحت نفی استغراق اس آیہ سے اہل سنت کا عقیدہ کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل انبیاء کے خاتم ہیں، ثابت ہوتا ہے کہ نہیں، اور اہل سنت اس آیہ کو مثبت خاتمیت کاملہ سمجھتے ہیں یا نہیں،

۴: اگر آیت مثبت کلیت نہیں ہوگی تو پھر کس آیت سے کلیت ثابت ہوگی اور جب دوسری آیت مثبت کلیت نہیں تو اہل سنت کے اس عقیدے کا ثبوت دلیل قطعی سے ہرگز نہ ہوگا،

۵: جس کا عقیدہ ہو کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل انبیاء کے خاتم نہیں ہیں، اس کے پیچھے اہل سنت کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں،

۶: اس باطل عقیدے کے لوگوں کی تعظیم وتوقیر کرنی اور ان کو سلام کرنا جائز ہوگا یا ممنوع،

۷: کیا سنی حنفی کو جائز ہے کہ جو شخص حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کل انبیا کا خاتم نہ سمجھے اس سے دینی علوم پڑھیں یا اپنی اولاد کو علم دین پڑھنے کے واسطے ان کے پاس بھیجیں، فقط المستفتی محمد عبداللہ،

دلائل خارجیہ[1]

دلیل اول: توضیح صفحہ ۳ میں ہے، الاصل ای الراجح ھو العھد الخارجی لانہ حقیقۃ التعیین وکمال التمییز، ترجمہ،

[1] چونکہ خاتم النبیین میں الف لام عہد خارجی کے قائل ہیں، لہذا خارجیہ لکھے گئے ہیں ۱۲،

اصل یعنی راجح عہد خارجی ہی کا ہے اس لئے عہد خارجی حقیقت تعیین اور کمال تمیز ہے پس جب عہد خارجی سے معنی درست ہو تو استغراق وغیرہ معتبر نہ ہوگا،

دلیل دوم: نور الانوار صفحہ ۴۸ میں ہے یسقط اعتبار الجمعیۃ اذا دخلت علی الجمع، ترجمہ جب لام تعریف جمع پر داخل ہو تو اعتبار جمعیت ساقط ہوجاتا ہے، پس نبیین کہ صیغۂ جمع ہے، جب اس پر الف لام تعریف داخل ہوا تو نبیین سے معنی جمعیت ساقط ہوگیا اور جب معنی جمعیت ساقط ہوگیا تو الف لام استغراق کا ماننا صحیح نہیں ہوسکتا،

دلیل سوم: یہ امر مسلم ہے کہ مضاف مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے، پس جب فرد واحد اس کل کے طرف مضاف ہو جس میں وہ داخل ہے تو وہ کل من حیث ہو کل ہونے کے کل باقی نہ رہے گا، بلکہ کلیت اس کی ٹوٹ جاوے گی، اور جب کلیت اس کی باقی نہ رہی تو بعضیت ثابت ہوگئی اور یہی معنی ہے عہد کا اور اگر اس فرد مضاف کو ہم اس کل کے شمول میں رکھیں تو تقدم الشیئ علی نفسہ لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے کیونکہ وجود مضاف الیہ مقدم ہوتا ہے، وجود مضاف پر پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ النبیین میں الف لام عہد خارجی کا ماننا چاہئے،

الجواب حضور پرنور خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیہ وعلیہم اجمعین کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیاء ومرسلین بلا تاویل وبلا تخصیص ہونا ضروریات دین سے ہے جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنیٰ شک وشبہ کو بھی راہ دے کافر مرتد ملعون ہے، آیۂ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وحدیث متواتر لا نبی بعدی سے تمام امت مرحومہ نے سلفاً وخلفاً ہمیشہ یہی معنی سمجھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا تخصیص تمام انبیاء میں آخر نبی ہوئے حضور کے ساتھ یا حضور کے بعد قیام قیامت تک کسی کو نبوت ملنی محال ہے، فتاویٰ یتیمۃ الدہر واشباہ والنظائر وفتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے، اذا لم یعرف ان محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٰخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات، جو شخص یہ نہ جانے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء میں سب سے پچھلے نبی ہیں وہ مسلمان نہیں کہ حضور کا آخر الانبیاء ہونا ضروریات دین سے ہے، شفا شریف امام اجل قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ میں ہے، کذٰلک یکفر من ادعی نبوۃ مع نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او بعدہ (الیٰ قولہ) فھؤلاء کفار مکذبون للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخبر انہ خاتم النبیین ولا نبی بعدہ واخبر عن اللہ تعالیٰ انہ خاتم النبیین وانہ ارسل کافۃ للناس واجمعت الامۃ علی ان ھذا الکلام علی ظاھرہ وان مفھومہ المراد منہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر ھؤلاء الطوائف کلھا قطعا اجماعا وسمعا، یعنی جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد کسی کی نبوت کا ادعا کرے کافر ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ حضور خاتم النبیین ہیں اور حضور کے بعد کوئی نبی نہیں اور اللہ عزوجل نے خبر دی کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ان کی رسالت تمام لوگوں کو عام ہے اور امت نے اجماع کیا ہے کہ یہ آیات واحادیث اپنے ظاہر پر ہیں جو کچھ ان سے مفہوم ہوتا ہے وہی خدا اور رسول کی مراد ہے نہ ان میں کوئی تاویل ہے نہ کچھ تخصیص تو جو لوگ اس کا خلاف کریں وہ بحکم اجماع امت وبحکم قرآن وحدیث سب یقیناً کافر ہیں، امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں، ان الامۃ فھمت من ھذا اللفظ انہ افھم عدم نبی بعدہ ابدا

وعدم رسول بعدہ ابدا وانہ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص ومن اولہ بتخصیص فکلامہ من انواع الھذیان لا یمنع الحکم بتکفیرہ لانہ مکذب لھذا النص الذی اجمعت الامۃ علی انہ غیر مؤول ولا مخصوص، یعنی تمام امت مرحومہ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا ہے وہ بتاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا ہے کہ اس میں اصلاً کوئی تاویل یا تخصیص نہیں تو جو شخص لفظ خاتم النبیین میں النبیین کو اپنے عموم واستغراق پر نہ مانے بلکہ اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے اس کی بات مجنون کی بک یا سرسامی کی بہک ہے اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ اس نے نص قرآنی کو جھٹلایا جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔

عارف باللہ سیدی علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی شرح الفرائد میں فرماتے ہیں، تجویز نبی مع نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او بعدہ یستلزم تکذیب القرآن اذ قد نص علی انہ خاتم النبیین وآخر المرسلین وفی السنۃ انا العاقب لا نبی بعدی واجمعت الامۃ علی ابقاء ھذا الکلام علی ظاھرہ وھذہ احدی المسائل المشھورۃ التی کفرنا بھا الفلاسفۃ لعنھم اللہ تعالٰی، ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ یا بعد کسی کو نبوت ملنی جائز ماننا تکذیب قرآن کو مستلزم ہے کہ قرآن عظیم تصریح فرما چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم النبیین وآخر المرسلین ہیں، اور حدیث میں فرمایا میں پچھلا نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمام امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر ہے، یعنی عموم واستغراق بلا تاویل وتخصیص اور یہ ان مشہور مسئلوں سے ہے جن کے سبب ہم اہل اسلام نے کافر کہا فلاسفہ کو اللہ تعالٰی ان پر لعنت کرے، امام علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی کتاب المعتمد فی المعتقد میں فرماتے ہیں، "بحمدہ اللہ تعالٰی ایں مسئلہ درمیان اسلامیاں روشن تر ازاں ست کہ آں را بکشف وبیان حاجت افتد خدائے تعالٰی خبر داد کہ بعد از وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی دیگر نباشد ومنکر ایں مسئلہ کسے تواند بود کہ اصلاً در نبوت او صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معتقد نباشد کہ اگر برسالت او معترف بودے وے را در ہرچہ ازاں خبر داد صادق دانستے وبہماں حجتہا کہ از طریق تواتر رسالت او بیش ما درست شدہ ایں نیز درست شد کہ وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باز پسیں پیغمبراں ست درزمان او وتا قیامت بعد از وے ہیچ نبی نباشد وہر کہ دریں بہ شک ست دراں نیز بہ شک ست ونہ آں کس کہ گوید کہ بعد او وے نبی دیگر بود یا ہست یا خواہد بود وآں کس نیز کہ گوید کہ امکان دارد کہ باشد کافرست اینست شرط درستی ایمان بخاتم انبیا محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم"۔ بالجملہ آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین مثل حدیث متواتر لا نبی بعدی قطعاً عام اور اس میں مراد استغراق تام اور اس میں کسی قسم کی تاویل وتخصیص نہ ہونے پر اجماع امت خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔ یہ ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین میں کوئی تاویل یا اس کے عموم میں کچھ قال وقیل اصلاً مسموع نہیں، جیسے آج کل دجال قادیانی بک رہا ہے کہ خاتم النبیین سے ختم نبوت شریعت جدیدہ مراد ہے اگر حضور کے بعد کوئی نبی اسی شریعت مطہرہ کا مروج وتابع ہوکر آئے کچھ حرج نہیں اور وہ خبیث اس سے اپنی نبوت جمانا چاہتا ہے یا ایک اور دجال نے کہا تھا کہ تقدم تاخر زمانی میں کچھ فضیلت نہیں خاتم بمعنی آخر لینا خیال جہال ہے بلکہ خاتم النبیین بمعنی نبی بالذات ہے[1] اور اسی مضمون

[1] تحذیر الناس نانوتوی ۱۲،

ملعون کو دجال اول نے یوں[1] ادا کیا کہ خاتم النبیین بمعنی افضل النبیین ہے ایک اور مرتد نے لکھا، خاتم النبیین[2] ہونا حضرت رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بہ نسبت اس سلسلہ محدودہ کے ہے نہ بہ نسبت جمیع سلاسل وعوالم کے پس اور مخلوقات کا اور زمینوں میں ہونا ہرگز منافی خاتم النبیین کے نہیں جموع محلے باللام امثال اس مقام پر مخصوص ہوتی ہیں، چند اور خبیثوں نے لکھا کہ الف لام[3] خاتم النبیین میں جائز ہے کہ عہد کے لئے ہو اور برتقدیر تسلیم استغراق جائز ہے کہ استغراق عرفی کے لئے ہو اور برتقدیر حقیقی جائز ہے کہ مخصوص البعض ہو اور بھی عام کے قطعی ہونے میں بڑا اختلاف ہے اکثر علما ظنی ہونے کے قائل ہیں ان شیاطین سے بڑھ کر اور بعض ابلیسوں نے لکھا کہ اہل اسلام[4] کے بعض فرقے ختم نبوت ہی کے قائل نہیں اور بعض قائل ختم نبوت تشریعیہ کے ہیں نہ مطلق نبوت کے الی غیر ذٰلک من الکفریات الملعونۃ و الاسرقات اذات المشحونۃ بنجاسات ابلیس وقاذورات التدلیس لعن اللہ قائلیھا وقاتل اللہ قابلیھا، یہ سب تاویل رکیک ہیں یا عموم واستغراق "النبیین" میں تشویش وتشکیک اور سب کفر صریح وارتداد قبیح، اللہ ورسول نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی شریعت جدیدہ وغیرہا کی کوئی قید کہیں نہ لگائی اور صراحۃً خاتم بمعنی آخر بتایا متواتر حدیثوں میں اس کا بیان آیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے اب تک تمام امت مرحومہ نے اسی معنی ظاہر ومتبادر وعموم واستغراق حقیقی تام پر اجماع کیا اور اسی بنا پر سلفاً وخلفاً ائمہ مذاہب نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا کتب احادیث وتفسیر وعقائد وفقہ ان کے بیانوں سے گونج رہی ہیں، فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنی کتاب "جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ ۱۳۱۷ھ" میں اس مطلب ایمانی پر صحاح وسنن ومسانید ومعاجیم وجوامع سے ایک سو بیس حدیثیں اور تکفیر منکر کہ ارشادات ائمہ وعلمائے قدیم وحدیث وکتب عقاید واصول فقہ وحدیث سے تیس نصوص ذکر کئے، وللہ الحمد تو یہاں عموم واستغراق کا انکار خواہ کسی تاویل وتبدیل کا اظہار نہیں کرسکتا مگر کھلا کافر خدا کا دشمن قرآن کا منکر مردود ملعون خائب وخاسر والعیاذ باللہ العزیز القادر، ایسی تشکیکیں تو وہ اشقیا رب العلمین میں بھی کرسکتے ہیں کہ جائز ہے لام عہد کے لئے ہو یا استغراق عرفی کے لئے یا عام مخصوص منہ البعض یا عالمین سے مراد عالمین زمانہ کقولہ تعالٰی وانی فضلتکم علی العالمین، اور سب کچھ سہی پھر عام قطعی تو نہیں خدا کا پروردگار جمیع عالم ہونا یقینی کہاں مگر الحمد للہ مسلمان نہ ان ملعون ناپاک وسائس کو رب العالمین میں سنیں نہ ان خبیث گندے وساوس کو خاتم النبیین میں الا لعنۃ اللہ علی الظالمین ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا ۵ یہ طائفہ خائفہ خارجیہ جن سے سوال ہے اگر معلوم ہو کر حضور پر نور خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین کے خاتم ہونے کو صرف بعض انبیاء سے مخصوص کرتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے روز بعثت سے جب یا اب یا کبھی کسی زمانے میں کوئی نبوت اگرچہ ایک ہی اگرچہ غیر تشریعی اگرچہ کسی اور طبقہ زمین یا کنج آسمان میں اگرچہ کسی اور نوع غیر انسانی میں واقع مانتا یا باوصف اعتقاد عدم وقوع محض بطور احتمال شرعی وامکان وقوعی جائز جانتا یا یہ بھی سہی مگر جائز ومحتمل ماننے والوں کو مسلمان کہتا یا طوائف ملعونہ مذکورہ خواہ ان کے کبرا یا نظرا کی تکفیر سے باز رہتا ہے تو ان سب صورتوں میں یہ طائفہ خائفہ خود بھی قطعاً یقیناً اجماعاً ضرورۃً مثل طوائف مذکورہ قادیانیہ وقاسمیہ وامیریہ ونذیریہ وامثالہم لعنہم اللہ تعالٰی کافر ومرتد ملعون ابد ہے، قاتلھم اللہ انی یؤفکون ۵ کہ ضروریات دین کا جس طرح انکار کفر ہے یونہی ان میں شک وشبہ

[1] مواہب الرحمٰن قادیانی ۱۳۱ [2] مناظرہ احمدیہ ۱۲۰ [3] ناصر الموحدین ... ۱۲۰ [4] تقریر ... فرزندی ... ۱۲

اور احتمال خلاف ماننا بھی کفر ہے یونہیں ان کے منکر یا ان میں شاک کو مسلمان کہنا یا اسے کافر نہ جاننا بھی کفر ہے، بحر الکلام امام نسفی وغیرہ میں ہے، من قال بعد نبینا نبی یکفر لانہ انکر النص وکذٰلک لو شک فیہ، در مختار و بزازیہ ومجمع الانہر وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے، من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر، ان لعنتی اقوال نجس تر از ابوال کے رد میں اواخر صدی گذشتہ میں بکثرت رسائل و مسائل علمائے عرب وعجم طبع ہوچکے اور وہ ناپاک فتنے غار مذلت میں گر کر قعر جہنم کو پہنچے، والحمد للہ رب العالمین، اس طائفہ جدیدہ کو اگر طوائف طریدہ کی حمایت سوجھے گی تو اللہ واحد قہار کا لشکر جرار اسے بھی اس کی سزائے کردار پہنچانے کو موجود ہے، قال تعالٰی الم نہلک الاولین ○ ثم نتبعھم الاٰخرین ○ کذٰلک نفعل بالمجرمین ○ ویل یومئذ للمکذبین ○ اور اگر اس طائفہ جدیدہ کی نسبت وہ تجویز و احتمال نبوت یا عدم تکفیر منکران ختم نبوت معلوم نہ بھی ہو نہ اس کا خلاف ثابت ہو تو اس کا آیہ کریمہ میں افادہ استغراق سے انکار اور ارادۂ بعض پر اصرار کیا اسے حکم کفر سے بچالے گا کہ وہ صراحۃً آیہ کریمہ کا اس تفسیر قطعی یقینی اجماعی ایمانی کا منکر و مبطل ہے، جو خود حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی، اور جس پر تمام امت مرحومہ نے اجماع کیا اور بنقل متواتر ضروریات دین سے ہوکر ہم تک آئی، مثلاً کوئی شخص کہے کہ شراب کی حرمت قرآن عظیم سے ثابت نہیں ائمہ دین فرماتے ہیں وہ کافر ہوگیا اگرچہ اس کے کلام میں حرمت خمر کا انکار نہ تھا، نہ تحریم خمر کا ثبوت صرف قرآن عظیم پر موقوف کہ اس کی تحریم میں احادیث متواترہ بھی موجود اور کچھ نہ ہو تو خود اس کی حرمت ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین خصوص نصوص کے محتاج نہیں رہتے، امام اجل ابوزکریا نووی کتاب الروضہ پھر امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں، اذا جحد مجمعا علیہ یعلم من دین الاسلام ضرورۃ سواء کان فیہ نص اولا فان جحدہ یکون کفرا اھ ملتقطا، بعینہ یہی حالت یہاں بھی ہے کہ اگرچہ بعثت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہمیشہ کے لئے دروازہ نبوت بند ہوجانا اور اس وقت سے ہمیشہ تک کبھی کسی وقت کسی جگہ کسی صنف میں کسی طرح کی نبوت نہ ہوسکنا کچھ اس آیہ کریمہ ہی پر موقوف نہیں بلکہ اس کے ثبوت میں قاہر و باہر متوافر و متظافر متکاثر و متواتر حدیثیں موجود اور کچھ نہ ہو تو بحمد اللہ تعالٰی مسئلہ خود ضروریات دین سے ہے مگر آیت کے معنی متواتر مجمع علیہ قطعی ضروری کا انکار اس پر کفر ثابت کرے گا اگرچہ اس کے کلام میں صراحۃً نفس مسئلہ کا انکار نہیں، منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے، لو قال حرمۃ الخمر لاتثبت بالقراٰن کفر ای لانہ عارض نص القراٰن وانکر تفسیر اھل الفرقان، فتاوی تتمہ میں ہے، من انکر حرمۃ الخمر فی القراٰن کفر، اعلام امام مکی میں ہمارے علماء سے کلمات کفر بالاتفاق میں نقل کیا، او قال لم تثبت حرمۃ الخمر فی القراٰن پھر خود فرمایا، کفرنا اعم انہ لانص فی القراٰن علی تحریم الخمر ظاھر لانہ مستلزم لتکذیب القراٰن الناص فی غیر ما اٰیۃ علی تحریم الخمر فان قلت غایۃ مافیہ انہ کذب وھو لایقتضی الکفر قلت ممنوع لانہ کذب یستلزم انکار النص المجمع علیہ المعلوم من الدین بالضرورۃ، تو اگرچہ یہ طائفہ آیہ کریمہ میں استغراق کے انکار سے ختم تام نبوت پر دلائل قطعیہ سے مسلمانوں کا ہاتھ خالی نہیں کرسکتا، مگر اپنا ہاتھ ایمان سے خالی کرگیا ہاں اگر ارباب طائفہ صراحۃً ایمان لائیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد کبھی کسی جگہ کسی طرح کی کوئی نبوت کسی کو نہیں مل سکتی، حضور کے خاتم النبیین و آخر الانبیاء والمرسلین ہونے میں اصلاً کوئی تخصیص

تاویل تقیید تحویل نہیں اور ان تمام مطالب کو نصوص قطعیہ و اجماع یقینی و ضروریات دین سے ثابت یقینا مانیں اور ان تمام طوائف ملعونہ مذکورہ اور ان کے اکابر کو صاف صاف کافر مرتد کہیں صرف بزعم خود اپنی نحوی و منطقی جہالتوں بطالتوں کج فہمیوں کے باعث آیۂ کریمہ میں لام عہد لیں اور استغراق نامستقیم سمجھیں تو اگرچہ بوجہ انکار تفسیر متواتر اجماعی قطعی اسلوب فقہی اس پر اب بھی لزوم کفر مانے مگر از انجا کہ اس نے اعتقاد صحیح کی تصریح اور کبرائے منکرین کی تکفیر صریح کردی اس کی تکفیر سے زبان روکنا یہی مسلک تحقیق و احتیاط ہوگا امام مکی بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں، ومن ثم یتجہ انہ لوقال الخمر حرام ولیس فی القراٰن نص علی تحریمہ لم یکفر لانہ الاٰن محض کذب وھو لایکفر بہ اھ اقول وباللہ التوفیق اس تقدیر اخیر پر بھی اس قدر میں شک نہیں کہ یہ طائفہ[1] خائفہ یا دو معین مرتدین و کافرین و بازیچہ[2] کنندۂ کلام رب العالمین، و مکذب[3] تفسیر حضور سید المرسلین و مخالف[4] اجماع جمیع مسلمین و بحث[5] بدعقل و گمراہ و بددین ہے، اول تو ظاہر ہی ہے کہ نفی استغراق و تجویز عہد میں یہ ان کفار کا ہمزبان ہوا بلکہ ان خبیثوں نے تو بطور احتمال ہی کہا تھا "جائز ہے کہ عہد کے لئے ہو" اور اس نے بزعم خود عہد کے لئے ہونا واجب مانا اور استغراق کو باطل و مردود جانا، دوم اس لئے کہ قرآن عظیم میں حضرات انبیائے کرام علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کا ذکر پاک بہت وجوہ مختلفہ سے وارد (۱) فردًا فردًا خواہ بتصریح اسماء یہ صرف چھبیس[26] کے لئے ہے، آدم[1]، ادریس[2]، نوح[3]، ہود[4]، صالح[5]، ابراہیم[6]، اسحاق[7]، اسمٰعیل[8]، لوط[9]، یعقوب[10]، یوسف[11]، ایوب[12]، شعیب[13]، موسٰی[14]، ہارون[15]، الیاس[16]، الیسع[17]، ذوالکفل[18]، داؤد[19]، سلیمٰن[20]، عزیر[21]، یونس[22]، زکریا[23]، یحیٰی[24]، عیسٰی[25]، محمد[26] صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم یا بر سبیل ابہام مثل قال لھم نبیھم (اشمویل) واذ قال لفتٰہ (یوشع) فوجدا عبدا من عبادنا (خضر علیہم الصلوٰۃ والسلام) (۲) بر سبیل عموم و استغراق اور یہی اوفر و اکثر ہے مثل قولہ تعالٰی قولوا اٰمنا باللہ وما انزل علینا الٰی قولہ تعالٰی وما اوتی النبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم وقال تعالٰی ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبیین وقال تعالٰی تلک الرسل فضلنا بعضھم علٰی بعض وقال تعالٰی کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ وقال تعالٰی لانفرق بین احد من رسلہ وقال تعالٰی وما اوتی موسٰی وعیسٰی والنبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم وقال تعالٰی اولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین وقال تعالٰی والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولٰئک سوف یؤتیھم اجورھم وقال تعالٰی فاٰمنوا باللہ ورسلہ وقال تعالٰی لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ واٰمنتم برسلی وعزرتموھم وقال تعالٰی یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم وقال تعالٰی وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین وقال تعالٰی فلنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین وقال تعالٰی عن المؤمنین لقد جاءت رسل ربنا بالحق وقال تعالٰی عن الکافرین، قد جاءت رسل ربنا بالحق فھل لنا من شفعاء وقال تعالٰی ثم ننجی رسلنا والذین اٰمنوا وقال تعالٰی واتخذوا اٰیٰتی ورسلی ھزوا وقال تعالٰی اولٰئک الذین انعم اللہ علیھم من النبیین و قال تعالٰی انی لایخاف لدی المرسلون وقال تعالٰی واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح وقال تعالٰی ھذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون وقال تعالٰی ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین وقال تعالٰی وسلٰم علی المرسلین

وقال تعالٰی وجایٔ بالنبیین والشھداء وقال تعالٰی انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا وقال تعالٰی الذین اٰمنوا باللّٰہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون وقال تعالٰی اعدت للذین اٰمنوا باللّٰہ ورسلہ وقال تعالٰی لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت وقال تعالٰی کتب اللّٰہ لاغلبن انا ورسلی وقال تعالٰی واذا الرسل اقتت لای یوم اجلت الٰی غیر ذٰلک من اٰیات کثیرۃ (۳) ملحوظ بوصف قبلیت یعنی انبیاء سابقین علٰی نبینا وعلیہم الصلٰوۃ والسلام مثل قولہ تعالٰی، وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم من اھل القرٰی، وقال تعالٰی، وما ارسلنا من قبلک من المرسلین الا انھم لیاکلون الطعام، وقال تعالٰی سنۃ اللّٰہ فی الذین خلوا من قبل وکان امر اللّٰہ قدرا مقدورا الذین یبلغون رسٰلٰت اللّٰہ وقال تعالٰی، ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک وقال تعالٰی مایقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک وقال تعالٰی کذٰلک یوحی الیک والی الذین من قبلک اللّٰہ العزیز الحکیم وقال تعالٰی وسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا وغیرہ ذٰلک (۴) بر سبیل معنی جنسی شامل فرد وجمع بلحاظ فائدہ خصوص وشمول مثل قولہ تعالٰی، من کان عدوا للّٰہ وملٰئکتہ ورسلہ وقولہ تعالٰی ان الذین یکفرون باٰیٰت اللّٰہ ویقتلون النبیین بغیر حق ویقتلون الذین یامرون بالقسط من الناس فبشرھم بعذاب الیم، وقال تعالٰی ولا یامرکم ان تتخذوا الملٰئکۃ والنبیین اربابا، وقولہ تعالٰی ومن یکفر باللّٰہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر فقد ضل ضلٰلا بعیدا وقولہ تعالٰی ان الذین یکفرون باللّٰہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللّٰہ ورسلہ، الٰی قولہ تعالٰی اولٰئک ھم الکٰفرون حقا وغیرھا (۵) خاص خاص جماعت خواہ اس کا خصوص کسی وصف یا اضافت یا اور وجوہ بیان سے نفس کلام میں مذکور اور اس سے مستفاد ہو، مثل قولہ تعالٰی، ولقد اٰتینا موسی الکتٰب وقفینا من بعدہ بالرسل وقال تعالٰی فی بنی اسرائیل، ولقد جاءتھم رسلنا بالبینٰت، وقال تعالٰی فی التورٰۃ، یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا، وقال تعالٰی بعد ما ذکر نوحا ثم ارسلنا رسلا اٰخر ثم ارسلنا رسلنا تترا ثم قال ثم ارسلنا موسی، وقال تعالٰی انا اوحینا الیک کما اوحینا الٰی نوح والنبیین من بعدہ، فالمراد من بین ھود وموسی علیھم الصلٰوۃ والسلام، وقال تعالٰی، فقل انذرتکم صٰعقۃ مثل صٰعقۃ عاد وثمود اذ جاءتھم الرسل من بین ایدیھم ومن خلفھم، وقال تعالٰی بعد ذکر نوح وابراھیم، ثم قفینا علٰی اٰثارھم برسلنا، یا بوجہ عہد حضوری مثل قولہ تعالٰی، قال یٰقوم اتبعوا المرسلین، یا ذکری مثل قولہ تعالٰی فی قوم نوح وھود وصالح ولوط وشعیب بعد ما ذکرھم علیھم الصلٰوۃ والسلام، تلک القرٰی نقص علیک من انبائھا و لقد جاءتھم رسلھم بالبینٰت، یا علمی مثل قولہ تعالٰی واضرب لھم مثلا اصحٰب القریۃ اذ جاءھا المرسلون، و قال تعالٰی سنکتب ما قالوا وقتلھم الانبیاء بغیر حق، وغیر ذٰلک، اب اولًا اگر آیہ کریمہ ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین، میں لام عہد خارجی کے لئے ہو جیسا کہ یہ طائفہ خارجیہ گمان کرتا ہے اور وہ یہاں نہیں مگر ذکری اور ذکر کو دیکھ کر کہ اتنے وجوہ مختلفہ پر ہے اور ان میں صرف ایک وجہ وہ ہے جو بداہۃً کلام کریم میں مراد ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی، یعنی وجہ سوم کہ جب انبیا موصوف بوصف قبلیت ومفید بقید سبقت لے لئے گئے یعنی وہ انبیا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پہلے ہیں تو اب حضور کو ان کا خاتم ان کا آخر ان سے زمانے میں متأخر کہنا محض لغو وفضول وکلام مہمل ومعطل ومغسول ہوگا، جس کا حاصل حل اولٰی

جدیہی مثل زید زید سے زائد نہ ہوگا کہ جب ان کو حضور سے اگلا کہدیا حضور کا ان سے پچھلا ہونا آپ ہی معلوم ہوا اسے بالخصوص مقصود بالافادہ رکھنا قرآن عظیم تو قرآن عظیم اصلاً کسی عاقل انسان کے کلام کے لائق نہیں نہ کہ وہ بھی مقام مدح میں کہ ؎

چشمان تو زیر ابرو انند   دندان تو جملہ در دہانند

سے بھی بدتر حالت میں ہے کہ شعر نے کسی افادہ کی عبث تکرار نہ کی اور بات جو کہی وہ بھی واقعی تعریف کی تھی، احسن تقویم سے بعض اوضاع کا بیان ہے اسے مقام مدح میں یوں مہمل جانا گیا ہے کہ ایک عام مشترک بات کا ذکر کیا ہے بخلاف اس معنی کے کہ اس میں صراحۃً عبث موجود اور معنی مدح بھی مفقود اور پھر عموم و اشتراک بھی نقد وقت کہ ہر شے اپنے اگلے سے پچھلی ہوتی ہے، غرض یہ وجہ تو یوں مندفع ہوجائے گی کہ اصلاً محل افادہ و صالح ارادہ نہیں اور اس طائفہ خارجیہ کے طور پر وجہ دوم کو بھی نامحتمل مان لیجئے پھر بھی اول و چہارم و پنجم سب محتمل رہیں گی اور پنجم میں خود وجوہ کثیرہ ہیں، کہیں من بعد موسٰی کہیں من بعد نوح کہیں انبیائے بنی اسرائیل کہیں من بعد ہود و موسٰی کہیں صرف انبیائے عاد و ثمود کہیں انبیائے قوم نوح و عاد و ثمود کہیں من بعد ابراہیم قوم لوط و مدین وغیر ذالک بہر حال ذکر وجوہ کثیرہ مختلفہ پر آیا ہے اور یہاں کوئی قرینہ و بینہ نہیں کہ ان میں ایک وجہ کی تعیین کرے تو معلوم نہیں ہوسکتا کہ کون سے مذکور کی طرف اشارہ ہوا پھر عہد کہاں رہا سرے سے عہد کا مبنی ہی کہ تعین ہے منہدم ہوگیا کہ اختلاف و تنوع مطلقاً منافی تعین نہ کہ اتنا کثیر پھر عہدیت کیونکر ممکن، **ثانیاً** جب کہ اتنی وجوہ کثیرہ محتمل اور قرآن عظیم نے کوئی وجہ بیان نہ فرمائی، حدیث کا بیان صحیح تو وہی عموم و استغراق ہے کہ لا نبی بعدی کما سیاتی، اس تقدیر پر جب اشارہ ذکر استغراق کی طرف ٹھہرا عہد و استغراق کا حاصل ایک ہوگیا اور وہی احاطہ تامہ کہ معتقد اہل اسلام تھا ظاہر ہوا مگر یہ اس طائفے کو منظور نہیں لاجرم آیت کہ بر تقدیر عہدیت مجمل تھی بے بیان رہی اور وہی منقطع ہوکر متشابہات سے ہوگئی، اب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہنا محض اقرار لفظ بے فہم معنی رہ گیا، جس کی مراد کچھ معلوم نہیں کوئی کافر خود زمانہ اقدس حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں کتنے ہی انبیاء مانے حضور کے بعد ہر قرن و طبقہ و شہر و قریہ میں ہزار ہزار اشخاص کو نبی جانے خود اپنے آپ کو رسول اللہ کہے اپنے استاذوں کو مرسلین اولوالعزم بتائے آیہ کریمہ اس کا بال بیکا نہیں کرسکتی کہ آیت کے معنی ہی معلوم نہیں، جس سے حجت قائم ہوسکے کیا کوئی مسلمان ایسا خیال کرے گا۔ **حاشا و کلا۔ ثالثاً** میں تکثر و تزاحم معانی پر کیوں بنا کروں سوائے استغراق کوئی معنی لے لیجئے سب پر یہی آتش در کاسہ رہے گی کہ کھلی چھوٹی کاذبہ ملعونہ نبوتوں کا در آیت بند نہ کرسکے گی، معنی اول یعنی افراد مخصوصہ معینہ مراد لئے تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھیں معدود انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کے خاتم ٹھہرے جن کا نام یا ذکر معین علی وجہ الابہام قرآن مجید میں آگیا ہے، جن کا شمار تیس چالیس نبی تک بھی نہ پہنچے گا، یونہی بر تقدیر معنی پنجم یعنی جماعات خاصہ خاص اسی جماعت کے خاتم ٹھہریں گے، باقی جماعات صادقہ سابقہ کے لئے بھی خاتمیت ثابت نہ ہوگی، چہ جائے جماعات کاذبہ آئندہ اور معنی سوم میں صاف تخصیص انبیائے سابقین کی ہوجائے گی کہ جو نبی پہلے گزر چکے ان کے خاتم ہیں تو پچھلوں کی کیا بندش ہوئی بلکہ پیچھے اور آئے تو وہ ان کے بھی خاتم ہوں گے، رہے معنی چہارم جنسی اس میں جمیع مراد لینا اس طائفہ کو منظور نہیں ورنہ وہی ختم التی لنفسہ لازم آئے لاجرم مطلقاً کسی ایک فرد کے اختتام سے بھی خاتمیت صادق مانے گا کہ صدق علی الجنس کے لئے ایک فرد پر صدق کافی ہے تو یہ سب معانی سے اخس و ارذل ہوا اور حاصل وہی ٹھہرا کہ آیت بہر نہج فقط ایک دو یا چند یا کل گزشتہ پیغمبروں کی نسبت صرف اتنا تاریخی واقعہ

بتاتی ہے کہ ان کا زمانہ ان کے زمانے سے پہلے تھا اس سے زیادہ آئندہ نبوتوں کا وہ کچھ نہیں بگاڑ سکتی نہ ان سے اصلا بحث کرتی ہے، طوائف ملعونہ مہدویہ وقادیانیہ وامیریہ ونذیریہ ونانوتویہ وامثالہم لعنہم اللہ تعالٰی کا یہی تو مقصود تھا وہ اس طائفۂ خارجیہ نے جی کھول کر اُمنا بہ کرلیا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ○ اصل بات یہ ہے کہ معانی قطعیہ جو تمام مسلمین میں ضروریات دین سے ہوں جب ان پر نصوص قطعیہ پیش نہ کئے جائیں تو مسلمانوں کو احمق بنالینا اور معتقدات اسلام کو مخیلات عوام[1] ٹھہرا دینا ایسے خبثا کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اور نصوص میں احادیث پر نہ عام لوگوں کی نظر نہ ان کے جمع طرق وادراک تواتر پر دسترس وہاں ایک ہش میں کام نکل جاتا ہے کہ یہ باب عقائد ہے اس میں بخاری ومسلم[2] کی بھی صحیح آحاد حدیثیں مردود ہیں، ہاں ایسی جگہ ان ہیئے کے اندھوں کی کچھ کو روبتی ہے تو قرآن عظیم سے کہ بغرض تلبیس عوام برائے[3] نام اسلام کا ادعا ہو کر قرآن پر صراحۃً انکار کا ٹھو خرودرگل ہے، لہذا وہاں تحریف معنوی کے جال چلتے اور کلام اللہ کو الٹتے بدلتے ہیں، کہ جب آیت سے مسلمانوں کو ہاتھ خالی کرلیں پھر گو نہ وحی شیطانی کا راستہ کھل جائے گا، واللہ متم نورہ ولوکرہ الکافرون ○،

سوم یعنی اس طائفہ کا مکذب تفسیر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہونا وہ ہر ادنٰی خادم حدیث پر روشن یہاں اجمالی دو حرف ذکر کریں صحیح مسلم شریف ومسند امام احمد وسنن ابوداؤد وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ وغیرہا میں ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، انہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لانبی بعدی، بیشک میری امت دعوت میں یا میری امت کے زمانے میں تیس کذاب ہوں گے کہ ہر ایک اپنے آپ کو نبی کہے گا اور میں خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور ضیائے مقدسی صحیح مختارہ میں حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، فی امتی کذابون ودجالون سبعۃ وعشرون منھم اربعۃ نسوۃ وانی خاتم النبیین لانبی بعدی، میری امت دعوت میں ستائیس دجال کذاب ہوں گے ان میں چار عورتیں ہوں گی حالانکہ بیشک میں خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ترمذی وتفسیر ابن ابی حاتم وتفسیر ابن مردویہ میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، مثلی ومثل الانبیاء کمثل رجل ابتنی دارا فاکملھا واحسنھا الا موضع لبنۃ فکان من دخلھا فنظر الیھا قال مااحسنھا الا موضع اللبنۃ فانا موضع اللبنۃ ختم بی الانبیاء، میری اور نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان پورا کامل اور خوبصورت بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی تو جو اس گھر میں جاکر دیکھتا کہتا یہ مکان کس قدر خوب ہے مگر ایک اینٹ کی جگہ کہ وہ خالی ہے تو اس اینٹ کی جگہ میں ہوا مجھ سے انبیا ختم کردئے گئے، صحیح مسلم ومسند احمد میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، مثلی ومثل النبیین کمثل رجل بنی دارا فاتمھا الا لبنۃ واحدۃ فجئت انا واتممت تلک اللبنۃ، میری اور انبیا کی مثل اس شخص کی مانند ہے، جس نے سارا مکان پورا بنایا سوا ایک اینٹ کے تو میں تشریف فرما ہوا اور وہ اینٹ میں نے پوری کی، مسند احمد وصحیح ترمذی میں بافادۂ تصحیح ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، مثلی فی النبیین کمثل رجل بنی دارا فاحسنھا واکملھا واجملھا وترک فیھا موضع لبنۃ لم یضعھا فجعل الناس یطوفون بالبنیان ویعجبون منہ ویقولون لوتم موضع ھذہ اللبنۃ فانا فی النبیین موضع تلک اللبنۃ، پیغمبروں میں

[1] دیکھو تحذیر الناس ص [2] دیکھو براہین قاطعہ گنگوہی ص [3] دیکھو تحذیر الناس ص

میری مثال ایسی ہے کہ کسی نے ایک مکان خوبصورت و کامل و خوشنما بنایا اور ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی وہ نہ رکھی لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی و خوشنمائی سے تعجب کرتے اور تمنا کرتے کسی طرح اس اینٹ کی جگہ پوری ہو جاتی تو انبیاء میں اس اینٹ کی جگہ میں ہوں، صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن نسائی و تفسیر ابن مردویہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہی مثل بیان کرکے ارشاد فرمایا، فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین تو میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم، چہارم کا بیان اوپر گزرا، پنجم سے اس طائفہ کی گمراہی بھی واضح ہو چکی کہ تفسیر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رد کرنے والا اجماع قطعی امت مرحومہ کا خلاف کرنے والا سوا گمراہ و بددین کے کون ہوگا، قال اللہ ماتولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا ۰ رہی بدعقلی وہ اس کے ان شبہات واہیات خرافات، مزخرفات کی ایک ایک ادا سے ٹپک رہی ہے جو اس نے اثبات ادعائے باطل عہد خارجی کے لئے پیش کئے اہل علم کے سامنے ایسے مہملات کیا قابل التفات مگر حفظ عوام و ازالۂ اوہام کے لئے چند حروف مجمل کا ذکر مناسب، واللہ الہادی وولی الایادی، شبہہ اولٰی میں اس طائفہ نے جو عبارت توضیح کی طرف محض غلط نسبت کی حالانکہ توضیح میں اس عبارت کا نشان نہیں بلکہ وہ اس کے حاشیہ تلویح کی ہے،

اقول اولاً اگر یہ مدعیان عقل اسی اپنی ہی نقل کی ہوئی عبارت کو سمجھتے اور قرآن عظیم میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وجوہ ذکر کو دیکھتے تو یقین کرتے کہ آیہ کریمہ، ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں لام عہد خارجی کے لئے ہونا محال ہے کہ بوجہ تنوع وجوہ ذکر و عدم اولویت ترجیح جس کا بیان مشرحاً گزرا کمال تمیز جدا سرے سے کسی وجہ معین کا امتیاز ہی نہ رہا تو یہی عبارت شاہد ہے کہ یہاں عہد خارجی ناممکن، کاش مکر کے لئے بھی کچھ عقل ہوتی تو اس کی جگہ توضیح ہی کی گول عبارت، العہد ہو الاصل ثم الاستغراق ثم تعریف الطبیعۃ کی نقل ہوتی کہ خود نفس عبارت تو ان کی جہالت و سفاہت پر شہادت نہ دیتی اگرچہ اس سے دو ہی سطر پہلے اسی توضیح میں متن تنقیح کی عبارت ولا بعض الافراد لعدم الاولویۃ اس کی صفر الکفی کو بس ہوتی مگر یہ کیونکر کھلتا کہ طائفہ طائفہ کو دوست و دشمن میں تمیز نہیں صریح مضر کو نافع سمجھتا ہے لہٰذا نام لیا توضیح کا اور براہ بدقسمتی عبارت نقل کر دی تلویح کی جس میں صاف صریح ان عقلا کی تسفیہ اور ان کے وہم کاسد کی تقبیح تھی، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، ثانیاً توضیح کا مطلب سمجھنا تو بڑی بات خود اپنا ہی لکھا نہ سمجھا کہ جب عہد خارجی سے معنی درست ہو تو استغراق وغیرہ معتبر نہ ہوگا، ہم اوپر واضح کر آئے کہ عہد خارجی مزعوم طائفہ خارجیہ سے معنی درست نہیں ہو سکتے، آیہ کریمہ قطعاً آئندہ نبوتوں کا دروازہ بند فرماتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہی معنی اس کے بیان فرمائے، تمام امت نے سلفاً و خلفاً اس کے یہی معنی سمجھے اور اس عہد خارجی پر آیت کو اس سے کچھ مس نہیں رہتا تو واجب ہے کہ استغراق مراد ہو، اسی تلویح میں اسی عبارت منقولہ طائفہ کے متصل ہے، ثم الاستغراق الی ان قال فالاستغراق ہو المفہوم من الاطلاق حیث لاعہد فی الخارج خصوصاً فی الجمع الی قولہ ہذا ما علیہ المحققون، ثالثاً بہت اچھا اگر فرض کریں کہ لام عہد خارجی کے لئے ہے تو اس سے بھی قطعاً یقیناً استغراق ہی ثابت ہوگا کہ وجوہ خمسہ سے اول و سوم و پنجم کا بطلان تو دلائل قاہرہ سے اوپر ثابت ہو لیا اور واضح ہو چکا کہ خود جن سے کلام الٰہی کا اولاً و اصالۃً خطاب تھا یعنی حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھوں نے ہرگز اس آیت سے صرف بعض افراد معینہ یا کسی جماعت خاصہ کو نہ سمجھا اب نہ رہیں، مگر وجہ دوم و چہارم، یعنی وہ جو قرآن عظیم میں بروجہ اکثر واوفر ذکر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام بروجہ

عموم واستغراق تام ہے اسی وجہ معہود کی طرف لام النبیین مشیر ہے تو اس عہد کا حاصل بحمد اللہ تعالٰی وہی استغراق کامل جو مسلمانوں کا عقیدہ ایمانیہ ہے یا ذکر جنسی کی جانب اشارہ ہے اور ختم کا حاصل نفی معیت وبعدیت ہے، جیسے اولیت بمعنی نفی معیت وقبلیت تعریفات علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف میں ہے، الاول فرد لایکون غیرہ من جنسہ سابقا علیہ ولا مقارنا لہ، حدیث میں ہے، انت الاول فلیس قبلک شیئ وانت الاٰخر فلیس بعدک شیئ، رواہ مسلم فی صحیحہ والترمذی واحمد وابن ابی شیبۃ وغیرھم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وللبیھقی فی الاسماء والصفات عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، انہ کان یدعو بھؤلاء الکلمات اللھم انت الاول فلا شیئ قبلک وانت الاٰخر فلا شیئ بعدک، الحدیث تو خاتم النبیین کا حاصل ہمارے حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اور بعد جنس نبی کی نفی ہوئی اور جنس کی نفی عرفاً ولغۃً وشرعاً جملہ افراد ہی سے ہوتی ہے ولہذا لائے نفی جنس ضیع عموم سے ہے جیسے لارجل فی الدار ولہذا لاالہ الا اللہ ہر غیر خدا سے نفی الوہیت کرتا ہے، یوں بھی استغراق ہی ثابت ہوا، وللہ الحمد ——

نامکمل دستیاب ہوا۔

مسئلہ از ریاست نانپارہ بازار چوک بساط خانہ دوکان حاجی الٰہی بخش بہرائچی، مرسلہ حافظ عبدالرزاق امام مسجد ربیع الاول ۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ضلع بارہ بنکی میں چند روز سے ایک گروہ پیدا ہوا ہے، جس کا نام کبیر پنتھی ہے، یہ لوگ اللہ تعالٰی کو صاحب اور دعوت کو ہندوؤں کی طرح بھنڈارہ کہتے ہیں نماز روزہ سے بالکل منکر ہیں اور روزہ داروں اور نمازیوں کو برا کہتے اور ان پر طعن وتشنیع کرتے ہیں، گوشت کھانا بالکل حرام جانتے اور قربانی ہر جانور کی بہت سخت ظلم کہتے ہیں موضع صورت گنج تحصیل فتح پور ضلع بارہ بنکی نواب گنج میں فقیرے تیلی کبیر پنتھی نے برادری کی دعوت کی اور اپنی حیثیت کے موافق کھانا پکوایا، گوشت کی جگہ کٹہل پکوایا گیا، برادری والوں نے کہا ہم گوشت کھائیں گے تو اس نے کہا ہمارے گروجی گوشت نہیں کھاتے تھے، چاہے جان جاتی رہے گردن کٹ جاوے مگر ہم گوشت نہ دیں گے لوگوں نے کہا کہ چاہے سیر آدھ سیر ہی گوشت ہو مگر ہم بلا گوشت کھانا نہ کھائیں گے، فقیرے نے کہا کہ ہم آپ لوگوں سے خدا کے واسطے ایک چیز مانگتے ہیں ہم کو للہ معاف کر دو، برادری والوں نے کہا کہ اگر تم ہم سے گوشت للہ معاف کراتے ہو تو تمام کھانا ہم للہ معاف کئے دیتے ہیں اور آدھے آدمی اٹھ کر پانچو تیلی کے مکان پر چلے آئے اور آدھے اسی کے مکان پر رہ گئے، لیکن کھانا کسی نے نہیں کھایا پانچو تیلی گوشت کھاتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے اب دونوں قسم کے تیلیوں نے پانچو کا حقہ پانی بند کر دیا ہے کہ اسی کی وجہ سے ہماری برادری میں پھوٹ پڑی، اس حالت میں عام مسلمانوں کو کبیر پنتھیوں سے میل جول، شادی بیاہ برادری سے رکھنا جائز ہے یا نہیں اور شرعاً یہ لوگ کیسے ہیں، جن لوگوں نے پانچو کا حقہ پانی اسی وجہ سے بند کیا ہے، ان سے دوسروں کو کیسا برتاؤ کرنا چاہئے،

الجواب نماز سے منکر کافر ہے، روزہ سے منکر کافر ہے، جو نماز پڑھنے کو برا کہے نمازی پر نماز پڑھنے کی وجہ سے طعن وتشنیع کرے کافر ہے، روزہ رکھنے کو جو برا کہے روزہ دار پر روزہ کی وجہ سے طعن کرے وہ کافر ہے، گوشت کھانے کو مطلقاً حرام کہنا کفر ہے، قربانی کو

ظلم کہنے والا کافر ہے، ان اعتقادوں والے مطلقاً کفار ہیں، پھر اگر اس کے ساتھ اپنے آپ کو مسلمان کہتے یا کلمہ پڑھتے ہوں تو مرتد ہیں کہ دنیا میں سب سے بدتر کافر ہیں، ان سے میل جول حرام ان کے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑیں تو ان کو پوچھنے جانا حرام، مرجائیں تو ان کے جنازے کی نماز حرام، پانچو تیلی پر کوئی الزام نہیں، جنھوں نے اس بنا پر اس کا حقہ پانی بند کیا ظالم ہیں، ان پر لازم ہے کہ اپنے ظلم سے توبہ کریں، پانچو سے اپنا قصور معاف کرائیں اگر یہ لوگ باز نہ آئیں تو مسلمان ان کو چھوڑ دیں کہ ظالموں کا ساتھ دینے والا بھی ظالم ہے، یہ سب مضامین قرآن عظیم کی آیتوں اور حدیثوں سے ثابت ہیں، جو بارہا ہمارے فتاوٰی میں مذکور ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بیکانیر مارواڑ محلہ مہاوتان، مرسلہ قاضی قمر الدین صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ رسول خدا خدا کے بندے نہیں ہیں اور آپ بشر بھی نہیں ہیں اس پر ان سے پوچھا گیا کہ پھر کیا ہیں، تو جواب دیا کہ میں اس معاملہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا اور یہ بھی ان سے پوچھا گیا کہ رات دن نماز میں قعدہ میں تم عبدہ ورسولہ پڑھتے ہو یہ کیا ہے، کیا اس کا ترجمہ ہوا تو کہا اس کا ترجمہ بندہ اور رسول کا ہوا لیکن میں کچھ نہیں کہتا، حضور پر نور ایسے شخص کی بابت کیا حکم ہے اور کیا یہ شخص اسلام سے خارج ہوگیا ان کلمات کی باعث یا نہیں، کیا کفر عائد اس پر ہوا یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے بندے نہیں وہ قطعاً کافر ہے، اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، قال اللہ تعالٰی، وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ، وقال تعالٰی، تبٰرک الذی نزل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا ٥ وقال تعالٰی سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ، وقال تعالٰی، وان کنتم فی ریب مما نزلنا علٰی عبدنا، وقال تعالٰی الحمد للہ الذی انزل علٰی عبدہ الکتٰب، وقال تعالٰی فاوحٰی الٰی عبدہ ما اوحٰی ٥ اور جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صورت ظاہری بشری ہے، حقیقت باطنی بشریت سے ارفع واعلٰی ہے یا یہ کہ حضور اوروں کی مثل بشر نہیں وہ سچ کہتا ہے اور جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے، قال تعالٰی، قل سبحٰن ربی ھل کنت الا بشرا رسولا ٥ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از خانپور سید واڑہ احمد آباد، مرسلہ منشی ایچ ڈی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، اس مسئلہ میں کہ "ذوالنور الحق المبین" چھاپی ہے، شیخ ابو اہر نے وہ سنیوں کے لئے کیسی ہے، مہربانی کرکے اس کا جلدی جواب دیجئے۔

الجواب وہ کتاب مذہب اہل سنت کے خلاف ہے، بلکہ اس میں خود اسلام کی بھی مخالفت ہے اس کا دیکھنا، پڑھنا سننا حرام ہے الا العالم یرید ان یرد علیہ او یکشف ما فیہ من کفر وضلال، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر بریلی محلہ بہاری پور، مسئولہ عنایت حسین صاحب ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی برادری کے آدمیوں کے سامنے اشرف علی تھانوی کو کافر کہا اور یہ بھی کہا کہ جو شخص اس کو کافر نہ مانے وہ بھی کافر ہے، لہٰذا اس باعث سے اشرف علی کو کافر کہا کہ اس پر کفر کا فتوٰی دیا گیا ہے، اس شخص کو

بوجہ کافر کہنے کے برادری سے علیحدہ کردیا لہذا جس آدمی نے اشرف علی کو کافر کہا اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں،

الجواب تمام علمائے حرمین شریفین نے اشرف علی تھانوی پر بھی فتوی دیا ہے، "حسام الحرمین" شریف بارہ برس سے چھپ کر شائع ہے، اس شخص نے سچ کہا اور اس پر اسے برادری سے خارج کرنا ظلم شدید ہوا ان لوگوں پر توبہ فرض ہے اور جو شخص تھانوی کے اقوال کفر سے آگاہ ہو کر ایسا کرے وہ خود ایمان سے خارج اور اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہوگئی، درمختار، مجمع الانہر، بزازیہ وشفا شریف میں ہے، من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر، واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ از کانپور محلہ فیل خانہ قدیم، مرسلہ مولانا مولوی محمد آصف صاحب ۲۷ جمادی الآخرہ ۳۸ھ

بفضلہ تعالی کمترین بخیریت ہے، حضوری ملازمان سامی کی مدام بارگاہ احدیت سے مطلوب، دو عریضے ملفوف فدوی نے روانہ خدمت فیضدرجت کئے ہنوز جواب سے محروم ہے، الہی مانعش بخیر باد۔

حضور کے فتاوی جلد اول صفہ ۱۹۱ میں خواتمی وہابی کے متعلق حاشیہ میں یہ عبارت ہے۔ "یہ شقی گروہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا صاف منکر ہے، خاتم النبیین کے یہ معنی لینا تحریف کرنا اور بمعنی آخر النبیین لینے کو خیال جہال بتاتا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے چھ یا سات مثل وجود مانتا ہے"۔ اور کتاب حسام الحرمین میں بھی فرقہ امثالیہ کو مرتدین میں شمار کیا گیا ہے، لیکن فتاوی بے نظیر در معنی مثل آنحضرت بشیر ونذیر جو کہ عرصہ ہوا مطبع اسدی میں حسب ایمائے محمد یعقوب صاحب منصرم مطبع نظامی طبع ہوا تھا اور بہت سے علمائے کرام کے فتوے اس میں درج کئے ہیں، حسب ذیل عبارت ہے۔ "ھو العزیز قطع نظر اس کے کہ علمائے حدیث نے ان اللہ خلق سبع ارضین میں ہر طرح کلام کیا بعد ثبوت رفع وتسلیم صحت متن واسناد مفید اعتقاد نہیں، بلکہ جس حالت میں مضمون اس کا دلالت آیات واحادیث صحیحہ وعقیدہ اہل حق کے خلاف ہے تو قطعاً متروک الظاہر واجب التاویل ہے، پس جو شخص اس حدیث سے وجود تحقق ومثال سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال کرے سخت جاہل اور معتقد فضیلت مثل آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بمعنی مشارکت فی الماہیت والصفات الکمالیہ مبتدع اور مخالف عقیدہ اہل سنت ہے، واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم، اس عبارت کے حضور کے جناب والد ماجد صاحب قبلہ قدس سرہ کی نقل مہر طبع ہوئی ہے اور پھر حضور کی حسب ذیل عبارت بنقل مہر طبع کی گئی، والقائل بتحقق المثل او لاحتمال بالمعنی المذکور فی السوال مبتدع ضال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال، کون فرقہ امثالیہ مرتد ہے اور کون مبتدع یا ان فرقوں کے عقائد میں اختلاف ہے یا کیا، بینوا توجروا،

الجواب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مبتدع ضال ایک لفظ عام ہے، کافر کو بھی شامل کہ بدعت دو قسم ہے، مکفرہ وغیر مکفرہ، وقال تعالی واما ان کان من المکذبین الضالین، امام ابن حجر مکی نے بظاہر اس سے بھی ملکے لفظ حرام کو کفر کہنے کے منافی نہ مانا، اعلام بقواطع الاسلام میں فرمایا، عبارۃ الرافعی فی العزیز نقل عن التتمۃ انہ اذا قال لمسلم یا کافر بلا تاویل کفر اھ اما تبعہ النووی فی الروضۃ فان قلت قد خالف ذلك النووی نفسہ فی الاذکار فقال یحرم تحریما غلیظا قلت لا تنافی لان اطلاق التحریم فی لفظ لا یقتضی انہ لا یکون کفرا الی بعض حالاتہ علی ان الکفر محرم تحریما غلیظا فتکون عبارۃ الاذکار شاملۃ للکفر ایضا، اسی میں چند ورق کے بعد ہے، الحرمۃ لا تنافی الکفر کما مر۔ ماہیت وصفات کمالیہ میں مشارکت اس

میں نص نہیں کہ جمیع صفات کمال میں شرکت ہو نہ یہ ان سب گمراہوں کا مذہب تھا ان میں بعض صرف تشبیہ یعنی کنبیکم ختم نبوت لیتے اور تصریح کرتے کہ وہ انبیاء اپنے اپنے طبقے کے خاتم اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم الخواتم، صرف اتنے پر حکم کفر مشکل تھا، لہذا ایک ایسا لفظ لکھا گیا کہ دوسری صورت کو بھی شامل ہے، اعلام میں بعد عبارت سابقہ فرمایا، التحریم الغلیظ فقصد الشمول للحالۃ التی یکون فیہا الکفر او غیرھا، حسام الحرمین میں خاص فرقہ مرتدین کا ذکر ہے، ولہذا خاتم الخواتم ماننے والوں میں صرف اس کا قول لیا جس نے اس میں کفر خالص بڑھا دیا کہ لو فرض فی زمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بل لوحدث بعدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی جدید لم یخل ذٰلک بالخاتمیۃ و انما یتخیل العوام انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی اٰخر النبیین مع انہ لا فضل فیہ اصلاً عند اھل الفہم، اس طرح کا خاتم الخواتم ماننے والا مطلقاً کافر مرتد ہے، اس سے ۵۸ ورق پہلے جہاں المعتمد المستند میں خاص مرتدین کا ذکر نہ تھا، عبارت یہ ہے، خرج دجالون یدعون وجود ستۃ نظراء للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مشارکین لہ فی التشبہ خصائصہ الکمالیۃ اعنی ختم النبوۃ فی طبقات الارض الست السفلٰی فمنھم من یقول کل منھم خاتم ارضہ ونبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم ھٰذہ الارض ومنھم من یقول انھم خواتم اراضیھم ونبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شریکا لہ فی جمیع صفاتہ الکمالیۃ ویردہ اٰخرون ابقاء علی انفسھم من المسلمین، ان سب اقوال کے لحاظ سے وہاں بلفظ عام مبتدع ضال سے تعبیر کیا کہ بدعت مکفرہ کو بھی شامل ہے، والسلام مع الاکرام۔

مسئلہ از منڈی رام نگر ضلع نینی تال، مرسلہ جناب بشیر احمد صاحب، رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

ایک شخص نے ایک مرتبہ اپنی حالت بیماری میں اپنے اچھا ہونے کی غرض سے ایک روز کچھ ہنود کو اپنے مکان پر بلاکر ڈیرو بجوایا اور موافق رسم ہنود کے ہندوؤں کے دیوتا کی پوجا یعنی بکری اور مرغا ہندوؤں سے مروایا یعنی مردار کرایا اور ڈیرو پوجا اس ناجائز حرام کام کرنے پر یہاں کے مسلمان لوگوں نے اس شخص کو برادری سے نکال باہر کردیا اور حقہ بند کردیا، کچھ دنوں بعد اس بت پرست شخص نے مسلمانوں سے کہا میری جان جارہی تھی اس وجہ سے میں نے یہ کام کرائے، آئندہ مجھ سے ایسا قصور نہ ہوگا، تب یہاں کے مسلمانوں نے اس کی معافی مانگنے اور آئندہ کو توبہ کرنے سے اس کا ایک سو روپیہ جرمانہ لیکر اور توبہ کرواکر حقہ کھول دیا، بعد کچھ دنوں کے پھر اس شخص نے پوشیدہ طور رات کو ایک ہندو کے یہاں اپنی بیوی اور لڑکی کو بھیج کر ڈیرو بجوایا اور ان کی لڑکی ناچی یعنی لڑکی کے بدن پر ڈیرو بجانے سے دیوتا مسان آیا اور اسی نے یعنی دیوتا نے بکری اور مرغا مانگا تو ڈیرو بجانے والے نے مرغا اور بکرا کو مردار کرکے پوجا کری دوبارہ اس حرکت کی کسی کو خبر نہ ہوئی، اب سہ بارہ اس شخص نے ایک ہندو کو اپنے مکان پر بلاکے ایک مرغا اس کو یعنی اس ہندو کو دیا اس نے موافق اپنے رسوم کے مرغے کو اپنے قبرستان میں لیجاکر رات کو مردار کرکے قبر میں دبادیا اور ایک قبرستان میں جاکر پتھروں کو پوجا اس کام کے کرنے پر یہاں مسلمانوں نے پھر اس کا حقہ بند کردیا اور کہا کہ تو نے مکرر سہ کرر اسی کام کو کرا اور کرتا ہے تو کافر ہے اس کے جواب میں بت پرست مسلمان کہتا ہے ضرورت شدید میں یہ کام جائز ہے یعنی مولوی لوگوں سے معلوم کرلیا ہے لہذا عرض کہ اس مسئلہ کو خلاصہ تحریر کیجئے کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے یہاں یہ کام جائز ہے یا انھوں نے یہ کام کرے اگر یہ کام جائز ہے نہیں تو اس کام کے کرنے والے کو مسئلہ سے کیا سزا ہونا چاہئے۔

الجواب صورت مستفسرہ میں وہ کافر ہے اور وہ مولویوں پر افترا کرتا ہے، کوئی مولوی ایسا نہیں کہہ سکتا اور اگر کسی نام کے مولوی نے مرض سے شفا کے واسطے غیر خدا کی پوجا جائز کر دی ہو تو وہ بھی کافر ہے اور یہ شخص جب کہ تین بار ایسا کر چکا اب مسلمان اسے ہرگز نہ ملائیں اگرچہ توبہ ظاہر کرے کہ وہ جھوٹا ہے اور فریب دیتا ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے، ان الذین اٰمنوا ثم کفروا ثم اٰمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لن تقبل توبتھم واولٰئک ھم الضالون۔ واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از کٹک محلہ بخشی بازار مرسلہ ولی محمد صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین، اس مسئلہ میں مولوی اجابت اللہ بنگالی چاٹگامی نے ایک رسالہ لکھا ہے، جس میں اللہ کے سوا اپنے پیر کو سجدہ کرنے کو جائز سمجھتا ہے اور اس کے دلائل میں کئی اوراق سیاہ فرمائے ہیں اور علمائے اہل حدیث کو نسبت دی ہے، فرقہ اسماعیلیہ سے اور ان کو گمراہ کہا ہے اور علمائے دیوبند کو اسی فرقہ سے شمار کیا ہے اور اپنے گمان میں اس سجدہ کو قرآن شریف سے مدلل کیا ہے اور جس حدیث سے سجدہ کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، اس کو بے اصل سمجھتا اور کہتا ہے کہ احادیث آحاد قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتی اور حدیث ابو داؤد کو جس میں سجدہ کی ممانعت ہے اس کو بھی اسی قسم سے سمجھتا ہے اور سجدہ کی دو قسمیں ٹھہراتا ہے، تحیت اور تعبدی، تحیت کو جائز سمجھتا ہے اور تعبدی کو منع کرتا ہے، مولانا اسحاق صاحب کلکتہ مدرسہ عالیہ میں مدرس ہیں جو شروع میں مدرسہ کانپور میں بھی تعلیم دیتے تھے، انھوں نے سجدہ کی ممانعت کے بارے میں کچھ لکھا تھا، ان کو یہ شخص گمراہ اور گمراہ کنندہ کہتا ہے اور مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی کے فتوے سے سجدہ کو جائز ثابت کرتا ہے، اور درمختار کو بے اصل ثابت کرتا ہے، کیونکہ چھٹے طبقہ کی کتاب ہے، امام فخر الدین رازی کے حوالہ سے اس رسالہ کو لکھا ہے اور کہتا ہے کہ تفسیر کبیر کی پہلی جلد میں سجدہ کرنا اللہ کے سوا دوسرے کو جائز ہے، اب سوال یہ ہے کہ ایسا شخص جو خدا کے سوا دوسرے کو سجدہ کرنا جائز سمجھے تو ایسا شخص کافر ہے یا مسلمان،

الجواب غیر خدا کو سجدہ تحیت کا جائز کرنے والا ہرگز کافر نہیں اور اب جو اہل حدیث کہلاتے ہیں، ضرور اسماعیلی و گمراہ ہیں، اور دیوبندیہ ان سے گمراہ تر صریح مرتدین ہیں علمائے حرمین شریفین نے ان کی نسبت تصریح فرمائی کہ من شک فی کفرہ فقد کفر جو ان کے اقوال پر مطلع ہو کر انھیں کافر نہ جانے بلکہ ان کے کفر میں شک ہی کرے وہ بھی کافر ہے، درباره سجدہ حق و تحقیق یہ ہے کہ غیر خدا کو سجدہ عبادت کفر اور سجدہ تحیت حرام، کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے اور آج کوئی مجتہد نہیں کہ متفق علیہ ارشادات ائمہ کے خلاف دلیل سے مسئلہ نکالنا چاہئے افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں، واللہ الہادی، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام، مسئولہ مولوی حشمت علی صاحب ۱۶ ربیع الآخر ۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، اس مسئلہ میں کہ زید فرقہ دیوبندیہ کا مرتکب کفر ہونا تسلیم کرتا ہے، لیکن کہتا ہے کہ اپنی زبان سے ان کو کافر نہ کہوں گا، دریافت کرنے پر کہا کہ فی الواقع دیوبندیوں نے کفر بکا ہے، لیکن دیکھا جائے تو خود ہم پر کفر عائد ہوتا ہے، کیونکہ کفر کی دو قسمیں ہیں، کفر قولی، کفر فعلی، کفر قولی یہ کہ، کسی نے ایسی بات کہی جس میں ضروریات دین کا انکار ہو جیسے دیوبندیوں نے توہین خدا اور رسول (جل وعلا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی کی اور کفر فعلی یہ کہ جو انکار ضروریات دین پر امارت ہو جیسے زنار باندھنا بت کو سجدہ کرنا وغیرہ، اب دیکھئے

اللہ تعالٰی فرماتا ہے، فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ۝ قسم کھا کر فرمایا جاتا ہے کہ ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتے جب تک اپنے اختلافات کو موافق احادیث وآیات نہ طے کریں پھر کوئی رنجش یا کراہت بھی دل میں نہ رہے، اب بتائیے ہم لوگ اپنے مقدمات کو بجائے آیات واحادیث کے انگریزی قوانین سے طے کراتے ہیں تو ہم تو دیوبندیوں سے بدتر ہیں گویا نص قرآنی ہماری تکفیر فرما رہی ہے، جب ہمارا خود یہ حال ہے تو دوسروں کو کیونکر کافر کہیں ہم تو خود ہی کفر میں مبتلا ہیں انتہی کلامہ۔ اب استفتاء یہ ہے کہ زید کا کیا حکم ہے اور آیہ کریمہ کی صحیح تفسیر کیا ہے۔

الجواب جو مدعی حق پر ہیں وہ تحکیم نہیں کرتے بلکہ اپنا حق کہ بے زور حکومت نہیں مل سکتا نکلوانا چاہتے ہیں اور مدعا علیہ کہ حق پر ہے وہ مجبور ہی ہے جواب دہی نہ کرے تو یکطرفہ ڈگری ہوجائے ان دونوں فریق پر اگر آیہ کریمہ وارد ہو تو ہندوستان ہی نہیں بلکہ تمام دنیا میں آج سے نہیں صدہا سال سے مدعی مدعا علیہ وکیل گواہ سب کافر ہوں کہ عام سلطنتوں نے شرع مطہر سے جدا اپنے بہت سے قانون نکال لئے ہیں اور جو مدعی جھوٹا ہے وہ ناحق دوسروں کا مال مثلاً چھیننا چاہتا ہے جس پر اپنی چرب زبانی یا مقدمہ سازی یا جھوٹے گواہوں کے ذریعہ حکومت سے مدد لیتا ہے یونہی جھوٹا مدعا علیہ مثلاً دوسرے کا دیا ہوا مال دینا نہیں چاہتا اور وہی مدد ان ذرائع کاذبہ سے لیتا ہے یہ باتیں گناہ ہیں مگر گناہ کو کفر کہنا خارجیوں کا مذہب ہے، آیت اس کے بارے میں ہے جو حکم شریعت کو باطل جانے اور غیر شرعی حکم کو حق یا شرعی حکم جب اس کے خلاف ہو تو نہ نفس امارہ کی ناگواری بلکہ واقعی دل سے اس حکم کو برا جانے یہ لوگ کافر ہیں، یہ نہ فقط مقدمات بلکہ عبادات میں بھی جاری ہے، رمضان خصوصاً گرمیوں کے روزے نماز خصوصاً جاڑوں میں صبح وعشا کی نفس امارہ پر شاق ہوتی ہے، اس سے کافر نہیں ہوتا جب کہ دل سے احکام کو حق ونافع جانتا ہے ہاں اگر دل سے نماز کو بیگار اور روزے کو مفت کا فاقہ جانے تو ضرور کافر ہے، اگلی آیت کریمہ اس معنی کو خوب واضح فرماتی ہے، قال اللہ تعالٰی ولو انا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم ما فعلوہ الا قلیل منھم اگر ہم انھیں حکم دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کردو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو اسے نہ کرتے مگر ان میں تھوڑے، ظاہر ہے کہ یہ نہ کرنا ان احکام کے نفس پر شاق ہونے ہی کے سبب ہے تو ثابت ہوا کہ حکم کا نفس پر شاق ہونا یہاں تک کہ اس کے سبب بجا آوری حکم سے باز رہنا کفر نہیں ورنہ معاذ اللہ یہ ٹھہرے گا کہ صحابہ کرام بھی بھی گنتی ہی کے مسلمان تھے کہ فرماتا ہے، ما فعلوہ الا قلیل منھم حالانکہ رب عزوجل جا بجا ان کے سچے پکے مومن ہونے کی شہادت دیتا ہے یہاں تک کہ فرماتا ہے، ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون فضلا من اللہ ونعمتہ واللہ علیم حکیم۔ اے محبوب کے صحابیو اللہ نے تمھیں ایمان پیارا کردیا اور اسے تمھارے دلوں میں زینت دی اور کفر و بے حکمی ونافرمانی تمھیں ناگوار کردی یہی لوگ راہ پر ہیں اللہ کا فضل اور اس کی نعمت اور اللہ جانتا ہے حکمت والا ہے، یہ دل کی محبت ہے کہ مدار ایمان وکمال ایمان ہے اور وہ نفس کی ناگواری جس پر زیادت ثواب کی بنا ہے، حدیث میں فرمایا، افضل العبادات احمزھا، سب میں زیادہ ثواب اس عبادت کا ہے جو نفس پر زیادہ شاق ہو، بہر حال یہ شخص جو اپنے کفر کا مقر ہے قطعاً کافر ہے، فتاوٰی عالمگیری میں ہے، مسلم قال انا ملحد یکفر ولو قال ما علمت انہ کفر لا یعذر بھذہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از ڈاکخانہ انگس جوٹ مل گورہٹی ضلع ہگلی اسکول انگس مسئولہ محمد سلیم خاں ماسٹر اسکول ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے پیر کے لڑکے کو نبی زادہ لکھا کرتا ہے، اس کا اور جو لوگ اسے اچھا سمجھ کر خوش ہوتے ہیں ان کا شرع شریف میں کیا حکم ہے، بینوا توجروا۔

الجواب اگر اس کا مرشد سید ہے بایں معنی اسے نبی زادہ لکھتا ہے تو بجا ہے اور اگر وہ سید نہیں بلکہ مرشد کو نبی ٹھہرا کر اس کے لڑکے کو نبی زادہ لکھتا ہے تو وہ بھی کافر اور جتنے اس پر خوش ہوتے ہیں وہ بھی، وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از پورولیا ضلع مان بھوم مسئولہ خلیفہ محمد جان ۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین، اس مسئلہ میں کہ ۱۶ اپریل اور ۱۳ اپریل ۲۱ء میں جن مسلمانوں نے ہڑتال کی ہے اور جلسے میں شریک ہوئے ہیں ان پر ان کی بیبیاں حرام ہوئیں یا نہیں، بینوا توجروا

الجواب جس نے لوگوں کے مجبور کئے سے ہڑتال کی اس پر وہ الزام نہیں اگرچہ بلا مجبوری شرعی مجبور بن جانے کا الزام ہو، اور جس نے ایک طوفان بےتمیزی کی موافقت چاہی اس سے زائد کچھ نیت نہ تھی اس پر گناہ ہوا مگر وہ الزام اس پر نہیں اور جس نے کافر کی موت کا سوگ منانے اور حکم مشرک کی تعظیم بجالانے کے لئے ہڑتال کی اس پر تجدید اسلام پھر تجدید نکاح کا حکم ہے، لان تبجیل الکافر کفر کما فی الظھیریۃ والاشباہ والدر وغیرھا من الاسفار الغر۔ وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڈھ محلہ اللہ داد پورہ مسئولہ حکیم صابر حسین صاحب ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جو شخص ہنود کے خوش کرنے کے واسطے اپنے مذہب اسلام کی پروا نہ کرے اور ان کے مذہب کی تائید کرے تو یہ شخص کس چیز کا مرتکب ہوگا، بینوا توجروا

الجواب جو شخص خوشنودی ہنود کے لئے دین اسلام کی پرواہ نہ کرے اور مذہب ہنود کی تائید کرے اگر یہ بات واقعی یونہی ہے تو اس پر حکم کفر لازم ہونے میں کوئی شبہ نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از چک ۲۲۴ متصل لائل خانقاہ چشت دربار صابری مسئولہ مولوی نظام الدین صاحب، ربیع الآخر ۱۳۴۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، اس مسئلہ کے جواب میں کہ ایک نئی مسجد کے محراب کے دائیں طرف کاتب نے لکھا یا اللہ اور دوسری طرف یا محمد نقش کر دیا تو ایک غیر مقلد نے آکر کہا کہ یہ بت کیوں لکھا ہے اس کو مٹا دو معمار سے وہ مٹوا دیا اس کی اس حرکت سے مسلمان بہت رنجیدہ ہوئے اور پھر حضور کا نام مبارک لکھوا دیا، اس پر وہ غیر مقلد کہنے لگا کہ اگر گرو گوبند سنگھ کا نام لکھ دو یا کوئی بت کھڑا کر دو تو بہتر ہے، کیا اس شخص نے حضور کی بےادبی کی ہے یا نہ اور اس دریدہ دہنی سے یہ مسلمان رہ سکتا ہے یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب لاالٰہ الا اللہ لاالٰہ الا اللہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ محمد رسول اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، الا لعنۃ اللہ علی الظالمین الا لعنۃ اللہ

علی الظالمین الالعنۃ اللّٰہ علی الظالمین، شخص مذکور کافر کافر کافر مرتد مرتد مرتد ہے، من شک فی کفرہ فقد کفر جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے، مسلمانوں کو اس سے میل جول حرام اس سے سلام وکلام حرام اس کے پاس بیٹھنا حرام اسے اپنے پاس بیٹھنے دینا حرام بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام مرجائے تو اسے مسلمانوں کی طرح غسل وکفن دینا حرام اس کے جنازہ پر نماز حرام اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام اس کی قبر پر جانا حرام قال اللّٰہ تعالٰی و امّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین وقال تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسّکم النار وقال تعالٰی ولا تصلّ علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ، مسلمان دیکھیں وہابیہ کو یہ دشمنی ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اور پھر سادہ لوح ان کو مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھتے ہیں، لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم، ایک یہ بات یاد رہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک لے کر ندا نہ چاہئے بلکہ اس کی جگہ یارسول اللّٰہ ہو اور دیوار پر کندہ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ آئینہ میں لکھ کر نصب کریں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از دیوگڈھ میواڑ مرسلہ قاضی عبدالعزیز صاحب ١٩ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین، اس مسئلہ میں کہ ایک گروہ نہ ہندو نہ مسلم دائم شارب الخمر مشرک سارق علانیہ ملکوں میں سیاحی کرکے نہ معلوم کس طرح سے فریب کرکے یا سرقہ کرکے ہزاروں روپوں کا سونا چاندی وزیورات وغیرہ لے آتے ہیں اور گیتا و بھاگوت پر عمل کرنے والے اور ہولی و دیوالی وگنگور وغیرہ کی پرستش کرنے والے جب نام لینا رام چندر بھگوت ہی کو پکارنا اور قسم بھی ان کی کھانا اسماء ولباس بھی اہل ہنود کا سا کلمہ جن کو یاد نہیں اسلام سے بالکل ناآشنا محض نکاح ونماز جنازہ کے پابند ہیں بعض اوقات سیاحی میں مردوں کو بھی آگ میں جلاتے ہیں اگر ان سے کہا جاتا ہے کہ طریقہ اسلام پر ہو جاؤ اور شرک وشراب سے اجتناب کرو تو کہتے ہیں کہ یہ ہم سے چھوٹ نہیں سکتے ہیں ہمارے آباواجداد سے یہ طریقہ جاری ہے اور کلمہ پڑھنے سے پورا انکار ہے نہ کما حقہ اقرار برسوں سے ان کی راہ بدلنے کی کوشش کی جارہی ہے لیکن یہ قوم اپنی حرکات ناشائستہ سے باز نہیں آتی، ایسی حالت میں ان مشرکوں، شرابخوروں، دزدوں کی نماز جنازہ ونکاح وغیرہ جائز ہے یا کیونکر، اسی طرح جو تھوڑے عرصہ میں کہیں سے سونا لے آتے ہیں اس روپئے کو مسجد کی تعمیر ومیلاد ومصرف کار خیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں اور مسلمانوں کو یہ مال کیسا ہے، تو نکاح پڑھانے والا اور اس مال کا لینے والا گنہگار ہوگا یا نہیں بتفصیل ارقام فرمائیں، رب العزت آقائے نامدار کونین الدارین جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب یہ لوگ اگر باوصف ان حرکات کے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو مرتد ہیں ورنہ کافر مشرک، بہرحال ان سے شادی بیاہ حرام وزنا اور ان کے جنازہ کی نماز حرام قطعی اور ان سے کوئی برتاؤ مسلمانوں کا سا رکھنا حرام، رہا نکاح پڑھانا اگر پہلی صورت کے ہیں جب تو ان کا نکاح کسی سے ممکن ہی نہیں نہ مسلمان سے نہ کافر سے نہ اس کے ہم مذہب مرتد سے نہ ان کے مرد کا نہ عورت کا اور اگر دوسری صورت کے ہیں تو مسلمان عورت کا ان سے یا مسلمان مرد کا ایسی عورت سے نکاح باطل وحرام ہے، ان صورتوں میں نکاح پڑھانے والا زنا کا دلال ہے اور اگر وہ مرتد نہیں اصلی کافر ہیں تو ان کے عورت ومرد کا نکاح اگرچہ کسی کافر یا کافرہ سے ہوسکے مگر مسلمان کو اس کا پڑھانا نہ چاہئے وہ سونا کہ جلد لے آتے ہیں اگر معلوم یا گمان غالب ہو کہ جبراً کریا ٹھگ کر لاتے ہیں تو اس کا لینا بھی حرام اور اسے مسجد یا

میلادِ مبارک یا کسی کارِ خیر میں صرف کرنا بھی حرام اور اس کا گمان غالب نہیں شک ہے تو بچنا بہتر اور لیں اور لگائیں تو گناہ نہیں،
قال محمد بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حرامًا بعینہ، ذخیرہ ھندیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از میرٹھ دفتر رسالہ خیال بازار بزازہ مرسلہ حافظ سید ناظر حسین چشتی صابری عابدی وسید عزیز احمد چشتی صابری عابدی وشرف الدین احمد صوفی وارثی قادری رزاقی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، اس مسئلہ میں کہ اشرف علی صاحب تھانوی کے ایک معتقد نے اپنے خواب و بیداری کا حال جو ذیل میں درج ہے لکھ کر تھانوی کے پاس بھیجا جس کا جواب انھوں نے رسالہ الامداد ماہ صفر ۳۶ھ میں حسب ذیل الفاظ میں دیا دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ جواب ان کا بموجب شرع شریف کہاں تک درست اور صحیح ہے، نیز حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مسلک کے مطابق تھانوی صاحب کی نسبت حکم شرع شریف کا کیا صادر ہوتا ہے، **خلاصہ جواب**۔ بجائے کلمہ طیبہ کے دوسرے جز کے یوں پڑھتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام نامی کی جگہ تھانوی کا نام لیتا ہوں ہر چند قصد کرتا ہوں، لیکن یہی زبان سے نکلتا ہے بعد بیداری اس غلطی کی تلافی میں درود شریف پڑھنا چاہا تو اس میں بھی بے اختیار تھانوی کا نام زبان پر آجاتا ہے، خلاصہ جواب خواب۔ اس واقعہ میں تسلی ہے کہ جس کی طرف رجوع کرتے ہو وہ متبع سنت ہے،

الجواب سیدی امام بوصیری قدس سرہ صاحب بردہ شریف ام القرٰی میں فرماتے ہیں، ما علی مثلہ بعد الخطاء دیوبندیوں کے کفر کا پانی ان کے سر سے اتر گیا ہے جس کا حال کتاب مستطاب حسام الحرمین شریف سے ظاہر ہے یہ لوگ اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شدید گالیاں دے چکے اور ان پر اب تک قائم ہیں، ان علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق نام بنام ان سب کی تکفیر کی اور صاف فرمایا من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر، جو ان کے اقوال پر مطلع ہو کر ان کے کافر ہونے میں شک بھی کرے وہ خود کافر پھر ایسوں کی کسی بات کی شکایت کیا ان کے بڑے قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں صاف لکھ دیا کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا، یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خاتمیت سے صاف انکار ہے اور آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کی صریح تکذیب ہے پھر یہ لوگ اگر صاف صاف ادعائے نبوت و رسالت کریں تو ان سے کیا بعید ہے، مسلمان ہوتا تو ایسی بات سن کر لرز جاتا اور اس کفر بکنے والے سے کہتا کہ خبیث مونہہ بند کر کفر نہ بک نہ کہ اور اسے تسلی دی اور اس کی رجسٹری کر دی، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ مسئولہ محمد خلیل الدین صاحب صدیقی بریلوی از کان پور امین گنج ۴۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و مفتیان شرع مبین، اس مسئلہ میں کہ ایک مقلد شخص ایک آزاد شخص کی کہ جس کی توصیفات ذیل میں لکھی جاتی ہیں نماز میں اقتدا نہیں کرتا کیا بوجہ ترک اقتدا ایسے آزاد شخص کی یہ شخص مقلد قابل ملامت ہے یہ شخص آزاد اپنے کو صدر العلماء اور شیخ الشیوخ مشہور کرتا ہے، فلسفۂ قدیم و جدید سائنس و کمسٹری سنسکرت و انگریزی کا ماہر و استاد، پیروشن

ضمیر اور مناظر و داعی اسلام ہونے کا دعوٰی کرتا ہے اور شیخ الاسلام ہند ہونے کا متمنی و امیدوار ہے، لیکن فقہ حنفیہ کی تحقیر عملًا کرتا ہے، اور آیات قرآنی و احادیث نبوی کے معانی و تفسیر اپنی رائے سے بیان کرتا ہے، امام غزالی اور امام رازی کو اپنے مقابلہ میں احمق و سفیہ کہتا ہے اور شبلی نیچری کی طرح صحابہ و محدثین و مفسرین رضی اللہ تعالٰی عنہم کو جھوٹا سمجھتا ہے، ۲ اپنے لب بالا کے بال سکھوں کی طرح بڑھائے رکھتا ہے، ۳ موسم سرما میں بعد جماع کے غسل جنابت اور وضو کے بجائے تیمم کرکے بارہا امامت کی ۴ مسجد میں بیٹھ کر مسجد کے ظروف گلی میں اسپرٹ آمیز دوائی اسپرٹ کو حرام و ناپاک نہیں سمجھتا ہے، ۵ سود پر روپیہ دیتا ہے اور سود لینا جائز سمجھتا ہے ۶ رمضان میں بلاعذر علالت و مسافرت روزوں کے بجائے فدیہ دے دینا کافی سمجھتا ہے، یطیقونہ میں سلب ماخذ یا حذف لا کو نہیں مانتا ۷ ایک محصنہ عورت سے ربط و ضبط پیدا کرکے اس کے شوہر کو دھوکا دے کر طلاق دلوا کر اپنے تصرف میں لایا ۸ اس کے دور کے رشتہ دار اس کی جوروؤں کے ساتھ اس کے پیچھے اور اس کے سامنے بے تکلف مخالطت رکھتے ہیں اور وہ منع نہیں کرتا اس کی جورو اس کے ماں باپ کو مغلظات فحش گالیاں دیتی ہے اور وہ خاموش سنتا رہتا ہے، ۹ ایک مرتبہ نماز مغرب میں دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا آگاہ کرنے پر کہا کہ بحالت مسافرت قصدًا قصر کیا تھا ۱۰ ایک مرتبہ نماز عشاء میں ایک رکعت میں آیۃ الکرسی پڑھی لیکن چند الفاظ چھوڑ گیا متنبہ کرنے پر کہا کہ تین آیت کی مقدار پڑھنے کے بعد غلطی ہوجانے سے نماز کا اعادہ ضروری نہیں ۱۱ ہزارہا مسلمانوں کے ایک جلسہ میں ایک آیت کی تفسیر میں رجال کے معنی میں عورتوں کو بھی شامل کرکے بیان کیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہ کسی مرد کے باپ تھے اور نہ کسی عورت کے باپ تھے ۱۲ اپنے پیر کو کہتا ہے کہ وہ بمنزلہ حضرت یحیٰی علیہ السلام کے ہے اور اپنے آپ کو بمنزلہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا پیر جب کسی کو مرید کرتا ہے، اس سے مراد ہے کہ میری بیعت لیتا ہے اور جو دوسرے مشائخ مرید کرتے ہیں وہ بھی میری بیعت میں داخل ہوتے ہیں اسی طرح کنایۃً دعوائے نبوت و رسالت بھی کرتا ہے،

الجواب ۱ فقہ حنفی کی تحقیر ضلالت ہے، تفسیر بالرائے حرام، امام غزالی اور امام رازی کو اپنے مقابلہ میں ایسے الفاظ سخیفہ سے یاد کرنا سخت تکبر اور متکبروں کا ٹھکانہ جہنم ہے، الیس فی جھنم مثوی المتکبرین صحابہ کرام کو جھوٹا سمجھنے والا گمراہ بددین ہے، اور اگر سب صحابہ کو عمومًا ایسا سمجھے تو کافر بالیقین ہے، ۲ لب بالا کے بال حد سے متجاوز رکھنا سنت کی مخالفت اور کافروں سے تشبہ ہے، ۳ پانی اگر ضرر نہ کرتا ہو تو صرف خوف سردی سے تیمم کرنا حرام ہے اور نماز باطل اور اس کے پیچھے سب کی نماز باطل ایسا کرنے والا اشد فاسق، ۴ اسپرٹ حرام ہی نہیں بلکہ نجس بھی ہے اپنے ہی منہ میں پیتا تو حرام و نجس چیز کھانے پینے کا آج کل ہر شخص کو اختیار ہے مگر مسجد کے برتن نجس کئے کہ مسلمانوں کے جامہ و بدن ناپاک اور وضو و نماز باطل ہوں تصاف دلیل ہے کہ یہ شخص شریعت پر سخت جری بیباک ہے، ۵ سود لینے کو حلال جاننا کفر صریح ہے اور حرام جان کر ایک درم سود کھانا اپنی ماں سے ۳۶ بار زنا کے برابر ہے، من اکل درھما ربا وھو یعلم فکانما زنی بامہ ستا وثلثین مرۃ، ۶ بے عذر مرض و سفر روزہ رمضان کے نہ رکھنا اور فدیہ کافی جاننا قرآن عظیم کی تحریف اور نئی شریعت کا ایجاد اور جہنم کبرٰی کا استحقاق ہے، نولہ ما تولّی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا، ۷ سائل نے تصرف میں لانا مطلق لکھا اگر بلا نکاح یا عدت کے اندر نکاح کے ساتھ ہے تو زنا ہے ورنہ دھوکا دینے پر فرمایا، من غشنا فلیس منا، ۸ اپنی منکوحہ پر غیرت نہ کرنے والا

دیوث ہے اور ماں باپ کو فحش گالیاں جورو سے سن کر خاموش رہنے والا عاق ہے اور دیوث و عاق دونوں کو فرمایا کہ جنت میں نہ جائیں گے ۹ مغرب میں قصر کرنا نئی شریعت کا نکالنا اور اللہ تعالیٰ پر افترا ہے، ان الذین یفترون علی اللّٰہ الکذب لا یفلحون، ۱۰ آیۃ الکرسی میں چند الفاظ کا بیچ میں سے چھوڑ جانا اگرچہ ایک مذہب پر مطلقاً مفسد نماز ہے جب کہ صرف آیۃ الکرسی ہی پڑھی ہو اور جب کوئی لفظ چھوٹ گیا آیت پوری نہ ہوئی، مذہب راجح میں بے فساد معنی فساد نماز نہیں اور واجب بھی ادا ہو جائے گا جب کہ باقی تین آیت کی قدر ہو مگر یہ مسئلہ کہ تین آیت کی قدر پڑھنے کے بعد کوئی غلطی مفسد نماز نہیں ہوتی محض باطل ۱۱ یہ صراحۃً آیۂ کریمہ یاایھا النبی قل لازواجک وبنات کی تکذیب ہے اور آیت کی تکذیب کفر ۱۲ اس قول میں کمال تکبر اور آیۂ کریمہ لقد استکبروا فی انفسھم وعتوا عتوا کبیرا میں داخل ہوتا ہے اور یہ کہ جو بیعت لیتا ہے میرے ہی لئے لیتا ہے در پردہ رسالت و نبوت یا کم از کم غوثیت عظمٰی کا ادعا ہے، بالجملہ افعال و اقوال مذکورہ فسق و ضلال و کفر میں دائر ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز باطل محض ہے جو مسلمان اس کی اقتدا سے بچتا ہے وہ بہت اچھا کرتا ہے اس پر ملامت حق پر ملامت ہے جو اس کے پیچھے نماز پڑھے وہی مستحق ملامت بلکہ سزا اور عذاب شدید ہے، والعیاذ باللّٰہ واللّٰہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ از شہر پونہ گھوڑپوڑی بازار متصل مسجد مکان نمبر ۲۷ بھولی بخش بالور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہے وہ پیشتر قوم چمار تھی، بعد میں مسلمان ہو کر ایک مرد مسلمان سے اس نے نکاح کر لیا اس کی پہلے اسی قوم میں شادی ہو چکی تھی، کیونکہ اس کے ایک لڑکا ہے اب وہ عورت اپنی قوم میں جانا چاہتی ہے اور اس کے خاندان کے لوگ اور اس کا بیٹا اس کو ورغلا رہے ہیں تو اپنی قوم میں آجا تجھکو اچھی طرح سے رکھیں گے اور وہ عورت میرے یہاں کھانا پکانے پر ملازم ہے اور وہ عورت بھی جانا چاہتی ہے تو اب ہم کو شرع شریف کیا حکم دیتی ہے کہ ہم کس طریقہ سے اس کو رکھیں اور اس کے اسلام میں تو کوئی ضعف نہیں ہے اور ہم کو ایسے کیسی امداد دینی چاہئے اور وہ میرے قبضہ میں بھی ہے اور اس کو ہم نے سمجھا سمجھا کر رکھا ہے ورنہ وہ اب تک اپنی قوم میں شریک ہو جاتی فقط۔

الجواب جب وہ کافروں میں جا ملنا اور کافر ہونا چاہتی ہے تو وہ کافر ہو گئی جبراً روک رکھنے سے مسلمان نہیں ہو سکتی، ہاں اگر یہ سمجھا جائے کہ اس روکنے سے وہ خواہش کفر اس کے دل سے نکل جائے گی اور پھر صدق دل سے مسلمان ہو جائے گی تو روکا جائے ورنہ دور کیا جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از دوڈاکخانہ خاص ضلع نینی تال مرسلہ عبد اللہ ۸ رشعبان المعظم ۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کچھ آدمی حضور کے عقائد کو بہت اچھا اور بہتر جانتے ہیں اور دیوبندی مولویوں کے عقائد کو بہت برا جانتے ہیں اور بڑے پکے سنت جماعت ہیں لیکن بسبب بے علمی اور نادانی کے ان کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں حضور کی تحریروں سے اتنا شوق نہیں جو حق اور ناحق معلوم کریں آیا ان کے پیچھے بھی نماز پڑھی جائے یا نہیں اور اس مرض میں بہت مخلوق مبتلا ہے،

الجواب جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی ہے پھر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے،

اسے مسلمان نہ کہا جائے گا کہ پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرنیوالے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے اسی لئے علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق دیوبندیوں کو کافر مرتد لکھا اور صاف فرمایا کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جو ان کے عقائد پر مطلع ہو کر انھیں مسلمان جاننا درکنار ان کے کفر میں شک ہی کرے وہ بھی کافر اور جن کو اس کی خبر نہیں اجمالاً اتنا معلوم ہے کہ یہ برے لوگ بدعقیدہ بدمذہب ہیں وہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے سخت اشد گنہگار ہوتے ہیں اور ان کی وہ نمازیں سب باطل وبیکار، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بخشی بازار کٹک مرسلہ محمد عبدالرزاق صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا عقیدہ ہے کہ اللہ و رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم برابر ہے اور دوسرا شخص یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مغیبات عطیہ تھے خدا کے علم کے مقابلے میں حضرت کا علم کروڑہا سمندر کے مقابلہ کے ایک قطرہ سے بھی کم ہے اور شخص اول شخص دوم کو کافر و مشرک و وہابی جانتا ہے، خواہ عالم ہو یا جاہل ہم لوگوں نے یہ سنا ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے برابر عالم نہیں ہے اور مجدد مائۃ حاضرہ آپ ہی ہیں اور شخص اول ایصال ثواب کو جو عوام الناس دن مقرر کرتے ہیں واجبات میں سے جانتے ہیں اور جو ایصال ثواب کو بلاتعین کرتا ہے اس کو خاطی کہتا ہے اور اہل سنت سے خارج، اور ایصال ثواب کے واسطے دن مقرر کرنے کو سنت سمجھتا ہے اور کہتا ہے مجدد مائۃ حاضرہ کا بھی یہی عقیدہ ہے، اس میں حق کیا ہے اور ان دونوں میں کون کافر ہے کون مسلمان۔

الجواب علم الٰہی سے مساوات کا دعوٰی بیشک باطل و مردود ہے مگر تکفیر اس پر بھی نہیں ہوسکتی جب کہ بعطائے الٰہی مانے اور بلاشبہہ حق یہی ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین و ملٰئکہ مقربین و اولین و آخرین کے مجموعہ علوم مل کر علم باری سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو ایک بوند کے کروڑویں حصہ کو کروروں سمندروں سے ہے اور ایصال ثواب کے لئے تعین تاریخ بلاشبہہ جائز ہے اور سنت سلمین یعنی ان کا طریقہ مسلوکہ ہے مگر اسے واجب جاننا باطل محض ہے یونہی سرکار رسالت کی سنت سمجھنا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از گرھنگ لچ ڈاکخانہ ضلع کوٹھاپور جامع مسجد مرسلہ آدم شاہ پیش امام ۴ رمضان ۱۳۳۸ھ

ایک خاندانی شخص آئین دین متین و قوانین شریعت کو قصداً وعمداً نہیں مانتا اور اپنے ہی قول وفعل پر ہٹ دھرمی کرتا ہو، یعنی قطعی جان بوجھ کر اپنی لڑکی کے حرام کی کمائی کھاتا ہو اور وضع حمل حرام ہونے تک اپنے گھر میں رکھ کر ہر قسم کا برتاؤ کرتا اور کسی کی نصیحت بھی نہ مانتا ہو ایسے موذی شخص کے بارے میں علمائے دین کس قسم کے برتاؤ کا حکم دیتے ہیں۔

الجواب ایسا شخص سخت خبیث و مردود و دیوث ہے بحکم حدیث اس پر جنت حرام ہے اور بحکم قرآن عظیم اس کے پاس بیٹھنا جائز نہیں، قال اللہ تعالٰی و امّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین، مسلمان ان سے یک لخت چھوڑ دیں اور اس سے سلام کلام، میل جول سب ترک کردیں، جب تک صدق دل سے توبہ نہ کرلے اس سے زیادہ یہاں کیا سزا ہوسکتی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از سرائے چھبیلہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت اللہ صاحب امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۳۳۸ھ

زید کہتا ہے کہ سود کے معنی اور ہیں اور بیاج کے معنی اور ہم بہت نہیں لیتے ہیں اور کھلم کھلا سود کھاتا ہے اور اوروں کو کہتا ہے کہ تم سود کے معنی نہیں جانتے اور جائز کہتا ہے، اس کے اصرار پر شرع کا کیا حکم ہے۔

الجواب سود مطلقاً حرام ہے بہت ہو یا تھوڑا۔ قال اللہ تعالٰی حرّم الربٰو۔ زید کا اسے حلال کہنا اس کی حلت پر اصرار کرنا موجب کفر ہے، اس پر توبہ فرض ہے از سر نو مسلمان ہو پھر اگر عورت راضی ہو تو اس سے نکاح جدید کرے اور اگر نہ مانے تو مسلمان اسے قطعاً چھوڑ دیں اس کے پاس بیٹھنا اٹھنا حرام ہے، قال اللہ تعالٰی و اما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از موضع پرتاب پور پرگنہ و ضلع بریلی مرسلہ محبوب عالم صاحب ۱۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مرید خاندان عالیہ مداریہ میں ہے اور نماز روزہ کا پابند ہے اور بصدق دل کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے، خدا کی حق اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو برحق اور عقیدۂ اہل سنت والجماعت کا پابند ہے لہذا خدمت بابرکت میں مستدعی ہے کہ عند الشرع ایسا شخص مسلمان اور صاحب ایمان ہے یا نہیں

الجواب جب وہ اللہ و رسول کو برحق جانتا ہے اور تمام عقائد ایمانیہ کا سچے دل سے معتقد ہے اور کوئی قول یا فعل تکذیب یا توہین کا اس سے صادر نہیں ہوتا۔ جاہل مداریوں وغیرہم کی طرح شریعت کو لغو نہیں سمجھتا تو بیشک وہ مسلمان ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ آدم ابراہیم صاحب از کچھ انجار ضلع کچھ بھوج لوم پیر،

(۱) ایک شخص کہتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ فرض ہے محمد رسول اللہ واجب ہے کیونکہ قرآنی آیت سے تو پورا کلمہ ایک جگہ ثابت نہیں ہاں احادیث سے ضرور ثابت ہے، غلط ہے یا صحیح؟

(۲) ایک شخص کہتا ہے کہ ہم کو قرآن و حدیث سے ضرور نہیں تم آپ ہی اس کے ورق لوٹا کر و نماز تم ہی پڑھو سر نیچے اور چوتڑ اوپر کون کرے، ایسے لوگوں کو کیا کہنا اور بیعت ان سے کرنا کس طرح ہے، زعم یہ ہے کہ قرآن مولویوں نے بنایا ہے مولویوں کے قرآن کو نہ ماننا چاہئے،

(۳) ایک شخص بروئے حلف یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں وہابی نہیں، اللہ کو ایک جانتا ہوں رسول اللہ کو نبی برحق اور اولیائے عظام کو برابر جانتا ہوں کرامت کا قائل ہوں حنفی مذہب کا پابند ہوں، جو لوگ پھر بھی اعتبار نہ کریں تو کیا کیا جاوے، قرآن اور اللہ پر یقین نہ کرنے والوں کو کیا کہا جائے، بینوا توجروا۔

الجواب (۱) وہ شخص جھوٹ کہتا ہے، شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ دونوں کا ماننا ہر فرض سے اعظم فرض اور یکساں فرض ہے دونوں قرآن مجید میں ہیں یکجا نہ ہونے سے ایک کی فرضیت کیوں جاتی رہی بلکہ ان کی فرضیت تو قرآن مجید ماننے سے بھی مقدم ہے قرآن مجید کا ماننا ان کے ماننے پر موقوف ہے بلکہ ان میں بھی پہلا جملہ بغیر دوسرے جملہ کے بیکار ہے اور دوسرے جملہ کے ماننے میں پہلے کا ماننا خود آگیا صرف لا الٰہ الا اللہ سے مسلمان نہیں ہو سکتا اور صرف "محمد رسول اللہ" سچے دل سے ماننا اسلام کے لئے

کافی ہے جو اسے مانے محال ہے کہ لا الٰہ الا اللہ نہ مانے، درمختار میں ہے، یلحق بذکر الشھادتین لان الاولی لاتقبل بدون الثانیۃ یہ کہنے والا اگر فرق فرض و واجب سے غافل ہے یونہی سنی سنائی اتنا جانتا ہے کہ فرض کا مرتبہ زیادہ ہے جب تو اسی قدر حکم ہے کہ کذاب ہے بیباک ہے، شریعت پر مفتری ہے، مستحق عذاب نار ہے اس پر توبہ فرض ہے اور اگر فرق جان کر کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ کا ماننا یقینی لازم نہیں صرف ظنی ہے تو قطعاً کافر مرتد ہے،

۲۔ اس میں تین الفاظ ملعونہ اور تینوں کفر خالص ہے کافر مرتد کے ہاتھ پر بیعت کیا معنی جو ان اقوال پر مطلع ہو کر اسے مسلمان جانے یا اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے، من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر،

۳۔ اگر اس میں کوئی بات وہابیت کی نہ دیکھی نہ کوئی قوی وجہ شبہ کی ہے تو بلا وجہ شبہ نہ کیا جائے بدگمانی حرام ہے اور اگر اس میں وہابیت پائی تو ثابت شدہ بات اس کی قسموں سے دفع نہ ہو جائے گی وہابی اکثر ایسی قسمیں کھایا کرتے ہیں، قال اللہ تعالٰی یحلفون باللہ ماقالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم، نہ ان کی قسموں کا اعتبار قال اللہ تعالٰی انھم لا ایمان لھم، اور اگر وجہ شبہ ہے تو صرف ان قسموں پر قناعت نہ کریں بلکہ اس سے دریافت کریں کہ تو اسمٰعیل دہلوی و نذیر حسین دہلوی و رشید احمد گنگوہی و قاسم نانوتی و اشرف علی تھانوی اور ان کی کتابوں تقویۃ الایمان و معیار الحق و براہین قاطعہ و تحذیر الناس و حفظ الایمان و بہشتی زیور وغیرہا کو کیسا جانتا ہے اگر صاف کہے کہ یہ لوگ بے دین گمراہ ہیں اور یہ کتابیں کفر و ضلالت سے بھری ہوئی ہیں تو ظاہر یہی ہے کہ وہابی نہیں ورنہ ضرور وہابی ہے جھوٹوں کی قسم پر اعتبار نہ کرنا قرآن اور اللہ پر اعتبار نہ کرنا نہیں۔ قال اللہ تعالٰی اذا جاءك المنافقون قالوا نشھد انك لرسول اللہ واللہ یعلم انك لرسولہ واللہ یشھد ان المنافقین لکٰذبون ۝ اتخذوا ایمانھم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ انھم ساء ما کانوا یعملون ۝ واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان لوگوں کے بارے میں جو نہ تو علمائے کرام کے فتاوی پر عمل کریں اور نہ مانیں بلکہ علمائے کرام ورثۃ الانبیاء کو محض اس بغض پر کہ ان کے کاموں کو کیوں ناجائز بتلاتے ہیں برا کہیں،

الجواب یہ جو طلب کیا جاتا ہے وہ بھی فتوی ہی ہوگا، جو فتوی نہیں مانتے ان پر اس کا کیا اثر ہوگا، عالم دین سے بلا وجہ ظاہر بغض رکھنے پر خوف کفر ہے نہ کہ جب کہ وہ بغض ان کا فتوی شرعی ہو، منح الروض وغیرہ میں ہے، من ابغض عالما بغیر سبب ظاھر خیف علیہ الکفر، عالم دین کی توہین کھلے منافق کا کام ہے اور رفقہ میں ان پر حکم کفر، حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، ثلثۃ لایستخف بحقھم الامنافق بین النفاق ذو العلم وذو الشیبۃ فی الاسلام و امام مقسط، مجمع الانہر میں ہے، الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال للعالم عویلم او لعلوی علیوی قاصدا بہ الاستخفاف کفر، مگر وہاں کیا جائے شکایت جہاں قرآن و حدیث کی عربت پرستی پر نثار کی جاتی ہو، سبحٰن مقلب القلوب والابصار ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمۃ انك انت الوھاب، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ مسئولہ میر فدا علی صاحب از شہر کہنہ، انسپکٹر چونگی ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ۔

نمبر۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید عالم فرقہ وہابیہ کے شاگرد کے پیچھے روزانہ نماز پڑھتا ہے اور عالم مذکور کے کہنے کو مانتا ہے خواہ وہ کہنا اس کا کسی طور پر بظاہر نیک کام کے واسطے ہو اور خانگی مشورہ کے لئے اس کے پاس جاتا ہے نیز عالم اہل سنت کے خدمت میں بھی حاضر ہوتا ہے خواہ یہ حاضری کسی نیک کام کے لئے ہو اور اپنے آپ کو سنی بھی کہتا ہے ایسی حالت میں بموجب شریعت وہ اہل سنت جماعت کہا جاسکتا ہے یا نہیں،

نمبر۲ امر عالم فرقہ وہابیہ کے شاگرد کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اور اپنے آپ کو سنی کہتا ہے اور اعتراض ہونے پر یہ جواب دیتا ہے کہ یہ علماء کے جھگڑے ہیں یہ ان کو برا کہیں وہ ان کو برا کہیں ہماری نماز سب کے پیچھے ہوجاوے گی، علما کی باتیں علما جانیں ایسی صورت میں امر سنی کہا جاسکتا ہے یا نہیں اور ایسا جواب دینا اس کا ٹھیک ہے یا نہیں،

نمبر۳ بکر اپنے آپ کو سنی کہتا ہے اور فرقہ وہابیہ اور غیر مقلدوں کے معاملہ میں کہتا ہے کہ یہ سب قرآن وحدیث کے ماننے والے ہیں، جھگڑے کی باتیں نہیں نکالنا چاہئے، سب حق پر ہیں ایسی کیفیت میں بکر سنی کہا جاسکتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا

الجواب نمبر۱ اگر وہابی کا شاگرد وہابی ہے اور یہ اسے وہابی جانتا ہے پھر اسے قابل امامت مانتا ہے خلاصہ یہ کہ کسی وہابی کو وہابی جان کر کافر نہیں جانتا تو وہ سنی کیا مسلمان بھی نہیں ہوسکتا،

نمبر۲ ایسی صورت میں عمرو سنی کیا مسلمان بھی نہیں کہ اس کے نزدیک اسلام وکفر یکساں ہیں اور کفر کا رد جھگڑا ہے،

نمبر۳ ایسی صورت میں بکر کافر ومرتد محض ہے، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از شہر عقب کوتوالی مسئولہ ولایت حسین وعبدالرحمٰن ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ میں ایمان سے کہتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ میں نہ تو پہلے قادیانی تھا اور نہ اب ہوں، قادیانی پر لعنت کرتا ہوں، میں اہل سنت وجماعت ہوں اگر کوئی شخص مجھ پر بعد توبہ کرنے کے الزام دے تو وہ مواخذہ دار ہوگا یا نہیں یا اگر میرا میل کسی وقت ان لوگوں سے کوئی ثابت کرے تو میں سب لوگوں کا مواخذہ دار ہوں گا قادیانی کو کافر جانتا ہوں، العبد ولایت حسین

گواہان: عبدالرحمٰن بقلم خود، مسیح اللہ بقلم خود، قادر حسین بقلم خود، امانت حسین بقلم خود، مولوی محمد رضا خاں بقلم خود، صادق حسین بقلم خود، محمد محسن بقلم خود، لیاقت حسین بقلم خود، فقیر محمد حشمت علی خاں رضوی، فقیر ایوب علی رضوی بقلم خود، قناعت علی قادری رضوی بقلم خود،

الجواب اللہ تعالٰی توبہ قبول فرماتا ہے اور بعد توبہ کے گناہ باقی نہیں رہتا، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ، گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے کہ گویا گناہ کیا ہی نہیں، قادیانیوں کے ساتھ میل جول سے انھوں نے پہلے بھی ایک مجمع میں توبہ کی تھی اور آج پھر ایک مجمع کے ساتھ آئے جن کے دستخط اوپر ہیں اور دوبارہ توبہ کی توبہ کے بعد ان پر بلاوجہ کوئی الزام رکھے گا وہ سخت گنہگار ہوگا اور توبہ کے بعد اگر پھر یہ میل جول کریں گے تو ان پر گناہ عظیم کا بار ہوگا مگر بلاوجہ توبہ کے بعد الزام رکھنا سخت جرم ہے، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از نوشہرہ تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازی خاں مسئولہ عبدالغفور صاحب ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

ایک مرزائی قادیانی کا سوال ہے کہ ابن ماجہ کی حدیث ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، ہر صدی کے بعد مجدد ضرور آئے گا، مرزا صاحب مجدد وقت ہے، عالی جاہا! اس قوم نے لوگوں کو بہت خراب کیا ہے، ثبوت کے لئے کوئی رسالہ وغیرہ ارسال فرمائیں تاکہ گمراہی سے بچیں،

الجواب مجدد کا کم از کم مسلمان ہونا تو ضرور ہے اور قادیانی کافر مرتد تھا ایسا کہ تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا کہ من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر، لیڈر بننے والوں کی ایک ناپاک پارٹی قائم ہوئی ہے، جو گاندھی مشرک کو رہبر دین کا امام و پیشوا مانتے ہیں نہ گاندھی امام ہوسکتا ہے نہ قادیانی مجدد، السوء والعقاب و قہرالدیان وحسام الحرمین مطبع اہل سنت بریلی سے منگائیں، واللہ تعالی اعلم،

مسئلہ از شہر محلہ شاہ آباد، مسئولہ شیخ الطاف احمد صاحب رضوی ۱۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے مولانا صاحب مسجد جامع سے کہا کہ اگر رافضی تکبیر تمہاری جماعت میں آکر کہے تو تکبیر شمار کی جائے گی یا نہیں کہا رافضی کی تکبیر شمار نہیں کی جائے گی، کیونکہ وہ مسلمان نہیں ہیں میں نے کہا اگر وہابی تکبیر کہے تو وہ تکبیر شمار ہوگی یا نہیں، کہا تو کیا یہ مسلمان نہیں سمجھے جاتے ہیں، کیا حرج ہے، میں نے کہا یہ مسلمان نہیں سمجھے جاتے، جواب ملا کیا خوب، علاوہ اس کے امام مسجد مذکورہ کی نشست بھی رہتی ہے، لہذا ایسی صورت میں اگر اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی تو اچھا کیا یا برا، نماز نہ پڑھنے والا توبہ کرے اور معافی چاہے یا امام، بینوا توجروا،

الجواب صورت مذکورہ میں ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے والے نے بہت اچھا کیا اس پر کچھ الزام نہیں اس امام پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور سنی ہو، واللہ تعالی اعلم،

مسئلہ از شہر محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ سید فرحت علی صاحب ۱۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں کہ زید مسلمانوں کے ایک گروہ کا سردار بننا چاہتا ہے، لیکن علمائے وہابیہ کو اچھا کہتا اور کہتا ہے کہ وہ علمائے دین ہیں ان کے وعظ سنتا ہے ان سے فتوے لیتا ہے ان پر عمل کرتا ہے، نماز فجر کی اندھیرے سے پڑھتا ہے اکثر نماز میں سنتیں ترک کرتا ہے، میلاد شریف میں قیام کے بعد آتا ہے یا پہلے سے کھڑا ہوجاتا ہے اور کبھی آتا بھی نہیں اور کہتا ہے کہ میلاد شریف اتنی دیر نہ پڑھنی چاہئے کہ نماز صبح کی قضا ہوجائے کیونکہ میلاد سے نماز مقدم ہے زید سے مسلمان کو بدگمانی ہوئی تو زید نے کہا کہ میں اللہ کو جانوں اس کے رسول کو پہچانوں صحابہ کو سمجھوں آل پر فدا ہوں تو مسلمانوں نے کہا کہ اچھا تم گیارہویں شریف کرو یا میلاد شریف کرو کہا میرے پاس پیسہ نہیں تم کرو میں بھی سر پر رکھ کر کھالوں گا، ایسی صورت میں مسلمان زید کو اپنا سردار مانیں اور اس کی باتوں پر عمل کریں اور اس سے میل جول رکھیں یا نہیں اور جو مسلمان سردار مانیں یا اس سے ملیں اس کی باتوں پر عمل کریں ان پر کیا حکم ہے اور زید ہماری اہل سنت کے گروہ میں کسی حکم سے داخل ہوسکتا ہے پھر اس حکم پر بھی اس کو سردار مانا جائے یا نہیں، بینوا توجروا

الجواب جو شخص دیوبندیوں کو مسلمان ہی جانتے یا ان کے کفر میں شک کرے بفتوائے علمائے حرمین شریفین ایسا شخص

خود کافر ہے کہ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر، پھر وہ سردار مسلمانان کیسے ہو سکتا ہے، گیارہویں شریف کی نیاز کھا لینا دلیل اسلام نہیں بڑے بڑے کٹر وہابی جو اسے حرام و شرک کہتے ہیں کھانے کو آپ سب سے پہلے دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں ایسا شخص جب تک وہابیہ اور خصوصًا ان دیوبندیوں کو جنھیں علمائے حرمین شریفین نے کافر لکھا نام بنام بالاعلان کافر نہ کہے اس کی توبہ صحیح نہیں ہو سکتی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر کہنہ محلہ روہیلی ٹولہ مسئولہ محمد خلیل الدین احمد صاحب ۱۹ محرم ۱۳۳۹ھ

جس طرح کہ ایران میں باب اور بہاؤ کو پیشرو بنا کر بابی و بہائی جدید فرقے بنائے گئے اور ہندوستان میں گرونانک، کبیر، سید احمد جونپوری، سید احمد رائے بریلوی، سید احمد کولی، آغا خاں اور مرزائی قادیانی کو پیشوا، مہدی، لیڈر، نبی اور خدا بنا کر جدید فرقے بنائے گئے، اسی طرح اس وقت محض برائے نام مسلمان لیڈروں اور مولویوں نے ایک ہندو لیڈر مسٹر گاندھی کو اپنا پیشوا بنا کر ایک جدید فرقہ بنایا ہے اور ان کی نسبت اب تک بذریعۂ اخبارات، رسالہ جات، اشتہارات، مشاہدات اور مسموعات امور ذیل معلوم ہوتے ہیں۔ نمبر۱ ایک مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں ایک کافر کو اپنا رہنما بنایا تھا اسی طرح ہم نے مسٹر گاندھی کو اپنا ہادی بنا لیا ہے اور صاف لکھ دیا کہ ہمارا حال اس شعر کی مصداق ہے ؎

عمرے کہ بآیات و احادیث گذشت		رفتی و نثار بت پرستی کردی

نمبر۲ کہتے ہیں کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرب کے کافر قبائل سے موالات کی تھی ہم کفارِ ہند سے موالات کرتے ہیں، نمبر۳ مسجد میں ہندوؤں سے ممبر پر لکچر دلوائے گئے اور کہا گیا کہ مسجد نبوی میں وفود کفار قیام کرتے تھے اور اپنے طریقہ پر عبادت بھی کرتے تھے اور کفار کا داخلہ مخصوص بمسجد الحرام ایک خاص وقت کے واسطے منع تھا، نمبر۴ بعض لیڈروں نے جن کو مولانا کا بھی خطاب دیدیا گیا ہے مندروں میں جاکر اپنے ماتھوں پر ہندوؤں سے ٹیکے لگوائے کہتے ہیں کہ قشقہ شعار کفر اور منافی اسلام نہیں ہے، نمبر۵ پارٹی مذکور کے اس مولانا نے ہمدم میں چھاپ دیا ہے کہ ہماری جماعت ایک ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہے جو ہندو و مسلم امتیاز اٹھا دے گا اور سنگم و پریاگ کو مقدس مقام بنائے گا پارٹی مذکور نے اسے مقبول رکھا اور کسی نے چون وچرا نہ کیا، نمبر۶ پارٹی مذکور کے اس مولانا نے شائع کیا ہے کہ اگر آج تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کر لیا تو اپنے خدا کو راضی کر دوگے، نمبر۷ ایک ہندو کی ارتھی اپنے کاندھوں پر اٹھا کر اس کی جے پکارتے ہوئے سر و پا برہنہ مرگھٹ تک لے گئے ایک بت اٹھایا گیا اس کے ساتھ سر و پا برہنہ جے پکارتے سڑکوں پر گشت کیا گیا، نمبر۸ اس کے ماتم کے لئے سر و پا برہنہ مساجد میں جمع ہوئے اور اس کے لئے دعائے مغفرت اور نماز کے اشتہار دیئے اور اس پر کاربند ہوئے، اس کے ماتم میں مسجدیں بے چراغ رکھی گئیں، نمبر۹ ہولی کے سوانگ میں ہندوؤں نے بزرگانِ اسلام کی تحقیر و توہین کی مسلمانوں نے ہندو مسلم اتحاد کو مدنظر رکھ کر کچھ تعرض نہ کیا اور چشم پوشی کی، نمبر۱۰ مسٹر گاندھی کے فرمان کے بموجب روزے رکھے گئے اس کے حکم پر نفل نمازیں پڑھی گئیں اور کاروبار بند کرکے معطل رہے، نمبر۱۱ ایک ہندو لیڈر کے حکم سے ایک ڈولا سجایا گیا اور اس میں قرآن مجید بیبل اور رامائن رکھ کر ان کی پوجا کرتے مندر میں لے گئے، نمبر۱۲ مسٹر گاندھی اور اس کی قوم کو خوش اور راضی کرنے کی غرض سے ایک جائز مشروع فعل

قربانی گاؤ کو ممنوع اور ترک کرکے در پردہ ایک شعار اسلام سے مسلمانوں کو باز رکھا گیا اور ایک امر حلال کو حرام قرار دیا گیا، ایک بکری کی قربانی ایک خاندان (اگرچہ ساٹھ ستر آدمیوں کا ہو) کی طرف سے جائز سمجھی گئی اور حضرت سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرنا غیر ضروری بتایا گیا، ۱۳؎ خلافت کی مصنوعی حمایت کے حیلہ سے ہزارہا مسلمانوں کو ہجرت افغانستان اور جہاد کی ترغیب دے کر خانماں برباد و پریشان بنایا گیا، ۱۴؎ کتارپور کے ہندوؤں نے قربانی گاؤ کے پیچھے مسلمانوں پر شدید ظلم توڑے انھیں بیدریغ ذبح کیا، انھیں آگ سے جلایا، اس پر ان میں سے بعض گرفتار ہوئے جن پر ثبوت کامل ہوگیا اس خیرخواہ اسلام پارٹی نے ان کی معافی کے رزولیوشن پاس اور گورنمنٹ کو ان کی رہائی کے لئے تار دیئے اور مظالم ہولا گڈھ کی طرف سے چشم پوشی و بے اعتنائی کی گئی، ۱۵؎ خلافت کی مصنوعی حمایت کے حیلہ سے مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ اقطاع ہندوستان اور یورپ کی سیر و سیاحت اور تفریح و تفنن میں صرف کیا جاتا ہے، ۱۶؎ خلافت کے مصنوعی حمایت کے حیلہ سے عیسائیوں سے ترک موالات اور عدم تعاون عمل کے غیر ممکن العمل منصوبوں اور تجاویز پر عملدرآمد کرایا جاتا ہے اور مشرکین ہند کے ساتھ مواخات و موالات قائم کرکے بعض شعار کفر اختیار اور بعض شعار اسلام ترک کرائے جارہے ہیں، باوجود ان سب امور کے اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور جو ان کی پیروی نہ کرے اس کو کافر کہتے ہیں، لہٰذا علمائے اہل سنت وجماعت اس فرقہ کا مذہب اور اس کے پیشروان و پیروان کی نسبت جو عبداللہ کے بجائے عبدالگاندھی بن گئے ہیں اور دوسروں کو عبدالگاندھی بنارہے ہیں صاف صاف احکام شرعی دربارۂ معاشرت ومناکحت ومصاہرت ونماز ظاہر و واضح فرماکر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں،

الجواب

۱؎ قرآن و حدیث کی عمر کو معاذاللہ بت پرستی پر نثار کرنا قرآن و حدیث کی شدید توہین اور بت پرستی ملعونہ کی عظیم تعظیم ہے، یہ اگر کفر نہ ہو تو دنیا میں کوئی چیز کفر نہیں کہاں زمین غیر معروف کا راستہ بتانے کے لئے کسی مشرک کو ساتھ لینا اور کہاں معاذاللہ اپنے دین کا اسے ہادی و رہبر بنانا اس کی نظیر بھی ہوسکتی ہے کہ کسی کا شیخ و امام و ہادیٔ دین یکہ میں سوار ہو یکہ بان کافر ہو اس امام کے بعض مرید بننے والے مشرک کو نماز میں اپنا امام کریں اور اسی شیخ معتقدا کے فعل سے سند لائیں کہ دیکھو یکہ بان کافر ان کے آگے بیٹھا تھا ہم نے اس کافر کو نماز میں اپنے آگے کرلیا تو کیا حرج ہوا پھر یہ بھی اس وقت کا واقعہ ہے کہ ہنوز حکم جہاد نازل نہ ہوا، لکم دینکم ولی دین ۝ پر عمل تھا پھر بتدریج کفار پر تغلیظ بڑھتی گئی اور اخیر حکم ابدی ناطق وہ نازل ہوا کہ "یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم وماوٰھم جھنم ط وبئس المصیر ۝" پہلے کے واقعات سے سند لانا اگر جاہل سے ہو تو جہل شدید ہے اور ذی علم سے تو مکر خبیث و ضلال بعید، ۲؎ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ پر افترائے محض ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کسی کافر سے موالات نہیں فرمائی اور کیونکر فرماسکتے حالانکہ ان کا رب عزوجل فرماتا ہے، ومن یتولھم منکم فانہ منھم تم میں جو ان سے موالات کرے گا وہ بیشک انھیں میں سے ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان کے رب کا ابتدائی حکم یہ تھا، فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین ۝ اعلان کے ساتھ فرمادو جو تمھیں حکم دیا جاتا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو اور انتہائی حکم یہ ہوا، یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم، اے نبی تمام کافروں اور منافقوں سے جہاد فرما اور ان پر سختی و درشتی کر، معاذاللہ موالات کا وقت کون سا تھا، سورۂ نٓ شریف مکیہ ہے، اس میں فرماتا ہے، ودوا لو تدھن فیدھنون ۝ کافر اس تمنا میں ہیں کہ کہیں تم

کچھ نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑیں، اس وقت میں مداہنت تو روا رکھی گئی نہ کہ معاذ اللہ موالات، ائمہ دین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت مداہنت کرنے والے کی تکفیر فرمائی ہے، چہ جائے مفتری موالات، شفا شریف امام قاضی عیاض میں ہے، الوجه الثانی ان یکون القائل غیر قاصد للسب و لکنه تکلم بکلمة الکفر من اضافة ما لایجوز علیه مثل ان ینسب الیه اتیان کبیرة او مداهنة فی تبلیغ الرسالة او فی حکم بین الناس فحکم هذا الوجه حکم الاول، سخت محرومی و بیباکی ہے یہ کہ آدمی کے کسی عیب پر نکتہ چینی ہو اور وہ اپنے اوپر سے دفع الزام کے لئے کسی نبی سے استشہاد کرے کہ ان سے بھی ایسا واقع ہوا اگرچہ ظاہرا وہ فعل وقوع میں آیا ہو اور اس نے اپنی نابینائی سے فرق نہ دیکھا اور ملائکہ کو چمار پر قیاس کیا، شفا شریف امام قاضی عیاض میں ہے، هذه کلها وان لم تتضمن سبا ولا قصد قائلها ازراء فما وقر النبوة ولا عظم الرسالة ولا عزر حرمة المصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی شبه من شبه فی معرة قصد الانتفاء منها بمن عظم اللہ خطره ونهی عن جهر القول له ورفع الصوت عنده فحق هذا ان درئ عنه القتل الادب والسجن وقوة تعزیره، سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر معاذ اللہ انہونی جوڑنا اور اس سے اپنی ناپاکی کا جواز چاہنا کتنی سخت خباثت اور کس قدر شدید موجب لعنت ہے کیا کسی عالم دین کا وہ ناسعید بیٹا سخت ناخلف نہ قرار پائے گا جس کے بھنگ پینے پر اس کے باپ کے شاگرد اعتراض کریں اور وہ اپنے اوپر سے دفع اعتراض کے لئے محض جھوٹ بہتان اپنے باپ پر رکھ دے کہ کیا تمہارے استاد چرس نہ پیتے تھے پھر کہاں باپ اور کہاں سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ہشتم یہ کہنا کہ مسجد الحرام شریف سے کفار کا منع ایک خاص وقت کے واسطے تھا اگر یہ مراد کہ اب نہ رہا تو اللہ عزوجل پر صریح افترا ہے، قال اللہ تعالٰی انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا۔ یونہی یہ کہنا کہ وفود کفار مسجد نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اپنے طریقے پر عبادت کرتے تھے، محض جھوٹ ہے، اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسے جائز رکھنے کا اشعار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترائے فجار حاشا کہ اللہ کا رسول گوارا فرمائے کہ کسی مسجد نہ کہ خاص مسجد مدینہ کریمہ میں نہ کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے بتوں یا مسیح کی عبادت کی جائے جانتے ہو کہ اس سے ان کا مقصود کیا ہے یہ کہ مسلمان تو اسی قدر پر ناراض ہوئے ہیں کہ مشرک کو مسجد میں مسلمانوں سے اونچا کھڑا کرکے ان کا واعظ بنایا وہ تو اس تہیہ میں ہیں کہ ہندوؤں کو حق دیں کہ مسجد میں بت نصب کرکے ان کی ڈنڈوت کریں گھنٹے بجائیں سنکھ پھونکیں کیونکہ ان مفتریوں کے نزدیک خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مسجد میں خود حضور کے سامنے کفار اپنے طریقہ کی عبادت کرتے تھے، ویلکم لاتفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے مسجد کریمہ کے سوا کوئی نشست گاہ نہ تھی جو حاضر ہوتا یہیں حاضر ہوتا کسی کافر کی حاضری معاذ اللہ بطور استیلا و استعلا نہ تھی بلکہ ذلیل و خوار ہو کر یا اسلام لانے کے لئے یا تبلیغ اسلام سننے کے واسطے کہاں یہ اور کہاں وہ جو بدخواہان اسلام نے کیا کہ مشرک کو بروجہ تعظیم مسجد میں لے گئے اسے مسلمانوں سے اونچا کھڑا کیا اسے مسلمانوں کا واعظ و ہادی بنایا اس میں مسجد کی توہین ہوئی اور توہین مسجد حرام، مسلمانوں کی تذلیل ہوئی اور تذلیل مسلمین حرام، مشرک کی تعظیم ہوئی اور تعظیم مشرک حرام، بدخواہی مسلمین ہوئی بلکہ بدخواہی اسلام پھر اسے اس پر قیاس کرنا کیسی سخت ضلالت و گمراہی ہے، طرفہ یہ کہ زبانی کہتے جاتے ہیں کہ مشرک کا بطور استعلا مسجد میں آنا ضرور حرام ہے"

اور نہیں دیکھتے کہ یہ آنا بطور استعلا ہی تھا، فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور، اسی نابینائی کی بنا پر یہ مسلمان کو دھوکا دینے والے یہاں حنفیہ وشافعیہ کا اختلاف مسئلہ کہ مسجد میں دخول کافر جائز ہے یا نہیں محض دھوکا دینے کو پیش کرتے ہیں، قطع نظر اس سے کہ اس مسئلہ میں تحقیق کیا ہے، اوّلاً خود کتب معتمدہ حنفیہ سے ممانعت پیدا ہے، ثانیاً خود محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے منع ہویدا ہے، ثالثاً علما وصلحا کا ادب کیا رہا ہے اختلاف احوال زمانہ وعادات قوم ہمیشہ مائل تعظیم وتوہین میں دخل رکھتا ہے، رابعاً غیر اسلامی سلطنت اور نا مسلموں کی کثرت میں اس کی اجازت کی اشاعت اور مساجد کو پامالی کفار کے لئے وقف کرنا کس قدر بہی خواہی اسلام ہے خامساً وہ نجس قوم کہ بنص قطعی قرآن اس پر حکم نجاست ہے اور وہ مسلمانوں کو ملیچھ کہے بھنگی کے مثل سمجھے سودا بیچے تو دور سے ہاتھ میں رکھدے اس کے نجس بدن ناپاک پاؤوں کے لئے تم اپنی مساجد کو وقف کرو یہ کس قدر مصلحت اسلام کے گہرے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے ان سب سے قطع نظر ان حرکات شنیعہ کا اس سے کیا علاج ہو سکتا ہے ؎

اوگماں بردہ کہ من کردم چو او ... فرق را کے بیند آں استیزہ جو

صحیح بخاری شریف میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، قال کانت الکلاب تقبل وتدبر فی المسجد فی زمان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، زمانۂ رسالت میں مسجد شریف میں کتے آتے جاتے تھے، اب تم کتے خود اپنی مسجدوں اور مسجد الحرام شریف یا مسجد نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں لے جاؤ اور جمعہ کے دن امام کے دہنے بائیں ممبر پر دو کتے بٹھاؤ تمھارے استدلال کی نظیر تو یہیں تک ہوگئی، کہدینا کیا زمانۂ اقدس میں کتے مسجد میں نہ آتے جاتے تھے ہم لے گئے اور ممبر پر انھیں بٹھایا تو کیا ہوا، اور وہ جو آتے جاتے اور یوں لے جانے اور ممبر پر بٹھانے کا فرق ہے اس سے آنکھ بند کر لینا جیسے یہاں بند کر لی کون سی آنکھ دل کی کہ تعمی القلوب التی فی الصدور۔ بلکہ خدا انھیں عقل وانصاف دے تو یہ بھی تمھارے فعل کی نظیر نہیں تم خطیب کے آس پاس ممبر پر کتے بٹھاؤ اس سے وہ کتے خطیب نہ ہو جائیں گے اور تم نے مشرکین کو خطیب مسلمین بنایا لہٰذا اگر قدرے اپنے فعل سے تقریب چاہو تو ان کتوں کو سدھاؤ کہ جب امام پہلا خطبہ پڑھ کر بیٹھے وہ نہایت بلند آواز سے بھونکنا اور رونا شروع کریں کہ باہر تک کے سب لوگوں کو خبر ہو جائے کہ جلسہ ودعا کا وقت ہے، یوہیں نماز کے وقت آٹھ آٹھ دس دس صفوں کے فاصلے سے چار چار کتے صف میں کھڑے کرو کہ تکبیر انتقال کے وقت چیخیں اور مکبروں سے زیادہ تبلیغ کا کام دیں اور یہی احدیث بخاری حجت میں پیش کر دینا کہ دیکھو زمانۂ اقدس میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے بلکہ ان کے آنے سے کوئی فائدہ نہ تھا اور ہم کتے اس نفع دینی کے لئے لے گئے تو بدرجۂ اولٰی یہ جائز ہوا وہاں تک تو قیاس تھا یہ دلالۃ النص ہوئی اور اس میں جو تمھارے استدلال کی خباثت ہے نہ دیکھنا کیونکہ ٹھہر گئی ہے کہ تعمی القلوب التی فی الصدور، ہمٰذا قشقہ ضرور شعار کفر ومنافی اسلام ہے، جیسے زنار بلکہ اس سے زائد کہ وہ جسم سے جدا ایک ڈورا ہے جو اکثر کپڑوں کے نیچے چھپا رہتا ہے اور یہ خاص بدن پر اور بدن میں بھی کہاں چہرے پر اور چہرے میں کس جگہ ماتھے پر جو ہر وقت چمکے اور دور سے کھلے حرفوں میں مونہہ پر لکھا دکھائے کہ ھذا من الکافرین، خلاصہ وظہیریہ ومحیط ومنح الروض الازہر وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے، واللفظ لھذہ فی الخلاصۃ من تزنر بزنار الیھود والنصارٰی وان لم یدخل کنیستھم کفر ومن شد علی وسطہ حبلا وقال ھذا زنار کفر وفی الظھیریۃ وجرم المزوج وفی المحیط لان ھذا تصریح

بماھو کفر وفی الظہیریۃ من وضع قلنسوۃ المجوس علی راسہ فقیل لہ فقال ینبغی ان یکون القلب سویا کفر [۵]

مسلم و ہندو میں امتیاز اسلام و کفر کا امتیاز ہے اور وہ موقوف نہیں ہو سکتا جب تک مسلم مسلم اور کافر کافر رہیں اور یہ اس کلام کی مراد نہیں ہو سکتی کہ سب ہندوؤں کو مسلمان کرلیں گے کہ اس کے لئے کسی نئے مذہب کی کیا حاجت تو ضرور یہ مراد ہے کہ ایک ایسا مذہب ایجاد کریں گے جو نہ ہندو کو ہندو رکھے نہ مسلمان کو مسلمان اور وہ نہ ہوگا مگر کفر کہ اسلام کے سوا جو کچھ ہے سب کفر ہے یوہیں پریاگ وسنگم کی تقدیس یوں مراد نہیں ہو سکتی جیسے سلاطین اسلام شکر اللہ تعالٰی عنہم نے معابد کفار پر قبضہ فرما کر ان کو مساجد بنایا کہ اس کے لئے بھی نیا مذہب بنانا نہ ہوا لاجرم یہ مراد ہے کہ وہ رہیں معابد کفار اور پھر مقدس مانے جائیں اور یہ بھی کفر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(نوٹ) ۶ سے ۱۶ نمبر تک کے جواب دستیاب نہ ہوئے۔

مسئلہ ازلاہور مسجد بیگم شاہی، مسئولہ صوفی احمد دین صاحب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد! یا علماء الملۃ و امناء الامۃ افیضوا علینا من علومکم دام فیوضکم۔ اس ظالم گروہ کا کیا حکم ہے جن کے امام اول نے سلطان وقت سے باغی ہو کر مکہ معظمہ زاداللہ تعالٰی شرفًا پر تغلب کیا وہاں کے علماء کو تہ تیغ بے دریغ کیا مزارات اولیاء پر پاخانہ بنائے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ مبارک کو صنم اکبر سے تعبیر کیا، ائمہ مجتہدین اور فقہاء و مقلدین کو انہم ضلوا واضلوا کا مصداق بنایا، اپنی خواہشات کو حق و باطل کا معیار قرار دیا مختلف عبارات و پیرایہ سے حضور پرنور عفوّ و غفور شفیع یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تنقیص شان کرتا تھا اور اسی بدعقیدہ پر اپنی ذریات و اذناب کو لگاتا تھا اپنے متبعین کے سوا سب کو مشرک جانتا تھا، درود شریف پڑھنے سے بہت ایذا پاتا تھا حتی کہ ایک نابینا کو منارہ پر بعد اذان صلوٰۃ وسلام پر شہید کرا دیا اور بولا ان الربابۃ فی بیت الخاطئۃ یعنی الزانیۃ اقل اثما ممن ینادی بالصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ اس کے متبعین طرح طرح سے حضور علیہ السلام کی تحقیر و توہین کرتے اور وہ سن کر خوش ہوتا یہاں تک ان بعض اتباعہ کان یقول عصای ھذہ خیر من محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) لانہا ینتفع بہا فی قتل الحیۃ ونحوہا ومحمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) قدمات ولم یبق فیہ نفع اصلاً وانما ھو طارش وقد مضی الخ کتاب الدرر السنیہ فی رد الوہابیہ صفحہ ۴۱ و ۴۲ بظاہر حنبلی بنتا تھا مگر دراصل حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بالکل بے تعلق تھا، دعوی نبوت کا متمنی تھا مگر قبل از صریح اظہار طعمہ اجل ہو کر اپنے کیفر کردار کو پہنچا اور آیۃ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ الایۃ کا پورا پورا مصداق بنا، [۲] ان کے امام ثانی نے پہلے امام کی کتاب التوحید کی ہندی شرح المسمی بہ تقویۃ الایمان لکھی اپنے فرقہ کا نام موحد رکھا اور اپنے امام کے قدم بقدم ہو کر سب امت کو کافر و مشرک بنایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام و دیگر انبیاء علیہم السلام بلکہ خود خدائے تعالٰی جل وعلی شانہ کی توہین کی دشنام دہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو چوہڑے چمار، اور عاجز و ناکارہ لوگوں سے تمثیل دی صفحہ ۱۰ و ۱۹ و ۲۹ تقویۃ الایمان۔ اللہ تعالٰی کی ذات والاصفات میں عیب و آلائش کا آجانا جائز رکھا وقوع کذب سے صرف بغرض ترفع وبخوف اطلاع بچا مانا، یکروزی صفحہ ۱۴۴ و ۱۴۵ نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال آنا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ہمہ تن

ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر بتایا، صراط نامستقیم صفحہ ۹۵ دعوٰی نبوت کے لئے بنیادیں کھودیں پٹریاں جمائیں اور یوں تمہیدیں باندھیں بعض لوگوں کو احکام شرعیہ جزئیہ وکلیہ بلاواسطہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے نور قلب سے بھی پہنچتے ہیں وہ انبیاء کے شاگرد بھی ہیں اور ہم استاد بھی ملخصاً صراط نامستقیم صفحہ ۳۹ بالآخر جاہ طلبی وملک گیری کے نشہ میں سکھوں سے مڈبھیڑ اور عار فرار من الرجف کے بعد افغانوں کی موذی کش تلوار سے راہ فنا دیکھی علیہ ما علیہ ۔ ۳ جب ہندی وہابیہ کے امام واس کے پیر کی موت ان کی سب یاوہ گوئیوں اور پیشن گوئیوں کی معطل ہوئی تو اس کے اذناب وذریات سے ایک شخص قومی ترقی قومی اصلاح کا بہروپ بدل کر نکلا جملہ کتب تفسیر وفقہ وحدیث سے انکار کیا تمام ضروریات دین سے منہ موڑا اور بکا کہ نہ حشر ہے نہ نشر نہ دوزخ نہ بہشت نہ فرشتہ ہے نہ جبریل نہ صراط، فرشتہ قوت کا نام ہے، دوزخ وبہشت وحشر ونشر روحانی ہیں نہ جسمانی کرامات ومعجزات سب ہیچ ہیں ہر کوئی کوشش کرنے سے نبی ہوسکتا ہے، خدا بھی نیچر کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اس کے نزدیک غایت درجہ کی غمی کا نام دوزخ تھا، سو وہ اپنی اسی مسلمہ دوزخ کے رستہ سے اسفل السافلین میں پہنچا اور وہ اس طرح ہوا کہ اس کے خازن وامین نے بہت سا روپیہ اندوختہ اس کا غبن کیا معلوم ہونے پر نہایت غمگین ہوا کھانا پینا ترک کیا آخر اسی صدمہ سے ہلاک ہوا ۔ ۴ اسی کے دم چھلوں میں سے مسیح کادیانی دجال پیدا ہوا کھلم کھلا دعوٰی نبوت کیا سورۂ صف میں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت اسم احمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے ہے اس کو اپنے اوپر چسپاں کیا اسی طرح درکات جہنم طے کرتا ہوا درک اسفل میں پہنچ کر یوں کفری بول لاا ؎

آنچہ داد ست ہر نبی را جام ۔۔ داد آں جام را مرا بتمام ۔ برشد از نور من زمان وزمیں ۔۔ سر ہنوزت بہ آسمان از کیں

باخدا جنگہا کنی ہیہات ۔ ایں چہ جور وجفا کنی ہیہات

(نزول مسیح) لڑکا پیدا ہونے پر کہنے لگا، کان اللہ نزل من السماء پھر کہا مجھے الہام ہوا ہے خدا کی طرف سے انت منی بمنزلۃ اولادی انت منی وانا منک واقع البلد صفحہ ۹۶ الغرض افترا وتکذیب کلام الٰہی وتوہین انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت عیسٰی علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو گندی سڑی گالی دینے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی (ضمیمہ انجام آتھم) انجام کار اپنے مسلمہ عذاب الٰہی مرض ہیضہ سے وعدہ الٰہی فلا یستطیعون توصیۃ ولا الی اھلھم یرجعون، کا مورد بنا اور اپنے منکر ومخالف علما کے روبرو وہ فرعون بے عون جہنم رسید ہوا مسلمان کے سامنے واغرقنا اٰل فرعون وانتم تنظرون کا سماں بندھ گیا چاروں طرف سے مسلمانوں بلکہ ہندوؤں نے اس کی نعش خبیث پر نفرین کے نعرے بلند کئے ہر طرف سے بول وبراز کی بوچھار ہوئی اور اولٰئک علیہم لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین کا نقشہ آنکھوں میں جم گیا، فاعتبروا یا اولی الابصار ۔ ۵ امام ثانی کے اذناب سے ایک بھوپالی پیدا ہوا ترویج وہابیت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا طرح طرح کے لالچ دے کر مفت کتابیں بانٹ کر خدائے تعالٰی کے لئے جہت ومکان وجسم وغیرہ مانا رسالہ الاحتوا۔ فقہا ومقلدین کو دشنام دینے میں اپنے بڑوں سے سبقت لے گیا اس کا قول بدتر از بول یہ ہے سرچشمہ سارے جھوٹوں جنبشوں اور مکروں کا اور کان تمام فریبیوں اور دغابازیوں کی علم فقہ ورائے ہے اور مہا جال ان سب خرابیوں کا فقہا اور مقلدین کی بول چال ہے، ترجمان وہابیہ صفحہ ۳۵ و ۳۶ انجام کار معزول ومسلوب الخطاب ہوکر عدم کی راہ لی اور خسر الدنیا والاٰخرۃ کا مصداق

بنا صحابہ کرام کو عموماً اور سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خصوصاً مخترع بدعت سیئہ ٹھہرایا، انتقاد الرحیم ؁۶ وہابیہ وغیر مقلدین کی ضلالت و بدعت جب پورے طور ظاہر ہوچکی اور ہر دیار وامصار سے ان کے رد میں کتابیں لکھی گئیں تو ذریات امام ثانی ایک اور مکر کھیلے اپنا حنفی و مقلد ہونا ظاہر کیا عقیدہ تقویۃ الایمان پر قائم رکھا اور ہر طرح سے ان کفریات کی حمایت کرتے رہے اور عملیات میں حنفی ہونا ظاہر کیا ٹھیک اسی طرح جس طرح ان کا امام اول حنبلی المذہب بنتا تھا، بظاہر غیر مقلدین کے رد میں کتابیں بھی لکھیں، مگر ساتھ ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ ان مسائل میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے وقت سے اختلاف چلا آتا ہے، لہذا غیر مقلدوں و وہابیوں پر طعن و تشنیع ناجائز، (سبیل الرشاد وغیرہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے شیطان کا علم زیادہ مانا (براہین قاطعہ) علم غیب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر صبی و مجنون سے تمثیل دی (رسالہ حفظ الایمان و علم غیب وغیرہ) اور کہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوار کے پیچھے کا حال معلوم نہیں، معاذ اللہ اپنے خاتمہ کا حال معلوم نہیں، ان کے رد میں بھی بکثرت کتابیں شائع ہوئیں خصوصاً قامع بدعت حامی سنت صاحب حجت قاہرہ مجدد مائۃ حاضرہ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی مد اللہ تعالٰی ظلہم العالی نے ان کی وہ سرکوبی کی کہ بادشاید ؁۷ بھوپالی کے دم چھلوں میں سے ایک ہندو بچہ پیدا ہوا آپ اگرچہ ناخواندہ تھا مگر بعض خواندہ وہابیہ سے چند ایک کتابیں مثل ظفر المبین طعن امام ہمام (رضی اللہ تعالٰی عنہ) اور قیاسات امام پر لکھیں چاروں اماموں کے مقلدین اور چاروں طریقوں کے متبعین کو معاذ اللہ مشرک و کافر بنایا۔ ظفر المبین صفحہ ۱۸۹ و ۲۲۳ و ۲۲۳ وغیرہ انجام کار مرض ایلاؤس میں ایسا گرفتار ہوا کہ متواتر پانچ سات دن اس کے منہ سے پاخانہ نکلتا رہا مرتے وقت وصیت کی کہ مجھے مشرکوں (حنفیوں) کے قبرستان میں نہ دفن کیا جائے بالآخر کتے کی موت مرا اور لاہور کے دروازہ بدررو کے کنارہ دفن ہوا، بدرو کا گندہ پانی اس کی قبر میں سرایت کرتا رہا حتی کہ اس کی قبر بھی نیست و نابود ہوکر بدرو میں مل گئی، فاعتبروا یا اولی الابصار، ؁۸ اس بھوپالی کے دم چھلوں میں سے ایک اور شخص نکلا چلنے پھرنے سے معذور اور لکھنے پڑھنے سے عاری اس نے اہل قرآن ہونے کا دعوٰی کیا، کل کتب فقہ، تفسیر و حدیث سے انکار کیا اور کہا کہ یہ سب مخالف قرآن ہیں اور (معاذ اللہ) منافقوں کی بنائی ہوئی ہیں، اطیعوا الرسول میں رسول سے مراد قرآن مجید ہے اور ما اٰتکم الرسول میں بھی رسول سے مراد قرآن مجید ہے، اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی مراد لئے جائیں تو یہ حکم مال غنیمت میں تھا نہ عام حکم، نماز میں بھی نئی اختراع کی، المسمّٰی بہ صلاۃ القرآن بآیات الفرقان، اور ایک تفسیر چند ایک سیپارہ کی کسی سے لکھوائی جس کا نام، تفسیر القرآن بآیات الرحمٰن رکھا اور کہتا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام محض ایلچی تھے ایلچی کو نام و پیام کی تشریح و مطلب آرائی میں کوئی حق نہیں (معاذ اللہ منہا) آخر ذلیل و رسوا ہوکر لاہور سے نکالا گیا، چند ایک ملاحدہ نیاچرہ اور اجہل ترین وہابیہ سے اس کے پیرو بن گئے، ملتان میں جاکر اپنی بدمذہبی کی اشاعت میں مصروف ہوا انجام کار بدکاری کرتا ہوا پکڑا گیا خوب زد وکوب ہوئی اور اسی صدمہ سے ہلاک ہوا اور سجین میں پہنچا، ؁۹ بھوپالی کے متبعین سے ایک شخص ملا قصوری اور ایک حافظ شاعر پنجابی پیدا ہوئے اول الذکر نے ابن تیمیہ مجسمہ کے رسالہ علی العرش استوٰی کی اشاعت کی صوفیائے کرام کے رد میں بڑے اہتمام سے کتاب "حقیقۃ البیعۃ و الالہام" لکھی اور یوں کفری بول بولے، بیعت مروجہ یعنی پیری و مریدی سے دین اسلام میں اس قدر فتور اور فسادات پڑے ہیں کہ جن کا شمار امکان سے باہر ہے، شرک فی الالوہیت و شرک

فی الربوبیۃ وشرک فی الدعا جس قدر اقسام شرک کے ہیں، سب اس سے پیدا ہوئے، صفحہ ۲۹ سب افعال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محمود نہیں اور آپ کے لئے عصمت مطلقہ ثابت نہیں صفحہ ۴۴ و ۴۵ آخر الذکر نے تقویۃ الایمان کو پنجابی میں نظم کیا اور اس کا نام حصن الایمان و زینت الاسلام رکھا اور بھوپال کے رسالہ "طریقۃ محمدیہ" کو پنجابی نظم کا جامہ پہنایا اور اس کا نام انواع محمدی رکھا پنجاب میں ہر کس و ناکس جولاہا، موچی دھنا وغیرہ جسے دو حرف پنجابی کے آتے تھے یہ کتابیں پڑھ کر اہل سنت وجماعت کو مخالف قرآن وحدیث بدعتی ومشرک کہنے لگے اور تلبیس کی کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرما گئے ہیں، اذا صح الحدیث فھو مذھبی واترکوا قولی بخبر المصطفٰی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) پس دراصل ہم اہل حدیث ہی سچے اور پکے حنفی ہیں نہ کہ فقہا ومقلدین اس خلف ناہنجار بدتر از مارنے اپنے پدر بزرگوار کی کتاب فقہ کا رد کیا اور کہا کہ اس وقت علم کم تھا اب دریا علم کا اچھلا اور ہر طرف سے کتب احادیث کی اشاعت ہوئی الغرض بخوف طوالت وملالت اس قدر پر کفایت نہ ان قبائح وفضائح کا استیعاب ممکن اور نہ ہی ان کے فرقوں کا حصر معلوم آخر وہ بھی تو انھیں میں سے ہوں گے جو دجال کے ساتھ جا ملیں گے، اب آپ کی جناب سے استفسار یہ ہے کہ آیا یہ فرق وہابیہ مثل دیگر فرق ضال روافض وخوارج وغیرہ کے ہیں یا نہیں اور نصوص سے اولٰئک ھم شر البریۃ، اولٰئک کالانعام بل ھم اضل ومثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلھث او تترکہ یلھث اور احادیث مثل اھل البدع شر الخلق والخلیقۃ واھل البدع کلاب اھل النار کے مصداق ہیں یا نہیں ان کے پیچھے اقتدا، ان کی کتب کا مطالعہ اور ان سے میل جول کا کیا حکم ہے جو ان سے محبت رکھے اور ان کو عالم اور پیروان سنت سے سمجھے اس کے واسطے کیا ارشاد ہے تکذیب نصوص ایذائے جمیع امت تکفیر وتفسیق اہل سنت وجماعت دعوائے ہمہ دانی وانانیت مادہ خروج وبغاوت تحقیر وتوہین شان نبوت ان سب فرق میں کم وبیش موجود، بینوا توجروا

الجواب

رب انی اعوذبک من ھمزٰت الشیٰطین واعوذبک رب ان یحضرون، یہ سوال کیا محتاج جواب ہے، خود ہی اپنا جواب باصواب ہے، سائل فاضل سلمہ نے جو اقوال ملعونہ ان خبثا سے نقل کئے ہیں ان سب کا ضلال مبین اور اکثر کا کفر وارتداد مبین ہونا خود ضروری فی الدین وبدیہی عند المسلمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۝ الا لعنۃ اللہ علی الظٰلمین ۝ ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل اباللہ واٰیٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون ۝ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم لعنھم اللہ بکفرھم فقلیلا ما یؤمنون والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم ۝ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا ۝ ان آیات کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ جو عام مسلمانوں پر ظلم کریں ان کے لئے بری بازگشت ہے، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے ان پر اللہ کی لعنت ہے نہ کہ وہ جو اولیا پر ظلم کریں نہ کہ انبیاء پر نہ کہ خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل وعلو شان اقدس پر ان پر کیسی اشد لعنت الٰہی ہوگی اور ان کا ٹھکانہ دوزخ کا اخبث طبقہ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ یہ کیسے کفریات ملعونہ تم نے بکے تو جھٹ گڑھیں گے بے سروپا جھوٹی تاویلیں کریں گے اور کچھ نہ بنی تو یوں کہیں گے کہ ہماری مراد توہین نہ تھی، ہم نے تو یوں ہی ہنسی کھیل میں کہہ دیا تھا واحد قہار جل وعلا فرماتا ہے اے محبوب ان سے فرما دو کیا

اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے اپنے ایمان کے بعد جب کوئی حیلہ نہ چلے گا تو کذاب خبیثوں کا پچھلا داؤ چلیں گے کہ خدا کی قسم ہم نے تو یہ باتیں نہ کہیں نہ ہماری کتابوں میں ہیں ہم پر افترا ہے ناواقف کے سامنے یہی جل کھیلتے ہیں واحد قہار جل وعلا فرماتا ہے، بیشک ضرور وہ کفر کا بول بولے اور اسلام کے بعد کافر ہوگئے یعنی ان کی قسموں کا اعتبار نہ کرو وانھم لا ایمان لھم ان پیشوایان کفر کی قسمیں کچھ نہیں، اتخذوا ایمانھم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ فلھم عذاب مھین، وہ اپنی قسموں کو ڈھال بناکر اللہ کی راہ سے روکتے ہیں لاجرم ان کے لئے ذلیل وخوار کرنے والا عذاب ہے ان کے کفر کے سبب اللہ نے ان پر لعنت کی تو بہت کم ایمان لاتے ہیں وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے، بیشک جو اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے دنیا و آخرت میں ان پر لعنت فرمائی اور ان کے لئے طیار کر رکھا ذلت دینے والا عذاب، طوائف مذکورین وہابیہ ونیچریہ وقادیانیہ وغیر مقلدین و دیوبندیہ وچکڑالویہ خذلھم اللہ تعالٰی اجمعین ان آیات کریمہ کے مصداق بالیقین اور قطعًا یقینًا کفار مرتدین ہیں ان میں ایک آدھ اگرچہ کافر فقہی تھا اور صدہا کفر اس پر لازم تھے، جیسے نمبر۲ والا دہلوی مگر اب اتباع واذناب میں اصلًا کوئی ایسا نہیں جو قطعًا یقینًا اجماعًا کافر کلامی نہ ہو ایسا کہ من شک فی کفرہ فقد کفر جو ان کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہوکر ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور احادیث کہ سوال میں ذکر کیں بلاشبہہ ان کے اگلے پچھلے تابع متبوع سب ان کے مصداق ہیں، یقینًا وہ سب بدعتی اور استحقاق ناری جہنمی اور جہنم کے کتے ہیں مگر انھیں خوارج وروافض کے مثل کہنا روافض وخوارج پر ظلم اور ان وہابیہ کی کسر شان خباثت ہے رافضیوں خارجیوں کی قصدی گستاخیاں صحابہ کرام واہلبیت عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم پر مقصور ہیں اور ان کی گستاخیوں کی اصل مطمح نظر حضرات انبیاء کرام اور خود حضور پر نور شافع یوم النشور ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم، ببیں تفاوت رہ از کجاست تابکجا، ان تمام مقاصد اور ان سے بہت زائد کی تفصیل فقیر کے رسائل سل السیوف وکوکبہ شہابیہ وسبحان السبوح وفتاوی الحرمین وحسام الحرمین وتمہید ایمان وانباء المصطفٰی وخالص الاعتقاد وقصیدۃ الاستمداد اور اس کی شرح کشف ضلال دیوبندیہ وغیرہا کثیرہ شہیرہ حافلہ کافلہ شافیہ وافیہ قالعہ قامعہ میں ہے وللہ الحمد ان کے پیچھے اقتدا باطل محض ہے کما حققناہ فی النھی الاکید۔ ان سب کی کتب کا مطالعہ حرام ہے مگر عالم کو بغرض رد ان سے میل جول قطعی حرام ان سے سلام وکلام حرام انھیں پاس بٹھانا حرام ان کے پاس بیٹھنا حرام بیمار پڑیں تو ان کی عیادت حرام مرجائیں تو مسلمانوں کا سا انھیں غسل وکفن دینا حرام ان کا جنازہ اٹھانا حرام ان پر نماز پڑھنا حرام انھیں مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام ان کی قبر پر جانا حرام انھیں ایصال ثواب کرنا حرام مثل نماز جنازہ کفر، قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ○ اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آئے پر ان ظالموں کے پاس نہ بیٹھ اور فرماتا ہے ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار، اور نہ میل کرو ظالموں کی طرف کہ تمھیں دوزخ کی آگ چھوئے گی، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم، ان سے دور بھاگو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈالدیں، دوسری حدیث میں ہے کہ فرمایا لا تجالسوھم ولا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم

واذا ماتوا فلا تشہدوھم ولا تصلوا علیہم ولا تصلوا معہم۔ نہ ان کے پاس بیٹھو نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ ان کے ساتھ پانی پیو، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو مر جائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ نہ ان پر نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ رب عزوجل فرماتا ہے ولا تصل علی احد منہم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ۔ ان میں کبھی کسی کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنا نہ اس کی قبر پر کھڑا ہونا۔ جو ان کے اقوال پر مطلع ہو کر ان سے محبت رکھے وہ انھیں کی طرح کافر ہے، قال اللہ تعالٰی ومن یتولہم منکم فانہ منہم تم میں سے جو ان سے دوستی رکھے وہ بیشک انھیں میں سے ہے اور اس کا حشر انھیں کافروں کے ساتھ ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، من احب قوما حشرہ اللہ معہم۔ جو کسی قوم سے محبت رکھے گا اللہ تعالٰی اسی قوم کے ساتھ اس کا حشر کرے گا، اور فرماتے ہیں من ھوی الکفرۃ فھو معہم، جو کافروں سے محبت رکھے گا وہ انھیں کے ساتھ ہوگا اور جو ان کو عالم دین یا پیر و سنت سمجھے قطعاً کافر و مرتد ہے، شفائے امام قاضی عیاض و ذخیرۃ العقبٰی و بحر الرائق و مجمع الانہر و فتاوٰی بزازیہ و درمختار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے، من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر۔ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے جب ان کو مسلمان سمجھنا در کنار ان کے کفر میں شک کرنا موجب کفر ہے تو معاذ اللہ انھیں عالم دین یا پیر و سنت سمجھنا کس درجہ اخبث کفر ہوگا وذٰلک جزاء الظالمین۔ اللہ عزوجل سب خبثا کے شر سے پناہ دے اور مسلمان بھائیوں کی آنکھیں کھولے اور دوست دشمن پہچاننے کی تمیز دے ارے کس کے دوست دشمن محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دوست و دشمن۔ افسوس، افسوس ہزار افسوس کہ آدمی اپنے دوست دشمن کو پہچانے اپنے دشمن کے سایہ سے بھاگے اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اترے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دشمنوں ان کے بدگویوں انھیں گالیاں لکھ کر شائع کرنے والوں اور ان خبیثوں کے ہم مذہبوں ہم پیالوں سے میل جول رکھے، کیا قیامت نہ آئے گی کیا حشر نہ ہوگا کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو منہ دکھانا نہیں کیا ان کے آگے شفاعت کے لئے ہاتھ پھیلانا نہیں، مسلمانو! اللہ سے ڈرو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حیا کرو، اللہ عزوجل توفیق دے آمین، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از شہر محلہ روہیلی ٹولہ مسئولہ حاجی محمد خلیل الدین احمد صاحب یکم صفر ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) مشرکین سے اتحاد و وداد حلال ہے یا نہیں، (۲) مشرک اپنی حاجت دینیہ میں اپنا لیڈر یعنی ہادی و امام و رہبر بنانا کیسا ہے (۳) مشرک کی نسبت یہ کہنا کہ وہ ہمارے شہر کی خاک کو پاک کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں کیا حکم رکھتا ہے، (۴) مشرک کے لئے بڑا مرتبہ اور عزت ماننا مطابق اسلام ہے یا نہیں (۵) اور اس کے استقبال کو شاندار بنانے کے لئے مسلمانوں کا جانا اور مشرک کی تعظیم، (۶) اور اس کی جے بولنا، (۷) اور اس کو مہاتما کہنا کیسا ہے، بینوا توجروا۔

الجواب (۱) مشرکین سے اتحاد در کنار وداد حرام قطعی ہے، قال اللہ تعالٰی لا تجد قوما یؤمنون باللہ و الیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ، تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جنھیں اللہ اور قیامت پر ایمان ہے کہ اللہ و رسول

کے کسی مخالف سے دوستی کریں اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہوں یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان اللہ نے لکھ دیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی اور فرماتا ہے جل وعلا ومن یتولھم منکم فانہ منھم تم میں جو ان سے دوستی کرے گا وہ بیشک انھیں میں سے ہے یہ ہیں قرآن عظیم کی شہادتیں کہ ان سے وداد و اتحاد کفر ہے اور یہ کہ اس کے مرتکب نہ ہوں گے مگر کافر، مسلمانو! قرآن کریم سے بڑھ کر کس کا فتوی ہے، ومن اصدق من اللہ حدیثا ۰ اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہے،

۲ مشرک کو حاجت دینیہ میں ہادی بنانا امام ٹھہرانا قرآن عظیم کی صریح تکذیب ہے قرآن عظیم میں ہزارہا آیتیں گونج رہی ہیں کہ وہ گمراہ ہیں ہدایت سے بالکل بیگانہ ہیں یہاں تک کہ فرمایا ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا، وہ چوپاؤں کی طرح نرے بے عقل ہی ہیں بلکہ ان سے بھی سخت تر گمراہ، تو جو انھیں ہادی و امام بنائے گا قطعا قرآن عظیم کو جھٹلائے گا اور قطعا راہ ہلاک پائے گا،

اذا کان الغراب دلیل قوم سیھدیھم طریق الھالکینا

اور روز قیامت ایسا گروہ اس مشرک ہی کے نام سے پکارا جائے گا، قال اللہ تعالی یوم ندعوا کل اناس بامامھم جس دن ہر گروہ کو ہم اس کے امام کے ساتھ پکاریں گے،

۳ لا الہ الا اللہ عجب ان سے کہ مدعی اسلام ہوں اور اسلام کے پورے مدعی بن بیٹھیں کیا قرآن عظیم کے رد ہی پر کمر باندھی ہے واحد قہار فرماتا ہے انما المشرکون نجس مشرک تو نہیں مگر نرے گندے بلکہ عین نجاست عجب کہ نجاست اور مطہر، ہاں جب ہند و دھرم ہی اختیار کیا تو عجب نہیں کہ گوبر اور پوتر بلکہ لا واللہ اس سے بھی ہزار درجہ بدتر گوبر کی نجاست میں ائمہ کو اختلاف ہے اور مشرک کی نجاست پر قرآن کریم کا نص صاف ہے اور آدمی زمین ناپاک کرنے میں نجاست باطن نجاست ظاہر سے کروروں درجہ بدتر ہے نجاست ظاہر ایک دھار پانی سے پاک ہوجاتی ہے اور نجاست باطن کروروں سمندروں سے نہیں دھل سکتی جب تک صدق دل سے ایمان نہ لائے، ع ہر چہ شوئی پلید تر باشد،

۴ کیا قسم کھائی ہے کہ قرآن عظیم کا کوئی جملہ سلامت نہ رکھیں مشرک کے لئے ہرگز کوئی عزت نہیں اور بڑا اور کنارا ادنی سے ادنی چھوٹے سے چھوٹا کوئی رتبہ نہیں، واحد قہار جل وعلا فرماتا ہے وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنفقین لایعلمون ۰ عزت تو صرف اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں، عزیز مقتدر جل وعلا فرماتا ہے ان الذین یحادون اللہ ورسولہ اولئک فی الاذلین ۰ بیشک اللہ و رسول کے جتنے مخالف ہیں سب ہر ذلیل سے بدتر ذلیلوں میں ہیں، عزیز منتقم عز جلالہ فرماتا ہے ھم شر البریۃ وہ تمام مخلوق الہی سے بدتر ہیں، مخلوق میں کتا بھی ہے سور بھی ہے، قرآن عظیم شہادت دیتا ہے کہ مشرکین ان سے بھی بدتر ہیں پھر رتبہ و عزت کے کیا معنی،

۵ اس کی تعظیم سخت سے سخت کبیرہ اور قرآن عظیم کی مخالفت شدیدہ ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام جو کسی بدعتی بدمذہب کی تعظیم کرے اس نے اسلام

کے ڈھادینے پر مدد دی مبتدع کی تعظیم پر یہ حکم ہے مشرک کی تعظیم کس درجہ بیخ کنی اسلام ہوگی، ولکن المنافقین لایعلمون استقبال کو شاندار بنانے کے لئے جانا تو عین تعظیم ہے جو صریح مخالفت قرآن عظیم ہے اس جلوس نامانوس میں ویسے بھی شرکت حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من سود مع قوم فھو منھم جو کسی قوم کے جتھے میں شامل ہو وہ انھیں میں سے ہے دوسری حدیث میں ہے من کثر سواد قوم فھو منھم جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انھیں میں سے ہے، تیسری حدیث میں ہے من جاء مع المشرک وسکن معہ فانہ مثلہ جو مشرک کے ساتھ آئے اور اس کے ساتھ رہے وہ بیشک اسی کے مثل ہے،

بملا مشرک کی جے نہ بولے گا مگر مشرک، حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذلک العرش جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب غضب فرماتا ہے اور عرش الٰہی کانپ جاتا ہے جب فاسق کی مدح پر یہ حکم ہے تو کہاں مشرک اس کی مدح کس درجہ غضب شدید رب عزوجل ہوگی،

بمٹ مہاتما کے معنی ہیں "روح اعظم" جو خاص لقب سیدنا جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے، مشرک کو اس سے تعبیر کرنا صریح مخالفت خدا ورسول ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، لاتقولوا للفاجر یاسید فانہ ان یکن سیدکم فقد اسخطتم ربکم عزوجل فاجر کو "اے سردار" نہ کہو کہ بیشک اگر وہ تمھارا سردار ہے تو تم نے اپنے رب عزوجل کا غضب لیا، اب ادھر تو فاجر ومشرک کا فرق دیکھو اور ادھر سردار ور روح اعظم کا موازنہ کرو انھیں نسبتوں سے اس پر اللہ عزوجل کا غضب اشد ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین اللہ تعالٰی مسلمانوں کی آنکھیں کھولے مسلمان کرے مسلمان رکھے مسلمان مارے مسلمان اٹھائے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از موضع خورد منوڈا کخانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مسئولہ سید صفدر علی صاحب ۲ رصفر ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر سنا جاتا ہے کہ اکثر لوگ ایسے ہوئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں کہ ریاضت کرتے کرتے ایسے واصل بخدا ہوجاتے ہیں کہ نماز روزہ ترک کردیتے ہیں (جب کہ اظہر من الشمس ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ کوئی مقرب تر نہیں ہوا اور نہ ہوسکتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز روزہ بدرجہ اتم ادا فرماتے تھے) اور لوگ ان کی ولایت کے قائل ہوتے ہیں، چنانچہ تاریخ فرشتہ اردو جلد دوم میں لکھا ہے کہ شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ حالت جذب میں نماز نہیں پڑھتے تھے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے تارک نماز وروزہ کے نسبت قرآن مجید وحدیث شریف میں کیا حکم ہے آیا ایسا تارک نماز وروزہ ولی اللہ کہے جانے کے لائق ہوسکتا ہے اور رہے یا نہیں اور کوئی درجہ شریعت، طریقت، معرفت، حقیقت میں ایسا ہے کہ جہاں پہنچ کر روزہ نماز کا تارک گنہگار نہ ہو،

الجواب کوئی شخص ایسے مقام تک نہیں پہنچ سکتا جس سے نماز روزہ وغیرہ احکام شرعیہ ساقط ہوجائیں، جب تک عقل باقی ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے واعبد ربک حتی یاتیک الیقین، مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت کر، سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی گئی کچھ لوگ پیدا ہوئے کہ نماز وغیرہ عبادات چھوڑ دی ہے اور کہتے ہیں کہ شریعت تو راستہ ہے

ہم پہنچ گئے ہمیں راہ کی حاجت نہیں فرمایا صدقوا لقد وصلوا ولکن الی این الی النار وہ سچ کہتے ہیں ضرور پہنچ گئے مگر کہاں تک جہنم تک پھر فرمایا اگر مجھے صدہا برس کی عمر دی جائے تو فرض تو فرض جو نفل مقرر کرلئے ہیں ہرگز نہ چھوڑوں، اس مسئلہ کا کامل بیان ہمارے رسالہ مقال عرفا میں ہے، حالت جذب میں مثل جنون عقل سلامت نہیں رہتی اس وقت وہ مکلف نہیں جو باوصف بقائے عقل واستطاعت قصداً نماز یا روزہ ترک کرے ہرگز ولی اللہ نہیں ولی الشیطن ہے قرآن وحدیث میں اسے مشرک وکافر تک فرمایا قال اللہ تعالٰی اقیموا الصلوۃ ولا تکونوا من المشرکین نماز قائم رکھو اور مشرکوں سے نہ ہو جاؤ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر جہارا جس نے قصداً نماز چھوڑ دی وہ علانیہ کافر ہو گیا، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ ازشہر، محلہ کوہاڑا پیر، مسئولہ یوسف علی بیگ ۵/صفر ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہل سنت والجماعت کو رافضیوں سے ملنا جلنا اور کھانا پینا اور رافضیوں سے سودا سلف خریدنا جائز ہے یا نہیں اور جو شخص سنی ہو کر ایسا کرتا ہے اس کی نسبت شرعاً کیا حکم ہے آیا وہ شخص دائرۂ اہل سنت وجماعت سے خارج ہے یا نہیں اور شخص مذکورہ بالا سے تمام مسلمانوں کو اپنی دینی ودنیوی تعلقات منقطع کرنا چاہئے یا نہیں،

الجواب روافض زمانہ علی العموم مرتدین کما بیناہ فی رد الرفضۃ ان سے کوئی معاملہ اہل اسلام کا سا کرنا حلال نہیں ان سے میل جول نشست وبرخاست، سلام کلام سب حرام ہے، قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین o حدیث میں ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں سیأتی قوم لھم نبز یقال لھم الرافضۃ یطعنون السلف ولا یشھدون جمعۃ ولا جماعۃ فلا تجالسوھم ولا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم ولا تناکحوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم عنقریب کچھ لوگ آنے والے ہیں ان کا ایک بدلقب ہوگا انھیں رافضی کہا جائے گا سلف صالح پر طعن کریں گے اور جمعہ وجماعت میں حاضر نہ ہوں گے ان کے پاس نہ بیٹھنا نہ ان کے ساتھ کھانا کھانا نہ ان کے ساتھ پانی پینا نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا بیمار پڑیں تو انھیں پوچھنے نہ جانا مرجائیں تو ان کے جنازے پر نہ جانا نہ ان پر نماز پڑھنا نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا، جو سنی ہو کر ان کے ساتھ میل جول رکھے اگر خود رافضی نہیں تو کم از کم اشد فاسق ہے، مسلمانوں کو ان سے بھی میل جول ترک کرنے کا حکم ہے، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ ازشہر بازار صندل خاں، مسئولہ نیاز علی خاں ۶/صفر ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شرع سے فتوٰی ہوا ہے کہ مشرک کی تعظیم کے جلوس اور اس کے لکچر کے جلسے میں جس میں اسے واعظ سلمین بنایا گیا ہو شرکت حرام ہے اس پر ایک شخص نے کہا کہ یہ بالکل ٹھیک نہیں اور فضول گڑھنت اور زبردستی کا اللہ چلانا ہے، ایسے شخص سے بیاہ شادی کرنا مسلمان کو جائز ہے یا نہیں اور ایسا شخص مسجد میں اذان کہے تو جائز ہے یا نہیں، سلام وکلام میل جول رکھنا اور مسلمان کہنا جائز ہے یا نہیں کھانا پینا اس کے یہاں کا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہو تو مہر کردی جائے اور ناجائز تو مہر کردی جائے،

الجواب صورت مستفسرہ میں اس شخص نے حکم شریعت کی توہین کی اور شریعت کی توہین کفر ہے، عورت اس کے نکاح سے نکل گئی اس پر فرض ہے کہ از سر نو مسلمان ہو توبہ کرے کلمۂ اسلام پڑھے اس کے بعد اگر عورت راضی ہو تو اس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے اور اگر توبہ نہ کرے تو اس سے میل جول حرام ہے اور بیاہ شادی محض زنا اور اس کی اذان ناجائز نہ اس سے سلام و کلام جائز نہ اسے مسلمان کہنا جائز، فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے"رجل قال آنہا کہ علم آموزند داستانہا است کہ می آموزند او قال باد است آنچہ می گوید او قال تزویر است او قال من علم حیلہ را منکرم ہذا الکلمۃ کفر کذا فی المحیط، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از دہلی بازار جتلی قبر چھتا موم گران، مسئولہ محمد سلیمان خاں ساد یکار ۶ رشوال ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ ۱ قادیانی غیر مقلد اہل قرآن رافضی وغیرہ وغیرہ علاوہ سنیوں کے جتنے فرقے ہیں ان کے ساتھ کھانا پینا سلام علیک کرنا نوکری کرنا جائز ہے یا نہیں بعض علماء فرماتے ہیں کہ رسول خدا کی حدیث ہے کہ جس میں سو میں ننانوے باتیں کفر کی ہوں اور ایک بات اسلام کی ہو تو اس کو کافر نہیں کہنا چاہئے، ۲ ہندو انگریز وغیرہ کی ہم نوکری کرتے ہیں اور ملتے ہیں ان میں اور قادیانی و دیگر فرقوں میں کیا فرق ہے بینوا توجروا،

الجواب ۱ یہ فرقے اور اسی طرح دیوبندی و نیچری غرض جو بھی ضروریات دین میں سے کسی شی کا منکر ہو سب مرتد کافر ہیں ان کے ساتھ کھانا پینا سلام علیک کرنا ان کی موت و حیات میں کسی طرح کا کوئی اسلامی برتاؤ کرنا سب حرام ہے، نہ ان کی نوکری کرنے کی اجازت نہ انھیں نوکر رکھنے کی اجازت کہ ان سے دور بھاگنے اور انھیں اپنے سے دور کرنے کا حکم ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم وہ حدیث جو سوال میں لکھی محض جھوٹ اور نری بناوٹ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صریح افترا ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور قرآن عظیم کا حکم یہ ہے کہ ہزار باتیں اسلام کی کرتا ہو اور ایک کلمہ کفر کا کہے وہ کافر ہو جائے گا، اللہ عزوجل فرماتا ہے، یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے یہ بات نہ کہی اور بیشک ضرور انھوں نے کفر کا لفظ کہا اور اس کے سبب مسلمان ہونے کے بعد کافر ہوگئے، دین و عقل دونوں کا مقتضی تو یہ ہے کہ ننانوے قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب کی ڈال دو سب پیشاب ہو جائے گا، مگر ان خبیثوں کا مذہب یہ ہے کہ ننانوے تولے پیشاب میں تولہ بھر گلاب ڈال دو سب گلاب ہو جائے گا، پاک ہے حلال ہے چڑھا جاؤ، ۲ ہندو اور نصارٰی کافران اصلی ہیں اور یہ فرقے کافران مرتد اور شریعت مطہرہ میں مرتد کا حکم اصلی سے سخت تر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از بنارس محلہ نواب گنج، مسئولہ شیخ فریدن سوداگر ۲۲ رمضان ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقابلۂ کفار میں جب لشکر اسلام کو شکست ہو تو زید کفار کو ان کی فتح پر مبارکباد دے اور مسرت و خوشی کا اظہار کرے عند الشرع اس کا کیا حکم ہے، بینوا توجروا

الجواب اگر یہ بات واقعی ہے کہ وہ معاذ اللہ کفر کی فتح اور اسلام کی شکست چاہتا تھا تو اس کے کفر میں شک نہیں،

قال اللہ تعالٰی ان تمسسکم حسنۃ تسؤھم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بھا ورنہ مرتکب اشد کبیرہ ہونے میں شک نہیں اور تجدید اسلام لازم اس کے بعد تجدید نکاح کا حکم عالمگیریہ میں ہے لوفاسق شرب الخمر فجاء اقاربہ ونثروا الدراھم علیہ کفروا ولو لم ینثروا ولکن قالوا مبارک باد کفروا ایضًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از جی آئی پی ریلوے اسٹیشن بھساول، مسئولہ عبدالباسط ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ

ایک شخص مسلمان کہلاتا ہے مگر پابند نماز روزہ حج زکوٰۃ نہیں اس کے علاوہ فریمشن بھی ہے اور انگریزوں کے ہمراہ فریمشن کے مکان میں ہفتہ عشرہ جا کر وہاں جو کچھ ہوتا ہے اس میں شامل رہتا ہے ایسے شخص کو مسلمان اپنے گھر کھانے کی دعوت کریں یا نہ کریں اور اس کی دعوت قبول کریں یا نہیں مسلمانوں کے قبرستان میں اسے مرنے کے بعد دفن کریں یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب: نہ اس کی دعوت کرنا جائز نہ اس کی دعوت کھانا جائز نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں نہ اس کے ساتھ کوئی معاملہ موت وحیات اسلامی کریں کہ فریمشن اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از رائے پور گول بازار ممالک متوسط، مسئولہ مرزا محمد اسمٰعیل بیگ صاحب ۲۴ شعبان ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سرآمد علمائے متکلمین سرخیل کملائے دین جنید عصر شبلی دہر حامی شریعت ماحی بدعت مجدد مأتہ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ حضرت مولانا صاحب قبلہ مدظلکم اللہ تعالٰی علی المفارقین المعتقدین، پس از سلام سنت اسلام آنکہ عرصہ دراز سے کوئی عریضہ ارسال خدمت اقدس نہیں کیا مگر اکثر اوقات حضور کی صحتوری اور مزاج کی کیفیت کا جبل پور و دیگر مقامات کے کاٹھیاواری احباب سے جویاں رہا۔ موجودہ شورش نان کوآپریشن و ہندو مسلم اتحاد پر مقررین کی تقریریں سنیں اور حضور کے سکوت پر ہمیشہ یہی خیال کرتا رہا کہ دیوبندی اور دیگر فرق ضالہ کی شرکت کی وجہ سے حضور اس روش سے کنارہ کش ہیں اور بحمد اللہ کہ میرا یہ خیال صحیح ہوا۔ چند رسالے جبل پور سے آئے اور تحقیقات قادریہ آیۃ انما ینھکم اللہ جو تحقیق حضور نے فرمائی وعالم علی صاحب بی۔ اے۔ دلائل پور والے ماسٹر صاحب کو ترک موالات کے متعلق جو مفصل ومدلل فتوٰی ارسال فرمایا، من وعن میری نظر سے گزرا، میں ایک جاہل شخص ہوں، لیکن اب تک الحمد للہ عقیدۂ اہل سنت وجماعت پر قائم ہوں، اور رہوں گا، ان شاء اللہ تعالٰی، ان تمام رسائل اور اشتہارات کے دیکھنے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ حضور کی تحقیق اور حضور کی وسعت نظر کا مخالفین کو بھی ضرور اعتراف ہوگا، گو بظاہر وہ حضور کا خلاف کرتے ہیں، لیکن اب تک ایک خلش میرے دل میں اور باقی رہی جس کی وجہ سے یہ عریضہ بصورت استفتا بغرض طلب ہدایت ارسال خدمت ہے، ۱؎ ان تمام رسائل اور اشتہارات سے یہ تو ثابت ہو چکا کہ موالات ہر کافر ومشرک سے قطعًا حرام ہے خواہ وہ ہند چین جاپان غرض کہ دنیا کے کسی حصہ کا کیوں نہ ہو لیکن اعزاز واقتدار خلافت قائم رکھنے کے لئے مسلمانان ہند کو خصوصًا اور مسلمانان دنیا کو عمومًا کون سا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے جو حدود شرعیہ کے اندر ہو اور اس سے تجاوز نہ کرتا ہو، ۲؎ خلافت یا سلطنت اسلام کی بقا اور تحفظ کا کیا ذریعہ ہے، ۳؎ الائمۃ من القریش کی حدیث پر حضور اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں۔ ۴؎ اخبار و اشتہار و چشم دید واقعات سے یہ ظاہر ہے کہ شریف مکہ نے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفًا وتعظیمًا کی بے حرمتی کی یا کرائی،

جزیرۃ العرب میں کفار و مشرکین کا داخلہ قبول کر لیا اس صورت میں شریف مکہ کے ساتھ کیا سلوک مسلمانوں کو کرنا چاہئے اور شریعت مطہرہ کا ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے، (۵) مقامات مقدسہ کفار کے قبضہ میں بالواسطہ یا بلاواسطہ ہیں ان کفار کے اخراج کے لئے کیا طریقۂ عمل ہونا چاہئے، ان چند امور پر حضور کی اجمالی یا تفصیلی تحقیق مجھے مطلوب ہے اور دیگر علماء سے مجھے کوئی اتنا زیادہ سروکار نہیں ہے جتنا حضور سے، میں نے جب سے ہوش سنبھالا حضور ہی کو اپنا اور برراہ حق سمجھتا رہا نہ صرف یہی بلکہ میرے والد بزرگوار جناب مرزا نظرت بیگ صاحب مرحوم انسپکٹر پولیس حضور ہی کی ہدایت پر ندوہ کی ممبری سے علیحدہ ہوئے جو اس خط سے واضح ہے جو مکتوبات علما و کلام اہل صفا میں بنام حافظ یقین الدین صاحب مرحوم شائع کر دیا گیا ہے، اس لئے مجھے فخر ہے کہ میں ان سے ہدایت یافتہ ہوں جو میرے والد مرحوم کے رہبر ہیں، انجمن رضائے مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قیام سے بے حد خوشی حاصل ہوئی، اس شہر میں اس کی اشاعت کروں گا ان شاء اللہ تعالٰی، لیکن ایک دیوبندی محمد یسین کی وجہ سے اس میں کچھ رکاوٹ ہوگی، یہ وہی شخص ہے جس کے مدرسہ کے مقابل یہاں کے اہل سنت نے ایک مدرسہ قائم کر کے حضور کے توسط سے مولوی سید مصباح القیوم صاحب زیدی الواسطی کو بلایا ہے مولوی صاحب نہایت نیک آدمی ہیں اور ان کی تحقیق مندرجہ بالا امور میں محدود ہے، اس لئے عرض ہے کہ ان پانچ سوالات کے جوابات حضور کے پاس سے آنے پر ان شاء اللہ تعالٰی میں حتی الامکان کوشش کروں گا کہ انجمن مذکور کی ترویج یہاں بھی ہو، پس عرض ہے کہ جواب باصواب سے جلد تر سرفراز فرمائیں، بینوا توجروا فقط حد ادب۔

الجواب مکرمی کرم فرما اکرمکم اللہ تعالٰی، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، الائمۃ من القریش حدیث صحیح متواتر ہے اور اس کے مضمون پر صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام تمام اہل سنت کا اجماع ہے کہ کتب عقائد و حدیث و فقہ اس مسئلہ کے روشن تصریحات سے مالامال ہیں، ہر سلطنت اسلام نہ سلطنت ہر جماعت اسلام نہ جماعت ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، الدین النصح لکل مسلم ہر فرض بقدر قدرت ہے اور ہر حکم مشروط باستطاعت، قال اللہ تعالٰی لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا جو شخص حفاظت اسلام و سلطنت اسلام و اماکن مقدسہ کی استطاعت رکھتا ہے اور کاہلی سے نہ کرے مرتکب کبیرہ ہے یا کفار کی خوشامد و خوشنودی کے لئے تو مستوجب لعنت ہے یا دل سے ضرر اسلام پسند کرنے کے سبب تو کافر ہے اور جو استطاعت نہیں رکھتا معذور ہے، شریعت اس کام کا حکم فرماتی ہے جو شرعاً جائز اور عادۃً ممکن اور عقلاً مفید ہو حرام یا ناممکن یا عبث افعال حکم شرع نہیں ہو سکتے لہذا، (۱) مسلمانان ہند کو جہاد کا ہرگز حکم نہیں، المحجۃ المؤتمنہ میں اسے واضح کر دیا ہے حتی کہ خود مولوی عبدالباری کے رسالۂ ہجرت صفحہ ۲۷ میں ہے، "میں کشت و خون کو خصوصاً مجتمع حملہ کی صورت میں جیسا کہ لشکر کرتا ہے غیر مفید سمجھتا ہوں کیونکہ اس کے اسباب مجتمع نہیں غیر قادرین پر فرض نہیں بدسگالی کی غرض سے کر سکتے ہیں اس کا ضرر ہوگا (۲) ہندوستان دارالاسلام ہے اس میں فقیر کا رسالہ اعلام الاعلام مدتوں سے شائع ہے اور خود مولوی عبدالباری کے رسالہ ہجرت صفحہ ۱ میں ہے، "ہم لوگوں کا مسلک یہ ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے"، اور شک نہیں کہ دارالاسلام سے ہجرت عامہ کا حکم ہرگز شرع مطہر نہیں فرماتی نہ عادۃً وہ ممکن نہ کچھ مفید کہ سب مسلمان اپنی جائدادیں یونہیں نصارٰی کے لئے چھوڑ جائیں یا کوڑیوں کے مول ہندوؤں

کو دی جائیں اور خود یہ کروروں ننگے بھوکے اور ملک کے مسلمانوں پر ڈھئی دیں ان کی عافیت بھی تنگ کریں یا بھوکے مرجائیں اور اپنی مساجد و مزارات اولیا پامالی کفار و مشرکین کے لئے چھوڑ جائیں اور یہ سب کچھ اوڑھ بھی لیا جائے تو اس سے سلطنت اسلام کو کیا فائدہ اور اماکن مقدسہ کا کیا نفع اور ہجرت بعض کا بے سود ہونا بھی عقلاً تو معلوم تھا ہی اب تجربۃً مشہود بھی ہولیا سوا ان غریب مسلمانوں کی بے سروسامانی و آوارگی و پریشانی و حسرت و پشیمانی کے اور بھی کوئی فائدہ مترتب ہوا، ۱۳؎ مالی امداد البتہ ایک چیز ہے اگرچہ مولوی عبدالباری اس کے بھی منکر ہیں، رسالہ ہجرت صفحہ ۵ پر ہے، "ہم اس وقت اعانت بمال کو مسلمانان ہند پر فرض نہیں سمجھتے بوجہ عدم استطاعت"، یہ عذر کیسا بھی ہو مگر ذرائع وصول مہیا ہونا اور وصول پر وثوق کے ساتھ اطمینان ملنا بہت ضرور ہے نہ ایسا کہ لاکھوں کے چندے ہوئے اور با وصف کثرت تقاضا اب تک حساب بھی نہیں دیتے، ۱۴؎ معاملت حرام کا ترک ہمیشہ سے واجب تھا اور نہ کیا اب جائز کا ترک بھی فرض کر رہے ہیں، یہ شرع پر زیادت ہے پھر بھی جائز کا ترک ہر وقت جائز ہے جب کہ کسی محظور کی طرف منجر نہ ہو اس کا ناممکن یا نامفید ہونا المحجۃ المؤتمنہ صفحہ ۸۷ سے صفحہ ۹۲ تک ملاحظہ ہو، باتیں وہ بتائی جاتی ہیں جن پر تمام ملک ہرگز کاربند نہ ہوگا نہ صرف تمام مسلمان، اور بالفرض علی طاب مسلمان مان بھی لیں تو بجائے نفع مضر، پھر باطل و نامتوقع پر عام عمل اگر متخیل بھی ہو تو مدید و طویل مدتیں درکار اور حاجت اس وقت کی فوری تا تریاق از عراق کی مثل ہے، ۱۵؎ فتنہ و فساد پھیلانے کی نامفیدی ظاہر اب تک سوا بعض ذلتوں کے کیا حاصل ہوا اور یہ کھلا پہلو اس کے شرعاً بھی ناجائز ہونے کا ہے، حدیث میں ہے مسلمان کو روا نہیں کہ اپنے آپ کو ذلت پر پیش کرے، خود مولوی عبدالباری کے رسالۂ ہجرت صفحہ ۷ میں ہے،" اس میں شک نہیں کہ اہلاک نفس بلاضرورت جائز نہیں، قانون جن امور کو روکتا ہے ان کو نہ کرنے میں ہم کو عذر ہے"، ۱۶؎ رہی خالی چیخ پکار آفتاب سے زیادہ آشکار کہ محض بے سود و بیکار ملک چیخنے پکارنے سے واپس نہیں ہوتا وہ بھی اتنا وسیع وہ بھی ہلال کا وہ بھی صلیب سے ورنہ اگلے علما و مشائخ نے ہندوستان ہی چلا چلا کر پھیر لیا ہوتا، یا مولوی عبدالباری کے بزرگوں نے چیخ پکار کر یہی ذرا سی لکھنؤ کی پڑیا، کیا ان کو درد اسلام نہ تھا، تھا مگر عقل بھی تھی کہ مہمل شور وغل سے کیا حاصل ہوگا، خود آزاد کے الہلال جلد ۳ صفحہ ۱۶ میں ہے زبان سے نالہ و فریاد کرنے کی صورتیں اسی وقت تک کے لئے ہیں جب تک ان سے کشود کار ممکن ہو، ۱۷؎ خیر یہاں تک تو تھا جو کچھ تھا قیامت کا بند تو یہ ہے کہ خلافت کی حمایت و اماکن مقدسہ کا نام لے کر مسلمان کہلانے والے مشرکوں میں فنا ہوگئے، مشرک کو پیشوا بنالیا آپ پس رو بنے جو وہ کہے وہی مانیں قرآن و حدیث کی تمام عمر اس پر نثار کردی ترک موالات کا نام بدنام اور اللہ کے دشمن مشرکوں سے وداد و محبت و اتحاد بلکہ غلامی و انقیاد ان کی خوشی کے لئے شعار اسلام کا انسداد ان شناعات کے حلال کرنے کو آیات میں تحریف شریعت میں الحاد نئی شریعت کا دل سے ایجاد جس کا بیان آپ کو المحجہ میں ملے گا، یہ تو صراحۃً اسلام کو کند چھری سے ذبح کرنا ہے اس کا نام حمایت اسلام رکھنا کس درجہ صریح مغالطہ دا غولہ ہے ندوہ میں بدمذہبوں ہی کی شرکت کا رونا تھا لظاہر کلمہ گو تو تھے انھوں نے سرے سے کلمہ ہی کو اٹھا کر بالائے طاق رکھ دیا نہیں نہیں بلکہ پس پشت پھینک دیا، مشرکوں کو روح اعظم بنایا موسٰی بنایا نبی بالقوہ بنایا مذکر مبعوث من اللہ بنایا اس کی مدح خطبۂ جمعہ میں داخل کی اس کی تعریف میں کلام الٰہی کا مصرعہ خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست گایا اور کیا کیا کفر و کفریات و ضلالات اختیار

گئے جن کا نمونہ آپ الحجہ کے صفحہ ۴۴ و ۴۵ پر ملے گا جزیرۃ العرب میں کفار کی سکونت پچھلے سلاطین ترک کے زمانے سے ہے، عدن میں انگریزی فوج، جدہ وغیرہ میں نصرانی سفارتوں کے قیام مدتوں سے ہیں، حرمین محترمین کی بے ادبی شریف سے ہونے کا مجھے علم نہیں، اخباروں اشتہاروں کو میں خود اپنے معاملہ میں روزانہ دیکھ رہا ہوں کہ میری نسبت محض جھوٹ محض بہتان شائع کرتے اور قصداً لعنت الٰہی اپنے اوپر لے رہے ہیں اور ان کی تائید میں کذابین کی عینی شہادتیں ہوتی ہیں حالانکہ اللہ و رسول جانتے ہیں اور وہ خود دل میں جان رہے ہیں کہ محض جھوٹ بکتے اور افترا بکتے ہیں، واللہ یشھد انھم لکٰذبون ○ اگر بے ادبی حقیقۃً ثابت ہو تو جس حیثیت کی جس کی نسبت ثبوت پائے وہ اس قدر کے حکم شرعی کا مستحق ہوگا، کسے باشد، فقط ۱۴ / شعبان ۳۹ھ

مسئلہ مسئولہ حافظ سلیم اللہ بہاری پور بریلی ۸ / جمادی الاخرہ ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین در اس کہ زید بغیر پردہ عورتوں کو مرید کرتا ہے اور اسے بے پردہ کھانے پاس بٹھلاتا ہے بات بھی کرتا ہے بجائے داڑھی منڈانے کے خشخشی کرنے کا حکم دیتا ہے، عالموں کی غیبت کرتا ہے، اذان اور صلٰوۃ اور تکبیر اپنے کانوں سے سنے مگر نماز کے لئے مسجد میں نہیں آتا ہے اور کہتا ہے کہ پیر رسول تک نہیں بلکہ خدا تک براہ راست پہنچا دیگا ایسے پیر کے واسطے ہماری شریعت کیا حکم دیتی ہے ایسے پیر کے مرید ہونا کیسا ہے اور جو اس کے پیرو کار ہیں ان کے واسطے اور ایسے پیر کے واسطے ہماری شریعت اہل سنت والجماعت کیا حکم دیتی ہے کوئی بات خلاف نہیں ہے،

الجواب اگر یہ باتیں واقعی ہیں تو ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت جائز نہیں، ایسا شخص اور اس کے پیرو سب گمراہ ہیں اور وہ کہنا کہ پیر رسول تک نہیں بلکہ براہ راست اللہ تک پہنچا دیتا ہے اس کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ بے واسطہ رسول۔ اگر یہی مراد ہے تو صریح کفر ہے، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از بلسنڈا ضلع پیلی بھیت مسئولہ محمد حسین صاحب ۴ / ربیع الآخر ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تین شخصوں کو جو بستی کے تھے مسلمان کیا اس پر اس بستی کے ایک مسلمان نے کہا کہ مسلمانوں کے کلمہ میں یہ طاقت ہے کہ سؤر کے کھانے والوں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیتے ہیں تو ایسی حالت میں سور پر کلمہ پڑھ کر کیوں نہیں کھا لیتے ایسی حالت میں شرع اس پر کیا حکم لگاتی ہے وہ شخص نماز نہیں پڑھتا روزہ نہیں رکھتا ہے نام کا مسلمان کہلاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم کو مسلمانوں سے واسطہ نہیں ہے ہم کو ہندوؤں سے کام ہے اور واسطہ ہے ہمارا روزگار الیسا ہے اور اس پر منع کیا گیا تو فوجداری پر آمادہ ہوگیا،

الجواب اگر یہ بیان واقعی ہے تو وہ شخص کافر ہوگیا اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی مسلمانوں کو اس سے میل جول سلام کلام حرام ہے، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از شہر کہنہ محلہ روہیلی ٹولہ مسئولہ محمد خلیل الدین صاحب ۷ / صفر ۳۹ھ

مسئلہ مسئولہ سید عرفان علی صاحب رکن انجمن خادم الساجدین ربڑی ٹولہ بریلی ۲ / صفر ۳۹ھ میں جو در بارہ مطلب و معنی

آیۂ شریفہ من یشفع شفاعۃ حسنۃ (الی مقیتا) ہے اس بات پر منطقی دلائل قائم کرکے ایک بحث طویل کی جاسکتی ہے کہ فلاں مسلم یا نامسلم فلاں سلطنت مظلومہ اور فلاں ملک کے مظلوم مسلمانوں کی حمایت اور حفاظت کی کوشش بلیغ کررہا ہے اس کے جلسۂ جلوس اور وعظ و بیان کی شرکت اور اس کی تعظیم و مدح اور اس کی اقتدا و پیروی سب جائز بلکہ ضروری ہے اور جو اس بات سے احتراز کرے یا اس پر اعتراض کرے تو وہ اس آیۂ شریفہ کے خلاف کام کرتا ہے اور گنہگار ہے جو دوسروں کو امور متذکرہ بالا سے منع کرتا ہے یا روکتا ہے وہ آیۂ شریفہ کے حصہ آخر یعنی شفاعت سیئہ کا مرتکب ہوا، امید کہ اس کی نسبت تصریح و وضاحت فرماکر ماجور و مشکور ہوں،

الجواب آیۂ کریمہ کی نسبت ایسا وسوسہ محض القائے شیطانی رجیم ہے، قرآن عظیم میں اعمال حسنہ و سیئہ کی ایک عام میزان و معیار مقرر فرمائی ہے کہ تمام فروع میں ملحوظ و مرعی ہے ارشاد فرماتا ہے جل وعلا، ومن اراد الاخرۃ وسعی لھا سعیھا وھو مؤمن فاولئک کان سعیھم مشکورا ۰ جو آخرت چاہے اور اس کے قابل کوشش کرے، اور شرط یہ ہے کہ ہو مسلمان تو ان لوگوں کی کوشش مشکور ہوگی اور کافروں کی نسبت فرماتا ہے، وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنہ ھباء منثورا ۰ یعنی کافر کچھ بھی عمل کرے ہم نے اس کو تباہ و برباد کردیا کافر سے اصلاً کوئی حسنہ مقبول نہیں بلکہ اس سے کوئی حسنہ متصور و معقول نہیں امور ثواب کے عمومات میں ہمیشہ صرف اہل اسلام مراد ہیں، رب عزوجل فرماتا ہے من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ ولہ اجر کریم ۰ کون ایسا ہے جو اللہ کے لئے قرض حسن دے اللہ اسے دونا دون عطا فرمائے اور اس کے لئے عزت والا ثواب ہے، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کافر اگر کسی کو دو ایک روپئے بے سود قرض دے دے وہ اس آیت میں داخل ہے اور اس کے لئے عزت کا ثواب ہے، صورت دائرہ نہ صورت شفاعت ہے نہ شفاعت حسنہ بلکہ بداہۃ سخت شناعت سیئہ ہے مسلمان کہلانے والوں نے مشرکین سے وداد بلکہ اتحاد بلکہ غلامی وانقیاد اختیار کیا، شعائر اسلام کی بندش میں کوشاں ہیں اور شعار کفر قبول کرنے پر نازاں مشرکوں کی تعظیم کہ سخت مخالفت قرآن عظیم ہے اعلان کے ساتھ ہورہی ہے ان کی جے پکاری جاتی ہے انھیں اپنی مزعوم حاجت دینیہ میں پیشوا اور رہنما بنایا جاتا ہے آیات و احادیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کی جاتی ہے مشرکوں کو مساجد میں لے جاکر مسلمانوں کا واعظ بنایا جاتا ہے، مشرک کی ٹکٹی کندھوں پر اٹھاکر مرگھٹ تک لے گئے اس کے لئے دعائے مغفرت و نماز جنازہ کے اشتہار دئے جو صریح کفر ہے، صاف کہہ دیا کہ آج تم نے اگر اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا اور یہ کہ خدا کی رسی مضبوط تھامنے سے اگرچہ دین نہ ملے دنیا تو ضرور ملے گی، علانیہ چھاپ دیا کہ ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز موقوف کردے گا اور سنگم و پریاگ کو مقدس علامت بنائے گا یہاں اس قول کے معنی کھلے جو خدا کی رسی کی نسبت کہا تھا، حبل اللہ قرآن عظیم ہے محال ہے کہ اسے مضبوط تھامنے سے دین نہ ملے مگر یہ دین جو معابد کفار کو مقدس بنائے اور مسلم و کافر کا امتیاز اٹھائے البتہ قرآن عظیم سے نہیں مل سکتا، قرآن عظیم تو اس کا بیخ کن ہے، ان الدین عند اللہ الاسلام بیشک اللہ کے نزدیک سچا دین صرف اسلام ہے، ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین ۰

اور جو اسلام کے سوا کوئی بھی دوسرا دین چاہے وہ ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ شخص آخرت میں زیاں کار رہے گا لہٰذا التصریح کردی کہ قرآن عظیم کو مضبوط تھامنے سے اگرچہ دین نہ ملے، اور کہاں تک ان کے افعال و اقوال ذکر کئے جائیں جن کے دل اللہ نے الٹ دئے اور آنکھیں پلٹ دیں، فسبحٰن مقلب القلوب والابصار۔ باقی امور تحریم تعظیم مشرکین وغیرہ بارہا بیان ہوچکے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از لاہور بازار کٹرہ کالج شروانوالہ مسئولہ خادم اسلام ملا محمد بخش حنفی چشتی سابق منیجر اخبار سنہ ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امر مشروع اور مباح شرعی کو کوئی شخص حرام شرعی اور ممنوع مذہبی بنانے کی طاقت رکھتا ہے یا نہیں غیر مشروع اور حرام شرعی پر کوئی شخص مشروع اور حلال شرعی بناسکتا ہے یا نہیں جیسے کہ گائے کی قربانی مشروع اور مباح شرعی ہے کیا اس کو کوئی لیڈر قوم ممنوع شرعی کراسکتا ہے، ہنود کی مجالس اعیاد میں شرکت جو ممنوع اور حرام شرعی ہے، کیا لیڈروں کی رائے سے وہ شراکت جائز اور حلال ہوسکتی ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب یہ دین پاک اللہ واحد قہار نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تمام جہان کے لئے قیامت تک کے واسطے اتارا ہے، تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا۔ قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا اور ان سے نبوت کا دروازہ بند فرمادیا، محال ہے کہ ابدالآباد تک اب کوئی جدید نبی ہو ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیئ علیما۔ محال ہے کہ ان کی کتاب کا ایک حرف یا ان کی شریعت کا کوئی حکم کبھی بدل سکے لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید، ان کی شریعت کے کسی حلال کو جو حرام بتائے یا کسی حرام کو حلال بتائے وہ حلال حرام یا حرام حلال تو نہ ہوجائے گا بلکہ یہی کہنے والا الٹا کافر ہوجائے گا۔ ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلٰل وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاع قلیل ثم ماوٰھم جھنم وبئس المصیر۔ قل اٰللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون۔ ویلکم لاتفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب وقد خاب من افتری۔ قربانی گاؤ کی حلت اور مجالس اعیاد ہنود میں شرکت کی حرمت دونوں ضروریات دین میں سے ہیں جو اسے حرام یا حلال کہے وہ اللہ و رسول پر افترا کرتا ہے اور بحکم قرآن اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور حکم کفر اس پر لازم والزم وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون نسأل اللہ العفو والعافیہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از قصبہ حافظ گنج ضلع بریلی، مسئولہ عبداللہ رضوی عرف جھنگے ۱۳ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ حافظ گنج میں ہندوؤں کی جل بہار اٹھتی تھی مگر اب کی مرتبہ مسجد کے قریب کے راستہ سے گزرنا چاہا تھا تمام اہل سنت وجماعت نے کہا کہ ہماری مسجد کے سامنے سے نہیں نکلتی ہے عمرو نے جو دیوبند کو اپنا پیشوا مانتا ہے ہندوؤں کے ہمراہ ہوکر تھانہ میں کہدیا کہ مسجد کے سامنے سے نکلتی ہے اس حالت میں

عمرو برادری کے قابل ہے مسلمان مانا جائے یا نہیں اور بی بی عمرو کی ہندو کے ہمراہ میلہ رام لیلا کو جائے شریعت سے اس کا نکاح جائز رہا یا نہیں،

الجواب میلہ میں جانا تو حرام ہی ہے اگرچہ اس سے نکاح نہ جائے اور کفار کے لئے جھوٹی گواہی دینی اور وہ بھی ایسی ناپاک بات میں اور اس کے سبب مسجد کی توہین کرانی قریب بکفر ہے اگرچہ اس پر کفر مطلق کا حکم نہ بھی ہو مگر جب وہ دیوبندیوں کا معتقد ہے تو اسی قدر اس کے کفر کے لئے کافی ہے، فتوائے علمائے حرمین شریفین میں دیوبندیوں کی نسبت ہے، من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے بہرحال عمرو کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہے اور اس سے میل جول حرام ہے اور اسے برادری سے خارج کرنا فرض، مگر جب اسلام لائے اور اپنے کفر اور ان کبائر سے توبہ کرے، اور دیوبندیہ ودیگر وہابیہ وجملہ کفار کو کافر مانے اس وقت برادری میں شامل کیا جاسکتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از شہر محلہ سوداگران، مسئولہ احسان علی صاحب طالب علم ۱۸ / صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید معاذ اللہ یہ کہے کہ میں عیسائی یا وہابی یا کافر ہو جاؤں گا، نام ایک فرقہ کا لیا یا وہ انھیں میں سے ہوگا یا نہیں یا یہ کہے کہ جی چاہتا ہے کہ غیر مقلد ہو جاؤں یا یہ کہے کہ غیر مقلد ہونے کا جی چاہتا ہے یہ قول کیسا ہے اگرچہ کسی کو چھیڑنے یا مذاق کی غرض سے کہے، بینوا توجروا۔

الجواب جس نے جس فرقہ کا نام لیا اس فرقہ کا ہوگیا مذاق سے کہے یا کسی دوسری وجہ سے، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از قصبہ تلہر ضلع شاہجہان پور محلہ ہندو پٹی مسئولہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۸ / صفر ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم،

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام ادام فیضہم المولی العلام ان مسائل میں، بینوا توجروا

نمبر۱ ایک صاحب مسمّٰی مولوی اشرف علی ساکن قصبہ تلہر ضلع شاہجہان پور دوسرے صاحب حکیم عبداللہ مقیم تلہر ہیں، حکیم صاحب کا بیان ہے کہ یزید فاسق فاجر نہ تھا اس کو برا نہ کہا جائے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اس کے یہاں جانا نہ چاہئے تھا کیوں گئے اور یہ ملکی جنگ تھی، دوسرے یہ کہ نماز فجر کے بعد مسلمانوں نے ان سے مصافحہ کرنا چاہا انھوں نے مصافحہ نہ کیا اور بدعت بتا دیا کیا حکیم صاحب کا یہ بیان سراسر غلط نہیں کیا انھوں نے حضرت سید الشہداء رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شان ارفع واعلٰی میں گستاخی نہ کی، داد کذب بیانی نہ دی، کیا مصافحہ سے دست کشی وانکار اس امر کو ثابت نہیں کرتا کہ اس کی مراد بدعت سے بدعت سیئہ ہے اور ان کا یہ فعل وہابیانہ ہے،

نمبر۲ اول الذکر مولوی صاحب ایک زمانہ تک مدرسہ مولوی یٰسین واقع بریلی محلہ سرائے خام کے مدرس رہ چکے ہیں کیا ان کی وہابیت کو اسی قدر کافی نہیں کہ ایک بدمذہب کے مدرسہ میں ملازم رہ کر اس مدرسہ کے دستور العمل ودرس تعلیم کی پابندی کرکے درس دیا چہ جائیکہ علم غیب حبیب خدا سید ہر دوسرا علیہ افضل التحیۃ والثناء میں وہابیہ خیال مغویانہ قیل وقال۔

جو کوئی شخص صحیح العقیدہ علم حضور سراپا نور کو روز اول سے قیامت تک کے تمام اشیاء ذرہ ذرہ کو کلیۃً و جزئیۃً محیط جانے اور ان کے واسطے ماکان و مایکون کا علم مانے اور قائل علم غیوب خمسہ ہو وہ شخص ان مولوی صاحب کے نزدیک مضل و ضال قابل عقاب و نکال، اکابر علمائے اہل سنت کثرہم اللہ تعالٰی کی شان میں جن کی مدح و ستائش میں مفتیان علام و علمائے ذوی الاحترام حرمین طیبین و روم و شام وغیرہم مبالغہ فرمائیں اور ان کو پیشوا و سردار علمائے اہل سنت بتائیں یہ صاحب بیہودہ الفاظ و ناشائستہ کلمات زبان پر لائیں، ان صاحب کے تمام اوصاف میں باستثنائے مدرسی مدرسہ مذکورہ حکیم صاحب مذکور بھی شریک و ہم خیال، یہ دونوں صاحب مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند و مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی اشرف علی تھانوی کو اپنا پیشوا جانتے اور سرتاج اہل سنت مانتے ہیں، کیا دونوں صاحب کم سے کم بدعتی و بدمذہب نہیں، کیا ان کے ساتھ ان احادیث و اقوال کے مطابق عمل نہ کیا جائے جو فتاوی الحرمین طبع بمبئی میں مذکور ہیں،

فی صحیح[1] مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم و ایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم، صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان سے الگ رہو انھیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمھیں بہکا نہ دیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں، ولابی[2] داؤد عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان مرضوا فلاتعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم، ابوداؤد کی حدیث میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ، مرجائیں تو جنازے پر حاضر نہ ہو، زاد[3] ابن ماجۃ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان لقیتموھم فلاتسلموا علیھم ابن ماجہ نے بروایت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ اسقدر اور بڑھایا جب انھیں ملو تو سلام نہ کرو، وعند[4] العقیلی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتجالسوھم ولاتشاربوھم ولاتؤاکلوھم ولاتناکحوھم عقیلی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان کے پاس نہ بیٹھو، ساتھ پانی نہ پیو، ساتھ کھانا نہ کھاؤ، شادی بیاہ نہ کرو، زاد[5] ابن حبان عنہ لاتصلوا علیھم ولاتصلوا معھم ابن حبان نے انھیں کی روایت سے زاید کیا ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو، ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو، وللدیلمی[6] عن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انی بریئ منھم وھم براء منی جھادھم کجھاد الترک والدیلم دیلمی نے معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا میں ان سے بیزار ہوں وہ مجھ سے بے علاقہ ہیں ان پر جہاد ایسا ہے جیسا کافران ترک و دیلم پر، ولابن عساکر عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ اذا رأیتم صاحب بدعۃ فاکفھروا فی وجھہ فان اللہ یبغض کل مبتدع ولایجوز احد منھم علی الصراط لکن یتھافتون فی النار مثل الجراد والذباب ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جب کسی بدمذہب

کو دیکھو تو اس کے برروا اس سے ترش روئی کرو اس لئے کہ اللہ تعالٰی ہر بدمذہب کو دشمن رکھتا ہے ان میں کوئی پل صراط پر گزر نہ پائے گا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر آگ میں گر پڑیں گے جیسے ٹڈی اور مکھیاں گرتی ہیں، وللطبرانی وغیرہ عن عبداللہ بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علٰی ھدم الاسلام جو کسی بدمذہب کی توقیر کرے اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی، ولہ فی الکبیر ولابی نعیم فی الحلیۃ عن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من مشٰی الٰی صاحب بدعۃ لیوقرہ فقد اعان علٰی ھدم الاسلام وغیرہ من الاحادیث نیز طبرانی معجم کبیر اور ابونعیم نے حلیہ میں معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی بدمذہب کی طرف اس کی توقیر کرنے کو چلے اس نے اسلام کے ڈھانے میں اعانت کی اور اس کے سوا اور حدیثیں ہیں، قال العلماء فی کتب العقائد کشرح المقاصد وغیرہ ان حکم المبتدع البغض والاھانۃ والرد والطرد علماء کتب عقائد مثل شرح مقاصد وغیرہ میں فرماتے ہیں کہ بدمذہب کا حکم اس سے بغض رکھنا اسے ذلت دینا اس کا رد کرنا اسے دور ہانکنا ہے، وفی غنیۃ الطالبین قال فضیل بن عیاض من احب صاحب بدعۃ احبط اللہ عملہ واخرج نور الایمان من قلبہ واذا علم اللہ عزوجل من رجل انہ مبغض صاحب بدعۃ رجوت اللہ تعالٰی ان یغفر ذنوبہ وان قل عملہ واذا رأیت مبتدعا فی طریق فخذ طریقا آخر اھ غنیۃ الطالبین شریف میں ہے، فضیل بن عیاض نے فرمایا جو کسی بدمذہب سے محبت رکھے اس کے عمل حبط ہوجائیں گے اور ایمان کا نور اس کے دل سے نکل جائے گا اور جب اللہ تعالٰی اپنے کسی بندے کو جانے کہ وہ بدمذہب سے بغض رکھتا ہے تو مجھے امید ہے کہ مولٰی سبحانہ وتعالٰی اس کے گناہ بخش دے اگرچہ اس کے عمل تھوڑے ہوں جو کسی بدمذہب کو راہ میں آتا دیکھو تو تم دوسری راہ لو، انتہی بقدر الضرورۃ،

ثم جب شرع مطہر نے ایسے لوگوں سے اس درجہ نفرت دلائی اور اس قدر برائی بیان فرمائی تو کیا مسلمانوں کا فرض مذہبی نہیں کہ ان کو مسجد میں آنے سے روکیں ان سے ہر قسم کا قطع تعلق کرلیں، علی الخصوص وہ شخص جس کے ہاتھ میں مسلمانوں کا کام ہو اور مسلمان اس کو مانتے ہوں اور عزت ووقار کی نظر سے دیکھتے ہوں خواہ بباعث علم یا بجہت پیری مریدی یا بحال تونگری وغیرہ اس پر سخت ضروری کہ ان کو دخول مسجد سے حتی الوسع روکے اور ان کے ساتھ میل جول سے مسلمانوں کو باز رکھے جو شخص ان مولوی صاحب و حکیم صاحب کے خیالات باطلہ وحالات فاسدہ پر مطلع ہوکر ان دونوں کو امام بنائے اور ان کے پیچھے نماز پڑھے اور کہے یہ مولویوں کے جھگڑے ہیں ہمیں ان سے کیا سروکار آخر یہ دونوں عالم تو ہیں، کیا وہ شخص زیاں کار اور انھیں مفسدین فی الدین سے نہیں اور وہ نماز اس کی باطل ومردود نہیں حالانکہ جن تین علمائے مذکورین کو یہ دونوں صاحب پیشوا جانتے ہیں ان کے بارے میں مفتیان و علمائے مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ نے یہ حکم دیا جیسا کہ فتاوی حسام الحرمین میں مذکور ہے، ان ھؤلاء الفرق الواقعین فی السؤال غلام احمد القادیانی ورشید احمد ومن تبعہ کخلیل الانبیٹھی واشرف علی وغیرھم لاشبھۃ فی کفرھم بلا مجال بل لاشبھۃ فی من شک بل فی من توقف فی کفرھم بحال من الاحوال بیشک یہ طائفے

جن کا تذکرہ سوال میں واقع ہے غلام احمد قادیانی اور رشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی وغیرہ ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں اور نہ شک کی مجال بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں انھیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں بھی شبہ نہیں، اسی میں ہے، اظهر فضائحهم القبيحة في المعتمد المستند فلم يبق من قبائحهم الفاسدة فيه الاوزيفها فليكن منك التمسك بتلك العجالة السنية تظفر في بيان الرد عليهم بكل واضحة دامغة جلية لاسيما المتصدى لحل راية هذه الفرقة المارقة التي تدعى بالوهابية ومنهم مدعي النبوة غلام احمد القاديانی والمارق الاخر المنقص لشان الالوهية والرسالة قاسم النانوتوی ورشید احمد الكنكوهی وخليل احمد الانبهتی واشرف علی التهانوی ومن حذا حذوهم انتهى بقدر الضرورة، مصنف نے اپنی کتاب معتمد المستند میں اس گروہ کی بری رسوائیاں ظاہر کیں پس ان کے فاسد عقیدوں سے ایک بھی بغیر پوچ لچر کئے نہ چھوڑا تو اے مخاطب تجھ پر لازم ہے کہ اسی روشن رسالہ کا دامن پکڑے جیسے مصنف نے بزودی لکھدیا تو ان گروہوں کے رد میں ہر ظاہر و روشن و سرکوب دلیل پائے گا، خصوصًا جو اس گروہ خارج از دین کے باندھے ہوئے نشان کھولدینے کا قصد کرے وہ گروہ خارج از دین کون ہے جسے وہابیہ کہا جاتا ہے اور ان میں مدعی نبوت غلام احمد قادیانی ہے اور دین سے دوسرا نکلنے والا شان الوہیت و رسالت گھٹانے والا قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی تھانوی اور جو ان کی چال چلا، اسی میں ہے، وبالجملة هؤلاء الطوائف كلهم كفار مرتدون خارجون عن الاسلام باجماع المسلمين وقد قال في البزازية والدرر والغرر والفتاوى الخيرية ومجمع الانهر والدرالمختار وغيرها من معتمدات الاسفار في مثل هؤلاء الكفار من شك في كفره وعذابه فقد كفر اھ وقال في الشفاء الشريف ونكفر من لم يكفر من دان بغير ملة الاسلام او وقف فيهم او شك اھ وقال في البحر الرائق وغيره من حسن كلام اهل الاهواء او قال معنوی او كلام له معنى صحيح ان كان ذلك كفرا من القائل كفر المحسن اھ وقال الامام ابن حجر في الاعلام في فصل الكفر المتفق عليه بين ائمتنا الاعلام من تلفظ بلفظ الكفر يكفر وكل من استحسنه اورضی به يكفر اھ، خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ طائفے سب کے سب (اسماعیلیہ، نذیریہ، امیریہ، قاسمیہ، مرزائیہ، رشیدیہ، اشرفیہ) مرتد ہیں باجماع امت اسلام سے خارج ہیں اور بیشک بزازیہ اور درر و غرر اور فتاوی خیریہ اور مجمع الانہر اور درمختار وغیرہا معتمد کتابوں میں ایسے کافروں کے حق میں فرمایا کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے اور شفا شریف میں فرمایا ہم اسے کافر کہتے ہیں جو ایسے کو کافر نہ کہے جس نے ملت اسلام کے سوا کسی ملت کا اعتقاد کیا یا ان کے بارے میں توقف کرے یا شک لائے اور بحرالرائق وغیرہ میں فرمایا جو بددینوں کی بات کی تحسین کرے یا کہے کچھ معنی رکھتی ہے یا اس کلام کے کوئی صحیح معنی ہیں اگر اس کہنے والے کی وہ بات کفر تھی تو یہ جو اس کی تحسین کرتا ہے یہ بھی کافر ہوجائے گا اور امام ابن حجر نے کتاب الاعلام کی اس فصل میں جس میں وہ باتیں گنائی ہیں جن کے کفر ہونے پر ہمارے

ائمۂ اعلام کا اتفاق ہے فرمایا جو کفر کی بات کہے وہ کافر ہے اور جو اس بات کو اچھا بتائے یا اس پر راضی ہو وہ بھی کافر ہے، انتہی تو موافق ارشاد علمائے مکہ و مدینہ و مطابق حکم معتمد المستند نذیر حسین دہلوی و امیر احمد سہسوانی و امیر حسن سہسوانی و قاسم نانوتوی و مرزا غلام احمد قادیانی و رشید احمد گنگوہی و اشرف علی تھانوی اور ان سب کے مقلدین و متبعین و پیروان و مدح خوان باتفاق علمائے اعلام کافر ہوئے اور جو ان کو کافر نہ جانے ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی بلاشبہ کافر ہے چہ جائیکہ پیشوا و سردار جانیں، والعیاذ باللّٰہ الکریم وھو یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ہم کو چونکہ اختصار منظور تھا لہٰذا ان گمراہوں گمراہ گروں کافروں کے وہ اقوال ملعونہ و مردودہ جن پر حکم فسق و کفر لگایا گیا بالکل نقل نہیں کئے اور ان اقوال پر علمائے حرمین نے جس قدر احکام لگائے ہیں ان میں صرف دس پانچ تحریر ہوئے، جو صاحب ان فرق باطلہ کے اقوال عقوبت مآل اور ان پر احکام علمائے اہل کمال پر اطلاع چاہیں وہ فتاوی الحرمین و حسام الحرمین مطالعہ فرمائیں،

۴ ایسے نازک وقت میں کہ ہر چہار طرف سے دین حق پر حملے ہو رہے ہیں اور بیخ کنان سنت یکبارگی ٹوٹ پڑے ہیں، کیا علمائے اہل سنت پر واجب نہیں کہ اپنے علم کو ظاہر کریں اور میدان میں آکر تحریراً و تقریراً احیائے سنت و اماتت بدعت و نصرت ملت فرمائیں اگر ایسا نہ کریں سکوت و خاموشی سے کام لیں تو کیا اس حدیث شریف کے مورد نہ ہوں گے، جو فتاوی الحرمین میں مذکور ہے، قال الامام ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقۃ ان الحامل الداعی لی علی التألیف فی ذٰلک وان کنت قاصرا عن حقائق ماھنالک ما اخرجہ الخطیب البغدادی فی الجامع وغیرہ انہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم قال اذا ظہرت الفتن او قال البدع وسب اصحابی فلیظہر العالم علمہ فمن لم یفعل ذٰلک فعلیہ لعنۃ اللّٰہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللّٰہ منہ صرفا ولاعدلا ۱ھ امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں اور نح ہو کہ اس تالیف پر میرے لئے باعث و سبب اگرچہ میرا ہاتھ یہاں کے حقائق سے کوتاہ ہے وہ حدیث ہوئی جو خطیب بغدادی نے جامع میں اور ان کے سوا اور محدثین نے روایت کی کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب فتنے یا فرمایا بدمذہبیاں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو برا کہا جائے تو واجب ہے کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے جو ایسا نہ کرے گا اس پر اللّٰہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللّٰہ تعالٰی نہ اس کا فرض قبول فرمائے نہ نفل۔

۵ جو شخص مسجد میں آکر اپنی زبان سے لوگوں کو ایذا دیتا ہو کیا اس شخص کو مسجد سے نکالنے کا حکم ہے، اس کے نکالنے کے بارے میں درمختار کا یہ قول نص صریح ہے یا نہیں واکل نحو ثوم ویمنع منہ وکذا کل موذ ولو بلسانہ یعنی مسجد میں داخل ہونے سے بدبودار چیزوں مثل کچا لہسن کھانے والے کو منع کیا جائے اور اسی طرح ہر ایذا دینے والا اگرچہ زبان سے دیتا ہو دخول مسجد سے روکا جائے، ردالمحتار میں تحت قول واکل نحو ثوم فرمایا ای کبصل ونحوہ مما لہ رائحۃ کریہۃ للحدیث الصحیح فی النہی عن قربان اکل الثوم والبصل المسجد قال الامام العینی فی شرحہ علی صحیح البخاری قلت علۃ النہی اذی الملٰئکۃ واذی المسلمین یعنی جیسے پیاز وغیرہ ان چیزوں سے جن میں بدبو ہو یہ حکم موافق حدیث صحیح ہے جو کچا لہسن اور

پیاز کھانے والے کی ممانعت دخول مسجد میں ہے، امام عینی نے اپنی شرح میں جو صحیح بخاری پر لکھی ہے فرمایا کہ میں کہتا ہوں دخول مسجد سے ممانعت کا سبب ایذائے ملائکہ وایذائے مسلمانان ہے، والحمد للہ رب العٰلمین وافضل الصلوات واکمل التسلیمات علی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلی صحبہ واٰلہ ومن تبعھم اجمعین۔

الجواب الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ واٰلہ وصحبہ المکرمین عندہ وسائر المسلمین المتبعین مسعدہ، فاضل سائل بلکہ مجیب سلمہ القریب المجیب کا یہ سوال خود ہی جواب وحق صواب ہے فما ذا بعد الحق الا الضلال ہمیں زید وعمر کی شخصیت سے کام نہیں احکام شرعیہ عام ہوتے ہیں جس سے یہ امر صادر ہو اس کا یہ حکم ہے کے باشد خاک بود یا خسے باشد اسی عموم کے طور پر ہم کلام کریں گے اگر فلاں وفلاں اس کے مصداق تو ضرور انھیں ان احکام کے استحقاق ہیں ورنہ جس پر صادق وہ مستحق ولائق، واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

یزید پلید علیہ مایستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہلسنت فاسق وفاجر وجری علی الکبائر تھا اس قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطباق واتفاق ہے صرف اس کی تکفیر ولعن میں اختلاف فرمایا، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ان کے اتباع وموافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیہ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں، فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولٰئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمٰی ابصارھم۔ کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انھیں بہرا کردیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں، شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا حرمین طیبین وخود کعبہ معظمہ وروضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں مسجد کریم میں گھوڑے باندھے ان کی لید اور پیشاب ممبر اطہر پر پڑے تین دن مسجد نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بے اذان ونماز رہی مکہ ومدینہ وحجاز میں ہزاروں صحابہ وتابعین بے گناہ شہید کئے کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے غلاف شریف پھاڑا اور جلایا مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کردیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب ودانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہوگئے، سرانور کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کئے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق وفجور نہ جانے قرآن عظیم میں صراحۃً اس پر لعنھم اللہ فرمایا لہذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ لعن وتکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق وفجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں، لقولہ تعالٰی فسوف یلقون غیا الا من تاب اور توبہ تادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کا عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط واسلم ہے مگر اس کے فسق وفجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام

رکھنا ضروریات مذہب اہلسنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بدمذہبی صاف ہے بلکہ الفا (؟) یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شمہ ہو، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون، شک نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اہلسنت کا عدو و عنود ہے ایسے گمراہ بددین سے مسئلہ مصافحہ کی شکایت بے سود ہے اس کی غایت اسی قدر تو کہ اس نے قول صحیح کا خلاف کیا اور بلاوجہ شرعی دست کشی کرکے ایک مسلمان کا دل دکھایا مگر وہ تو ان کلمات ملعونہ سے حضرت بتول زہرا و علی مرتضٰی اور خود حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کا دل دکھا چکا ہے، اللہ واحد قہار کو ایذا دے چکا ہے، والذین یؤذون رسول اللّٰہ لہم عذاب الیم ۵ ان الذین یؤذون اللّٰہ ورسولہ لعنہم اللّٰہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لہم عذابا مھینا ۵ ،

مسئلہ ۲: سوال نے یہاں بھی قطعیات کے ساتھ قرائن کو ضم کیا، قطعی کے ہوتے قرینی باطنی کی کیا بحث کسی مدرسہ خلاف کی نوکری یا علم ماکان ومایکون یا غیوب خمسہ میں کلام یا علمائے اہلسنت کو سب و دشنام تفاصیل رکھتے ہیں، جن کی اصلاً حاجت نہیں، جب علمائے حرمین طیبین زادہما اللہ شرفا وتکریما نانوتوی و گنگوہی و تھانوی کی نسبت نام بنام تصریح فرماچکے ہیں کہ یہ سب کفار مرتدین ہیں اور یہ کہ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر، تو ان کو پیشوا و سرتاج اہلسنت جاننا بلاشبہ جو ایسا جانے ہرگز ہرگز صرف بدعتی و بدمذہب نہیں قطعاً کافر و مرتد ہے اور ان تمام احادیث کا کہ سوال میں فتاوی الحرمین سے منقول ہوئیں مورد ہے بلاشبہ اس سے دور بھاگنا اور اسے اپنے سے دور کرنا اس سے بغض اس کی اہانت اس کا رد فرض ہے اور توقیر حرام و ہدم اسلام اسے سلام کرنا حرام اس کے پاس بیٹھنا حرام اس کے ساتھ کھانا پینا حرام اس کے ساتھ شادی بیاہ حرام اور قربت زنائے خالص اور بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت اسے مسلمانوں کا سا غسل و کفن دینا حرام اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھانا اس کے جنازے کی مشایعت حرام اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام اس کے لئے دعائے مغفرت یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفر، والعیاذ باللہ رب العلمین۔

مسئلہ ۳: جواب سابق میں واضح ہوچکا کہ ان سے ہر قسم کا قطع تعلق فرض ہے اور جب وہ تمام علمائے حرمین شریفین کے متفق علیہ فتوے سے کافر و مرتد ہیں تو مسجد میں ان کا کیا حق حدیث ابن حبان مذکور فتاوی الحرمین ہے لاتصلوا معہم ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو ان کے پیچھے تو نماز باطل محض ہی ہے صف میں ان کا کھڑا ہونا بھی جائز نہیں کہ ان کی نماز نماز ہی نہیں تو یقیناً نماز میں بالکل خارج از نماز ہیں تو ان کے کھڑے ہونے سے صف قطع کہ غیر نمازی حائل اور صف قطع کرنا حرام ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من قطع صفا قطعہ اللّٰہ جو صف قطع کرے اللہ اسے کاٹ دے تو جو مسلمانوں میں سربرآوردہ ہو جو ان کے منع پر بلافتنہ و فساد قدرت رکھتا ہو اس پر فرض ہے کہ انہیں مسجد میں آنے سے روکے اور مسلمانوں کی نماز کو خراب ہونے سے بچائے مسلمانوں کو نرمی و تفہیم اور جو نہ مانے اسے ہر جائز سختی و تشدد کے ساتھ ان کے میل جول سے باز رکھے کہ یہ نہی عن المنکر اور نہی

عن المنکر تاقدر قدرت فرض قطعی ہے اور جو نہ کرے وہ اسی مجرم کا اس کے عذاب میں ساتھی، اصحاب سبت پر جب عذاب الٰہی نازل ہوا کہ قلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین، ہم نے ان سے فرمایا ہو جاؤ بندر دھتکارے ہوئے جو انھیں منع نہ کرتے تھے وہ بھی ان کے ساتھ بندر کردئے گئے منع کرنے والوں نے نجات پائی جو ان کے خیالات و حالات پر مطلع ہو کر انھیں عالم جانے یا قابل امامت مانے ان کے پیچھے نماز پڑھے وہ بھی انھیں کی طرح کافر و مرتد ہے کہ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر اس کے لئے حسام الحرمین کی وہ عبارتیں کہ سوال سوم میں مذکور ہوئیں کافی ہیں یونہیں جو ان احکام ضروریات اسلام کو کہے یہ مولوی کے جھگڑے ہیں وہ بھی کافر ہے، محیط و عالمگیریہ میں ہے، "رجل قال آنہا کہ علم آموزند واستانہا است کہ می آموزند او قال باد است آنچہ می گویند او قال تزویر ست اوقال من علم حیلہ را منکرم ھذا کلہ کفر"

ج ۵ بلاشبہ علمائے اہل سنت پر اعانت سنت و اہانت بدعت تحریراً و تقریراً بالقدر قدرت فرض اہم و اعظم ہے اور ہر موذی کہ مسجد سے نکالنا بشرط استطاعت واجب اگرچہ صرف زبان سے ایذا دیتا ہو خصوصاً وہ جس کی ایذا مسلمانوں میں بدمذہبی پھیلانا اور اضلال و اغوا ہو ان کی سند میں وہی احادیث و روایات کہ سائل فاضل نے ذکر کیں کافی ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از اسٹیشن بھوجی پورہ آر۔کے۔آر مسئولہ محمد صدیق دکاندار سگریٹ و بساط خانہ ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امامت کرتا ہے اور پڑھا لکھا بھی ہے، لڑکوں کو پڑھاتا بھی ہے کچھ مسئلہ مسائل بھی جانتا ہے اپنے آپ کو اہل سنت وجماعت کہتا ہے بریلی میں جو جلسہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو خلافت اسلامیہ کے نام سے ہوا جس میں شوکت و محمد علی و مولانا ابوالکلام آزاد مسٹر گاندھی وغیرہم نے تقریریں کیں اس جلسہ میں وہ شریک ہوا اس جلسہ کی وہ بہت تعریف کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ، (۱) اس جلسہ میں بہت اچھا بیان ہوا اس جلسہ میں علما تھے اس میں مکہ شریف مدینہ شریف اور عرب شریف سے ترکوں کی خلافت چلے جانے اور چھن جانے کے حالات بیان ہوئے اور یہ بھی بیان ہوا کہ ہندوؤں کی دوستی کرنا قرآن پاک سے ثابت ہے اور ان کے بیانات کا جلسہ کے لوگوں پر بہت اثر ہوا اکثر روتے تھے ساری خلقت ہزاروں آدمیوں کا جماؤ تھا، ہندو بھی شریک تھے اور مسلمانوں کا ساتھ دے رہے تھے، سب ایکہ کے ساتھ کارروائی ہو رہی تھی، اور یہ بھی کہتا تھا کہ (۲) انگریزوں سے دوستی اور ان کی نوکری اور ان کے اسکولوں میں پڑھنے کی اور اسلامی مدرسے کھولنے کی منادی ہو گئی ہے، یہ بھی کہتا ہے کہ (۳) بریلی کے اعلٰی حضرت نے فتوی دیا ہے کہ ترکوں کی خلافت صحیح نہیں ہے، اور یہ بھی کہتا ہے کہ اعلٰی حضرت نے فتوٰی دیا ہے کہ (۴) جو کوئی جلوس و جلسہ خلافت میں جائے گا اس کی بیوی نکاح سے باہر ہو جائے گی، وہ کافر ہو جائیگا جب دیوبند کی بابت سوال کیا گیا تو کہتا ہے کہ (۵) میں نہ اس کا مرید ہوں اور نہ برا کہتا ہوں دیوبند کے مدرسہ کی تعریف کرتا ہے، بہشتی زیور وغیرہ کتابیں اس کے پاس موجود ہیں تو اب علما سے سوال یہ ہے کہ شخص جو کہ خلافت ترکی صحیح مانتا ہے اور شریف صاحب کو بوجہ ترکوں سے جدا ہونے کے برا سمجھتا ہے اور جس کی باتیں اور خیالات اوپر بیان ہوئیں کیسا ہے، اس جلسہ مذکورہ بالا میں شریک ہونا کیسا ہے اور اس شخص کے کون کون سے خیالات و عقیدے برے ہیں، خدا و مصطفٰی کے رسول کے نزدیک ایسے

خیالات رکھنے والے کا کیا حکم ہے، مفصل تحریر فرمائیں تاکہ جو خیالات اس کے برے ہوں ان سے اہل سنت وجماعت بچنے کی کوشش کریں، جواب مہری و دستخطی ہونا چاہیئے،

الجواب جو شخص پڑھا لکھا ہو کر مدرسہ دیوبند کی تعریف کرے اور دیوبندیوں کی نسبت کہے کہ میں ان کو برا نہیں کہتا اسی قدر اس کے مسلمان نہ ہونے کو بس ہے، علمائے کرام حرمین طیبین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ یہ لوگ کفار مرتدین ہیں اور فرمایا من شك فی عذابه وکفره فقد کفر جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر، تعظیم مشرک کے جلوس میں شریک ہونا ضرور حرام ہے، اس کی یہاں سے ممانعت بیشک کی گئی اور یہ افترا ہے کہ مطلقا ہر شریک ہونے والے کا نکاح باطل بتایا گیا مگر اس افترا کا عجب کیا ہے جب کہ وہ خود اس مفتری جلسہ کو پسند کرتا ہے اور اس کے افترا کا خود ناقل ہے کہ "ہندوؤں کی دوستی کرنا قرآن سے ثابت ہے" حالانکہ قرآن عظیم جابجا اس کے خلاف پر ناطق ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور اسے امامت سے علیحدہ کرنا فرض ہے، واللہ تعالی اعلم،

جواب مسئلہ مسئولہ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج ۱۲ ربیع الاول ۳۹ھ

(۱) معاملہ (۲) مدارات (۳) بر و اقساط (۴) معاشرت (۵) مداہنت (۶) رکون (۷) وداد (۸) اتحاد (۹) انقیاد (۱۰) تبتل،

ان مدارج عشرہ میں ہر دوسرا پہلے سے زائد ہے اور ہر پہلے میں دوسرے کی شرط کا انتفاء ملحوظ ہے، پہلا بشرط لاشئی کے مرتبہ میں اور دوسرا بشرط شئی کے مرتبہ میں،

موالات کی دو قسمیں ہیں، حقیقی وصوری، حقیقی کی پانچ قسمیں رکون سے آخر تک یہ مطلقا ہمیشہ حرام ہیں، ہر کافر سے اور ہمیشہ حرام رہیں گی اور صوری کی چار قسمیں مدارات سے مداہنت تک ان میں بر و اقساط معاہدین سے جائز حربی غیر معاہد سے حرام یا بعض کے نزدیک ایک وقت میں حربی غیر محاربین سے حلال رکھا گیا تھا پھر حرام فرمادیا اور اب ابداً حرام ہے، اور چوتھی قسم مداہنت کسی وقت بھی حلال نہ تھی غایۃ ضعف اضمحلال کے وقت ارشاد ہوا تھا ودوا لو تدھن فیدھنون مگر حالت اکراہ میں اس کی رخصت ہوگی الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان اور معاشرت بضرورت ومجبوری جائز ورنہ حرام او رجواز مدارات کے لئے ضرورت مجبوری درکار نہیں مصلحت ہی کافی ہے یہ اقسام موالات میں ان سب سے خارج معاملہ ہے کہ ہر کافر سے ہر وقت جائز ہے مگر مرتدین سے، واللہ تعالی اعلم،

مسئلہ

اب یہ بیان کرتے ہیں کہ میں کوٹہ میں مولانا کا فتوی دیکھ آیا اس کی رو سے مجھ پر ان اقوال کی وجہ سے معاذ اللہ کفر عائد نہیں ہوتا وہ کہتے ہیں میں نے یہ اقوال صرف آریہ کا بھید لینے کو کہے تھے الحرب خدعۃ اور ایک ایسے مضمون کے ساتھ ملحق تھے جس میں آریوں اور ان کے مذہب پر حملہ تھا جس کی وجہ سے معلوم ہوسکتا تھا کہ یہ میں نے رضامندی سے نہیں کہے، ان وجہوں کی

بنا پر ایا ان سے کفر ثابت ہوگا یا نہیں اور بہر تقدیر نکاح کے بارہ میں کیا حکم ہے اگر تجدید نہ کی جائے تو بھی نکاح سابق کسی صورت میں بحال ہے یا نہیں، میں امید کرتا ہوں کہ ان مسائل کے جواب اور اس فتوی کی نقل سے جو کوٹہ روانہ کیا جناب مجھ کو مطلع کریں گے، زیادہ ادب، محمد میاں قادری برکاتی عفی عنہ از لکھنو،

نوٹ: سوال کا ابتدائی حصہ دستیاب نہ ہوا۔

الجواب حضرت گرامی دامت برکاتہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فقیر ادھر مبتلائے حوادث رہا شب ہشتم ذی الحجہ لیلۃ الثلثاء بعد مغرب میرے حقیقی بھانجے مولوی حافظ واجد علی خاں مرحوم نے دو مہینے کی علالت میں انتقال کیا، ان کے تیسرے دن بست ودوم ذی الحجہ یوم الخمیس وقت ظہر میرے حقیقی بھتیجے نوجوان صالح مولوی فاروق رضا خاں مرحوم نے سترہ برس کی عمر میں بعارضہ وبائی صرف دو روز علیل رہ کر مفارقت کی اب شب بست وپنجم محرم الحرام لیلۃ الثلثاء بعد مغرب میرے احب احباب واعز اصحاب جوان صالح ورع متقی محب سنت واہل سنت عدو بدعت واہل بدعت سنی مستقل مستقیم قائم مصداق لایخافون لومۃ لائم ولاور حسین خاں مرحوم مغفور ساکن جواہر پور نے بعمر ۳۰ سال بعارضہ وبائی صرف دس پہر علیل رہ کر داغ فراق دیا، انا للہ وانا الیہ راجعون انا للہ وانا الیہ راجعون انا للہ وانا الیہ راجعون، للہ ما اخذ وما اعطی وکل شیئ عندہ باجل مسمی اللھم اغفر لنا ولھم وارحمنا وارحمھم ولاتحرمنا اجرھم ولاتفتنا بعدھم وارحم المسلمین والمسلمات جمیعا یا ارحم الراحمین اٰمین بجاہ من ارسلتہ رحمۃ وبعثتہ نعمۃ صلی وسلم وبارک علیہ مع الاھل والصحب والامۃ عدد کل خلق وکلمۃ اٰمین، والحمد للہ رب العلمین، فتوٰی کہ فقیر نے کوٹہ بھیجا تھا اس کی نقل حاضر ہے اس کے کون سے حرف میں ان کے لئے حکم کفر سے نجات ہے اس میں دو شقیں کیں، اول یہ کہ یہ کلمات دل سے کہے اس پر یہ لکھا کہ، "جب تو اس کا کفر صریح ظاہر واضح ہے، جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہیں ہوسکتا،" اس کا مفہوم مخالف صرف اسقدر کہ اگر دل سے نہ کہے تو کفر ایسا واضح نہیں جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہ ہوسکے نہ یہ کہ دل سے نہ کہے تو کفر ہی نہیں کفر ضرور ہے اگرچہ اس درجہ شدت ظہور پر نہیں کہ کوئی جاہل بھی تامل نہ کرسکے بلکہ اس سے ظاہر ہے کہ دل سے نہ کہے جب بھی اس کے کفر میں کوئی جاہل تامل کرسکے کسی اہل علم کو تامل نہیں ہوسکتا اور جاہلوں میں سب کو نہیں کسی کو، اور وہ بھی یقینا نہیں امکانا یعنی دل سے نہ کہے کی حالت میں احتمال ہے کہ شاید کوئی جاہل اس کے کفر میں تامل کرے اور دل سے کہے تو اتنا احتمال بھی نہیں، دوسری شق یہ کہ آریہ کو دھوکا دینے کے لئے استعمال کئے دل سے ان کلمات ملعونہ کو پسند نہیں کرتا یہی وہ عذر ہے جو وہ اب بیان کرتے ہیں ان کے بیان سے پہلے ہی فتوے میں اس کا رد موجود ہے کہ، "دھوکے کا عذر محض جھوٹ اور باطل ہے،" جب اس کے ساتھ وہ جملے ملحق تھے جن کے جواب سے آریہ عاجز ہیں تو وہ ایسے پاگل نہیں کہ اپنی موت انھیں نہ سوجھے اور کرے حملے کرنے والے کو سمجھ لیں کہ واقعی یہ دل سے وید کا عاشق اور ویدک دھرم کے لئے بےچین اور آریہ ہونے کو عزت وفخر وسرفرازی جاننے والا ہے آخر نہ دیکھا کہ انھوں نے ایک نہ سنی اور عاشق بےچین کو عزت وفخر وسرفرازی سے محروم رکھا اگر وہ ذرا بھی دھوکا

کھاتے تو ایسے شخص کو جو عوام میں عالم مشہور اور دھڑے کا داعظ اور اتنے اونچے عالی اعلٰی خاندان سے اور سو روپے ماہوار کی جائداد بھی دکھائے شہد پر مکھیوں کی طرح گرتے لپٹتے پیان پوجتے ڈنڈوت کرتے کندھوں پر چڑھا کر سر بازار باجا بجاتے گرو کل لے جاتے اور اسی مضمون کا لکچر دلواتے مگر انھوں نے منہ بھی نہ لگایا ایمان بھی گیا اور دھوکا بھی نہ ہوا حقیقۃً ابلیس لعین نے اسے دھوکا دے کر ایمان لے لیا کافر تو اس کے دھوکے میں نہ آئے مگر یہ اس کا فر ملعون ابد کے دھوکے میں آگیا، اور بفرض غلط اگر اس میں آریہ کو دھوکا ہوتا بھی تو دھوکا دینا کیا ایسا ضرور ہے، جس کے سبب کھلے کفر بکے، وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر کیا بلا ضرورت باختیار خود کفر بکنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا جب کہ دل سے نہ ہو اس دل سے نہ ہونے کا عذر منافقین پیش کر چکے اور اس پر واحد قہار سے فتوائے کفر پا چکے، ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل اباللہ وایتہ ورسولہ کنتم تستھزءون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم یہیں سے رضامندی نہ ہونے کا بھی جواب واضح ہوگیا کہ ہزل استہزا میں بھی رضا بالحکم نہیں ہوتی ورنہ جد ہو نہ ہزل، ردالمحتار میں ہازل کی نسبت ہے، انہ تکلم بالسبب قصدا فیلزمہ حکمہ وان لم یرض بہ، اور بفرض غلط اگر دھوکا دینا ضرور بھی ہو تو ہر ضرورت کفر سے نہیں بچاتی یوں تو جو ننگے بھوکے پیٹ کی خاطر عیسائی ہوجاتے ہیں انھیں بھی کہئے کافر نہ ہوئے کہ بضرورت کفر اختیار کیا، یہاں وہ ضرورت معتبر ہے کہ حد اکراہ شرعی تک پہنچی اور یہ بداہۃً ظاہر کہ دھوکا دینا ضروری بھی سہی تو حد اکراہ تک کسی طرح نہیں پہنچ سکتا کیا قائل اگر یہ دھوکا نہ دیتا تو کوئی اسے قتل کر دیتا یا ہاتھ پاؤں کاٹ دیتا یا آنکھیں پھوڑ دیتا کچھ بھی نہ ہوتا اس کے ایک رونگٹے کو بھی ضرر نہ پہنچتا تو یقیناً اس نے بلا اکراہ وہ کلمات کفر بکے اور رد احد قہار عزجلالہ نے کلمۂ کفر بکنے میں کافر ہونے سے صرف مبتلائے اکراہ کا استثنا فرمایا ہے کہ ارشاد فرماتا ہے، الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان، یہاں اکراہ درکنار ایک رونگٹے کو بھی نقصان نہ پہنچتا تھا ایک دھیلا بھی گرہ سے نہ جاتا تھا اور بکے وہ کلمات کہ مجرد علامت کفر نہیں بلکہ حقیقۃً خود کفر خالص ہیں تو قطعاً دل کھول کر کفر بکنا ہوا اور یہ یقیناً بنص قطعی قرآن کفر ہے ولہذا جو بلا اکراہ کلمۂ کفر بکے بلا فرق نیت مطلقاً قطعاً یقیناً اجماعاً کافر ہے عورت اس کی نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے جب تک از سر نو اسلام نہ لائے اور اپنے ان کلمات ملعونہ سے برأت وتوبہ صادقہ نہ کرے ہرگز اس سے نکاح نہیں ہوسکتا اور اگر اسلام لے آئے توبہ کرلے اور پھر نکاح سابق کی بناء پر عورت کو زوجہ بنائے تو قطعاً زنائے خالص ہے، فتاوٰی امام قاضی خاں وفتاوٰی عالمگیری میں ہے رجل کفر بلسانہ طائعا وقلبہ علی الایمان یکون کافرا ولا یکون عند اللہ تعالٰی مومنا، حاوی میں ہے، من کفر باللسان وقلبہ مطمئن بالایمان فھو کافر ولیس بمومن عند اللہ تعالٰی، جواہر الاخلاطی اور مجمع الانہر میں ہے، من کفر بلسانہ طائعا وقلبہ مطمئن بالایمان کان کافرا عندنا وعند اللہ تعالٰی، شرح فقہ اکبر میں ہے، اللسان ترجمان الجنان فیکون دلیل التصدیق عدما ووجودا فاذا بدلہ بغیرہ فی وقت یکون متمکنا من اظہارہ کان کافرا واما اذا زال تمکنہ من الاظہار بالاکراہ لم یصر کافرا، طریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ میں ہے، حکمہ ای التکلم بکلمۃ الکفر ان کان

طوعا ای لم یکرہ ھا احد من غیر سبق لسان الیہ احباط العمل و انفساخ النکاح۔ یہ شرح ہے میرے ان الفاظ کی، کہئے اس میں کون سی ان کے لئے مضر ہے، ہاں اللہ مجھے معاف کرے اتنا قصور ضرور ہوا کہ لہجہ نرم تھا جس کے سبب گنجائش کا وہم گزرا وہ بے عقل یہاں سے سبق لیں جو سختی سختی پکارتے ہیں زمانہ کی حالت یہ ہے کہ ذرا نرم لفظوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، ایک بات اور بھی قابل گزارش ہے کہ حدیث میں ارشاد فرمایا، اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ، بسند حسن علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ کا حکم ہے اور انھوں نے اس کا یہاں تک اعلان کیا کہ اخبار میں شائع کرایا، اللہ تعالی ہدایت دے، والسلام،

مسئلہ مرسلہ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب، از مارہرا شریف بروز یکشنبہ ۵ رجمادی الاول ۱۳۳۳ھ

مولانا المعظم والمکرم دام مجدہم بعد از آداب سلام نیاز معروض ایک عورت کے منہ سے یہ کلام نکلا کہ "اللہ میاں کو خبر نہیں فرشتہ آئے روح نکالنے کو" وہ کہتی ہے میں نے اس سے مراد یہ لیا تھا کہ اللہ میاں نے حکم اور کی قبض روح کا دیا تھا یہ اور کی روح قبض کرنے کو غلطی سے آگئے یہ مراد نہیں لیا تھا کہ معاذ اللہ اللہ میاں جاہل ہیں، اس کی نسبت شرعی حکم کیا ہے ایا یہ کلمہ اس مراد پر کیسا ہے، بہرحال جو کلمہ ہو اس سے فوراً مطلع فرمایا جاؤں جلد ضرورت ہے۔ اس وجہ سے جوابی کارڈ روانہ ہے، والسلام،

الجواب حضرت گرامی دامت برکاتہم بعد ادائے تسلیم معروض یہ لفظ بہرحال کلمۂ کفر ہے، بلکہ صریح کفر ہے اس کے صاف معنی نفی علم ہیں اور اس کا کفر خالص ہونا ظاہر اور تاویل کہ اس نے بیان کی ان لفظوں سے علاقہ نہیں رکھتی وہ بھی یوہیں بنے گی کہ جس کی روح قبض کرنے آئے اس کا علم تو تھا اپنی غلطی سے دوسرے کے پاس گئے جس کی اسے خبر نہیں تو اب دوہرا کفر ہوگیا، ایک نفی علم مولی عزوجل دوسرا ملائکہ کی طرف براہ غلط خلاف حکم کرنے کی نسبت اور اگر بفرض باطل اس سے قطع نظر بھی ہو تو اس دوم کا تو وہ خود اپنی تاویل میں اقرار کرتی ہے، یہ کیا کفر نہیں، قال اللہ تعالی ویفعلون مایؤمرون، وقال تعالی لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون، اس پر فرض ہے کہ تائب ہو کر اسلام لائے اگر شوہر رکھتی ہے تجدید نکاح کرے، واللہ تعالی اعلم،

مسئلہ ۲۵ رذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارہ میں، زاہد کی لڑکی نے زاہد کے پاس چند روپیہ امانۃً رکھا چند روز کے بعد وقت ضرورت طلب کیا زاہد نے انکار کیا تم کو روپیہ نہیں دوں گا، بیچاری مجبور ہو کر مولوی صاحب کے سفارش کو گئی، مولوی صاحب سے سفارش کیا، مولوی صاحب نے آکر زاہد کو فرمایا لڑکی کا روپیہ ادا کر دو زاہد نے کہا آپ کی بات نہیں سنوں گا خدا کہے جب بھی نہیں سنوں گا، اس شخص پر کیا حکم ہے، بینوا توجروا،

الجواب زاہد نئے سرے سے اسلام لائے توبہ کرے کلمہ طیبہ پڑھے بعد تجدید اسلام تجدید نکاح کرے، واللہ تعالی اعلم،

مسئلہ از بنارس چھاؤنی محلہ ڈپٹی طوری محال تھانہ سکرور مولوی عبدالوہاب بروز چہارشنبہ ۱۲ صفر ۱۳۳۴ھ

یہ کہ یزید کی نسبت لفظ یزید پلید کا لکھنا یا کہنا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں یزید کی نسبت لفظ رحمۃ اللہ علیہ کہنا درست ہے کہ یا نہیں، فقط۔

الجواب یزید بے شک پلید تھا اسے پلید کہنا اور لکھنا جائز ہے اور اسے رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نہ کہے گا مگر ناصبی کہ اہل بیت رسالت کا دشمن ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

مسئلہ از برٹش گانا ڈمرارا پٹرسن ہال وپخ الیسٹ بنک، مسئولہ عبدالغفور ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اور جو ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ سب یزید ہوا اور وہ لوگ مسلمان ہیں تو اس کلمہ پر کیا حکم ہے، فقط۔

الجواب اگر بلا وجہ شرعی کہا سخت گنہگار ہوا، قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ، جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ نبن خاں ملازم اعلٰی حضرت قبلہ، ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص امور شرعی کی بابت یہ الفاظ کہے کہ شرع کیا چیز ہے آج کل شرع پر کون عمل کرتا ہے یہ شرع بھی ایک بحث نکال رکھی ہے وہ شخص عند الشرع کیسا ہے، بینوا توجروا۔

الجواب اگر اس نے واقعی طور پر یہ لفظ کہے تو کافر ہوگیا اور اگر لوگوں پر طعن کے طور پر کہا یعنی آج کل لوگوں نے شرع کو ایسا سمجھ رکھا ہے تو سخت گنہگار ہوا کہ عام کہا اور لفظ بھی معنی کفر کو موہم ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از کراچی بندر گاڑی کھاتہ آرام باغ حجرہ اسلامیہ مولوی احمد صدیق نقشبندی ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

زید نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کے شروع میں عربی عبارت اس طرح لکھا ہے، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الھنا محمد وھو معبود جل شانہ وعز برھانہ ورسولنا محمد وھو محمود صلی اللہ علیہ وسلم، ان الفاظ کی کوئی تاویل ہوسکتی ہے یا نہیں اگر نہیں تو ایسے لکھنے والے پر شرعا کیا حکم ہے اور اس سے میل جول رکھنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور ایسے اعتقاد والے سے نکاح وغیرہ پڑھوانا شرعا کیسا ہے، بینوا توجروا، جواب مع عبارات تحریر فرمائیں۔

الجواب ہمارے ائمہ نے حکم دیا ہے کہ اگر کسی کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک اسلام کا تو واجب ہے کہ احتمال اسلام پر کلام محمول کیا جائے، جب تک اس کا خلاف ثابت نہ ہو پہلے جملہ میں محمد بفتح میم کیوں پڑھا جائے مُحمِّد بکسر میم کہا جائے، یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محمَّد ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بار بار بکثرت حمد وثنا کئے گئے اور ان کا رب عزوجل ان کا مُحمِّد ہے بار بار بکثرت ان کی مدح وتعریف فرمانے والا، اب یہ معنی صحیح ہوگئے اور لفظ بالکل کفر سے نکل گیا اور اگر بفتح میم ہی پڑھیں اور معنی لغوی مراد ہیں، یعنی ہمارا رب عزوجل بار بار بکثرت حمد کیا گیا ہے جب بھی عنداللہ

کفر نہ ہوگا مگر اب صرف نیت کا فرق ہوگا بہر حال ناجائز ہونے میں شبہ نہیں ردالمحتار میں ہے مجرد ایہام المعنی المحال کاف فی المنع مصنف کو توبہ چاہیے اور اسے متنبہ کیا جائے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں مگر یہ کہ کوئی حالت خاصہ داعی ہو، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ مسئولہ معین الدین احمد میمن سنگھی بنگال پوسٹ نیکلا ساکن جیگا تلہ ۲۷ ربیع الاول ۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے غضبناک ہو کر علما کو توہین اور حقارت کرے اور کہے کہ عالم لوگوں نے دیس خراب کر دیا ہے حالانکہ اس جلسہ وگفتگو میں بہت سارے عوام الناس اور ایک مولوی صاحب بھی موجود تھے تو مولوی صاحب نے شخص مذکور سے دریافت کیا کہ تم نے خرابی کی نسبت تمام علما کی طرف کیا ہے یہ تم ایمان کے ساتھ کہتے ہو تو شخص مذکور نے جواب دیا کہ عالم لوگوں نے دیس خراب کر دیا، پھر مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ یہ بات تم ایمان کے ساتھ کہتے ہو، تو اس شخص مسطور نے جواب دیا کہ میں ایمان کے ساتھ کہتا ہوں اور یہی شخص کہتا ہے کہ اس عالم نے مسئلہ ہذا کو جاری کیا اس لئے کچھ نہیں کہا یہ عالم میری خواہر کا خاوند ہے اگر دوسرے کوئی عالم مسئلہ جاری کرتا تو سلامت جانے نہیں دیتا، اور کوئی ایسا ہی لفظ تشنیع کا کہے تو ایسی باتوں سے نکاح جاتا رہتا ہے یا نہیں بحوالہ کتب معتبرہ کے تحریر فرمادیں عنداللہ ماجور ہوں گے،

الجواب علمائے دین کی توہین کفر ہے، مجمع الانہر میں ہے، من قال لعالم عویلم علی وجہ الاستخفاف فقد کفر اس شخص پر تجدید اسلام لازم ہے اور اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح جدید کرے، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از لکھنؤ احاطہ فقیر محمد خاں متصل دکان ظہور بخش ہیزم فروش مسئولہ حضرت محمد میاں صاحب ۱۴ ربیع الآخر ۲۴ھ

(۱) ایک مسلم جو نماز خلاف معمول بہت جلدی سے پڑھ لیتا تھا اس کو زجراً ایک اور مسلم نے کہا کیا تو نے نماز کو کوئی کھیل سمجھ رکھا ہے اس پر ایک دوسرے نے کہا اور کیا بظاہر اس نے بھی زجراً کہا اس نے کیا حکم ہے

(۲) بعض لوگ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پورا نہیں پڑھتے بلکہ عند الحاجت جب پڑھتے ہیں صرف لاحول یا لاحول ولا قوۃ پر بے وجہ اقتصار کرتے ہیں یہ اگرچہ سخت قبیح وشنیع ہے مگر اس میں کفر تو کسی طرح کا بھی نہیں یا کیا اس پورے جملہ کا علم صرف جزو مدخول نفی مقرر کرنا کہنا کیسا ہے،

(۳) نصاری وغیرہ کی کچہریوں اور ان حکام آج کل کے زمانہ والوں کو عدالت یا عادل کہنا اگرچہ سخت ہے اور فقہانے حکم کفر تک فرمایا اس سے احتراز ضرور ہے مگر بات دریافت طلب یہ ہے کہ آیا یہ حکم کفر مسئلہ مفتی بہا ہے کہ ایسا استعمال کرنے والے کافر ہوجائیں اور اگر ہے تو کیا قطعی کفران پر عائد ہے اور قطعی بھی ایسا کہ جو دوسرا کافر نہ سمجھے اس کے بھی ایمان میں خلل آئے،

(۴) کاتب جو اجرت پر کتابت کرے اور اس کتابت میں امر مخالف دین ہو اور اجرت پر چھاپنے شائع کرنے والے اسے شائع کریں یا کوئی شخص بے اجرت محض مروت سے ایسا کرے تو اس کا کیا حکم ہے یا کوئی شخص صفائی خط کے لئے کوئی خطوط وغیرہ لکھے اور اس

میں ایسے کلمات بھی نقل کر جائے یا ان سب صورتوں میں زبان سے پڑھے تو کیا حکم ہے ۔

الجواب (۱) "اور کیا" کہنے والے پر الزام نہیں جب کہ اسے بھی اس سارق نماز پر زجر مقصود ہو ،

(۲) عند الحاجۃ صرف لاحول ولاقوۃ یا لاحول پر اقتصار قبیح ہے کفر سے کوئی علاقہ نہیں کہ اپنے حول و قوت کی نفی کے لئے بے علی العظیم صرف لاحول کہنا حرج نہیں رکھتا ،

(۳) عدالت بطور علم رائج ہے معنی وضعی مقصود نہیں ہوتے لہذا تکفیر ناممکن البتہ عادل کہنا ضرور کلمۂ کفر ہے مگر محض بوجہ خوشامد ہوتا ہے لہذا تجدید اسلام و نکاح کافی ہاں خلاف ما انزل کو اعتقاداً اعدل جانے تو قطعاً وہی کفر ہے کہ من شک فی کفرہ فقد کفر ،

(۴) القلم احد اللسانین جو زبان سے کہے پر احکام ہیں وہی قلم پر اور ایسی اجرت حرام اس کی اشاعت حرام اور ایسی مروت فی النار ہاں جب اعتقاداً نہ ہو تو کفر نہیں ، واللہ تعالٰی اعلم ،

مسئلہ مسئولہ مرزا محمد عثمان بیگ از موضع شہباز پور ڈاکخانہ محمود پور ضلع بریلی ۱۴ رجادی الاول ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان شخص بنے اپنی زبان سے قصداً کہا کہ میں خدا اور رسول کو نہیں جانتا ہوں کہ کون ہیں اور نہ مسجد کو جانتا ہوں کہ کیا چیز ہے اور وہ شخص عمر کا بھی بالغ ہے پس اس شخص کو کیا کہنا چاہئے اور اس کا نکاح قائم رہا یا نہیں اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں ،

الجواب سائل نے پوری بات نہ لکھی کہ کیا گفتگو تھی جس پر اس نے یہ کہا اگر یہ کلمات بطور تحقیر کہے ہیں تو یقیناً کافر مرتد ہے عورت اس کے نکاح سے نکل گئی اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام اور اگر اپنی حالت پر افسوس اور اپنے جہل کے بیان کے لئے کہا کہ میں ایسا جاہل ہوں کہ نہ خدا کی پہچان نہ رسول کی معرفت نہ مسجد ہی کی کوئی قدر شناسی مجھے ہوتی ہے تو اس پر الزام نہیں سوا اس کے کہ طرز ادا اچھی نہیں ، واللہ تعالٰی اعلم ،

مسئلہ رحمت علی خادم درگاہ شاہ دانہ بتوسط مولوی نظام الدین یکے از طلبا مدرسہ اہل سنت بریلی محلہ سوداگران ۸ رجادی الاول ۱۳۳۴ھ ،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بہت سے اشخاص نعت شریف پڑھتے ہوئے شاہ دانہ علیہ الرحمہ کے مزار کی طرف آتے تھے اور ان کے ہمراہ چادر تھی کہ چند اشخاص نے کہا کہ بیٹی چودوں نے چوبٹی سی مقرر کرلی ہے جو لئے پھرتے ہیں پس جن اشخاص نے یہ کلمہ کہا ہے ان پر شرع شریف میں کیا حکم ہے اور ان کو توبہ کرنا کس طرح پر چاہئے ، فقط

الجواب جس جس نے یہ ناپاک کلمہ کہا سب سخت گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے ان سب پر فرض ہے کہ علانیہ توبہ کریں جس طرح علانیہ یہ کلمہ کہا ہے اور مسلمانوں سے معافی مانگیں ورنہ حق العبد میں گرفتار رہیں گے شریعت مطہرہ میں سلطنت اسلام کے یہاں ایسے کہنے والوں پر اسّی اسّی کوڑوں کی سزا کا حکم ہے ، پھر ہمیشہ کو ان کی گواہی مردود ، واللہ تعالٰی اعلم ،

مسئلہ از نظام علی خاں ولد امام علی خاں پرگنہ سیوان ضلع بدایوں بھوانی پور خیرو ۱۰ جمادی الاولی ۱۳۲۴ھ
اس معمہ میں مسلمان ایک دوسرے کو کافر کہے تو شریعت اس کو کیا کہتی ہے۔

الجواب سوال صاف کرنا چاہئے معمہ میں کہنے کے کیا معنی بات پوری لکھی جائے تو جواب دیا جائے کیا کہا اور کسے کہا اور کس بنا پر کہا۔ فقط

مسئلہ مرسلہ میر سید امجد علی سنی حنفی ساکن علاقہ گورکھالی وارد حال ضلع بہرائچ محلہ بڑی ہاٹ مکان مولوی ابو محمد صاحب ۹ جمادی الاولی ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ایک مسلمان سنی حنفی مسمی گلزار خاں نے ایک عورت قوم مہتر سے تعلق ناجائز پیدا کرلیا عرصہ تک اس عورت کے مکان پر رہ کر اکل وشرب اس کے ساتھ کرتا رہا کچھ عرصہ بعد بوجہ تائید غیبی یا شرم دنیاوی عورت سے اس نے قطع تعلق کرکے اپنے افعال سابقہ سے ایک مجمع عام میں تائب ہوگیا، تائب ہونیکے بعد مسلمانان قرب وجوار نے مسمی گلزار کے ساتھ برابر بلا اکراہ مواکلت ومشاربت جاری کردی، متعدد لوگ ایسے ہیں جو گلزار اور اس کے ساتھ شریک مسلمانوں کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں اور جہلا کو اپنا ہم خیال کرتے اور بیان کرتے کہ گلزار خاں کسی طرح مسلمان نہیں رہ سکتا اور توبہ کوئی چیز نہیں۔

الجواب یہ متعدد لوگ محض خطا وظلم پر ہیں، مسلمان بھائی کی توبہ قبول کرنی واجب ہے، اللہ عزوجل خود اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے، قرآن عظیم میں ہے، ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفوعن السیئت، اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں سے درگذر فرماتا ہے، اور فرماتا ہے، الم یعلموا ان اللّٰہ ھو یقبل التوبۃ عن عبادہ، کیا انہیں خبر نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے، حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، من اتاہ اخوہ متنصلا فلیقبل ذالک منہ محقا او مبطلا فان لم یفعل لم یرد علی الحوض، جس کے پاس اس کا مسلمان بھائی معذرت کرتا ہوا آئے اس پر لازم ہے کہ اس کا عذر قبول کرے چاہے وہ حق پر ہو یا ناحق پر اگر عذر قبول نہ کرے گا تو روز قیامت حوض کوثر پر میرے حضور حاضر ہونا نصیب نہ ہوگا، رواہ الحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ، ان لوگوں کا کہنا کہ توبہ کوئی چیز نہیں اگر اس سے خاص گلزار کی یہ توبہ مقصود ہے یعنی اس نے دل سے توبہ نہیں کی تو مسلمان پر بدگمانی ہے اور وہ سخت حرام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے، یاایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم، اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچو بے شک کچھ گمان گناہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث، گمان سے دور رہو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے، رواہ الائمۃ مالک والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور اگر یہ مراد ہو کہ سرے سے توبہ ہی کوئی چیز نہیں تو معاذ اللہ صریح کفر ہے، نیز گلزار اور اس کے شریک مسلمانوں کو اسلام سے خارج سمجھنا کافرانہ خیال ہے، اور یہ کہنا کہ گلزار خاں کسی طرح مسلمان نہیں ہوسکتا اللہ عزوجل وشرع مطہر پر افترا ہے ان لوگوں پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور گلزار خاں اور اس کے ساتھی مسلمانوں سے معافی چاہیں پھر ان کو چاہئے کہ تجدید

اسلام کے بعد اپنی عورتوں سے تجدید نکاح کریں، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ محمد قاسم کھوکھر مدرس مدرسہ دہاموں کی، محمد اقبال مدرس مدرسہ تر باڑہ ولوز محمد امام مسجد دروکی،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس طائفہ کے حق میں جن کے اعتقادات اقوال افعال حسب ذیل ہوں ۱ مصلی کو نماز اور صائم کو روزہ رکھنے سے منع کریں بلکہ رمضان المبارک میں علانیہ بھنگ وچرس کا استعمال کریں اور بطور مسخری قبل از وقت افطار غدا کریں کہ صائمین افطار کرلیں، ۲ مشرکین کی طرح مرد عورتوں کی سی صورت اور وضع بنائیں ۳ اٹھتے بیٹھتے اپنے مرشدوں کو باسماء امام مہدی، رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "اللہ تعالٰی" موسوم کریں ۴ علمائے دین کی توہین بایں کلمات کریں کہ ہم ان کی مقعد مارتے ہیں، نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تمام اصحاب بلکہ خود پیغمبر خاتم نبوت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر فضیلت دیں، ۵ جو پیغمبر و اولیاء وصال پاچکے ہیں ان کی روحانی زندگی سے انکار کریں اور یہ اعتقاد رکھیں کہ جب تک خدا اور رسول کو اپنی فانی آنکھوں سے نہ دیکھیں گے ان کی ہستی کے ہرگز قائل نہ ہوں گے، ایسوں سے اہل اسلام کو کیا برتاؤ کرنا چاہئے،

الجواب جتنی باتیں سوال میں ان لوگوں کی ذکر کیں وہ ان کے فسق وفجور وشیطنت واستحقاق جہنم کے لئے تو بہت کافی ہیں مگر ان میں چار باتیں صریح کفر وارتداد ہیں، اول اپنے پیروں کو خدا اور رسول کہنا، دوسرے شریعت مطہرہ کی نسبت وہ ملعون کلمہ، تیسرے وہ یہودیوں کی بات لن نؤمن لك حتی نری اللّٰه جهرة اللہ ورسول کو جب تک آنکھ سے نہ دیکھ لیں ایمان نہ لائیں گے چوتھے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کو انبیائے کرام خصوصًا سید الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے افضل بتانا ہی کفر ہے نہ کہ سب انبیاء نہ کہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، شک نہیں کہ یہ لوگ کفار ومرتدین ہیں، مسلمانوں کو ان سے میل جول حرام سلام وکلام حرام ان کی موت حیات میں شرکت حرام بیمار پڑیں ان کی عیادت حرام مرجائیں تو انھیں غسل دینا حرام کفن دینا حرام ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا حرام مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام جب تک توبہ کرکے مسلمان نہ ہوں، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ محمد عبدالحمید ساکن رو لو شدہ مدی پادہ ضلع تیرہ ڈاکخانہ سیف اللہ کندی، ۹ رجب ۱۳۳۴ھ

۱ بعضے ذاکرین اپنے مرشد کو خدا کہتے ہیں بایں نیت کہ مرشد اگر رہنمائی نہ کرے تو معرفت الٰہی کیسے حاصل ہوگی اور اکثر مرشد کی قدم پر سجدہ کرتے ہیں یہ فعل ان کے روا ہیں یا نہیں،

۲ بعضے نادان علماء کو حقارت کے ساتھ گالی دیا کرتے ہیں اور شریعت مطہرہ کی بھی اہانت کرتے ہیں تو اس پر شرعًا کیا حکم ہے اور اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر کہکر گالی دیوے تو کیا حکم ہے،

۳ ایک شخص جو کسی قدر علم رکھتا ہے مسجد کے بارے میں لوگوں کو کہتا ہے کہ تم لوگ مسئلہ کو لے کر یہاں کیا جھگڑا فساد کرتے ہو مسجد ہی تو تمھارے لئے فساد گاہ ہے وہاں جاکر جو کرنا ہے کرو اور وہ توبہ کے بارے میں کہتا ہے کہ فقط توبہ ہی سے گناہ معاف ہوجاتا ہے یہ ہرگز نہیں ہونے کا اور وہ شخص مسئلہ کا جواب بلا تحقیق دیا کرتا ہے، اور مکروہ کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ تو مکروہ ہی ہے حرام تو نہیں مکروہ سے کیا ہوگا اور کوئی چیز مکروہ تحریمی ہو تو کہتا ہے کہ لاؤ مکروہ تحریمی کھالوں گا ایسے شخص پر شرعًا کیا حکم ہے، بینوا توجروا،

الجواب ۱؎ مرشد کو خدا کہنے والا کافر ہے اور اگر مرشد اسے پسند کرے تو وہ بھی کافر، مرشد برحق کی قدمبوسی سنت ہے اور سجدہ ممنوع،

۲؎ شریعت کی توہین کرنے والا کافر ہے، قال اللہ تعالیٰ قل اباللہ وایٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم، یونہیں عالم دین سنی صحیح العقیدہ داعی الی اللہ کی توہین کفر ہے، مجمع الانہر میں ہے، الاستخفاف بالعلماء والاشراف کفر، علماء اور سادات کی توہین کفر ہے، اسی میں ہے، من قال للعالم عویلم فقد کفر جو کسی عالم کو حقارت سے مولویا کہے وہ کافر مگر بیا و برباد گیا اور واجب الحفاظ ہے کہ عالم وہی ہے جو سنی صحیح العقیدہ ہو بد مذہبوں کے علماء علمائے دین نہیں یوں تو ہندوؤں میں پنڈت اور نصاریٰ میں پادری ہوتے ہیں اور ابلیس کتنا بڑا عالم تھا، جسے معلم الملکوت کہا جاتا ہے، قال اللہ تعالیٰ اضلہ اللہ علی علم، ایسوں کی توہین کفر نہیں بلکہ تاحد مقدور فرض ہے، حدیث شریف میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اترعون عن ذکر الفاجر حتی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بمافیہ یحذرہ الناس،

۳؎ بے تحقیق مسئلہ کا جواب دینا حرام ہے اور مکروہ تحریمی مرتبۂ واجب میں ہے اس کا ہلکا جاننا گمراہی وضلالت ہے اور مسائل شرعیہ ومسجد کی توہین مذکور کفر ہے، اور یہ بھی اس کا شریعت پر افترا ہے کہ توبہ سے گناہ معاف نہیں ہوتے، حدیث میں فرمایا، التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ، گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے گویا گناہ کیا ہی نہ تھا، حق سبحنہ فرماتا ہے، ھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفوا عن السیئات، اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگذر کرتا ہے واللہ اعلم

مسئلہ ازپوپاری جنازن مار قوار محمد حبیب اللہ۔ ۲۰ رجب ۳۴ھ

دین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین نقلی ہے یا اصلی اور اصلی ہے تو نقلی کہنے والے کو کیا سمجھنا چاہئے

الجواب ان الدین عند اللہ الاسلام اللہ کے یہاں یہی دین دین ہے اس کے سوا کوئی دین مقبول نہیں، ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین، تو یہی دین اصلی ہے اور یہ نقلی بھی ہے بایں معنی کہ اس کے احکام شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہیں۔ فلاسفہ وغیرہم کی طرح عقلی ڈھکوسلے نہیں اس معنی پر اگر نقلی کہا تو صحیح کہا اور اگر نقلی بمقابلہ اصلی کہا یعنی معاذ اللہ واقعی دین نہیں بلکہ کسی کی نقل اتاری گئی تو ایسا کہنے والا کافر، یہ بات اس وقت کے باہم محاورات سے واضح ہوگی اور اگر واضح نہ ہو تو معنی صحیح بنتے ہوئے خواہی نخواہی معنی باطل پر حمل نہ کریں گے اور تکفیر جائز نہ ہوگی، واللہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ مسئولہ محمد احمد طالب علم مدرسہ اہل سنت، یکم شعبان ۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں، ۱؎ رب العزت جل جلالہ وتعالیٰ شانہ کی نسبت میاں اور صاحب کہنا یعنی اللہ میاں اور اللہ صاحب جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہو جب تو بعدم المانع دلیل کی ضرورت نہیں اور اگر ناجائز ہو تو دلیل درکار ہے اس صورت میں جو اسے پسند کرے بلکہ فخر کرے کہ یہ الفاظ میرے مخصصات میں سے ہیں اس شخص کے

واسطے شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے، ۲ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں صاحب یعنی محمد صاحب کہنا کیسا ہے،

الجواب حضرت عزت عزجلالہ پر لفظ صاحب کا اطلاق جائز بلکہ حدیث میں وارد ہے، اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی المال والاھل والولد، اور میاں کا اطلاق نہ کیا جائے کہ وہ تین معنی رکھتا ہے ان میں دو رب عزت کیلئے محال ہیں، میاں آقا اور شوہر اور مرد عورت میں زنا کا دلال، لہذا اطلاق ممنوع اور اس پر افتخار جہل، ۲ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اطلاق صاحب خود قرآن عظیم میں وارد والنجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم وما غوی، مگر نام اقدس کے ساتھ اسطور پر لفظ صاحب کا ملانا یہ آریوں اور پادریوں کا شعار ہے وہ اسے اس مبتذل تعظیم میں لاتے ہیں جو زید و عمر کے لئے رائج ہے کہ شیخ صاحب مرزا صاحب پادری صاحب پنڈت صاحب، لہذا اس سے احتراز چاہیے ہاں یوں کہا جائے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے صاحب ہیں آقا ہیں مالک ہیں مولٰی ہیں، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ مستفسرہ حافظ بنو علی ضلع بھنڈارہ محلہ کھم تالاب ملک متوسط ناگپور ۴ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص درود شریف اس طور پر پڑھے صلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ ونور عرشہ محمد والہ واصحابہ اجمعین، ایک صاحب اس میں یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ونور عرشہ پڑھنا حرام ہے، فقط،

الجواب جو اسے ناجائز بتاتا ہے شریعت پر افترا کرتا ہے، قال اللہ تعالٰی ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون، بلاشبہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور عرش اللہ ہیں عرش انھیں کے نور سے بنا اور انھیں کے نور سے منور ہے کما فی حدیث رواہ عبدالرزاق فی مصنفہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ حبیب اللہ بنگالی ۱۵ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بہاء اللہ ایک فرقہ نکلا کہ مجموعہ قرآن مجید کو منسوخ کہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ جیسے توریت اور انجیل اور زبور منسوخ ہوگیا ویسا ہی قرآن شریف بھی منسوخ ہے اگر منسوخ نہ ہوتا اس کا حکم بموافق قرآن شریف کے جاری کیوں نہیں کیا جاتا ہے، جیسا کہ زنا کرتا ہے اور چوری کرتا ہے اور شراب پیتا ہے حد کیوں نہیں لگایا جاتا ہے، بہاء اللہ کے فرقہ سے ایک آدمی مظہر اللہ کر کے لقب ہے وہ کہتا ہے خداوند کریم نے لوح محفوظ سے میرے اوپر کتاب الاقدس نزول فرمایا ہے اس وقت اس کا حکم جاری ہے اور احادیث کو خبری کا غذ بتاتا ہے اور نہیں مانتا ہے اور ائمہ اربعہ کو جھوٹ کہتا ہے یہ فرقہ مومن ہے یا نہیں اور یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون، آیہ بالا کی شان نزول کیا ہے اور ناسخ ہے یا منسوخ، فقط،

الجواب جس فرقہ کے یہ اقوال ہوں وہ کافر مرتد ملعون ہے ایسا کہ جو اسے مسلمان جانے بلکہ جو اس کے کفر میں شک کرے

خود کافر ہے مرتد ہے، بزازیہ ومجمع الانہر ودرمختار وغیرہا میں ہے، من شك فی عذابه وکفرہ فقد کفر، آیہ کریمہ حمد الٰہی میں ہے شان نزول وہاں کہلاتی ہے جو کسی حادثہ خاصہ میں اترے خبر منسوخ نہیں ہوسکتی، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ محمد ظہیر الدین صاحب ثمن برج وزیر آباد پنجاب ۳۰ / ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم غیر مقلد عقائد وعملیات جو کہ اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کر جائے اور اس کی نماز جنازہ ایک غیر مقلد پڑھائے اور اس غیر مقلد کے پیچھے ایک عالم حنفی المذہب نے غیر مقلد متوفی کے عمل کو اچھا اور غیر مقلد کے اقتدا کو جائز سمجھ کر نماز جنازہ غیر مقلد امام کے پیچھے پڑھی حالانکہ وہ عالم حنفی المذہب قبل ازیں لوگوں کو عقائد غیر مقلدین سے منع کرتا رہا ہو پس اس حالت میں جب کہ عالم حنفی المذہب نے غیر مقلد کی نماز جنازہ غیر مقلد امام کے پیچھے جائز تصور کرکے ادا کی ہو تو اس پر از روئے شرع محمدی کیا تعزیر ہوتی ہے اور کیا بلا توبہ واستغفار ایسے عالم حنفی کی اقتدا جائز ہے، عالم غیر مقلدین متوفی وامام غیر مقلد ائمہ اربعہ مجتہدین کے مسائل استنباط واجتہادیہ کو خلاف حدیث سمجھتا اور اکثر ان کے برعکس فتوے دیتا اور عمل کرتا مثلاً (۱) نماز تراویح بیس رکعات سے کم ہرگز کسی امام کے نزدیک نہیں وہ آٹھ رکعت کا حکم دیتا اور عمل کرتا، (۲) مسئلہ طلاق ثلاثہ جو کہ فی کلمۃ واحدۃ اور جلسہ واحدۃ کے کہی گئی ہو اس طلاق ثلاثہ کو حکم رجعی طلاق کا دے کر بدوں نکاح شوہر ثانی اس کے ساتھ نکاح کرادیتا ہو اور طلاق بالخلع کی عدت ایک حیض آنے کے بعد نکاح کرادیتا ہو اور تقلید شخصی سے بالکل انکار کرتا ہو، علاوہ ازیں آمین بالجہر کہنا امام کے پیچھے الحمد کا پڑھنا ہاتھ سینہ پر باندھنا سورہ فاتحہ میں ضٓ کی جگہ ظا پڑھنا وغیرہ وغیرہ جائز سمجھتا ہو،

الجواب سائل نے جو فہرست گنائی وہ غیر مقلد کے بعض فرعی مسائل باطلہ واعمال فاسدہ کی ہے ان کے عقائد اور ہیں جن میں بکثرت کفریات ہیں ان میں کی بعض تفصیل رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ میں ہے، جس میں ستّر وجہ سے ان پر اور ان کے پیشوا پر بحکم فقہائے کرام لزوم کفر ثابت کیا ہے کسی جاہل صحبت نایافتہ کی نسبت احتمال ہوتا کہ وہ ان کے عقائد ملعونہ سے آگاہ نہیں ظاہری صورت مسلمان دیکھ کر اقتدا کرلی اور نماز جنازہ پڑھ لی مگر جسے عالم ہونے کا دعوٰی ہو اور ان کے عقائد پر مطلع ہو لوگوں کو ان سے منع کرتا ہو اور انھیں اچھا جان کر ان کے جنازہ کی نماز پڑھے اور ان کی اقتدا کرے تو ضرور اس کے عقیدے میں فساد اور اس کے ایمان میں خلل آیا اور وہ بھی منہم شمار کیا جائے گا، قال اللہ تعالٰی ومن یتولھم منکم فانہ منھم اب اس شخص کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں اور اس پر توبہ وتجدید اسلام لازم ہے اور اگر عورت رکھتا ہے تو بعد توبہ وتجدید اسلام تجدید نکاح کرے، واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ومن یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین، نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از ملک کاٹھیاوار مقام اڑتیاں آمین احمد ۱۹ / ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

(۱) ہندو یا نصارٰی اس کو کافر بولنا کیسا ہے، (۲) ایک ہندو کو پھانسی کا حکم ہوا ہے وہ اسی وقت مسلمان ہونا چاہتا ہے یہ ہوتا ہے یا نہیں،

الجواب گالی کے طور پر کافر کہنا اور بات ہے اور شرع کی اصطلاح یہ ہے کہ جو مسلمان نہیں اسے کافر کہا جاتا ہے بایں معنی جو کوئی بھی اسلام میں نہ ہو شرع کے نزدیک کافر ہے، (۲) پھانسی ہوجانے سے ایک آن پہلے اسلام لائے مسلمان ہوجائے گا اور اس کی تجہیز وتکفین اور اس کے جنازہ کی نماز مسلمانوں پر فرض ہوگی۔

مسئلہ امام بخش زیدی از جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان ۳ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

وحدۃ الوجود حق ہے یا نہ؟

الجواب توحید ایمان ہے لا الٰہ الا اللہ اور وحدت حق کل شیئ ھالك الا وجھہ سواد بن قارب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی۔ فاشھد ان اللہ لا شیئ غیرہ ؛ وانك مامون علی کل غائب، اور اتحاد باطل اور اس کا ماننا الحاد ان کل من فی السموات والارض الا اٰتی الرحمٰن عبدا ؕ وجود واحد ہے اور موجود احد باقی سب ظل وعکوس ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ سید اولاد علی صاحب مراد آبادی ۷ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انہ بکل شیئ علیم اور اینما تولوا فثم وجہ اللہ اور نحن اقرب الیہ من حبل الورید سے احاطہ اور قرب ذاتی مراد ہے یا صفاتی، زید کہتا ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارك وتعالٰی کا علم اور قدرت ہر شے کو محیط ہے نہ ذات، عمرو کہتا ہے کہ اللہ تبارك وتعالٰی کی ذات ہر شے کو محیط اور شہ رگ سے زیادہ قریب ہے کوئی مکان کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ذات خدا موجود نہ ہو اور خدا ہر جگہ حاضر وناظر ہے اور اگر ان آیات سے احاطہ اور قرب صفاتی مراد لیا جائے گا تو گویا صفات خدا ذات باری سے بڑھ گئیں اور ذات باری محدود اور صفات سے چھوٹی ہوگئی، اور جو شخص ان آیات سے احاطہ اور قرب صفاتی مراد لے وہ مشرک ہے، اگر دنیا بھر کے عالم ایسا کہیں تو بھی ایک کی نہ مانوں گا اور سب کو مشرک کہوں گا اور اپنی دلیل میں شاہ امداد اللہ صاحب اور مولانا روم صاحب اور امام غزالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم کے اقوال پیش کرتا ہے، ان دونوں میں کس کا قول صحیح ہے اور اگر زید حق پر ہے تو عمرو کے واسطے شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے وہ اپنے اس قول سے کسی گناہ کا مرتکب ہے یا نہیں بینوا مع الدلائل من الکتاب توجروا من اللہ الوھاب

الجواب رب انی اعوذبك من ھمزات الشیطٰن واعوذبك رب ان یحضرون، آیات متشابہات میں اہل سنت حفظہم اللہ تعالٰی کے دو مسلک ہیں، **اول** تفویض کہ ہم ان کے معنی کچھ نہیں جانتے اللہ ورسول جانتے ہیں جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو معنی مراد الٰہی ہیں ہم اس پر ایمان لائے اٰمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب یہی مسلک سلف ہے اور یہی صحیح ومعتمد اس تقدیر پر تو نہ احاطہ ذاتی کہا جائے نہ صفاتی کہا جائے معنی سے کچھ بحث ہی نہ کی جائے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے الرحمٰن علی العرش استوٰی کے معنی دریافت کئے گئے، فرمایا الاستوی معلوم والکیف مجہول والایمان بہ واجب والسوال عنہ بدعۃ استواء معلوم ہے اور کیف مجہول اور اس پر

ایمان فرض اور اس کی تفتیش بدعت یہی جواب سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دیا، یہی مسلک ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ وسائر ائمہ سلف کا ہے، ہاں ہم ایمان لائے ہیں کہ اللہ تعالٰی جسم و جہت و مکان سے پاک و منزہ ہے کسی مکان میں نہیں ہوسکتا، کسی جگہ نہیں ہوسکتا کسی طرف نہیں ہوسکتا، جگہ اور طرف سب اس کے بنائے ہوئے ہیں اور حادث ہیں اور وہ قدیم ازلی ازل میں کسی جگہ کسی طرف نہ تھا کہ جگہ اور طرف تھے ہی نہیں تو اب بھی کسی جگہ اور طرف میں نہیں، جیسا جب تھا ویسا ہی اب ہے، جگہ اور طرف کو بنا کر بدل نہ گیا جگہ اور طرف بدلیں گے اور وہ بدلنے سے پاک ہے، **دوم** تاویل کہ ایسی آیات کو حسب محاورہ معنی جائز پر حمل کریں جس سے نہ چین لینے والی طبیعتوں کو تسکین ہو اور ایمان سلامت رہے یہ مسلک خلف کا ہے، اس طور پر احاطہ صفاتی مراد لیں گے، علم و قدرت الٰہی ہر شے کو محیط ہونے کے بھی یہ معنی نہیں کہ اس کے علم و قدرت ہر جگہ متمکن ہیں کہ جگہ یا طرف میں ہونا جسم و جسمانیت کی شان ہے اور وہ اور اس کے صفات ان سے متعالی بلکہ احاطہ علم کے معنی یہ ہیں کہ ہر شے واجب یا ممکن یا ممتنع معدوم یا موجود حادث یا قدیم اسے معلوم ہے، احاطہ قدرت کے معنی یہ ہیں کہ ہر ممکن پر اسے قدرت ہے اس سے صفات کا ذات سے بڑھ جانا نہ کہے گا مگر مجنون، عمرو کا وہ کہنا کہ کوئی مکان کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ذات خدا موجود نہ ہو کلمہ کفر ہے کہ اس کی ذات کے لئے جگہ ثابت کرتا ہے، فتاوی تاتارخانیہ و طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ و فتاوی عالمگیری و جامع الفصولین وغیرہ میں اس پر حکم کفر فرمایا اور احاطہ صفاتی ماننے والے کو اس کا مشرک کہنا ہزاروں ائمہ خلف پر حکم شرک لگانا ہے اور اس کا کہنا کہ "اگر تمام دنیا کے عالم ایسا کہیں تو میں سب کو مشرک کہوں گا" صریح کفر پر آمادگی ہے کہ تمام جہان کے عالموں کو مشرک نہ کہے گا مگر کافر اور کفر پر آمادگی کفر ہے، عمرو پر توبہ فرض ہے اپنے عقیدۂ باطلہ سے تائب ہو اور کلمہ اسلام پڑھے اور عورت رکھتا ہو تو بعد اسلام اس سے پھر نکاح کرے اگر وہ راضی ہو ہم چند سہل سہل باتیں لکھتے ہیں اگر اللہ تعالٰی کو اسے ہدایت کرنا ہے تو انہیں سے وہ سمجھ لے گا کہ اس نے کیسی ناپاک بات کہی اور اپنے معبود کو کیسے کیسے گھنونے داغ لگائے اور اگر نظر انصاف سے نہ دیکھے اور تعصب و عناد برتے تو اللہ راہ نہیں دیتا ظالموں کو ذرا آنکھیں بند کرکے گردن جھکا کر رب عزوجل کی عظمت پر ایمان لا کر غور کرے کہ اس نے کیسی ذلیل چیز کا نام خدا رکھا ہے، الحمد للہ معیت و قرب و احاطہ الٰہیہ پر مسلمان کا ایمان ہے مگر نہ ان معنی پر جو ان الفاظ سے لغوی و عرفی طور پر سمجھ میں آتے ہیں بلکہ ان پر جو مراد الٰہی ہیں اور ہمارے عقول سے وراء ہیں، معاذ اللہ اگر یہی ظاہر معنی لئے جائیں جس پر یہ کہا جائے کہ وہ بذاتہ ہر مکان ہر گوشہ میں موجود ہے تو اس سے زائد ذلیل تر کوئی عیب لگانا نہ ہوگا، (۱) جب کہ اس کے نزدیک اس کا وہی معبود بالذات ہر مکان ہر گوشہ میں موجود اور ہر شے کو بالذات محیط ہے تو پاخانہ میں بھی ہوگا اس نجاست کو لیٹا ہوا بھی ہوگا اس نجاست کے ساتھ اس کے بدترین مقام سے نکلا بھی، (۲) جو شے دوسری شے کو بالذات محیط ہو وہ یونہیں ہوگا کہ محیط کے اندر جوف ہو جو اس دوسری چیز کو گھیرے ہوئے ہے، جیسے آسمان زمین کو محیط ہے تو اس کا معبود جوف دار کھکل ہوا اور اللہ واحد قہار صمد ہے جوف سے پاک ہے، (۳) سب اشیا کو محیط ہونا یونہی ہے کہ اس کا معبود وہی تمام عالم کے باہر باہر ہے اور عالم اس کے اندر ہے جیسے فلک الافلاک کے اندر باقی کرے جب تو شہ رگ سے زیادہ قریب کیسے ہوا بلکہ لاکھوں منزل دور ہوا اور اگر یوں ہے کہ ہر ذرہ ذرہ کو بذاتہ بلا واسطہ محیط ہے تو بلاشبہہ وہ شے کہ مشرق کے کسی ذرہ کو محیط ہو قطعاً اس کی غیر ہوگی جو مغرب کے ذرہ کو محیط ہو

تو ذروں کی گنتی پر خدا یا خدا کے ٹکڑے ہوئے اور وہ احد صمد اس سے متعالی ہے، (۴) جب کہ وہ ہر شے کو بالذات محیط ہے تو زمین کو بھی محیط ہوگا اور یہ جو تم چلتے ہو اور جوتیاں پہن کر پاؤں رکھتے ہو وہ تمہارے معبود پر ہوئیں تم جو پاخانہ پیشاب پھرتے ہو وہ تمہارے معبود پر گرا کیسا گھنونا معبود اور کیسے ناپاک عابد، ضعف الطالب والمطلوب۔ (۵) مثلاً کسی زید نے کسی عمرو کو جوتا مارا تو عمرو کو بھی اس کا معبود محیط ہے اس جوتے کے پڑتے وقت وہیں قائم رہے گا یا ہٹ جائے گا اگر ہٹ گیا تو ہر شے کو محیط نہ رہا اور اگر قائم رہا تو اسی پر پڑا، (۶) جس وقت زید نے جوتا اٹھایا اور ابھی عمرو کے بدن تک نہ پہنچا تو جوتے اور عمرو کے بدن میں جو فاصلہ ہے وہ بھی ایک شے اور ایک جگہ ہے وہ وہی معبود بذات خود یہاں بھی موجود ہوگا یہاں سے وہاں تک جگہ اس سے بھری ہوئی ہے اب جوتا آگے بڑھا کہ بدن عمرو سے قریب ہو اس بڑھنے میں وہ وہمی معبود کہ یہاں سے وہاں تک بھرا ہوا تھا پانی یا ہوا کی طرح چرے گا کہ جوتا اس میں ہوتا ہوا گزر جائے گا جب تو طرفہ معبود جسے جوتے نے پھاڑ دیا اور اگر نہ چرے گا بلکہ سمٹے گا جیسے پھولی ہوئی روئی سمٹتی ہے تو معبود کیا ہوا بڑ ہوا اور اگر نہ چرے گا نہ سمٹے گا تو ضرور ہے کہ جوتا دیکھ کر جگہ چھوڑ دے گا پھر ہر جگہ موجود کہاں رہا، (۷) جب کہ وہ ہر شے کو بذاتہ محیط ہے تو محیط جیسا شے کے اوپر ہوتا ہے ویسا ہی اس کے نیچے پاؤں کے تلے وہ جوتوں کے نیچے وہ پھر ایسے ذلیل کو رب اعلٰی کیسے کہا جاسکتا ہے، تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ العلی الاعلی علی الکریم المولی والہ وصحبہ وبارک وسلم ابدا آمین، واستغفر اللہ العظیم والحمد للہ رب العالمین واللہ سبحانہ وتعالی اعلم،

مسئلہ مرسلہ محمد مجیب الدین، ساکن اسیجور پوسٹ لوٹیری بازی ضلع ڈھاکہ ۶ / صفر ۱۳۳۵ھ

مذہب اور فقہ کا نہیں ماننے والا کتابی ہے یا خارجی،

الجواب جو مسلمان کہلا کر فقہ کو اصلاً نہ مانے نہ کتابی ہے نہ خارجی بلکہ مرتد ہے اسلام سے خارج اور اگر کوئی تاویل کرتا ہے تو کم از کم بددین گمراہ، قال اللہ تعالی فلولا نفر من فرقۃ طائفۃ لیتفقھوا فی الدین، وفی الحدیث عنہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین، واللہ تعالی اعلم،

مسئلہ مرسلہ محمد الیاس صاحب واعظ خراسانی شہر جوناگڑھ ملک کاٹھیاوار، ۱۶ / صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس شخص کے بارہ میں جس کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ تبارک وتعالی نے فرشتوں سے مشورہ کیا اگرچہ اس کو ضرورت نہیں مگر تعلیماً کہ ہم تم بھی مشورہ سے کام لیں کیا ایسے شخص سے بامید نجات ابدی بیعت ہونا مفید ہے یا جو مرید ہوچکے ہیں کچھ فائدہ نہ اٹھائیں گے، بینوا توجروا،

الجواب اتنی بات ایسی نہیں جس کے سبب اس کے ہاتھ پر بیعت ناجائز ہوجائے خصوصاً جب کہ اس نے تصریح کردی کہ اسے حاجت مشورہ کی نہیں بندوں کے ارشاد کے لئے ایسا کیا تو جو اس سے وہم جاتا وہ بھی اس نے دفع کردیا، خود حدیث میں ہے، نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں، استشارنی ربی فی امتی ثلثا، مجھ سے میرے رب نے میری امت کے بارہ میں تین بار مشورہ چاہا، واللہ تعالی اعلم

مسئلہ مرسلہ سخاوت خاں نابینا مسجد نذی قصبہ مہد پور ریاست اندور ملک مالوہ، یکم ربیع الاول ۳۵ھ

کوئی شخص سنت جماعت میں سے نماز سے انکار کرے اور اس سے کہا جائے کہ نماز سے انکار کرنا کفر ہے، اس کے جواب میں وہ کہے کہ میں کافر ہی سہی ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے، فقط،

الجواب نماز سے انکار یہ بھی ہے کہ وہ کہے میں نہیں پڑھتا یا نہیں پڑھوں گا اسقدر سے کافر نہ ہوگا، جب تک نماز کی فرضیت سے انکار یا اس کا استخفاف نہ کرے اگر شخص مذکور کا انکار اس حد کا نہ تھا توجس نے اس کے انکار پر حکم کفر لگایا خاطی ہوا اور اسی کی زیادتی اس شخص کو ایسے کلمہ مردودہ کی طرف لی گئی بہرحال اپنے آپ کو یہ کہنا کہ کافر ہی سہی اس کا ظاہر معاذ اللہ قبول کفر ہے اور قبول کفر یقیناً کفر ہے، مگر اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ تمھارے نزدیک کافر ہی سہی لہذا حکم تکفیر نہ کیا جائے گا البتہ تجدید اسلام و تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا، واللہ تعالی اعلم،

مسئلہ مرسلہ حاجی قاسم میاں صاحب از گونڈل علاقہ کاٹھیاوار، ۷ / جمادی الآخرہ ۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں ائمہ دین وعلمائے معتمدین اہل سنت ایدہم اللہ تعالی ونصرہم اللہ، کاٹھیاوار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس (جس کا پہلا جلسہ بمقام جوناگڈھ کاٹھیاوار بتاریخ ۲ و ۳ / اکتوبر ۱۹۱۶ء کو ہوا) کے ان ارکین کے حق میں جو ہادی بنکر اپنی تقریروں میں ذیل کے اقوال بیان کئے اور ان ارکین کا حکم بھی بیان فرمائیں جنھوں نے ان کے اقوال گجراتی زبان میں بعینہ نقل کئے اور چھاپ کر مسلمانوں میں تقسیم کئے اور کرتے ہیں، (۱) گجراتی زبان میں دینی کتابوں کا انتظام کیا جائے مسلمان بچوں کے لئے خاص گجراتی مدارس قائم کئے جائیں جن میں "مسلمان دھرم کی دنت کتھاؤں کا ذکر ہو" اور جن میں مسلمان بیرتروں کی تعریفیں کیں ہوں، ایسی کتابیں رائج کی جائیں، (نیز) "مسلمان لوگ جس دھرم کی دنت کتھا" اور جن حضرات کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں ان کا حقارت سے جس مروجہ کتب میں ذکر کیا گیا ہو اول درجہ کتب کو دیگر اقوام سے ملے ہوئے مدارس سے باطل کرنا (روداد صفحہ ۲۹ تقریر صدر)

(۲) ہم ہمارے ملکی برادروں کے جذبات کو ان کے "دیوتا کی باتوں کو" ان کے پیشواؤں کو عزت دیتے ہیں اور وہ بھی ایسی ہی ہوت ہماری طرف رکھیں ایسی بھی امید رکھتے ہیں (روداد صفحہ ۳۳ تقریر صدر) مگر گذارش آنکہ لفظ دنت کتھا کے معنی گجراتی زبان میں زبان کی بات وہ بات جس کی کوئی سند نہ ہوتی ہو، ہوتی ہیں،

الجواب ایسے اقوال کے قائل ہادی نہیں ہوسکتے بلکہ مضل ہیں یعنی گمراہ کرنے والے اور گمراہی پھیلانے والے اور مسلمانوں کو گمراہی کی طرف بلانے والے اور جو ایسے اقوال کو شائع کرتے ہیں وہ مسلمانوں میں اشاعت فاحشہ کے محب اور ان قائلوں کی طرح غضب جبار وعذاب قہار کے مستوجب ہیں بزرگان اسلام مناقب کو دنت کتھا یعنی بے اصل افسانہ کہنا ہی گمراہی کے لئے کافی تھا، مگر کفار کے مذہبی جذبات اور ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں کو عزت دینا صریح کلمہ کفر ہے، قال اللہ تعالی وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون، عزت تو خاص اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں، ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں اور مذہبی جذبات کا اعزاز درکنار جو ان کے کسی فعل کی تحسین ہی کرے باتفاق ائمہ کافر ہے، غمز العیون

والبصائر میں ہے، من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ۔ ان لوگوں پر فرض ہے کہ ایسی باتوں سے توبہ کریں تجدید اسلام کریں تجدید نکاح کریں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از اکبرآباد چھوٹی گلی حکیموں کی معرفت ڈاکٹر محمد نفیس صاحب مرسلہ مولانا مولوی سید دیدار علی صاحب الوری ۴ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اثنائے وعظ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت ان کلمات کا اطلاق کیا کہ نعوذ باللہ آپ یتیم غریب مسکین بیچارے تھے اور جب چند اشخاص نے جاکر سمجھایا کہ غالباً آپ نے یہ الفاظ نہیں کہے ہوں گے، مناسب ہے کہ آپ اظہار انکار فرمادیں تو کہنے لگا کہ میں نے تو یہی کہا ہے، اللہ جل شانہ تو قرآن عظیم میں ووجدک ضالا فرمارہا ہے بعدہ جب ایک نووارد مولوی صاحب نے ان سے دریافت کیا تو ان الفاظ کے کہنے سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ آپ سوچ بچار کر بات فرمایا کرتے تھے اس کو لوگوں نے غریب بیچارہ کرکے کہہ دیا، مولوی صاحب نے فرمایا غالباً ایسا ہی ہوگا مگر آپ یہ تو لکھ دیں کہ یہ الفاظ موجب توہین شان رسالت اور موجب کفر ہیں اور اسی طرح ووجدک ضالا ایسے موقع پر کہنا ہے بیشک تو اس لکھنے سے بھی منکر ہوگیا اور لیت ولعل میں ٹال دیا، ایا ملا توبہ اس کا وعظ سننا ملنا جلنا سلام علیک کرنا اس کے معاونین سے نکاح پڑھوانا اور اس کے معاونین کے پیچھے نماز عید پڑھنا اور ان سے ملنا جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا اجرکم اللہ۔

الجواب حضور اقدس قاسم النعم مالک الارض ورقاب الامم معطی منعم، قیم قیم، ولی والی، علی عالی، کاشف الکرب، رافع الرتب، معین کافی، حفیظ وافی، شفیع شافی، عفو عافی، غفور جمیل، عزیز جلیل، وہاب کریم، غنی عظیم، خلیفہ مطلق حضرت رب، مالک الناس ودیان العرب، ولی الفضل جلی الافضال، رفیع المثل ممتنع الامثال، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی آلہ وصحبہ وشرف وعظم کے شان ارفع واعلٰی میں الفاظ مذکورہ کا اطلاق ناجائز وحرام ہے، خزانۃ الاکمل مقدسی وردالمحتار اواخر ردّۃ میں ہے، یجب ذکرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باسماء معظمۃ فلا یجوز ان یقال انہ فقیر غریب مسکین، زرقانی علی المواہب میں ہے، قال تعالٰی ووجدک عائلا فاغنٰی نص علٰی انہ اغناہ بعد ذٰلک فزال عنہ ذٰلک الوصف فلا یجوز وصفہ بہ بعد، اسی میں ہے، الیتیم من الیتم موت الاب قبل بلوغ الولد او من الانفرادکدرۃ یتیمۃ کما قیل فی قولہ تعالٰی الم یجدک یتیما ای واحدا فی قریش عدیم النظیر انتہٰی ومذہب مالک لایجوز علیہ ھذا الاسم، نسیم الریاض جلد رابع صفحہ ۴۵ میں ہے، الانبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام لایوصفون بالفقر ولایجوز ان یقال لنبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقیر وقولھم عنہ الفقر فخری لا اصل لہ کما تقدم اسی کے صفحہ ۴۷۸ میں ہے، قال الزرکشی کالسبکی لا یجوز ان یقال لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقیرا ومسکینا وھو اغنی الناس باللہ تعالٰی لاسیما بعد قولہ تعالٰی ووجدک عائلا فاغنٰی وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم احینی مسکینا اراد بہ المسکنۃ القلبیۃ بالخشوع والفقر فخری، باطل لا اصل لہ کما قال الحافظ ابن حجر العسقلانی، شفا شریف امام اجل قاضی عیاض صدر باب اول قسم رابع میں ہے، افتی فقہاء الاندلس بقتل ابن حاتم المتفقۃ الطلیطلی وصلبہ بما شھد علیہ من

استخفافہ بحق النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتسمیۃ ایاہ اثناء مناظرتہ بالیتیم وختن حیدر وزعمہ ان زھدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لم یکن قصدا ولو قدر علی الطیبات اکلھا الی اشباہ لھذا۔ شرح علی قاری میں ہے، یکفی واحد منھا فی تکفیرہ وقتلہ۔ نیز شفا شریف میں ہے افتی ابو الحسن القابسی فیمن قال فی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الحمال یتیم ابی طالب بالقتل لظھور استھانتہ بذالک۔ شرح علی قاری میں ہے، لعل الجمع بین الوصفین مطابق للواقع فی السوال والافکل واحد منھما یکفی فی تکفیر صاحب المقال۔ نیز شفا شریف میں بیت معری، ؎

کنت موسی وافتہ بنت شعیب   غیر ان لیس فیکما من فقیر

پر ارشاد فرمایا آخر البیت شدید وداخل فی باب الازراء والتحقیر بالنبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وتفضیل حال غیرہ علیہ۔ شرح قاری میں ہے، ای عجزہ شدید فی القبح لان مضمونہ التعییر لموسی علیہ الصلوٰۃ والسلام لفقرہ۔ نیز شفا شریف میں اور اشعار بیباکان بدزبان جو اس سے ملتے ہیں ذکر کرکے فرمایا ھذہ کلھا وان لم تتضمن سبا ولا اضافت الی الملئکۃ والانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام نقصا ولست اعنی عجزی بیتی المعری ولا قصد قائلھا ازراء وغضا فما وقر النبوۃ ولا عظم الرسالۃ ولا عزر حرمۃ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ شرح قاری میں ہے (لست اعنی) بمعنی النفی (عجزی بیتی المعری) فانہ کفر واضح والحاد لائح۔ امام ابن حجر مکی شرح ہمزیہ مبارکہ میں زیر قول ماتن امام محمد بوصیری قدس سرہ، ؎ وسع العالمین علما وحلما ۔ فھو بحر لم تعیہ الاعباء ۔ مستقل دنیاک ان ینسب الامساک منھا الیہ والاعطاء، فرماتے ہیں، فی السیف المسلول للتقی السبکی من الشفاء واقرہ ان فقہاء الاندلس افتوا باراقۃ دم من وصفہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالفقر فی اثناء مناظرتہ بالیتیم ثم زعم ان زھدہ لم یکن قصدا ولو قدر علی الطیبات اکلھا وذکر البدر الزرکشی عن بعض الفقھاء المتاخرین انہ کان یقول لم یکن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقیرا من المال ولا حالہ حال الفقر بل کان اغنی الناس باللہ تعالٰی فقد کفی امر دنیاہ فی نفسہ وعیالہ وکان یقول فی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم احینی مسکینا ان المراد استکانۃ القلب لا المسکنۃ التی ھی ان لا یجد ما یقع موقعا من کفایتہ وکان یشدد النکیر علی من یعتقد خلاف ذالک اھ واما خبر الفقر فخری وبہ افتخر فموضوع وقد صح انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استعاذ من فتنۃ الفقر کما استعاذ من فتنۃ الغنی۔ ان الفاظ کے ناجائز اور حرام ہونے پر یہ عبارات متظافرہ ہیں اور فتوائے فقہائے اندلس وامام ابو الحسن قابسی وتقریرات امام قاضی عیاض وامام تقی الملۃ والدین سبکی وتوضیحات علی قاری میں ان پر حکم تکفیر ہے، اقول وباللہ التوفیق، توفیق جامع وتحقیق لامع یہ ہے کہ ان اوصاف کا اطلاق بروجہ تقریر واثبات خواہ حکم قصدی میں ہو یا وصف عنوانی میں اگر قول قائل کے سیاق یا سباق یا سوق یا مساق سے طرز تنقیص ظاہر وثابت ہو یقیناً کفر ہے اور اگر ایسا نہیں اور قائل جاہل ہے اور صادر نادر اور وہ اس پر غیر مصر تو ہدایت وتنبیہ وزجر وتہدید کریں اور حاکم شرع اس کے مناسب حال تعزیر دے کہ وہ ضرور سزاوار سزا ہے اور اگر قائل

مدعی علم ہے یا ایسے کلمات کا عادی یا بعد تنبیہ بھی ان پر مصر تو مریض القلب بد دین گمراہ مستحق عذاب شدید ہے، سلطان اسلام اسے قتل کرے گا اور زمین کو اس کی ہستی ناپاک سے پاک اور عام مسلمانوں کو اس کی صحبت و مجالست سے احتراز لازم اور اسے واعظ یا امام نماز بنانا اس کا وعظ سننا اس کے پیچھے نماز پڑھنا ممنوع و حرام، وھذا ما قال الامام ابن حجر المکی و نقلہ فی النسیم مقرا علیہ عند ذکر فتیا الامام ابی الحسن القابسی المذکورۃ الظاھر ان من ھبنا الایابی ذٰلک لما فی عبارتہ من الدلالۃ علی الازراء فان ذکر یتیم ابی طالب فقط لم یکن صریحا فی ذٰلک فیما یظھر نعم ان کان السیاق یدل علی الازراء کان کما لو جمع بین اللفظین اھ کلمات بے ادبی کا معاذ اللہ خود کہنا درکنار دوسرے کا کہا ہوا بے غرض رد و انکار لوٹنے پر شفا شریف میں فرمایا، اما اباحۃ حکایۃ قولہ لغیر ھذین المقصدین فلا اری لھا مدخلا فلیس التفکہ بعرض النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاحد بمباح وذکرھا علی وجہ الحکایات و احادیث الناس و الخوض فی قیل و قال و ما لا یعنی فکل ھذا ممنوع و بعضہ اشد فی المنع و العقوبۃ فما کان من الحاکی لہ علی غیر قصد او معرفۃ بمقدار ما حکاہ اولم تکن عادتہ اولم یکن الکلام من البشاعۃ حیث ھو و لم یظھر علی حاکیہ استحسانہ و استصوابہ زجر عن ذٰلک ونھی عن العودۃ الیہ وان قوم ببعض الادب فھو مستوجب لہ وان کان لفظہ من البشاعۃ حیث ھو کان الادب اشد وان اتھم ھذا الحاکی فیما حکاہ انہ اختلقہ و نسبہ الی غیرہ او کانت تلک عادۃ لہ او ظھر استحسانہ لذٰلک فحکم ھذا حکم الساب نفسہ یؤاخذ بقولہ ولا تنفعہ نسبتہ الی غیرہ فیبادر بقتلہ ویعجل الی الھاویۃ امہ ظاہر ہے کہ زید بے قید جس کے حال سے سوال ہے اگر قسم اول میں ہے تو ضرور اس پر حکم کفر ہے، سائل نے اس کا پورا کلام نقل نہ کیا جس کے سیاق و سباق سے حال کھلتا اور اگر اس قسم سے بچ بھی جائے تو قسم سوم سے ہونا یقینی کہ وہ مدعی علم بنتا وعظ کہتا ہے پھر مسلمانوں کے ہدایت کرنے پر بھی باز نہ آیا مصر رہا، یہ سب اس کے تین الفاظ سابقہ پر ہے، رہا لفظ بیچارہ وہ ان سب سے سخت تر، بیچارہ وہ کہ کسی بلا میں گرفتار اور بیکس بےبس بے یاور بے یار ہو جو اس سے خلاص کا کوئی حیلہ نہ پائے یہ ضرور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کے رب عزوجل پر افترا اور قرآن عظیم کی تکذیب اور کفار ملاعنہ کی تصدیق ہے جنھوں نے بکا تھا، ان محمدا ودعہ ربہ "محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان کے رب نے چھوڑ دیا، جس پر سورہ والضحٰی شریف نازل ہوئی، والضحٰی o والیل اذا سجی o ما ودعک ربک وما قلی o وللاٰخرۃ خیر لک من الاولٰی o اے پیارے تمہارے روئے رخشاں کی قسم تمہاری زلف مشکیں کی قسم نہ تمھیں تمہارے رب نے چھوڑا نہ بیزار ہوا، جو آن آگے آتی ہے تمہارے لئے گزشتہ آن سے بہتر ہے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، کیا معاذ اللہ ان کو اس ناپاک لفظ سے تعبیر کیا جائے گا، جن کا رب فرماتا ہے، الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اگر تم کوئی ان کی مدد نہ کرو تو اللہ واحد قہار ان کا مددگار، کیا معاذ اللہ ان کو کہا جائے گا، جن کے لئے ان کا مولٰی عزوجل فرماتا ہے فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین والملئکۃ بعد ذٰلک ظھیر o بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد فرشتوں کی فوجیں ان کی مدد کو حاضر ہیں، کیا معاذ اللہ ان کو کہا جائے گا جو اس ظاہری تنہائی اور ایک جہان برسر عداوت و پرخاش ہونے کی حالت میں اپنے یار غار سے فرماتے

تھے لا تحزن ان اللّٰہ معنا، غم نہ کرو بیشک اللّٰہ ہمارے ساتھ ہے، تو یہ ملعون کلمہ ان پہلوں سے بھی ملعون وخبیث تر ہے، زید بعید خود بھی جانتا تھا کہ یہ سب سے بدتر ہے، ولہذا ایک بار کہ بناوٹ پر آیا اسی کو سوچ بچار بنایا اور اس سے بھی ہزار درجہ ملعون تر اس کا وہ ناپاک نجس گندا خبیث قول ہے کہ میں نے تو یہی کہا ہے، اللّٰہ تعالٰی یوں فرماتا ہے اس سے کھل گیا کہ وہ مزور بددین گمراہ فاسد العقیدہ مختل الایمان بلکہ ظاہرا بالقصد مرتکب توہین حضور سید الانس والجان ہے صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم، اس کا وعظ سننا حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس سے ملنا جلنا حرام، اسے سلام علیک کرنا حرام، اپنی تقریب میں اسے بلانا حرام، اپنا کوئی دینی کام اگرچہ صرف نکاح خوانی ہو اسے سپرد کرنا حرام، قال اللّٰہ تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین، اس حالت شر وضلالت پر جو اس کے معاون ہیں سب اسی کی مثل ہیں اور ان سب کے یہی احکام، قال اللّٰہ تعالٰی ومن یتولھم منکم فانہ منھم، طہر اللّٰہ الارض من خبثھم وخبث امثالھم ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ اجمعین آمین، واللّٰہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ ازکاکوری درگاہ تکیہ شریف کاظیہ، مرسلہ سید سبط احمد صاحب خادم درگاہ، ۲۳/ رمضان ۳۵ھ

(۱) اگر کوئی مسلمان قبل شروع رمضان المبارک یہ لفظ استعمال کرے کہ ہندو ہوتے تو بہتر یہ تیس روزے تو نہ رکھنا پڑتے،

(۲) دوسرا شخص ایسے لفظ بفصاحت بیان کرے کہ اللّٰہ پاک نے یہ تیس روزے بنائے ہیں پوری قید ہے، بھوک پیاس لے کر آتے ہیں، بڑا ظلم ہے، رمضان بڑے ظالم ہیں، لیکن جو ظلم کرتا ہے تھوڑے دن رہتا ہے،

الجواب یہ دونوں شخص یقیناً کافر مرتد ہیں اگر عورت رکھتے ہوں تو ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں، عورتوں کو اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہیں نکاح کرلیں، یہ کافر اگر توبہ نہ کریں از سر نو اسلام نہ لائیں تو مسلمانوں کو ان سے میل جول حرام سلام کلام حرام، بیمار پڑیں تو انھیں پوچھنے جانا حرام، مرجائیں تو ان کے جنازے میں شرکت حرام، انھیں غسل دینا حرام، ان پر نماز پڑھنا حرام، ان کا جنازہ کندھے پر رکھنا حرام، جنازے کے ساتھ جانا حرام، مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام، ان کے اقارب اگر حکم شریعت مانیں تو ان کی موت پر ان کی لاشیں دفع عفونت کے لئے بھنگی چماروں سے ٹھیلے پر ڈلوا کر مسلمانوں اور کافروں سب کی مقابر سے جدا کسی تنگ گڑھے میں کتے کی طرح پھنکوا کر اوپر سے پاٹ دیں، وذٰلک جزاء الظٰلمین، واللّٰہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از ملوک پور مرسلہ مولوی شفاعت اللّٰہ صاحب طالب علم مدرسہ اہل سنت ۹/ شوال ۳۵ھ

زید ایک مسجد کا امام ہے اور بکر بوجہ باہم شکر رنجی زید کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تھا بنائے شکر رنجی اول یہ ہے کہ زید داڑھی کترواتا تھا دوم یہ کہ زید بکر سے منافقانہ رسم رکھتا تھا کیونکہ ایک مرتبہ چند اہل محلہ وغیرہم نے زید اور بکر کے درمیان اس شکر رنجی کو دفع کرکے صلح کرادی تھی اور قرآن پاک درمیان میں دیا تھا، مگر قرآن پاک دینے پر بھی زید کا بغض نہ گیا اور وہ وقتاً فوقتاً اپنے منافقانہ برتاؤ سے اپنا بغض ظاہر کرتا رہا مگر اس مصالحت کے بعد زید نے چند دنوں کے لئے داڑھی چھوڑ دی جس پر بکر زید کے پیچھے نماز پڑھنے لگا، چند روز کے بعد زید نے بکر پر ایک الزام لگایا جس کو اہل محلہ نے بعد تحقیق جھوٹا پایا اس پر بکر نے زید سے دریافت کیا کہ میرے

اور تمھارے درمیان کلام پاک دیا گیا تھا پھر تم نے مجھ سے کیوں بغض رکھا اور کیوں میرے اوپر تہمت لگائی اس پر زید نے صریحاً جواب دیا کہ ایک قرآن شریف کیا اگر دو قرآن شریف درمیان ہو جائیں گے تب بھی تیری جانب سے میرا بغض نہ جائے گا، ایسی صورت میں زید کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

الجواب محبت و بغض قلبی حالت اختیار بشر میں نہیں، لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا قسمی فیما املک فلا تؤاخذنی فیما لا املک۔ زید کے اس قول کو اس معنی پر محمول کرنا چاہئے کہ جب بھی میرا بغض نہ جائے گا کہا ہے نہ کہ جب بھی تیرا بغض نہ چھوڑوں گا، ہاں اگر بغض بلا وجہ شرعی ہے اور اس پر کار روائی کرتا ہے، جیسے جھوٹی تہمتیں لگانا اور اس امر میں مشہور ہے تو فاسق معلن ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اسے امام بنانا گناہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ عبدالغنی رنگ ساز بریلی محلہ عقب کوتوالی، ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیر کے ساتھ مرید کو کیا عقیدہ رکھنا چاہئے ایا یہ کہنا چاہئے کہ میرا بخشنے والا وہی ہے یا یہ کہ اس کے وسیلہ سے بخشا جاوے گا جیسا کہ ایک شخص (زید) ہے وہ یہ کہتا ہے کہ بخشنے والا اور دینے والا پیر ہی ہے اور عمرو یہ کہتا ہے کہ پیر بخشنے والا نہیں بلکہ ان کے وسیلہ سے ان کے مرید بخشے جاویں گے اور بغیر وسیلہ پیر کے دربار خدا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک رسائی نہیں، اور اس امر میں زید ہمیشہ عمرو سے خلاف ہے، اب فیصلہ فرما دیں کہ دونوں میں سے کون حق پر ہے اور کون ناحق، اور جو حق پر نہیں ہے اس کو توبہ کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب عمرو حق پر ہے اور زید کے وہ الفاظ کہ بخشنے والا اور دینے والا پیر ہی ہے اپنے ظاہر پر بہت شنیع ہے اور اگر اس کا ظاہر ہی اعتقاد و قائل ہو صریح کفر ہے بہر حال زید کو توبہ چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ لکھیم پور ضلع کھیری محلہ نئی بستی مرسلہ محمد غفران الحق صاحب، ۶ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا بسبیل تذکرہ کیا اس کو خبر تھی تمھارے دل کی، یعنی کیا خدا جانتا تھا تمھارے دل کی بات کو، تو اس بات کے کہنے سے اس نے خدا کی صفت علم سے انکار کیا یا نہیں اور اس کلمہ کے کہنے سے وہ عورت خارج از ایمان ہوئی یا نہیں اور ایمان سے خارج ہونے کی وجہ سے اس مرد کے نکاح میں رہی یا منکر بصفت علم باری تعالٰی ہونے کی وجہ سے ایمان جاتا رہا اور ایمان جانے کی وجہ سے اپنے خاوند کے جو کہ مسلمان ہے نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں اب وہ عورت توبہ کرکے بغیر عدت کے ایام گزارے اور بغیر دوسرے مرد سے نکاح کئے اپنے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے اور پہلا مہر خاوند کو دینا ہوگا یا ساقط ہوگیا، بینوا توجروا۔

الجواب سائل نے ان زن و شو کا اول سے مکالمہ نہ لکھا جس سے اس قول زن کے معنی متعین ہوتے اس میں وہ پہلو بھی نکلتا ہے جس سے سلب علم نہ ہو مثلاً مرد نے دعوی کیا کہ فلاں وقت میرے دل میں یہ بات تھی عورت نے اس پر مرد سے یہ کہا کہ اللہ تعالٰی کو اپنے دل میں اس وقت یہ بات ہونے کا گواہ کرے لہذا یہ الفاظ کہے، یعنی کیا تمھارے دل میں یہ ارادہ ہونا علم الٰہی میں تھا اس صورت میں لزوم محظور نہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے، وجعلوا للہ شرکاء قل سموھم ام تنبئونہ بما لا یعلم فی الارض، نیز ممکن ہے کہ

استفہام تقریری ہو یعنی اس سے اقرار لینا چاہا کہ اللہ تعالٰی علیم بذات الصدور ہے، جب وہ اقرار کرتا تو آگے اس پر تفریع کرلی مثلاً یہ کہ جب وہ دلوں کی خبر رکھتا ہے کیوں فاسد ارادہ دل میں لاتے ہو تو ایسے محمل سوال پر کوئی حکم نہیں ہوسکتا، ہاں اگر ثابت و محقق ہو کہ عورت نے وہ الفاظ معاذ اللہ نفی علم کے لئے کہے تو بے شک کلمہ کفر تھے، اس روایت کی بنا پر جس پر اب فتوی ہے نکاح سے نہ نکلی اگر وہ توبہ اور تجدید اسلام کرے تو نظر بظاہر الروایہ دو گواہوں کے سامنے تجدید نکاح کرلیں اس سے زیادہ کی حاجت نہیں اور مہر کسی حال میں ساقط نہ ہوا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مرسلہ سید ایوب علی صاحب ساکن بریلی محلہ کنگران، ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بلا نکاحی عورت اپنے گھر میں رکھتا ہے، چند مسلمانوں نے زید سے ہر چند کہا کہ تو اپنا نکاح کرلے زید نے جھوٹ کہا کہ میرا نکاح ہوچکا ہے میں اب نہ کروں گا اور کسی کو اس کے نکاح کی خبر نہیں ہے، مسلمانوں نے کہا کہ تو مسلمان نہیں ہے جو شرعی حکم نہیں مانتا ہے زید نے جواب دیا کہ ہاں میں مسلمان نہیں ہوں، لہذا اب مسلمانوں نے زید کو اپنی محفل سے اٹھا دیا بعد چندے زید کہتا ہے کہ آپ میرا نکاح کردو لہذا سوال ہے کہ از روئے شرع شریف زید کے واسطے کیا حکم ہے، والسلام

الجواب وہ سب لوگ گنہگار ہوئے، جنھوں نے اسے کہا کہ تو مسلمان نہیں اور جب وہ ایک عورت کو بی بی کی طرح گھر میں رکھتا اور کہتا تھا کہ میرا نکاح ہوچکا ہے تو اسے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہ تھی نہ ان لوگوں کو نکاح نہ معلوم ہونے سے نکاح نہ ہونا لازم تھا ان لوگوں نے اپنی نادانی سے برخلاف شرع اسے اتنا تنگ کیا کہ آخر شیطان نے اس سے کہلوا دیا کہ ہاں وہ شخص مسلمان نہیں ہے اس کہنے سے اس کا ایمان جاتا رہا اور نکاح اگر کیا بھی تھا باطل ہوگیا اب وہ پھر مسلمان ہو کر اس کے بعد عورت کی رضامندی سے اس سے نکاح کرے اور یہ سب لوگ بھی توبہ کریں جنھوں نے ناحق تنگ کرکے یہاں تک نوبت پہنچائی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر محلہ ذخیرہ مسجد بنیاریان مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب طالب علم درجہ اول مدرسہ اہل سنت وجماعت ۱۱ محرم ۱۳۳۶ھ

(۱) عرض این ست کہ شخصے وعظ گفت، گفت کہ شہید را بر نبی پنج فضیلت زیادہ دارد حدیث بیان کرد راست ست یا نہ بر امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ بسیار تجاوز زبان کرد کہ در مصنف ابی الشکور تکذیب وے کردی یعنی سر برچوگان و بر لاشش مبارک اسپ راندن و مستورات را بے پردہ بردن وغیرہا راست ست یا نہ، وگفتہ ابو الشکور در مصنف خود کہ یزید دوازدہ سردار خود را گفت کہ من شما امر نکردم بودم بقتل وے،

(۲) دیگر گفت کہ شہادت ناقصہ امام حسن را دادہ شد شہادت کاملہ امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ دادہ شد و رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شہید نشدہ وگفت در بیان این حدیث کہ بر حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شہید فضیلت دارد معاذ اللہ بواسطہ جناب راست راست یا نہ

الجواب (۱) غیر نبی را بر نبی تفضیل کفر است اگر فضل جزئی مراد دارد نیز بے ادب و بدزبان و بدخواہ مسلمانان و برہم زن دین و ایمان ست و تجاوز از حد ظلم است و بغض او کفر و سائرش حرام، قال تعالٰی ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ وہمچون مظالم ملعونہ غیر ثابتہ و ثابتہ از پہلوئے اہانت اہل بیت کرام را تہی نیست. فضائل و مناقب آنہا نشر باید نہ آنچنانکہ در شمار زبونان

وحشتگاں وبیچارگاں باشند ؎

کردم از عقل سوالے کہ بگو ایمان چیست　　　عقل در گوشِ دلم گفت کہ ایمان ادب است

ومارا بایزید وافعال واقوال ظالمانہ ومنافقانۂ آں پلید کارے نیست، اعاذنا اللہ تعالٰی منہ وامثالہ،

۲ سخن اول بے ادبی وسخن آخر کفر، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ

خدا کو ہر جگہ حاضر کہنا کیسا ہے؟

الجواب اللہ عزوجل جگہ سے پاک ہے یہ لفظ بہت برے معنی کا احتمال رکھتا ہے اس سے احتراز لازم ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از ریاست بہاولپور مقام فرید آباد ڈاکخانہ غوث پور مرسلہ مولوی نور احمد صاحب فریدی ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ھو الحق: بشرف ملاحظہ عالیہ عالی جناب حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مدظلہم العالی مجددِ ماۃ حاضرہ یا حضرت اقدس دام فیوضاتکم العالیہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، صد آداب نیازمندانہ بجالاکر عارض ہوں کہ اس جگہ دربارہ مسئلہ وحدۃ الوجود وسماع علماء میں سخت اختلاف ہے، زید کہتا ہے مسئلہ وحدۃ الوجود حق ہے اور صحیح ہے جو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیائے عظام علیہم الرضوان کا مشرب ہے اور سماع لاھلہ شرعًا درست ہے ہر دو مسائل کا ثبوت کتب اسلامیہ سے موجود ہے، بکر اس کے برخلاف ہے اور فتوٰی دیتا ہے کہ مشرب وحدۃ الوجود والے تمام کافر ہیں اور سماع بلاتخصیص مطلق حرام ہے اور اس کا مرتکب معاذ اللہ ملعون وکافر ہے اور ہر دو مسائل کا ثبوت کسی کتاب اسلامی میں نہیں فلہذا بکمال ادب معروض کہ بحوالہ کتب معتبرہ فتوائے خود سے امت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بواپسی جواب سرفرازی بخشیں کہ ان میں سے کون حق پر ہے اور کون کافر تاکہ تشویش اور خطرہ ایمانی بین المسلمین نہ آئے۔ والاجر علی اللہ،

الجواب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہاں تین چیزیں ہیں، توحید، وحدت، اتحاد، توحید مدارِ ایمان ہے اور اس میں شک کفر، اور وحدت وجود حق ہے، قرآن عظیم واحادیث وارشادات اکابر دین سے ثابت اور اس کے قائلوں کو کافر کہنا خود شنیع خبیث کلمۂ کفر ہے، رہا اتحاد وہ بیشک زندقہ والحاد اور اس کا قائل ضرور کافر، اتحاد یہ کہ یہ بھی خدا وہ بھی خدا سب خدا، ع

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی ؏

حاش للہ الٰہ الٰہ ہے اور عبد عبد، ہرگز نہ عبد الٰہ ہوسکتا ہے نہ الٰہ عبد، اور وحدت وجود یہ کہ وجود حقیقی ایک موجود واحد باقی سب ظلال وعکوس ہیں، قرآن کریم میں ہے، کل شیئ ھالک الا وجہہ، صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابن ماجہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، اصدق کلمۃ قالھا الشاعر کلمۃ لبید الا کل شیئ ما خلا اللہ باطل، سب میں سچی زیادہ بات جو کسی شاعر نے کہی لبید کی بات ہے کہ سن لو اللہ عزوجل کے سوا ہر چیز اپنی ذات میں محض بے حقیقت ہے، کتب کثیرہ مفصلۂ اصابہ نیز مسند میں ہے سواد بن قارب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی، فاشھد ان اللہ لا شیئ غیرہ ÷ وانک مامون علی کل غائب، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے سوا

کچھ موجود نہیں اور حضور جمیع غیوب پر امین ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ **اقول** یہاں فرقے تین ہیں، ایک خشک اہل ظاہر کہ حق و حقیقت سے بے نصیب محض ہیں یہ وجود کو اللہ و مخلوق میں مشترک سمجھے ہیں، دوم اہل حق و حقیقت کہ بمعنی مذکور قائل وحدت وجود ہیں، سوم اہل زندقہ وضلالت کہ الہ و مخلوق میں فرق کے منکر اور ہر شخص و شے کی الوہیت کے مقر ہیں ان کے خیال و اقوال اس تقریبی مثال سے روشن ہوں گے، ایک بادشاہ اعلی جاہ آئینہ خانہ میں جلوہ فرما ہے، جس میں تمام مختلف اقسام و اوصاف کے آئینے نصب ہیں، آئینوں کا تجربہ کرنے والا جانتا ہے کہ ان میں ایک ہی شے کا عکس کس قدر مختلف طوروں پر متجلی ہوتا ہے، بعض میں صورت خلاف نظر آتی ہے، بعض میں دھندلی، کسی میں سیدھی کسی میں الٹی، ایک میں بڑی ایک میں چھوٹی، بعض میں پتلی بعض میں چوڑی، کسی میں خوشنما کسی میں بھونڈی، یہ اختلاف ان کی قابلیت کا ہوتا ہے ورنہ وہ صورت جس کا اس میں عکس ہے خود واحد ہے، ان میں جو حالتیں پیدا ہوئیں متجلی ان سے منزہ ہے، ان کے الٹے، بھونڈے، دھندلے ہونے سے اس میں کوئی قصور نہیں ہوتا، وللہ المثل الاعلی، اب اس آئینہ خانے کو دیکھنے والے تین قسم ہوئے، اول ناسمجھ بچے انھوں نے گمان کیا کہ جس طرح بادشاہ موجود ہے یہ سب عکس بھی موجود ہیں کہ یہ بھی تو ہمیں ایسے ہی نظر آرہے ہیں، جیسے وہ ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ اس کے تابع ہیں جب وہ اٹھتا ہے یہ سب کھڑے ہو جاتے ہیں، وہ چلتا ہے یہ سب چلنے لگتے ہیں وہ بیٹھتا ہے یہ سب بیٹھ جاتے ہیں تو عین یہ بھی اور وہ بھی مگر وہ حاکم ہے یہ محکوم اور اپنی نادانی سے نہ سمجھا کہ وہاں تو بادشاہ ہی بادشاہ ہے یہ سب اسی کے عکس ہیں، اگر اس سے حجاب ہو جائے تو یہ سب صفحہ ہستی سے معدوم محض ہو جائیں گے، ہو کیا جائیں گے اب بھی تو حقیقی وجود سے کوئی حصہ ان میں نہیں حقیقۃً بادشاہ ہی موجود ہے باقی سب پرتو کی نمود ہے، دوم اہل نظر و عقل کامل وہ اس حقیقت کو پہنچے اور اعتقاد بنائے کہ بیشک وجود ایک بادشاہ کے لئے ہے موجود ایک وہی ہے یہ سب ظل و عکس ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلا وجود نہیں رکھتے اس تجلی سے قطع نظر کرکے دیکھو کہ پھر ان میں کچھ رہتا ہے، حاشا عدم محض کے سوا کچھ نہیں اور جب یہ اپنی ذات میں معدوم و فانی ہیں اور بادشاہ موجود، یہ اس نمود وجود میں اسی کے محتاج ہیں اور وہ سب سے غنی یہ ناقص ہیں وہ تام، یہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں اور وہ سلطنت کا مالک، یہ کوئی کمال نہیں رکھتے، حیاۃ علم، سمع بصر قدرت ارادہ کلام سب سے خالی ہیں اور وہ سب کا جامع تو یہ اس کا عین کیونکر ہو سکتے ہیں لاجرم یہ نہیں کہ یہ سب وہی ہیں بلکہ وہی وہ ہے اور یہ صرف اس تجلی کی نمود، یہی حق و حقیقت ہے اور یہی وحدۃ الوجود، سوم عقل کے اندھے سمجھ کے اوندھے ان ناسمجھ بچوں سے بھی گئے گزرے انھوں نے دیکھا کہ جو صورت بادشاہ کی ہے وہی ان کی، جو حرکت وہ کرتا ہے یہ سب بھی، تاج جیسا کہ اس کے سر پر ہے بعینہٖ ان کے سروں پر بھی، انھوں نے عقل و دانش کو بیٹھ دے کر بکنا شروع کیا کہ یہ سب بادشاہ ہیں اور اپنی سفاہت سے وہ تمام عیوب و نقائص نقصان قوابل کے باعث ان میں تھی خود بادشاہ کو ان کا مورد کر دیا کہ جب یہ وہی ہیں تو ناقص عاجز محتاج الٹے بھونڈے بدنما دھندلے کا جو عین ہے قطعا انھیں ذمائم سے متصف ہے، تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔ انسان عکس ڈالنے میں آئینے کا محتاج ہے اور وجود حقیقی احتیاج سے پاک وہاں جسے آئینہ کہئے وہ خود بھی ایک ظل ہے پھر آئینے میں انسان کی صرف سطح مقابل کا عکس پڑتا ہے، جس میں انسان کے صفات مثل کلام و سمع و بصر و علم و ارادہ و حیات و قدرت سے اصلاً نام کو بھی کچھ نہیں آتا لیکن وجود حقیقی

عز جلالہ کے تجلی نے اپنے بہت ظلال پر نفس ہستی کے سوا ان صفات کا بھی پرتو ڈالا یہ وجوہ اور بھی ان بچوں کی نافہمی اور ان اندھوں کی گمراہی کی باعث ہوئیں اور جن کو ہدایت حق ہوئی وہ سمجھ لئے کہ ؎

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

انھوں نے ان صفات اور خود وجود کی دو قسمیں کیں، حقیقی، ذاتی کہ متجلی کے لئے خاص ہے اور ظلی عطائی کہ ظلال کے لئے ہے اور حاشا یہ تقسیم اشتراک معنی نہیں بلکہ محض موافقت فی اللفظ، یہ ہے حق حقیقت وعین معرفت وللہ الحمد۔ الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق صلی اللہ تعالٰی علیھم وعلٰی سیدھم ومولاھم وبارک وسلم، سماع مجرد کہ جملہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو بلاشبہ اہل کو مباح بلکہ مستحب ہے اس پر انکار ستر صدیقوں پر انکار ہے اور معاذ اللہ صدیقین کی تکفیر کرنے والا خود کفر اخبث کا سزوار ہے اس کی تفصیل فتاوی فقیر خصوصاً رسالہ اجل التحبیر میں ہے ہاں مزامیر شرعاً ناجائز ہیں، حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنہ، فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں، مزامیر حرام ست [1] اور اہل اللہ کسی معصیت الٰہی کے اہل نہیں، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از کھنڈل ضلع اکیاب ملک برہما مرسلہ محمد بدیع الرحمٰن، ۲۴ / ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

اندریں کہ شخصے عالمے را درا ثنائے سخن بدیں گونہ دشنام داد کہ چہ ذکر علم تحصیل نمودی وچہ ذکر عالم ہستی پس سب علم وعالم معاً واتصاف آں باذکر وآلۂ تناسل توہین علوم دین وہتک عالم متین ست یانہ بر شق اول بر شاتم موصوف چساں حکم حسب شرع محمدی عائد شود، بینوا بالدلیل

الجواب فقہائے کرام توہین عالم را کفر داشتہ اند، در مجمع الانہر ست، من قال للعالم عویلم علی وجہ الاستخفاف کفر، آنجا اگر تاویلے راہی بود توہین علم دین خود کفر خالص است، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از کشمیر خاص محلہ رنگریزان بخانۂ منشی چراغ ابراہیم براستہ جہلم مرسلہ محمد یوسف صاحب ۲۴ ربیع الاول ۳۶ھ

(۱) کوئی شخص فقہ کا انکار کرے کہ میرا فقہ پر ایمان نہیں ہے تو کیا وہ مسلمان ہے یا کافر،

(۲) اگر وعظ میں کوئی کہے کہ بعد خدا کے درجہ عالم کا ہے، فقط تو اس کا کیا حکم ہے،

(۳) اگر کوئی یوں کہے کہ آدم علیہ السلام نے کپڑا بنا ہے اور داؤد علیہ السلام نے آہن گروں کا کام کیا ہے اور فلاں پیغمبر نے حجام کا کام کیا تو اس میں کیا بے عزتی نبیوں کی ہے یا نہیں۔

الجواب (۱) فقہ کا انکار قرآن مجید کا انکار ہے، قال اللہ فلو لا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین' اور قرآن مجید کا انکار کفر،

(۲) اگر اس نے عالم سے مراد یہی عرفی علماء لئے جنھیں مولوی کہتے ہیں تو یہ کلمہ کفر ہوگا کہ اس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر علماء کی تفضیل لازم آتی ہے اور اگر مطلق عالم مراد لیا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی شامل ہے تمام عالم سے اعلٰی واعلم تو وہی ہیں'

تو ضرور حق ہے اور جب بات محتمل ہے تو قائل پر کوئی حکم نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے قرائن کلام سے متعین نہ ہوتا ہو،

۳ حجام کا کام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف نسبت کرنا تو اس شخص کا افتراء ہے، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کپڑا بننا سکھایا گیا، داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے لوہا نرم کیا گیا کہ وہ اس سے زرہیں بناتے یہ بیان اگر اس نے محل توہین میں کیا تو کافر مرتد ہے اور اگر کسی محل صحیح میں نیت صحیح سے تو حرج نہیں اور اگر نہ کوئی نیت فاسدہ تھی نہ صحیحہ ویسے ہی بے معنی حکایات کے طور پر بیان کیا تو بے ادب ہے اور قابل تعزیر، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از شہر کہنہ محلہ قاضی ٹولہ مرسلہ حاجی سعد الدین صاحب، ۳۰ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

تفضل حسین نے ایک جلسہ عام میں ممبر پر بیٹھ کر یہ کہا کہ آج میں ایک ایسی بات بیان کرتا ہوں جو آج تک حاضرین جلسہ نے سنی ہو کیونکہ کسی عالم اور کسی فقیر نے آج تک بیان نہیں کیا وہ بات یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے دولت خانے پر تشریف لائے آپ کی سوئی گر گئی تھی وہاں اندھیرا تھا اس کو وہ تلاش کر رہی تھیں تاریکی کی وجہ سے نہ ملتی تھی، حضور نے تبسم فرمایا دندان اقدس کی روشنی سے وہ سوئی مل گئی، حضور نے خیال فرمایا کہ میرے دانت ایسے روشن ہیں کہ آج تک کسی کے ایسے نہ ہوئے اس تکبر کی وجہ سے حضور کا دندان اقدس جنگ احد میں شہید ہوگیا، **۲** حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رات رات بھر کھڑے ہو کر عبادت کرتے تھے اس وجہ سے پاؤں شریف پر ورم آگیا، کسی صاحب نے یہ عرض کیا کہ حضور پتھر آگ میں گرم کرکے سینکیں حضور نے جس وقت پتھر آگ میں ڈالا اس نے اللہ تعالٰی سے فریاد کی حکم ہوا کہ ہم اس کا بدلہ تجھ کو دیں گے ان الفاظ سے توہین ہوئی یا نہیں، اور ہوئی ہے تو کس حد تک، یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں یا غلط، اس کے بیان کرنے والے کے لئے کیا حکم ہے اور سامعین پر اس کا گناہ ہے یا نہیں اگر ہے تو وہ کس طرح اس گناہ سے بری ہوں،

الجواب پہلی روایت کہ تبسم فرمانے سے سوئی مل گئی یہاں تک ٹھیک ہے، اس کے بعد جو اس بیان کرنے والے نے بڑھایا ہے وہ صریح کذب و افتراء ہے اور اس کے ساتھ جو اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت معاذ اللہ تکبر کا لفظ کہا وہ صریح کفر ہے وہ ایمان سے نکل گیا اور اس کی عورت نکاح سے نکل گئی، جیسے مجمع میں اس نے وہ ناپاک ملعون لفظ کہا اسے حکم ہے کہ ویسے ہی مجمع میں توبہ کرے اور اسلام لائے، اگر نئے سرے سے مسلمان نہ ہو تو مسلمانوں کو اس سے سلام و کلام حرام اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کی شادی غمی میں شریک ہونا حرام بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام اسے غسل و کفن دینا حرام اس کے جنازے کی نماز حرام اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، مرنے کے بعد اسے کچھ ثواب پہنچانا حرام بلکہ اس کے کفر پر مطلع ہو کر جو کوئی اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا کوئی معاملہ کرے گا اور اسے مسلمان جانے گا بلکہ اس کے کفر میں شک کرے گا وہ خود کافر ہوجائیگا شفائے امام قاضی عیاض و بزازیہ و ذخیرۃ العقبٰی و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے، من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر، اور وہ جو دوسری روایت پتھر کی اس نے بیان کی وہ بھی محض جھوٹ اور اس کا افتراء ہے اور اگر توبہ نہ کرے تو وہ روایت اس پر جہنم کے پتھر برسائے گی وہ لوگ جو ایسے کو بیان کرنے کے لئے بٹھاتے ہیں اور اس کا بیان سنتے ہیں سب سخت گنہگار ہیں اور اگر اس

پہلی روایت کو سن کر پسند کیا تو وہ پسند کرنے والے سب اس کی مثل کافر ہوگئے اور ان کی عورتیں نکاح سے نکل گئیں ان پر توبہ فرض ہے اور ہدایت اللہ کے ہاتھ، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از کٹک بخشی بازار مرسلہ داور علی خاں صاحب بہادر ۸ رجمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ایک اشتہار بجنسہ روانہ خدمت کرتا ہوں اس میں نمبر۱۵ میں جو لکھا ہے اس سے مسلمانان کٹک بہت الجھن میں پڑ گئے ہیں کیونکہ جس کتاب کے حوالے سے لکھا ہے وہ غیر مقلدین کی کتاب کا حوالہ ہے اس واسطے مکلف ہوں کہ اس کا جواب دیجئے تاکہ مسلمانان کٹک کی بے چینی دور ہو۔

الجواب ظاہراً مسلمانوں کی پریشانی کا باعث یہ ہے کہ اس قول کو صاحب اشتہار کی طرف سے سمجھے حالانکہ اس میں وہابیہ کا قول نقل کیا ہے یہ قول وہابیہ کے پیشوا اسمٰعیل دہلوی کا ہے کہ اس نے تقویۃ الایمان میں لکھا اور شیطنت پر سخت شیطنت یہ کی کہ اس کلمہ کفر کو خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت کیا کہ حضور فرماتے ہیں میں بھی تمہاری طرح ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کا کلمہ اور پھر اسے حضور کی طرف نسبت کرنا دوہرا استحقاق عذاب نار ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء، بیشک اللہ تعالٰی نے حرام کردیا ہے انبیاء کا بدن کھانا زمین پر، فنبی اللّٰہ حی یرزق، اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیے جاتے ہیں، دوسری صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، الانبیاء احیاء فی قبورہم یصلون، انبیاء اپنے مزارات طیبہ میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہم وسلم، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از رادھن پور گجرات قریب احمد آباد مرسلہ حکیم محمد میاں صاحب، ۱۷ رجمادی الثانی ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک مولوی صاحب وعظ میں اس طرح کہتے تھے (اللہ تعالٰی اپنے بندوں کو اپنے کلام پاک میں یوں ارشاد فرماتے ہیں) اور کبھی اس طرح کہتے تھے، (ارشاد فرماتا ہے) کہیں تو اللہ فرماتے ہیں اور کہیں اللہ فرماتا ہے، ایسے کلام کے کہنے سے انسان پر کفر شرک تو لازم نہیں آیا، آتا ہے، گناہ گار ہوتا ہے یا نہیں اور کتابوں کے مصنف نے اللہ فرماتے ہیں کیوں نہیں لکھا اور فرماتا ہے لکھا، کیا وجہ،

(۲) ابھی چند روز کی بات ہے کہ ایک شہر سے فتوی آئے ہیں اس میں کئی مہریں ہیں اس میں لکھا ہے کہ بہشتی زیور سے انکار کرنے والا کافر ہے، اس کی عورت بھی نکاح سے خارج ہوگئی، اقرار و انکار کرنے والے مسلمان ہی ہیں، مسلمانوں کو کافر کہنا جائز ہے، جنہوں نے مسلمانوں کو کافر کہا اسے کیا چاہئے،

الجواب (۱) اللہ عزوجل کو ضمائر مفرد سے یاد کرنا مناسب ہے کہ وہ واحد احد فرد وتر ہے اور تعظیماً ضمائر جمع میں بھی حرج نہیں، اس کی نظیر قرآن عظیم میں ضمائر متکلم میں تو صدہا جگہ ہے، انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون، اور ضمائر خطاب میں صرف ایک جگہ ہے، وہ بھی کلام کافر سے کہ عرض کرے گا، رب ارجعون اعمل صالحا، اس میں بھی علماء نے تحویل فرمادی کہ یہ ارجع کی جمع باعتبار تکرار ہے، یعنی ارجع ارجع ارجع ہاں ضمائر غیبت میں بے ذکر مرجع صیغ جمع فارسی اور اردو میں بکثرت بلا نکیر رائج ہیں، سہ

آسماں بار امانت نتوانست کشید　　　قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

ع، سعدیا روز ازل جنگ بہ ترکاں دادند

ے زرویت ماہ تاباں آفریدند　　　زقدت سروبستاں آفریدند

ایسی جگہ لوگ کارکنان قضاوقدر کو مرجع بتاتے ہیں، بہرحال یوہیں کہنا مناسب ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے، مگر اس میں کفروشرک کا حکم کسی طرح نہیں ہوسکتا نہ گناہ ہی کہا جائے گا بلکہ خلاف اولٰی،

۲ مسلمان کو کافر ٹھہرانا کفر ہے مگر اس کی کیا شکایت کہ بہشتی زیور کا مصنف اور اس کے ماننے والے وہی ہیں جن کو علمائے حرمین شریفین فرماچکے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از کھنوڑہ ضلع ہوشیار پور مرسلہ امجد علی خاں صاحب معرفت مولوی شفیع احمد صاحب بیسلپوری متعلم مدرسہ اہل سنت وجماعت ۱۲ر جمادی الاخرہ ۳۶ھ

اگر کوئی شخص آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کو بدلیل حدیث انا من نور اللہ نور الٰہی کا جزو مانے اس کا کیا حکم ہے،

الجواب یہ لفظ معنی فاسد کا موہم اور موہم سے بچنا واجب، ردالمحتار میں ہے، مجرد ایہام المعنی المحال کاف فی المنع نور کا اطلاق نفس ذات پر بھی ہے، اللہ نور السمٰوٰت والارض، بلکہ حقیقۃ نور وہی ہے، فان النور ھوالظاھر بنفسہ والمظہر لغیرہ قال الامام حجۃ الاسلام الغزالی، اور حقیقت لغویہ وعرفیہ میں روشنی کو کہتے ہیں وہ ایک عرض اور مخلوق ہے قالہ الامام النووی فی شرح صحیح مسلم، معنی اول پر جزئیت محال اور اس کا ماننا کفر اور معنی دوم پر جزئیت واقع اور اس کا ماننا صحیح لہٰذا ایسے لفظ کے یوں مطلقا اطلاق سے احتراز چاہئے، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از کوہ الموڑہ بانس گلی مرسلہ کریم بخش عرف بہوا، ۱۹ر جمادی الاخرہ ۳۶ھ

ہولی کے موقع پر سربازار مخصوص مسلمانوں کی دوکانوں کے روبرو ٹھہر ٹھہر کے ہنودنے ایسے شرمناک الفاظ میں حملہ کیا ایک گیت گایا جس میں مذمت کلام پاک اور توہین خدا اور رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تھی، وہ الفاظ یہ ہیں گیت مسلمانوں کی لڑکیاں پڑھنے بیٹھیں قرآن۔ اللہ مارے ...... رسول مارے ...... ان الفاظ کو مسلمانان الموڑہ سن کر بذریعہ کچہری چارہ جوئی نہ کریں بلکہ ہنود کے معافی چاہنے پر معافی دینے کو آمادہ ہوجائیں تو شرع کا کیا حکم ہے آیا مسلمان مواخذہ دار ہوں گے یا نہیں،

الجواب الالعنۃ اللہ علی الظٰلمین، وہ بے عزت لوگ شاید مسلمان ہی نہ ہوں گے، جنھوں نے اللہ واحد قہار اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں ایسے ناپاک ملعون الفاظ سنے اور کچھ پرواہ نہ کی ملعون گانے والے کافروں اور خبیث سننے والوں کی ضرور لی بھگت ہوگی وہ خوب جانتے ہوں گے کہ یہ باطن میں کافر اور ان کے دینی بھائی اور انھیں کی طرح ہولی کی آگ میں دینی حمیت اور انسانی غیرت دونوں بھونک بیٹھے ہیں جب تو ان کے سامنے بے دغدغہ اللہ ورسول کو برسر بازار گالیاں دیں اور اس کے ساتھ بے غیرتوں کی بیٹیوں کو کیا کیا لکھائیں، الالعنۃ اللہ علی الظٰلمین، یہ بے عزت اگر واقع میں

مسلمان نہیں ہیں تو انھیں جہنم میں جانے دیں وہاں اور جو مسلمان ہیں ان پر لازم ہے کہ جائز چارہ جوئی انتہا کو پہنچائیں ورنہ اعداء اللہ کو اورشہ ہوگی اور اللہ و رسول کو اور زیادہ گالیاں دی جائیں گی اور اس کا وبال ان سب خاموش رہنے والوں پر پڑے گا، (الا لعنۃ اللہ علی الظلمین) اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقط چند بے غیرتوں کے نہیں کہ ان کے معافی دینے سے معاف ہوجائے اس میں ہر مسلمان مدعی ہے، امام قاضی عیاض شفا شریف میں امام اجل،

(ف:) جواب نامکمل دستیاب ہوا۔

مسئلہ از خیرآباد محلہ شیخ سرائے ضلع سیتاپور مرسلہ امتیاز علی صاحب ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ دونوں مسلمان حنفی المذہب زن و شوہر، ہندہ جاہل بے وقوف اور بدمزاج ہے زید کچھ اپنی معمولی ضرورت بھر پڑھا لکھا ہے اور اپنے مذہب کا پابند ہے، ہندہ کی بے وقوفی سے زید کچھ ناخوش ہوا اس پر ہندہ تندمزاج ہوگئی، حالت تکرار میں غصہ سے زید نے ہندہ سے یہ کہا کہ میں نے تم کو بار بانصیحت کی کچھ سود مند نہ ہوا اور پھر فضیحت اپنی اور تمھاری لوگوں میں کی اس کی بھی تم نے پرواہ نہ کی اب درجہ اذیت کا باقی ہے جو میں تم کو دے سکتا ہوں اور یہ شریعت کی تعلیم ہے گو اذیت دینے کو طبیعت نہیں چاہتی اور اس کے بعد اگر راہ پر نہ آؤ گی تو پھر مجبوراً مجھ کو آخیر درجہ کا جو حکم ہے اس کی تعمیل کرنا ہوگی اگر تم کو میرے ساتھ رہنا منظور نہیں ہے تو تم آزادی حاصل کرسکتی ہو اور میں تم کو آزاد کرسکتا ہوں اس کے بعد جو میرا جی چاہے گا میں کروں گا اور جو تمھارا جی چاہے تم کرنا اور یہ کوئی ایسی بات نہیں کیوں کہ شریعت کا یہ صاف حکم ہے کہ جب کسی طرح نباہ کی شکل نہ ہو تو آزادی ہونا چاہئے۔ اس پر ہندہ نے غصہ میں یہ کہا کہ جو لھے میں جائے ایسی شریعت یا مری پڑے ایسی شریعت پر (۱) اس فقرہ کے جاری کرنے سے عورت کس جرم یا گناہ کی مرتکب ہوئی اور اس کا دفعیہ کیا ہے، (۲) ایسے الفاظ کہنے سے عورت پر ارتداد کا حکم تو نہیں ہوتا ہے، (۳) اگر ارتداد کا حکم عائد ہوتا ہے تو نکاح ہندہ اور زید میں کوئی نقصان ہے یا نہیں (۴) اگر اس فعل سے نکاح میں کچھ نقصان ہوا اور شوہر نے جماع کیا تو یہ فعل کیا ہوا، (۵) اگر ایسی صورت میں جماع کیا اور حمل قرار پاگیا تو اولاد کیا کہلاوے گی، حلالی یا حرامی، (۶) اور اگر کوئی حکم الفاظ بالا کی وجہ سے عورت کے خلاف ہے اور اس نکاح میں کچھ نقصان نہیں تو اس کا دفعیہ کیا ہے،

الجواب ہندہ مرتدہ کافرہ ہوگئی، شوہر پر حرام ہوگئی جب تک توبہ کرکے اسلام نہ لائے اس سے جماع حرام ہے اس جماع سے جو اولاد ہوگی ولد الحرام ہوگی اگرچہ ولد الزنا نہ کہیں ہندہ پر فرض ہے کہ اس ملعون ناپاک لفظ سے توبہ کرے اور از سر نو مسلمان ہو، اس کے بعد زید دو گواہوں کے سامنے اس سے دوبارہ نکاح کرے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر کہنہ محلہ سہسوانی ٹولہ مسئولہ محمد یامین صاحب، ۷ شوال ۱۳۳۷ھ

کافر کو کافر کہنا چاہئے یا نہیں زید کہتا ہے کہ نہیں کہنا چاہئے، اس لئے کہ شاید مرتے وقت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لائے، زید اگر باز نہ آئے تو اس سے سلام علیک جائز ہے یا نا جائز،

الجواب کافر کو ضرور کافر کہا جائے گا زید کا خیال غلط ہے، جہالت پر مبنی ہے اسے سمجھایا جائے اگر نہ مانے تو قابل ترک ہے پھر اس سے سلام علیک نہ کی جائے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از موضع موہن پور ڈاکخانہ دیورنیاں ضلع بریلی مرسلہ نور محمد نورباف، ۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت منکوحہ کو اسی روز اس کے خاوند نے طلاق دی اور اسی روز قاضی صاحب نے اس کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ پڑھا دیا قاضی مذکور سے کہا گیا کہ یہ نکاح ناجائز ہے، کیونکہ اس میں عدت کی ضرورت ہے انھوں نے کہا کہ کچھ ضرورت نہیں ہے ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے پڑھائے ہوں گے انھوں نے کہا کہ سیکڑوں نکاح ہم نے ایسے ہی پڑھائے ہیں حالانکہ وہ عورت بالغ تھی اور اپنے شوہر کے یہاں آتی جاتی اور رہتی تھی اس حالت میں وہ نکاح جائز ہوا یا نہیں اور نکاح پڑھانے والے پر شریعت کا حکم کیا ہے، اس شخص کا نکاح پڑھانا جائز ہے یا نہیں اور ان قاضی صاحب کا بھی نکاح رہا یا نہیں،

الجواب وہ نکاح حرام قطعی ہوا اور اس میں قربت زنائے خالص ہے ان مرد و عورت پر فرض ہے کہ فوراً فوراً جدا ہو جائیں اور عورت پر فرض ہے کہ عدت پوری کرے اس کے بعد نکاح کر سکتی ہے۔ قاضی جو مدت سے نکاح خوانی کر رہا ہے نرا وحشی جنگلی نہیں ہو سکتا، جو مسئلہ عدت سے آگاہ نہ ہو اس حالت میں اس کا کہنا کہ عدت کی کچھ ضرورت نہیں، کفر ہے اس کی عورت نکاح سے نکل گئی اور وہ ایمان سے خارج ہو گیا اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور مسلمان ہو اس کے بعد اس کی عورت راضی ہو تو اس سے دوبارہ نکاح کرے ایسے شخص سے نکاح ہرگز نہ پڑھوایا جائے، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از شہر بریلی کہنہ محلہ گھیر جعفر صاحب مسئولہ امتیاز رسول صاحب، ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مرتبہ کسی جگہ بسم اللہ شریف میں گیا اور وہاں سے جب واپس آیا تو اس کو اپنے دوست عمرو کے گھر پر جانے کا اتفاق ہوا عمرو نے دریافت کیا کہ کہاں گئے تھے زید نے صاف کہہ دیا کہ مجھ کو بسم اللہ شریف میں جانے کا اتفاق ہوا دوسرے دن زید شہر کو کپڑا وغیرہ خریدنے گیا لوٹتے ہوئے جب عمرو کے مکان پر سے گزرا تو عمرو نے بطور مذاق کے دریافت کیا کہ بسم اللہ میں گئے تھے چونکہ زید تھکا ہوا تھا گرمی زیادہ پڑ رہی تھی کچھ ہوش و حواس بجا نہ تھے غلطی سے بے ساختہ اس کی زبان سے یہ کلمہ نکل گیا کہ نعوذ باللہ ستر پڑگئی بسم اللہ تمھیں ہر وقت مذاق ہی رہتا ہے بعدہ زید اتنا کہہ کر بہت شرمندہ ہوا اور اس نے توبہ کر لی مگر پھر بھی وہ لوگ اس کو کافر کہنے لگے انھوں نے تمام لوگوں کو مجبور کر کے کہلوایا کہ یہ کافر ہے حالانکہ اس نے صدق دل سے توبہ کر لی اب اگر اور کوئی طریقہ توبہ کرنے کا ہے وہ تحریر کر دیجئے اور ان لوگوں کی بابت تحریر کیجئے کہ وہ کس حالت میں ہیں جو ایک مسلمان کو توبہ کرنے کے بعد بھی کافر کہیں زید کی مراد لفظ بسم اللہ سے نہ تھی بلکہ اس رسم سے جس میں لوگ بطور شادی وغیرہ کے جمع ہو جاتے ہیں،

الجواب اس میں زید نے برا کیا بہت برا کیا اس پر توبہ فرض تھی وہ اس نے کر لی اس کے بعد جو لوگ اسے کافر کہتے ہیں سخت سخت اشد گنہگار و مستحق عذاب نار ہوتے ہیں، ڈریں ڈریں کہ کہیں خود کفر میں نہ پڑیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، من عیر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ، رواہ الترمذی عن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ وحسنہ،

ای ذنب قد تاب منہ کما فی روایۃ ذکرھا فی الشرعۃ قالہ فی الحدیقۃ الندیۃ، یعنی جو کسی مسلمان بھائی کو توبہ کے بعد اس گناہ کا طعنہ دے وہ نہ مرے گا جب تک خود اس گناہ کا مرتکب نہ ہو، والعیاذ باللہ تعالٰی ھذا فی الذنب فکیف بالاکفار وما لہ من قرار واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ مولوی حشمت اللہ صاحب سنی حنفی قادری رضوی لکھنوی ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کثرھم اللہ تعالٰی ونصرھم وابدھم وایدھم اس مسئلہ میں کہ سنیوں کے محلہ میں ایک قادیانی آکر بسا زید سنی نے مردوں عورتوں کو اس کے گھر میں جانے اس سے خلا ملا میل جول حصہ بخرہ رکھنے سے منع کیا، ہندہ جس کے بیٹے وغیرہم سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہیں اس نے کہا کہ بڑے نمزیہ پڑھ کے ملا ہوگئے ہم عذاب ہی بھگت لیں گے اس بیچارہ قادیانی کو دق کر رکھا ہے تو اب ہندہ کا کیا حکم ہے، بینوا توجروا

الجواب ہندہ نماز کی تحقیر کرنے عذاب الٰہی کو ہلکا ٹھہرانے اور قادیانی کو اس فعل مسلمانان سے مظلوم جاننے اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم وناحق سمجھنے کے سبب اسلام سے خارج ہوگئی اپنے شوہر پر حرام ہوگئی جب تک نئے سرے سے مسلمان ہوکر اپنے ان کلمات سے توبہ نہ کرے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از رامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی، مرسلہ تاج الدین امام مسجد، ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بدمذہب کہتا ہے کہ نور حضرت کا غیر مخلوق ہے۔

الجواب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور یقیناً مخلوق الٰہی ہے، مصنف عبدالرزاق میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، یاجابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ، اے جابر بیشک اللہ تعالٰی نے تمام جہان سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا، جو حضور کے نور کو غیر مخلوق کہے منکر قرآن عظیم ہے، قال اللہ تعالٰی خالق کل شیئ فاعبدوہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از گونا سنٹرل انڈیا ریاست گوالیار مرسلہ محمد صدیق سکریٹری انجمن اسلامیہ ۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ٹوٹکے کراتا ہے بکرا بطور صدقہ مریض کے سرھانے بندھاتا ہے اور مریض کو سوار کراتا ہے (اگر وہ کمسن ہو) پھر اس بکرے کو دفن کراتا ہے اور وہ اس کو ضروری خیال کرتا ہے اور اس پر عامل ہو اور مبتلا ہو اور مرغا گڑواوے اور سیندور وغیرہ لگواوے جو طریقہ سحر ہے، ایا زید مبتلائے شرک ہے یا نہیں اور اس پر توبہ اور تجدید نکاح لازم ہے یا نہیں اور ایسے شخص کو اہل اسلام کو امام اپنا بنانا چاہئے یا نہیں اور اگر مسلمانوں سے کہا جاوے کہ ایسے شخص پر زجر کرنا چاہئے اس کو کم از کم امامت سے معزول کردو اور چندان پڑھ مسلمان یہ کہیں کہ ہم تو زید پر ایمان لائے ہیں تو یہ کیسا ہے اگر زید کے مراسم نیلام کنندہ شراب سے ہوں جو یاری ہے اور آمدنی شراب سے وہ روپئے دیتا ہو اور زید اسے بلا کراہت نہایت خوشی سے خرچ میں لاتا ہو اور اس نیلام کار شراب کے یہاں سے کھانا آتا ہو جو آمدنی شراب سے ہے اور زید بخوشی اسے کھاتا ہو تو زید کو امامت سے معزول

کردینا مسلمانوں کے لئے امر مستحسن ہے یا نہیں اور جوان پڑھے لوگ اس کے امام رہنے پر اصرار کریں ان کی بابت کیا حکم ہے،

الجواب بکرا دفن کرنا اور مرغا گاڑنا اور اسے صدقہ سمجھنا اور خصوصًا ضروری جاننا اور پتلا بنوانا یہ سب افعال شیاطین و ساحران ملعونین ہیں ان کے ساتھ اگر کوئی قول یا فعل یا اعتقاد کفری ہو تو ضرور کفر ہے ورنہ کبیرہ اور سخت کبیرہ اور فاعل فاسق اور عذاب نار کا مستحق اور امامت کا محض نالائق اسے معزول کرنا واجب اور اس کے پیچھے نماز ممنوع و گناہ اور اس کا پھیرنا لازم اور جو اس پر اس کی حمایت کرتے ہیں مورد عذاب و مستحق عقاب ہوتے ہیں خصوصًا وہ کہنے والے کہ ہم تو زید پر ایمان لائے ہیں انھیں تجدید اسلام و نکاح چاہئے اور زید کو بھی جب کہ قولًا یا فعلًا کوئی کفر صریح اس سے ثابت نہ ہو ورنہ خود ہی اس کا نکاح باطل اور اسلام زائل والعیاذ باللہ کافر سے دوستانہ رکھنا مسلمان کو شایاں نہیں، قال اللہ تعالٰی یاایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق، شراب کی آمدنی کہ کافر کے پاس ہے اس کا وہ حکم نہیں جو مسلم کے پاس ہونے کا ہے، کافر کہ بخوشی اپنے مال سے مسلمان کو دیتا ہے مسلمان کو اس کے لینے میں حرج نہیں اور آمدنی سے خریدے ہوئے کھانے میں تو اور توسیع ہے کہ مسلمان کے یہاں بھی جب تک عقد ونقد دونوں حرام زر پر جمع نہ ہوں اس کی خباثت شیئ مشتری کی طرف سرایت نہیں کرتی کما ھو مذھب الامام الکرخی المفتی بہ، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از کانپور محلہ فیل خانہ قدیم مرسلہ مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب ۲۸ صفر ۱۳۳۸ھ

قبلہ کونین وکعبۂ دارین دامت فیوضہم بعد تسلیمات فدویانہ التماس ایں کہ کتاب ارشاد رحمانی تصنیف مولوی محمد علی سابق ناظم ندوہ جن کے بابت ان کے ایک پیر بھائی نے مجھ سے کہا کہ وہ اب سابق افعال و کوشش متعلق ندوہ سے تائب ہوگئے ہیں، واللہ تعالٰی علم حالات مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میں لکھا ہے کہ بخاری شریف کے سبق میں حضرت سلیمان علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پر احمد میاں نے کہا کہ کرشن کے سولہ ہزار گوپیاں تھیں اس پر مولانا مرحوم نے فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان تھے اور مصنف نے ان کے بعد لکھا ہے کہ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ کسی مردے کے کفر پر تاوقتیکہ ثبوت شرعی نہ ہو حکم نہ لگانا چاہئے اور اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ لکل قوم ھاد اس تقدیر پر ہوسکتا ہے کہ رام چندر اور کرشن ولی یا نبی ہوں لہذا فدوی مکلف خدمت فیض درجت ہے کہ کیا حضرت مرزا مظہر جاناں جاناں صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کسی مکتوب وغیرہ میں یہ لکھا ہے اور حضور نے ملاحظہ فرمایا ہے، قول مذکور رام چندر وکرشن مرزا صاحب نے کسی شخص کے خواب کی تعبیر میں فرمایا ہے یہ بھی اس کتاب میں مرقوم ہے، فقط،

الجواب مولوی محمد علی صاحب نہ خیالات سابقہ سے تائب ہوئے نہ اس حکایت کی کچھ اصل جو مولانا فضل الرحمٰن کی طرف منسوب ہوئی نہ یہ بات جناب مرزا صاحب نے کسی خواب کی تعبیر میں کہی بلکہ کسی خط کے جواب میں ایک مکتوب لکھا ہے، اس میں ہندؤں کے دین کو محض بربنائے ظن وتخمین دین سماوی گمان کرنے کی ضرور کوشش فرمائی ہے بلکہ معارف ومکاشفات وعلوم عقلی ونقلی میں ان کا ید طولٰی مانا ہے بلکہ ان کی بت پرستی کو شرک سے منزہ اور صوفیۂ کرام کے تصور برزخ کے مثل مانا ہے اور بحکم لکل امۃ رسول ہندوستان میں بھی بعثت انبیاء ہونا اور ان کے بزرگوں کا مرتبۂ کمال وتکمیل رکھنا لکھا ہے، مگر رام یا کرشن کا نام نہیں بایں ہمہ فرمایا ہے

درشان آنہا سکوت اولٰی ست نہ ما را جزم بکفر و ہلاک اتباع آنہا لازم ست و نہ بیقین بہ نجات آنہا بر ما واجب و مادہ حسن ظن متحقق ست،

یہ اس تمام مکتوب کا خلاصہ ہے ان فقرات کا حال قبل اظہار خود آشکار، اگر یہ مکتوب مرزا صاحب کا ہے اور اگر ان کا بے دلیل فرمانا سند میں پیش کیا جاسکتا ہے تو ان سے بدرجہا اقدم و اعلم حضرت زبدۃ العارفین سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی، سبع سنابل شریف میں کہ بارگاہ رسالت میں پیش اور سرکار کو مقبول ہوچکی، صفحہ ۱۷ میں فرماتے ہیں، مخدوم شیخ ابوالفتح جون پوری را در ماہ ربیع الاول بجہت عرس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام از دہ جا استدعا آمد کہ آن نماز پیشین حاضر شوند ہر دہ استدعا قبول کردند حاضراں پرسیدند اے مخدوم ہر دہ استدعا قبول فرمودید ہر جا بعد از نماز پیشین حاضر باید شد چگونہ میسر خواہد آمد فرمود کشن کہ کافر بود چند صد جا حاضر می شد اگر ابوالفتح دہ جا حاضر شود چہ عجب، بات یہ ہے کہ نبوت و رسالت میں اوہام و تخمین کو دخل نہیں اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اللہ و رسول نے جن کو تفصیلاً نبی بتایا ہم ان پر تفصیلاً ایمان لائے اور باقی تمام انبیاء اللہ پر اجمالاً لکل امۃ رسول اسے مستلزم نہیں کہ ہر رسول کو ہم جانیں یا نہ جانیں تو خواہی نخواہی اندھے کی لاٹھی سے ٹٹولیں کہ شاید یہ ہو شاید یہ ہو کا ہے کے لئے ٹٹولنا اور کاہے کے لئے شاید امنا باللہ و رسلہ ہزاروں امتوں کا ہمیں نام و مقام تک معلوم نہیں وقرونا بین ذٰلک کثیرا قرآن عظیم یا حدیث کریم میں رام و کرشن کا ذکر تک نہیں ان کے نفس وجود پر سوائے تواتر ہنود ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقع میں کچھ اشخاص تھے بھی یا محض انیاب اغوال و رجال بوستان خیال کی طرح اوہام تراشیدہ ہیں، تواتر ہنود اگر حجت نہیں تو ان کا وجود ہی ناثابت اور اگر حجت ہے تو اسی تواتر سے ان کا فسق و فجور و لہو و لعب ثابت پھر کیا معنی کہ وجود کے لئے تواتر ہنود مقبول اور احوال کے لئے مردود مانا جائے اور انھیں کامل و مکمل بلکہ ظناً معاذ اللہ انبیا و رسل جانا مانا جائے، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از رائے پور ممالک متوسط گول بازار مرسلہ مرزا محمد اسمٰعیل بیگ ۲۹ صفر ۱۳۳۸ھ

مندرجہ ذیل مکالمہ اس غرض سے علمائے دین کی خدمت اقدس میں ارسال ہے کہ از راہ کرم جلد تر اس کا جواب دیں کہ قول اصح کس کا ہے اور اس کے دلائل کیا ہیں اللہ تعالٰی آپ حضرات کو اہل سنت والجماعت کا مقتدی بنائے رکھے آمین ثم آمین بینوا توجروا۔ (۱) زید کا قول یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے مثل ایک بشر تھے کیونکہ قرآن عظیم میں ارشاد ہے کہ قل انما انا بشر مثلکم اور خصائص بشریت بھی حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بلاشبہ موجود تھے کھانا پینا جماع کرنا بیٹا ہونا باپ ہونا کفو ہونا سونا وغیرہ امور خواص بشریت سے نہیں ہیں، جو حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بلاشبہ موجود تھے، ہاں اگر کوئی بشریت کی بنا پر حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مساوات کا دعوٰی کرنے لگے تو یہ نالائق حرکت ہے لیکن اس کا کون قائل ہوسکتا ہے سوائے صوفیائے مغلوبین کے کہ وہ بعض مقام پر پہنچ کر غلبہ سکر کی وجہ سے اپنی رفعت کا دم بھرنے لگتے ہیں جیسا کہ عارف بسطامی سے منقول ہے کہ، لوائی ارفع من لواء محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

(۲) عمرو کہتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بشریت ہمارے مثل نہ تھی بلکہ اقوال بزرگان اور پیشوایان امت سے ثابت ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم را ہشت صورت است یکے بشری، قولہ تعالٰی انما انا بشر مثلکم دوم

ملکی چنانچہ فرمودہ است انی لست کاحدکم انی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی، سوم حقی کما قال لی مع اللہ وقت اور کھانا پینا سونا جاگنا جو خصائص بشریت حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں، اس بنا پر اپنے مثل سمجھنا جیسا کہ کفار اور مشرکین کہا کرتے تھے مالھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق، سراسر بے ادبی وگستاخی ہے جیسا مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، ؎

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر | ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور

ایں ندانستند ایشاں از عمی | ہست فرقے درمیاں بے انتہا

یہ تو کفار و مشرکین کا قول تھا اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس انما انا بشر مثلکم کے کہنے پر مامور تھے جس کی دلالت لفظ قل کرتا ہے ورنہ جب ایکم مثلی ارشاد ہوا ہے اسے زید کس معنی پر تاویل کرے گا لہذا اپنے مثل بشر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سمجھنا سوءِ ادب اور اس سے احتراز لازم کیونکہ، ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر | گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

حق تو یہ ہے کہ مسئلہ ہست کہ الجنس الی الجنس یمیل ؛ بہر دل برون من صورت انسان داری، رہا یہ قصہ کہ صوفیائے کرام مثلاً حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ لوائی ارفع من لواء محمد، اسے اس کا یعنی زید کا نالائق حرکت کہنا صوفیائے ربانی اور عارف بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں سخت گستاخی اور سفلہ پن ہے نہ اس سے مساوات کی بو آتی ہے اور نہ فضیلت ہی، استغفر اللہ پائی جاتی ہے بلکہ ان ظاہر بینوں کے لئے جو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بشر سمجھے ہوئے ہیں، ایک تازیانہ ہے ان کا یہ کلام، گفتۂ او گفتۂ اللہ بود، کے مصداق ہے ورنہ، چہ نسبت خاک را با عالم پاک، پس حضور انور اور دیگر بزرگوں علیہم التحیۃ والثناء کے کسی قول و فعل پر انھیں اپنے مثل بشر سمجھنا ضلالت وبددینی ہے کیونکہ ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد، گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی ست، اسی بنا پر شیخ محقق فرماتے ہیں، بالجملہ تکلم کردن درحال شریف سید الکائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات بقیاس بلکہ بدریافت معرفت خود وازدائرہ جنس ادب بیرون ست وحکم تکلم در متشابہات دارد، انتہی کلام عمرو، مستفتی عرض کرتا ہے کہ جلد سے جلد اس کا جواب عنایت فرمایا جائے اگر بواپسی ڈاک ہو تو عین احسان و کرم ہے اللہ تعالیٰ حضور کو جزائے خیر دے، فقط،

الجواب مستفتی کو تعجیل اور فقیر بتیس ۳۲ روز سے علیل اور مسئلہ ظاہر و بین غیر محتاج دلیل لہذا صرف ان اجمالی کلمات پر اقتصار ہوتا ہے عمرو کا قول مسلمانوں کا قول ہے اور زید نے وہی کہا جو کافر کہا کرتے تھے، قالوا ان انتم الا بشر مثلنا، کافر بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی بلکہ زید مدعی اسلام کا قول ان کافروں کے قول سے بعید تر ہے وہ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنا سا بشر مانتے تھے اس لئے کہ ان کی رسالت سے منکر تھے کہ، ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمن من شیئ ان انتم الا تکذبون، تم تو نہیں مگر ہماری مثل بشر اور رحمن نے کچھ نہیں اتارا تم نرا جھوٹ کہتے ہو، واقعی جب ان خبثا کے نزدیک وحی ونبوت باطل تھی تو انھیں اپنی سی بشریت کے سوا کیا نظر آتا لیکن ان سے زیادہ دل کے اندھے وہ کہ وحی ونبوت کا اقرار کریں اور پھر انھیں اپنا ہی سا بشر جانیں، زید کو قل انما

انا بشر مثلکم سوجھا اور یوحی الی نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا، زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت سے اعلٰی ہے وہ ظاہری صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں جس سے مقصود خلق کا ان سے انس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا ولہذا ارشاد فرماتا ہے ولو جعلنٰہ ملکا لجعلنٰہ رجلا وللبسنا علیہم ما یلبسون اور اگر ہم فرشتے کو رسول کرکے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے اور ضرور انھیں اسی شبہ میں رکھتے جس دھوکے میں اب ہیں ظاہر ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری صورت دیکھ کر انھیں اوروں کی مثل بشر سمجھنا ان کی بشریت کو اپنا سا جاننا ظاہر بینوں کور باطنوں کا دھوکا ہے، شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں،

همسری با اولیا بر داشتند		انبیا را ہمچو خود پنداشتند،

ان کا کھانا پینا سونا یہ افعال بشری اس لئے نہیں کہ وہ ان کے محتاج ہیں حاشا لست کاحدکم انی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی ان کے یہ افعال بھی اقامت سنت وتعلیم امت کے لئے تھے کہ ہر بات میں طریقہ محمودہ لوگوں کو عملی طور سے دکھائیں سکھائیں جیسے ان کا سہو ونسیان حدیث میں ہے انی لاانسی ولکن انسی لیستن بی۔ میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تاکہ حالت سہو میں امت کو طریقہ سنت معلوم ہو، امام اجل محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں، انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لا یاتی الاحوال البشریۃ لاجل نفسہ المکرمۃ بل ذٰلک منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی طریق التانیس البشریۃ لاجل الاقتداء بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الاتری الی قول عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ انی لاتزوج النساء ومالی الیھن حاجۃ وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حبب الی من دنیاکم الطیب والنساء وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ فانظر الی حکمۃ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حبب ولم یقل احببت وقال من دنیاکم فاضافھا الیھم دونہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فدل علی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان حبہ خالصا لمولاہ عزوجل یدل علیہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ فکان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشری الظاہر ملکی الباطن فکان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایاتی الی شیئ من احوال البشریۃ الا تانیسا للامۃ وتشریعا لھا لاانہ محتاج الی شیئ من ذٰلک کما تقدم وللجھل بھذہ الاوصاف الجلیلۃ والخصال الحمیدۃ قال الجاھل المسکین مال ھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق، یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احوال بشری کھانا پینا سونا جماع اپنے نفس کریم کے لئے نہ فرماتے تھے بلکہ بشر کو انس دلانے کے لئے کہ ان افعال میں حضور کی اقتدا کریں کیا نہیں دیکھتا ہے کہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں اور مجھے ان کی کچھ حاجت نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تمھاری دنیا میں سے خوشبو اور عورتوں کی محبت دلائی گئی، یہ فرمایا کہ میں نے انھیں دوست رکھا اور فرمایا تمھاری دنیا میں سے تو اسے اوروں کی طرف اضافت فرمایا نہ اپنے نفس کریم کی طرف صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت اپنے مولٰی عزوجل کے ساتھ خاص ہے، جس پر یہ ارشاد کریم دلالت کرتا ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی

توحضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہر صورت بشری اور باطن ملکی ہے توحضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ افعال بشری محض اپنی امت کو انس دلانے اور ان کے لئے شریعت قائم فرمانے کے واسطے کرتے تھے نہ یہ کہ حضور کو ان میں سے کسی شے کی کچھ حاجت ہو جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا انھیں اوصاف جلیلہ وفضائل حمیدہ سے جہل کے باعث بیچارے جاہل لعینی کافر نے کہا اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے، عمرو نے سچ کہا کہ یہ قول حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نہ فرمایا بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے جس کی حکمت تعلیم تواضع وتانیس امت وسد غلو نصرانیت ہے اول، دوم ظاہر اور سوم یہ کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی امت نے ان کے فضائل پر خدا اور خدا کا بیٹا کہا پھر فضائل محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی عظمت شان کا اندازہ کون کرسکتا ہے، یہاں اس غلو کے سد باب کے لئے تعلیم فرمائی گئی کہ کہو کہ میں تم جیسا بشر ہوں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہاں یوحی الی رسول ہوں دفع افراط نصرانیت کے لئے پہلا کلمہ تھا اور دفع تفریط ابلیسیت کے لئے دوسرا کلمہ اسی کی نظیر ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا قل سبحن ربی ھل کنت الا بشرا رسولا، تم فرمادو پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں میں تو انسان رسول ہوں انھیں دونوں کے دفع کو کلمہ شہادت میں دونوں لفظ کریم جمع فرمائے گئے، اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ، بندے ہیں خدا نہیں رسول ہیں خدا سے جدا نہیں، شیطنت اس کی کہ دوسرا کلمہ امتیاز اعلٰی چھوڑ کر پہلے کلمہ تواضع پر اقتصار کرے، اسی ضلالت کا اثر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دعوی مساوات کو صرف نالائق حرکت کہا نالائق حرکت تو یہ بھی ہے کہ کوئی بلاوجہ زید کو طمانچہ مار دے یعنی اس زید کو جس نے کفر وضلال نہ بکے ہوں پھر کہاں یہ اور کہاں وہ دعوی مساوات کہ کفر خالص ہے، اور اس کا اولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہم کی طرف معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ارفعیت کا ادعا نسبت کرنا محض افترا اور کج فہمی ہے حاشا کوئی ولی کیسے ہی مرتبہ عظیمہ پر ہو سرکار کے دائرہ غلامی سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا، اکابر انبیاء تو دعوی مساوات کر نہیں سکتے، شیخ الانبیاء خلیل کبریا علیہ الصلوٰۃ والثناء نے شب معراج حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خطبہ فضائل سن کر تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا بھذا فضلکم محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان وجوہ سے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تم سب سے افضل ہوئے، ولی کس منہ سے دعوی ارفعیت کرے گا اور جو کرے حاشا ولی نہ ہوگا شیطان ہوگا، حضرت سیدنا بایزید بسطامی اور ان کے امثال ونظائر رضی اللہ تعالٰی عنہم وقت ورود تجلی خاص شجرۂ موسٰی ہوتے ہیں، سیدنا موسٰی کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو درخت میں سے سنائی دیا یموسی انی انا اللہ رب العلمین، اے موسٰی بیشک میں اللہ ہوں رب سارے جہان کا، کیا یہ پیڑ نے کہا تھا حاشا اللہ بلکہ واحد قہار نے جس نے درخت پر تجلی فرمائی اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی، کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرماسکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں نہیں نہیں وہ ضرور تجلی ربانی تھی کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عزوجل تھا اسی نے وہاں فرمایا یموسٰی انی انا اللہ رب العلمین، اسی نے یہاں بھی فرمایا، سبحانی ما اعظم شانی اور ثابت ہو تو یہ بھی کہ لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، بیشک لواء الٰہی لواء محمدی سے ارفع واعلٰی ہے، حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی مثنوی شریف میں اس مقام کی خوب تفصیل فرمائی ہے اور تسلط جن سے اس کی توضیح کی ہے کہ انسانی پر ایک جن مسلط ہوکر اس کی زبان سے کلام

کرے اور رب عزوجل اس پر قادر نہیں کہ اپنے بندے پر تجلی فرماکر کلام فرمائے جو اس کی زبان سے سننے میں آئے بلاشبہ اللہ قادر ہے اور معترض کا اعتراض باطل، اس کا فیصلہ خود حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانے میں ہوچکا ظاہر بینوں بے خبروں نے ان سے شکایت کی کہ آپ سبحانی ما اعظم شانی کہا کرتے ہیں فرمایا حاشا میں نہیں کہتا کہا آپ ضرور کہتے ہیں ہم سب سنتے ہیں فرمایا جو ایسا کہے واجب القتل ہے میں بخوشی تمھیں اجازت دیتا ہوں جب مجھے ایسا کہتے سنو بے دریغ خنجر ماردو، وہ سب خنجر لے کر منتظر وقت رہے یہاں تک کہ حضرت پر تجلی وارد ہوئی اور وہی سننے میں آیا کہ سبحانی ما اعظم شانی مجھے سب عیبوں سے پاکی ہے میری شان کیا ہی بڑی ہے وہ لوگ چار طرف سے خنجر لے کر دوڑے اور حضرت پر وار کئے جس نے جس جگہ خنجر مارا تھا خود اس کے اسی جگہ لگا اور حضرت پر خط بھی نہ آیا، جب افاقہ ہوا دیکھا لوگ زخمی پڑے ہیں فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں نہیں کہتا وہ فرماتا ہے جسے فرمانا بجا، واللہ اعلم۔

مسئلہ از شہر بھڑوچ لال بازار چار واڑ مرسلہ مولوی عباس میاں ولد مولوی علی میاں صاحب یکم ربیع الاول ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ، (۱) ایک مولوی احمد سعید نام کا دہلی مدرسہ امینیہ کا جو دیوبند کی شاخ سے ہے ابھی دس روز ہوئے محرم شریف کے بھڑوچ وعظ کو آئے تھے انھوں نے یہ کہا وعظ میں کہ جنت کی خرید و فروخت میں ایک دلال کی ضرورت ہے جیسے یہاں کوئی چیز خرید و فروخت کرنے میں دلال کی معرفت خرید و فروخت کرتے ہیں تو وہاں کے لئے بھی دلال پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں مجھے اس کے سوا دوسرا لفظ زیادہ اچھا اس موقع پر نہیں معلوم ہوتا دلال یہی لفظ عمدہ ہے، اب دلال کسے کہتے ہیں اس ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عزت و تعریف ہوئی یا توہین اس کے سوا اور کوئی لفظ زیادہ تعریف کے لائق ہے یا نہیں ایسے لفظ کہنے سے ایمان کا کچھ نقصان ہے یا نہیں، (۲) مولود شریف حضرت کی پڑھنے میں بڑی ہتک ہوتی ہے ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضرت کی ارواح کا آنا اور تعظیم کو اٹھنا یہ بھی برا ہے تو یہ مولود کا پڑھنا اب برا ہے یا اچھا ہے، (۳) احمد سعید مدرسہ امینیہ دہلی سنہری مسجد کے آپ کا عقیدہ اہلسنت والجماعت کا ہے یا نہیں اوپر کے سوالوں سے کیسا معلوم ہوتا ہے، بینوا توجروا۔

الجواب (۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے رب کی عطا سے مالک جنت ہیں معطی جنت ہیں جسے چاہیں عطا فرمائیں، امام حجۃ الاسلام غزالی پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ پھر علامہ محمد زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں، ان اللّٰہ تعالٰی ملکہ الارض کلھا وانہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقطع ارض الجنۃ ماشاء منھا لمن شاء فارض الدنیا اولٰی، اللہ تعالٰی نے دنیا اور آخرت کی تمام زمینوں کا حضور کو مالک کردیا ہے حضور جنت کی زمین میں سے جتنی چاہیں جسے چاہیں جاگیر بخشیں تو دنیا کی زمین کا کیا ذکر، دلالی ایک ذلیل پیشہ ہے ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے فتح القدیر میں دلال کو خاکروب وحجام کے ساتھ شمار کیا ہے اور اسے کمینہ پیشہ گنا ہے، عبارت یہ ہے، اما شھادۃ اھل الصناعات الدنیئۃ کالکساح والزبال والحائک والحجام والاصح انھا تقبل لانھا قد تولاھا قوم صالحون فما لم یعلم القادح لایبنی علی ظاھر الصناعۃ ومثلہ النخاسون والدلالون،

بلکہ درمختار میں ہے، فی شرح الوھبانیۃ لاتقبل شھادۃ بائع الاکفان والحنوط ولکن الدلال واعتمدہ قدری افندی فی واقعاتہ وذکرہ المصنف فی اجارۃ تمعینہ معزیا للبزازیۃ وملخصہ انہ لاتقبل شھادۃ الدلالین والصکاکین

والوکلاء المفتعلۃ علی ابوابھم ونحوھم فی فتاوی مؤید زادہ، دلال کا کام یہ ہے کہ مشتری سے بڑھوائے یا بائع سے گھٹوائے جوڑ توڑ لگا کر جھوٹ سچ ملا کر نرم گرم کرا کر سودا کرادے اور اپنے ٹکے سیدھے کرے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس ذلیل لفظ سے تعبیر کرنا صریح توہین ہے اور حضور اقدس کی توہین کفر، اس سے بہتر لفظ خیال کیونکر آتا جب دل میں عظمت ہی نہیں ہے مجلس میلاد مبارک ذکر شریف سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اور حضور کا ذکر اللہ عزوجل کا ذکر اور ذکر الٰہی سے بلا وجہ شرعی منع کرنا شیطان کا کام ہے اور ذکر شریف سے معاذ اللہ حضور کا ہتک حرمت ہونا قائل کا محض کذب وافترا ہے ہاں بعض روایات موضوع واشعار نامشروعہ سے ایسا ہو تو اس سے مجلس شریف بری نہ ہوجائے گی، جیسے بہت لوگ نماز میں تعدیل ارکان نہیں کرتے اور یہ حرام ہے مگر اس سے خود نماز بری نہ ہوجائے گی، تشریف آوری حضور کے اختیار ہے اور قیام تعظیمی ذکر قدوم شریف کے لئے ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے، ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب؎ اوپر کے جوابوں سے اس کا حکم ظاہر ہوگیا فقط، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از مولمین ملک برہما مرسلہ ابراہیم، ۵ ربیع الاول شریف ۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان شخص جو ایک اسلامیہ مدرسہ میں جس میں قرآن شریف اور اردو اور ضروری دینیات کی تعلیم دی جاتی ہے، مدرس اعلٰی ہے اس نے اپنے ماتحت مدرسین وطلبہ وغیرہ کی اطلاع کی غرض سے اس عبارت کے جواب میں دوسرے مدرس نے اپنے درجہ کے بورڈ پر لکھی تھی کہ (ہر کہ پند ونصیحت گوئی نخست برآں کار کن) یہ عبارت لکھائی اس بورڈ پر کہ (کافر افسر کے حکم کی تعمیل کرنے کی ہمارے مذہب میں تاکید ہے) دوسرے روز ایک شخص نے مدرس اعلٰی سے دریافت کیا یہ (عبارت بالا) کس نے لکھی ہے اور یہ کس کا مذہب ہے جواب دیا میں نے لکھائی گو میرے قلم کی نہیں ہے، آپ لکھ کر علماء سے دریافت کرلیں اور متولی صاحب وغیرہ سے کہیں، اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ عبارت صحیح ہے قطع نظر اندیشہ وخوف شریعت میں افسر کافر کی حکم برداری کی تاکید آئی ہے اگر شریعت مطہرہ سے ایسا حکم نہیں ہے تو جو شخص اس مذکورہ عبارت کو مذہبی حکم تاکیدی کہتا ہو اور سوال کرنے پر جواب دے کہ دریافت کرو متولی صاحب وغیرہ سے کہو اس کے لئے کیا حکم ہے اور تاوقتیکہ وہ اپنے اس عقیدہ فاسدہ سے باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے اس پر سبقت سلام اور اس سے اختلاط بہتر ہے یا اجتناب، مکرر التماس یہ ہے کہ استفتا مدرس اعلٰی کو دکھایا گیا تو فرمایا کہ اس کے ساتھ یہ اور بڑھادو کہ اگر کافر افسر کا حکم خلاف شرع محمدی نہ ہو، لہذا اب اس صورت میں یہ سوال ہے کہ اس عبارت کے زائد کرنے سے بھی کچھ حکم بدل جاوے گا یا نہیں ان دونوں صورتوں میں ہر صورت کا کیا جواب ہوگا، بینوا توجروا۔

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب، مسلمانوں کے دینی مذہبی کام میں کسی کا افسر بننا دو طرح ہے، اول تغری کہ کوئی شخص مذہبی دست اندازی کرکے بالجبر افسر بن بیٹھے، جیسے فساق وظلمہ امرا امامت نماز کیا کرتے تھے، دوم ارادی کہ مسلمانوں کی جماعت خود اسے اپنے مذہبی کام میں پیشوا بنائے، اول نہ زیر بحث ہے نہ یہاں اس کلام ومکالمہ کا مفاد نہ محل اضطرار پر احکام اختیار لاجرم دوم مراد اور وہی مفہوم ومستفاد یعنی باختیار خود کسی ہندو یا رافضی یا وہابی یا قادیانی کو مدرسہ دینیہ اسلامیہ پر افسر مقرر کیا گیا ہو اس کی نسبت مدرس کہتا ہے کہ اس کا حکم ماننے کی ہمارے مذہب میں تاکید ہے، ہمارے مذہب سے اس نے اپنا کوئی خاص

اختراعی مذہب دین اسلام سے جدا مراد لیا ہو تو ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا کا مصداق ہے اور اگر دین اسلام مراد لیا تو شریعت مطہرہ پر محض افترا کیا اور ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاع قلیل ولہم عذاب الیم کا استحقاق ہے، شریعت مطہرہ نے اسلامی کام پر باختیار خود الیسوں کو افسر مقرر کرنا ہی کب جائز رکھا ہے نہ کہ ان کے احکام کی تصویب اور ان کے ماننے کی تاکید، ان ہو الا ضلال مبین، اللہ عزوجل فرماتا ہے، یایہا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یألونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواہہم وما تخفی صدورہم اکبر قد بینا لکم الایات ان کنتم تعقلون ھاانتم اولاء تحبونہم ولا یحبونکم وتؤمنون بالکتاب کلہ واذا لقوکم قالوا اٰمنا واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہارے نقصان رسانی میں کمی نہ کریں گے وہ جی سے چاہتے ہیں کہ تم مشقت میں پڑو بیر ان کے مونہوں سے ظاہر ہوچکا ہے اور وہ جو ان کے سینوں میں دبا ہے اور بھی بڑا ہے ہم نے تمہارے سامنے نشانیاں کھول دیں اگر تم میں عقل ہے ارے یہ جو تم ہو تم تو ان سے محبت کرتے ہو وہ تم سے محبت نہیں کرتے اور تم پوری کتاب پر ایمان لائے ہو تم سے ملیں تو کہیں ہم مسلمان ہیں اور اکیلے ہوں تو تم پر جلن سے اپنی انگلیاں چبائیں اے محبوب تم ان سے فرمادو کہ اپنی جلن میں مرجاؤ، بیشک اللہ دلوں کی جانتا ہے، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا من استعمل رجلا من عصابۃ وفیہم من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین، جس نے کسی جماعت پر ایک شخص کو مقرر کیا اور ان میں وہ موجود ہے جو اللہ کو اس سے زیادہ پسند ہے تو ضرور اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی، رواہ الحاکم وصححہ والطبرانی والعقیلی وابن عدی والخطیب عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما، غایۃ البیان علامہ اتقانی وجامع الرموز وردالمحتار وغیرہا میں ہے، لا ینبغی ان یستعان بالکافر فی امور الدین، دینی کاموں میں کافر سے مدد نہ لینی چاہئے، یہ اس پر فرمایا کہ مسلمان اپنی قربانی کا جانور کسی یہودی سے ذبح کرائے نہ کہ دین وتعلیم دین کی افسری بالاختیار اسے دی جائے، اللہ تعالٰی فرماچکا کہ تمہاری خیر خواہی درکنار کبھی اپنی جلتی نقصان رسانی میں کمی نہ کریں گے، حالانکہ بکثرت واقعات شاہد ہیں ہم وطن ہندو آج کل کتنا اتحاد واتفاق بگھار رہے ہیں اور مسلمانوں کی خاص رسم مذہبی قربانی گاؤ پر کیا ہی فتنے اٹھاتے فساد مچاتے ہیں قابو چلے پر کیا کچھ مسلمان لوٹے گئے ذبح کئے گئے جلائے گئے اور وہابیہ وغیرہم مذکورین تو ہنود ویہود سے بھی بدرجہا بدتر ہیں کہ مسلمان بن کر اسلام کے گلے پر خنجر ہیں، کما بیناہ فی غیر ما رسالۃ اگر وہاں دینی مدرسہ کا کسی ہندو یا رافضی وہابی وغیرہ کو افسر بنا رکھا ہے، اس کی خوشامد میں مدرس نے یہ فقرہ لکھا جب تو اس کا حال یہ تھا اور اگر کوئی افسر ایسا نہیں محض بلاوجہ مسلمانوں کے مذہبی مدرسہ پر غیر کی افسری فرض کرکے یہ حکم لکھا اور اعلان کے لئے بورڈ پر لگایا تو اس کے اور بھی مرض قلبی پر دال ہے اور بعد کو یہ تقیید کہ اس کا حکم خلاف شرع نہ ہو کیا مفید یہ شرط کیا، مسلمان میں نہیں کیا ہی جلیل القدر مسلمان افسر ہو اگرچہ خود اپنا باپ یا استاد یا پیر اس کا حکم وہی مانا جائے گا جو خلاف شرع نہ ہو لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی یہ بیانات کہ ہم نے اوپر لکھے ان سے اور مدرس کے اندازِ

بیرونی حالات سے اس کی مذہبی کیفیت کا اندازہ کیا جائے اگر واقع میں ہنود یا وہابیہ وغیرہم کی طرف دینی امور میں اس کا میلان ہے تو اس سے اجتناب لازم اور اختلاط ممنوع اور اگر ایسا نہیں بلکہ ایک بے معنی حماقت تھی کہ نادراً اس سے صادر ہوئی تو تفہیم کردی جائے اگر اصرار نہ کرے اس سے ابتداء بالسلام میں حرج نہیں جبکہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از الٰہ آباد دائرہ اجملیہ مسئولہ مولوی سید نذیر احمد صاحب ۱۶ رجادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے اہل سنت والجماعت اس صورت میں کہ عام اہل اسلام کو بغرض استقامت امور دنیاوی اتحاد کسی مشرک قوم سے اس طور پر کرنا کہ دسہرہ میں عام اہل اسلام شریک ہوکر ناقوس بجائیں پھول رام لچھمن پر چڑھائیں جے کی آوازیں بلند کریں یا قربانی میں گائے کی قربانی بند کردیں جائز ہے یا ناجائز مرتکب ان امور کا کس وزر کا مستوجب ہے مع حوالہ عبارات جواب درکار ہے،

الجواب مسلمان کو دسہرے کی شرکت حرام ہے بلکہ فقہاء نے اسے کفر کہا اور اس میں بہ نیت موافقت ہنود ناقوس بجانا بے شک کفر ہے اور معبودان کفار پر پھول چڑھانا کہ ان کا طریقہ عبادت ہے اشد واخبث کفر، اشباہ والنظائر وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے، عبادۃ الصنم کفر ولا اعتبار بما فی قلبہ وکذا لو صور عیسٰی علیہ الصلوٰۃ لیسجد لہ وکذا اتخاذ الصنم لذلک وکذا لو تزنر بزنار الیھود والنصارٰی دخل کنیستھم اولم یدخل، تنویر الابصار و درمختار میں ہے الاعطاء باسم النیروز والمھرجان (بان یقال ھدیۃ ھذا الیوم ش) لایجوز ای الھدایا باسم ھذین الیومین حرام وان قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون یکفر، بحرالرائق وعالمگیری ومجمع الانہر جامع الفصولین میں ہے، یکفر بخروجہ الٰی نیروز المجوس لموافقتہ معھم فیما یفعلون فی ذٰلک الیوم وبشرائہ یوم النیروز شیئا لم یکن یشتریہ قبل ذٰلک تعظیما للنیروز لا للاکل والشرب وباھدائہ ذٰلک الیوم للمشرکین ولو بیضۃ تعظیما لذٰلک، جامع الفصولین ومنح الروض الازہر میں ہے، قال ابوبکر بن طرخان من خرج الی السدۃ (ای مجمع اھل الکفر) کفر اذ فیہ اعلان الکفر وکانہ اعان علیہ وعلٰی قیاس السدۃ الخروج الی النیروز والموافقۃ معھم فیما یفعلونہ فی ذٰلک الیوم کفر، جے بولنا طریقہ کفار ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، من تشبہ بقوم فھو منھم، پھر اگر معبودان کفار کی جے ہے تو کفر ہے، اور اگر کافروں کی ہے تو فقہائے کرام اسے بھی کفر فرماتے ہیں، فتاوٰی ظہیریہ واشباہ والنظائر وتنویر الابصار و درمختار میں ہے، لو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر ولو قال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر، بخاطر ہنود گائے کی قربانی بند کرنا حرام ہے، والتفصیل فی انفس الفکر فی قربان البقر، مرتکب کا حکم انھیں احکام سے ظاہر جو مرتکب حرام ہے، مستحق عذاب جہنم ہے، اور جو مرتکب کفر فقہی ہے جیسے دسہرے کی شرکت یا کافروں کی جے بولنا اس پر تجدید اسلام لازم ہے اور اپنی عورت سے تجدید نکاح کرے اور جو قطعاً کافر ہوگیا جیسے دسہرے میں بطور مذکور ہنود کے ساتھ ناقوس بجانے یا معبودان کفار پر پھول چڑھانے والا کافر مرتد ہوگیا اس کی عورت نکاح سے نکل گئی اگر تائب ہوا اور اسلام

لائے جب بھی عورت کو اختیار ہے بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے اور بے توبہ مرجائے تو اسے مسلمانوں کی طرح غسل وکفن دینا حرام اس کے جنازے کی شرکت حرام اسے مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام، اس پر نماز پڑھنا حرام، الی غیر ذالک من الاحکام، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از میرٹھ لال کرتی بازار مسئولہ مولوی رحیم بخش صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ بتقریب اتفاق ہندو مسلمانان میرٹھ میں ایک جلوس مہاتما گاندھی جی کا نکالا گیا، جس میں ہندو مسلمانان سب شریک تھے، علاوہ دیگر واقعات کے ایک واقعہ مسلمانان میرٹھ یہ ہوا کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے عین جلوس میں قشقہ چندن وغیرہ مسلمانوں کے ماتھے پر لگایا ہے چندن لگوانے اور نہ لگوانے والے مسلمانوں سے معلوم ہوا ہے کہ اس چندن لگانے میں ہندوؤں کی طرف سے کوئی جبر نہ تھا چنانچہ جن مسلمانوں نے انکار کیا انھوں نے انکار کرنے والے مسلمانوں کے ماتھے پر نہیں لگایا، اب اس جلوس میں شریک ہونے والے مسلمانوں کی تین قسمیں تھیں جو بترتیب ذیل درج سوال ہیں امید کہ ہر ایک کا حکم شرع شریف علمائے کرام (لایخافون لومۃ لائم) کی شان پیش نظر فرماتے ہوئے تحریر فرماکر عنداللہ ماجور ہوں،

(۱) جو مسلمان اس جلسہ میں شریک ہوئے اور چندن وغیرہ لگوانے سے انکار کیا ان کی شرکت اس جلوس میں از روئے شریعت کیسی تھی،

(۲) جن مسلمانوں نے چندن لگوانے سے ہندوؤں کو روکا نہیں بلکہ لگوالیا پھر بعد کو اسی وقت یا تھوڑی دیر بعد اسی جلسہ میں اپنے ہاتھوں اور رومالوں سے صاف کرلیا ان کا کیا حکم ہے،

(۳) جن مسلمانوں نے چندن لگوایا اور چندن لگائے ہوئے جلسہ میں شریک رہے بلکہ چندن لگائے ہوئے اپنے گھروں پر واپس آئے یا شام تک لگائے رہے ان کی بابت حکم شرع شریف کیا ہے،

الجواب حرام حرام سخت حرام تھی بلکہ فقہائے کرام کے طور پر حکم سخت تر، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، من جامع المشرک وسکن معہ فانہ مثلہ، رواہ ابو داؤد بسند حسن وعلقہ الترمذی عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ، دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، من سود مع قوم فھو منھم، رواہ الخطیب عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ، تیسری حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، من کثر سواد قوم فھو منھم، رواہ ابو یعلی فی مسندہ وعلی بن معبد فی کتاب الطاعۃ والمعصیۃ عن عبداللہ بن مسعود وابن المبارک فی الزھد عن ابی ذر من قولہ رضی اللہ تعالٰی عنھما، مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر وفتاوی ظہیریہ واشباہ والنظائر وتنویر الابصار ودرمختار وغیرہا میں ہے، یکفر بتبجیل الکافر حتی لو سلم علی الذمی تبجیلا کفر ولو قال للمجوسی یا استاذ تبجیلا،

(۲) قشقہ کہ ماتھے پر لگایا جاتا ہے صرف شعار کفار نہیں بلکہ خاص شعار کفر بلکہ اس سے بھی اخبث خاص طریقہ عبادت مہادیو

وغیرہ اصنام سے ہے اس کے لگانے پر راضی ہونا کفر پر رضا ہے اور اپنے لئے ثبوت کفر پر رضا بالاجماع کفر ہے، منح الروض الازہر میں ہے، من رضی بکفر نفسہ فقد کفر ای اجماعا او بکفر غیرہ اختلف المشائخ الخ، اور کفر پر رضا جیسی سو برس کے لئے ویسے ہی ایک لمحہ کے لئے، پونچھ ڈالنے سے کفر جو واقع ہولیا مٹ نہ جائے گا، جب تک ازسرنو اسلام نہ لائے، جیسے جو مہادیو کے آگے دن بھر سجدہ میں پڑا رہے وہ بھی کافر اور جو سجدہ کرکے سر اٹھالے وہ بھی کافر، والعیاذ باللہ تعالی،

(۳) وہ کافر تھے یہ کافر ہوئے دونوں فریق اسلام سے نکل گئے اور ان کی عورتیں ان کے نکاح سے، ان پر ویسے ہی مجمع کثیر میں علی الاعلان توبہ کرنا ازسرنو مسلمان ہونا فرض ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں، اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ، رواہ الامام احمد فی الزھد والطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ، واللہ تعالی اعلم،

مسئلہ از چھاونی میرٹھ صدر بازار مدرسہ امداد الاسلام معرفت مولوی عبد المومن صاحب مدرس مسئولہ حافظ شیر محمد خاں امام مسجد وطالب علم مدرسہ ۲۰ جمادی الاولی ۳۹ھ،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں، (۱) اگر قوم ہنود کا کوئی جلسہ ہو اور اس میں بہت سے مسلمان برضا ورغبت شامل ہوں اور ہندو مثل اپنے مسلمانوں کی پیشانیوں پر بھی چندن لگائیں اور مسلمان بخوشی لگوائیں اور تا اختتام جلسہ اس کو اپنی پیشانیوں پر باقی رکھیں تو مسلمانوں کا اپنی پیشانیوں پر قشقہ یعنی چندن لگوانا ان کے اسلام یا نکاح کے متعلق کیا حکم رکھتا ہے،

(۲) اسی جلسہ کے ہندو لیڈر کی مسلمانوں کو جے پکارنا جائز ہے یا ناجائز اور اس کا کیا حکم ہے،

(۳) اور اگر بعض مسلمانوں کے بلا ان کی رضا ورغبت کے چندن لگادیا گیا ہو اور انھوں نے اس کو فوراً پونچھ دیا ہو تو ان کے متعلق کیا حکم ہے،

الجواب (۱) بخوشی لگانے دینا اور خود لگانا ایک ہی حکم ہے، شراب یا پیشاب خود پئے یا دوسرا پلائے اور آپ منہ کھولدے دونوں ایک ہی ہیں، قشقہ زنار کی طرح شعار کفر بلکہ اس سے بدتر شعار بت پرستی ہے، زنار بعض ملکوں کے یہود ونصاری میں بھی ہے اور قشقہ خاص علامت وشعار مذہب مشرکین وعبدۃ الاصنام، وہ لوگ اسلام سے خارج ہوگئے اور ان کی عورتیں ان کے نکاح سے،

اشباہ والنظائر میں ہے، عبادۃ الصنم کفر ولا اعتبار بما فی قلبہ وکذا اذا تزیی بزنار الیھود والنصاری دخل کنیستھم او لم یدخل، خلاصہ وظہیریہ ومحیط ومنح الروض الازہر وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے، واللفظ لھذا فی الخلاصۃ من تزیی بزنار الیھود والنصاری وان لم یدخل کنیستھم کفر ومن شد علی وسطہ حبلا وقال ھذا زنار کفر وفی الظھیریۃ وحرم الزوج وفی المحیط لان ھذا تصریح بما ھو کفر وفی الظھیریۃ من وضع قلنسوۃ المجوس علی راسہ فقیل لہ فقال ینبغی ان یکون القلب سویا کفر، فتاوی امام طاہر بخاری وبحر الرائق وتنویر الابصار ودرمختار و

عالمگیری وغیرہا میں ہے، واللفظ للاوّل من اھدی بیضۃ الی المجوس یوم النیروز کفر شرح فقہ اکبر میں ہے، ای لانہ اعانۃ علی کفرہ واغوائہ او تشبہ بھم فی اھدائہ شفا شریف واعلام بقواطع الاسلام میں ہے، کذا (ای یکفر) من فعل فعلا اجمع المسلمون علی انہ لا یصدر الامن کافر وان کان صاحبہ مصرحا بالاسلام مع فعلہ کالمشی الی الکنائس مع اھلھا بزیھم من الزنانیر وغیرھا،

(۲) حرام حرام سخت حرام جے بولنا ہنود کا شعار ہے اور ہندو لیڈر کی جے پکارنا بحکم فقہائے کرام خود کفر ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں، اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذلک العرش جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب عزوجل غضب فرماتا اور عرش الہی ہل جاتا ہے، رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ وابویعلی فی مسندہ والبیہقی فی شعب الایمان عن انس بن مالک وابن عدی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنھما، فاسق کا یہ حال ہے نہ کہ مشرک، فتاوی امام ظہیر الدین واشباہ علامہ محقق بحر ومتن شیخ الاسلام غزی تمرتاشی وشرح مدقق علائی دمشقی ومجمع الانہر علامہ شیخی زادہ رومی وغیرہا میں ہے، تبجیل الکافر کفر فلو سلم علی الذمی تبجیلا کفر ولو قال للمجوسی یا استاذی تبجیلا کفر،

(۳) قشقہ کا کفران پر عائد نہیں مگر ایسی جگہ کیوں گئے کہ یہ نوبت پہنچی ایسے جلسے کی شرکت ہی حرام تھی، ہاں ایک دقیقہ اور ہے بلا رضا ورغبت ہونا اور، اور اس فعل شنیع کی انتہا درجے تک کراہت وناگواری اور، اگر اس کی رغبت نہ تھی اور جس نے لگایا اس کے ساتھ اس نے وہی برتاؤ کیا جو بلاوجہ منہ پر جوتا مارنے والے کے ساتھ کرنا تب تو جانئے کہ واقعی اس نے اس کفر کو مکروہ وناگوار رکھا اور اگر ہنس کر چپ رہا اور پونچھ ڈالا یا بقدر قدرت اس پر نہ بگڑا تو جانئے کہ کراہت بھی نہیں گو رغبت نہ ہو، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ تعالی اعلم،

مسئلہ از میرٹھ صدر بازار محلہ یتیم درزی کی مسجد مرسلہ حکیم عبدالرحمن صاحب ۲۴ رجادی الاول ۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شہر میرٹھ کے اندر مہاتما گاندھی تشریف لائے مجمع کثیر تھا، اہل ہنود کے بچوں نے کھیل تماشے کے طور پر اکثر مسلمانوں کے چندن لگادیا اس کی بابت قاری محمد صالح بیش امام جامع مسجد صدر نے فتوی دیا کہ جن مسلمانوں کے چندن لگایا ہے، وہ اپنی عورتوں کے پاس نہ جائیں جب تک تجدید ایمان اور دوبارہ نکاح نہ کرلیں، بینوا توجروا،

الجواب مسلمانو! اللہ واحد قہار سے ڈرو اسلام کو کھیل تماشہ نہ بناؤ، ہنود کے بچے ان کے بالجبر لگالیتے، مزوران کی خوشی سے ہوا یا کم ازکم اسے قبول کیا بہرحال تجدید ایمان فرض ہے اور بعد تجدید ایمان بے تجدید نکاح عورتوں کو ہاتھ نہیں لگاسکتے واللہ تعالی اعلم،

مسئلہ از موضع رجہت ضلع گیا، مرسلہ سید محمد حبیب صاحب، ۲۲ رجادی الاخرہ ۳۸ھ

ہولی دیوالی ہندوؤں کا پرب ہے یا نہیں، اگر ہے تو یہ کس بنا پر جاری ہوا ہے اس کی ابتدا کیسے ہوئی، مسلمان اگر اس کو کریں تو کیا ان پر کفر عائد ہوگا،

الجواب ہولی دیوالی ہندوؤں کے شیطانی تہوار ہیں، جب ایران خلافت فاروقی میں فتح ہوا بھاگے ہوئے آتش پرست کچھ ہندوستان میں آئے ان کے یہاں دو عیدیں تھیں نوروز کہ تحویل حمل ہے اور مہرگان کہ تحویل میزان، وہ عیدیں اور ان میں آگ کی پرستش ہندوؤں نے ان سے سیکھیں اور یہ چاند سورج دونوں کو پوجتے ہیں لہٰذا ان کے وقتوں میں یہ ترمیم کی کہ میکھ سنکرانت کی پورنماشی میں ہولی اور تلا سنکرانت کی اماوس میں دیوالی یہ سب رسوم کفار ہیں، مسلمانوں کو ان میں شرکت حرام اور بطور پسند کریں تو صریح کفر، غمزالعیون میں ہے، اتفق مشایخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل قال ترک الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس او المضاجعۃ عندھم حال الحیض حسن فھو کافر، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از موضع امریا ضلع بریلی، ۲۳ جمادی الاخرہ ۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حنفی رحمہم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ ایک بارات موضع بچومی سے موضع امریا میں آئی بعد نکاح لڑکی کے باپ اور لڑکے کے چچا مسمی حسین بخش سے کسی بات پر نزاع لفظی واقع ہوئی جس کی وجہ سے تمام ایک برادری کے خلاف حسین بخش اور ان کے برادروں نے کھانا نہیں کھایا دوسرے روز رخصت کے وقت رحیم بخش لڑکی کے باپ نے سامان جہیز وغیرہ دیکر کہا کہ یہ موجود ہے اس کو لے جاؤ اور لڑکی اس وقت رخصت کروں گا جس وقت حسین بخش و لوے کھانا کھائیں گے، جب سب برادری نے حسین بخش و لوے کو مجبور کیا تو ہر دو شخص کھانا کھانے پر رضامند ہوگئے پھر برادری والوں کے ان دونوں شخصوں سے کہا کہ جب تم کھانے کھانے پر رضامند ہو تو تم کو لازم ہے کہ باہم مل کر ایک دوسرے کا قصور معاف کردو اس رائے کو سن کر رحیم بخش لڑکی کے باپ نے سب برادری کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں اپنے قصور پر نادم ہوں اور خدا اور رسول کے واسطے ان سے معافی چاہتا ہوں یہ بات سنکر حیدر بخش نہایت غیظ و غضب میں یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ ہم خدا اور رسول کو نہیں جانتے ہیں اور نہ ہم ملیں، ایسے الفاظ کہنے والے کی نسبت شرعًا کیا حکم ہے،

الجواب اگر واقع میں اس نے یہ لفظ کہے ہیں کہ وہ خدا اور رسول کو نہیں جانتا تو کہنے والا اسلام سے نکل گیا اور اس کی عورت نکاح سے نکل گئی، مسلمانوں پر فرض ہے کہ جب تک وہ توبہ کرکے از سرنو مسلمان نہ ہو اس کی موت و حیات کسی بات میں شریک نہ ہوں، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور، ۱۴ ربیع الاول شریف ۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین ان مسائل میں کہ (۱) از روئے فرمان اللہ و رسول عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یزید بخشا جائے گا یا نہیں، (۲) حضرت منصور و شمس تبریز و سرمد نے ایسا لفظ کہا جس سے خدائی ثابت ہوتی ہے تو دار پر آئے

اور کھال کھینچی گئی لیکن وہ ولی اللہ گنے جاتے ہیں اور فرعون، ہامان، شداد اور نمرود نے دعوی کیا تو کافر مخلد فی النار ہوئے اس کی کیا وجہ ہے،

الجواب (۱) یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہل سنت کے تین قول ہیں، امام احمد وغیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی، اور امام غزالی وغیرہ مسلمان کہتے ہیں تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہوگی اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم مسلمان کہیں نہ کافر، لہذا یہاں بھی سکوت کریں گے،

(۲) ان کافروں نے خود کہا ملعون ہوئے اور انھوں نے خود نہ کہا اس نے کہا جسے کہنا شایان ہے، آواز ان سے مسموع ہوئی، جیسے موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے درخت سے سنا، انی انا اللہ رب العلمین، میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہان کا، کیا درخت نے کہا تھا حاشا بلکہ اللہ نے، یوں ہی یہ حضرات اس وقت شجرہ موسی ہوتے ہیں،

مسئلہ از ملک برہما مسجد واکیم پوسٹ، مرسلہ مولوی عبدالعزیز خاں قادری، ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

ایک عالم کو ایک شخص نے گالی دیا اس کی بیوی کو طلاق ثلاثہ ہوں گے یا بعد توبہ رجعت کرسکتا ہے،

الجواب کسی خاص عالم کو کسی دنیوی وجہ سے گالی دینے سے عورت نکاح سے نہیں نکلتی ہاں مطلقاً علماء کو یا خاص کسی عالم کو بوجہ علم دین برا کہنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے، عورت فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے مگر یہ فسخ نکاح ہوتا ہے طلاق نہیں نہ ایک نہ تین، اسلام لانے کے بعد اگر عورت راضی ہو تو اس سے نکاح کرسکتا ہے، واللہ تعالی اعلم،

مسئلہ از بمبئی نشان پاڑہ کو اس روڈ طاہر ٹوین بلڈنگ نمبر ۱ مالا پوسٹ ۹ مرسلہ سید اسد اللہ حسین ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو خود کو عالم ظاہر کرتا ہے اپنے وعظ میں بیان کرتا ہے کہ کتاب زین المجالس جس میں کرامات قطب الاقطاب غوث الاعظم حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ مرقوم ہیں سراسر غلط اور اس کا مؤلف مردود ہے، کتاب مذکور کا پڑھنا سننا حرام ہے، جناب غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ کے اقوال مثل، قدمی ھذہ الخ وغیرہ کے غلط ہیں، یا رسول اللہ، اور یا غوث کہنا حرام ہے، قصائد خوانی میلاد شریف ناجائز ہے اولیاء اللہ وغیرہم پر فاتحہ خوانی مثل گیارہویں شریف وغیرہ کے ناجائز ہے ان اقوال کی تائید وتصدیق قرآن شریف کی قسم سے کرتا ہے، بس اس صورت میں شخص مذکور کس فرقہ کا آدمی ہے اس کا عقیدہ مطابق اہل سنت والجماعت ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو ہم سنیوں کو اس کی مجلس وعظ میں شریک ہونا کیسا اور اس کے اقوال پر یقین لاکر جو منکر کرامات اولیاء ہوجائے اس کا کیا حکم ہے،

الجواب ایسے اقوال کا قائل نہیں ہوتا مگر وہابی، مسلمانوں کو اس کے وعظ میں جانا جائز نہیں حدیث صحیح میں ارشاد ہوا ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم، کرامات اولیاء کا منکر گمراہ ہے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ کرامات اولیاء حق ہیں، واللہ تعالی اعلم،

مسئلہ از منڈوہ ضلع فتحپور ہسوہ ڈاکخانہ خاص مرسلہ حافظ محی الدین صاحب، ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بلا عذر شرعی علی الاعلان روزہ رمضان المبارک کے ترک کرے اور اگر کسی نے نماز پڑھنے کے لئے کہا کہ اٹھو نماز پڑھو تو جواب دیا کہ کون اٹھک بیٹھک کرے اجی جتنے نمازی حاجی و حافظ ہیں سب بے ایمان ہیں یا کسی نے روزہ رکھنے کو کہا تو جواب دیا کہ کون بھوکا مرے جس کے گھر میں کھانا نہ ہو وہ روزہ رکھے ہم سے تو بھوکا نہیں مرا جاتا تمہیں روزہ رکھ کے بہشت میں چلے جانا اور ماہ رمضان المبارک میں سر راہ دروازہ پر بیٹھ کر آب نوشی و حقہ نوشی خود کرتا اور کراتا ہے اگر کوئی منع کرتا ہے کہ روزہ داروں کے سامنے مت کھاؤ پیو تو جواب دیتا ہے کہ خدا سے چوری نہیں ہے تو بندے سے کون چوری ہے، سو یہ سب باتیں زید کی کیسی ہیں زید ان باتوں سے مسلمان ہے یا نہیں اور وہ لوگ کیسے ہیں جو زید کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں اور ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اور زید کی ان باتوں سے خوش ہوتے ہیں اس بیہودہ بکنے اور تمسخر کرنے سے زید کا نکاح اس کی عورت سے باطل ہوا یا قائم رہا اگر باطل ہوا تو اولاد اس کی کیسی ہے زید اور اس کے ساتھی کبھی کبھی جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز جمعہ و عیدین ہوتی ہے یا نہیں،

الجواب صورت مستفسرہ میں زید پر حکم کفر ہے اور وہ لوگ جو اس کی ان باتوں سے خوش ہوتے ہیں ان پر بھی یہی حکم ہے ان کے جمعہ و عیدین باطل ہیں ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں مسلمانوں کو ان سے میل جول حرام ہے نہ ان کے پاس بیٹھنا جائز، قال اللہ تعالٰی و اما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین ۔ واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از کوہ کسولی ضلع انبالہ کوٹھی بارک ماسٹر صاحب مرسلہ جان محمد خانساماں، ۳ / جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین ان مسائل میں، قصبہ کسولی کے اندر ایک مسجد ہے اس میں مسلمانان کی طرف سے ایک پیش امام مقرر ہیں انھوں نے اپنے وعظ کے اندر بیان کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ایک ایلچی تھے اور حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس نام سے یاد کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے، (۱) کیا نعوذ باللہ ایلچی کے نام سے حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یاد کرنے سے منقصت پائی جاتی ہے تو ایسے قائل کے واسطے کیا حکم ہے، اور انھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باحیات تو ہیں لیکن نماز نہیں پڑھتے اور نہ روضہ پاک سے باہر تشریف لاسکتے ہیں قیامت تک، (۲) کیا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز نہیں پڑھتے اور کیا روضہ پاک سے باہر تشریف نہیں لاسکتے اور ایک مقام پر میلاد سرور کائنات علیہ التسلیم والتحیہ تھا وہاں ولادت کا ذکر میلاد خواں نے نہیں کیا، جلدی سے سلام پڑھ دیا اور پیش امام صاحب وعظ فرمانے بیٹھ گئے، اثنائے وعظ میں بیان کیا کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اور میلاد شریف پڑھواتا ہے وہ جہنمی ہے، (۳) کیا تارک الصلوٰۃ کافر ہے، (۴) کیا میلاد شریف پڑھوانے والا جہنمی ہے،

الجواب (۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ عزوجل کے رسول اعظم و نائب اکبر و خلیفۂ اعظم ہیں ایلچی وہ ہوتا ہے جس کو پیام یا خط پہنچانے کے سوا کوئی سرداری اور حکومت نہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اکرم میں اس لفظ کا استعمال کرنا بیشک تنقیص و توہین ہے اور اس کا وہی حکم ہے جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کا،

(۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام حیات حقیقی دنیاوی روحانی جسمانی سے زندہ ہیں اپنے مزارات طیبہ میں نمازیں پڑھتے ہیں روزے دئے جاتے ہیں، جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں زمین و آسمان کی سلطنت میں تصرف فرماتے ہیں،

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق، امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں، اذن للانبیاء ان یخرجوا من قبورھم ویتصرفوا فی ملکوت السموات والارض، نماز نہ پڑھنا سخت کبیرہ ہے مگر اس کے جہنمی ہونے پر یقین نہیں ہوسکتا کہ کفر کے سوا سب گناہ زیر مشیت ہیں اور میلاد مبارک پڑھوانے پر اگر جہنمی کہے تو خود مستحق جہنم ہے،

مسئلہ از سنبھل محلہ جین سرائے متصل مزار جناب میرن شاہ صاحب مرسلہ احمد خان، ۹ جمادی الاولی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) جو شخص یہ کہے کہ جناب سرور کائنات مفخر موجودات میں نقصان تھا تو اتنا تھا کہ حضور خدا نہ تھے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں، (۲) جو مسلمان یہ کہے کہ حضرت کا خیال نماز میں آجائے تو نماز نہ ہوگی اور گدھے خچر کا خیال آئے تو نماز ہوجائے گی ایسا کہنے والا مسلمان ہے یا نہیں اور یہ کہنا حقارت نبی ہے یا نہیں اور حقارت نبی کفر ہے یا نہیں، خدا تعالٰی کا برا کہنے والا مسلمان ہے یا نہیں، بعض کہتے ہیں کہ حضور اقدس نے ستر دلیل کفر ہوں اور ایک مسلمان ہونے کی تو اس کو مسلمان فرمایا ہے اور آج کل ہزاروں مسلمانوں کو زبردستی کھینچ کر کافر بنایا جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے،

الجواب (۱) اس نے اچھے لفظوں میں ادا نہ کیا مگر جو بات کہی حق ہے، بیشک سوا الوہیت و مستلزمات الوہیت کے سب فضائل و کمالات حضور کے لئے ثابت ہیں، امام محمد بوصیری بردہ شریف میں فرماتے ہیں،

دع ما ادعتہ النصاری فی نبیھم ۔۔۔ واحکم بما شئت مدحا فیہ واحتکم

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں، ؎

مخواں او را خدا از بہر حفظ شرع و پاس دیں ۔۔۔ دگر ہر وصف کش می خواہی اندر مدحش املا کن

(۲) یہ ملعون بات ضرور کلمہ توہین ہے اور اس کے خبیث قائل پر بلاشبہ کفر لازم، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی یا فرشتہ کی توہین یا حضرت عزت جل جلالہ کو معاذ اللہ برا کہنا بلاشبہ کفر ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسا کہیں نہیں فرمایا، یہ حضور پر محض افترا ہے، نہ ہرگز علمائے محتاطین کسی مسلمان کو کھینچ کر کافر بنائیں یہ ان پر افترا ہے، اور اس کی تفصیل رسالہ تمہید الایمان میں ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از بہرائچ محلہ قاضی پورہ مسجد کالے خاں مرسلہ نواب علی صاحب مؤذن مسجد، ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ ایک مدعی صوفیت نے ایک بزرگ کے عرس کی تقریب میں ہر طبقہ کے لوگوں کو بلایا یہاں تک کہ ہنود بھی بلائے گئے، اور باوجود اطلاع عقائد باطلہ ایک بکرار کو جلسہ میں تقریر کے واسطے کھڑا کیا اس شخص نے اس بڑے مجمع کے سامنے توحید پرستی کے پردہ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کے مقربوں کی شان اقدس میں گستاخیاں کیں اور ان مقدس اور قدسی صفات حضرات کے صبر و تحمل کو نہایت شرمناک کمزوری اور نامردی سے تعبیر کیا مثلاً یہ کہ سرور عالم و عالمیان کو جب جنگ احد میں مجروح کیا گیا تو وہ کچھ بھی نہ کرسکے حضرت علی شیر خدا ابن ملجم سے اپنی جان کی حفاظت نہ کرسکے وغیرہ وغیرہ، اور ایک حکیم حافظ عربی داں شخص نے ان بیانات کی تصدیق و تائید کی جن لوگوں نے اس گستاخانہ مقرر کو بدعقیدہ کہا تھا ان کو تہدید کی اور اس مدعی تصوف کی شان میں چند اشعار پڑھے گئے جب ایک شخص نے چاہا کہ ان گستاخیوں

اور بدزبانیوں کا جواب دے اور ان معزز اور مقتدر حضرات کے مناقب بیان کرے تو اس مصدق و مؤید و بانی جلسہ میں سرگوشی ہوئی اور منتظموں نے حصہ تقسیم کیا کہ لوگوں کے مجمع کو درہم برہم کر دیا اور خود اس بیان زہر آلود پر نہ تقریر کرنے والے کو روکا نہ کسی طرح اظہار ناخوشی کیا بلکہ ان لوگوں کو جو تردید پر آمادہ تھے ہر امکانی طریقہ سے باز رکھنا چاہا تو اس بانی محفل و مؤید و مقرر سے عام مسلمانوں کو کس قسم کا برتاؤ کرنا چاہئے، اور ان کی دین داری کے متعلق کیا خیال رکھنا چاہئے،

الجواب سوال میں جو وہ لفظ ہیں یعنی شرمناک کمزوری اور نامردی اگر بعینہٖ یہ الفاظ اس مقرر نے کہے یا اور الفاظ ملعونہ جو ان کے ہم معنی ہوں تو اس کے کافر مرتد ہونے میں کوئی شبہ نہیں ایسا کہ من شك فی کفرہ فقد کفر، جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے اور اس تقدیر پر جتنے اس کے مؤید تھے سب مرتد ہیں اور جنھوں نے اس کی حمایت و طرف داری کے لئے اس کے رد سے روکا وہ سب بھی اسلام سے نکل گئے، اس تقدیر پر مسلمانوں کو ان کے ساتھ وہی برتاؤ لازم ہے جو مرتدین کے ساتھ، ان سے میل جول حرام سلام کلام حرام موت و حیات میں کوئی معاملہ اسلامی ان سے برتنا حرام، اور اگر رد سے روکنا اور مجمع منتشر کر دینا اس کی طرف داری اور حمایت کے لئے نہ ہو نہ اس کے اس کلام ملعون کو کفر نہ جاننے کے باعث تو دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ یہ انسداد نیچریانہ تہذیب خبیث کے باعث ہے تو مداہنت و شیطنت ہے اور اس کے مرتکب عذاب شدید کے مستوجب اور اگر یہ بھی نہیں بلکہ رد میں اندیشہ فتنہ تھا رد کرنے والے کو اس سے بچانے کے لئے یہ بندش کی تو بحال صحت اندیشہ اور غلبہ مفسدہ ان روکنے والوں پر الزام نہیں، انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی، اور اگر وہ الفاظ ملعونہ کلام مقرر میں نہ بعینہا تھے نہ ایسے الفاظ جو ان معنی کو مودی ہوں بلکہ سائل نے اس کا مقصود ایسا سمجھ کر اسے ان الفاظ سے تعبیر کیا تو اگر دلائل و قرائن و سیاق و سباق سے ثابت ہو کہ اس کا یہی مقصود تھا تو اس پر وہی حکم کفر و ارتداد ہے اور طرف داروں کے لئے بھی وہی احکام عود کریں گے، جب کہ انھوں نے بھی یہی مقصود سمجھا یا یہ مقصود ایسا واضح تھا جس کے سمجھنے میں کوئی اشتباہ نہ تھا اور اگر دلائل و قرائن سے بھی مقصود ثابت نہ ہو تاہم اس میں شک نہیں کہ طرز ادب کے خلاف ہے، اس طور پر بیان دو ہی قوموں کا شیوہ ہے یا تو ملحدان بے دین یا وہابیان خوگر توہین اور دونوں مردود و گمراہ ہیں باقی سیاق و سباق کلام وغیرہ متعلقات کی سائل نے تفصیل نہ کی کہ کوئی شق متعین کی جاتی، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ - از کوچین ضلع ملیبار محلہ مٹانچیری مکان سیٹھ سلیمان قاسم میمن حاجی طاہر محمد مولانا، ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خدا کو حاضر و ناظر سمجھنا کیسا ہے اور وہ کون ہے،

الجواب اللہ عزوجل شہید و بصیر ہے اسے حاضر و ناظر نہ کہنا چاہئے یہاں تک کہ بعض علماء نے اس پر تکفیر کی خیال فرمایا اور اکابر کو اس کی نفی کی حاجت ہوئی، مجموعہ علامہ ابن وہبان میں ہے، ویاحاضر ویا ناظر لیس بکفر، جو ایسا کہتا ہے خطا کرتا ہے بچنا چاہئے، واللہ اعلم،

مسئلہ، ۲۴ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نام کے مسلمان نے ایک کتاب "ضوء نور الحق المبین" عربی زبان میں لکھی اور چھپوا کر اپنے ہم خیالوں میں بہ تعداد پانچ ہزار تقسیم کی اور اس کو مجالس عام میں بر سر منبر پڑھنے کا حکم دیا اور اس میں صفحہ ۳۴ پر یہ لکھا ہے، فالمسلمون الذین

یشہدون بکلمۃ الاخلاص وھم کافۃ اھل الجماعۃ والسنۃ وکلمۃ الاخلاص ھی التی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ من قالھا مخلصا دخل الجنۃ وھی لاتقبل منھم وتردعلیھم لانھم لم یقروا الا بالرسول وحدہ وانکروا امومیۃ الوصی، اور صفحہ ۳۵ پر ہے، وان امامہ زمانکم محل من الدین محل الرسول، اور صفحہ ۴۳ پر ہے، وان وصیۃ علیا امیرالمومنین نظیرہ (ای نظیرالرسول) فی تمامہ وکمالہ اور صفحہ ۴۶ پر ہے، وکان من کان فی ایامہ (ای ایام الرسول) لااستطاعۃ لھم فی قبول کل الحکمۃ دفعۃ واحدۃ اور صفحہ ۱۶۳ پر حضرت جعفر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی نسبت لکھا ہے جنھوں نے بارہ لاکھ شیعوں کو سنی بنالیا تھا، فھو وسواس خناس وسوس فی صدور الناس فضل واضل کثیرا من الناس یعنی جعفر النھر والی قرین ابلیس الواقع بہ عن رحمۃ اللہ لاابلاس، پھر انھیں حضرت جعفر کی نسبت صفحہ ۱۶۴ پر ذالک الشیطٰن کا لفظ ہے پس کیا حکم ہے شریعت کا ایسی کتاب کی نسبت جس میں اس قسم کے مذکورہ مضامین ہوں اور کیا فتوٰی ہے ایسی کتاب لکھنے اور چھپوا کر تقسیم کرنے اور ممبروں پر حکماً پڑھوانے والے کی نسبت اور کیا ارشاد ہے سنی مسلمانوں کو کہ وہ اس کتاب کی ضبطی اور مصنف کتاب کی تنبیہ کے لئے حاکم ملک سے چارہ جوئی قانونی کریں یا نہ کریں،

الجواب یہ بات کیا سوال طلب ہے، روشن بیں حالش مپرس، ظاہر ہے کہ ایسی ناپاک کتاب کسی رافضی غالی نجس القلب خبیث اللسان کی ہے اس کی اشاعت اشاعت فاحشہ اس کا لکھنا پڑھنا پڑھوانا سب اشد قطعی حرام اس میں تمام اہل سنت بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین وکلمات کفریہ ہیں اس بارے میں قانونی چارہ جوئی اگر مفید ہو ممنوع نہیں مگر زمانہ وہ ہے کہ اس سے لاکھ لاکھ درجے بدتر کتابیں شائع ہو رہی ہیں، جن میں وہ قطعی کفر ہیں کہ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر، جیسے حفظ الایمان وبراہین قاطعہ اور سب سے خبیث تر فلسفہ اجتماع جس میں سیدنا عیسٰی کلمۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مجہول النسب بچہ لکھا ہے، رسولوں کا ماننا محض لغو بتایا ہے، رسول کی تعظیم باطل کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو لکھا ہے کہ انھوں نے اپنے مقلدوں کی آزادی پامال کردی اپنے اوپر اعتراض سے ان کی دہن دوزی کی، اپنی سطوت برقرار رکھنے کے لئے اپنی اور اپنے اہل بیت کی تعظیم کی آئتیں قرآن میں بڑھادیں، قرآن اپنے دعوی توحید میں سچا نہیں، نبی کی تعظیم بت پرستی ہے وغیرہ وغیرہ اشد ملعون کفر پھر وہ جو قوم کے لیڈر بنتے ہیں اس کے مصنف کے اسلام پر شہادت دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ہم نے ہر طرح تحقیق کرلیا اس میں کوئی بات کفر نہیں، اور بعض دوسرے دفتر اس کی اشاعت کررہے ہیں فالی اللہ المشتکی وانا للہ وانا الیہ راجعون ظھر الفساد فی البر والبحر بماکسبت ایدی الناس وربنا الرحمٰن المستعان علی ما تصفون ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از خیرپور ٹامی والی اسٹیشن ٹامی والے ریاست بہاول پور بر خانقاہ مبارک مرسلہ عبدالرحیم نائب معلم مدرسہ عربیہ خیر پور اشرقیہ ۲۸ شعبان المعظم ۱۳۳۰ھ،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور خالد دونوں بھائی حقیقی ہیں، مسمی زید بقضائے الٰہی فوت ہوگیا ہے اور اس کا برادر خالد موجود ہے اور زید مرحوم کی دو بیویاں اور دو بیٹیاں موجود ہیں زید مرحوم کے داماد نے مسمی خالد کو کہا بموجب شریعت مبارکہ حصہ تقسیم

ہونا چاہئے کیونکہ ہم تم اہل اسلام پابند شریعت کے ہیں شرع محمدی پر فیصلہ ہونا چاہئے خالد جو مال متروکہ زید پر قابض وجابر ہے صاف کہدیا کہ ہم کو شریعت نامنظور ہے بلکہ رواج منظور، اب فرمائیے کہ عندالشریعت خالد کا کیا حکم ہے، نکاح رہا یا فسخ ہوگیا۔

الجواب اگر یہ بیان واقعی ہے تو خالد پر حکم کفر ہے، اور یہ کہ اس کا نکاح فسخ ہوگیا، اس پر توبہ فرض ہے نئے سرے سے اسلام لائے اس کے بعد اگر عورت راضی ہو اس سے دوبارہ نکاح کرے، عالمگیریہ میں ہے، اذا قال الرجل لغیرہ حکم الشرع فی هذه الحادثة کذا فقال ذلك الغیر من برسم کار می کنم نہ بشرع یکفر عند بعض المشائخ اھ اقول وصورة المسألة اشد من هذه ایضا فان هذا اخبار عن عمله والرجل ربما یعمل بالمعصیة وهو لا یرضاها فیکون عاصیا لا کافرا لعدم الاستحسان والاستحلال بخلاف ما ثمه فانه صریح فی عدم قبول الشرع وترجیح الرسم علیه فکان کالمسألة قبلها رجل قال لخصمه اذهب معی الی الشرع قال پیادہ بیار تا بروم بے جبر نروم یکفر لانه عاند الشرع اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از قصبہ کسیر کلاں ڈاکخانہ خاص ضلع بلند شہر مرسلہ عبدالشکور صاحب، ۵ رمضان ۱۳۳۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، طریقت شعار حقیقت آثار جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام ظلکم وفضلکم، بعد ابلاغ سلام مسنون الاسلام کے گذارش ہے، کیا فرماتے ہیں علمائے دین سوالات ذیل میں کہ بہشتی زیور کے چھٹے حصہ میں لکھا ہے کہ "مردوں کی روحیں اوقات متبرکہ شب جمعہ وغیرہ میں اپنے گھروں کو نہیں آتیں اگر کسی ایسی ویسی کتاب میں لکھا دیکھو بھی ایسا عقیدہ مت رکھنا، باوجود احادیث صحیحہ اور اکثر روایات کتب معتبرہ اہل سنت وجماعت سے ارواح کا آنا ثابت، اس باب میں ہر چند مولوی اشرف علی تھانوی سے ان سب کتابوں کے اسمائے طیبہ و حوالجات جن سے ارواح کا آنا ثابت لکھ کر دریافت کیا کہ کیا یہ سب کتابیں ایسی ویسی ہیں اگر ایسی ویسی نہیں تو ان کو ایسی ویسی کہنے والے کی نسبت شرع شریف میں کیا حکم ہے، اس پر مولوی صاحب نے جو جوابات جملہ خطوں کے بغیر دستخط اپنے تحریر فرمائے ہیں وہ قابل ملاحظہ حضور ہیں، لہذا ہر ایک خط کی نقل مع جواب اس کے تحریر کی جاتی ہے (عزیزی منظور مدعمرہ کا پہلا خط بنام مولوی اشرف علی تھانوی) جناب مولوی صاحب بعد السلام علیکم عرض ہے کہ جناب کی بعض تصنیفات مثل بہشتی زیور وغیرہ میں جملہ رسوم مروجہ اہل اسلام مثلاً قیام میلاد شریف و اعراس بزرگان دین وتعین گیارہویں شریف وطریق نیاز ایصال ثواب میت اور دعا کے لئے بروقت فاتحہ ہاتھ اٹھانا اور میت کا تیجا دسواں بیسواں چہلم سہ ماہی ششماہی برسی سات جمعراتیں کرنا، اور بزرگوں سے استمداد چاہنا اور ان کے مزاروں پر چادریں چڑھانا اور عورتوں کو قبور اولیائے کرام پر بغرض زیارت کے جانا وغیرہ وغیرہ ناجائز وبدعت لکھا ہے، اور ان ایام میں ہماری طرف ایک رسالہ موسومہ مفید آخرت حصہ اول ودوم چھپ کر شائع ہوئے ہیں بغرض ملاحظہ جناب ہمراہ تحریر ہذا ارسال ہیں ان دونوں حصوں میں امور متذکرہ بالا کو بدلائل احادیث واقوال مشائخ کرام علمائے عظام وروایات فقہ جائز ومستحسن ثابت کیا گیا ہے اور نیز جناب نے بہشتی زیور کے حصہ ۶ کے اس بیان میں جس میں ان رسموں کا بیان ہے جو کسی کے مرنے میں برتی جاتی ہیں۔ لکھا ہے "بعض یہ سمجھتے ہیں کہ ان تاریخوں اور جمعرات کے دن اور شب برات وغیرہ کے دنوں میں مردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اس بات کی بھی شرع شریف میں کچھ اصل نہیں اور ان کے آنے کی ضرورت ہی کیا ہے، کیونکہ جو کچھ ثواب مردوں کو پہنچایا جاتا ہے، اس کو خود اس کے ٹھکانے پہنچ جاتا ہے پھر اس کو کون ضرور ہے کہ مارا مارا پھرے پھر یہی

ہے کہ اگر مردہ نیک اور بہشتی ہے تو ایسی بہار کی جگہ چھوڑ کر کیوں آنے لگا اور اگر بد اور دوزخی ہے تو اس کو فرشتے کیوں چھوڑیں گے کہ عذاب سے چھوٹ کر سیر کرتا پھرے غرض یہ بات بالکل بے جوڑ معلوم ہوتی ہے، اگر کسی ایسی ویسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھو تب بھی ایسا اعتقاد مت رکھنا جس کتاب کو عالم سند نہ رکھیں وہ بھروسہ کی نہیں ہے۔" برخلاف اس کے جناب مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب رامپوری نے اپنی کتاب عمدۃ الفاتحہ میں ارواح موتی کا اوقات متبرکہ میں اپنے گھروں کو آنا احادیث وکتب فقہ اقوال مشائخ کرام وعلمائے عظام سے ثابت کیا ہے، مشت نمونہ وہ روایات بھی یہاں لکھی جاتی ہیں، سنئے، اشعۃ اللمعات میں مولانا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ لکھتے ہیں، "در بعضے روایات آمدہ است کہ روح میت می آید خانہ خود را شب جمعہ پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وے یانہ، ۲؎ دقائق الاخبار مصنفہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میں ہے "حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ جس دن ہوتا ہے دن عید کا یا دن جمعہ کا روز عاشورہ کا یا شب نصف شعبان آتی ہیں روحیں مردوں کی اور کھڑی ہوتی ہیں اوپر دروازوں اپنے گھروں کے پس کہتی ہیں ایا ہے کوئی کہ یاد کرتا ہو مجھ کو ایا ہے کوئی کہ رحم کرے اوپر ہمارے ایا ہے کوئی کہ یاد کرے غربت ہماری کو اے وہ لوگ کہ رہتے ہو تم بیچ گھروں ہمارے کے اے لوگو اچھے ہوئے تم ساتھ اس کے اور بدبخت ہم ساتھ اس کے ہوئے اور اے لوگو کھڑے ہو تم بیچ کشادہ محلوں ہماروں کے اور ہم درمیان قبروں تنگ کے اور ایا ہے اے لوگو ذلیل کیا تم نے یتیموں ہمارے کو اے لوگو نکاح کیا تم نے ساتھ عورتوں ہماری کے ایا ہے کہ یاد کرے کوئی بیچ غربت اور فقر ہمارے کے اعمال نامے تمہارے کشادہ ہیں اور اعمال نامے ہمارے لپیٹے گئے۔" اور قریب قریب روایت اسی مضمون کی کتاب دار الحسان میں امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نقل فرماتے ہیں، وعن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما اذا کان یوم العید ویوم العشر ویوم الجمعۃ الاولٰی من شھر رجب ولیلۃ النصف من شعبان ولیلۃ الجمعۃ یخرج الاموات من قبورھم ویقفون علی ابواب بیوتھم ویقولون ترحموا علینا فی اللیلۃ بصدقۃ ولو بلقمۃ من خبز فانا محتاجون الیھا فان لم یجد واشیئا یرجعون بالحسرۃ، دستور القضاۃ مصنفہ صدر الدین رشید تبریزی میں فتاوٰی نسفیہ سے منقول ہے، ان ارواح المؤمنین یاتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتھم ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین یا اھلی ویا اولادی ویا اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولا تنسونا وارحمونا فی غربتنا قد کان ھذا المال الذی فی ایدیکم فی ایدینا فیرجعون منھم باکیا حزینا ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین اللھم قنطھم من الرحمۃ کما قنطونا من الدعاء والصدقۃ، اشباہ والنظائر، احکام جمعہ میں مسطور ہے، وفیہ یجتمع الارواح، یعنی جمعہ کے دن روحیں اکٹھی ہوتی ہیں، روضۃ الریاحین میں ہے، مذھب اھل السنۃ ان ارواح الموتی فی بعض الاوقات من علیین وسجین الی اجسادھم فی قبورھم عند ما یرید اللہ تعالٰی خصوصا فی لیلۃ الجمعۃ ویومھا ویجلسون ویتحدثون، بخوف تطویل اس قدر ہی روایات پر بس ورنہ اور بھی کتب معتبرہ خزانۃ الروایات اور عوارف المعارف اور تذکرۃ الموتی مصنفہ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ارواح موتی کا اوقات متبرکہ میں اپنے گھروں کو آنا ثابت ہے، چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فتاوٰی عزیزی ترجمہ سرور عزیزی میں فرماتے ہیں، مردے اوقات متبرکہ میں مثلا شب جمعہ اور شب قدر میں اپنے ان عزیزوں کے پاس گزرتے ہیں کہ وہ عزیزان اموات کو یاد کرتے

ہیں اقدر ضرورت، جناب آپ کی عبارت بالا دیکھنے اور ان سب روایات کے غور کرنے سے عوام الناس نہایت مبتلائے اوہام اور مشکوک ہیں، اب سوال یہ ہے کہ آپ کے اقوال قابل تسلیم یا یہ جملہ روایات منقولہ اور کتب حوالہ جات روایات منقولہ کو کیا تصور کیا جائے ایا یہ سب کتابیں ایسی ویسی ہیں جن کی عالم سند نہیں رکھتے یا یہ کہ بھروسہ کی ہیں اور مصنفین کتب مذکورہ کے اقوال قابل ماننے کے ہیں یا نہیں مفید آخرت میں جو کچھ تحقیق کیا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں یا کہ وہی درست ہے جو جناب کی کتاب بہشتی زیور وغیرہ میں لکھا ہے، عنداللہ جواب سے ڈاک جواب باصواب بنظر انصاف مستفید فرمائیے تاکہ خاطر جمع ہو ان اللہ آپ کو اس کی جزائے خیر دے گا، جواب کے واسطے ٹکٹ مرسل ہے،

۵ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ (پہلے خط کا جواب از طرف تھانوی) السلام علیکم اگر تقلید پر اکتفا ہے تو جو شخص آپ کے نزدیک قابل اعتقاد ہو اس کا اتباع کیجئے اور اگر تحقیق کا شوق ہے تو یہ خط لے کر تشریف لے آئیے، بشرطیکہ کچھ علوم دینیہ سے مناسبت بھی ہو۔

(دوسرا خط بنام تھانوی) جناب تھانوی صاحب السلام علیکم کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آنا اپنے گھروں کو ارواح موتی کا اوقات متبرکہ مثل شب جمعہ وغیرہ میں احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں ہے،" در بعضے روایات آوردہ است کہ ارواح میت می آید خانہ خود را شب جمعہ پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وے یا نہ" اور نیز اکثر کتب معتبرہ اہل سنت وجماعت فقہ وحدیث وتفاسیر مثلاً دقائق الاخبار، دار الحسان، دستور القضاۃ، فتاوی نسفیہ، اشباہ والنظائر، روضۃ الریاحین، خزانۃ الروایات، عوارف المعارف، تذکرۃ الموتی، فتاوی عزیزی وتفسیر عزیزی میں ارواح کا آنا مسطور لیکن جناب کی بہشتی زیور کے حصہ چھ میں ہے" ارواح موتی کا اوقات متبرکہ میں اپنے گھروں میں نہ آنا اس شد ومد کے ساتھ مذکور کہ اگر ایسی ویسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھو تب بھی ایسا اعتقاد مت رکھنا تو سوال یہ ہے کہ یہ لکھنا جناب کا کس صورت پر محمول کیا جاوے آیا سب کتابیں مذکورۃ الصدر جن سے ارواح کا آنا ثابت ایسی ویسی ہیں اور اگر نہیں تو ان کتابوں کو ایسی ویسی سمجھنے والے کے حق میں شرع شریف کا کیا حکم ہے عنداللہ غور فرماکر جواب حق سے مع مہر اور دستخط کے دریغ نہ کریئے گا

۱۴ رجادی الاول ۱۳۳۰ھ۔

(دوسرے خط کا جواب از طرف تھانوی) وعلیکم السلام چونکہ انداز عبارت سے مقصود اعتراض معلوم ہوتا ہے اور جب یہ اعتراض کرنا مقصود ہو اس سے استفتا کرنا نامناسب ہے اس لئے جواب نہیں دیا گیا کیونکہ مقصود استفتا سے دوسرا ہوتا ہے، یعنی طلب حکم العمل اور ان دونوں غرضوں سے منافات معلوم،

(تیسرا خط بنام تھانوی) جناب السلام علیکم افسوس مسئلہ حل طلب جناب کو دوبارہ لکھا لیکن جواب جناب باوجودیکہ فقیر کو نہ اعتراض مرغوب نہ کوئی مناظرہ محبوب بلکہ اظہار حق مطلوب، کتب معتبرہ اہل سنت وجماعت جن کے اسمائے طیبہ پچھلے خطوں میں بالتصریح مذکور جب یہ ایسی ویسی نہیں تو ان کو ایسی ویسی سمجھنے والے کی نسبت جو حکم شرع ہو اس کے لکھنے میں آپ کو کیا تامل ہے ہاں البتہ آپ کے اس لفظ ایسی ویسی کے لکھنے میں شامل ضرور ہوتی ہیں، شاید جس کی وجہ سے اظہار حق میں کچھ دریغ ہے اگر بہ تقاضائے بشریت جناب سے کوئی سہو وخطا اس کلمہ ایسی ویسی کے لکھنے میں مضمر ہے تو آگاہیت پر ان کلمات کی واپسی میں کیا عذر ہے اور اگر خاص کوئی تاویل ہے تو اس سے عنداللہ مع دستخط ومہر کے بوالیسی ڈاک صاف طور سے عوام کو مطلع فرمائیے گا۔ لحاظ اس کے تاکہ ظن قائم کریں اگر آپ نے صاف صاف جواب

جواب بھی نہ دیا تو پھر مجبوراً یہی متصور ہوگا کہ آپ کو کتب معلومہ سے انحراف ہے، اس پر پھر جو حکم شرعی ہوگا علمائے اہلسنت و جماعت سے استفتاء کرکے بذریعہ اشتہار مشتہر کردیا جائے گا، ۹/ فروری ۱۹۱۹ء

(تیسرے خط کا جواب از طرف تھانوی) السلام علیکم، مجھ کو جو کچھ عرض کرنا تھا کرچکا، فقط۔

جناب من، تینوں خط مع جواب ان کے پیش خدمت ہیں بعد ملاحظہ مخفی نہ رہے گا کہ مولوی صاحب نے اصل جواب کے دینے میں کس قدر ایچ پیچ لگائے ہیں، اور جو مقصود سوال تھا ان کے جوابات میں وہ قطعی مفقود، اب سوال یہ ہے کہ اس عبارت بہشتی زیور سے کہ جس میں لکھا ہے "ارواح موتی کا اوقات متبرکہ میں اپنے گھروں کو آنا اگر کسی ایسی ویسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھو تب بھی ایسا اعتقاد مت رکھنا" اس سے اور نیز خطوط مذکورہ کے جوابات سے یہ امر ثابت ہے یا نہیں کہ مولوی صاحب کو جملہ احادیث و روایات، کتب معتبرہ اہل سنت وجماعت جن میں ارواح کا آنا ثابت ایسی ویسی تسلیم اور جو شخص ان سب احادیث و روایات کو ایسی ویسی کہے اس کی نسبت شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

الجواب تھانوی نے حفظ الایمان میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صریح توہین کی اور شدید گالیاں دیں، جس پر علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق اس پر حکم کفر دیا اور صاف فرمادیا کہ، من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر، جو اس کے اقوال پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں شک بھی کرے وہ بھی کافر ہے، اس کے بعد اس کی ایسی ویسی باتوں پر کیا التفات اور کتب دینیہ کی توہین کی کیا شکایت، ماعلی مثلہ بعد الخطاء، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از او۔ آر ریلوے ٹیلیگراف ٹریننگ اسکول مرسلہ سید اعجاز احمد صاحب، اسٹیشن ماسٹر ۲۰ رمضان ۱۳۳۷ھ

میرے تاجدار آقا، حضور کے سایہ رحمت میں ہمیشہ حق سبحانہ وتعالٰی اس کمینہ کو امان عطا فرمائے، ایک صاحب کہتے ہیں جس کا ماحصل یہ کہ اعمال صالحہ کرنے سے کبھی نہ کبھی جنت میں جائے گا اگرچہ کسی نبی یا خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے، اس پر یہ آیت پیش کرتا ہے، پارہ لایحب اللہ سورۃ مائدہ ع ۲، ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئون والنصٰرٰی من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وعمل صالحا فلاخوف علیہم ولاھم یحزنون، اس میں کچھ شک نہیں جو کوئی مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور صابی اور نصاری ان میں میں سے جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاوے اور نیک عمل بھی کرے تو قیامت کے دن ایسے لوگوں پر نہ کسی قسم کا خوف طاری ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر رہیں گے، گویا کہ نصاری یہودی وغیرہ اگر اللہ و روز آخرت پر ایمان لاویں اور نیک عمل کریں اگر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان نہ لاویں تب بھی جنت کے مستحق ہیں، میں نے اس شخص کو اٰمنوا باللہ ورسلہ اور نیز بعد کی آیت پڑھ کر سمجھایا کہ اول ایمان وعقیدہ ہے بعد کو اعمال صالحہ اگر عقائد ٹھیک نہیں اللہ تعالٰی کے محبوبوں کی عظمت دل میں نہیں لاکھ اعمال صالحہ کرے جنت کا مستحق نہیں، اس کے جواب میں وہ یہ آیت پیش کرتا ہے حضور سے گذارش ہے کہ فوراً ہی اس کارد اور اس آیت کے واضح معنی نیز بغیر مسلمان ہوئے لاکھ اعمال صالحہ کرے کسی طرح جنت کا مستحق نہیں کلام مجید کے آیات سے ہو، ہدایت دینا اللہ تعالٰی کے اختیار ہے گویا اس شخص کا ماحصل یہ کہ جو شخص مشرک نہیں اگرچہ کسی نبی پر ایمان نہ لائے اس کو اعمال صالحہ اس کے کام آویں گے یعنی وہ جنت کا مستحق ہے ورنہ کلام مجید سے ثبوت مانگتا ہے،

الجواب اللہ عزوجل اپنے غضب سے بچائے اور شیطان لعین کے دھوکوں سے پناہ دے، قرآن عظیم اول تا آخر انبیاء پر عموماً اور حضور پرنور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوۃ والثناء پر خصوصاً ایمان لانے کا حکم دے رہا ہے، ان کی تکذیب کرنے والوں پر لعنت وعذاب اتار رہا ہے، اور یہ کہ دین صرف دین اسلام ہے اور یہ کہ کافر کا کوئی عمل صالح نہیں سب باطل ونا کام ہے، جسے دن کو آفتاب نظر نہ آئے وہ اپنی آنکھوں کو روئے، ہم صدہا آیات کریمہ سے بعض کی تلاوت سے شرف لیں گے نہ اس لئے کہ جو دیدہ ودانستہ اندھا بنا ہوا اس کی آنکھیں کھلیں اس کی تو قیامت کے دن بھی پٹ ہی ہوں گی، ونحشرھم یوم القیمۃ علی وجوھھم عمیا وبکما وصما بلکہ اس لئے کہ کوئی جاہل سا جاہل مسلمان کسی ملعون کے دھوکے میں نہ آجائے۔ (آیت ۱) سب سے پہلے یہی آیت جو اس کج فہم نے اپنے ثبوت میں پیش کی یہی اس کے زعم پر لعنت برسا رہی ہے، اس میں اللہ پر ایمان لانا تو شرط نجات فرمایا ہے، اس قدر تو وہ شخص بھی جانتا ہے مگر اللہ پر ایمان ہوتا تو اللہ پر ایمان کے معنی جانتا اللہ پر ایمان یہ نہیں کہ لفظ اللہ مان لیا بلکہ ایمان تصدیق کا نام ہے، جو اللہ عزوجل کے ہر ہر کلام کی تصدیق قطعی سچے دل سے کرتا ہو وہ اللہ عزوجل پر ایمان رکھتا ہو اور جو اس کے کسی کلام میں شبہ بھی لائے اسے ہرگز اللہ پر ایمان نہیں کہ اس کی سب باتوں کی تصدیق نہیں کرتا، اب کلام اللہ کو دیکھئے روشن تصریحوں سے انبیائے کرام وحضور سید الانام علیہ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام کی نبوت ورسالت کا بیان ہے، ازاں جملہ محمد رسول اللہ محمد اللہ کے رسول ہیں، یٰس ۝ والقرآن الحکیم ۝ انک لمن المرسلین اے سردار مجھے حکمت والے قرآن کی قسم بیشک تم رسولوں سے ہو، واللہ یعلم انک لرسولہ اللہ خوب جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو، یونہیں نوح وابراہیم وموسی وعیسی وہارون ویعقوب وادریس والیاس ولوط ویونس واسمٰعیل واسحٰق وداود وسلیمان وزکریا ویحیی وہود وشعیب وصالح وغیرہم انبیا علیہم الصلوۃ والثنا کی نسبت، تو جو ان میں کسی کی نبوت میں شک کرے اللہ تعالی کی تصدیق نہیں کرتا تو ہرگز ہرگز اللہ ہی پر ایمان نہیں رکھتا کسی طرح اس آیت کے حکم میں نہیں آسکتا، اصل یہ ہے کہ ایمان باللہ میں جملہ ضروریات دین پر ایمان داخل ہے کہ ان میں سے کسی بات کی تکذیب رب کی تکذیب ہے، اور رب کی تکذیب رکھے ساتھ کفر ہے، پھر رب پر ایمان کہاں۔ یوم آخر بھی انھیں میں داخل ہے، جسے مہتم بالشان ہونے کے سبب جدا ذکر فرمایا، جس طرح آیت کریمہ والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون ۝ میں اسے تین بار ذکر فرمایا کہ وہ جو قرآن عظیم پر ایمان لاتے ہیں اور اس سے پہلی کتابوں پر بھی اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں، آخرت پر ایمان قرآن عظیم پر ایمان میں آگیا، پھر اگلی کتابوں پر ایمان میں آیا کہ سب میں اس کا ذکر ہے، تیسری بار اسے پھر جدا ذکر فرمایا یونہیں یہاں ولہذا جا بجا صرف ایمان باللہ وعمل صالح پر ایسے وعدے فرمائے یوم آخر کا ذکر نہ فرمایا مثلاً سورۂ طلاق میں، ومن یؤمن باللہ ویعمل صالحا یدخلہ جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا قد احسن اللہ لہ رزقا ۝ جو اللہ پر ایمان لائے اور نیک کام کئے اللہ انھیں جنتوں میں لے جائے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ ان میں رہیں بیشک اللہ نے ان کے لئے اچھا رزق رکھا ہے، اسی طرح سورۂ تغابن میں بالجملہ ایمان باللہ میں سب ضروریات کتابوں، رسولوں فرشتوں، قیامت وغیرہا پر ایمان لانا داخل ہے، تو آیت کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان، یہود، نصرانی صابی کوئی بھی ہو جو تمام ضروریات دین پر اسلام لائے (قرآن عظیم کو کلام اللہ، محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو سچا رسول اللہ اور خاتم النبیین مانے کہ سب ضروریات دین اس

میں آگئے جب تک وہ کوئی قول یا فعل منافی تصدیق نہ کرے) اور نیک کام کرے (یعنی شریعت مطہرہ محمدیہ کے مطابق کیونکہ ان کو خاتم النبیین مان چکا تو جو کام ان کی شریعت کے خلاف ہے منسوخ یا مردود ہے) اس پر کچھ خوف وغم نہیں، خلاصہ یہ کہ نعمت کچھ انھیں اشخاص مسلمین کے لئے خاص نہیں بلکہ کوئی بھی ہو کسی بھی مذہب وملت کا ہو جو اسلامی عقیدے مانے اور شریعت محمدی پر چلے اس پر کچھ خوف وغم نہیں، تو آیہ کریمہ اس آیت کی نظیر ہے کہ فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہ فقد اھتدوا، اے مسلمانو! اگر یہود ونصاری بھی ان تمام باتوں پر ایمان لے آئیں جن پر تمھارا ایمان ہے تو وہ بھی راہ پا جائیں، یہی مطلب اس آیت کا ہے، منکر سوچے کہ اب اس کا باطل شبہ کدھر گیا، مسلمان دیکھیں کہ جو آیت اس کا رد ہے اسی کو اپنی سند بنایا یہ اگر تعصب نہیں تو ابلیس لعین کا کیسا سخت دھوکا ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ (آیت ۲) ایک سخت چالاکی بلکہ کلام اللہ میں تحریف کے قبیل سے ہے اس آیت کو دکھانا اور اس سے متصل اوپر کی آیت کا چھپانا جو مطلب صاف فرما رہی ہے وہ آیہ کریمہ یہ ہے، قل یا اھل الکتب لستم علی شیئ حتی تقیموا التورٰىة والانجیل وما انزل الیکم من ربکم ولیزیدن کثیرا منھم ما انزل الیک من ربک طغیانا وکفرا فلا تأس علی القوم الکفرین، اے محبوب ان یہود ونصاری سے فرما دو کہ اے کتاب والو تم نرے باطل پر ہو، جب تک توریت وانجیل اور جو کچھ تمھارے رب سے تمھاری طرف اترا تھا اسے قائم نہ کرو اور اے محبوب بیشک ان میں بہتوں کو اس قرآن سے سرکشی اور کفر بڑھے گا، تو تم ان کافروں کا غم نہ کھاؤ، قرآن عظیم فرماتا ہے کہ یہود ونصاری جب تک توریت وانجیل کو قائم نہ کریں نرے باطل پر ہیں، اور قرآن سے سرکشی کرکے کافر، جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو نہ مانے اس کا قرآن عظیم سے سرکشی کرنا تو ظاہر وواضح اور اس نے توریت وانجیل بھی قائم نہ کی کہ ان میں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بشارتیں تھیں، اللہ تعالی فرماتا ہے، الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰىة والانجیل، میں اپنی رحمت ان کے لئے لکھوں گا جو پیروی کریں گے رسول نبی امی کی جسے اپنے پاس لکھا ہوا پائیں گے توریت وانجیل میں، اور فرماتا ہے، محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم (الی قولہ تعالی) ذلک مثلھم فی التورٰىة ومثلھم فی الانجیل، یہ ان کا وصف ہے توریت میں اور ان کی ثنا ہے انجیل میں، اور عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کا قول ذکر فرماتا ہے، ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد، میں بشارت دیتا آیا ہوں ان رسول کی جن کا نام پاک احمد ہے، تو جس نے احمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو نہ مانا اس نے توریت وانجیل قائم نہ کی بلکہ پھینک دی اور قرآن عظیم سے سرکش ہوا اور اللہ فرماتا ہے، کہ وہ کافر ہے پھر ایمان میں کیونکر شامل ہو سکتا ہے، انصاف والے کے لئے خود وہی آیت کہ منکر نے پڑھی اور برابر کی آیت کہ اس نے چھوڑ دی، کفایت کرتی ہیں صدہا میں سے تبرکا دو چار اور سن لیجئے۔

(آیت ۳) آیہ کریمہ الذین یتبعون الرسول النبی الامی، میں حضور کے اوصاف کریمہ ذکر کرکے فرماتا ہے، فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون ۝ تو جو اس نبی امی پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم ومدد کی اور اس نور کے پیرو ہوئے جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں، ثابت ہوا کہ جب تک محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے ان کی تعظیم نہ کرے ہرگز فلاح نہ پائے گا، اگرچہ اپنے زعم باطل میں کیسے ہی نیک عمل رکھتا ہو۔

(آیت ۴) اس کے متصل فرماتا ہے، قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السموٰت و الارض لا الہ الا ھو یحیی ویمیت فامنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یؤمن باللہ وکلمٰتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون ○ اے محبوب تم فرمادو کہ اے لوگو! میں تمام آدمیوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں کہ وہ زمین وآسمان میں اسی کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہی جلائے اور مارے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول نبی امی پر کہ اللہ اور اس کے کلاموں پر ایمان لاتا ہے اور اس کی پیروی کرو کہ تمہیں ہدایت ہو، معلوم ہوا کہ ہدایت تو نبی امی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ماننے پر موقوف ہے جو ان کو نہ مانے اسے ہدایت نہیں اور جب ہدایت نہیں ایمان کہاں تو من امن باللہ والیوم الاخر، میں کیونکر آسکتا ہے۔

(آیت ۵) ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلا اولٰئک ھم الکٰفرون حقا واعتدنا للکٰفرین عذابا مھینا ○ والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولٰئک سوف یؤتیھم اجورھم وکان اللہ غفورا رحیما ○ بیشک جو انکار کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں کا اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں جدائی ڈال دیں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی پر ایمان لائیں گے اور کسی کے منکر ہوں گے اور چاہتے ہیں کہ سب پر ایمان اور سب سے کفر کے بیچ میں کوئی راستہ نکالیں وہی پورے پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب طیار کر رکھا ہے اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں کسی کے انکار اور باقی پر ایمان سے ان میں جدائی نہ ڈالی عنقریب اللہ ان کو ان کے ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے، اس آیہ کریمہ نے صاف فرمادیا کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان میں جدائی ڈالنے والا پکا کافر ہے، اور یہ کہ جو ان سب کو مانے اور ایک ہی کا منکر ہو وہ اللہ اور سب رسولوں کا منکر اور ویسا ہی پکا کھلا کافر ہے یہ نہیں کہ جو سب کو مانیں وہ مسلمان اور جو سب سے منکر ہوں وہ کافر اور بعض کو مانتے اور بعض کے منکر ہیں کچھ اور ہوں، نہیں نہیں یہ بھی کل کے منکر کی طرح پورے کافر ہیں، بیچ میں کوئی اور راہ نکل ہی نہیں سکتی۔

(آیت ۶) ان الدین عند اللہ الاسلام وما اختلف الذین اوتوا الکتٰب الا من بعد ما جاءھم العلم بغیا بینھم ومن یکفر باٰیٰت اللہ فان اللہ سریع الحساب ○ فان حاجوک فقل اسلمت وجھی للہ ومن اتبعن وقل للذین اوتوا الکتٰب والامیین ءاسلمتم فان اسلموا فقد اھتدوا وان تولوا فانما علیک البلٰغ واللہ بصیر بالعباد ○ بیشک اللہ کے نزدیک دین یہی اسلام ہے، یہود ونصارٰی نے دانستہ براہ سرکشی اس کا خلاف کیا اور جو اللہ کی آیتوں سے کافر ہوا بے غم نہ ہو اللہ جلد حساب لینے والا ہے اگر وہ تم سے جھگڑیں تو فرمادو کہ میں اور میرے پیرو تو سب اللہ کے لئے اسلام لائے اور یہود ونصارٰی ومشرکین سب سے کہو کیا تم مسلمان ہوتے ہو اگر اسلام لائیں تو راہ پا جائیں اور منہ پھیریں تو تم پر صرف پہنچا دینا ہے، اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

(آیت ۷) ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین ○ جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے وہ ہرگز قبول نہ فرمایا جائے گا اور اسے آخرت میں خسارہ رہے گا۔

(آیت ۸) الذین اٰتینٰھم الکتٰب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم وان فریقا منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون ○ اور ساتویں پارہ میں اس کے بعد یوں فرمایا، الذین خسروا انفسھم فھم لا یؤمنون ○ اور پہلے پارے میں صاف تر ارشاد ہوا، وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکٰفرین۔ یہود و نصاری محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے تھے جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور ان میں ایک گروہ دانستہ حق کو چھپاتا ہے وہ جنھوں نے اپنی جان خسارہ میں ڈالی وہ ان پہچانے ہوئے نبی پر ایمان نہیں لاتے اس سے پہلے اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے، جب وہ جانا پہچانا تشریف لایا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت کافروں پر۔

(آیت ۹) وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھباء منثورا ○ اور فرماتا ہے، اذھبتم طیبٰتکم فی حیاتکم الدنیا۔ اور فرماتا ہے، ما لہ فی الاٰخرۃ من خلاق ○ اور فرماتا ہے، لا یقدرون علی شیئ مما کسبوا واللہ لا یھدی القوم الکٰفرین ○ اور فرماتا ہے۔ ان اللہ حرمھما علی الکافرین اور فرماتا ہے۔ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق قل ھی للذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیٰمۃ، اور فرماتا ہے، مثل الذین کفروا بربھم اعمالھم کرماد اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف لا یقدرون مما کسبوا علی شیئ ذٰلک ھو الضلٰل البعید ○ ان ساتوں آیتوں کا حاصل ارشاد یہ ہے کہ کافر اگر کوئی بظاہر نیک کام مثل تصدق وغیرہ کرے بھی تو اس کا بدلہ اسے دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے۔ آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں وہاں انھیں کچھ ہاتھ نہ آئے گا، جنت کا کھانا پینا، کافروں کے لئے حرام ہے۔ پاکیزہ رزق اور زینت کے سامان آخرت میں خاص مسلمانوں کے لئے ہیں کافروں کے اعمال کو اللہ تعالی برباد کرکے ایسا کر دیتا ہے کہ جیسے روزن میں سے دھوپ آئے تو اس کے اندر ریزے سے اڑتے نظر آتے ہیں اور ہاتھ میں لو تو کچھ نہیں کافروں کے اعمال کی یہ مثال ہے کہ سخت شدید آندھی کے دن میں کہیں کچھ راکھ پڑی ہو جسے آندھی کے جھونکے اڑا لے گئے کہ اب وہ ذرے بھی نہیں دکھائی دیتے کچھ ہاتھ آنا تو بڑی بات ہے، نسأل اللہ العفو والعافیۃ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ وسید رسلہ والہ وصحبہ اجمعین آمین۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ

۷ ربیع الآخر شریف ۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ،

(۱) اکثر دیہات میں جو قربانیاں ہوتی ہیں تو ان قربانیوں کے سر بہشتی کو دیتے ہیں اور کسی گاؤں میں یہ رسم ہے کہ حجام کو دیتے ہیں، ان لوگوں سے کہا گیا کہ علمائے دین نے کہیں حکم اس بات کا نہیں دیا اور نہ علماء کی زبان سنا گیا کہ قربانی کا سر بہشتی کو یا حجام کو دیا

جاوے تو وہ لوگ قربانی کنندہ کہنے لگے کہ اگر یہ حق بھشتی کا نہ ہوتا تو ہمارے باپ دادا کیوں دیتے کیا ان کے زمانے میں عالم نہ تھے ہم باپ دادا کی رسم نہ چھوڑیں گے چاہے ہماری قربانی مقبول ہو یا نہ ہو اس کو خدا ہی جانتا ہے،

(۲) یہ کہ بھشتی کہتا ہے کہ یہ حق ہمارا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے سے چلا آتا ہے اور علماء خود اب تک دیتے چلے آرہے ہیں، اگر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہ دیتے تو علماء کیوں قربانی کے سرپائے دیتے بلکہ کہتا ہے کہ جو ہمارے حق کو بیٹے وہ عالم نہیں ہے، معاذ اللہ اب علمائے دین فرماویں کہ یہ حق بھشتی وغیرہ کا ہے یا نہیں یا علمائے دین اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بہتان باندھا گیا ہے۔

(۳) یہ کہ جو لوگ قربانی کرتے ہیں یا کر چکے ہیں، اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ چاہے ہماری قربانی مقبول ہو یا نہ ہو ہم اپنے باپ دادا کا رسم نہیں چھوڑیں گے چاہے عالم کچھ بھی کہیں تو کہنا یہ ان کا کیسا ہے اور ان لوگوں کی قربانیاں کیسی ہیں،

(۴) یہ کہ قربانی کا گوشت لامذہب یعنی بھنگی وغیرہ کو دینا جائز ہے یا نہیں،

(۵) قربانی کی الائش قربانی کے گوشت میں شامل کی جاوے یا کیا۔

(۶) قربانی کا دل گردہ کلیجہ اہل قربانی پکواکر اس پر اس پر فاتحہ دے کر کھاتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں یا ان دل گردہ کلیجہ کو بھی گوشت قربانی میں شامل کیا جاوے یا کیا، بینوا توجروا۔

الجواب (۱) قربانی کرنے والے کو اختیار ہے سر یا جو چیز بھشتی حجام یا جس کسی مسلمان کو چاہے دے کسی کے لئے کسی چیز کی ممانعت نہیں ہاں بالتخصیص کسی کا کسی چیز میں کوئی حق شرع شریف میں وارد نہیں ہوا،

(۲) اس بھشتی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا کیا اس پر توبہ فرض ہے ورنہ سخت جہنم کا سزاوار ہے، علمائے کرام جائز کام سے منع نہیں فرماتے جب کہ بھشتی کو بھی سر دینا جائز تھا، علماء نے سکوت فرمایا اس سے یہ ثابت نہیں کہ شرع شریف میں ان کا کوئی حق مخصوص ہے

(۳) یہ اقوال ان کے مذموم وسخت ہیں ان کی قربانیاں قابل قبول نہیں انھوں نے قبول الٰہی کو ہلکا جانا اور عالموں کے ارشاد سے بے پرواہی کی از سر نو کلمہ طیبہ پڑھیں اور اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں۔

(۴) بھنگی وغیرہ کسی کافر کو قربانی یا اور کوئی صدقہ دینا جائز نہیں ہرگز نہ دے،

(۵) اوجھڑی آنتیں جن کا کھانا مکروہ ہے، تقسیم نہ کی جائیں بلکہ دفن کردی جائیں اور اگر بھنگی اٹھالے منع کی حاجت نہیں،

(۶) قربانی کرنے والے کو اختیار ہے چاہے یہ چیزیں سب اپنے لئے نکال لے یا ان کو بھی تقسیم میں داخل کرلے، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از قصبہ کودرکوٹ ضلع اٹاوہ مسئولہ محی الدین احمد صاحب ۲۴ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر مسجد کے قریب اہل ہنود نے ایک نئی مورت قائم کی مسلمانوں نے ان کے خلاف مورت اٹھوانے کا دعوی دائر کیا اس پر ایک مسلمان نے اہل ہنود سے ساز کرکے جھوٹی شہادت دی کہ یہ مورت قدیم ہے اس بنا پر مسلمانوں نے شخص مذکور الصدر سے تعلقات منقطع کرلئے معلوم کرنا اس امر کا ہے کہ ازروئے احکام شریعت اس شخص سے خطاکس

حد تک پہنچی ہے اور اس جھوٹی شہادت سے اس کی زوجہ تو نکاح سے باہر نہیں ہوئی اب اگر اس شخص کو اسلام و برادری میں شامل کیا جائے تو اس کے واسطے کیا طریقہ عمل اسلامی لایا جاوے اور جب تک حسب احکام شرعی اس کو شامل نہ کیا جائے اور اگر کوئی دوسرا مسلمان اس سے تعلقات پیدا کرے تو اس کے واسطے کیا حکم شرعی ہے۔

الجواب جب کہ اس نے ترویج پرستش بت میں سعی کی اس پر لزوم کفر ہوا اس کی عورت نکاح سے نکل گئی اس پر فرض ہے کہ علانیہ عام مسلمانوں کے سامنے توبہ کرے اور نئے سرے سے کلمہ پڑھے مسلمان ہو اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح جدید کی ضرورت ہے، توبہ و تجدید اسلام سے پہلے جو لوگ اس حال سے واقف ہو کر اس سے میل جول رکھیں مستحق سزا و عذاب ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب شریف ہیں اور ان کے برتاؤ برخلاف حکم خدا اور رسول کے برتاؤ میں آتا ہے کہ داڑھی منڈواتے ہیں اور لوگ اگر ان سے کچھ کہتے ہیں کہ آپ کو داڑھی منڈوانا غیر مناسب ہے تو لوگوں کو جواب فرماتے ہیں کہ میری طبیعت کا اختیار ہے اور میری طبیعت کا حکم ہے ایسا شخص حلال کو حرام جانے اور حرام کو حلال جانے ان صاحب کے لئے شرع کا کیا حکم ہے اس کا جواب باصواب مع حدیث و فقہ کے مرقوم فرماویں اللہ آپ کو اجر عظیم عطا فرماوے گا۔

الجواب داڑھی منڈانا حرام ہے اور اس پر یہ جواب کہ میری طبیعت کا اختیار ہے گناہ پر اصرار اور سخت سزا کا سزاوار ہے، مگر اسے حرام کو حلال جاننا نہیں سمجھا جاتا اس کہنے میں کہ میری طبیعت کا اختیار ہے اور میری طبیعت کو اختیار ہے، بہت فرق ہے دوم بھی تحلیل حرام میں صریح نہیں نہ کہ اول، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از فتح گنج غربی، مرسلہ حبیب شاہ دہتے شاہ، ۲۳ / ذی الحجہ ۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ فتح گنج غربی میں آج واقع بروز سہ شنبہ کو ایک پنچایت اسلامی قائم کی گئی اور اس میں یہ بات پیش کی گئی کہ جو شخص نماز نہ پڑھے اس سے علیک سلیک اور میل اسلامی طریقہ پر ترک کر دیا جائے، اور حقہ پانی اسلامی طریقہ پر بند کر دیا جائے، جب یہ مجمع ہوا اور مسلمان سب جمع ہو گئے تو پیش امام کہ جو نماز جمعہ و عیدین و پنجوقتہ کا ہے اس کو بلایا گیا تو اس کا اس نے جواب دیا کہ مجھ کو اس سے کچھ تعلق نہیں آج تو میں ماوس کہ جو ہندوؤں کا تیوہار ہے وہاں پر مندر میں جاتا ہوں اور سنکھ دھو کر رکھ لیا ہے اسلامی پنچایت سے کیا مطلب تو جو شخص ایسا الفاظ کہے اور اس گروہ اسلام میں کہ جہاں پر سوائے نماز کی پابندی کے اور کوئی انتظام کی ضرورت نہ تھی اس کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے یا نا جائز اور شرع شریف کا ایسے شخص پر کیا حکم ہے جمعہ عنقریب ہے جمعہ سے پیشتر یا جمعہ تک جواب مل جانا چاہئے۔

الجواب اس شخص کے پیچھے نماز باطل محض ہے اس پر کفر لازم اس کی عورت نکاح سے نکل گئی جب تک نئے سرے سے مسلمان نہ ہو اس سے سلام کلام بھی حرام ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیا معنی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر لکھنؤ محلہ گڈھیا کمال جمال، مسئولہ عابد حسین عباسی، ۱۴ / محرم ۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہنود کی خوشی کرنے کی خاطر اور اتفاق پیدا کرنے کی خاطر سے گائے کی قربانی

یا روزمرہ کے لئے گائے کا ذبیحہ بند کرنا کیسا ہے، ہندوستان کی حالت ملاحظہ فرماتے ہوئے حکم شرع سے مطلع فرمائیے،

(۲) قوم ہنود کی ہمدردی گذشتہ و آئندہ کے صلہ میں اور باہمی اتحاد رکھنے کی غرض سے گائے کی قربانی ترک کردینا شرعًا جائز ہے یا نہ۔

(۳) فی الواقع اگر مولوی عبدالباری صاحب وغیرہ اس کے متعلق فتوی دے چکے ہیں، اس پر عمل کرنا چاہئے یا نہیں،

(۴) اور ایسی محرکین کی کمیٹی میں شرکت کرنا چاہئے یا نہ اور اس کے محرک اور مرتکب عنداللہ ماجور و گنہگار ہونگے یا نہ،

(۵) گائے، بھیڑ، بکری یا اونٹ وغیرہ میں منجانب شریعت مختار ہونا اس کے کیا معنی ہیں، بینوا توجروا

الجواب ہندوستان میں گائے کی قربانی جاری رکھنا واجب ہے اور خوشنودی ہنود کے لئے اس کا بند کرنا حرام مولوی عبدالباری کے باپ مولانا عبدالوہاب صاحب مرحوم اور استاد مولوی عبدالحیٔ صاحب لکھنوی کے فتوے اس بارے میں ہوچکے ہیں اور ہمارے رسالہ "انفس الفکر" میں کافی و وافی ہے اور ہنود سے اتحاد حرام منجر بکفر ہے جس کے نتائج طشت از بام ہیں، اس اتحاد کے ماننے والے خود اپنے اقرار سے قرآن وحدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کردیتے ہیں، خسر الدنیا والدین ذالک ھو الخسران المبین والعیاذ باللہ رب العالمین، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از شہر، مسئولہ محمد خلیل الدین احمد صاحب، ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کہا کہ ایک ہندی مہاجر مدنی کی اہلیہ افغانی النسل مدنی بی بی صاحبہ ہندوستان تشریف لائی ہیں، وہ تعزیوں وغیرہ کے حالات سن کر فرماتی ہیں کہ ہندیوں نے یہ اسلامی بت بنائے ہیں، اس کو سن کر خالد نے نہایت غضبناک ہو کر کہا، تعزیوں کو بت کہنے والا خود کافر ہے اگرچہ عالم ہو،

الجواب تعزیے ناجائز ضرور ہیں مگر ان کو بت کہنا زیادت وغلو ہے، مسلمان ان کی پرستش نہیں کرتے اور جس نے وہ کلمہ کہا کہ "بت کہنے والا خود کافر ہے اگرچہ عالم ہو" اس نے اس سے بھی ہزار درجے بدتر بات کہی سخت سزا کا مستحق ہے بلکہ توہین علماء کے سبب اس پر تجدید اسلام و نکاح لازم ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر مسئولہ محمد خلیل الدین احمد صاحب، ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اس مسئلہ میں کہ عمرو نے کہا تفضیلیہ کے پیچھے ہم نماز نہیں پڑھیں گے بکر یہ سن کر طیش میں آگیا اور کہا کہ ہم تو تفضیلیہ ہیں ہم کو دوسروں سے (غیر تفضیلیہ) سے کیا مطلب اگر وہ دو خدا کہیں تو ہم نہیں مانتے اگر وہ گوہ کھائیں تو ہم نہیں کھاسکتے اس طرح عالم اہل سنت وجماعت پر کنایۃً تبرا کیا اور یہ بھی کہا کہ ہم خارجی کو نماز نہیں پڑھانے دیں گے (مسجد کا امام ایک سید اہلسنت وجماعت ہے) اس طرح اہل سنت وجماعت کو خارجی کہا۔

الجواب تفضیلیہ گمراہ ہیں اور علماء کی توہین راہ جہنم ہے اور اہل سنت کو خارجی کہنا رافضیوں کا شعار ہے، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از شہر کہنہ محلہ کوٹ مسئولہ عنایت اللہ خاں، یکم صفر ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا اور معراج جسمانی نہ ہوئی اور جملہ شہداء و اولیاء اللہ و بزرگان دین کی نیاز و نذر کرنا حرام اور ان سے بذریعہ دعا امداد طلب کرنا شرک ہے پس وہ شخص و نیز اس کے پیرو قابل امامت ہیں یا نہیں اور وہ کس فرقہ سے ہیں اور مسئلہ مندرجہ بالا میں کون سی بات جائز و ناجائز ہے اور حضرت کو علم غیب تھا یا نہ اور معراج جسمانی ہوئی یا نہ۔

الجواب اللہ عزوجل نے روز اول سے روز آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے ایک ایک ذرہ کا تفصیلی علم اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا، ہزار تاریکیوں میں جو ذرہ یا ریگ کا دانہ پڑا ہے حضور کا علم اس کو محیط ہے اور فقط علم ہی نہیں بلکہ تمام دنیا بھر اور جو کچھ اس میں قیامت ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہے ہیں جیسا اپنی اس ہتھیلی کو، آسمانوں اور زمینوں میں کوئی ذرہ ان کی نگاہ سے مخفی نہیں بلکہ یہ جو کچھ مذکور ہے ان کے علم کے سمندروں میں سے ایک چھوٹی سی لہر ہے اپنی تمام امت کو اس سے زیادہ پہچانتے ہیں جیسا آدمی اپنے پاس بیٹھنے والوں کو اور فقط پہچانتے ہی نہیں بلکہ ان کے ایک ایک عمل ایک ایک حرکت کو دیکھ رہے ہیں، دلوں میں جو خطرہ گزرتا ہے اس سے آگاہ ہیں اور پھر ان کے علم کے وہ تمام سمندر اور جمیع علوم اولین و آخرین مل کر علم الٰہی سے وہ نسبت نہیں رکھتے جو ایک ذرہ سے قطرہ کو کروڑ سمندروں سے، وما قدروا اللہ حق قدرہ ظالموں نے اللہ ہی کی قدر نہ پہچانی کہ جو کچھ ہو گزرا اور قیامت تک ہونے والا ہے اس کا علم اس کی عطا سے اس کے محبوب کے لئے مانا اور کہہ دیا کہ یہ تو خدا سے برابری ہو گئی مشرک ہو گیا: بے ادبو! کیا خدا کا علم اتنا ہی ذرا سا ہے کہ دو حدوں میں محدود ہے، یہ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صدقہ میں اپنے غلاموں کو عطا فرماتے ہیں، یہ سب آیات کریمہ و احادیث صحیحہ و اقوال ائمہ و علماء و اولیا سے ثابت جن کی تفصیل ہماری کتابوں الدولۃ المکیہ و انباء المصطفیٰ و خالص الاعتقاد، وغیرہ میں ہے، معراج شریف یقیناً قطعاً اسی جسم مبارک کے ساتھ ہوا نہ کہ فقط روحانی جو ان کے عطا سے ان کے غلاموں کو بھی ہوتا ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے، سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ پاکی ہے اسے جو رات میں لے گیا اپنے بندہ کو یہ نہ فرمایا کہ لے گیا اپنے بندہ کی روح کو، نیاز نذر کرنا جائز ہے اور اولیا سے طلب دعا مستحب ہے اور یہاں ان مسائل میں کلام کرنے والے نہیں مگر وہابی اور وہابی مرتد ہیں اور مرتد کے پیچھے نماز باطل محض جیسے گنگا پرشاد کے پیچھے، واللہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ از ایم۔ اے او کالج علی گڑھ مٹ مارلین کورٹ، مسئولہ مقصود علی صاحب ۲۰ صفر ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ۱۱ اکتوبر کو مولانا شوکت علی و محمد علی صاحب علی گڑھ تشریف لائے اور انھوں نے ہم طالب علموں کو یہ سمجھایا کہ گورنمنٹ مسلمانوں کی دشمن ہے اور چاہتی ہے کہ جزیرۃ العرب و مقامات مقدسہ پر اگر اپنی حکومت نہیں تو کم سے کم اثر رکھیں تو اس حالت میں ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہئے انھوں نے یہ بتایا کہ خلافت کمیٹی نے یہ طریقہ بتایا ہے کہ اس نوقت گورنمنٹ سے ہم مسلمان قطع تعلق کرلیں اور کالج کے طالب علموں کو یہ بتایا کہ چونکہ کالج میں گورنمنٹ روپیہ دیتی ہے اور اس سے کالج کا تعلق ہے تو ہم طالب علم کالج چھوڑ دیں تو کیا یہ اس وقت ہم لوگوں کا مذہبی فرض ہے کہ جس کی عدول حکمی سے کفر عائد ہوتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا!

الجواب کالج اور اس کی تعلیم میں جس قدر بات خلاف شریعت ہے اس سے بچنا ہمیشہ فرض تھا اور ہے جہاں تک مخالفت شرع نہ ہو اس سے بچنا کبھی بھی فرض نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ از خیر پور ٹالی والے ریاست بہاولپور مسئولہ مولوی عبد الرحیم خانقاہی، ۲ر صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بیانی ہے کہ مجھے فیصلہ شرع محمدی کا منظور وقبول نہیں ہے بلکہ رواج وقانون منظور ہے یہ سخن بلا دریغ عوام الناس میں کہدیا ہے عند الشریعت اس کے ساتھ یعنی زید کے ساتھ شریعت مبارک کا کیا ارشاد ہے صاف خوشخط استفتا پر جواب فرماویں اجرت جواب آنے پر دی جائے گی،

الجواب یہاں فتوے پر کوئی اجرت نہیں لی جاتی نہ پہلے نہ بعد نہ اپنے لئے اسے روا رکھا جاتا ہے، بیان مذکورہ سوال اگر واقعی ہے تو زید پر تجدید اسلام واجب ہے توبہ کرے اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھے اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح جدید کرے، واللہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ ۸ر ذی القعدہ ۱۳۳۷ھ،

ما قولکم دام طولکم فی رجل یسمی اشرف علی کتب الیہ بعض محبیہ انہ رأی فی المنام انہ یقرأ الکلمۃ الطیبۃ لکن یذکر فیھا اسمکم (ای اشرف علی) مکان محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ثم تذکر انہ اخطأ فاعاد فلم یخرج من لسانہ الا اشرف علی رسول اللہ مکان محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ھو دار ان ھذا غیر صحیح لکن لا ینطلق اللسان الا بھذا من غیر اختیار قال فلما تکرر ھذا رأیتکم تجاھی فحررت علی الارض وصحت صیاحا شدیدا وخلت ان لم یبق فی باطنی قوۃ ثم استیقظت بید ان الغیبۃ عن الحس واثر عدم الطاقۃ کما ھو لکن لم یکن فی المنام ولا فی الیقظۃ الا تصورکم تأملت فی الیقظۃ ما وقع من الغلط فی الکلمۃ الطیبۃ فاردت ان ادفع ھذا الخیال عن القلب فجلست ثم اضطجعت علی الجنب الاخر لتدارک الغلط الواقع فی الکلمۃ الشریفۃ اردت الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلا اقول الا اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی مع انی الان یقظان غیر وسنان ولکن خارج عن الاختیار لیس لی علی اللسان اقتدار حتی بقیت ھکذا طول النھار وبکیت من الغد بالاکثار وسوی ھذہ وجوہ کثیرۃ اوجبت لی محبتکم اھ ماکتب الرجل فکتب الیہ اشرف علی ان فی ھذہ الواقعۃ تسلیۃ لکم ان الذی ترجعون الیہ ھو متبع السنۃ اھ وقد طبع ھذا کلہ واشاعہ اشرف علی نفسہ فی جریدۃ اشھریۃ تسمی الامداد متبجحا بہ علی رؤس الاشھاد بل داعیا مریدیہ الی مثلہ من المغالاۃ فی تعظیمہ وایثار فضلہ فان ھذا ھو مقصد الجریدۃ ان یحسبوھا فی ارشادھم رشیدۃ فما حکم الشریعۃ الغراء فیھما واشرف علی ھذا ھو الذی کتب فی رسالۃ لہ لا تزید علی ثلث ورقات فی ابطال نسبۃ علم الغیب الی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ ان یقال بہ کل العلوم بحیث لا یشذ منھا شیئ فبطلانہ ظاھر عقلا ونقلا وان ارید البعض فای

خصوصیۃ فیہ لہ فان مثل ھذا حاصل لزید وعمرو بل لکل صبی ومجنون بل لکل بھیمۃ وحیوان وقد حکم علیہ لقولہ ھذا اکابر علماء الحرمین المکرمین انہ کفر وارتد ومن شك فی کفرہ فقد کفر کما ھو مفصل فی حسام الحرمین افیدونا اجزل اللہ تعالٰی ثوابکم آمین۔

الجواب اللھم لك الحمد صل علٰی نبیك نبی الحمد وآلہ وصحبہ الحمد رب انی اعوذ بك من ھمزات الشیطن واعوذ بك رب ان یحضرون، ائمۃ الدین لم یقبلوا زلل اللسان فی الکفر والا لاجتراء کل خبیث القلب ان یجاھر بسب اللہ وسب رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویقول زلت لسانی قال الامام القاضی عیاض فی الشفاء الشریف "لایعذر احد فی الکفر بدعوی زلل اللسان" اھ وفیہ ایضا "عن محمد بن ابی زید لایعذر احد بدعوی زلل اللسان فی مثل ھذا" اھ وفیہ ایضا "افتی ابو الحسن القابسی فیمن شتم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی سکرہ یقتل لانہ یظن بہ انہ یعتقد ھذا ویفعلہ فی صحوہ" اھ ثم الزلل ان کان انما یکون بحرف او حرفین لا ان یھذ اللسان طول النھار ھذا غیر مقبول ومعقول قال فی جامع الفصولین الفصل الثامن والثلثین "ابتلی بمصیبات متنوعۃ فقال اخذت مالی وولدی واخذت کذا وکذا فماذا تفعل ایضا وماذا بقی لم تفعلہ وما اشبھہ من الالفاظ کفر کذا حکی عن عبد الکریم فقیل لہ ارأیت لو ان المریض قالہ وجری علی لسانہ بلا قصد لشدۃ مرضہ قال الحرف الواحد یجری ونحوہ قد یجری علی اللسان بلاقصد اشار الی انہ یحکم بکفرہ ولایصدق" اھ فاذا لم یصدق فی نصف سطر کیف یصدق فی ایرادہ مناما ویقظۃ طول النھار بل ھو قطعا مسرف کذاب الم تر ان اللہ تعالٰی جعل الجسد تحت ارادۃ القلب قال نبینا الحق المبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب" فما فسد قولہ لسانہ الا وقد فسد قبلہ قلبہ وجنانہ وھذا یدعی ان لسانہ فی فیہ حیوان مستقل بارادتہ غیر تابع للقلب کفرس جموح شدیدۃ الجموح تحت راکب ضعیف قوی الضعف یرید الیمین والفرس لا تنعطف الا للشمال حتی کلما ارادھا للیمین لم تاخذ الا ذات الشمال حتی تنازع القلب واللسان طول النھار فلم یدرك الغلبۃ الا للسان ھذا غیر معقول ولا مسموع فلا شك انہ محکوم علیہ بالکفر حکما غیر مدفوع وھل سمعتم باحد یدعی الاسلام ویقول طول النھار فلان رسول اللہ مکان محمد رسول اللہ او یقول لابیہ یا کلب ابن الکلب یاخنزیر ابن الخنزیر ویکررہ من الصباح الی المساء ثم یقول انما کنت اقول یاابت یاسیدی فیناز عنی اللسان ویذھب من الاب والسید الی الکلب والخنزیر حاش للہ ما کان ھذا ولا یکون ولن یقبل احد الا مجنون ھذا احکم ذلك القائل اما ما کتب الیہ اشرف علی فی الجواب

فاستحسان منه لذلك الكفر واستحسان الكفر كفر بلا ارتياب وما هو الا انه رأى فيه من تعظيم نفسه ووصفه بانه رسول الله ذي القوة في الصلاة عليه استقلالا لا بدل النبي صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ومدحه بالنبوة فابتهج واجاز كل ذلك وجعله تسلية لذلك الهالك ارأيت لو سبه وامه واباه احد طول النهار ثم قال انما كنت اريد مدحك فلم يطع اللسان في الخطاب ولقيت تسبك واباك وامك من الصباح حتى توارت بالحجاب هل كان اشرف علی او احد من اراذل الناس ولو خصافا او زبالا او ارذل منهم يقبل هذه المعاذير ويقول له ان في هذه التسلية لكم ان الذي تحبونه وتسبونه انه لمن ضئضئ الخنازير كلا بل يحرق غيظا ويموت غيظا او يفعل به ما قدر عليه حتى القتل ان وجد سبيلا اليه فتسليته ههنا ليس الا لاستخفافه بمحمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وبمرتبة النبوة والرسالة وختم النبوة الاعظم واستحسان نسبتها الى نفسه الامارة بالسوء كبر الذين استكبروا في انفسهم وعتوا عتوا كبيرا فلا ريب ان اشرف علی ومريده المذكور كلاهما كافر بالرب الغيور غرتهما الاماني وغرهما بالله الغرور بل اشرف علی اشد كفرا واعظم وزرا فان المريد زعم ان ما يقوله غلط صريح وباطل قبيح وهذا لو تقبح القول ولا وبخ قائله بل استحسنه وجعله تسلية له لكن لا عزو فان من سب رسول الله محمدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بتلك السبة الفاحشة المأثورة في السؤال عنه المحكوم عليه لاجلها بالكفر والارتداد من اسيادنا علماء الحرمين الكرمين فبای كفر يتحجب منه وان كان عنده مثل علم محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بالغيب حاصل لكل صبي ومجنون وبهيمة ولا شك انه اعلم عنده من هؤلاء الاحياء الذميمة فكان يزعمه اعلم واكرم من محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فحق له ان يدعي النبوة والرسالة لنفسه لا لمحمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم كذلك يطبع الله على كل قلب متكبر جبار ولكن والله ان رب محمد لبالمرصاد ولمن يشاقه عذاب النار والله اعلم بما يوعون ○ وسيعلم الذين ظلموا اي منقلب ينقلبون، والله تعالی اعلم۔

مسئلہ از لین مین بکرا اسٹیشن ڈاکخانہ گجادھر گنج مسئولہ حاجی عبداللہ خان صاحب، ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ذکر ہو تو صرف یہ کہنا کہ رسول نے ایسا کیا رسول نے ایسا کہا کیا مناسب ہے۔

الجواب نام اقدس تعظیم کے ساتھ لینا فرض ہے، خالی رسول رسول کہنا اگر بقصد ترک تعظیم ہے تو کفر ہے ورنہ بلاضرورت ہو تو برکات سے محرومی۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ از شہر محلہ ملوکپور، مسئولہ محمود الرحمن صاحب، ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

فتوی حضور والا کا در بارہ شرکت جلوس مسٹر شوکت علی وغیرہم فدویان نے مطالعہ کیا اور دوسرے لوگوں کو ہدایت کی مگر

بعض آدمی جواب کے الفاظ پر یوں شبہ پیش کرتے ہیں ایسے جلوس میں شریک مولانا شوکت علی و محمد علی صاحبان دو مسلمان ہیں اور مقاصد حال بھی مسلمانوں ہی کے ہیں پس تعظیم ہندو کے جلوس کی کیونکر ہوئی نیز لفظ فھو منھم بتلاتا ہے کہ شریک ہونے والے کافر ہوجائیں گے کیا یہ الفاظ حقیقت پر محمول ہیں، مہربانی فرماکر ان دونوں شبہوں کا اور جواب عنایت فرمادیجئے تاکہ حیلہ گروں کو حیلہ کا موقع نہ رہے،

الجواب اس میں جو لوگ مسلمان کہلاتے ہیں گاندھی کے تابع ہوکر آرہے ہیں، اشتہار کی سرخی میں صرف اسی کی آمد ہے اور اسی کی خدمات اور قربانیوں کا ذکر کرکے اس کے استقبال کو شاندار بنانے کا شد و مد ہے باقی مسلم یا نامسلم اس کے ساتھی یا تابع رکھے گئے ہیں اور پیغام بھی اسی کا سنانا لکھا ہے پھر یہ جلوس دوسرے کا کیونکر ہوسکتا ہے حدیث کے ارشاد پر نکتہ چینی مسلمان کا کام نہیں فعل کفر میں جو دل سے شریک ہو وہ ظاہراً و باطناً کافر ہے اور جو اکراہ و اضطرار و مجبوری محض سے بظاہر شریک ہوا سے معافی ہے مگر اکراہ صحیح شرعی درکار ہے کسی کی خاطر وغیرہ سے مجبور ہونا شرعی مجبوری نہیں اور بلا اکراہ شرعی شرکت کفر پر بھی شریعت مطہرہ لزوم کفر و تجدید اسلام و تجدید نکاح کا حکم دے گی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر محلہ ملوکپور چھوٹا دروازہ مسئولہ سید رونق علی صاحب، ۳ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خلافت اسلامیہ عرب کی کمیٹی کا جلسہ بریلی میں ہوگا مولانا محمد علی و شوکت علی اور مہاتما گاندھی وغیرہ آئیں گے بازار سجایا گیا ہے ان سب کا جلوس دھوم دھام سے نکلے گا اور جلسہ میں مسلمان ہندو نیچری، وہابی، شیعہ سب شریک ہوں گے ایسی حالت میں مسلمان اہل سنت والجماعت اس جلسہ میں شرکت کریں یا جلوس دیکھیں یا نہیں اور اس جلسہ میں شرکت جائز ہے یا گناہ کیا گناہ خدا کے واسطے حکم شریف اس جلسہ میں چندہ دینے اور بیان سننے وغیرہ کا صاف صاف قرآن و حدیث سے بیان فرمایا جائے۔

الجواب تعظیم مشرک کے جلوس میں شرکت حرام ہے اور حرام فعل کا تماشہ دیکھنا بھی حرام ہے، طحطاوی علی الدر المختار میں ہے التفرج علی المحرام حرام ایسے جلسوں میں شرکت گناہ کبیرہ ہے، قال اللہ تعالٰی فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، من سود مع قوم فھو منھم، حرام کاموں میں چندہ دینا بھی حرام ہے، قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان، اور نامسلم کو واعظ مسلمین بناکر اس کا بیان سننا اشد سے اشد کبیرہ و بدخواہی اسلام ہے قال اللہ تعالٰی یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطٰن ان یضلھم ضلٰلاً بعیدا۔ سائل نے مہاتما لکھا یہ حرام ہے، مہاتما بمعنی روح اعظم ہے کہ خالص لقب افضل الملائکہ ہے، علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام یونہی جو لوگ ایسا مذہب نکالنا چاہیں کہ مسلم و کافر کا فرق اٹھادے سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرادے جو لوگ کہیں کہ آج تم نے اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا جو لوگ کہیں کہ خدا کی رسی مضبوط تھامنے سے اگرچہ دین ہاتھ سے جاتا رہے مگر دنیا تو ضرور ملے گی ایسوں کو مولانا کہنا حرام ہے، حدیث میں فرمایا، لا تقولوا للمنافق یاسید فانہ ان یکن سیدکم فقد اسخطتم ربکم، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ اختر حسین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی، ۲۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سامنے سے گزرا دوسرے سے کہا صلوۃ ہوگئی اور جماعت طیار ہے انھ

کہا نماز پڑھنے والے پر لعنت بھیجتا ہوں جب یہ ذکر ایک تیسرے شخص کے سامنے ہوا اور لوگوں نے کہا یہ کلمہ کفر ہے تو اس نے کہا کہ ایسی باتوں سے کفر نہیں عائد ہوا کرتا حالانکہ یہ شخص عاقل بالغ ہے اس شخص کا کیا حکم ہے، بینوا توجروا۔

الجواب اس کہنے سے وہ شخص کافر ہوگیا اس کی عورت نکاح سے نکل گئی اور یہ تیسرا بھی نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھے اور اپنی عورت سے اس کے بعد نکاح کرے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر محلہ سوداگران، مسئولہ سید عزیز احمد صاحب، ۷ ربیع الاول ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامی شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک مکان درحقیقت دو سو روپیہ کو بیع کیا مگر بیعنامہ ڈھائی سو روپیہ کا لکھا اور رجسٹری کے وقت حاکم کے سامنے دو سو روپیہ وصول پائے باقی پچاس روپئے اس سے قبل وصول پانے کا جھوٹا اقبال کیا اور اس بارے میں عمرو کی شہادت پیش کی عمرو نے باوجود اس کے کہ اس کو اس امر کا اچھی طرح علم تھا کہ مکان حقیقت میں دو سو روپیہ کو بیع کیا گیا ہے اور کوئی رقم پچاس روپے کی اس سے قبل زید کو وصول نہیں ہوئی ہے اس امر کی شہادت دی کہ مکان واقعی ڈھائی سو روپئے کو بیع کیا گیا ہے اور پچاس روپے زید کو اس سے قبل وصول ہو چکے ہیں، جب لوگوں نے عمرو سے کہا کہ تم نے جھوٹی شہادت دی، عمرو نے اس کا جواب دیا کہ کچہری میں کون سچ کہا کرتا ہے جتنے جاتے ہیں سب جھوٹ ہی کہا کرتے ہیں اگر میں نے جھوٹ کہا تو کیا برا کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ عمرو اکثر اوقات نماز میں امامت بھی کرتا ہے تو ایسی حالت میں عمرو کی امامت نماز میں جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب صورت مستفسرہ میں اس کی امامت ناجائز ہے ایک تو اس نے جھوٹی گواہی دی اور حدیث میں فرمایا سن لو سن لو جھوٹی گواہی بتوں کے پوجنے کے برابر رکھی گئی سن لو سن لو جھوٹی گواہی بتوں کے پوجنے کے برابر رکھی گئی سن لو سن لو جھوٹی گواہی بتوں کے پوجنے کے برابر رکھی گئی دوسری حدیث میں فرمایا، لا تزول قدما شاهد الزور حتی یوجب اللہ له جهنم، جھوٹی گواہی دینے والا وہاں سے قدم ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ تعالٰی اس کے لئے جہنم واجب فرماتا ہے۔ یہاں تک تو گناہ کبیرہ ہی تھا جو آدمی کی ہلاکت و بربادی کو بس ہے آگے اس کا کہنا کہ میں نے جھوٹ بولا تو کیا برا کیا صریح کلمہ کفر ہے اس پر لازم ہے کہ تجدید اسلام کرے اور اگر عورت رکھتا ہو تو از سر نو اسلام لانے کے بعد اس سے تجدید نکاح ضرور ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از موضع شمس آباد ضلع کیمل پور پنجاب، مسئولہ مولوی غلام ربانی صاحب، ۱۰ جمادی الآخر ۳۹ھ

ایک عالم سنی حنفی المذہب نے اپنے وعظ میں کہا کہ اللہ جل جلالہ نے ۱۰۴۔ ایک سو چار کتاب نازل فرمائی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ سب میں پروردگار نے فرمایا ہے، و اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول الخ اے مسلمانو! آپ لوگوں کو سمجھانے کے لئے ایک مثال دیتا ہوں اس کے بعد آپ لوگ خیال کریں کہ قوت ایمانی میں کہاں تک ضعف ہوگیا ہے دیکھو کسی حاکم کا چپراسی سمن لے کر آتا ہے تو اس کا کس قدر خوف ہوتا ہے حالانکہ حاکم ایک بندہ مثل ما و شما سمن پیسہ آدھے پیسہ کا کاغذ جس میں معمولی مضمون ہوتا ہے چپراسی پانچ چھ روپے کا ملازم ہوتا ہے، مگر یہ حالت ہوتی ہے کہ اس کے خوف کے مارے لوگ روپوش ہو جاتے ہیں لاچاری سے لینا ہی پڑتا ہے بعدہ وکیل کی تلاش

اور روپے کا صرف کرنا وکذا وکذا اور اللہ تعالٰی احکم الحاکمین کہ دم بھر میں تہ وبالا کرسکتا ہے اس کا حکمنامہ یعنی قرآن پاک ومقدس کہ جس کے ایک ایک حرف پر دس بیس تیس نیکی کا وعدہ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لائے کہ جن کی خاطر زمین وآسمان پیدا ہوا اب بتاؤ کہ اس احکم الحاکمین اور اس قرآن مجید اور اس کے رسول پاک کا فرمان ہم مسلمان لوگ کہاں تک بجالاتے ہیں ہمیشہ وعظ سنتے ہیں عمل نہیں کرتے الخ اس پر دوسرے ایک عالم نے کہا کہ حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو چپراسی کہنا دین کا یا اس سے مثال دینا یا اس سے تشبیہ تینوں صورت میں کفر ہے اور کہنے والا سابی ہے اس کی توبہ قبول نہ ہوگی، اب عرض ہے کہ پاگیا اور مثال وتشبیہ کا فرق پورے طور سے بیان فرمائیے یہ سوال اگرچہ کوتاہ ہے مگر بڑا اہم اور ضروری ہے جس کے سبب سے ایک بڑا فتنہ وفساد برپا ہورہا ہے، بینوا توجروا

الجواب حاش للہ اس میں نہ تشبیہ ہے نہ تمثیل نہ اصلا معاذ اللہ توہین کی بو۔ یہ تو لوگوں کو زجر وتوبیخ ہے کہ ایک ذلیل حاکم کا ذلیل فرمان ذلیل تر چپراسی لائے اس پر تو تمہاری یہ حالت ہوتی ہے اور ملک الملوک واحد قہار جل وعلا کا عزیز وعظیم وجلیل وکریم فرمان اعز المرسلین اکرم المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لے کر تشریف لائے اس کی پرواہ نہیں کرتے اس سے اپنی قوت ایمانی کے حال کا اندازہ کرسکتے ہو، اس کی نظیر حضور بشیر ونذیر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، والذی نفسی بیدہ لو یعلم احدھم انہ یجد عرقا سمینا او مرماتین حسنتین لشھد العشاء قسم اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر ان میں کسی کو یہ معلوم ہوتا کہ کوئی فربہ ہڈی جس پر گوشت کا خفیف حصہ لپٹا رہ گیا ہو یا بکری کے اچھے دو کھر ملیں گے (جن کے شگاف میں گوشت کا لگاؤ ہوتا ہے) تو ضرور نماز عشا میں حاضر آتا۔ اور طبرانی نے معجم اوسط میں بسند صحیح انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، لو ان رجلا دعا الناس الی عرق او مرماتین لاجابوہ وھم یدعون الی ھذہ الصلاۃ فی جماعۃ فلا یاتونھا، اگر کوئی شخص لوگوں کو بلا گوشت لپٹی ہوئی ہڈی یا دو کھروں کی دعوت دے تو ضرور جائیں گے اور اس نماز کی جماعت کو بلائے جاتے ہیں تو نہیں آتے، کیا معاذ اللہ یہ ثواب ورضائے الٰہی کو دو کوڑی کی ہڈی یا دو کھروں سے تشبیہ ہے، حاشا بلکہ ان کے حال کی تقبیح اور ان پر زجر وتوبیخ وتنبیہ ہے کہ ایسی حقیر چیز کے لئے تو دوڑتے ہیں اور ایسی عظیم شئ کی پرواہ نہیں کرتے، امام بدر الدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں، المعنی لو علم انہ لو حضر الصلاۃ لوجد نفعا دنیویا وان کان خسیسا حقیرا لحضرھا لقصور ھمتہ علی الدنیا ولا یحضرھا لما لھا من مثوبات العقبی ونعیمھا، اور اگر یوں ہوتا کہ خدا نا ترسو اللہ ورسول سے اتنا تو ڈرو جتنا دنیوی حاکم اور اس کے سمن اور چپراسی سے ڈرتے ہو جب بھی اسے تمثیل وتشبیہ وتوہین سے علاقہ نہ ہوتا اب اس کی نظیر یہ حدیث ہوئی کہ ابن عدی نے ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، استحیی من اللہ استحیاءک من رجلین من صالحی عشیرتک، اللہ تعالٰی سے ایسی شرم کر جیسی اپنے کنبے کے دو نیک مردوں سے کرتا ہے، یہاں معاذ اللہ، اللہ تعالٰی کو کنبے کے دو مردوں سے تشبیہ نہیں نہ یہ کہ اللہ سے اتنی ہی حیا چاہئے جتنی دو مردوں سے بلکہ اس مقدار حیا کی طرف ارشاد ہے کہ اللہ سے کرے تو معاصی سے روکنے کو کافی ہو، یونہی یہاں معاذ اللہ دنیوی حاکم اور سمن اور

چپراسی سے تشبیہ ہے نہ یہ کہ اللہ و رسول و قرآن سے اتنا ہی ڈرو جتنا ان سے بلکہ اس مقدار خوف کی طرف ہدایت ہے، کہ اللہ و رسول و قرآن سے ہو تو اتقاو اجتناب معاصی کے لئے بس ہو، ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالی عنہم کے نزدیک ساب مرتد ہے اور اس کے سب احکام مثل مرتد، مرتد اگر توبہ کرے تقبل ولا یقتل قبول کریں گے اور قتل نہ کریں گے، کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالی فی فتاوٰنا۔ تشبیہ میں اگر وجہ شبہ امور متعددہ سے منتزع ہو تمثیل ہے جیسے کریمہ کمثل الحمار یحمل اسفارا ورنہ نہیں اور کبھی تشبیہ مرکب کو تمثیل کہتے ہیں جس کے معنی میں مفرد کی مفرد سے تشبیہ ملحوظ نہیں بلکہ ہیأت مجموعی سے کریمہ وھی تجری بھم فی موج کالجبال میں تشبیہ ہے اور کریمہ مثلھم کمثل الذی استوقد نارا۔ الآیہ میں تمثیل ہے، واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

وقایۃ اہل السنہ میں موذن کو مثل چپراسی دربار حاکم کے کہا ہے اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بھی مباشرت اذان فرمائی ہے عرض کہ حضور نبھی علمی تقریر سے ثابت فرمائیں کہ تمثیلا اس لفظ سے کوئی خرابی نہیں ہوتی۔

الجواب وقایۃ اہل السنہ میں حاضری پکارنے کا ذکر ہے جو مسجد میں مؤذن کا کام ہے اور شاہی دربار میں چوبدار اور کچہریوں میں چپراسی کا۔ اس سے مؤذن چپراسی یا چوبدار کے مثل نہیں ہوسکتا جس عالی شان کا دربار ہو ویسا ہی اس کا خادم، نہ دربار عزت سے کسی دربار کو نسبت ہوسکتی ہے نہ مؤذن سے چوبدار و چپراسی کو، وقایہ میں مؤذن کو چپراسی نہ کہا اور کہا بھی جائے تو اسے یہاں سے علاقہ نہیں اس خیال کو فوراً اُڑا سے نکال دیجئے تعظیم شان اقدس کے تصور میں ڈوب جائیے، مبارکہ تحسبونہ ھینا وھو عند اللہ عظیم، چپراسی تو اسی حاضری پکارنے پر نوکر ہوتا ہے یوہیں مؤذن اس پر مقرر ہوتا ہے اتفاقاً اگر کسی گواہ یا فریق کو ایک بار حاکم خود آواز دے لے چپراسی نہ ہوجائے گا اور اسے چپراسی کہنا ضرور اس کی توہین ہوگا، فتثبتوا ولا یغرنکم باللہ الغرور۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ از ڈاکخانہ جیت پور تحصیل نکودر ضلع جالندھر مسئولہ مولوی چراغ علی شاہ صاحب قادری ۱۲ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بلا اعتقاد فاعلیۃ بالذات حضرات صوفیہ کرام و مشائخ عظام سے استمداد طلب کرتا ہے مثلاً یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ اور یا علی مددیا اغثنی یا رسول اللہ اور سماع بالمزامیر سنتا ہے اور پیر کو تعظیماً سجدہ کرتا ہے ایسے شخص نے اپنی عورت کو تین طلاق دیدیں ایک مولوی وہابی نجدی نے اس کا نکاح بغیر حلالہ درست کرکے نکاح کردیا کہتا ہے کہ وہ شخص کافر اور مرتد ہوگیا ہے، تین طلاق اس پر نہیں پڑتیں اب ایا اس کا نکاح بغیر حلالہ درست ہے یا نہیں اس کا کیا حکم ہے، اس کی امامت وغیرہ جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب انبیاء و اولیاء علیہم الصلاۃ والثناء سے استمداد جائز ہے اور مزامیر سننا گناہ اور سجدہ تعظیمی حرام مگر کفر نہیں جب تک نیت عبادت نہ ہو عالمگیری میں ہے، من سجد للسلطان علی وجہ التحیۃ لایکفر ولکن یاثم لارتکابہ الکبیرۃ و ان سجد بنیۃ العبادۃ فقد کفر کذا فی جواھر الاخلاطی تین طلاقیں بیشک ہوگئیں اور بغیر حلالہ نکاح ہرگز نہیں کرسکتا

اگر کرے گا زنا ہوگا، وہابی کا فتوی جنون ہے اگر وہ شخص کافر نہیں تو تین طلاقوں میں کیا شک اور بے حلالہ نکاح کیونکر حلال، اور اگر کافر ہے تو مسلمان عورت کا اس سے نکاح کیونکر جائز نہ بے حلالہ ہو سکے نہ بعد حلالہ، مگر ہے یہ کہ وہ کافر نہیں وہابیہ خود کفار ہیں، جیسا کہ حسام الحرمین فتاوائے علمائے کرام حرمین شریفین سے ظاہر، واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ از شہر محلہ ذخیرہ، مسئولہ سید مشتاق علی صاحب، ۱۹ رجمادی الآخر ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پرہیز گار متقی اہل سنت سے اور وہابی سے مذہباً کچھ بحث ہوئی وہابی نے کچھ اعتراض کیا اہل سنت نے جواب دیا کہ تمہارا امرے جنازہ کے ساتھ کلمہ پڑھتے جانا بہتر نہیں ہے اس سے تو ڈھولکی اگر ہو تو بہتر ہے اس میں اہل سنت مرتکب گناہ تو نہیں۔

الجواب بہت برا کیا بہت بیجا کہا تو بہ لازم ہے وہابی کا کلمہ پڑھنا اگرچہ بیکار ہے جب تک اسلام نہ لائے مگر ڈھولکی اس سے بہتر نہیں ہو سکتی، پھر بھی یہ تاویل ہے کہ ڈھولکی بجانے والا فاسق ہے اور وہابی مرتد، اور مرتد مورد لعنت جنازہ کے ساتھ فاسق کے ہونے سے مرتد کا ہر نالا کھ درجے بدتر ہے واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ از پور بندر کھاری مسجد مسئولہ محمد اسمعیل خاں ابن محمد اکبر خاں معرفت مولوی غلام محی الدین صاحب راندیری، ۲۰ر شعبان ۳۹ھ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ حضرت سیدنا محمد المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو احتلام ہوا ہے اور عمرو کہتا ہے کہ یہ کلمہ کہنا بہت ہی بڑی بے ادبی ہے اور نہیں ہوا ہے تو اس بات کو چھوڑ دے لیکن زید ہر وعظ میں اور ہر جلسہ میں بیٹھ کر اس بات کو دہراتا ہے اور اس میں فتنہ وفساد بڑھتا چلا جاتا ہے اس درمیان ایک دین دار سخی بہت ہی بھولا اور بہت علم دوست لیکن بالکل ہی بے علم وبے عقل بلا خلل ایک نامی واعظ بکر کو اور جگہ سے جاکر بلا لاتا ہے وہ آکر زید سے مل جاتا ہے اور رات کو وعظ میں سارے عوام کے آگے حضرت کے احتلام ہوا ہے، ہاں ہوا ہے احتلام ہی ہوا ہے حضرت کو احتلام ہوا ہے اور زید کی تائید کرتا ہے، اور صحیح مسلم شریف اور شرح نووی کو دکھلاتا ہے اور زید کو حق کو اور عمرو کو ناحق جتلاتا ہے لہذا اس مسئلہ کا جواب للہ حق عزوجل وعلاوحق الرسول صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم حق حق لکھ جاویں اور فریقین کے فساد کو مٹاویں اور عند اللہ اجر عظیم پاویں

الجواب فی الواقع حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام احتلام سے پاک ومنزہ ہیں، قال اللہ تعالی ان عبادی لیس لك علیھم سلطن وکفی بربك وکیلا o طبرانی معجم کبیر میں بطریق عکرمہ اور دینوری مجالس میں بطریق مجاہد حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی کہ فرمایا ما احتلم نبی قط وانما الاحتلام من الشیطان، کبھی کسی نبی کو احتلام نہ ہوا، احتلام تو نہیں مگر شیطان کی طرف سے، کعب احبار رحمۃ اللہ تعالی سے جو مروی ہوا کہ یاجوج وماجوج نطفۂ احتلام سیدنا آدم علیہ السلام سے بنے ہیں اول کعب ہی سے اس کا ثبوت صحت کو نہ پہنچا اس کا ناقل

ثعلبی حاطب لیل ہے، کما فی عمدۃ القاری نووی نے حسب عادت ان کا اتباع کیا پھر کعب صاحب اسرائیلیات ہیں ان کی روایت کہ مقررات دین کے خلاف ہو مقبول نہیں، ہاں امام نووی وحافظ عسقلانی نے شروح صحیح مسلم وصحیح بخاری میں اس کی یہ تاویل نقل کی کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فیضان زیادت فضل بسبب ابتلائے اوعیہ منع نہیں اور اسے مقرر رکھا، اقول مگر لفظ شنیع ومکروہ ہے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حصر کے خلاف کہ احتلام نہیں مگر شیطان کی طرف سے، ولہذا عامۂ علمائے کرام نے اسے مقبول نہ رکھا، فتح الباری بدء الخلق میں ہے، ھو قول منکر جدا لا اصل لہ الا من بعض اھل الکتاب، وہ سخت واجب الانکار بات ہے اس کی اصل نہیں مگر بعض اہل کتاب سے، امام علامہ بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں، حکاہ الثعلبی عن کعب الاحبار والنووی ایضا فی شرح مسلم وغیرہ ولکن العلماء ضعفوہ وقال ابن کثیر وھو جدیر بذلک اذ لادلیل معید بل ھو مخالف لما ذکر وامر ان جمیع الناس الیوم من ذریۃ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام بنص القرآن قلت جاء فی الحدیث ایضا امتناع الاحتلام علی الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، یعنی اسے ثعلبی نے کعب احبار سے حکایت کیا نیز نووی نے شرح مسلم وغیرہ میں، مگر علماء نے اسے ضعیف بتایا اور امام ابن کثیر نے کہا وہ تضعیف ہی کے لائق ہے کہ بے دلیل محض ہے بلکہ اس ارشاد علماء کے مخالف ہے کہ آج بنص قطعی قرآن مجید تمام آدمی ذریت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہیں، قال اللہ تعالٰی وجعلنا ذریتہ ھم الباقین ○ ہم نے نوح ہی کی اولاد باقی رکھی، امام عینی نے فرمایا میں کہتا ہوں نیز حدیث وارد ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر احتلام محال ہے۔ فتح الباری کتاب الفتن میں ہے، الاول المعتمد والا فاین کانوا حین الطوفان، یاجوج وماجوج کا ذریت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سے ہونا معتمد ہے ورنہ طوفان کے وقت وہ کہاں رہے اقول وقد اجبنا عن ھذا بجوابین فی کتابنا الفیوض الملکیۃ احدھما ما یدریک لعل اللہ حمی تلک النطفۃ والتطاولۃ حتی خلقھم منھا بعد الطوفان، ارشاد الساری شرح صحیح بخاری دونوں محل میں ہے، وھذہ النطفۃ فی بدء الخلق قال ابن کثیر وھذا القول غریب جدا ثم لادلیل علیہ لا من عقل ولا من نقل ولا یجوز الاعتماد ھھنا علی ما یحکیہ بعض اھل الکتاب لما عندھم من الاحادیث المفتعلۃ، امام عماد نے فرمایا یہ قول سخت غریب ہے، پھر اس پر نہ عقل سے دلیل نہ نقل سے اور یہاں بعض اہل کتاب کی حکایت پر اعتماد حلال نہیں کہ ان کے پاس بہتیری باتیں گڑھی ہوئی ہیں، اما ما عزاہ الامام النووی فی فتاواہ لجماھیر العلماء انھم من ماء آدم لا من حواء، فاقول لایثبت الاحتلام، فاولا قد تحصل النطفۃ بنحو التبطین فی المحیض وثانیا ما کل نطفۃ تقبلھا الرحم وثالثا ما کل النطفۃ تقبلھا الرحم بل اذا قبلت ربما قبلت جزء منھا ورمت بالباقی وقد ثلث الجواب عن حدیث الطوفان وقد یکون جوابا ایضا عن الذی ذکرہ ابن کثیر فان الکلام فی الموجودین اذ ذاک لان البقاء فرع الوجود علی ان الکلام فی ولد آدم قطعا وھم لیسوا من ولدہ علی الاطلاق وان کانوا من ولدہ لانھم من مائہ وذلک لان الولد ما عن صاحبۃ، قال تعالٰی انی یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ، بالجملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر احتلام منع ہے،

اور خود حضور اقدس انور اطیب اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت اور اس پر جزم اور اس کی تکرار اور اس پر اصرار کہ ہاں ہوا ہاں ہوا یقینا حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صریح افتراء ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا جہنم کا سیدھا راستہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی متواتر حدیث میں ہے، من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار، جو مجھ پر دانستہ جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے، اہل سنت کسی کبیرہ کے ارتکاب کو کفر نہیں کہتے جب تک استحلال وغیرہ مکفرات کے ساتھ نہ ہو، مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا کو امام ابو محمد جوینی والد امام الحرمین نے کفر بتایا، خصائص کبرٰی میں ہے، قال النووی وغیرہ الکذب علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الکبائر ولا یکفر فاعلہ علی الصحیح وقول الجمہور وقال الجوینی ھو کفر، اور درمختار وغیرہ میں ہے، ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ (ای تجدید الاسلام اھ شامی) وتجدید النکاح، زید وبکر پر فرض ہے کہ توبہ کریں مناسب ہے کہ تجدید اسلام کریں پھر اپنی عورتوں سے نکاح تازہ کریں خصوصا اس کلمہ خبیث میں کہ معاذ اللہ پہلوئے توہین وتنقیص شان رکھتا ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از کانپور فیل خانہ قدیم مکان مولوی سید محمد اشرف صاحب وکیل مسئولہ مولانا سید محمد آصف صاحب ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم،

یا حبیب محبوب اللہ روحی فداک، قبلہ کونین وکعبہ دارین محی الملۃ والدین دامت فیوضہم، بعد تسلیمات فدویانہ وتمنائے حصول سعادت آستانہ بوسی التماس اینکہ بفضلہ تعالٰی فدوی بخیریت ہے ملازمان سامی کی صحت وری مدام بارگاہ احدیت سے مطلوب، حضور نے جو کارڈ تحریر فرمایا تھا وہ بصد ادب ملازمان حضور کی خدمت میں حاضر کیا جاتا ہے، اس صحیفہ میں تحریر ہے (کیا یہ مسلمان ہیں یا وہ ان میں کون مسلمان ہے) والسلام مع الکرام،

الجواب بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم،

والاحضرت مولانا المکرم ذو المجد والکرم مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب دامت فضائلہم، السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ، کارڈ میں بعض افعال گنا دھویہ کہ فقہا کفر ہیں، جیسے قشقہ لگانا، کافر کی جے پکارنا، کافر کی تعظیم گنا کر ان کے فاعلوں کو کہا ہے کہ، یہ مسلمان یا وہ ان میں کون مسلمان ہے۔ بلاشبہ جس طرح کفر فقہی میں مبتلا ہوئے اور استحلال کریں تو کفر کلامی میں بعینہٖ یہی حالت فقہا وکلاما ان افعال واقوال کے مرتکبین کی ہے، والسلام،

مسئلہ از شہر، ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وبکر حدیث کی تکرار کررہے تھے، تکرار کرتے ہوئے اس حدیث تک پہنچے جس میں یہ حکم دیا جو شخص لڑکے لڑکی بالغ کی شادی نہیں کرتا ہے اور لڑکا لڑکی سے کوئی فعل قبیح واقع ہو تو دونوں کے والدین ماخوذ گرفتار عذاب الیم ہوں گے لڑکی لڑکے نہیں اتفاقا اس حدیث کے بین السطور میں (زجر) کا لفظ لکھا ہوا تھا جس کے معنی جھڑکنے کے ہیں، زید نے بکر سے کہا کہ

والدین ماخوذ نہیں ہوسکتے، خود لڑکی لڑکا ہوں گے دیکھو بین السطور میں زجر کا لفظ لکھا ہوا ہے جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ لڑکی لڑکا ماخوذ ہوگا والدین نہیں بکر نے کہا کہ بین السطور حاشیہ ہے اس حدیث میں اور حدیث کا حاشیہ سب صحیح نہیں ہوتا ہے زید نے بکر سے بطور سوال کے پوچھا کہ کیا قرآن کی سب باتیں صحیح ہیں، زید کہنا چاہتا تھا کہ کیا تفسیر کی سب باتیں صحیح ہیں، مگر سہواً یہ الفاظ اثنائے تقریر میں نکل پڑے حالانکہ یہ نہ مقصود ہے زید کا نہ زید اس بات کا معتقد ہے، کہ معاذ اللہ قرآن مجید فرقان حمید کی سب باتیں صحیح نہیں ایک قابل مفتی صاحب نے زید پر فتوی دیا کہ زید کافر ہوگیا اور اس کو کافر سمجھ کر توبہ کرائی اور کلمہ شریف پڑھوایا دونوں کے لئے شرع مطہر سے کیا حکم نافذ کیا جائے گا، بینوا توجروا۔

الجواب اول تو ذکر حدیث میں غلطیاں ہیں یہ حدیث دو طور پر آئی ایک کلام الٰہی اور دوسری کلام نبوی ہے، کلام الٰہی میں تو والدین کا ذکر نہیں بلکہ صرف باپ کا اور ولدین کا ذکر نہیں بلکہ صرف دختر کا اور بلوغ کا ذکر نہیں بلکہ بارہ برس کی عمر کا اور لڑکی پر گناہ نہ ہونے کا ذکر نہیں بلکہ باپ پر ہونے کا اور کلام نبوی میں بھی نہ ماں کا ذکر ہے نہ اولاد پر گناہ ہونے کا، حدیث اول کے لفظ یہ ہیں جسے بیہقی نے شعب الایمان میں امیر المومنین عمر و انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، مکتوب فی التوراۃ من بلغت لہ ابنۃ اثنتی عشرۃ سنۃ فلم یزوجھا فاصابت اثما فاثم ذالک علیہ، جس کی لڑکی بارہ برس کی عمر کو پہونچ جائے اور وہ اس کا نکاح نہ کرے اور لڑکی سے کچھ گناہ صادر ہو تو اس کا گناہ باپ پر ہے، حدیث کی سند صحیح ہے اور حدیث دوم کے لفظ یہ ہیں جسے انھیں بیہقی نے شعب الایمان میں ابوسعید و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا من ولد لہ ولد فلیحسن اسمہ وادبہ فاذا بلغ فلیزوجہ فان بلغ ولم یزوجہ فاصاب اثما فانما اثمہ علی ابیہ، جس کے کوئی بچہ پیدا ہو وہ اس کا نام اچھا رکھے اور اسے اچھا ادب دے، پھر جب وہ بالغ ہو اس کا نکاح کردے اور اگر وہ بالغ ہوا اور یہ اس کا نکاح نہ کرے اور اس سے کوئی گناہ صادر ہو تو بات یوہیں ہے کہ اس کا گناہ اس کے باپ پر ہے، اور باپ پر گناہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اولاد پر نہ ہو جب کہ وہ مکلف ہو خود حدیثوں میں موجود ہے، فاصابت اثما اور فاصاب اثما اس کی نظیر دوسری حدیث صحیح ہے، من سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا ووزر من عمل بھا الی یوم القیمۃ لاینقص من اوزارھم شیئا، جو اسلام میں کوئی بری راہ نکالے اس پر اس کا وبال ہے، اور قیامت تک جو اس راہ پر چلیں گے سب کا وبال ہے بغیر اس کے کہ ان کے وبالوں میں سے کچھ کم کرے، زید کی زبان سے جو لفظ نکلا بلاشبہہ کلمۂ کفر ہے اور اس پر تجدید اسلام لازم اور مفتی کا حکم صحیح ہے، المفتی انما یفتی بالظاھر واللہ یتولی السرائر، واقع میں اگر اس کی زبان بہکی تو عند اللہ کفر نہ ہوا، مگر مفتی بلا دلیل اس دعوی کو قبول نہ کرے گا، شفا شریف میں ہے، لایقبل دعوی زلل اللسان، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از ریاست فریدکوٹ، مسئولہ علیم الدین فراش کوٹھی بلیسر گنج ۷ رمضان ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ (۱) حنفی نماز مدلل صفحہ اور کو اشی اور فتاوی بدیع الدین میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عالم باعمل سے بدزبانی اور فحش کلامی کرے تو کافر ہو جاتا ہے اور اس کی عورت نزدیک امام محمد کے مطلقہ بطلاق بائن ہو جاتی ہے تو ایسے شخص کو پھر اپنی عورت سے کس طرح نکاح کرنا چاہئے،

(۲) حدیث میں ہے کہ بڑھاؤ داڑھی کو اور کترواؤ مونچھوں کو، روایت کیا اس کو بخاری نے حضور نے صیغہ امر سے دونوں حکم فرمائے اور امر حقیقۃً وجوب کے لئے ہوتا ہے، پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں حکم واجب ہیں اور واجب کا ترک کرنا حرام پس داڑھی کٹانا اور مونچھیں بڑھانا دونوں حرام فعل ہیں اس سے زیادہ دوسری حدیث میں ہے کہ ارشاد فرمایا رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو شخص لبیں نہ لے وہ ہم سے نہیں، روایت کیا اس کو احمد و ترمذی و نسائی نے جب اس کا گناہ ہونا ثابت ہو گیا تو جو لوگ اس پر اصرار کرتے ہیں، اور اس کو پسند کرتے ہیں اور داڑھی بڑھانے کو عیب مانتے ہیں بلکہ داڑھی والوں پر ہنستے ہیں، اور اس کی ہجو کرتے ہیں ان سب مجموعہ امور سے ایمان کا سالم رہنا دشوار ہے، ان لوگوں کو واجب ہے کہ اپنی اس حرکت سے توبہ کریں اور ایمان و نکاح کی تجدید کریں اور اپنی صورت موافق حکم اللہ و رسول بنائیں ایک کتاب میں یہ مضمون دیکھا گیا کہ یہ واقعی درست ہے کہ ایسے شخص کو دوبارہ تجدید نکاح کا حکم دیا جائے، بینوا توجروا،

الجواب (۱) عالم کی توہین اگر بوجہ علم دین ہے، بلاشبہ کفر ہے، کما فی مجمع الانہر ورنہ اگر بے سبب ظاہر کے ہے تو اس پر خوف کفر ہے، کما فی الخلاصۃ و منح الروض ورنہ اشد کبیرہ ہونے میں شک نہیں، حدیث میں ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ثلاثۃ لا یستخف بحقھم الا منافق بین النفاق ذو الشیبۃ فی الاسلام و ذو العلم والامام المقسط، رواہ ابو الشیخ فی کتاب التوبیخ عن جابر بن عبد اللہ و الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہم، جس سے صدور کفر ہو وہ توبہ کرے از سر نو اسلام لائے اس کے بعد اگر عورت راضی ہو اس سے نکاح جدید بمہر جدید کرے،

(۲) بلاشبہ داڑھی ایک قبضہ تک رکھنا ہے اور منڈانا حرام اور لبیں اتنی ترشوانا کہ لب بالا سے آگے نہ بڑھیں یہ بھی خصال فطرت و سنن مؤکدہ سے ہے اور داڑھی پر ہنسنا ضرور کفر ہے کہ توہین سنت متوارثہ جمیع انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ہے، وتفصیل المسئلۃ فی کتابنا لمعۃ الضحی فی اعفاء اللحی، بلاشبہ استہزا کرنے والے پر تجدید اسلام لازم ہے اور اس کے بعد اگر عورت کو رکھنا چاہے تو تجدید نکاح ضرور واللہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ از فیروز پور محلہ بیران والا مسئولہ عنایت اللہ شاہ دبیر انجمن تعلیم الدین والقرآن ۷ رمضان ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبیوں میں شمار ہیں یا نہیں بصورت اول کسی قسم کی توہین ان کی یا کلمہ بے ادبانہ ان کے حق میں کہنا ناجائز اور بصورت ثانیہ جب ان کی خطا معاف کی جا چکی ہے تو ان کی نسبت کلمات بے ادبانہ اور ناشائستہ زبان پر لانا درست ہے یا نہیں، بینوا توجروا،

الجواب ان کی نسبت کلمات ناشائستہ لانا بہر حال حرام ہے، ایک قول ان کی نبوت کا ہے، کما فی شرح الھمزیۃ للامام ابن حجر المکی رحمۃ اللہ تعالیٰ، اور ظاہر قرآن عظیم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، قال تعالیٰ قولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الیٰ ابراھیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ و عیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون ۝ اسباط یہی ابنائے یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام ہیں، اس تقدیر پر تو ان کی توہین

کفر ہوگی ورنہ اس قدر میں شک نہیں کہ وہ اولیائے کرام سے ہیں اور جو کچھ ان سے واقع ہوا اپنے باپ نبی اللہ کے ساتھ محبت شدیدہ کی غیرت سے تھا پھر وہ بھی رب العزت نے معاف کردیا اور یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام نے خود عفو فرمادیا، قال لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الرٰحمین، اور یعقوب علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا سوف استغفر لکم ربی انہ ھو الغفور الرحیم، بہرحال ان کی توہین سخت حرام اور باعث غضب ذوالجلال والاکرام ہے، رب عزوجل نے کوئی کلمہ ان کی مذمت کا نہ فرمایا دوسرے کو کیا حق ہے مناسب ہے کہ توہین کرنے والا تجدید اسلام وتجدید نکاح کرے کہ جب ان کی نبوت میں اختلاف ہے اس کے کفر میں اختلاف ہوگا اور کفر اختلافی کا یہی حکم ہے، کمافی الدرالمختار وردالمحتار وغیرھما، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بغداد شریف ۶ آرمرڈ کاٹینک کورنٹ ۱۹۳۰ مسئولہ علی رضاخاں فٹرمستری ۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ تقویۃ الایمان کا پڑھنا بعض لوگ برا بتاتے ہیں اور بعض اچھا کہتے ہیں، برا بتانے والے حضور کا حوالہ دیتے ہیں ہم شکوک ہیں جواب سے مطلع فرمائیے، بینوا توجروا

الجواب یہ ناپاک کتاب سخت ضلالت وبے دینی اور کلمات کفر پر مشتمل ہے اس کا پڑھنا زنا اور شراب خواری سے بدتر حرام ہے، کہ ان سے ایمان نہیں جاتا اور یہ ایمان زائل کرنے والی ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی، وہ جو اس کا پڑھنا اچھا بتاتے ہیں، گمراہ بددین بلکہ کفار مرتدین ہیں، اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو فقیر کی کتاب، سل السیوف الھندیہ اور الکوکبۃ الشھابیہ اور الاستمداد علٰی اجیال الارتداد اور کشف ضلال دیوبند یہ وغیرہا انصاف وایمان کی نگاہ سے دیکھی جائیں مسلمان کا ایمان خود گواہی دیگا کہ وہ مردود کتاب تقویۃ الایمان نہیں تفویت الایمان ہے یعنی ایمان فوت کرنے والی، والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از جی آئی پی ریلوے اسٹیشن بھوساول مسئولہ عبدالباسط، ۱۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

مسلمانوں نے اتفاق کیا کہ جو مسلمان نماز نہ پڑھے گا وہ برادری سے خارج سمجھا جائے گا اس پر چند افراد جو نماز روزہ حج زکوٰۃ کے پابند نہ ہوں عالم کے سمجھانے پر بھی نہ مانیں اور کہیں کہ پہلے شرابیوں اور زانیوں کو برادری سے خارج کرنا یہ ضرور اور فرض ہے سوا اس کے نصیحت کرنے والے عالم کو کہیں کہ تم جھوٹے ہو اور تم پر خدا کی لعنت ہے حالانکہ وہ عالم ان کا امام ہے تو ایسے بے نمازیوں کو ابھارنے اور جرأت دینے والے اور باوجود تاکید عالم کو جھوٹا اور لعنتی بنانے والے مسلمان (بے نمازیوں) کو شرع شریف کے موافق کیا تنبیہ ہونی چاہئے، ایسا کہنے والے ایمان سے خارج ہوچکے اور انھیں تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا ضرور ہے یا نہیں، اگر ایسے اشخاص اپنی بات رکھنے کے لئے نادانی سے یا مغروری سے استغفار نہ پڑھیں نہ تجدید نکاح شرم سے کریں اور مرجائیں تو مسلمانوں کی میت میں جائیں اور قبرستان میں دفن کریں یا نہیں، بینوا توجروا

الجواب وہ لوگ سخت اشد کبیرہ کے مرتکب ہوئے مورد غضب جبار ہیں مستحق نار ہیں مستحق لعنت پروردگار ہیں مگر اتنی بات پر صاف حکم کفر ان پر نہیں ہوسکتا اگر مرجائیں تو ان کے ساتھ اسلامی برتاؤ فرض ہوگا ہاں اگر کوئی خاص مکالمہ ایسا تھا جس پر یہ جواب دینا موجب کفر ہو تو اس کا ذکر سائل نے نہ کیا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از درنگر وایا مہسانہ گجرات، گاڑیکے دروازہ بنجارہ چاند رسول کے پاس والا مکان، مسئولہ عبدالرحیم احمد آبادی ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر الزام لگانا اور ان کو اپنے جیسا جاننا کفر ہے یا نہیں؟ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس وقت زید وعمرو میں جھگڑا ہوا عمرو نے زید کے پاس ایک رقعہ بھیجا، جس کی نقل یہ ہے، "قولہ مجھ کو اس کا مطلق رنج نہیں، اوّل یہ بات تو سراسر غلط ہے کیونکہ سب وشتم اور برا کہنے سے مانند مقناطیس کے جس طرح لوہے میں اثر پیدا کرتا ہے اسی طرح دل پر اثر ہوجاتا ہے، خواص ہوں یا عوام، نبی ہو یا ولی سب کے دل پر غم تو ضرور سرایت کرتا ہے، دیکھئے ہمارے پیشوا فخر عالم محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کفار قریش کی ایذا دہی وطعن زنی کی وجہ سے دل پر غم وحزن کا صدمہ از حد پہنچا تھا ہر وقت غم کی تسلی کے لئے اللہ جل شانہ وقتاً فوقتاً جبرئیل علیہ السلام کی معرفت نازل فرمایا جیسے قرآن مجید میں فرماتا ہے، واصبر وما صبرك الا باللہ ولا تحزن علیھم ولا تك فی ضیق مما یمکرون"۔ اب فرمائیے یہ الفاظ کفریہ ہیں یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب سوال کی جو تفصیل سائل نے تحریر کی اس کے دیکھنے سے یہ الزامات ثابت نہیں ہوتے کہ اس نے معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر الزام رکھنا چاہا یا عیاذاً باللہ حضور کو اپنا جیسا جانا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از مدراس بتوسط جناب سید شاہ مخدوم محی الدین صاحب قادری نائب متولی مسجد والاجاہی ترملکھیری مسئولہ جناب شاہ محمد حسین صاحب قادری نائب قاضی اہلسنت مدراس ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ،

حضرت مولانا المحترم دام فیضکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی، ایک استفتاء بغرض جواب مرسل خدمت گرامی ہے امید کہ جلد جواب باصواب مرحمت فرمائیں گے کیونکہ مدراس میں ایک شخص جو اپنے آپ کو قومی لیڈر کہلواتا ہے، اور اپنے اخبار میں ہمیشہ بزرگان دین کی توہین کرتا ہے، جس کے سبب قوم میں تفرقہ پڑ رہا ہے اس کی تنبیہ اور خلق اللہ کی ہدایت کے لئے آپکو تکلیف دی جاتی ہے، امید کہ جواب سے سرفراز فرماکر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین کہ ایک مدراسی پرچہ نویس فاتحہ دلانے والوں پر شر انگیزی کرتا ہے جس کے خیالات یہ ہیں: "فاتحہ بدعت اور زیارت تربتہائے مطہرہ قبر پرستیاں اور اس کی تحریر سے حضرت غوث اعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فاتحہ دلانے والوں اور متبرک طعام کھانے والوں کو نام کی پوجا قبر کی پرستش کرنے والوں خلافت کا خون پینے والے اور حضرت غوث اعظم کی پاک ہڈیوں کو چبانے والے سنایا جارہا ہے، ۱۱ ربیع الآخر کے اخبار میں لکھا ہے،" آج اسی کے مریدوں اور معتقدوں کا یہ حال ہے کہ نام کی پوجا اور قبر کی پرستش کر رہے ہیں مگر خلافت کا خون پی رہے ہیں، حضرت غوث الاعظم کی پاک ہڈیوں کو چبا رہے ہیں الخ ۲ ربیع الاول کے پرچہ میں لکھا کہ "ان بدمعاشوں کو اس پر رونا نہیں آتا کہ حضرت شاہ بغداد کی روح کو کافروں نے ذلیل کیا ہے" اور ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کے پرچے میں لکھا ہے، جس کا عنوان ہے "جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے کہ اجل کا فرشتہ بندر جنگر شاہ لوہان کو کاٹا"۔ ۱۵ ماہ محرم ۱۳۳۷ھ کے پرچے میں لکھا ہے "اذان میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سن کر انگوٹھے چوم لینا یا موئے

مبارک کی زیارت کرلینا یا آثار خانہ کے روبرو سے گزرتے ہوئے گردن جھکا دینا یا جمعہ یا جمعرات کو فاتحہ کرلینا یہ باتیں رسول اللہ کی اطاعت نہیں۔ ایسے شخص کے لئے شرع شریف کیا حکم کرتی ہے، ایسے شخص کو مولانا فخر قوم فخر مسلمانان لیڈر قوم کا لقب دینا دائرہ اسلام میں کوئی خدمت عطا کرنا اس کی تائید واعانت کرنا اس سے راہ ورسم رکھنا اس کا وعظ کرانا اس کا اخبار خریدنا کیا حکم رکھتا ہے،

بینوا توجروا۔

الجواب فاتحہ کو بدعت کہنا، زیارات مزارات طاہرہ کو قبر پرستی بتانا، نیاز حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو نام کی پوجا کہنا، تعظیم آثار شریفہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حضور کی اطاعت نہ ماننا یہ سب شعار وہابیت ہیں اور وہابیہ گمراہ بددین بلکہ کفار ومرتدین ہیں، کما حققناہ فی غیر ما کتاب، روح اقدس حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت وہ ناپاک کلمہ تذلیل لکھنا کذب قبیح وتوہین صریح ہے ان کے غلامان غلام کی روح کو تمام جہان کے کفار ومشرکین ووہابیہ ومرتدین مل کر ذلیل نہیں کرسکتے، وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون ٥ حضرت ملک الموت علیہ الصلاۃ والسلام کی نسبت بندر بنکر کاٹنے کا لفظ ملک مقرب رسول اللہ کی توہین ہے کہ کفر مبین ہے، ایسے شخص کو مولانا وفخر مسلمانان اور ہادی ورہبر قوم ماننا اگر اس کے اقوال پر اطلاع کے بعد ہے خود کفر وموجب غضب رب ہے، قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تقولوا للمنافق یا سید فانہ ان یکن سید کم فقد اسخطتم ربکم، منافق کو "اے سردار" نہ کہو کہ اگر وہ تمہارا سردار ہو تو تم نے اپنے رب کا غضب اپنے سر لیا، فتاوٰی ظہیریہ واشباہ والنظائر ودرمختار وغیرہا میں ہے، تبجیل الکافر کفر، انھیں میں ہے، لو قال لمجوسی یا استاذ کفر، اس کا وعظ کرانا حرام ہے، تبیین الحقائق امام زیلعی وغیرہ میں ہے، لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعًا، اسلام کی کوئی خدمت اسے سپرد کرنا جس میں وہ مسلمانوں کا رازدار یا بعض مسلمانوں کا سردار بنے سخت حرام ہے، قال اللہ تعالٰی یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم، اے ایمان والو غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ، ابو موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب ایک کافر کو اپنا محرر بنانا چاہا، امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں فرمان بھیجا، لا اکرمھم اذا اھانھم اللہ ولا اعزھم اذ اذلھم اللہ ولا ادنیھم اذ ابعدھم اللہ وفی اخری لیس لنا ان نأتمنھم وقد خونھم اللہ ولا ان نرفعھم وقد وضعھم اللہ، میں کافر کو گرامی نہ کروں گا جب کہ انھیں اللہ نے خوار کیا نہ انھیں عزت دونگا جب کہ انھیں اللہ نے ذلیل کیا نہ ان کو قرب دوں گا جب کہ انھیں اللہ نے دور کیا، ہمیں روا نہیں کہ کافروں کو امین بنائیں، حالانکہ اللہ تعالٰی انھیں خائن بتاتا ہے، یا ہم انھیں رفعت دیں حالانکہ اللہ سبحانہ تعالٰی نے انھیں پستی دی، درمختار میں ہے، یمنع من استکتاب ومباشرۃ یکون بھا معظما عند المسلمین، اس کی تائید واعانت حرام ہے، قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان، گناہ اور حد سے بڑھنے پر مدد نہ دو، حدیث میں ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خلع من عنقہ ربقۃ الاسلام، جو دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اسے مدد دینے چلے بیشک اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال دی، اس سے راہ ورسم میل جول رکھنا حرام ہے، قال اللہ تعالٰی واما ینسینک

الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین ۝ اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم، ان سے دور رہو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں، اس کا اخبار بطور پسند خریدنا ہرگز جائز نہیں، جب کہ وہ ایسی ناپاک ومخالف دین باتوں پر مشتمل ہوتا ہے، قال اللہ تعالٰی ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزوا اولٰئک لھم عذاب مھین ۝ کچھ لوگ لغو باتیں خریدتے ہیں کہ ان کے سبب براہ جہالت خدا کی راہ سے بہکا دیں اور اسے ہنسی بنالیں ان کے لئے ہے ذلت دینے والا عذاب، والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بڑاودہ علاقہ ریاست ٹونک محلہ سلطان پورہ، مسئولہ ابراہیم، ۲۸ رمضان ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے ہاتھوں سے تعزیہ بناتا ہے اور پرستش جیسے افعال اس سے سرزد ہوتے ہیں یعنی منت وغیرہ ماننا اس شخص میں اور بت پرست میں کیا فرق ہے، اس کی زوجہ اس کے نکاح میں رہی یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب تعزیہ بنانا ناجائز ہے مگر ہرگز کوئی مسلمان اس کی پرستش نہیں کرتا نہ اسے معبود جانتا ہے یہ مسلمانوں پر شدید بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام، اور وہ منتیں کہ مانی جاتی ہیں عرفی یا اختراعی ہیں شرعی نہیں بلکہ خود نذر شرعی کے عبادت ہونے میں کلام ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیثوں میں نذر ماننے سے منع فرمایا اور عبادت سے منع نہیں کیا جاتا، صحیحین میں ابوہریرہ وعبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، لاتنذروا فان النذر لایغنی من القدر شیئا وانما یستخرج بہ من البخیل، نذر نہ مانو تقدیر کے آگے نذر کچھ کام نہیں دیتی اس سے تو فقط اتنا ہوتا ہے کہ بخیل سے مال نکال لیا جاتا ہے، اولیا کے لئے نذر عرفی صدہا سال سے مومنین وصالحین میں معمول ہے جس کا بیان ہماری کتاب "السنیۃ الانیقہ فی فتاوی افریقہ" میں ہے، غرض اس کی زوجہ کا اس کے نکاح میں نہ رہنا محض بلاوجہ وخیال باطل ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از غازی پور یوپی، مسئولہ قاضی محمود احمد صاحب، ۲ شوال ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے شخص کی امامت کے بارے میں جو خلافت اسلامیہ کی تباہی اور مقامات مقدسہ پر قبضہ ہونے اعدائے دین اسلام کی مسرت میں شرکت کرتا ہو اور اگر مصیبت زدہ مسلمان کوئی ایسی تدبیر کرتے ہوں جس سے خلافت اسلامیہ کا وقار قائم ہو جائے اور جزیرۃ العرب پر اسلامی حکومت قائم ہو جائے تو مسلمانوں کے خلاف قاتلان اسلام کی نہ صرف امداد کرتا ہو بلکہ ان کی تحسین وتبریک اور ایسی مجالس میں شرکت کرتا ہو جو خلافت کی تباہی وبربادی کے واسطے کی جاتی ہوں، اس سے تمام اہل اسلام کے قلوب متنفر ہوں کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے، بینوا توجروا۔

الجواب اگر یہ باتیں واقعی ہیں کہ وہ معاذ اللہ شکست اسلام پر مسرت کرتا ہے اور قاتلان مسلمین کی تحسین تو اس کی قابلیت امامت درکنار اس کے اسلام ہی میں کلام ہے، باقی وہ ناجائز طریقے جو مدعیان حمایت نے نکال رکھے ہیں اور جس میں مشرکین سے محبت وداد بلکہ اتحاد بلکہ غلامی وانقیاد برت رہے ہیں، وہ سب مخالف قرآن عظیم ہیں، مسلمانوں کو ان سے جدائی فرض ہے،

قال اللہ تعالٰی لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم، تم نہ پاؤ گے انھیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ و قیامت پر کہ اللہ و رسول کے مخالفوں سے دوستی کریں اگرچہ وہ ان کے باپ، یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہوں، اور فرماتا ہے، ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء، اور اگر انھیں اللہ اور نبی اور قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں کو اپنا دوست یا مددگار نہ بناتے، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ : از سہسرام محلہ پرتلہ ضلع آرہ مسئولہ قدرت اللہ صاحب، ۵ شوال ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اثنائے تقریر میں کہا کہ غلاف کعبہ جلا دیا گیا، دوسرے نے کہا کیا ہوا دوسرا غلاف آجائے گا، اس پر کہا گیا کہاں سے آئے گا قسطنطنیہ سے تو نہیں آسکتا تو اس نے جواب دیا کیا کعبہ کو جاڑا لگتا ہے، ایسا کہنے والے کے لئے عند الشرع کیا حکم ہے،

(۲) خلیفۃ المسلمین کے احکام کو ماننا یا ان کی مدد کرنا ان کے وقار کو قائم رکھنا اندر حدود والوں پر فرض ہے یا ہندوستانیوں پر بھی ہے، بینوا توجروا،

الجواب (۱) اس کے کلام سے استہزا مترشح ہوتا ہے، اس پر توبہ فرض ہے اور اگر معاذ اللہ فی الواقع کعبہ معظمہ سے استہزا مقصود ہو تو کفر ہے۔

(۲) احکام سلطانی اس کے قلمرو تک ہیں اور اعانت و حمایت ابتداءً اس ملک والوں پر ہے اور وہ عاجز ہوں یا نہ کریں تو قریب والوں پر یوں ہی منتہائے دنیا تک مگر ہر فرض بقدر استطاعت ہے اور ہر مطالبہ بقدر قدرت، بحالت موجودہ ہندوستانیوں کو جہاد قائم کرنے کی اجازت شرع میں نہیں، کما ھو مبین فی المحجۃ المؤتمنۃ، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از سرکار اجمیر مقدس لنگر گلی، مسئولہ حکیم غلام علی صاحب، ۷ شوال ۱۳۳۹ھ

اگر کوئی مولوی اپنے مدرسہ کے دروازہ پر اور خلافت کے بورڈ پر اور خلافت کی ٹوپی پر اور خلافت کی رسید پر فقط اجمیر لکھے کیا اجمیر کے ساتھ لفظ شریف نہ لکھنا اور اصلی نام غلام معین الدین پر غلام نہ لکھنا خلاف عقیدۂ اہلسنت ہے یا نہیں، بینوا توجروا،

الجواب اجمیر شریف کے نام پاک کے ساتھ لفظ شریف نہ لکھنا اور ان تمام مواقع میں اس کا التزام کرنا اگر اس بنا پر ہے کہ حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالٰی عنہ کی جلوہ افروزی حیات ظاہری و مزار پر انوار کو جن کے سبب مسلمان اجمیر شریف کہتے ہیں وجہ شرافت نہیں جانتا تو گمراہ بلکہ عدو اللہ ہے، صحیح بخاری شریف میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے، من عادی لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب، اور اگر یہ ناپاک التزام بربنائے کسل و کوتہ قلمی ہے تو سخت بے برکتا اور فضل عظیم و خیر جسیم سے محروم ہے، کما افادہ الامام المحقق محی الدین ابوزکریا قدس سرہ فی التّرضی، اور اگر اس کا مبنٰی وہابیت ہے تو وہابیت کفر ہے، اس کے بعد ایسی باتوں کی کیا شکایت، ع ما علٰی مثلہ یعد الخطاء۔ اپنے نام سے لفظ غلام کا حذف اگر اس بنا پر ہے کہ

حضور خواجۂ خواجگان رضی اللہ تعالٰی عنہ و عنہم کا غلام بننے سے انکار و استکبار رکھتا ہے، تو بدستور گمراہ اور بحکم حدیث مذکور عدو اللہ ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم، قال تعالٰی الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین ۞ اور اگر بربنائے وہابیت ہے کہ غلام اولیائے کرام بننے والوں کو مشرک اور غلام محی الدین و غلام معین الدین کو شرک جانتا ہے، تو وہابیہ خود زندیق بے دین، کفار و مرتدین ہیں، و للکافرین عذاب مھین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از رانی کھیت محکہ ملٹری وائس، مسئولہ ثناء اللہ سب اوورسیر، ۷ رشوال ۱۳۳۹ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے کہا تمہارا رکوع، سجود باشرع نہیں ہے، اس پر اس نے فوراً یہ کہا کہ یہ آج سے الفظ ہے، جو آج سے نماز پڑھے وہ مادر......ہے اور اس سے کہا کہ تم نے داڑھی منڈائی تو کہا کہ سنت ہے، ایسے شخص پر کیا حکم ہے، بینوا توجروا۔

الجواب: اس کا دوسرا لفظ کہ داڑھی منڈانے کے جواب میں کہا، سنت ہے، اگر داڑھی منڈانے کو سنت کہا تو ضرور کلمۂ کفر ہے اور اگر یہ مطلب تھا کہ داڑھی رکھنا صرف سنت ہے، فرض واجب نہیں کہ اس کے ترک سے میں نے گناہ کیا تو اگرچہ اس کا یہ جواب شیطانی ہے، مگر کفر سے بچ جائے گا، لیکن وہ گالی جو اس نے نماز پڑھنے والے کو دی ضرور کلمۂ کفر ہے، اس پر فرض ہے کہ نئے سرے سے مسلمان ہو پھر عورت کو رکھنا چاہے تو اس سے دوبارہ نکاح کرے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از قصبہ رچھا رو ڈ ضلع بریلی، مسئولہ حکیم محمد احسن صاحب، ۹ رشوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سید پر کسی فعل ناجائز کے سبب کفر کا فتوی دینا جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب: فعل ناجائز کہ صرف گناہ ہو محض اس کی وجہ سے کفر کا فتوی دینا سید و غیر سید کسی پر بھی جائز نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از جمشید پور ڈاکخانہ خاص ضلع سنگھ بھوم آفس کارکیے، مسئولہ حمید اللہ، ۹ رشوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ (۱) مسلمان یا ہندو کسی مسلمان کا نام لے کر کہیں کہ فلاں شخص کی جے، جیسے شوکت علی محمد علی کی جے یہ درست ہے یا نہیں۔

(۲) شوکت علی وغیرہ کے جلسوں میں جانا درست ہے یا نہیں اور لفظ مہاتما کہنا جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب: جے جو کافر بولتے ہیں، جیسے گاندھی وغیرہ کی یا عام ہنود کی یہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے، درمختار وغیرہ میں ہے تبجیل الکافر کفر، یونہیں جو نام کا مسلمان حد کفر تک پہنچ گیا ہو اس کی جے کا بھی یہی حکم ہے اور مسلمان کی جے بولنا بھی منع ہے کہ کفار سے مشابہت ہے،

(۲) مشرک کو مہاتما کہنا حرام بلکہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے اور ان کے جلسوں میں جانا ناجائز، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از محلہ سوداگران، مسئولہ حضرت ننھے میاں صاحب قبلہ مدظلہم، ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے بعد رکوع، یایھا الذین اٰمنوا کونوا انصار اللہ پڑھا پھر من بنی اسرائیل کی جگہ منکم کہہ گیا، زید نے بعد سلام کہا کہ قرآن عظیم صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرماتا ہے، اللہ کے مددگار رہو جاؤ، پھر بنی اسرائیل کی

حالت دکھائی جاتی ہے کہ ایک گروہ ان میں سے ہمارا فرماں بردار تھا اور ایک فرقہ نے کفر کیا منکم کی ضمیر اگر یا ایھا الذین اٰمنوا کی طرف تم نے راجع کی تو معاذ اللہ صحابہ کے دو گروہ ہوگئے، اس پر امام نے جواب دیا کہ قرآن عظیم عامۂ مسلمین سے بھی خطاب فرماتا ہے کفار سے بھی خطاب فرماتا ہے اگر ایسا نہیں یعنی مخاطبہ اس کا صرف صحابۂ کرام ہی سے ہو تو اوامر ونواہی سب اٹھ جائیں گے اور کوئی کافر کافر نہ رہے گا اور یہ کہدے گا کہ ہم کو کوئی حکم نہیں پہنچا اس پر زید نے کہا کیا ہم کمینے اس قابل نہیں کہ قرآن عظیم ہم سے مخاطبہ فرمائے، صحابہ سے اس نے خطاب فرمایا ان کے صدقہ میں ہم کو ملا، عالمگیر دنیا کا بادشاہ ایک چمار سے بات کرنے میں اپنی تذلیل سمجھے گا، ہماری نسبت قرآن عظیم سے وہ نہیں جو چمار کو عالمگیر سے ہے، کافروں سے مخاطبہ نہیں بلکہ ان کو جھڑکیاں دیتا ہے، وامتازوا الیوم ایھا المجرمون، یہ جھڑکی ہے یا مخاطبہ شاہنشاہ مجرم، بدمعاش، بدکار کو حکم سزا سنایا کرتا ہے، اس کو کلام نہیں کہتے، صحابۂ کرام کے پاک ذکر میں طغیان کلام میں یہ بھی زید کے منہ سے نکل گیا، کہ اگر وہ ایسی جاں نثاری اور ایسی کوششیں نہ فرماتے تو مؤرخین تاریخ میں لکھ دیتے کہ ایک صاحب پیدا ہوئے اور انھوں نے یہ دعوی کیا، ان پر کتاب اتاری گئی اس کے سوا اور کچھ پتہ نہ چلتا یہ انھیں کی جانبازیوں کا نتیجہ ہے جو ہم مسلمان ہیں، ان کا احسان اسلام پر قرآن پر اور سب پر، اگر معاذ اللہ احسان سے قائل کی نیت اس وقت غصہ یا حماقت کے سبب منت نہادن ہو تو اس کی نسبت کیا حکم ہوگا حالانکہ زید کے اندر کے دل کا اعتقاد یہ ہے، کہ قرآن عظیم پر کسی کا احسان نہیں حتی کہ حبیب اکرم الاکرمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اس نے نزول اجلال فرمایا، ان کا بھی کوئی احسان اس پر نہیں بلکہ اسی کے احسانات بے نہایت ہیں، وہ اپنے عقیدے میں روح ایمان کے طریقہ پر رکھتا ہے کہ اس کی ایک آیت کریمہ خود حضور پرنور سید المرسلین نبی الانبیاء اور جمیع مخلوقات الٰہی سے افضل تر ہے کہ وہ باری عزجلالہ کی صفت کریمہ ہے اور یہ مخلوق وہ قدیم ہے اور یہ حادث اور وہ نماز ہوئی یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب نماز تو یقیناً ہوگئی، ضمیر منکم صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو پھرنی کچھ ضرور نہیں التفات بھی ہوسکتا ہے اور پھرے بھی تو حرج نہیں بعض کہ اس وقت الذین اٰمنوا اور بظاہر صحابہ میں داخل تھے، معاذ اللہ بعد کو مرتد ہوگئے، جن سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قتال فرمایا، جس کا ذکر آیۂ کریمہ یا ایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یأتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکفرین یجٰھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم، اے ایمان والو تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اسے پیارے اور اللہ انھیں پیارا مسلمانوں پر نرم دل کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے، اور کسی کی ملامت سے نہ ڈریں گے یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہے عطا فرمائے، اور اللہ وسعت والا جاننے والا ہے، یہاں بھی یا ایھا الذین اٰمنوا سے خطاب فرمایا اور انھیں میں سے بعض معاذ اللہ مرتد ہوئے، اور وہ اللہ کے پیارے صدیق اکبر اور ان کے پیرو ہوئے، زید کا یہ کہنا کہ خطاب الٰہی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے اور ہم بالتبع داخل ہیں بہت صحیح ہے اور واقعی قرآن کریم کفار سے زجر کے سوا خطاب کم فرماتا ہے، غالباً اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ ان سے یوں فرمادو، قل یا ایھا الکفرون۔ قل یا اھل الکتاب۔ قل یا ایھا الذین ھادوا۔ قل للذین کفروا وغیر ذٰلک پھر بھی بعض جگہ سوائے زجر بھی قرآن عظیم نے بنفس نفیس ان سے خطاب فرمایا ہے، قال تعالٰی یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا

اللہ و اٰمنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ ویجعل لکم نورا تمشون بہ ویغفرلکم واللہ غفور رحیم، اے وہ لوگو جو موسٰی و عیسٰی پر ایمان کا نام لیتے ہو، یعنی یہود و نصارٰی اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لاؤ تمھیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا اور تمھارے لئے نور کر دے گا جس سے صراط پر چلو اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے، معالم شریف میں ہے، یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ، الخطاب لاھل الکتابین من الیھود والنصارٰی یقول یا ایھا الذین اٰمنوا بموسٰی وعیسٰی اتقوا اللہ فی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، زید نے جو کچھ مدح صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں کہا سب حق ہے اور سچی محبت صحابہ سے ناشی ہے اور وہ لفظ احسان کہ اس کی زبان سے نکلا اس کی توجیہ نہایت صاف و آسان ہے، قرآن مصحف کریم کو بھی کہتے ہیں، اس قرآن مجید کا ہدیہ کیا ہے، فلاں نے قرآن عظیم فلاں کو ہبہ کیا، یا فلاں مسجد پر وقف کیا، یا قرآن کریم کی جلد بندھوا دو یا چولی چڑھادو، یا غلاف سی دو، ان تمام محاورات میں قرآن سے مصحف ہی مراد ہے، اور بلاشبہ یہ محاورۂ عام شائع متعارف ہے اور مصحف یعنی یہ اوراق اور ان پر یہ نقوش بناتی روشنائی ضرور حادث وجنس مخلوق ہے، اور اجلۂ صحابہ کا اس سے افضل ہونا ممکن نہ ہو یہ کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں بلکہ جب جنگ صفین میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے حضور قرآن عظیم بلند کیا گیا، فرمایا ھذا مصحف صامت وانا مصحف ناطق، یہ خاموش قرآن ہے اور میں قرآن ناطق ہوں، اگر قرآن سے زید کی یہی مراد تھی تو اس پر کچھ الزام نہیں اور اس کا وہ بیان کہ میں قرآن کو ایسا جانتا ہوں، استدراک و دفع وہم ہوگا، یعنی قرآن حقیقی کی نسبت تو میرا یہ اعتقاد ہے، جو حرف بحرف ہے، مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اکرم الاکرمین کہنے کی اجازت نہیں یہ تاپاک عرف میں رب العزت کے لئے ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکرم الاولین والآخرین ہیں، غرض زید کی نسبت حکم فتوٰی تو یہ تھا کہ اس کا کلام معنی صحیح رکھتا ہے، اور وہ کسی سخت الزام کا مورد نہیں، لیکن وہ اپنی نیت کو خوب جانتا ہے اور اس کا رب اس سے اعلم، اگر یہ کلمہ اس نے قرآن حقیقی قدیم ہی کی نسبت کہا ہو تو اس صورت میں ضرور حکم سخت ہوا، اس تقدیر پر تجدید اسلام لازم ہوگی پھر اس کے بعد تجدید نکاح وبیعت وحج کے احکام، قرآن عظیم غنی عن العٰلمین ہے، وہ اس سے پاک و منزہ ہے کہ تمام عالم میں کسی کا اس پر کچھ احسان ہو، اگر سارا جہاں کفر کرتا اس کی عظمت میں ذرہ بھر فرق نہ آتا اور اگر سارا جہاں ایمان لے آئے اس کی عظمت میں ذرہ بھر اضافہ نہ ہو کہ اس کی عظمت نامحدود ہے اور نامحدود پر اضافہ محال، بالجملہ یہ معاملہ زید اور اس کے رب میں ہے شرعاً اس پر کوئی الزام نہیں کہ صاف تاویل موجود ہے، ہاں حفظ زبان کی احتیاط لازم، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از میرٹھ کوٹھی سید محمد حسین صاحب بیرسٹر مسئولہ محمد مجتبٰی خاں ۱۵ / ذی الحجہ ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تبلیغ خلافت کی غرض سے جامع مسجد میں ایک جلسہ ہوا جس میں ہنود بھی شریک ہوئے دوران تقاریر میں مسلمانوں نے اللہ اکبر کے نعرے لگائے اور ہنود نے بندے ماترم، مہاتما گاندھی کی جے، تلک مہاراج کی جے کے نعرے لگائے کیا ہنود کو مساجد میں اس قسم کے نعرے لگانا جائز ہے اور اگر بعض مسلمانوں نے خود اپنی زبان سے اسی مقام پر دوران تقاریر میں اہل ہنود کے ساتھ یا خود پیش قدمی کرتے ہوئے، اس قسم کی جے کی آوازیں بلند کی ہوں تو ان کا کیا حکم ہے، بینوا بالدلیل توجروا عند الرب الجلیل۔

الجواب مشرکین کی جے پکارنا ان کی تعظیم ہے، اور کافر کی تعظیم کفر ہے، فتاوٰی ظہیریہ و اشباہ و درمختار میں ہے: تبجیل الکافر کفر، ایسے کلمہ گویوں پر لازم ہے کہ نئے سرے سے اسلام لائیں، پھر اپنی عورتیں رکھنا چاہیں تو ان سے از سرِ نو نکاح کریں، بلکہ ایسے جلسوں میں جو مضامین باطلہ و مخالفِ شرع ہوتے ہیں ان پر بہ نیتِ تحسین اللہ اکبر کہنا بھی حرام قطعی ہے، کہ ذکرِ الٰہی کی توہین ہے، مشرکوں کو مسجد میں اس طرح لے جانا اور ان کا اپنے کلمات کفر بالاعلان کہنا اور مسلمان کہلانے والوں کا اس پر راضی ہونا باجماعِ امت حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، انما بنیت المساجد لما بنیت لہ وفی اخری للذکر والصلوٰۃ و قراءۃ القراٰن، مسجدیں تو صرف اس لئے بنیں جس لئے بنیں وہ تو اللہ تعالٰی کی یاد اور نماز اور تلاوتِ قرآن کے لئے بنیں، یہاں تک کہ صحیح حدیثوں میں فرمایا جو مسجد میں اپنی گمی چیز کو پوچھے اس سے کہو لا ردّ اللّٰہ علیک ضالتک، اللہ تیری گمی چیز کو تجھے نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہ بنیں، نہ کہ کافروں کو لیجانے اور مشرکوں کی جے پکروانے کے لئے، مگر کیا کیجئے کہ ان لوگوں کے دل مسخ ہوگئے، انھوں نے مشرک کے غلام ہو کر اللہ و رسول کے سب احکام منسوخ کر دیئے، احمق بے عقل جاہلوں کی کیا گنتی ہماری کمیٹی میں سب سے بڑے عالم کہلانے والے مولوی عبدالباری فرنگی محلی ہیں، جنھوں نے جلسۂ مدراس میں اپنے منہ سے اپنے آپ کو نہ صرف عالم بلکہ بہت بڑا امجد کہا وہ اقرار لکھ رہے ہیں کہ وہ بالکل لیڈر و گاندھی کے ہیں، اس کو اپنا رہنما بنالیا ہے، جو وہ کہتا ہے وہی مانتے ہیں، انا للہ و انا الیہ راجعون، اس کا نام دین ہے اس کا نام اسلام ہے حالانکہ رب عزوجل فرماتا ہے اگر تم نے کافروں کا کہنا مانا تو ضرور تم بھی مشرک ہو، ولکن الظٰلمین باٰیٰت اللّٰہ یجحدون ○ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ○ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از مانڈلے برمار وڈ نمبر ۲۹ زرباری بازار مرسلہ حاجی حسین احمد صاحب سالائو رتی سوداگر آہن،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے وعظ میں کہا کہ فرعون نے ایک نماز میں خداوند کریم سے پانی کی دعا مانگی اور کہا کہ میں تجھ کو وحدہ لاشریک لہ جانتا ہوں، میری دعا قبول فرمالیں اس کی دعا قبول ہوئی آج کل کے مسلمانوں کا ایمان اگر فرعون جتنا بھی ہوتا سب جنت میں چلے جاتے، دوسری بات یہ کہی کہ ترکِ موالات پانچ بنائے اسلام سے بڑھ کر ہے، پس ایسے واعظ کے لئے کیا حکم ہے ایسے ویرانہ کلمات سے کافر ہوا یا نہیں اگر نہیں تو فاسق ہوا کہ نہیں، اس کی امامت کا کیا حکم ہے، بینوا توجروا۔

الجواب اس کی دونوں باتیں کفر ہیں، فرعون بالاجماع و بنصِ قطعی قرآن کافر تھا، قال اللہ تعالٰی کذبت قبلھم قوم نوح و اصحاب الرس وثمود ○ وعاد و فرعون و اخوان لوط ○ و اصحاب الایکۃ و قوم تبع کل کذب الرسل فحق وعید ○ ان کافروں سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا نوح کی قوم اور رس والوں اور ثمود نے اور فرعون اور قوم لوط نے اور ایکہ والوں اور تبع کی قوم نے ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو تکذیبِ رسل پر ہم نے جو وعید فرمائی تھی ان سب پر ثابت ہوگئی، مسلمانوں کے ایمان کو اس کافر اکفر کے ایمان سے کم کہنا صریح کفر ہے، یہ کفر کو ایمان پر تفضیل دینا ہے، کافر میں ایمان کہاں اور وہ بھی مسلمانوں کے ایمان سے افضل، جس کا نام ان لوگوں نے ترکِ موالات رکھا ہے، اول تو وہ ہرگز ترکِ موالات نہیں، مشرکوں سے صراحۃً موالات کر رہے ہیں، بلکہ ان کے غلام بن رہے ہیں، ان میں جذب ہوچکے ان میں فنا ہو رہے ہیں، مشرک کے پس رو ہوئے اسے اپنا

رہنما بنالیا جو وہ کہتا ہے وہی مانتے ہیں، ان کے سب سے بڑے عالم مولوی عبدالباری فرنگی محلی نے صاف صاف ان باتوں کا اقرار کیا اور صراحۃً لکھ دیا کہ میں نے قرآن وحدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کردی، قرآن عظیم نے بکثرت آیتوں میں تمام کفار سے موالات قطعاً حرام فرمائی، مجوس ہوں خواہ یہود ونصارٰی ہوں، خواہ ہنود اور سب سے بدتر مرتدان عنود، اور یہ مدعیان ترک موالات مشرکین مرتدین سے یہ کچھ موالات برت رہے ہیں، پھر ترک موالات کا دعوٰی اس کی نظیر یہی ہوسکتی ہے کہ کوئی مشرک مہادیو کو پوجا جائے اور کہے دیکھو شرک بہت بری چیز ہے سوا خدا کے کسی کو نہ پوجا غیر خدا کو سجدہ نہ کرنا نصارٰی سے ترک معاملت جائز دنیویہ جس کا نام انھوں نے ترک موالات رکھا ہے، اور اسے فرض بلکہ مدار ایمان بتاتے ہیں، ہرگز شریعت نے اسے واجب نہ کیا یہ ان کا شریعت پر افترا اور ان کا بلکہ ان کے رہنما گاندھی کا اختراع ہے، ان سب امور کی تفصیل ہماری کتاب المحجۃ المؤتمنہ میں ہے، اور بفرض غلط اگر یہ واجب بھی ہوتی تو اسے اسلام کی پانچوں بناؤں سے بڑھ کر کہنا صریح کفر تھا، اللہ عزوجل کو ایک اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس کا رسول برحق ماننے کے برابر بھی کوئی فرض نہیں ہوسکتا، سب فرض اس کے نیچے ہیں، اور اس کے سبب مقبول یہ نہ ہو تو سب مردود، قال اللہ تعالٰی وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھباء منثورا اھ وقال تعالٰی ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخسرین ۵ بالجملہ واعظ مذکور کے کفر میں کوئی شک نہیں اور اس کے پیچھے نماز ایسی ہے جیسی گاندھی کے پیچھے، اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی، اسے واعظ بنانا یا اس کا وعظ سننا ورکنار مسلمانوں کو اس سے میل جول اس کے پاس اٹھنا، بیٹھنا اس سے سلام، کلام، اس کی موت وحیات میں کوئی معاملہ اہل اسلام، سب یکسر حرام جب تک وہ اپنے کلماتِ ملعونہ سے توبہ کرکے اسلام نہ لائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئولہ مسئولہ حکیم عبدالرحمٰن محلہ جمالپورہ مقام سونی پت ضلع رہتک۔ ۱۱ شوال المعظم ۳۴ھ

منبع الفضل وبرکات الزمان مولانا احمد رضا خان ادامہ اللہ تعالٰی بالفیض والاحسان، السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالٰی، امابعد واضح رائے عالی ہو کہ بسط البنان کے رد میں آنجناب کے دو رسالہ "ادخال السنان" اور "وقع اللسان" دیکھے جن کے مطالعے سے تمام شکوک رفع ہوگئے اور آپ کی اقصٰی مراتب کی تحقیق سے دل خوش ہوا، اما ایک یہ شبہ باقی رہ گیا ہے، امید کہ اس معما کو عام فہم عبارت میں کارڈ ملصقہ پر حل فرماکر تشفی فرمائیں گے، شبہ یہ ہے کہ چونکہ "ادخال السنان" کے تمام دلائل سے تو حضور سرور کائنات علیہ افضل التحیات کا عالم الغیب ہونا بما کان وبما یکون، کا پیش از وفات ہی باحسن طریقہ ثابت ہوگیا، لیکن مشکوۃ شریف کے باب الشفاعت میں صحیحین کی حدیث میں یلھمنی محامد احمدہ بھا لاتحضرنی الاٰن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محامد وثنا مستثنٰی ہیں، یعنی یہ محامد حضرت کو قیامت کے اس وقت خاص سے پیشتر نہیں عطا کئے گئے کیونکہ ترمذی شریف میں اسی باب میں لم یفتحہ علی احد قبلی فرمایا ہے، اور شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح اشعۃ اللمعات میں اس طرح کی ہے۔ "ہم دراں وقت نورے خاص از مقام قرب ومعرفت در دل من افتد کہ علم ان محامد اثر ان باشد" اور اس حدیث سے تیسری حدیث کو اس جملہ لم یفتحہ علی احد من قبلی کی شرح میں لکھتے ہیں۔ "نکشادہ الہام نکرد برہیچ یکے پیش از من بلکہ بر من نیز پیش ازیں وقت چنانچہ از حدیث سابق لائح میشود" اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں گویا اسی حدیث کو بیان فرماتے ہیں، فیاتی و یسجد ویحمد اللہ بمحامد یلھمہ اللہ تعالٰی ایاہ فی ذٰلک الوقت لم یکن یعلمھا قبل ذٰلک الوقت پس ان عبارات سے

صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ محامد اسی وقت تعلیم ہوں گے اور یہ محامد بھی منجملہ ما یکون سے ہے تو گویا ابھی تک اس کا علم حضور کو نہیں اور گویا بعض اشیاء کا علم نہ ہوا جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوا اور تو تمام اشیاء کا علم نہ ہوا اور اس میں احتمال ذہول بھی نہیں رہتا کیونکہ خود اس سے انکار فرماتے ہیں، کہ ہم کو اس کا علم عطا نہیں ہوا، امید کہ مفصل جواب عطا فرمائیں گے اطمینان کے لئے دریافت ہے، اور مرقاۃ میں اس کی کیا شرح کی گئی ہے؟

الجواب مولانا المکرم اکرمکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کارڈ کے مطالعہ سے محظوظ ہوا مولٰی تعالٰی آپ کو برکات دے، ایسی حق پسندی وحق جوئی نہایت قابل مسرت ہے، ماکان ومایکون جس کے ذرہ ذرہ کا احاطہ کلیہ قرآن عظیم واحادیث صحیحہ وارشادات ائمہ سے آفتاب روشن کی طرح ثابت ہے، اس کے معنی ما کان من اول یوم ویکون الٰی اٰخر الایام ہیں، یعنی روز اول آفرینش سے روز قیامت تک جو کچھ ہوا اور ہونے والا ہے ایک ایک ذرے کا علم تفصیلی حضور کو عطا ہوا شرق وغرب میں سمٰوٰت وارض میں عرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہیں، ذات وصفات حضرت عزت احاطہ وتناہی سے بری ہیں، ممکن نہیں کہ جمیع مخلوقات کا علم مل کر اس کی ذات علیہ یا کسی صفت کریمہ کو محیط ہو سکے کبھی کوئی اسے پورا نہ جان سکے گا، مومنین واولیاء وانبیاء اور خود حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوات واکمل التسلیمات ابد الآباد تک اس کی معرفت میں ترقی فرمائیں گے، ہر روز اس کے وہ محامد معلوم ہوں گے جو کل تک نہ معلوم تھے، اور یہ سلسلہ ابد تک رہے گا، کبھی ختم نہ ہوگا روزانہ بیشمار علوم متعلق ذات وصفات ان پر منکشف ہوں گے اور ہمیشہ ذات وصفات میں نامتناہی غیر معلوم رہے گا کہ وہ محیط کل ہے کسی کے احاطہ میں نہیں آسکتا، وہ حدیث متعلق بہ محامد علوم ذات وصفات میں ہے اور بے شک حق ہے اور دعوی اہل حق کو کچھ مضر نہیں،

واللہ الحمد وھو تعالٰی اعلم،

مسئلہ مسئولہ قاضی قاسم میاں ازمقام گونڈل علاقہ کاٹھیاوار بروز چہارشنبہ ۴ ذی القعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومشائخ عظام اس معاملہ میں کہ زید کہتا ہے کہ سوائے خدا کے کچھ نہیں، یعنی یہ بھی خدا وہ بھی خدا زید بھی خدا بکر بھی خدا علٰی ہذا القیاس یعنی خالق ومخلوق نہیں، فعل فاعل مفعول خدا میں صورت بے صورت ہے، بے صورت صورت ہے، نہ یہ ہے نہ وہ ہے نہ زید ہے نہ عمرو ہے نہ بکر ہے، خدا ہی خدا ہے، جنکی تائید میں یہ چند اشعار جو اپنے بنائے ہوئے ہیں وہ پیش کرتا ہے، اور چند اشعار دیوان جام جم مصنفہ طالب حسین صاحب فرخ آبادی کے جو فرخ آباد کے مطبع مودسن کمپنی بزریہ میں چھپا ہے، پیش کرکے اپنا مسلک بتلاتا ہے، جو بطور نمونہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں، یہ اشعار بھی زید خود کے ہیں، جن کا تخلص اطہر ہے،

بندے کو تو خدا کہوں اور اس کو کیا کہوں　　　بندے کو بندہ اور نہ خدا کو خدا کہوں
اطہر ہی خدا ہے غرض دو میں ایک سے　　　زیور کو زر کہوں نہیں تو اور کیا کہوں
اگر سب بھول بیٹھا تو خدا بھی بھول جا اطہر　　　کہ ہے یہ سب بڑا دھوکا خدا خود ہے خدا خود ہے
میں ہی مرسل میں ہی مرسل میں ہی اخبار اور قرآن　　　محمد اور میں ہی اللہ آ ہا ہا ہا ... آ ہا ہا ہا
نہ منعی ہے نہ مخبر ہے نہ حد ہے نہ شریعت ہے　　　خدا ہے تو اگر سچا انا الحق کہہ انا الحق کہہ
خدا ہو کر نہ بندہ بن زباں کو کھول دے پیارے　　　ہے یہ آزادی کا رستہ انا الحق کہہ انا الحق کہہ

نہ کو روزہ نہ کر سجدہ نہ جا کعبہ میں تو حج کو ۔۔۔ نہ ہے روزہ نہ ہے سجدہ انا الحق کہہ انا الحق کہہ
خدا تھا کب محمد تھے شریعت تو ہے مفروضہ ۔۔۔ نہیں ہے ماسوا حق کا انا الحق کہہ انا الحق کہہ
معبود تو خدا کو کہے حور پر مرے ۔۔۔ شہوت پرست گر نہ کہوں اس کو کیا کہوں
اللہ کے سوا نہیں پھر بولتا ہے کون ۔۔۔ اطہر تجھے خدا نہ کہوں اور کیا... کہوں
اطہر تو برائے نام ہوں میں حیرت نہیں ہے اللہ ہوں میں ۔۔۔ عارف ہے اگر تو شک مت لا وہ اور نہیں میں اور نہیں
آپ ہی عرش اور آپ ہی کرسی آپ ہی دوزخ اور جنت ۔۔۔ آپ مکیں ہے آپ مکاں ہے کیا کیا شور مچایا ہے[1]
کافر کو تو برا کہوں مومن کو کیا کہوں ۔۔۔ اچھا کہوں نہ اس کو نہ اس کو برا کہوں

مصنفہ طالب حسین فرخ آبادی،

بنا ایک وحدت کی تصویر میں ہوں ۔۔۔ مرید آپ ہی آپ ہی پیر میں ہوں
نہ دیکھا ہو جس نے اسے مجھ کو دیکھے ۔۔۔ نہاں و عیاں اس کی تصویر میں ہوں
عذاب کس کا ثواب کیسا گناہ کہتے ہیں کس کو یارو ۔۔۔ وہی ہے فاعل جو خیر و شر کا خطا عطا ہے عطا خطا ہے
عجب معمہ ہے یہ عزیزو خلا ملا ہے ملا خلا ہے ۔۔۔ برا بھلا اب کہوں میں کس کو بھلا برا ہے برا بھلا ہے

مذکورہ بالا عقیدہ کو حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سینہ کا علم بتاتا ہے، جو آج تک سینہ بسینہ مشائخ طریقت میں چلا آتا ہے، اور اسی کا نام وصول الی اللہ ہے، (۲) اور یہی زید ظاہر میں نماز کے لئے اٹھتا ہے تو اپنے مریدوں کے سامنے یہی کہتا ہے کہ ذرا خدا کو دھوکا دے لوں اسی طرح قولی اور فعلی کاروائی کرکے شریعت مطہرہ سے وہ وہ نفرتیں دلاتا ہے کہ مسلمان کے کلیجے پاش پاش ہو جاتے ہیں، (۳) اور یہی زید وعظ میں بھی پکار پکار کر کہتا ہے کہ شریعت تو تمہارے ماں باپ نے بھی سکھائی شریعت تو تمہارے استادوں نے بھی سکھائی شریعت تو تمہارے مولویوں نے بھی سکھائی مگر خدا کے ملنے کا تو رستہ کچھ اور ہے اور یہ تو منتر کچھ اور ہے اور اسی قسم کے دھوکے دے کر مسلمانوں کو اپنی مریدی کی طرف راغب کرتا ہے اور مرید کرکے مذکور عقیدہ اور یہی اللہ کا تعلیم کرتا ہے، یعنی خالق مخلوق نہیں۔ اب التماس یہ ہے کہ اس زید کا عقیدہ کیسا ہے، مسلمان اس کے ساتھ کیا برتاؤ کریں، شرع شریف میں اس کے لئے تعزیر بھی ہے یا نہیں، مسلمانوں کو اس کی مریدی سے خارج ہو کر بعد توبہ جدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں اگر جدید نکاح کی ضرورت ہے تو پہلا مہر کافی ہے یا نہیں اگر اس جدید نکاح میں عورت قبول نہ کرے تو کیا صورت ہے، کتاب تذکرہ غوثیہ مسلمانوں کے پڑھنے اور عمل کرنے کے قابل ہے یا نہیں، براہ مہربانی اوپر کے سوالاتوں کا جوابات مفصل طور سے ارقام فرما کر عنداللہ ماجور ہوں و عندالناس مشکور ہوجئے گا، فقط

الجواب صورۃ مذکورہ میں زید یقیناً کافر مرتد ہے اس کے کلام سرتاپا کفر سے بھرے ہوئے ہیں مثلاً (۱) زید و عمرو بکر، سب کو خدا کہنا (۲) خدا کو مخلوق اور مفعول کہنا (۳) بندہ کو خدا کہوں (۴) خدا کو خدا نہ کہوں۔ دوسرا شعر[2] لکھنے میں سائل سے کچھ رہ گیا ہے،

[1] ظاہراً یوں ہے، ع اطہر ہے یا خدا ہے، الخ ۱۲،

(۵) تیسرے شعر میں خدا کے بھول جانے کی فرمائش اور یہ بھی بڑا دھوکا ہے، (۶) چوتھے شعر میں اپنے آپ کو اللہ کہنا (۷) رسول کہنا (۸) قرآن کہنا (۹) پانچویں شعر میں شریعت کا انکار (۱۰) انا الحق کہنے پر اصرار (۱۱) چھٹے شعر میں بھی یہی (۱۲) بندہ بننے کی ممانعت (۱۳) ساتویں میں وہی (۱۴) بروجہ انکار نماز روزے حج کی ممانعت (۱۵) آٹھویں شعر میں خدا کی نفی (۱۶) شریعت کو فرضی وساختہ بتانا کہ سیاق وسباق سے یہی مراد متعین ہے، (۱۷) وہی انا الحق (۱۸) دسویں شعر میں خدا بننا (۱۹) گیارھویں میں بھی یہی (۲۰) تیرھویں میں مومن کو اچھا نہ کہنا کافر کو برا نہ کہنا، یہ بیس کفر تو زید کے کلمات مذکورہ میں کھلے کھلے ہیں، (۲۱) سولھویں شعر میں عذاب وثواب کا انکار (۲۲) سترھویں شعر میں بھلے کو برا برے کو بھلا کہنا (۲۳) ان صریح عقائد کفر ملعون کو حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا (۲۴) کفر کو وصول الی اللہ بتانا (۲۵) نماز کے لئے اس کا کہنا کہ خدا کو دھوکا دے لوں، اس کے کلمات سابقہ کے لحاظ سے لائق تاویل نہ رہا معنی استہزا ہی متعین ہوگیا اور وہ کفر ہے، (۲۶) شریعت کو راہ خدا نہ ماننا، (۲۷) شریعت سے نفرت دلانا، بالجملہ زید ان کافروں میں ہے، جن کو فرمایا گیا ہے، من شك فی عذابه وکفرہ فقد کفر، جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے، سلطنت اسلام ہوتی تو اس کی تعزیر یہی تھی کہ بادشاہ اسلام اسے قتل کرتا، اس کا اختیار غیر سلطان کو یہاں نہیں، مسلمانوں کو اس سے میل جول حرام اس سے سلام کلام حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کا وعظ سننا حرام، وہ بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام، مرجائے تو اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، جنازہ اٹھانا حرام جنازہ کے ساتھ چلنا حرام، اس پر نماز حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اسے مسلمانوں کی طرح دفن کرنا حرام، اس کے لئے دعائے بخشش حرام، اسے کچھ ثواب پہونچانا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام، جو ان باتوں میں سے کوئی بات اسے مسلمان جان کر کرے گا یا اس کی موت کے بعد اس کے لئے دعائے بخشش کرے گا یا اسے ثواب پہنچائے گا اگرچہ اسے کافر جان کر وہ خود کافر ہوجائے گا، جو لوگ مرید اس کے ہوچکے ہیں ان پر فرض ہے کہ اس سے جدا ہوں دور بھاگیں کہ وہ بیعت اس کے ہاتھ پر نہیں ابلیس کے ہاتھ پر ہوئی، پھر ان مریدوں میں جو اس کے ان کفروں سے آگاہ تھے اور اس کے بعد مرید ہوئے یا بعد مریدی کے آگاہ ہوئے اور اس کی بیعت سے الگ نہ ہوئے وہ سب بھی اسلام سے خارج ہیں، ان پر بھی فرض کہ نئے سرے سے مسلمان ہوں توبہ کریں توبہ واسلام کے بعد ان کی عورتیں اگر ان سے دوبارہ نکاح پر راضی نہ ہوں تو ان پر جبر نہیں، عورتیں جس سے چاہیں اگر عدت گزر چکی ہے تو ابھی ورنہ بعد عدت اپنا نکاح کرلیں اور اگر انھیں سے دوبارہ نکاح کریں تو مہر جدید لازم آئے گا اور پہلا مہر بھی اگر باقی ہے دینا ہوگا، کتاب تذکرہ غوثیہ جس میں غوث علی شاہ پانی پتی کا تذکرہ ہے ضلالتوں گمراہیوں بلکہ صریح کفر کی باتوں پر مشتمل ہے، مثلاً غوث علی شاہ، جگن ناتھ کی جوگی پر اشنان کرتے ملے کسی نے پہچانا تو بولے کہ اس شخص کے دو باپ تھے، ایک مسلمان اس کی طرف سے حج کر آیا ہے، دوسرا باپ ایک پنڈت تھا، اس کی طرف سے جگن ناتھ تیرتھ کرنے آیا ہے، ایسی ناپاک بے دینی کی کتاب کا دیکھنا حرام جس مسلمان کے پاس ہو جلا کر خاک کردے، واللہ الهادی الی صراط مستقیم، واللہ سبحنه وتعالٰی اعلم،

مسئلہ مسئولہ عبدالرحمٰن طالب علم مدرسہ چھیپوں احمد آباد گجرات، ۱۷ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص کی موجودگی میں ایک مرید نے اپنے پیر کی شان میں یہ قصیدہ پڑھا اور پیر نے اس قصیدہ کو سن کر پڑھنے والے کو کہا کہ تو میرا حبیب ہے اور اس کے بعد یہ قصیدے ممبر پر پڑھے جاتے ہیں اور اس کے جواز کا حکم پیر نے دیا ہے

آیا شرعاً یہ قصیدہ جائز ہیں یا نہیں، قصیدہ مذکور یہ ہے،

مرحبا یا مرحبا یا شاہ لواری مرحبا ۔۔۔ نور الہدیٰ خیر الوریٰ یا شاہ لواری مرحبا
یا امام العالمین وانتخاب اولیں ۔۔۔ ختم ولایت مقتدا یا شاہ لواری مرحبا
پیشوائے اولیا تو برگزیدہ ذوالجلال ۔۔۔ شافع ہر دوسرا یا شاہ لواری مرحبا
کن عطا فضل وکرم امروز فرداے کریم ۔۔۔ صامع بجز تو نیست کس یا شاہ لواری مرحبا
یا البشیر و یا نذیرو اے شہ اولو العزم ۔۔۔ ملجائے تو الاصفیا یا شاہ لواری مرحبا
منعم ومسجود وقیوم وجہاں بہر کرم ۔۔۔ طالب ومطلوب ومصدر یا شاہ لواری مرحبا
ذات تو احد وے میم موجودات او ۔۔۔ خلق عالم را سبب یا شاہ لواری مرحبا
قاب قوسین تو ئی گفت مازاغ البصر ۔۔۔ جائے تو رشک مدینہ یا شاہ لواری مرحبا
سید کونین سالار رسل گنج نہاں ۔۔۔ یا محمدن الزماں یا شاہ لواری مرحبا
ہست مدعا مظہر ذات تو مسند نشیں ۔۔۔ لایموت ذلم یزل یا شاہ لواری مرحبا
مشکل کشا احمد زماں العاہ اللہ بہر ما ۔۔۔ آوارہ یہ ور حافظا یا شاہ لواری مرحبا

الجواب یہ خالص کفر ہے اور اس کا قائل اس کا اجازت دہندہ، اس کا پسند کنندہ سب مرتد ہیں، کسی امتی کو آن[1] سرور عالم کہنا، علیہ الصلوٰۃ[2] کہنا، مسجود[3] مخلوق کہنا، خیر الوریٰ[4] کہنا، انتخاب[5] اولیں کہنا، شافع[6] ہر دوسرا کہنا، سید کونین[7] کہنا تو حرام وبدعات تھا ہی یوہیں خلق عالم[8] را سبب اور قاب[9] قوسین اور مازاغ[10] البصر اور جائے تو رشک مدینہ کہنا، ان میں بہت کلمات موہم کفر یا منجر بکفر ہیں، مگر ذات[11] تو احد اور سالار[12] رسل اور مسند[13] نشین لم یزل کہنا قطعاً یقیناً کفر ہے، یوہیں فقہائے کرام نے قیوم[14] جہاں غیر خدا کو کہنے پر تکفیر فرمائی، مجمع الانہر میں ہے، اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصۃ بالخالق جل وعلا نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرھا یکفر اھ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از کلکتہ محلہ دہی ہٹہ ۱۸ مولوی ولی اللہ خاں صاحب ۵ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ بروز چہار شنبہ

حضرات علمائے کرام کچھ عرصہ سے ایک ضخیم کتاب گلزار وحدت مصنفہ پیرجی نجم الدین متوطن جھنجوں ضلع جے پور طبع ہوئی ہے، جس میں جابجا ملحدانہ مقولات مندرج ہیں مشتے نمونہ از خروارے عرض ہے،

وہی وہی کوئی اور نہ دوجا ۔۔۔ اس بن کوئی اور نہ سوجا
ہر رنگ سے بے رنگی آیا ۔۔۔ ہر ہر بھیس سے آپ دکھایا
آپ ہی دیکھے آپ دکھاوے ۔۔۔ پھر وہ آپ کو آپ سراوے
کہیں محمد ہو کر آیا ۔۔۔ ہادی مہدی نام دھرایا
کہیں عارف ہو اگیانی ۔۔۔ اپنی اپنے قدر پہچانی

کہیں عاشق ہو پھرے دیوانہ　　کہیں معشوق محبوب یگانہ
کہیں عابد ہو کرے عبادت　　کہیں زاہد ہو کرے ریاضت
کہیں مؤذن بانگ سنا دے　　آپ ہی آپ کو سیس نوا وے
کہیں برہمن سنکھ بجایا　　آپ ہی اپنا مرجس گایا
کہیں رند ہوا شرابی　　راگ رنگ جنگ رَبابی
کون ہے آدم کون ہے ابلیس　　کون سلیمان اور بلقیس
یہ سب الجھر وہ ہے سعنا　　پہن لیا ہے ایسا بانا
یہ سب روپ اسی نے دھارے　　ایک ایک سے بھی نیارے
صـ۳ ایک نے اتنے نام دھرائے　　ایک ایک سے بھی نیارے
اول ہو کر آخر ہوا　　ظاہر ہو کر باطن بھیا
کہیں واجب معبود کہلایا　　کہیں ممکن بندہ بن آیا
جیسے جل کی برف بنائی　　جل بن اس میں اور نہ کائی
جوں حباب دریا سے اٹھے　　آخر اس کا اس میں میٹے
بیرنگی یہ رنگ لے آیا　　ہر ہر تہہ میں آپ لوجایا
مکھ پہ چادر میم کی رکھ کر آپ غفور　　احمد اپنا نام دھر جگ میں کیا ظہور
نجادیکھ اس یار کی رمزوں کی دستور　　ہر رنگ میں بیرنگ رہا دور کا دور

صفہ ۴۷ پھر جس شخص نے خلق اور خالق کو دو سمجھے اور ایک نہ جانا وہ مشرک ہے کہ مبتلا ہوا بیچ شرک خفی کے، اور جس شخص نے کہا ذات کو ساتھ فردیت کے یعنی خلق اور خالق کو ایک سمجھا وہ موحد ہے، صفہ ۵۹ اے عزیز جیسا مرتبہ انسان کامل کا ہے وہ مشترک ہے مرتبوں ذاتی اور خلقی میں، یعنی اگر اس تعین بشریت کے خیال سے اس کو دیکھے تو آدمی ہے اور اگر اس کی کمالیت فقر کی طرف دیکھے تو اللہ تعالٰی ہے، بموجب اس قول کے، قول صوفیہ اذا اتم الفقر فھو اللّٰہ صفہ ۱۱۹ صفہ ۱۲ نقل ہے کہ جب حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے درس توحید شروع کیا اور مسئلہ وحدۃ الوجود کو ظاہر فرمانے لگے، چنانچہ یہ رباعی ان کی تصنیف ہے،

لا آدم فی الکون ولا ابلیس　　لاملک سلیمان ولا بلقیس
فالکل عبارۃ وانت المعنٰی　　یا من ھو للقلوب مقناطیس

یعنی نہ تو آدم ہے نہ شیطان ہے جہان میں نہ ملک سلیمان علیہ السلام کا نہ بلقیس کا، پھر یہ سب عبارت ہیں اور تو اس عبارت کے معنی ہے، اے وہ کوئی جو واسطے دلوں کے لوہ چمکا ہے، ف یعنی جس طرح پتھر لوہ چگی کا لوہ کو اٹھالیتا ہے، اسی طرح دلوں مخلوق کو اپنے تابع کر رکھتے ہیں،

غرضکہ شیخ مذکور نعرۂ ہمہ اوست کا مارنے لگے، علماؤں نے اس میں صلاح اور مشورہ کیے، کرے اور بتلائے کہ یہ فقیر تو شریعت میں رخنہ ڈالنے لگا، اول تو اس کو قائل کرو اگر نہ مانے گا تو اس کو ماریں گے، غرضکہ سب کی صلاح سے ایک شخص نے ان علماؤں سے آکر شیخ کے پاس عرض کیا کہ حضرت آپ کی دعوت ہے، آپ نے قبول کری، اس شخص نے کئی قسم کے کھانے پکائے اور ایک خوان میں جدا جدا برتنوں میں دھر لایا اور ایک رکابی میں پلیتی بھی بھر کر اس خوان میں لایا، آپ نے دے تمام کھانے جو نفیس سے تھے کھالئے اور پاخانہ نہ کھایا، جب اس شخص نے کہا کہ حضرت اس کو بھی کھالو یہ بھی کوئی غیر نہیں ہے، وہ ہی ہے، شیخ نے فرمایا بہت اچھا ان کے مکان کے صحن میں ایک حوض پانی کا تھا آپ نے پانی میں غوطہ مار کر خوک کی صورت ہو کر نکلے اور اس پاخانہ کو کھالیا، اور پھر حوض میں غوطہ مارا اور آدمی کی شکل ہو کر نکل آئے۔ اور فرمایا اے عزیز وہ طعام بھی میں نے کھایا اور یہ پاخانہ بھی میں نے کھایا مگر طعام واسطے صورت انسانی کے تھی اور پاخانہ واسطے شکل خوک کے بنا کر آیا وہ میں ہی تھا کہ آدمی تھا اور خوک ہوگیا، حضرات اسی طرح تمام کتاب جو ۴۲۵ صفحوں پر لکھی گئی ہے، مضامین الحادیہ سے مملو ہے، بار ہا پیر جی مذکور کے متبعین سے جو ایک جماعت جہلا کی ہے، کہا گیا کہ یہ کتاب سراسر عقائد کو خراب کرنے والی اور ناقابل عمل ہے مگر جواب یہی ملتا ہے کہ علمائے عظام حنفی المذہب سے اس کے متعلق استفسار کیا جائے جو ارشاد ہوگا اس کے مطابق عمل کیا جاوے گا اس لئے یہ چند حوالجات معروضہ بالا مقامات مختلفہ سے نقل کر کے استدعا ہے کہ عند الشرع اس شخص کا مع اس کے مریدین اور متبعین کے جو حکم ہو بوضاحت تحریر فرما کر مزین بمہر فرمائیں، تاکہ جماعت جہلا جو ان کے دام تزویر میں ہے رہائی پاکر راہ یاب ہوں۔ واللہ تعالٰی ہو الموفق،

الجواب یہ کلمات الحاد ہیں اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت جو وہ ملعون حکایت نقل کی ہے محض کذب وافترا و ساختۂ ابلیس لعین ہے، توحید ایمان ہے، اور وحدۃ وجود حق اور زعم اتحاد الحاد، صوفیہ کرام تو صاحب تحقیق ہیں، اور ان کے ایسے مقلدین ملحد وزندیق ہیں، اس کتاب کا جس کے پاس ہو اس پر جلا دینا فرض ہے، اور اسے دیکھنا حرام، اور اس پر اعتقاد رکھنا کفر، یہیں سے اس شخص اور اس کے مریدین اور متبعین کا حال ظاہر۔ واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از گڑھی اختیار خاں تحصیل خان پور، ریاست بہاولپور، مرسلہ محمد یار صاحب واعظ، ۹/ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ۔

قبلۂ معتقدین دام ظلہ، از خاکسار محمد یار مشتاق دید از بعد نیاز حسب اینکہ شب معراج آپ کا قصیدہ معراجیہ پڑھا گیا جس پر وہابیوں نے دولھا اور دلھن کے متعلق شور اٹھایا کہ اللہ جل جلالہ و حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے حق میں ان الفاظ کا استعمال کرنا موجب کفر ہے، شب برأت یہاں گڑھی اختیار خاں میں ان الفاظوں کے متعلق وہابیوں کی طرف سے میرے ساتھ ایک طویل بحث ہونے والی ہے، اے محمد دمن بے سروساماں مددے، قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے، ضرور مہربانی فرما کر دلائل قاطع سے اس تشبیہ کا ثبوت مدلل کر کے اسی ہفتہ میں بھیج کر مسلمانان اہلسنت و جماعت کو عزت بخشیں، حضور پر فرض بھی جارہی ہے، یہ فی سبیل اللہ لصدقہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کام کو سب کاموں پر مقدم فرما کر وہ تحریر فرمادیں، کہ موجب اطمینان اہل اسلام ہو،

الجواب اللہ عزوجل نے وہابیہ کی قسمت میں کفر لکھا ہے، انھیں ہر جگہ کفر ہی کفر سوجھتا ہے، قصیدہ مذکور میں دو جگہ دولھن کا لفظ ہے اور چار جگہ دولھا کا، وہ اشعار یہ ہیں، ؎

نئی دولھن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا ۔۔۔۔ حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

نظر میں دولھا کے پیارے جلوے حیا سے محراب سر جھکائے ۔۔۔۔ سیاہ پردے کے منہ پہ آنچل تجلی ذات بحت کے تھے

دولھن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے ۔۔۔۔ غلاف مشکیں جو اڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے

خدا ہی دے صبر جان پر غم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم ۔۔۔۔ جب ان کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولھا بنا کے آئے تھے

بجا جو تلووں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن ۔۔۔۔ جنھوں نے دولھا کی پائی اترن وہ پھول گلزار نور کے تھے

جھلک سی اک قدسیوں پہ آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی ۔۔۔۔ سواری دولھا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے

ان میں کون سی جگہ معاذ اللہ اللہ عزوجل کو دولھا یا دولھن کہا گیا ہے، ولکن الوھابیۃ قوم یفترون، وہابیہ کی بنائے مذہب کذب و افترا پر ہے، اور کیونکر نہ ہو کہ ان کے پیشوا اسمعیل دہلوی نے اپنے معبود کے لئے جھوٹا ہونا روا رکھا ہے، ہاں مشیخت بنی رکھنے کے لئے جھوٹ سے بچتا ہے، اب اگر یہ بھی جھوٹ نہ کہیں تو عابد و معبود برابر ہو جائیں گے، اس لئے ان کے دین میں نماز سے بھی بڑھ کر فرض ہوا کہ جھوٹ بکا کریں کہ کسی طرح اپنے ساختہ معبود سے تو کم رہیں، ضعف الطالب والمطلوب لبئس المولٰی ولبئس العشیر، شعر اول میں تو دولھن کسی کو نہ کہا نہ کہا اپنے معنی حقیقی پر ہے، زینت کعبہ کو نئی دولھن کی زیبائش سے تشبیہ دی ہے، جس طرح ان حدیثوں میں جنت کی جنبش سرور کو دولھن کی نازش سے، خطیب نے تاریخ بغداد میں عقبہ بن عامر جہنی اور طبرانی نے معجم اوسط میں عقبہ اور انس دونوں اور ازدی نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب جنت کو دونوں شہزادوں امام حسن و امام حسین علی جدہما الکریم و علیہما الصلوٰۃ والتسلیم کا اس میں تشریف رکھنا معلوم ہوا، ماست الجنۃ میسا کما تمیس العروس، جنت خوشی سے جھومنے لگی، جیسے نئی دولھن فرحت سے جھومے، شعر سوم میں کعبہ معظمہ کو دولھن کہا اور مکان آراستہ کو دولھن کہنا محاورہ صحیحہ شائعہ ہے، امام احمد مسند میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، عسقلان احدی العروسین یبعث منھا یوم القیمۃ سبعون الفا لاحساب علیھم، عسقلان دو دولھنوں میں کی ایک ہے، روز قیامت اس میں سے ستر ہزار ایسے اٹھیں گے جن پر حساب نہیں، مسند الفردوس میں عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، طوبٰی لمن اسکنہ اللہ تعالٰی احدی العروسین عسقلان او غزۃ، شادمانی ہے اسے جسے اللہ تعالٰی دو دولھنوں میں سے ایک میں بسائے عسقلان یا غزہ، باقی چار اشعار میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دولھا کہا ہے اور وہ بیشک تمام سلطنت الٰہی کے دولھا ہیں، امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں نقل فرماتے ہیں، ھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأی صورۃ ذاتہ المبارکۃ فی الملکوت فاذا ھو عروس المملکۃ، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شب معراج عالم ملکوت میں اپنی ذات مبارک کی تصویر ملاحظہ فرمائی تو دیکھا کہ حضور تمام سلطنت الٰہی کے دولھا ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، دلائل الخیرات شریف میں ہے، اللھم صلی علی محمد وعلٰی اٰلہ بحر انوارک ومعدن اسرارک ولسان حجتک وعروس مملکتک، الٰہی درود بھیج محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کی آل پر جو تیرے انوار کے دریا اور تیرے اسرار کے معدن اور تیری حجت کی زبان اور تیری سلطنت کے دولھا ہیں، علامہ محمد فاسی اس کی شرح مطالع المسرات میں فرماتے

ہیں، مملکت ھو موضع الملک شبیھۃ بمجمع العرس وما فیہ من الاحتفال والتناھی فی الصنیع والتأنق فی محسناتہ وترتیب امورہ وکونہ جدیدا طریا واھلہ فی فرح وسرور ونعمۃ وحبور فرحین بعرسھم راضین بہ محبین مکرمین لہ مؤتمرین لامرہ متنعمین لہ بانواع المشتھیات بدلیل اثبات اللازم الذی ھو العروس والمعھود تشبیھہ مجمع العرس بالمملکۃ وعکس التشبیہ ھنا لاقتضاء المقام ذلك لیفید ان سر المملکۃ ونکتتھا ومعناھا الذی لاجلہ کانت ھو المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما ان سر مجمع العرس ونکتتہ ومعناہ الذی لاجلہ کان ھو العروس والمصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھو الانسان الکبیر الذی ھو الخلیفۃ علی الاطلاق فی الملك والملکوت قد خلعت علیہ اسرار الاسماء والصفات ومکنہ من التصرف فی البسائط والمرکبات والعروس یحاکی لشانہ شان الملك والسلطان فی نفوذ الامر وخدمۃ الجمیع لہ وتفرغھم لشانہ ووجد انہ مایجب ویشتھی مع الراحۃ واصحابہ فی مؤنتہ وتحت الطاعۃ فتم التشبیہ وتمکنت الاستعارۃ، اس عبارت سراپا بشارت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد بن سلیمان جزولی قدس سرہ الشریف نے اس درود مبارک میں سلطنت کو برات کے مجمع سے تشبیہ دی کہ اس میں کیسا اجتماع ہوتا ہے اور اس کی آرائشیں انتہا کو پہنچائی جاتی ہیں، سب کام قرینے سے ہوتے ہیں، ہر چیز نئی اور خوش آئند لوگ اپنے دولھا پر شاد وفرحاں اسے چاہنے والے اس کی تعظیم واطاعت میں مصروف اس کے ساتھ قسم قسم کی من مانتی نعمتیں پاتے ہوئے، اور عادت یوں ہے کہ برات کے مجمع کو سلطنت اور دولھا کو بادشاہ سے تشبیہ دیتے ہیں، یہاں اس کا عکس کیا کہ سمجھا جائے کہ جس طرح برات کے مجمع کا مغز وسبب دولھا ہوتا ہے، یوہیں تمام مملکت الٰہی کے وجود کا سبب اور اس کے اصلی راز ومغز ومعنی صرف مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں، ؎

دولھا کے دم کے ساتھ یہ ساری برات ہے،

اس لئے کہ حضور تمام ملک وملکوت پر اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں، جن کو رب عزوجل نے اپنے اسماء وصفات کے اسرار کا خلعت پہنایا اور ہر مفرد ومرکب میں تصرف کا اختیار دیا ہے، دولھا بادشاہ کی شان دکھاتا ہے، اس کا حکم برات میں نافذ ہوتا ہے، سب اس کی خدمت کرتے اور اپنے کام چھوڑ کر اس کے کام میں لگے ہوتے جس بات کو اس کا جی چاہے، موجود کی جاتی ہے، چین میں ہوتا ہے سب براتی اس کی خدمت میں اور اس کے طفیل میں کھانا پاتے ہیں، یوہیں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عالم میں بادشاہ حقیقی عزوجل کی شان دکھاتے ہیں، تمام جہان میں ان کا حکم نافذ ہے، سب ان کے خدمت گار وزیر فرمان ہیں، جو وہ چاہتے ہیں، اللہ عزوجل موجود کر دیتا ہے کہ ارٰی ربك یسارع فی ھواك، صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے، تمام جہان حضور کے صدقہ میں حضور کا دیا کھاتا ہے، کہ انما انا قاسم واللہ المعطی، صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، ہر نعمت کا دینے والا اللہ ہے اور بانٹنے والا میں، یوں تشبیہ کامل ہوئی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام سلطنت الٰہی کے دولھا ٹھہرے، والحمد للہ رب العالمین، ان تقریرات سے واضح ہوا کہ ان معانی پر دولھن، دولھا، زوج، زوجہ کی طرح باہم مفہوم متضائف نہیں، عسقلان وغیرہ کو حدیث نے دولھنیں فرمایا، دولھا کون ہے؟ بیہقی شعب الایمان میں

امیر المومنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: لکل شیئ عروس و عروس القراٰن الرحمٰن، ہر شے کی جنس میں ایک دولھن ہوتی ہے، اور قرآن عظیم میں سورۃ الرحمٰن دولھن ہے، یہاں کسے دولھا ٹھہرائیے گا تو قصیدہ سے وہ مہمل ملعون خیال پیدا کرنا کسی ایسے ہی کا کام ہوگا مگر حدیثیں تو اس سے بڑھ کر اوہام باطلہ والوں پر قہر ڈھائیں گی، حاکم صحیح مستدرک اور امام الائمہ ابن خزیمہ اپنی صحیح اور بیہقی سنن میں حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان اللہ تعالٰی یبعث الایام یوم القیمۃ علی ھیاٰتھا و یبعث الجمعۃ زھراء منیرۃ اھلھا یحفون بھا کالعروس تھدی الی کریمھا، بیشک اللہ عزوجل قیامت کے دن سب دنوں کو ان کی شکل پر اٹھائے گا، اور جمعہ کو چمکتا روشنی دیتا جمعہ پڑھنے والے اس کے گرد جھرمٹ کئے ہوئے جیسے نئی دولھن کو اس کے گرامی شوہر کے یہاں رخصت کرکے لے جاتے ہیں، امام اجل ابوطالب مکی قوت القلوب اور امام حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء میں فرماتے ہیں: قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الکعبۃ تحشر کالعروس المزفوفۃ (قال الشارح الی بعلھا) وکل من حجھا یتعلق باستارھا یسعون حولھا حتی تدخل الجنۃ فیدخلون معھا، یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک کعبہ روز قیامت یوں اٹھایا جائے گا جیسے شب زفاف دلھن کو دولھا کی طرف لے جاتے ہیں، تمام اہلسنت جنھوں نے حج مقبول کیا اس کے پردوں سے لپٹے ہوئے اس کے گرد دوڑتے ہونگے، یہاں تک کہ کعبہ اور اس کے ساتھ یہ سب داخل جنت ہوں گے، نہایہ امام ابن الاثیر میں ہے: منہ الحدیث یزف علی بینی و بین ابرٰھیم علیہ الصلٰوۃ والسلام الی الجنۃ ان کسرت الزای فمعناہ یسرع من زف فی مشیتہ وازف اذا اسرع وان فتحت فھو من زففت العروس ازفھا اذا اھدیتھا الی زوجھا، یعنی اسی باب سے ہے یہ حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی مرتضٰی میرے اور ابراہیم خلیل اللہ علیہما الصلٰوۃ والسلام کے بیچ میں جنت کی طرف خوش خوش تیز چلیں گے، یا میرے اور ان کے بیچ میں جنت کی طرف انھیں یوں لے جائیں گے، جیسے نئی دولھن کو دولھا کے یہاں لے جاتے ہیں، امام اجل ابن المبارک و ابن ابی الدنیا و ابوالشیخ اور ابن النجار کی کتاب الدرر الثمینۃ فی تاریخ المدینۃ میں کعب احبار سے راوی کہ انھوں نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے سامنے بیان کیا اور کتاب التذکرہ میں امام ابوعبداللہ محمد قرطبی کے لفظ یہ ہیں کہ روی ابن المبارک عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا انھا قالت ذکروا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکعب الاحبار حاضر فقال کعب الاحبار، یعنی امام ابن المبارک نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر پاک تھا اور اس وقت کعب احبار حاضر تھے تو کعب احبار نے کہا ہر صبح ستر ہزار فرشتے اتر کر مزار اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طواف کرتے اور اس کے گرد حاضر رہ کر صلٰوۃ وسلام عرض کرتے رہتے ہیں، جب شام ہوتی ہے وہ چلے جاتے ہیں اور ستر ہزار اور اتر کر یونہی طواف کرتے اور صلٰوۃ وسلام عرض کرتے رہتے ہیں، یونہی ستر ہزار رات میں حاضر رہتے ہیں اور ستر ہزار دن میں حتی اذا انشقت عنہ الارض خرج فی سبعین الفا من الملٰئکۃ یزفونہ[۲] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب حضور انور صلی

[۱] فی المواھب الشریفۃ ما من فجر یطلع الا نزل سبعون الف ملک یحفون الحدیث فقال العلامۃ الزرقانی ای یطوفون الخ ۱۲ منہ

[۲] ھذا ما فی الطیبی و مجمع بحار الانوار والمدارج الشریفۃ ولفظ التذکرۃ والمواھب یوقرونہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ای من التوقیر بمعنی التعظیم والکل صحیح واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

اللہ تعالٰی علیہ وسلم مزار مبارک سے روز قیامت اٹھیں گے، ستر ہزار ملائکہ کے ساتھ باہر تشریف لائیں گے جو حضور کو بارگاہ عزت میں یوں لے چلیں گے جیسے نئی دلھن کو کمال اعزاز و اکرام و فرحت و سرور و راحت و آرام و تزک و احتشام کے ساتھ دولھا کی طرف لے جاتے ہیں، مجمع بحار الانوار میں لعلامت ط علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ سے بعد ذکر حدیث علی مثل عبارت مذکورہ نہایہ ہے، ومنہ فی الوجہین فی سبعین الفا[1] من الملائکۃ یزفونہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہ مدارج میں اسی حدیث کے ترجمہ میں فرماتے ہیں، "چوں مبعوث می گردد از قبر شریف بیروں می آید میان ایں فرشتگان زفاف می کنند او را و زفاف در اصل بمعنی بردن عروس بخانۂ زوج و مراد ایں جا لازم معنی ست کہ بردن محبوب ست بیش محب یعنی بردن آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بدرگاہ عزت، "اب وہابیہ بتائیں کس کس کو کافر کہیں گے مگر ان کو اس پر تنبیہ بیکار، انکے اصل مذہب کی بنا ہی اس پر ہے کہ اللہ و رسول تک کو مشرک بتاتے ہیں، پھر اور کسی کی کیا گنتی، ان کے امام نے تقویۃ الایمان میں صاف لکھ دیا کہ "جو کہے اللہ و رسول نے دولتمند کر دیا وہ مشرک ہے، حالانکہ بعینہٖ یہی کلمہ خود اللہ عزوجل و سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن عظیم و حدیث صحیح میں فرمایا ہے، قال اللہ تعالٰی، وما نقموا الا ان اغنٰہم اللہ ورسولہ من فضلہ، اور انھیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ و رسول نے انھیں دولتمند کر دیا اپنے فضل سے، صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، ماینقم ابن جمیل الا انہ کان فقیرا فاغناہ اللہ ورسولہ، ابن جمیل کو کیا برا لگا آخر یہی کہ وہ محتاج تھا اللہ و رسول نے اس کو دولتمند کر دیا، مسلمان دیکھیں کہ وہ بات جو اللہ جل جلالہ نے فرمائی اللہ کے رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمائی، وہابیہ کا امام منہ بھر کر کہہ رہا ہے، کہ جو ایسا کہے مشرک ہے پھر بھلا جس مذہب میں اللہ و رسول تک معاذ اللہ مشرک ٹھہریں اس سے مسلمانوں کو کافر کہنے کی کیا شکایت، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از بمبئی چھاچھ محلہ نمبر ۳ مرسلہ محمد ایوب ابن حاجی صدیق میمن صاحب، ۳ رشعبان المعظم ۳۵ھ

یہاں کے باشندے حضرت مولانا ممدوح کے بہت ہی معتقد ہیں اور ان کے فرمانے کے بہت ہی عزت اور قدر کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے زور قلم کا ہر شخص لوہا مانے ہوئے ہے، مولانا کی تحریر ہی پر گویا سارا دارومدار ہے، مولانا صاحب میں خدا کی عنایت سے علاوہ عالم ہونے کے یہ بھی بڑا کمال ہے کہ آپ فن شعر اور نکات شاعری سے بھی بخوبی واقف ہیں اور ماہر ہیں یہ بات دوسرے عالم میں نہیں پائی جاتی آپ ہی سے فیصلہ اس کا اچھی طرح ہو سکتا ہے۔ ثم التسلیم بالتکریم،

خیر طلب ہیچمدان حیدر علی خاں عفی عنہ حیدر فرخ آبادی،

جواب فوراً مع فتوٰی دستخطی و مہری حضرت مولانا و مرشدنا آنا چاہئے،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خالد سنی المذہب نے مندرجہ ذیل شعر میں کلمۂ شہادت کا ابتدائی ٹکڑا نظم کیا ہے، جس سے پورا کلمۂ شہادت مراد ہے، لیکن زید جو مذہباً شیعہ ہے اس سے پورا کلمۂ شہادت مراد نہیں لیتا ہے، بلکہ صرف اشہد ان لا الٰہ کے معنی سے خالد کو ملحد قرار دیتا ہے، ؎

اشہد ان لا الٰہ نقش ہے اس لوح پر　　　　نیر توحید کب عاشق کی پیشانی نہ تھی،

[1] سقط لفظ الفا من نسخۃ الطبع فلیتنبہ ۱۲ منہ

مندرجہ بالا شعر کی نسبت زید نے مندرجہ ذیل الفاظ لکھے ہیں، شعر کا پہلا مصرعہ الحاد کا سائن بورڈ ہے، کیونکہ اشہد ان لا الٰہ کے تو یہ معنی ہوئے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی خدا، پھر جس پیشانی پر یہ کفر کا کلمہ لکھا ہو اسے ہم الحاد کا سائن بورڈ نہ کہیں تو کیا کہیں، اسی طرح زید نے بکر سنی المذہب کے اس نعتیہ شعر کی نسبت ؎

پھر روضۂ حضرت کی زیارت کو چل اخلاص ؎ پھر چھوڑ دے تو بہر خدا حب وطن کو

مندرجہ ذیل الفاظ تحریر کئے ہیں، اخلاص صاحب کبھی کبھی تو ہوش کی باتیں کیا کیجئے آپ نے حب الوطن من الایمان والی حدیث پڑھی نہیں تو کیا سنی بھی نہیں، فلہذا زید کا خالد کو ملحد اور بکر کو بے ایمان قرار دینا جائز اور مندرجہ بالا الفاظ زبان سے کہنا جائز یا قلم سے لکھنا درست ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو علمائے کرام و فضلائے عظام زید اور زید کے ان مؤیدین کی نسبت جو باوجود سنی ہونے کے زید کی تائید و تصدیق کر رہے ہیں از روئے شرع شریف کیا فتوٰی صادر فرماتے ہیں، بینوا توجروا۔

الجواب حاشا شعر مذکور سے خالد سنی المذہب پر کسی طرح حکم کفر و الحاد ممکن نہیں مگر اس کے نزدیک جو اس کلمۂ طیبہ کو کہ مدار ایمان ہے، معاذ اللہ دو ٹکڑے کفر و اسلام پر منقسم کرے اور اس کا پہلا آدھا کفر خالص جانے اور یہ کس درجہ ناپاک و شنیع ہے، اولاً یوں ہو تو ہر مسلمان جتنی بار لا الٰہ الا اللہ کہے ہر بار اس کا کافر ہونا اور بعد کفر اسلام لانا ٹھہرے کہ جب تک پہلا جز کہا تھا اس معترض کے طور پر مطلقاً ہر الٰہ کی نفی تھی اور یہ بیشک کفر ہے، جب الا اللہ کہا تو اب اللہ عزوجل کی الوہیت مان کر مسلمان ہوا، ثانیاً بلکہ اب بھی مسلمان ہونا بجز کہ اس وقت الا اللہ کہہ لیا تو کیا ہوا اس کا پھر ارادہ ہے کہ یہی کلمہ سرے سے پڑھے اور پہلے جزء سے خدا کی نفی مطلق کرکے کافر ہو تو کفر سے رجوع کب ہوئی جب کہ پھر عزم کفر موجود ہے اور عزم کفر فی الحال کفر ہے، ثالثاً قرآن عظیم میں کس قدر کثرت سے لا الٰہ الا اللہ و لا الٰہ الا ھو وارد ہے اگر پہلے جز میں نفی عام الوہیت ہر الٰہ ہے، جیسا کہ معترض کا خیال تباہ ہے تو معاذ اللہ قرآن عظیم نے صدہا بار الوہیت رب العزت کی نفی فرمائی اور ہر بار نفی کرکے اثبات فرما کر تناقضوں کی ٹھہرائی، تعالی اللہ عن ذٰلک علوا کبیرا، رابعاً معترض کے طور پر معاذ اللہ سب کلمہ گو جن میں بزعم معترض خود معترض بھی داخل فاسد النکاح ہوں اور ان کی اولاد اولاد الزنا کہ جب پہلا جز کہا کافر ہوگئے، نکاح ٹوٹ گئے اور الا اللہ کہنے سے اگرچہ اسلام عود بھی کر آئے ٹوٹا نکاح تو نہیں جڑتا جب تک از سر نو نہ ہو اور وہ نہ ہوا تو سب بے نکاحی رہیں اور اولاد ولد الحرام، خامساً معترض کے نزدیک نزع روح کے وقت کلمۂ طیبہ کی تلقین سخت حرام و بدخواہی اہل اسلام ہو اپنے آپ تو کافر ہو ہو کر الا اللہ سے مسلمان ہو لئے اس پر کیا بھروسہ ہے کہ پہلے ہی جز پر روح پرواز کر جائے یا زبان بند ہو جائے تو معاذ اللہ کافر مرے، سادساً اس کے یہ معنی سمجھنا اسلام پر کیسا سخت الزام اور اللہ عزوجل پر عبارت صحیح بتانے سے معاذ اللہ عجز کا اتہام ہے کہ ایمان کا آغاز کفر سے رکھا لا الٰہ الا اللہ کی جگہ کلمۂ طیبہ یوں کیوں نہ بتایا ان اللہ ھو الالٰہ وحدہ لا شریک لہ لیس غیرہ من الٰہ یہ خالص اسلام ہوتا اور معترض کا کفر و الحاد راہ نہ پاتا، بالجملہ اس کے یہ معنی سمجھنا کہ نہیں ہے کوئی خدا، عاقل سے معقول نہیں بلکہ بلاشبہ اس کے معنی نفی الوہیت غیر خدا ہیں یقیناً قطعاً مسلمان جس وقت اس سے تلفظ کرتا ہے یہی مراد لیتا ہے تو بحمد اللہ تعالٰی اس کے دونوں جز عین ایمان ہیں، پہلا جز الوہیت غیر خدا کی نفی اور دوسرا جز الوہیت اللہ حق کا اثبات اور دونوں ایمان ہیں، رضی نے کہ نحو و عربیت کا بڑا محقق اور مذہب کا شیعی تھا، اس کی تحقیق کی اور بتا دیا کہ یہاں ہرگز نفی

عام نہیں ورنہ تناقض لازم آئے بلکہ ماورائے مستثنٰی کی نفی ہوتی ہے، شرح کافیہ میں اس کی عبارت بالتلخیص یہ ہے، ان قلنا انہ داخل فی القوم والا لاخراج زید منھم بعد الدخول کان المعنی جاء زید مع القوم ولم یجئ زید وھذا تناقض ظاھر ینبغی ان یجنب کلام العقلاء من مثلہ وقد ورد فی الکتاب العزیز من الاستثناء شیئ کثیر کقولہ تعالٰی فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عاما فیکون المعنی لبث الخمسین فی جملۃ الالف ولم یلبث تلك الخمسین تعالی اللہ عن مثلہ علوا کبیرا (الی ان قال) فزبدۃ الکلام ان دخول المستثنٰی فی المستثنٰی منہ ثم اخراجہ بالا انما کانا قبل اسناد الفعل او شبھہ الیہ فلا یلزم التناقض فی نحو جاءنی القوم الا زیدا لانہ بمنزلۃ قولك القوم المخرج منھم زید جاءنی وذلك لان المنسوب الیہ وان تأخر لفظا لکن لابد لہ من التقدم وجودا علی النسبۃ التی یدل علیھا الفعل اذ المنسوب الیہ والمنسوب سابقان علی النسبۃ بینھما ضرورۃ ففی الاستثناء لما کان المنسوب الیہ ھو المستثنٰی منہ مع الا والمستثنٰی فلابد من وجود ھذہ الثلثۃ قبل النسبۃ فلابد اذن من حصول الدخول والاخراج قبل النسبۃ فلا تناقض اھ، **اقول** حاصل یہ ہے کہ لفظ مافی النفس سے تعبیر ہوتے ہیں یہاں اگر یوں ہو کہ متکلم نے اولاً نفی عام بلا استثنا کی اور جزء اول سے تعبیر کیا پھر اس عام میں سے مستثنٰی کو جدا کیا اور اس پر جزء استثنا سے دلالت کی تو صریح تناقض ہے کہ یہ دو حکم منافی ہوئے لا سالبہ کلیہ تھا اور یہ موجبہ جزئیہ اور وہ دونوں نقیض ہیں ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہاں صرف حکم واحد ہے متکلم نے ایک مفرد کلی کو کہ مرتبہ لابشرط شے میں تھا، مستثنٰی سے فارغ کرکے مرتبہ بشرط لاشیئ میں لیا اور اس مقید پر حکم واحد کیا ہے اذن لا و الا سے معبر کیا لا حکم ہے اور الا قید مسند الیہ کہ اس کے مرتبہ بشرط لا پر دال تو یہ لا ہرگز نفی جمیع کے لئے نہیں بلکہ نفی ماورائے مستثنٰی کے لئے تو مافی الذہن یقیناً حق ہے ہاں تقیید پر دلالت درکار وہ اگر نفس کلام میں نہ ہوتی تو کلام کی ترکیب مشہور و معروف کا مسلمان میں دائر و سائر اور قائل کا مسلمان ہونا خود ہی دلالت کرتا کہ تنگی شعر کے سبب بعض کلام پر اقتصار ہے اور مراد یقیناً مجموع جیسے بے تنگی کلام قلیا اور لن ترانی کہتے ہیں اور مراد سورۂ کافرون و پارہ چہارم، مسلمان اگر انبت الربیع البقل کہے تو اس کا اسلام ہی تجوز پر قرینہ ہے اس سے یہ گمان کہ اس نے خود فصل بہار کو سبزی کا خالق مانا ہے، ہرگز مسلم عاقل کو نہیں ہوسکتا کما نصوا علیہ وصرح بہ فی الفتاوی الخیریۃ وغیرھا نہ کہ یہاں نفس کلام میں معنی صحیح کی صاف تصریح موجود کہ مصرع دوم میں صاف توحید بتائی اور یہی اول سے مراد ٹھہرائی اگر معاذ اللہ نفی مطلق ہوتی تو توحید کب رہتی تعطیل ہوتی توحید تو ایک کا اثبات ہے نہ کہ معاذ اللہ عام نفی تام تو ثابت ہوا کہ اس پر حکم الحاد اگر از قبیل کل اناء یترشح بما فیہ نہ ہو تو جنون خالص ہے لاجرم جامع الفصولین فصل ۳۸ میں ہے، من قال لا الٰہ واراد ان یقول الا اللہ ولم یقل لا یکفر لانہ عقد علی الایمان، اسی طرح فرائد السنیین میں ہے، آثرا عنہ الٰی لایکفر، اسی طرح فتاوٰی بزازیہ و شرح ملتقی الابحر میں ہے، ہاں شاعر نے اسی اقتصار میں تقصیر ضرور کی کہ یہاں تک فرمانا کہ اس لا کا مد طویل نہ کرے کہ صورت نفی سے جلد جانب تصریح اثبات منتقل ہوجائے اس نے اتنی دیر کی کہ صورت نفی مصرع اولٰی میں رکھی اور تصریح اثبات چھ لفظوں کے فاصلہ سے مصرع دوم میں، اسے یوں کہنا تھا "اشہد ان لا الٰہ غیرہ عہ اصل بے نقش"

اسی طرح بجوسی کے شعر مذکور پر اعتراض جہل فاضح یا عناد واضح ہے، حب الوطن من الایمان نہ حدیث سے ثابت نہ ہرگز اس کا

عہ ھکذا فی الاصل لعلہ "انہ" ۱۲

یعنی، امام بدر الدین زرکشی نے اپنے جزء اور امام شمس الدین محمد سخاوی نے مقاصد حسنہ اور امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے الدرر المنتثرہ میں بالاتفاق اس روایت کو فرمایا لم اقف علیہ امام سخاوی نے اس کی اصل ایک اعرابی بدوی اور حکیمان ہند کے کلام میں بتائی کما یظھر بالرجوع الیہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اپنے ان بندوں کی کمال مدح فرمائی جو اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت میں اپنا وطن چھوڑیں یار و دیار سے منہ موڑیں اور ان کی سخت مذمت فرمائی جو حب وطن لئے بیٹھے رہے اور اللہ و رسول کی طرف مہاجر نہ ہوئے، قال اللہ تعالٰی ان الذین توفّٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولٰئک ماوٰھم جھنم وساءت مصیرا ہ الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لایستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا ہ فاولٰئک عسی اللہ ان یعفو عنھم وکان اللہ عفوا غفورا ہ ومن یھاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعۃ ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ وکان اللہ غفورا رحیما ہ بیشک ملائکہ جن کی جان نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے، فرشتے کہتے ہیں تم کا ہے میں تھے، کہتے ہیں ہم اس بستی میں کمزور دبائے ہوئے تھے فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین (مدینہ طیبہ) گنجائش والی نہ تھی کہ تم وطن چھوڑ کر اس میں جا رہتے ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ مگر کمزور مرد اور عورتیں بچے جنھیں کچھ بنائے نہ بنی نہ راہ ملی قریب ہے کہ اللہ تعالٰی ان کو معاف فرمائے، اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے اور جو اللہ کی راہ میں وطن چھوڑ کر اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا اپنے گھر سے نکلے پھر اسے موت آجائے اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ثابت ہولیا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے، جو مدینہ طیبہ کی حاضری پر حب وطن کو ترجیح دیں وہ ظالموں کی طرح ہیں اور جو حب وطن کو خاک بوسی آستان عرش نشاں پر تصدق کریں وہ ان مقبولوں میں ہیں، قل کل یعمل علی شاکلتہ فربکم اعلم بمن ھو اھدی سبیلا، وہ وطن جس کی محبت ایمان سے ہے وطن اصلی ہے جہاں سے آدمی آیا اور جہاں جانا ہے دنیا تو مسافر خانہ ہے، کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از ریاست رامپور مرسلہ معشوق علی صاحب، ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر میلاد خواں مجلس میلاد شریف میں مفصلہ تحت مضامین کی نظم یا نثر پڑھتے ہیں،

(۱) میم کی چادر رکھ پرڈا لے احمد بن کر آیا		(۲) شب وصل خدا نے نبی سے کہا تو اور نہیں میں اور نہیں

(۳) کہیں لیلٰی بنا کہیں مجنوں کہیں شیریں بنا کہیں فرہاد،		ہے میم کا پردہ کیا پردا تو اور نہیں میں اور نہیں

(۴) کہتا ہے یہ تجھ سے خدا دل میں نہ رکھ اپنے خودی		تیرے نگین طبع پر میری حقیقت ہے کھدی

جب علین وحدت کی صفت خاص اپنی میں نے تجھ کو دی		من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی

تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

(۵) تریسٹھ برس خدا مکہ اور مدینہ کی گلیوں میں پھرا کسی نے نہ پہچانا۔

(۶) محمد نے خدائی کی خدا نے مصطفائی کی — کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے

(۷) ایک روز جبرئیل علیہ السلام حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اخی تم کو اپنے مقام سے یہاں تک آنے میں کتنا وقفہ ہوتا ہے، عرض کیا حضور دستار مبارک کا پیچ تمام نہیں فرمانے پائیں گے کہ غلام اپنے مقام سے یہاں حاضر ہو جائے گا، آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں سے تم کو حکم ملتا ہے وہاں پردہ پڑا ہے، جاؤ اس کو اٹھا کر دیکھو اُدھر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دستار مبارک زیب سر فرمانا شروع کی، جبرئیل علیہ السلام نے مقام مذکور پر پردہ اٹھا کر دیکھا تو حضور پٹکا زیب سر فرمارہے ہیں، پھر زمین پر آکر اسی طرح پٹکا زیب سر فرماتے ہوئے دیکھا، اسی استعجاب میں چند مرتبہ آئے گئے، حیران ہو کر عرض کیا کہ حضور پھر مجھے کیوں دوڑایا جاتا ہے، جب یہاں بھی آپ اور وہاں بھی آپ، اور مثل ان کے، لہٰذا ایسے مضامین کا پڑھنا اور سننا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے؟ کسی سے اس بارے میں جھگڑا قصہ نہیں ہے، اپنا عقیدہ صاف کرنے کی غرض سے یہ تکلیف دی جاتی ہے۔

الجواب (۱) اگر آیا کی ضمیر حضرت عزت عزجلالہ کی طرف ہے تو بیشک عوام کا ایسا بکنا صریح کلمۂ کفر ہے اور اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف ہے تو حضور بیشک احد و احمد ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، دونوں حضور کے اسمائے طیبہ سے ہیں اور معنی یہ کہ حضور مظہر شانِ احدیت ہیں تجلی احدیت حضور کی عبدیت میں جلوہ گر ہے، اگر میم کا طوق عبدیت و کمر پرستش سے ساتر نہ ہو تو عالم میں کوئی دیکھنے کی تاب نہ لائے، پھر بھی ایسے لفظ سے بچنے ہی کا حکم ہے کہ عوام کا ذہن ایسی دقیق توجیہ کی طرف نہ جائے گا اور ان کے فساد عقیدہ یا اس بات کا موہم ہوگا کہ وہ قائل کو گمراہ جانیں حدیث میں ہے، ایاك وما یعتذر منہ فان الخیر لا یعتذر منہ دوسری حدیث میں ہے، ایاك وما یسوء الاذن، تیسری حدیث میں ہے، حدثوا الناس بما یعرفون، چوتھی حدیث میں ہے، ما انت محدث قوما حدیثا لا تبلغہ عقولھم الا کان علی بعضھم فتنۃ،

(۲) یہ اللہ عزوجل پر افترا ہے اور اس کا ظاہر کفر، وقد قال اللہ تعالٰی انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون،

(۳) بظاہر کفر ہے[1] ۔ اور اس کا مقلد زندیق، عوام کو ایسا تفوہ کفر کا کھلا راستہ ہے، عوام سے مراد وہ ہیں کہ مقام حقائق تک نہ پہنچے اگرچہ علما کہلاتے ہوں اور ان سے بدتر وہ مسخرگان شیطان کہ جاہل ہیں اور علم حقائق کے مدعی،

(۴) فارسی شعر حضرت امیر خسرو قدس سرہ العزیز کا عاشقانہ غزل میں ہے، اسے یوں نعت شریف میں لے جانا اور کلام الٰہی ٹھہرانا اور اللہ و رسول میں یوں اتحاد ماننا بلکہ حضور کو جان اور اللہ کو تن جاننا یہ صریح کفر و ارتداد ہے،

(۵) اس کا ظاہر بھی کلمۂ کفر ہے، وقد وقع مثلہ فی کلام اللہ وکلام رسولہ کما یذکر عن التوراۃ جاء اللہ من طور سیناء واشرق من ساعیر واستعلی من فاران وحدیث یا موسٰی کنت مریضا فلم تعدنی کنت جائعا فلم تطعمنی وحدیث آخر وطأۃ بوج وامثال ذلك لا یکون سند اللجوان فلیس للعبد ان یتعدی طورہ وعلیہ اتباع المحکمات دون ما تشابہ منہ،

(۶) پچھلا مصرع تو صحیح ہے اور پہلے کا نصف اخیر بھی یوں صحیح ہے کہ کرنا بنانے پیدا کرنے کو کہتے ہیں، ؎

[1] اصل میں یونہی ہے، مگر اعلیٰ حضرت کا خط نہیں، اس لئے ناقل سے غالباً سہو ہوا تھا، اندازہ ہے کہ یہ بنا ہوگا اصل متن یا حاشیہ۔

گفتم ایں جام جہاں بیں بتو کے داد حکیم ۔۔۔ گفت آں روز کہ ایں گنبد مینائی کرد

یعنی اللہ عزوجل نے حضور کی مصطفائی پیدا کی حضور کو یہ مرتبہ بخشا البتہ نصف اول بہت سخت ہے اس میں تاویل بعید یہ ہے کہ خدائی مخلوقات کو کہتے ہیں، ع ساری خدائی اک طرف فضل الٰہی اک طرف ۔ ــــ

اور خدائی کی پیدائش بطفیل حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا، لولاک لما خلقت الدنیا، حضور تخم وجود و اصل جود ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تو نسبت مجاز ہے، جیسے انبت الربیع البقل، بہار نے سبزہ اگایا، وقال اللہ تعالیٰ مما تنبت الارض، اگانے والا زمین کو فرمایا مگر حق یہ ہے کہ ایسی تاویل نہ لفظ کو کلمۂ کفریہ ہونے سے بچائے نہ قائل کو اشد حرام کے ارتکاب سے، بہار و زمین غیر ذوی العقول پر قیاس نہ ہوگا اور رد المحتار ہے، مجرد ایھام المعنی المحال کاف فی المنع،

(۷) یہ روایت محض کذب و باطل و مردود و موضوع و افترا و اختراع ہے، قاتل اللہ واضعہا اور اس کا ظاہر سخت کفر ملعون ہے" ایسے تمام مضامین کا پڑھنا سننا سب حرام ہے، واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ از رام پور مرسلہ معشوق علی صاحب، ۷ر جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر میلاد خواں مجلس میلاد شریف میں اس نظم کو پڑھتے ہیں،

اٹھا کر میم کا پردہ سب الا اللہ کہتے ہیں ۔۔۔ احد میں میم کو ضم کر کے صلی اللہ کہتے ہیں

ظہور ہو کر کے دنیا میں یہ فرمایا کہ بندہ ہوں ۔۔۔ تو سب ناسوت میں حضرت رسول اللہ کہتے ہیں

ہوئے ممکن سے جب واجب نبی ملکوت میں پہنچے ۔۔۔ وہاں سب دیکھ احمد کو ظہور اللہ کہتے ہیں

جو پہنچا مرتبہ جبروت میں مسجود عالی کا ۔۔۔ تو اس جسم مطہر کو وہ نور اللہ کہتے ہیں

الست مرتبہ لاہوت محو ذات احمد کا ۔۔۔ سب اس رتبہ میں آنحضرت کو عین اللہ کہتے ہیں

خدا فرمائے گا محشر میں بخشا تم کو اب احمد ۔۔۔ گنہ گاران امت کو شفیع اللہ کہتے ہیں

نزول از تا عروج حضرت کا لکھا ہے حقیقت سے ۔۔۔ خدا پہچان لو سب حسن اللہ کہتے ہیں

الجواب ان اشعار کا پڑھنا حرام حرام سخت حرام ہے، ان میں بعض کلمہ کفریہ ہیں اگرچہ تاویل کے سبب قائل کو کافر نہ کہیں اور بعض موہم کفر ہیں اور یہ بھی حرام ہے، رد المحتار میں ہے، مجرد ایھام المعنی المحال کاف فی المنع، ہاں بعض جیسے شعر چہارم و ششم ایہام کفر سے خالی ہیں، پھر بھی ششم میں مصرعہ دوم "گنہ گاران امت الخ" کو حضرت عزت کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں اور چہارم میں مسجود کا لفظ مناسب نہیں، ہاں شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں، ہزاراں ہزار عاشق بر آستانۂ او (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سجدات می کنند و ایں مرتبہ ہیچ کس را نداده اند، مگر بطفیل ایں محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بر بعض از اولیائے امت راشحۂ محبوبیت آں نصیب شدہ و مسجود خلائق و محبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم و سلطان المشائخ نظام الدین اولیا، رضی اللہ تعالیٰ عنہما، واللہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ از ناگور مارواڑ دوکان سید محمد صدیق سید لعل محمد سوداگران مرسلہ حضرات مذکورین، ۸ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ؎

ہمارے سرورِ عالم کا رتبہ کوئی کیا جانے ۔۔۔ خدا سے ملنا چاہے تو محمد کو خدا جانے

یہ شعر عام طور پر حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محفل میلاد شریف میں پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب اس شعر کا ظاہر صریح کفر ہے اور اس کا پڑھنا حرام ہے اور جو اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہو یقیناً کافر ہے ہاں اگر بقرینۂ مصرعِ اولٰی یہ تاویل کرے کہ خدا سے ملنا چاہے تو یوں سمجھے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مرتبہ کو اللہ ہی جانتا ہے، تو یہ معنی صحیح ہیں، مگر ایسا موہم لفظ بولنا جائز نہیں، ردالمحتار میں ہے، مجرد ایہام المعنی المحال کاف فی المنع، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از جودھپور مارواڑ مرسلہ قاضی محمد عبدالرحمٰن صاحب متخلص بہ طالب مدرس درجۂ اول سردار اسکول، ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

حضرتم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بتاریخ ۱۶ مارچ سنہ رواں بروز یکشنبہ جودھپور میں مشاعرہ تھا، مصرع طرح ہو بذا، "شب عاشق سحر نہ ہو جائے" نمبر ۲ پر ایک غزل نعتیہ پڑھی گئی، جس کا مطلع یہ ہے، ؎

نعت خیر البشر نہ ہو جائے ۔۔۔ دل حقیقت نگر نہ ہو جائے

کیا حضور یہ مطلع نعت میں ٹھیک ہے، اس کا قائل کہتا ہے کہ آپ کے دیوان میں بھی اس قسم کا کوئی شعر ہے، مگر وہ شعر دیوان میں دکھاتا نہیں اور خاکسار کے پاس دیوان ہے نہیں لہذا متکلف ہوں کہ اس میں جو کچھ امرِ حق ہو جواب سے سرفراز فرماویں،

الجواب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہ مطلع سخت باطل وناجائز ہے، کہ اس میں نعت اقدس سے ممانعت ہے اور نعت اقدس اعظم فرائض ایمان سے ہے، اس سے ممانعت کس حد تک پہنچتی ہے؟ اگر تاویل کی جگہ نہ ہوتی تو حکم بہت سخت تھا فقیر کے دیوان میں اصلاً کوئی شعر اس مضمون کا نہیں، وللہ الحمد وھو تعالٰی اعلم،

مسئلہ از شہر دہلی پہاڑ گنج، مسجد غریب شاہ، مرسلہ سید محمد عبدالکریم صاحب، ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

حضور مندرجہ ذیل اشعار کے متعلق یہاں کے مولویوں نے یوں کہا ہے کہ اس کا جواب کوئی اہل اللہ دے گا لہذا اس کا جواب حضور ہی دیں گے، **اشعار**،

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ فال ۔۔۔ کہ من از خدا پیش بودم دو سال

من آں وقت کردم خدا را سجود ۔۔۔ کہ ذات وصفات خدا ہم نہ بود

الجواب دوسرا شعر ایسا مشکل نہیں، نبود سے نفی مطلق مقصود نہ مفہوم بلکہ نفی مقید بوقت سجدہ یعنی جس وقت میں نے سجدہ کیا اس وقت میں ذات وصفات نہیں اور یہ حق ہے کہ ذات وصفات الٰہی وقت وزمانہ سے متعالی ہیں وہ کسی وقت میں نہیں، وقت سے پاک ہیں، جیسے کسی مکان میں نہیں، مکان سے پاک ہیں، زمان ومکان سب حادث ہیں، اور ذات وصفات الٰہی قدیم، جب زمان ومکان نہ تھے، ذات وصفات سے ان سے جدا تھیں، ایسے ہی اب بھی ہیں اور ہمیشہ رہیں گی، پہلے شعر میں از خدا لفظ پیش سے متعلق نہیں، بلکہ بودم سے اور پیش کا متعلق از ایں محذوف ہے، جیسے عربی میں کنا قبل فی اھلنا مشفقین، یعنی قبل ہذا اردو میں پہلے کہہ چکا، یعنی اس سے پہلے یوں ہیں

پیش ازیں یعنی پیش ازیں اس کا اشارہ حالت موجودہ کی طرف ہے، یعنی عالم اجسام میں ہونا اور سال سے مراد زمانہ ممتد کہ یہاں ہزار سال ہے تو مطلب یہ ہوا کہ میں اس عالم اجسام میں آنے سے دو ہزار برس پہلے خدا کی طرف سے وجود رکھتا تھا موجود تھا اور یہ حق ہے، حدیث میں ہے، ان اللہ تعالٰی خلق الارواح قبل الاجساد بالفی عام، اللہ تعالٰی نے روحیں جسموں سے دو ہزار برس پہلے بنائیں بااینہمہ دونوں شعر موہم معنی کفر ہیں اور ان کا اطلاق سخت اشد حرام، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر بریلی محلہ سہوانی ٹولہ متصل مسجد چپ شاہ مسئولہ لیاقت حسین، طالب علم ۷ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شرع متین درباب اس شعر کے نعت رسول اکرم میں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہو ہذا، ؎

کردن مہمانی عشق محمد — جگر کے کوفتے دل کے پسندے

(۱) آیا قابلیت نعت اور مولود خوانی کی رکھتا ہے یا نہیں، (۲) انسان کا گوشت حلال ہے یا حرام، (۳) کسی مقدس شخص کی مہمانی میں یا اس کے عشق کی مہمانی میں انسان کا گوشت پیش کرسکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب انسان کا گوشت انسان پر حرام ہے، عشق پر حرام نہیں وہ ایک آگ ہے کہ ماسوائے محبوب کو جلادیتی ہے، گوشت گھلانا اس کا پہلا فعل ہے، ولہذا حدیث میں فرمایا، ان اللہ یبغض الحبر السمین، اللہ دشمن رکھتا ہے موٹے عالم کو، شعر میں مہمانی عشق ہی کہا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں پڑھ سکتے ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر کہنہ بریلی مسئولہ قاسم حسین رضوی مصطفائی، ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مندرجہ ذیل اشعار آیا کفر میں داخل ہیں اور ان کا لکھنے والا کافر ہے یا نہیں، دلاور حسین میلاد خواں نے میرے سامنے بیان کیا کہ ایک عالم مجدد نے ایسے شاعر کو کافر فرمایا ہے، اور تحریری فتوٰی میرے پاس موجود ہے اگر اس نے جھوٹ بولا اور ایک مسلمان پر کفر ثابت کرنے کے لئے ایک بزرگ پر اتہام رکھ کر ایسے غلط لفظ کہے تو کیا وہ کافر ہونے سے بری ہوسکتا ہے یا نہیں، اشعار یہ ہیں،

(۱) جوش کرم پر بحر ہے دیکھو یہ الٹی لہر ہے — ہم بھولے بیٹھے ہیں انھیں ان کو ہماری یاد ہے،
(۲) ہے ہم سے غلاموں کا کعبہ تو در آقا — اللہ مبارک کرے سجدے کا ادا کرنا،

الجواب حاشا ان میں کوئی بات کفر تو کفر گمراہی کی بھی نہیں، ممکن کہ اور اشعار کی نسبت فتوٰی ہوا ہو اور دلاور حسین نے بے علمی کے سبب ان کے مضمون کو بھی ویسا ہی گمان کرکے یہ کہدیا ہو بہرحال جاہل کو احکام شرع خصوصاً کفر و اسلام میں جرأت سخت حرام اشد حرام ہے کوئی ہو کسے باشد، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از مراد آباد محلہ شیدی سرائے مرسلہ صابر حسین صاحب، ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا یہ شعر ہے، ؎

سکھی باپ کی گٹھڑی تو سیس دھری کہیں روس نہ جاویں سام ہری — کتے جاکے بردن کہاں ڈوب مروں سیاں سے جیا شرمادت ہے،

اس میں سام ہری جو خدا کا نام رکھا ہے سو یہ عمرو کے نزدیک کفر ہے آیا یہ قول عمرو کا صحیح ہے یا نہیں،

الجواب جاہل احمق نادان شاعر نے جو ہندی زبان کی نظم کہی اس میں معبود برحق عزجلالہ کی طرف انھیں لفظوں سے کنایہ کیا جو ہندی میں مستعمل ہے ایسے کلام اسی قبیل سے ہوتے ہیں، جیسے حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی فرماتے ہیں،

خوشتر آں باشد کہ راز دیگراں　　　　گفتہ آید در حدیث دیگراں

اولیا اشعار میں لیلیٰ و سلمیٰ باندھتے ہیں اور مطلب سعدی دیگرست، نہ کہ معاذاللہ رب عزوجل کو ان ناموں سے تعبیر کیا بلکہ وہی، گفتہ آید در حدیث دیگراں، سیدالطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں، ان مجنون بنی عامر کان من احباء اللّٰہ تعالٰی ستر شأنہ بجنونہ بلیلیٰ، حضرت مجنون اولیا سے تھے، عشق لیلیٰ کو پردہ کر رکھا تھا، نقلہ الزرقانی فی شرح المواھب لشریفۃ عن روضۃ العاشق لابن القیم واستغربہ، سیدی ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کسی کو یہ شعر پڑھتے سنا ؎

اسأل عن سلمی فھل من مخبر　　　　یکون لہ علم بھا این تنزل

میں سلمیٰ کو پوچھتا ہوں ہے کوئی بتانے والا کہ وہ کہاں اترے گی، فرمایا لا واللہ ما فی الدارین عنھا مخبر، خدا کی قسم دونوں جہان میں کوئی اس کی خبر دینے والا نہیں، سیدی ابوسعید خراز رضی اللہ تعالٰی عنہ سوتے سوتے گھبرا کر روتے ہوئے اٹھے اور فرمایا کہ ابھی مجھ سے رب عزوجل نے خواب میں فرمایا ابوسعید تو لیلیٰ و سلمیٰ کے اشعار سنتا اور ان کے مضامین کو مجھ پر محمول کرتا ہے، اگر میں نہ جانتا کہ تو مجھ کو دوست رکھتا ہے تو وہ عذاب کرتا کہ نہ کیا ہوتا، ھر زبان ہندی میں معبود برحق کے اسماء سے ہے، جیسے الشور اور بظاہر اس میں کوئی معنی محال نہیں جیسے رام میں ہیں کہ ہر چیز پر رما ہونے اور سرایت وحلول پر دلیل ہے، اور سیام کنھیا کا نام نہیں اس کا وصف اس سے کرتے ہیں کہ وہ سیہ فام تھا اور سیام سیاہ کو کہتے ہیں اور صوفیہ کرام فرماتے ہیں تجلی ذات بحت کا رنگ خالص سیاہ ہوتا ہے، شاعر نے بڑی خطا کی بہت برا کیا اس پر توبہ لازم ہے، مگر حکم کفر غلو و غلط ہے، لا یخرج العبد من الایمان الا جحود ما ادخلہ فیہ سواء صرح بہ او جحد وجحد الجحود دھن الاخبث واعند العنود والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از موضع خورد مئو ڈاکخانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی، مسئولہ سید صفدر علی صاحب، ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اس شعر کا شاعر اور قائل شرعًا کیسا ہے وھو ہذا ؎

نہ بھوکا نہ رکھ روزہ نہ جا مسجد نہ کر سجدہ　　　　وضو کا توڑ کر کوزہ شراب شوق پیتا جا

(۲) بے نمازی کو نہ جانو دیں دار　　　　پیر ہو یا ہو مرید با بکار

الجواب (۱) یہ شعر کفر ہے، (۲) یہ شعر ٹھیک ہے، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ انتظام علی خاں صاحب چھتہ شیخ منگلو زیر جامع مسجد دہلی، ۱۸ جمادی الاخرہ ۱۳۳۹ھ

شعر اندرون غزل نعتیہ مصنفہ اکبر خاں مرئی،

عجب کھیل کھیلے عجب روپ بدلے　　　　زمانہ میں بہروپیا بن کے آیا،

اس قسم کے شعر حضور کی شان کے خلاف ہیں کہ نہیں اور ایسے شعر محافل میلاد شریف حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پڑھنا چاہئے کہ نہیں "اللہ اللہ گفتہ اللہ [illegible] می شوی" اس سے مراد لی ہے کہ نمک میں ملی شے نمک ہوگئی، جو خدا میں ملا وہ خدا ہوگیا، یہ شعر قابل اعتراض ہے کہ نہیں، اور مصرعہ بالا "اللہ اللہ گفتہ اللہ [illegible] می شوی" سے مراد اور مطلب کیا حاصل ہونا چاہئے،

الجواب بیر دیئے والا شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح تو ہینوں پر مشتمل ہے، کھیل کھیلنا روپ بدلنا کہنا ہی توہین تھا، مصرع دوم نے کفر پر رجسٹری کردی، والعیاذ باللہ تعالیٰ، یہ کہنا کہ جو خدا میں ملا وہ خدا ہوگیا، کفر ہے اس مصرع سے احتراز لازم ہے، مراد یہ ہے کہ فنا فی اللہ می شوی، واللہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ خانقاہ برکاتیہ مسئولہ والاحضرت عظیم البرکت مولانا مولوی سید محمد میاں صاحب قادری دامت برکاتہم، ۳۰ رجب ۱۳۳۹ھ،

حضرت مولانا المعظم والمکرم والمحترم دامت برکاتہم العالیہ، بعد از تسلیم مع التعظیم والتکریم معروض خدمت۔ جناب مولوی حسن رضا خاں صاحب مرحوم کے نگارستان لطافت میں ان کی ایک غزل میں ان کا ایک شعر یہ ہے

شب اسرٰی کے دولھا پر نچھاور ہونے والی تھی ۔۔۔ نہیں تو کیا غرض تھی اتنی جانوں کے بنانے سے

یہ شعر ان کے دیوان ذوق نعت میں بھی موجود ہے، جس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ اتنی جانوں کے بنانے سے غرض یہ تھی کہ شب اسرٰی کے دولھا پر ان کی نچھاور کی جائے حالانکہ افعال مولیٰ عزوجل معلل بالاغراض نہیں ہوا کرتے، اس کا حل مجھے مطلوب ہے،

الجواب والاحضرت عظیم البرکت دامت برکاتہم العالیہ، تسلیم مع التعظیم، یہاں طرز ادا دو ہیں، اول ہم نے یہ کام نفع زید کے لئے کیا ورنہ ہمیں کیا غرض تھی، دوم اور کیا غرض تھی، اول میں اپنی غرض کی نفی مطلق ہے اور ثانی میں اس غرض کا اثبات اور غرض دیگر کی نفی، شعر میں طرز اول ہے، نہ دوم، تو اس میں مطلقاً نفی غرض ہے، بیان اس کا یہ ہے کہ فعل اختیاری کے لئے مصلحت یا غرض ضرور ہے ورنہ عبث ہوگا، اور مولیٰ تعالیٰ عبث سے پاک ہے، اس کے افعال مصالح سے مملو ہیں اور اغراض سے منزہ، وہ مصالح بھی راجع بعباد ہیں، مولیٰ تعالیٰ مصلحت ومفسدت سے پاک، مداح مرحوم مصلحت کا اس میں حصر کرتا ہے، لحدیث خلقت الخلق لاعرفہم کرامتی ومنزلتی عندی ولولاک ماخلقت الدنیا، رواہ ابن عساکر عن سلمان الفارسی تو عرض کرتا ہے کہ مصلحت یہ تھی ورنہ کیا کوئی غرض تھی کہ اگر غرض ومصلحت دونوں نہ ہوں تو عبث لازم آئے، اور وہ محال ہے، لیکن مولیٰ تعالیٰ غرض سے پاک ہے لاجرم یہی مصلحت تھی، وہو تعالیٰ اعلم،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُبحٰن السُبُّوح عن عیب کذب مقبوح

مسئلہ از ابو محمد صادق علی مداح عفی عنہ، گڑھ مکٹیسری از میرٹھ بالائے کوٹ،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین در بارۂ مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ جس کا اعلان تحریری وتقریری علمائے گنگوہ ودیوبند اور ان کے اتباع آج کل بڑے زور شور سے کر رہے ہیں، تحریر اً کتاب "براہین قاطعہ" میں کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھی کے نام سے شائع کی گئی (جس کی لوح پر لکھا ہے "بامر حضرت جنیں وجناں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی" اور خاتمہ پر ان کی تقریظ بایں الفاظ ہے، "احقر الناس رشید احمد گنگوہی نے اس کتاب براہین قاطعہ کو اول سے آخر تک بغور دیکھا، الحق کہ یہ جواب کافی اور حجت وافی ہے اور مصنف کی وسعت نور علم اور فسحت ذکاء فہم پر دلیل واضح حق تعالیٰ اس تالیف نفیس میں کرامت قبولیت عطا فرمائے اور مقبول مقبولین ومعمول عاملین فرمائے، جس سے ثابت کہ گویا کتاب ہی تالیف ان کی ہے) صفحہ تین پر یوں مکتوب ہے، "امکان کذب کا مسئلہ اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں، رد محتار میں ہے، ھل یجوز الخلف فی الوعید فظاھر مافی المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہ، پس اس پر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے"۔ انتہی ملخصا، تقریراً مولوی ناظر حسن دیوبندی، مدرس اول مدرسہ عربی میرٹھ نے مسجد کوٹ پر بلند آواز سے چند مسلمانوں میں کہا کہ ہمارا تو اعتقاد یہ ہے کہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہ بولے مگر بول سکتا ہے، بہشتیوں کو دوزخ اور دوزخیوں کو بہشت میں بھیج دے تو کسی کا اجارہ نہیں، اور یہی امکان کذب ہے، انتہی،

پس ایسا اعتقاد کیسا ہے اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، جس کا عقیدہ ایسا ہے، سچی بات بتاؤ اچھا اجر پاؤ، ۔

الجواب سبحٰن ربک رب العزۃ عما یصفون، وسلام علی المرسلین ۰ والحمد للہ رب العٰلمین، الحمد للہ المتعالی شانہ عن الکذب والجہل والسفہ والہزل والعجز والبخل وکل مالیس من صفات الکمال المنزہ عظیم قدسہ بکمال قدوسیتہ وجلال سبوحیتہ عن وصمۃ خروج ممکن او ولوج محال، قولہ الحق ووعدہ الصدق، ومن اصدق من اللہ قیلا ۰ وکلامہ الفصل وما ھو بالہزل فسبحٰن اللہ بکرۃ واصیلا ۰ لذاتہ القدم ولنعتہ القدم، فلا حادث یقوم ولا قائم یحول، وکلامہ ازلی وصدقہ ازلی، فلا الکذب یحدث ولا الصدق یزول، والصلاۃ والسلام علی الصادق المصدوق سید المخلوق النبی الرسول الاٰتی بالحق من عند الحق لدین الحق علی وجہ الحق و

والحق یقول فہو الحق وکتابہ الحق بالحق انزل وبالحق نزل وعلی الحق النزول، واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ حقاحقا، واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ بالحق ارسلہ صدقا صدقا، صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلٰی الہ وصحبہ وکل من ینتمی الیہ، وعلینا معھم وبھم ولھم یاارحم الراحمین، امین امین، الٰہ الحق امین، قال المصدق لربہ بتوفیقۃ العظیم المسبح لمولاہ عن کل وصف ذمیم، عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی، صدق اللہ تعالٰی قولہ فی الدنیا والاخرۃ، وصدق فیہ ظنہ بالعفو والمغفرۃ، امین اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ بحول وقوت رب الارباب، اس مختصر جواب موضح صواب ومزیح ارتیاب میں اپنے مولٰی جل وعلا کی تسبیح وتقدیس اور اس جناب رفیع وجلال منیع پر جرأت وجسارت والوں کی تقبیح وتفلیس کے لئے کلام کو چار تنزیہوں پر منقسم اور ایک خاتمہ پر مختتم اور بنظر ہدایت عوام وازاحت اوہام، ایك ضروری مقدمہ ان پر متقدم کرتا ہے،

تنزیہ اوّل، میں ائمہ دین وعلمائے معتمدین کے ارشادات متین جن سے بحمد اللہ شمس وامس کی طرح روشن وہبین کہ کذب الٰہی بالاجماع محال اور اسے قدیم سے ائمہ سنت میں مختلف فیہ ماننا عناد ومکابرہ یا جاہلانہ خیال،

تنزیہ دوم میں بتفضل ربانی دعوے اہل حق پر دلائل نورانی جن سے واضح ہو کہ کذب الٰہی قطعاً مستحیل اور دعائے امکان باطل وبے دلیل، ۔

تنزیہ سوم میں امام وہابیہ ومعلم ثانی طائفہ نجدیہ مصنف رسالہ یکروزی کی خدمت گزاری اور ان حضرت کے اوہام باطلہ وہذیانات عاطلہ کی ناز برداری کہ یہی صاحب ان حضرات نو کے امام کہن اور ان کے مرجع وملجا وماخذ ومنتہٰی انھیں کے سخن۔

تنزیہ چہارم میں جہالات جدیدہ کا علاج کافی اور اس امر حق کا ثبوت وافی کہ مسئلہ قدیمہ خلف وعید اس مزلہ حادثہ سے منزل بعید۔

خاتمہ میں جواب مسائل وحکم قائل والحمد للہ مجیب السائل،

مقدمہ، اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق، مسلمان کا ایمان ہے کہ مولٰی سبحانہ وتعالٰی کے صفات کمال وبروجہ کمال ہیں، جس طرح کسی صفت کمال کا سلب اس سے ممکن نہیں، یونہی معاذ اللہ کسی صفت نقص کا ثبوت بھی امکان نہیں رکھتا اور صفت کا بروجہ کمال ہونا یہ معنی کہ جس قدر چیزیں اس کے تعلق کی قابلیت رکھتی ہے، ان کا کوئی ذرہ اس کے احاطہ دائرہ سے خارج نہ ہونہ یہ کہ موجود ومعدوم وباطل وموہوم میں کوئی شے ومفہوم بے اس کے تعلق کے نہ رہے، اگرچہ وہ اصلاً صلاحیت تعلق نہ رکھتی ہو اور اس صفت کے دائرہ سے محض اجنبی ہو۔

اب احاطہ دوائر کا تفرقہ دیکھئے (۱) خلاق کبیر جل وعلا فرماتا ہے، خالق کل شیئ فاعبدوہ، وہ ہر چیز کا بنانے والا ہے تو اسے پوجو یہاں صرف حوادث مراد ہیں کہ قدیم یعنی ذات وصفات باری تعالٰی عزمجدہ مخلوقیت سے پاک، (۲) سمیع بصیر جل مجدہ فرماتا ہے، انہ بکل شیئ بصیر وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے، یہ تمام موجودات قدیمہ وحادثہ سب کو شامل، مگر معدومات خارج یعنی مطلقًا یا

جس چیز نے ازل سے اب تک کسوت وجود نہ پہنی نہ ابد تک پہنے کہ ابصار کی صلاحیت موجود ہی میں ہے، جو اصلاً ہے ہی نہیں، وہ نظر کیا آئے گا تو نقصان جانب قابل ہے نہ جانب فاعل، شرح فقہ اکبر میں ہے، قد افتی ائمۃ سمرقند و بخارا... انہ (یعنی المعدوم) غیر مرئی، و قد ذکر الامام الزاہد الصفار فی اخر کتاب التلخیص ان المعدوم مستحیل الرؤیۃ وکذا المفسرون ذکروا ان المعدوم لایصلح ان یکون مرئی اللّٰہ تعالٰی وکذا قول السلف من الاشعریۃ والماتریدیۃ ان الوجود علۃ جواز الرؤیۃ مع الاتفاق ان المعدوم الذی یستحیل وجودہ لایتعلق بہ رؤیتہ سبحانہ اھ، شرح السنوسی للجزائریہ میں ہے، انھما (یعنی سمعہ تعالٰی وبصرہ) لایتعلقان الا بالموجود والعلم یتعلق بالموجود والمعدوم والمطلق والمقید اھ، حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے، المعدومات التی ما ارادھا اللّٰہ تعالٰی ولاتعلقت القدرۃ بایجادھا فی ازمنتھا المقدرۃ لھا، ولاکشف عنھا

(حاشیہ ص۲۱۲) فائدہ، اعلم انہ ربما یلمح کلام القاری فی منح الروض الی تخصیص ابصارہ تعالٰی بالاشکال والالوان و سمعہ بالاصوات والکلام وقد صرح العلامۃ اللقانی فی شرح جوہرۃ التوحید بعمومھا کل موجود وتبعہ سیدی عبدالغنی فی الحدیقۃ وھذا کلام اللقانی قال لیس سمعہ تعالٰی خاصا بالاصوات بل یعم سائر الموجودات ذوات کانت اوصفات فیسمع ذاتہ العلیۃ وجمیع صفاتہ الازلیۃ کما یسمع ذواتنا وما قام بنا من صفاتنا کعلومنا والواننا وھکذا البصر سبحانہ و تعالٰی لایختص بالالوان ولا بالاشکال والاکوان فحکمہ حکم السمع سواء بسواء فمتعلقھما واحد انتھی، اما قال اللقانی قبل ذالک حیث عرف السمع بانھا صفۃ ازلیۃ قائمۃ بذاتہ تعالٰی تتعلق بالمسموعات او بالموجودات الخ، والبصر بانہ صفۃ ازلیۃ تتعلق بالمبصرات او بالموجودات الخ، فاقول لایجب ان یکون اشارۃ الی الخلاف بل اتی اولاً بالمبصرات معتمدا علی بداھۃ تعمیمہ ثم اردف بالموجودات فرارا عن صورۃ الدور ولیس فی التعبیرین تناف اصلاً فان المبصر مایتعلق بہ الابصار ولیس فیہ دلالۃ علی خصوصیۃ شیئ دون شیئ فاذا کان الابصار یتعلق بکل شیئ کان المبصر والموجود متساویین، نعم لما کان ابصارنا الدنیوی العادی مختصا باللون ونحوہ ربما یسبق الذھن الی ھذا الخصوص فازال الوھم بقولہ او بالموجودات آتیا بکلمۃ او للتخییر فی التعبیر، وھذہ نکتۃ اخری للارداف وانما لم یکتف بہ لان ذکر المبصرات ادخل فی التمیز۔

ثم اقول، تحقیق المقام ان الابصار لاشک انہ لیس کالارادۃ والقدرۃ والتکوین التی لایجب فعلیۃ جمیع التعلقات الممکنۃ لھا بل ھو من الصفات التی یجب ان تتعلق بالفعل بکل مایصلح لتعلقھا کالعلم فعدم ابصار بعض مایصح ان یبصر نقص یجب تنزیھہ تعالٰی عنہ کعدم العلم ببعض مایصح ان یعلم وھذا مما لایجوز ان یتناطح فیہ عنزان انما الشان فی تعیین مایصح تعلق الابصار بہ فان ثبت القصر علی الاشکال والالوان والاکوان فذاک، وان ثبت عموم الصحۃ کل موجود وجب القول بتحقق عموم الابصار ازلا وابدا لجمیع الکائنات القدیمۃ والحادثۃ الموجودۃ فی ازمنتھا المحققۃ، او المقدرۃ لما عرف من انہ لایجوز ھھنا شیئ منتظر لکن الاول باطل للاجماع علی رؤیۃ المومنین ربھم تبارک وتعالٰی فی الدار الاخرۃ فکان اجماعا علی ان صحۃ الابصار لاتختص بماذکر وقد صرح اصحابنا فی ھذا المبحث ان مصحح الرؤیۃ

العلم موجودۃ فی تلک الازمنۃ فلا یتعلق بہا السمع والبصر وکذلک المستحیلات بخلاف العلم فانہ یتعلق بالموجود والمعدوم
(۳) قوی قدیر تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے، وھو علی کل شیئ قدیر، وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے، یہ موجود و معدوم سب کو شامل، بشرط حدوث و امکان کہ واجب و محال اصلاً لائق مقدوریت نہیں، مواقف میں ہے، القدیم لایستند الی القدرۃ، شرح مقاصد میں ہے، لاشیئ من الواجب والممتنع بمقدور، امام یافعی فرماتے ہیں، جمیع المستحیلات العقلیۃ لاتتعلق للقدرۃ بہا، کنز الفوائد میں ہے خرج الواجب والمستحیل فلا یتعلقان ای القدرۃ والارادۃ بہما، شرح فقہ اکبر میں ہے، مایمتنع بنفس مفہومہ کجمع الضدین وقلب الحقائق واعدام القدیم لایدخل تحت القدرۃ القدیمۃ، (۴) علیم خبیر عزشانہ فرماتا ہے، وھو بکل شیئ علیم، وہ ہر چیز کو جانتا ہے،) یہ کلیہ واجب و ممکن و قدیم و حادث و موجود و معدوم و مفروض و موہوم غرض ہر شے و مفہوم کو قطعاً محیط جس کے دائرے سے اصلاً کچھ خارج نہیں، یہ ان عمومات سے ہے، جو عموم قضیۂ مامن عام الا وقد خص منہ البعض، سے مخصوص ہیں، شرح مواقف میں فرمایا، علمہ تعالیٰ یعم المفہومات کلہا الممکنۃ والواجبۃ والممتنعۃ فھو اعم من القدرۃ لانہا تختص بالممکنات دون الواجبات والممتنعات، اب دیکھئے لفظ چاروں جگہ ایک ہے، یعنی کل شیئ مگر ہر صفت نے اپنے ہی دائرے کی چیزوں کو احاطہ فرمایا[1] جو اس کے قابل اور اس کے احاطہ میں داخل تھیں، تو جس طرح ذات و صفات خالق کا دائرۂ خلق میں نہ آنا معاذ اللہ عموم خالقیت میں نقصان نہ لایا، نقصان جب تھا کہ کوئی مخلوق احاطہ سے باہر رہتا یا معدومات کا دائرۂ ابصار سے مہجور رہنا عیاذاً باللہ، احاطہ بصر الٰہی میں باعث فتور نہ ہوا فتور جب ہوتا کہ کوئی مبصر خارج رہ جاتا، اسی طرح صفت قدرت کا کمال یہ ہے کہ جو شے اپنی حد ذات[2] میں ہونے کے قابل ہے، اس سب پر قادر ہو کوئی ممکن احاطہ قدرت سے جدا نہ رہے، نہ یہ کہ واجبات و محالات عقلیہ کو بھی شامل ہو جو اصلاً تعلق قدرت کی صلاحیت نہیں رکھتے، سبحان اللہ محال کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی طرح موجود نہ ہو سکے، اور مقدور وہ کہ قادر چاہے تو موجود ہو جائے، پھر یہ دونوں کیونکر جمع ہو سکتے ہیں، اور اس کے سبب یہ سمجھنا کہ کوئی شے دائرۂ قدرت سے خارج رہ گئی محض جہالت کہ محالات مصداق و ذات سے بہرہ ہی نہیں رکھتے، حتی کہ فرض و تجویز[3] عقلی میں بھی تو اصلاً یہاں کوئی شے تھی ہی نہیں جسے قدرت شامل نہ ہوئی یا، ان اللہ علی کل شیئ قدیر، کے عموم سے رہ گئی،

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۱۴) ھو الوجود وقد اجمعوا کما فی المواقف انہ تعالیٰ یری نفسہ فتبیین ان الحق ھو التعمیم وان قولہ تعالیٰ انہ بکل شیئ بصیر جاء علی صرافۃ عمومہ من دون تطرق تخصیص الیہ اصلا ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق ومن التفق ھذا تیسر لہ اجراء معنی السمع علی دلیل کلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ فافہم واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم، ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (لہ حاشیہ صفحہ ۲۱۴) اقول قولہ ما اراد ولا تعلقت ولا کشف عبارات شتی عن معبر واحد وھو دوام العدم المناقض للوجود بالفعل فان کل ما ارادہ اللہ تعالیٰ فقد تعلقت القدرۃ بایجادہ بالفعل وبالعکس وما کان کذالک فقد کشف العلم عنہ موجودا بالاطلاق العام وبالعکس وذالک لان العلم موجود تابع للوجود ولا وجود للمخلوق الابتعلق القدرۃ ولا تعلق للقدرۃ الابترجیح الارادۃ، کما تقرر کل ذالک فی مقرہ واللہ تعالیٰ اعلم، ۱۲ منہ، (لہ حاشیہ صفحہ ہذا) ای شمات ما فی دائرتہا وان لم یشملہ اللفظ کما فی العلم ولم تشمل ما لیس فیہا وان شملہ اللفظ کما فی الخلق وذالک ان الشی عندنا یخص بالموجود قال تعالیٰ اولا یذکر الانسان انا خلقنہ من قبل ولم یک شیئا ویعم الواجب قال تعالیٰ قل ای شیئ اکبر شہادۃ قل اللہ فافہم، ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، [2] یشیر الی ان مصحح المقدوریۃ نفس الامکان الذاتی، ۱۲ منہ، [3] ای مجرد تصییر اللسان ادبا لفرض ۱۲ منہ،

یہاں سے ظاہر ہوگیا کہ مغویان تازہ جو اسی مسئلہ کذب و دیگر نقائص وغیرہا کی بحث میں بے علموں کو بہکاتے ہیں کہ مثلاً کذب یا فلاں عیب یا فلاں بات پر اللہ عزوجل کو قادر نہ مانا تو معاذ اللہ عاجز ٹھہرا اور ان اللہ علی کل شیئ قدیر ۵ کا انکار ہوا یہ ان ہوشیاروں کی محض عیاری و تزویر اور بے چارے عوام کو بھڑکانے کی تدبیر ہے، ایہا المسلمون! قدرت الٰہی صفت کمال ہو کر ثابت ہوئی ہے نہ معاذ اللہ صفت نقص وعیب اور اگر محالات پر قدرت مانئے تو ابھی انقلاب ہوا جاتا ہے، وجہ سنئے، جب کسی محال پر قدرت مانی اور محال محال سب ایک سے معہذا تمہارے جاہلانہ خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہئے اتنا ہی عجز وقصور سمجھئے تو واجب کہ سب محالات زیر قدرت ہوں اور منجملہ محالات سلب قدرت الٰہیہ بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالٰی اپنی قدرت کھو دینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنالینے پر بھی قادر ہو، اچھا عموم قدرت مانا کہ اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی۔ یوہیں منجملہ محالات عدم باری عزوجل ہے تو اس پر بھی قدرت لازم اب باری جل وعلا عیاذاً باللہ واجب الوجود نہ ٹھہرا تعمیم قدرت کی بدولت الوہیت ہی پر ایمان گیا، تعالٰی اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیرا ۵۔

پس بحمد اللہ ثابت ہوا کہ محال پر قدرت ماننا قطع نظر اس سے کہ خود قول بالمحال ہے، جناب باری عز اسمہ کو سخت عیب لگانا اور تعمیم قدرت کے پردے میں اصل قدرت بلکہ نفس الوہیت سے منکر ہو جانا ہے، للہ انصاف! حضرات کے یہ تو حالات اور اہل سنت پر معاذ اللہ عجز باری عزوجل ماننے کے الزامات، ہمارے دینی بھائی اس مسئلہ کو خوب سمجھ لیں، کہ حضرات کے مغالطہ وتلبیس سے امان میں رہیں، واللہ الموفق،

تنزیہ اول ارشادات علما میں ۱ اقول باللہ التوفیق میں یہاں ازالۂ اوہام حضرات مخالفین کو اکثر عبارات ایسی نقل کروں گا کہ امتناع کذب الٰہی پر تمام اشعریہ و ماتریدیہ کا اجماع ثابت کریں جس کے باعث اس وہم عاطل کا علاج قاتل ہو کہ معاذ اللہ یہ مسئلہ قدیم سے مختلف فیہا ہے حاش للہ! بلکہ بطلان امکان پر اجماع اہل حق ہے، جس میں اہل سنت کے ساتھ معتزلہ وغیرہم فرق باطلہ بھی متفق ناظر ماہر دیکھے گا کہ میرا یہ مدعا ان عبارتوں سے کن کن طور پر رنگ ثبوت پائے گا۔ اول ظاہر وجلی یعنی وہ نصوص جن میں امتناع کذب پر صراحۃً اجماع منصوص۔ دوم اکثر عبارتیں علمائے اشعریہ کی ہوں گی تاکہ معلوم ہو کہ مسئلہ خلافی نہیں، سوم وہ عبارات جن میں بنائے کلام حسن وقبح عقلی کے انکار پر ہو کہ یہ اصول اشاعرہ سے ہے، تو لاجرم مسئلہ اشاعرہ و ماتریدیہ کا اجماعی ہوا اگرچہ عند التحقیق صرف حسن وقبح بمعنی استحقاق مدح وثواب وذم وعقاب کی شرعیت وعقلیت میں تجاذب آرا ہے، نہ بمعنی صفت کمال وصفت نقصان کہ بایں معنی باجماع عقلا عقلی ہیں، کما نصوا علیہ جمیعاً ونبہ علیہ ھھنا المولٰی سعد الدین التفتازانی فی شرح المقاصد والمولی المحقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الھمام وغیرھما من الجھابذۃ الاکابر، اھ۔

اب بتوفیق اللہ تعالٰی نصوص ائمہ وکلمات علما نقل کرتا ہوں، نص ۱: شرح مقاصد کے مبحث کلام میں ہے، الکذب محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالٰی محال اھ ملخصاً، جھوٹ باجماع علما محال ہے کہ وہ باتفاق عقلا عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال، نص ۲۔ اسی بحث حسن وقبح میں ہے، قد بینا فی بحث الکلام امتناع الکذب علی الشارع تعالٰی، ہم بحث کلام میں ثابت کر آئے کہ اللہ عزوجل پر کذب محال ہے، نص ۳۔ اسی کی بحث تکلیف بالمحال میں ہے، محال جھلۃ او کذبہ تعالٰی عن ذٰلک، اللہ تبارک وتعالٰی کا جہل یا کذب دونوں محال ہیں، برتری ہے اسے ان سے، نص ۴۔ اسی میں ہے، الکذب فی اخبار اللہ تعالٰی فیہ مفاسد لاتحصی

ومطاعن فی الاسلام لاتخفی، منہامقال الفلاسفۃ فی المعاد ومقال الملاحدۃ فی العناد ومنہا بطلان ماعلیہ الاجماع من القطع بخلود الکفار فی النار فمع صریح اخبار اللّٰہ تعالٰی بہ فجواز عدامہ ووقوع مضمون ھذا الخبر محتمل ، ولما کان ھذا باطلا قطعا علم ان القول بجواز الکذب فی اخبار اللّٰہ تعالٰی باطل قطعا ۱ھ ملتقطاً۔ یعنی خبرالٰہی میں کذب پر بیشمار خرابیاں اور اسلام میں آشکارا طعن لازم آئیں گے فلاسفہ حشر میں گفتگو لائیں گے، ملحدین اپنے مکابروں کی جگہ پائیں گے کفار کا ہمیشہ آگ میں رہنا کہ بالاجماع یقینی ہے، اس پر سے یقین اٹھ جائیں گے کہ اگرچہ خدا نے صریح خبریں دیں مگر ممکن ہے کہ واقع نہ ہوں اور جب یہ امور یقیناً باطل ہیں تو ثابت ہوا کہ خبرالٰہی میں کذب کو ممکن کہنا باطل ہے، نص ۵۔ شرح عقائد نسفی میں ہے، کذب کلام اللّٰہ تعالٰی محال ۱ھ ملخصاً، کلام الٰہی کا کذب محال ہے، نص ۶۔ طوالع الانوار کی نوع متعلق بمبحث کلام میں ہے، الکذب نقص والنقص علی اللّٰہ تعالٰی محال، جھوٹ عیب ہے اور عیب اللّٰہ تعالٰی پر محال، نص ۷۔ مواقف کی بحث کلام میں ہے، انہ تعالٰی یمتنع علیہ الکذب اتفاقًا اما عند المعتزلۃ فلان الکذب قبیح وھو سبحانہ لایفعل القبیح واما عندنا فلانہ نقص والنقص علی اللّٰہ تعالٰی محال اجماعًا۔ یعنی اہلسنت ومعتزلہ سب کا اتفاق ہے کہ اللّٰہ تعالٰی کا کذب محال ہے، معتزلہ تو اس لئے محال کہتے ہیں کہ کذب برا ہے اور اللّٰہ تعالٰی برا فعل نہیں کرتا، اور ہم اہل سنت کے نزدیک اس دلیل سے ناممکن ہے کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب اللّٰہ تعالٰی پر بالاجماع محال ہے، نص ۸۔ مواقف وشرح مواقف کی بحث حسن وقبح میں ہے، مدرک امتناع الکذب منہ تعالٰی عندنا لیس ھو قبحہ العقلی حتی یلزم من انتفاء قبحہ ان یعلم امتناعہ اذ لہ مدرک آخر قد تقدم ۱ھ ملخصاً، یعنی ہم اشاعرہ کے نزدیک کذب الٰہی محال ہونے کی دلیل قبح عقلی نہیں ہے کہ اس کے عدم سے لازم آئے کہ کذب الٰہی محال نہ جانا جائے بلکہ اس کے لئے دوسری دلیل ہے کہ اوپر گزری، یعنی وہی کہ جھوٹ عیب ہے اور اللّٰہ تعالٰی میں عیب محال، نص ۹۔ انھیں کی بحث معجزات میں ہے، قد مر فی مسئلۃ الکلام من موقف الالٰھیات امتناع الکذب علیہ سبحانہ وتعالٰی، یعنی ہم موقف الٰہیات سے مسئلہ کلام میں بیان کر آئے کہ اللّٰہ تعالٰی کا کذب زنہار ممکن نہیں، نص ۱۰۔ امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد مسایرہ میں فرماتے ہیں، یستحیل علیہ تعالٰی سمات النقص کالجھل والکذب، جتنی نشانیاں عیب کی ہیں، جیسے جہل وکذب سب اللّٰہ تعالٰی پر محال ہیں، نص ۱۱۔ علامہ کمال الدین محمد بن محمد ابن ابی شریف قدسی اس کی شرح مسامرہ میں فرماتے ہیں لاخلاف بین الاشعریۃ وغیرھم فی ان کل ماکان وصف نقص فالباری تعالٰی عنہ منزہ وھو محال علیہ تعالٰی والکذب وصف نقص ۱ھ ملخصاً، یعنی اشاعرہ وغیر اشاعرہ کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ جو کچھ صفت عیب ہے باری تعالٰی اس سے پاک ہے اور وہ اللّٰہ تعالٰی پر ممکن نہیں اور کذب صفت عیب ہے، نص ۱۲۔ امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں، قولہ تعالٰی، فلن یخلف اللّٰہ عھدہ یدل علی انہ سبحانہ منزہ عن الکذب فی وعدہ ووعیدہ، قال اصحابنا لان الکذب صفۃ نقص والنقص علی اللّٰہ تعالٰی محال وقالت المعتزلۃ لان الکذب قبیح لانہ کذب فیستحیل ان یفعلہ فدل علی ان الکذب منہ محال ۱ھ ملخصاً، اللّٰہ عزوجل کا فرمانا کہ اللّٰہ ہرگز اپنا عہد جھوٹا نہ کرے گا دلالت کرتا ہے کہ مولٰی تعالٰی وسبحانہ اپنے ہر وعدہ و وعید میں جھوٹ سے منزہ ہے، ہمارے اصحاب اہل سنت وجماعت اس دلیل سے کذب الٰہی کو ناممکن جانتے ہیں کہ وہ صفت نقص ہے اور اللّٰہ عزوجل پر نقص محال، اور معتزلہ اس دلیل سے ممتنع مانتے ہیں کہ کذب قبیح لذاتہ ہے تو باری عزوجل سے صادر ہونا محال، غرض ثابت ہوا کہ کذب الٰہی اصلاً امکان نہیں رکھتا، نص ۱۳۔ اللّٰہ عزوجل فرماتا ہے، وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا ط

لامبدل لکلمتہ ج وھو السمیع العلیم ٥ پوری ہے بات تیرے رب کی سچ اور انصاف میں کوئی بدلنے والا نہیں، اس کی باتوں کا اور وہی ہے سنتا جانتا) امام ممدوح اس آیت کے تحت میں لکھتے ہیں، اعلم ان ھذہ الاٰیۃ تدل علی ان کلمۃ اللہ تعالٰی موصوفۃ بصفات کثیرۃ (الٰی ان قال) الصفۃ الثانیۃ من صفات کلمۃ اللہ کونھا صدقا والدلیل علیہ ان الکذب نقص والنقص علی اللہ تعالٰی محال، یہ آیت ارشاد فرماتی ہے کہ اللہ تعالٰی کی بات بہت صفتوں سے موصوف ہے، ازانجملہ اس کا سچا ہونا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال، نص ۱۴: یہیں فرماتے ہیں، صحۃ الدلائل السمعیۃ موقوفۃ علی ان الکذب علی اللہ تعالٰی محال. دلائل قرآن وحدیث کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ کذب الٰہی محال مانا جائے، نص ۱۵: زیر قولہ تعالٰی، ما کان اللہ ان یتخذ من ولد سبحنہ، بعض تمسکات معتزلہ کے رد میں فرماتے ہیں، اجاب اصحابنا عنہ بان الکذب علی اللہ تعالٰی محال، اہل سنت نے جواب دیا کہ کذب الٰہی محال ہے، نص ۱۶: علامہ سعد تفتازانی شرح مقاصد میں انھیں امام ہمام سے ناقل، صدق کلامہ تعالٰی لما کان عندنا ازلیا امتنع کذبہ لان ما ثبت قدمہ امتنع عدمہ، کلام خدا کا صدق جب کہ ہم اہل سنت کے نزدیک ازلی ہے تو اس کا کذب محال ہوا کہ جس چیز کا قدم ثابت ہے اس کا عدم محال ہے۔" تنبیہ: انھیں امام علام کا ارشاد کہ "کذب الٰہی کا جواز ماننا قریب بکفر ہے" ان شاء اللہ تعالٰی تنزیہ چہارم میں آئے گا۔ نص ۱۷: تفسیر بیضاوی شریف میں ہے، ومن اصدق من اللہ حدیثا انکار ان یکون احد اکثر صدقا منہ فانہ لایتطرق الکذب الی خبرہ بوجہ لانہ نقص وھو علی اللہ تعالٰی محال، اللہ تعالٰی اس آیت میں انکار فرماتا ہے اس سے کہ کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا ہو کہ اس کی خبر تک تو کذب کو کسی طرح راہ ہی نہیں کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال، نص ۱۸: تفسیر مدارک شریف میں ہے، ومن اصدق من اللہ حدیثا تمییز وھو استفہام بمعنی النفی ای لا احد اصدق منہ فی اخبارہ ووعدہ ووعیدہ لاستحالۃ الکذب علیہ تعالٰی لقبحہ[1] لکونہ اخبارا عن الشیئ بخلاف ما ھو علیہ، آیت میں استفہام انکاری ہے، یعنی خبر ووعدہ ووعید کسی بات میں کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا نہیں کہ اس کا کذب تو محال بالذات ہے کہ خود اپنے معنی ہی کے رو سے قبیح ہے کہ خلاف واقع خبر دینے کا نام ہے، نص ۱۹: تفسیر علامۃ الوجود سیدی ابی السعود عمادی میں ہے، ومن اصدق من اللہ حدیثا انکار لان یکون احد اصدق منہ تعالٰی فی وعدہ وسائر اخبارہ وبیان لاستحالتہ کیف لا والکذب محال علیہ سبحنہ دون غیرہ، آیت میں انکار ہے اس کا کہ کوئی شخص اللہ تعالٰی سے زیادہ سچا ہو وعدہ میں یا اور کسی خبر میں اور بیان ہے اس زیادت کے محال ہونے کا اور کیوں نہ محال ہو کہ اللہ تعالٰی کا کذب تو ممکن ہی نہیں بخلاف اوروں کے نص ۲۰: تفسیر روح البیان میں ہے، ومن اصدق من اللہ حدیثا انکار لان یکون احد اکثر صدقا منہ فان الکذب نقص وھو علی اللہ محال دون غیرہ اھ ملخصا، آیت اس امر کا انکار فرماتی ہے کہ کوئی شخص صدق میں اللہ سے زائد ہو کہ کذب عیب ہے اور وہ خدا

---

[1] اقول استدل قدس سرہ بالقبح اما فی نظر الظاھر فلانہ رحمہ اللہ تعالٰی من ائمتنا الماتریدیۃ ولذا اعتدلت عنہ الاشاعرۃ کصاحب المواقف وصاحب المفاتیح کما سمعت نصھما واما عند التحقیق فلان عقلیۃ القبح بھذا المعنی من المجمع علیہ بین العقلاء وھؤلاء الاشاعرۃ رحمھم اللہ تعالٰی انفسھم ناصون بذلک فلا علیک من ذھول من ذھل کما اومأنا الیہ فی صدر البحث واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

پر محال ہے نہ اس کے غیر پر۔ نص ۲۱۔ شرح السنوسیہ میں ہے، الکذب علی اللّٰہ تعالٰی محال لانہ دناءۃ، اللہ تعالٰی پر کذب محال ہے کہ وہ کمینہ پن ہے، نص ۲۲۔ فاضل سیف الدین ابہری کی شرح مواقف میں ہے، ممتنع علیہ الکذب اتفاقا لانہ نقص والنقص علی اللّٰہ تعالٰی محال اجماعًا، کذب الٰہی بالاتفاق محال ہے کہ وہ عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالٰی پر بالاجماع محال، نص ۲۳۔ شرح عقائد جلالی میں ہے، الکذب نقص والنقص علیہ محال فلایکون من الممکنات ولاتشملہ القدرۃ کسائر وجوہ النقص علیہ تعالٰی کالجھل والعجز، جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال تو کذب الٰہی ممکنات سے نہیں نہ اللہ تعالٰی کی قدرت اسے شامل جیسے تمام اسباب عیب مثل جہل وعجز الٰہی، کہ سب محال ہیں اور صراحۃً قدرت سے خارج، نص ۲۴۔ اسی میں ہے، لایصح علیہ تعالٰی الحرکۃ والانتقال ولا الجھل ولاالکذب لانھا نقص والنقص علی اللّٰہ تعالٰی محال اللہ تعالٰی پر حرکت وانتقال وجہل وکذب کچھ ممکن نہیں کہ یہ سب عیب ہیں، اور عیب اللہ تعالٰی پر محال، نص ۲۵۔ کنز الفوائد میں ہے، قدس تعالٰی شانہ عن الکذب شرعا وعقلا اذ ھو قبیح یدرک العقل قبحہ من غیر توقف علی شرع فیکون محالا فی حقہ تعالٰی عقلا وشرعا کما حققہ ابن الھمام وغیرہ اللہ عزوجل بحکم شرع وبحکم عقل ہر طرح کذب سے پاک مانا گیا، اس لئے کہ کذب قبیح عقلی ہے کہ عقل خود بھی اس کے قبح کو مانتی ہے، بغیر اس کے کہ اس کا پہچاننا شرع پر موقوف ہو تو جھوٹ بولنا اللہ تعالٰی کے حق میں عقلاً وشرعاً ہر طرح محال ہے، جیسے کہ امام ابن الہمام وغیرہ نے اس کی تحقیق افادہ فرمائی، نص ۲۶۔ مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتے ہیں، الکذب علیہ تعالٰی محال، اللہ تعالٰی پر کذب محال ہے، نص ۲۷۔ مسلّم الثبوت میں ہے، المعتزلۃ قالوا لولا کون الحکم عقلیا لما امتنع الکذب منہ تعالٰی عقلا، والجواب انہ نقص فیجب تنزیھہ تعالٰی عنہ کیف وقد مر انہ عقلی باتفاق العقلاء لان ماینافی الوجوب الذاتی من جملۃ النقص فی حق الباری تعالٰی ومن الاستحالات العقلیۃ علیہ سبحنہ اھ ملخصًا مع الشرح، حاصل یہ کہ معتزلہ نے اہلسنت سے کہا اگر حکم عقلی نہ ہو تو اللہ تعالٰی کا کذب محال نہ رہے حالانکہ اسے ہم تم بالاتفاق محال عقلی مانتے ہیں، اہل سنت نے جواب دیا کہ کذب اس لئے محال عقلی ہوا کہ وہ عیب ہے تو واجب ہوا کہ اللہ تعالٰی کو اس سے منزہ مانیں اس کے عقلی ہونے پر تمام عقلا کا اجماع ہے، وجہ یہ ہے کہ کذب الوہیت کی ضد ہے اور جو کچھ الوہیت کی ضد ہے وہ سب سے اللہ تعالٰی کے حق میں عیب ہے اور اس کی شان میں محال عقلی، نص ۲۸۔ مولانا نظام الدین سہالی اس کی شرح میں لکھتے ہیں، الکذب نقص لان ماینافی الوجوب الذاتی من الاستحالات العقلیۃ بذلک اثبت الحکماء الذین ھم غیر متشرعین بتلک الاستحالۃ المذکورۃ فان الوجوب والکذب لایجتمعان کما بین فی الکلام اھ ملخصًا، جھوٹ بولنا عیب ہے کہ جو کچھ خدا ہونے کے منافی ہے، وہ سب محال عقلی ہے اسی دلیل سے وہ حکما تک اسے محال جانتے ہیں جو کسی شریعت پر ایمان نہیں رکھتے کہ خدائی و دروغ گوئی جمع نہ ہوں گی جیسا کہ علم کلام میں ثابت ہوچکا ہے، نص ۲۹۔ مولانا بحر العلوم عبدالعلی ملک العلما فواتح الرحموت فرماتے ہیں، اللّٰہ تعالٰی صادق قطعًا لاستحالۃ الکذب جنابہ اللہ تعالٰی یقینا سچا ہے کہ وہاں کذب کا امکان ہی نہیں، نص ۳۰۔ افسوس کہ امام وہابیہ کے نسبًا چچا اور علما باپ اور طریقۃً دادا یعنی شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے بھی اس پسر نامور کی رعایت نہ فرمائی کہ تفسیر عزیزی میں زیر قولہ تعالٰی فلن یخلف اللّٰہ عھدہ یوں تصریح کی ٹھہرائی، خبر او تعالٰی کلام ازلی اوست وکذب در کلام نقصان ست عظیم کہ ہرگز بصفات او راہ نیابد در حق او تعالٰی کہ مبرا از جمیع عیوب و

نقائص ست خلاف خبر مطلقاً نقصان محض ست اھ ملخصاً،

مدعیان جدید سے پوچھا جائے جناب باری میں کہاں تک نقصان ممکن مانتے ہیں، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، اللہ تعالٰی سچا ایمان سچا ادب نصیب فرمائے، آمین،

یہاں نصوص ائمہ وتصریحات علما میں نہایت کثرت اور جس قدر فقیر نے ذکر کئے عاقل منصف کے لئے ان میں کفایت بلکہ ایسے مسائل میں ہنگام تنبہ یا ادنٰی تنبیہ پر سلامت عقل ونور ایمان دو شاہد عدل کی گواہی معتبر واذ وعیت ما القی علیک الیراع وتبین الاجماع وبان ان لیس لاحد نزاع فلا علیک من اضطراب مضطرب والحمدللہ المنزہ عن الکذب،

تنزیہ دوم دلائل قاہرہ وحجج باہرہ میں فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ بتوفیق مولٰی سبحانہ وتعالٰی ان مختصر سطور میں بلحاظ ایجاز کذب باری عزاسمہ کے محال صریح اور توہم امکان کے باطل قبیح ہونے پر صرف تیس دلیلیں ذکر کرتا ہے، جن خمسہ اولٰی کلمات طیبات ائمہ کرام وعلمائے عظام علیہم رحمۃ الملک المنعام میں ارشاد والہام ہوئیں، اور باقی پچیس ہادی اجل عزوجل کے فیض ازل سے عبد اذل کے قلب پر القا کی گئیں، والحمدللہ رب العلمین،

دلیل اول، کہ نصوص سابقہ میں مکرر گزری جس پر طوالع[1] وشرح مقاصد[2] ومسایرہ[3] ومسامرہ[4] ومفاتیح الغیب[5] ومدارک[6] وبیضاوی[7] وارشاد العقل[8] وروح البیان[9] وشرح سنوسیہ[10] وشرح ابہری[11]، وشرح عقائد جلالی[12] وکنز الفوائد[13] ومسلم الثبوت[14] وشرح نظامی[15] وفواتح الرحموت[16] وغیرہا کتب کلام وتفسیر واصول میں تعویل فرمائی کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب باری عزوجل کے حق میں محال، اور فی الواقع یہ کلیہ اصول اسلام وقواعد علم کلام سے ایک اصل عظیم وقاعدہ جلیلہ ہے جس پر تمام عقائد تنزیہ بلکہ مسائل صفات ثبوتیہ بھی متفرع، کما لایخفی علی من طالع کلمات القوم، شرح عقائد نسفی میں ہے، الحی القادر العلیم السمیع البصیر الشائی المرید لان اضدادھا نقائص یجب تنزیہ اللہ تعالٰی عنھا، شرح سنوسیہ میں ہے، اما برھان وجوب السمع والبصر والکلام للہ تعالٰی فالکتاب والسنۃ والاجماع وایضا لو لم یتصف بھا لزم ان یتصف باضدادھا وھی نقائص والنقص علیہ تعالٰی محال، شرح مواقف میں ہے، لاطریق لنا الی معرفۃ[1] الصفات سوی الاستدلال بالافعال والتنزہ عن النقائص، ۔

اقول وباللہ التوفیق، بداہت عقل شاہد ہے کہ الٰہ عزمجدہ جمیع عیوب ونقائص سے منزہ اور اس کا ادراک[2] شرع پر موقوف نہیں ولہذا بہت عقلائے غیر اہل ملت بھی تنزیہ باری جل مجدہ میں ہمارے موافق ہوئے، وان بیتوا بجھلھم ما یستلزم النقص غیر دارین انہ کذلک بل زاعمین[3] انہ ھو الکمال ولاعبرۃ بسخافات الحمقاء الذین لاعقل لھم ولادین اعاذنا اللہ تعالٰی من شرھم اجمعین۔ یہاں تک کہ فلاسفہ نے بھی بزعم خود اس اصل اصیل پر مسائل متفرع کئے، منھا ما فی المواقف وشرحھا قال جمہور الفلاسفۃ لایعلم الجزئیات المتغیرۃ والا فاذا علم مثلا ان زیدا فی الدار الاٰن ثم خرج عنھا فاما ان یزول ذالک ویعلم انہ لیس

۱؎ ای عقلا اذ فیہ الکلام بدلیل الحصر فافادان التنزہ عن النقائص واجب لذات الواجب عقلا فالاتصاف بشیئ منھا محال عقلا ۱۲ منہ ۲؎ وقد صرح بہ فی الکنز وشرح المواقف اما الکنز فقد سمعت نصہ واما السید فلما عرفت انفا ۱۲ منہ

۳؎ کما قالوا فی صدور العالم بالایجاب کما سیأتی ۱۲ منہ،

فی الدار او یبقی ذالک العلم بعینہ بحالہ والاول یوجب التغیر فی ذاتہ من صفۃ الی اخری والثانی یوجب الجہل وکلاھما النقص یجب تنزیھہ تعالٰی عنہ اھ ومنہا ما فیہ ایضا اما الفلاسفۃ فانکروا القدرۃ بالمعنی المذکور لاعتقادھم انہ نقصان واثبتوا لہ الایجاب لزعمھم انہ الکمال التام، پھر شرع مطہر کی طرف رجوع کیجئے تو مسئلہ اعلٰی ضروریات دین سے ہے، جس طرح قرآن وحدیث نے باری جل مجدہ کی توحید ثابت فرمائی یونہی ہر عیب ومنقصت سے اس کی تنزیہ وتقدیس اور خود کلمہ طیبہ سبحٰن اللہ واسمائے حسنٰی سبوح وقدوس کے معنی ہی یہ ہیں ولہذا تسبیحات حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں وارد سبحان الذی لاینبغی التسبیح الا لہ جس کے باعث توقیر و ہر وقف اور تسبیحہ کو اس سے فصل کیا گیا، پھر مرتبہ اجمال میں اس پر اجماع اہل اسلام منعقد کوئی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنے والا اپنے رب عزوجل پر عیوب ونقائص روا نہ رکھے گا، فالاجماع فی الدرجۃ الثالثۃ من الادلۃ لا انہ العمدۃ فی اثبات المسئلۃ کما وقع عن بعض الاجلۃ فاعرف۔

دلیل دوم۔ العظمۃ للہ اگر کذب الٰہی ممکن ہو تو اسلام پر وہ طعن لازم آئیں کہ اٹھائے نہ اٹھیں کافروں ملحدوں کو اعتراض ومقال و عناد وجدال کی وہ مجالیں ملیں کہ مٹائے نہ مٹیں، دلائل قرآن عظیم ووحی حکیم یکدست ہاتھ سے جائیں، حشر ونشر وحساب وکتاب وجنت ونار وثواب وعذاب کسی پر یقین کی کوئی راہ نہ پائیں کہ آخر ان امور پر ایمان صرف اخبار الٰہی سے ہے، جب معاذ اللہ کذب الٰہی ممکن ہو تو عقل کو ہر خبر الٰہی میں احتمال رہے گا شاید یونہی فرمادی ہو، شاید ٹھیک نہ پڑے، سبحنہ وتعالٰی عما یصفون، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، یہ دلیل شرح مقاصد میں افادہ فرمائی جس کی عبارت نص چہارم میں گزری اور امام رازی نے بھی تفسیر کبیر میں زیر قولہ تعالٰی وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا اس کی طرف اشعار کیا کذب الٰہی کے محال ہونے پر دلیل عقلی قائم کرکے فرماتے ہیں، ولا یجوز اثبات ان الکذب علی اللہ محال بالدلائل السمعیۃ لان صحۃ الدلائل السمعیۃ موقوفۃ علی ان الکذب علی اللہ تعالٰی محال فلو اثبتنا امتناع الکذب علی اللہ تعالٰی بالدلائل السمعیۃ لزم الدور وھو باطل، **اقول** وباللہ التوفیق، تنویر دلیل یہ ہے کہ عقل جس امر کو ممکن جانے گی اور ممکن وہی جسے وجود وعدم دونوں سے یکساں نسبت ہو تو چاہے وہ امر کیسا ہی مستبعد ہو مگر عقل از پیش خویش اس کے ازلاً ابداً عدم وقوع پر جزم نہیں کرسکتی کہ ہر ممکن مقدور اور ہر مقدور صالح تعلق ارادہ اور ارادہ الٰہیہ امر غیب ہے، جس تک عقل کی اصلا رسائی نہیں پھر وہ بطور خود کیوں کر کہہ سکتی ہے کہ اگرچہ کذب الٰہی زیر قدرت ہے مگر مجھے اس کے ارادہ پر خبرت ہے کہ ازل سے ابد تک ہولانہ ہولے ارادہ پر حکم وہیں کرسکتے ہیں، جہاں خود صاحب ارادہ جل مجدہ خبر دے کہ فلاں امر ہم کبھی صادر نہ فرمائیں گے، کقولہ تعالٰی، لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ وقولہ تعالٰی، یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر، امام فخر الدین رازی تفسیر سورہ بقرہ میں زیر آیہ کریمہ ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون ۵ فرماتے ہیں، الاٰیۃ تدل علی فوائد رالی ان قال، ثانیھا ان کل ما جاز وجودہ وعدمہ عقلا لم یجز المصیر الی الاثبات او الی النفی الا بدلیل سمعی، اور تفسیر سورہ انعام میں زیر قولہ تعالٰی قل اللہ شھید بینی وبینکم میں فرماتے ہیں، المطالب علی اقسام ثلثۃ، منھا ما یمتنع اثباتہ بالدلائل السمعیۃ فان کل ما توقف صحۃ السمع علی صحۃ امتنع اثباتہ بالسمع والالزم الدور ومنھا ما یمتنع اثباتہ بالعقل وھو کل شیئ یصح وجودہ ولا یصح عدمہ عقلا فلا امتناع فی احد الطرفین اصلا فالقطع علی احد الطرفین بعینہ لایمکن الا بالدلیل السمعی الخ۔

امام الحرمین قدس سرہ کتاب الارشاد میں ارشاد کرتے ہیں، اعلموا وفقکم اللہ تعالٰی ان اصول العقائد تنقسم الی مایدرک عقلا ولا یسوغ تقدیر ادراکہ سمعا والی مایدرک سمعا ولا یتقدر ادراکہ عقلا والی مایجوز ادراکہ سمعا وعقلا فاما لا یدرک الا عقلا فکل قاعدۃ فی الدین یتقدم علی العلم بکلام اللہ تعالٰی ووجوب اتصافہ بکونہ صدقا اذ السمعیات تستند الی کلام اللہ تعالٰی وماسبق ثبوتہ فی الترتیبۃ علی ثبوت الکلام وجوبا فیستحیل ان یکون مدرکہ السمع واما مالا یدرک الا سمعا فھو القضاء بوقوع مایجوز فی العقل فلا یتقدر الحکم بثبوت الجائز ثبوتہ فیما غاب عنا الا بسمع الخ، شرح عقائد نسفی میں ہے، القضایا منھا ماھی ممکنات فلا طریق الی الجزم باحد جانبیہا فکان من فضل اللہ ورحمتہ ارسال الرسل لبیان ذٰلک اھ ملخصًا، میں کہتا ہوں اب آدمیوں ہی میں دیکھ لیجئے کہ جو کام زید کی قدرت میں ہے دوسرا ہرگز اس پر جزم نہیں کرسکتا کہ وہ کبھی اسے نہ کرے گا پھر یہاں بعد اخبار زید بھی جزم وتیقن کی راہ نہیں، مثلاً زید کہے بلکہ قسم بھی کھائے کہ میں اس سال ہرگز سفر نہ کروں گا تاہم دوسرا اگرچہ صدق زید کا کیسا ہی معتقد ہو قسم نہیں کھاسکتا کہ زید اس سال یقینا سفر نہ کرے گا اور کھائے تو سخت جری وبیباک اور نگاہ عقلا میں ہلکا ٹھہرے گا تو وجہ کیا وہی کہ غیب کا حال معلوم نہیں اور زید کی بات سچی ہی ہونی لیکن ممکن کہ فرق پڑ جائے، جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہولیا اور اب تم نے کذب الٰہی کو زیر قدرت مانا تو عقلاً تو ہر خبر میں احتمال کذب ہوا ہی رہا، یہ کہ خبر الٰہی یقین دلائے کہ اللہ عزوجل اگرچہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر کبھی بولا نہ بولے ہیہات اس یقین کی طرف بھی کوئی راہ نہیں کہ آخر یہ خبر کلام الٰہی سے خود ایک کلام ہوگی تو عقلاً ممکن کہ یہی بروجہ کذب صادر ہوئی ہو پھر کون ذریعہ وثوق رہا جس کے سبب عقل یقین کرسکے کہ یہ ممکن جو قدرت الٰہی میں تھا واقع نہ ہوا۔

خلاصہ یہ کہ جب کذب عقلاً ممکن تو استحالہ عقلی تو تم خود نہیں مانتے رہا استحالہ شرعی وہ دلیل شرع سے مستفاد ہوتا ہے اور دلائل شرع سب کلام الٰہی کی طرف منتہی، کما مر من ارشاد امام الحرمین، تو جس کلام الٰہی سے کذب الٰہی کا استحالہ ثابت کیجئے پہلے خود اسی کلام الٰہی کا وجوب صدق شرعاً ثابت کرلیجئے! لاجرم دور یا تسلسل سے چارہ نہیں اب عقلی وشرعی دونوں استحالے اٹھ گئے اور اللہ تعالٰی کی بات معاذ اللہ زید وعمرو کی سی بات ہو کر رہ گئی، تعالی اللہ عما یقولون علوا کبیرا، پھر حشر ونشر وجنت ونار وغیرہا تمام سمعیات پر ایمان لانے کا کیا ذریعہ ہے، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ھذا ما عندی فی تقریر دلیل ھؤلاء الاعلام وفی المقام ابحاث طوال لعرف بالغوص فی لجج الکلام۔

دلیل سوم مواقف وشرح مواقف میں ہے اما امتناع الکذب علیہ تعالٰی عندنا فلثلثۃ اوجہ (الٰی ان قال) الثالث انہ یلزم علی تقدیر ان یقع الکذب فی کلامہ سبحانہ ان نکون نحن اکمل منہ فی بعض الاوقات اعنی وقت صدقنا فی کلامنا یعنی کذب الٰہی محال ہونا ہم اہل سنت کے نزدیک تین دلیل سے ہے ایک یہ کہ اس کے کلام میں کذب آئے تو بعض وقت ہم اس سے اکمل ہو جائیں، جب کہ ہم اپنے کلام میں سچے ہوں۔

اقول تقریر دلیل یہ ہے کہ ہر محکی عنہ میں امکان عقلی کہ انسان اسے بروجہ صحیح حکایت کرے اور شک نہیں کہ جس حکایت میں جو سچا ہو وہ اس میں جھوٹے پر خاص اس وجہ کی رو سے فضل رکھتا ہے اگرچہ اور کروڑوں وجہ سے مفضول ہو اب اگر کذب الٰہی ممکن ہو تو معاذ اللہ جس وقت وہ جھوٹ بولے اور انسان اسی بات کو مطابق واقع ادا کرے تو لازم کہ آدمی اس وجہ سے اس سے افضل ہوجائے اور باری عزوجل پر کسی جہت سے

کسی مخلوق کو کسی طرح کا فضل جزئی بھی اگرچہ نہایت ضعیف و مضمحل ہو ملنا محال! تو ثابت ہوا کہ امکان کذب باطل خیال، فافہم والعزۃ للّٰہ ذی الجلال ثم اقول اس دلیل کی ایک مختصر تقریر یوں ممکن کہ اگر کذب خالق ممکن ہو تو کتنی بڑی شناعت ہے کہ خلق سچی اور خالق جھوٹا ہو، العیاذ باللّٰہ رب العٰلمین، لیکن صدق خلق محال نہیں تو کذب خالق ممکن نہیں،

دلیل چہارم، جس کی طرف امام فخر الدین رازی نے نص ۱۶ میں اشارہ فرمایا کہ جب اہل سنت کے نزدیک اللہ عزوجل کا صدق ازلی تو کذب محال کہ ہر ازلی ممتنع الزوال، اقول وباللّٰہ التوفیق تصویر دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل پر اسم صادق کا اطلاق قطع نظر اس سے کہ قرآن[1] و حدیث و اجماع سے ثابت مخالفان یعنی طائفہ جدیدہ کو بھی مقبول کہ وہ بھی اللہ عزوجل کو صادق بالفعل تو مانتے ہیں اگرچہ صادق بالضرورۃ ہونے سے صاف انکار کرتے ہیں کہ جب کذب ممکن جانا اور امکان نہیں مگر جانب مخالف سے سلب ضرورت تو لاجرم باری تعالٰی کے صادق ہونے کو ضروری نہ مانا، مگر جاہل کہ صادق بالفعل ماننا ہی اُن کے مذہب نامہذب کا استیصال کر گیا کہ جب وہ صادق ہے اور صدق مشتق قیام مبدأ کو مستلزم تو واجب کہ صدق اس کی ذات پاک سے قائم اور ذات الٰہی سے قیام حوادث محال تو ثابت کہ صدق الٰہی ازلی ہے، بعینہٖ اسی طریقہ سے ہمارے ائمہ کرام نے تکوین وغیرہ کا صفات ازلیہ ہونا ثابت فرمایا شرح عقائد نسفی میں ہے، (التکوین صفۃ) للّٰہ تعالٰی لاطباق العقل والنقل علی انہ تعالٰی خالق للعالم مکون لہ وامتناع اطلاق الاسم المشتق علی الشیئ من غیر ان یکون ماخذ الاشتقاق وصفا لہ قائما بہ (ازلیۃ) لوجوہ الاول انہ یمتنع قیام الحوادث بذاتہ تعالٰی لما مر اھ ملخصا۔ اسی میں ہے، اللّٰہ تعالٰی متکلم بکلام ھو صفۃ لہ ضرورۃ امتناع اثبات المشتق لشیئ من غیر قیام ماخذ الاشتقاق بہ، منح الروض میں مسامرہ سے ہے، الایمان من صفات اللّٰہ تعالٰی لان من اسمائہ الحسنٰی المؤمن کما نطق بہ الکتاب العزیز وایمانہ ھو تصدیقہ فی الازل لکلامہ القدیم ولا یقال ان تصدیقہ محدث ولا مخلوق تعالٰی ان یقوم بہ حادث اھ ملخصًا، اور جب صدق الٰہی ازلی ہوا تو امکان کذب کا محل نہ رہا کہ اس کا وقوع بے انعدام صدق ممکن نہیں تحقیقا لمعنی التضاد اور انعدام صدق محال ہے کہ علم کلام میں مبین ہوچکا کہ قدیم اصلاً قابل عدم نہیں، فتبصر،

دلیل پنجم، اگر باری عزوجل کذب سے متصف ہوسکے تو اس کا کذب اگر ہوگا تو قدیم ہی ہوگا کہ اس کی کوئی صفت حادثہ نہیں اور جو قدیم ہے معدوم نہیں ہوسکتا تو لازم کہ صدق الٰہی محال ہوجائے حالانکہ یہ بالبداہۃ باطل، تو کذب سے اتصاف ناممکن، یہ دلیل تفسیر کبیر و مواقف و شرح مقاصد میں افادہ فرمائی امام کی عبارت یہ ہے، زیر قولہ تعالٰی ومن اصدق من اللّٰہ حدیثا، امتناع کذب الٰہی پر اہل سنت کی دلیل بیان کرتے ہیں، اما اصحابنا فدلیلھم انہ لو کان کاذبا لکان کذبہ قدیما ولو کان کذبہ قدیما لامتنع زوال کذبہ لامتناع العدم علی القدیم ولو امتنع زوال کذبہ قدیما لامتنع کونہ صادقا لان وجود احد الضدین یمنع وجود الاٰخر فلو کان کاذبا لامتنع

---

[1] اما القراٰن فقولہ تعالٰی ذٰلک جزینٰھم ببغیھم وانا لصٰدقون ہ وقولہ تعالٰی ومن اصدق من اللّٰہ قیلا ہ فان المعنی ان اللّٰہ تعالٰی اصدق قائل وحمل الاصدق حمل الصادق مع زیادۃ واما الحدیث فقد عد الصادق من الاسماء الحسنٰی فی حدیث ابن ماجۃ وحدیث الحاکم فی المستدرک وابی الشیخ وابن مردویہ فی تفسیریھما وابی نعیم فی کتاب الاسماء الحسنٰی کلھم عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم واما الاجماع فظاھر لاینکر ۱۲ منہ،

ان یصدق لکنہ غیر ممتنع لانا نعلم بالضرورۃ ان کل من علم شیئا فانہ لایمتنع علیہ ان یحکم علیہ بحکم مطابق للمحکوم علیہ والعلم بھذہ الصحۃ ضروری فاذا کان امکان الصدق قائما کان امتناع الکذب حاصلا لامحالۃ۔ **اقول** وباللہ التوفیق' تحریر دلیل یہ ہے کہ تم نے باری عزوجل کا تکلم بکلام کذب تو ممکن مانا اس کا کاذب ومتصف بالکذب ہونا بھی ممکن مانتے ہو یا نہیں؟ اگر کہئے نہ تو قول بالمتناقضین اور بداہت عقل سے خروج ہے کہ کاذب ومتصف بالکذب نہیں مگر وہی جو تکلم بکلام کذب کرے اسے ممکن کہہ کر اسے محال ماننا نرا جنون ہے اور اگر کہئے ہاں! تو اب ہم پوچھتے ہیں یہ اتصاف صرف لم یزل میں ممکن یا ازل میں بھی، شق اول باطل کہ امکان قیام حوادث کو مستلزم اور شق ثانی پر جب ازلیت کذب ممکن ہوئی تو اس کا ممتنع الزوال ہونا ممکن ہوا کہ ہر ازلی واجب الابدیہ اور کذب کا امتناع زوال استحالہ صدق کو مستلزم کہ کذب وصدق کا اجتماع محال جب اس کا زوال محال ہوگا اس کا ثبوت ممتنع ہوگا ـــــ اور امکان وجود ملزوم امکان وجود لازم کو مستلزم، تحقیقا لمعنی اللزوم حیث کان ذاتیا لاتعارض کما ھٰھنا تو لازم آیا کہ صدق الٰہی کا محال ہونا ممکن ہو اور استحالہ اسی شے کا ممکن ہوگا جو فی الواقع محال ہو بھی کہ ممکن کا محال ہوجانا ہرگز ممکن نہیں ورنہ انقلاب لازم آئے اور وہ قطعًا باطل تو ثابت ہوا کہ اگر باری تعالٰی کا امکان کذب مانا تو اس کا صدق محال ہوگا لیکن وہ بالبداہۃ محال نہیں تو امکان کذب یقینا باطل اور استحالہ کذب قطعًا حاصل، والحمد للہ اصدق قائل الدلائل الفائضۃ علی قلب الفقیر بعون القدیر عزجدہ وجل مجدہ، ـــ

دلیل ششم اقول وبحول اللہ اصول، کلام الٰہی ازل میں بایجاب کلی حق تھا یا معاذ اللہ اس کا بعض باطل یا نہ حق نہ باطل شق ثانی تو کفر صریح[1] اور ثالث میں مطابقت ولامطابقت دونوں کا ارتفاع اور وہ قطعًا محال، اولًا[2] بالبداہۃ، فان ارتفاع محمولی الانفصال الحقیقی عن الموضوع کارتفاع النقیضین، ثانیا باجماع عقلا، حتی الجاحظ المعتزلی وانما نزاعہ[3] فی مجرد التسمیۃ، ثالثًا خود قرآن عظیم نفی واسطہ پر ناطق، قال مولانا ذوالجلال فماذا بعد الحق الا الضلال، تو لاجرم شق اول متعین اور شاید مخالف بھی اس سے انکار نہ رکھتا ہو، اب ہم پوچھتے ہیں کذب ممکن علی فرض الوقوع صرف کسی کلام لفظی کو عارض ہوگا یا نفسی کو بھی، اول محض بے معنی کہ صدق وکذب حقیقۃ وصف معنی ہے نہ صفت عبارت ولہذا شرح مقاصد میں فرمایا طریق المراد ھذا الوجہ فی کلامہ المنتظم من الحروف المسموعۃ انہ عبارۃ عن کلامہ الازلی ومرجع الصدق والکذب الی المعنی، برتقدیر ثانی یہ کلام نفسی وہی کلام قدیم یا علی تقدیر التجری اس کا بعض ہوگا جو ازل میں ایجابًا کلیا صادق تھا

---

[1] ای انشاء لاحکایۃ اذلا کلام فیھا کما لایخفی ففی القراٰن العظیم حل عن الکفار من اراجیفھم الباطلۃ ۱۲ منہ۔ [2] ای فلا یرضی بہ المخالف ایضًا فلا ینافی عقلیۃ البرھان وانما اکتفی بہ قصر المسافۃ والافلہ طریق قد عرفت وھو وجوب الکذب وامتناع الصدق الباطل ببداھۃ العقل ۱۲ منہ [3] فیہ المقنع وحدیث الاجماع والنص تبرعی ۱۲ منہ [4] الخبر عند الجمھور اما لصادق او کاذب لانہ اما مطابق للواقع الذی ھو المخبر عنہ وھو الصادق اولا مطابق وھو الکاذب وھذہ المنفصلۃ حقیقیۃ دائرۃ بین النفی والاثبات ولانزاع من نازع لیس الا فی اطلاق لفظ الصدق والکذب لغۃ ھل ھی بھذین المعنیین لا فی صدق ھذہ المنفصلۃ اھ مسلم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت لمولانا بحر العلوم قدس سرہ ۱۲ منہ ـ

صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ محامد اسی وقت تعلیم ہوں گے اور یہ محامد بھی منجملہ ما یکون سے ہے تو گویا ابھی تک اس کا علم حضور کو نہیں اور گویا بعض اشیاء کا علم نہ ہوا جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوا اور تو تمام اشیاء کا علم نہ ہوا اور اس میں احتمال ذہول بھی نہیں رہتا کیونکہ خود اس سے انکار فرماتے ہیں، کہ ہم کو اس کا علم عطا نہیں ہوا، امید کہ مفصل جواب عطا فرمائیں گے اطمینان کے لئے دریافت ہے، اور مرقاۃ میں اس کی کیا شرح کی گئی ہے۔

الجواب مولانا المکرم اکرمکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کارڈ کے مطالعہ سے محظوظ ہوا مولٰی تعالٰی آپ کو برکات دے، ایسی حق پسندی وحق جوئی نہایت قابل مسرت ہے، ماکان ومایکون جس کے ذرہ ذرہ کا احاطہ کلیہ قرآن عظیم واحادیث صحیحہ وارشادات ائمہ سے آفتاب روشن کی طرح ثابت ہے، اس کے معنی ما کان من اول یوم ویکون الٰی اٰخر الایام ہیں، یعنی روز اول آفرینش سے روز قیامت تک جو کچھ ہوا اور ہونے والا ہے ایک ایک ذرے کا علم تفصیلی حضور کو عطا ہوا شرق وغرب میں سمٰوٰت وارض میں عرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہیں، ذات وصفات حضرت عزت احاطہ وتناہی سے بری ہیں، ممکن نہیں کہ جمیع مخلوقات کا علم مل کر اس کی ذات علیہ یا کسی صفت کریمہ کو محیط ہوسکے کبھی کوئی اسے پورا نہ جان سکے گا، مومنین واولیا وانبیا اور خود حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوات واکمل التسلیمات ابدالآباد تک اس کی معرفت میں ترقی فرمائیں گے، ہر روز اس کے وہ محامد معلوم ہوں گے، جو کل تک نہ معلوم تھے، اور یہ سلسلہ ابد تک رہے گا، کبھی ختم نہ ہوگا روزانہ بیشمار علوم متعلق ذات وصفات ان پر منکشف ہوں گے اور ہمیشہ ذات وصفات میں نامتناہی غیر معلوم رہے گا کہ وہ محیط کل ہے کسی کے احاطہ میں نہیں آسکتا، وہ حدیث متعلق بہ محامد علوم ذات وصفات میں ہے اور بے شک حق ہے اور دعوی اہل حق کو کچھ مضر نہیں، وللہ الحمد وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ قاضی قاسم میاں ازمقام گونڈل علاقہ کاٹھیاوار بروز چہار شنبہ ۱۴ ذی القعدہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومشائخ عظام اس معاملہ میں کہ زید کہتا ہے کہ سوائے خدا کے کچھ نہیں، یعنی یہ بھی خدا وہ بھی خدا زید بھی خدا بکر بھی خدا علی ہذا القیاس یعنی خالق ومخلوق نہیں، فعل فاعل مفعول خدا ہیں صورت بے صورت ہے، بے صورت صورت ہے، نہ یہ ہے نہ وہ ہے نہ زید ہے نہ عمرو ہے نہ بکر ہے، خدا ہی خدا ہے، جنکی تائید میں یہ چند اشعار جو اپنے بنائے ہوئے ہیں وہ پیش کرتا ہے، اور چند اشعار دیوان جام جم مصنفہ طالب حسین صاحب فرخ آبادی کے جو فرخ آباد کے مطبع مورس کمپنی بزریہ میں چھپی ہے، پیش کرکے اپنا مسلک بتلاتا ہے، جو بطور نمونہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں، یہ اشعار بھی زید خود کے ہیں، جن کا تخلص اطہر ہے،

بندے کو تو خدا کہوں اور اس کو کیا کہوں | بندے کو بندہ اور نہ خدا کو خدا کہوں
اطہر ہی خدا ہے غرض دو میں ایک سے | زیور کو زر کہوں نہیں تو اور کیا کہوں
اگر سب بھول بیٹھا تو خدا بھی بھول جا اطہر | کہ ہے یہ سب بڑا دھوکا خدا خود ہے خدا خود ہے
میں ہی مرسل میں ہی مرسل میں ہی اخبار اور قرآں | محمد اور میں ہی اللہ آہا ہا ہا ..... آہا ہا ہا
نہ مفتی ہے نہ مخبر ہے نہ حد ہے نہ شریعت ہے | خدا ہے تو اگر سچا انا الحق کہہ انا الحق کہہ
خدا ہو کر نہ بندہ بن زباں کو کھول دے پیارے | ہے یہ آزادی کا رستہ انا الحق کہہ انا الحق کہہ

نہ کو روزہ نہ کر سجدہ نہ جا کعبہ میں تو حج کو	نہ ہے روزہ نہ ہے سجدہ انا الحق کہہ انا الحق کہہ
خدا تھا کب محمد تھے شریعت تو ہے مفروضہ	نہیں ہے ماسوا حق کا انا الحق کہہ انا الحق کہہ
معبود تو خدا کو کہے حور پہ مرے	شہوت پرست گر نہ کہوں اس کو کیا کہوں
اللہ کے سوا نہیں پھر بولتا ہے کون	اطہر تجھے خدا نہ کہوں اور کیا... کہوں
اطہر تو برائے نام ہوں میں حیرت نہیں ہے اللہ ہوں میں	عارف ہے اگر تو شک مت لا وہ اور نہیں میں اور نہیں
آپ ہی عرش اور آپ ہی کرسی آپ ہی دوزخ اور جنت	آپ مکیں ہے آپ مکاں ہے کیا کیا شور مچایا ہے
کافر کو تو برا کہوں مومن کو کیا کہوں	اچھا کہوں نہ اس کو نہ اس کو برا کہوں

مصنفہ طالب حسین فرخ آبادی،

بنا ایک وحدت کی تصویر میں ہوں	مرید آپ ہی آپ ہی پیر میں ہوں
نہ دیکھا ہو جس نے اسے مجھ کو دیکھے	نہاں و عیاں اس کی تصویر میں ہوں
عذاب کس کا ثواب کیسا گناہ کہتے ہیں کس کو یارو	وہی ہے فاعل جو خیر و شر کا خطا عطا ہے عطا خطا ہے
عجب معمہ ہو یہ عزیزو خلا ملا ہے ملا خلا ہے	برا بھلا اب کہوں میں کس کو بھلا برا ہے برا بھلا ہے

مذکورہ بالا عقیدہ کو حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سینہ کا علم بتاتا ہے، جو آج تک سینہ بہ سینہ مشائخ طریقت میں چلا آتا ہے، اور اسی کا نام وصول الی اللہ ہے، (۲) اور یہی زید ظاہر میں نماز کے لئے اٹھتا ہے تو اپنے مریدوں کے سامنے یہی کہتا ہے کہ ذرا خدا کو دھوکا دے لوں (اسی طرح قولی اور فعلی کاروائی کرکے شریعت مطہرہ سے وہ وہ نفرتیں دلاتا ہے کہ مسلمان کے کلیجے پاش پاش ہوجاتے ہیں، (۳) اور یہی زید وعظ میں بھی پکار پکار کر کہتا ہے کہ شریعت تو تمہارے ماں باپ نے بھی سکھائی شریعت تو تمہارے استادوں نے بھی سکھائی شریعت تو تمہارے مولویوں نے بھی سکھائی مگر خدا کے ملنے کا تو رستہ کچھ اور ہے اور یہ تو منتر کچھ اور ہے اور اسی قسم کے دھوکے دے کر مسلمانوں کو اپنی مریدی کی طرف راغب کرتا ہے اور مرید کرکے مذکور عقیدہ اور یہی اللہ کا تعلیم کرتا ہے، یعنی خالق مخلوق نہیں۔ اب التماس یہ ہے کہ اس زید کا عقیدہ کیسا ہے، مسلمان اس کے ساتھ کیا برتاؤ کریں، شرع شریف میں اس کے لئے تعزیر بھی ہے یا نہیں، مسلمانوں کو اس کی مریدی سے خارج ہوکر بعد توبہ جدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں اگر جدید نکاح کی ضرورت ہے تو پہلا مہر کافی ہے یا نہیں اگر اس جدید نکاح میں عورت قبول نہ کرے تو کیا صورت ہے، کتاب تذکرہ غوثیہ مسلمانوں کے پڑھنے اور عمل کرنے کے قابل ہے یا نہیں، براہ مہربانی اوپر کے سوالاتوں کا جوابات مفصل طور سے ارقام فرما کر عنداللہ ماجور ہوں و عندالناس مشکور ہوجئے گا، فقط

الجواب صورۃ مذکورہ میں زید یقیناً کافر مرتد ہے اس کے کلام سرتاپا کفر سے بھرے ہوئے ہیں مثلاً (۱) زید و عمر و بکر، سب کو خدا کہنا (۲) خدا کو مخلوق اور مفعول کہنا (۳) بندہ کو خدا کہوں (۴) خدا کو خدا نہ کہوں۔ دوسرا شعر[1] لکھنے میں سائل سے کچھ رہ گیا ہے،

---

[1] ظاہراً یوں ہے، ع اطہر ہے یا خدا ہے، الخ ۱۲ ،

(۵) تیسرے شعر میں خدا کے بھول جانے کی فرمائش اور یہ کبھی بڑا دھوکا ہے، (۶) چوتھے شعر میں اپنے آپ کو اللہ کہنا (۷) رسول کہنا (۸) قرآن کہنا (۹) پانچویں شعر میں شریعت کا انکار (۱۰) انا الحق کہنے پر اصرار (۱۱) چھٹے شعر میں بھی یہی (۱۲) بندہ بننے کی ممانعت (۱۳) سالویں میں وہی (۱۴) بروجہ انکار نماز روزے حج کی ممانعت (۱۵) آٹھویں شعر میں خدا کی نفی (۱۶) شریعت کو فرضی وساختہ بتانا کہ سیاق وسباق سے یہی مراد متعین ہے، (۱۷) وہی انا الحق (۱۸) دسویں شعر میں خدا بننا (۱۹) گیارھویں میں بھی یہی (۲۰) تیرھویں میں مومن کو اچھا نہ کہنا کافر کو برا نہ کہنا، یہ بیس کفر تو زید کے کلمات مذکورہ میں کھلے کھلے ہیں، (۲۱) سولھویں شعر میں عذاب وثواب کا انکار (۲۲) سترھویں شعر میں بھلے کو برا برے کو بھلا کہنا (۲۳) ان صریح عقائد کفر ملعون کو حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا (۲۴) کفر کو وصول الی اللہ بتانا (۲۵) نماز کے لئے اس کا کہنا کہ خدا کو دھوکا دے لوں، اس کے کلمات سابقہ کے لحاظ سے لائق تاویل نہ رہا، معنی استہزا میں متعین ہوگیا اور وہ کفر ہے، (۲۶) شریعت سے نفرت دلانا (۲۷) شریعت کو راہ خدا نہ ماننا، بالجملہ زید ان کافروں میں ہے، جن کو فرمایا گیا ہے، من شك فی عذابه وکفره فقد کفر جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے، سلطنت اسلام ہوتی تو اس کی تحریر یہی کہ بادشاہ اسلام اسے قتل کرتا، اس کا اختیار غیر سلطان کو یہاں نہیں، مسلمانوں کو اس سے میل جول حرام اس سے سلام کلام حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کا وعظ سننا حرام، وہ بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام، مرجائے تو اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، جنازہ اٹھانا حرام جنازہ کے ساتھ چلنا حرام، اس پر نماز حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اسے مسلمانوں کی طرح دفن کرنا حرام، اس کے لئے دعائے بخشش حرام، اسے کچھ ثواب پہونچانا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام، جو ان باتوں میں سے کوئی بات اسے مسلمان جان کر کرے گا یا اس کی موت کے بعد اس کے لئے دعائے بخشش کرے گا یا اسے ثواب پہنچائے گا اگرچہ اسے کافر جان کر وہ خود کافر ہوجائے گا، جو لوگ مرید اس کے ہوچکے ہیں ان پر فرض ہے کہ اس سے جدا ہوں دور بھاگیں کہ وہ بیعت اس کے ہاتھ پر نہیں ابلیس کے ہاتھ پر ہوئی، پھر ان مریدوں میں جو اس کے ان کفروں سے آگاہ تھے اور اس کے بعد مرید ہوئے یا بعد مریدی کے آگاہ ہوئے اور اس کی بیعت سے الگ نہ ہوئے وہ سب بھی اسلام سے خارج ہیں، ان پر بھی فرض کہ نئے سرے سے مسلمان ہوں تو بہ کریں توبہ واسلام کے بعد ان کی عورتیں اگر ان سے دوبارہ نکاح پر راضی نہ ہوں تو ان پر جبر نہیں، عورتیں جس سے چاہیں اگر عدت گزرچکی ہے تو ابھی ورنہ بعد عدت اپنا نکاح کرلیں اور اگر انھیں سے دوبارہ نکاح کریں تو مہر جدید لازم آئے گا اور پہلا مہر بھی اگر باقی ہے دینا ہوگا، کتاب تذکرۂ غوثیہ جس میں غوث علی شاہ پانی پتی کا تذکرہ ہے ضلالتوں گمراہیوں بلکہ صریح کفر کی باتوں پر مشتمل ہے، مثلاً غوث علی شاہ، جگن ناتھ کی جوگی پراشان کرتے ملے کسی نے پہچانا تو بولے کہ اس شخص کے دو باپ تھے، ایک مسلمان اس کی طرف سے حج کر آیا ہے، دوسرا باپ ایک پنڈت تھا، اس کی طرف سے جگن ناتھ تیرتھ کرنے آیا ہے، ایسی ناپاک بے دینی کی کتاب کا دیکھنا حرام جس مسلمان کے پاس ہو جلا کر خاک کردے، واللہ الھادی الی صراط مستقیم، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم،

مسئلہ مسئولہ عبدالرحمٰن طالب علم مدرسہ چھیپوں احمد آباد گجرات، ۱۷ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص کی موجودگی میں ایک مرید نے اپنے پیر کی شان میں یہ قصیدہ پڑھا اور پیر نے اس قصیدہ کو سن کر پڑھنے والے کو کہا کہ تو میرا حبیب ہے اور اس کے بعد یہ قصیدے ممبر پر پڑھے جاتے ہیں اور اس کے جواز کا حکم پیر نے دیا ہے،

آیا شرعاً یہ قصیدہ جائز ہیں یا نہیں، قصیدہ مذکور یہ ہے،

مرحبا یا مرحبا یا شاہ لواری مرحبا	نور الہدیٰ خیر الوریٰ یا شاہ لواری مرحبا
یا امام العالمین وانتخاب اولیں	ختم ولایت مقتدا یا شاہ لواری مرحبا
پیشوائے اولیاء برگزیدہ ذوالجلال	شافع ہر دوسرا یا شاہ لواری مرحبا
کن عطا فضل و کرم امروز فردائے کریم	جامع بحر توحید کس یا شاہ لواری مرحبا
یا بشیر و یا نذیر اے شہ اولو العزم	ملجائے نو الاصفیا یا شاہ لواری مرحبا
منعم و مسجود و قیوم جہاں بہر کرم	طالب و مطلوب و مصدر یا شاہ لواری مرحبا
ذات تو احد و بے میم موجودات او	خلق عالم را سبب یا شاہ لواری مرحبا
قاب قوسین تو ئی گفت مازاغ البصر	جائے تو رشک مدینہ یا شاہ لواری مرحبا
سید کونین سالار رسل گنج نہاں	یا محمد الزماں یا شاہ لواری مرحبا
ہست مدعا مظہر ذات تو مسند نشیں	لایموت ذلم یزل یا شاہ لواری مرحبا
مشکل کشا احمد زماں الغاہ اللہ بہر ما	آوارہ پرور حافظا یا شاہ لواری مرحبا

الجواب یہ خالص کفر ہے اور اس کا قائل اس کا اجازت دہندہ، اس کا پسند کنندہ سب مرتد ہیں، کسی امتی کو آن[1] سرور عالم کہنا، علیہ الصلوٰۃ[2] کہنا، مسجود[3] مخلوق کہنا، خیر الوریٰ[4] کہنا، انتخاب[5] اولیں کہنا، شافع[6] ہر دوسرا کہنا، سید کونین[7] کہنا تو حرام و بدعات تھا ہی یوہیں خلق عالم[8] را سبب اور قاب[9] قوسین اور مازاغ[10] البصر اور جائے تو رشک مدینہ کہنا، ان میں بہت کلمات موہم کفر یا منجر بکفر ہیں، مگر ذات[11] تو احد اور سالار[12] رسل اور مسند[13] نشین لم یزل کہنا قطعاً یقیناً کفر ہے، یوہیں فقہائے کرام نے قیوم[14] جہاں غیر خدا کو کہنے پر تکفیر فرمائی، مجمع الانہر میں ہے، اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصۃ بالخالق جل وعلا نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرھا یکفر اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از کلکتہ محلہ دہی ہٹہ ۱۸ مولوی ولی اللہ خانصاحب ۵/ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ بروز چہار شنبہ

حضرات علمائے کرام کچھ عرصہ سے ایک ضخیم کتاب گلزار وحدت مصنفہ پیر جی نجم الدین متوطن جھنجون ضلع جے پور طبع ہوئی ہے، جس میں جا بجا لحد از مولات مندرج ہیں مشتے نمونہ از خروارے عرض ہے،

وہی ذہی کوئی اور نہ دوجا	اس بن کوئی اور نہ سوجا
ہر رنگ سے بے رنگی آیا	ہر ہر بھیس سے آپ دکھایا
آپ ہی دیکھے آپ دکھاوے	پھر وہ آپ کو آپ سراوے
کہیں محمد ہو کر آیا	ہادی مہدی نام دھرایا
کہیں عارف ہو آگیا نی	اپنی اپنے قدر پہچانی

کہیں عاشق ہو پھرے دیوانہ　　کہیں معشوق محبوب یگانہ
کہیں عابد ہو کرے عبادت　　کہیں زاہد ہو کرے ریاضت
کہیں مؤذن بانگ سنا دے　　آپ ہی آپ کو سیس نوا دے
کہیں برہمن سنکھ بجایا　　آپ ہی اپنا مرجس گایا
کہیں رند ہوا شرابی　　راگ رنگ جنگ ربابی
کون ہے آدم کون ہے ابلیس　　کون سلیماں اور بلقیس
یہ سب انجھر وہ ہے سعنا　　پہن لیا ہے ایسا بانا
یہ سب روپ اسی نے دھارے　　ایک ایک سے بھی نیارے
ایک نے اتنے نام دھرائے　　ایک ایک سے بھی نیارے　ص۳
اول ہو کر آخر ہوا　　ظاہر ہو کر باطن چھپا
کہیں واجب معبود کہلایا　　کہیں ممکن بندہ بن آیا
جیسے جل کی برف بنائی　　جل بن اس میں اور نہ کائی
جوں حباب دریا سے اٹھے　　آخر اس کا اس میں بیٹھے
بیرنگی بہ رنگ لے آیا　　ہر ہر نتہہ میں آپ لہو جایا
مکھ پر چادر میم کی رکھ کر آپ غفور　　احمد اپنا نام دھر جگ میں کیا ظہور
بجا دیکھو اس یار کی رمزوں کی دستور　　ہر رنگ میں بیرنگ رہا دور کا دور

صف ۴۸ پھر جس شخص نے خلق اور خالق کو دو سمجھے اور ایک نہ جانا وہ مشرک ہے کہ مبتلا ہوا بیچ شرک خفی کے، اور جس شخص نے کہا ذات کو ساتھ فردیت کے یعنی خلق اور خالق کو ایک سمجھا وہ موحد ہے، صف ۵۹ اے عزیز چھٹا مرتبہ انسان کامل کا ہے وہ مشترک ہے مرتبوں ذاتی اور خلقی میں یعنی اگر اس تعین بشریت کے خیال سے اس کو دیکھے تو آدمی ہے اور اگر اس کی کمالیت فقر کی طرف دیکھے تو اللہ تعالٰی ہے، بموجب اس قول کے، قول صوفیہ اذا اتم الفقر فھو اللّٰہ صف ۱۱۹ صف ۱۲ نقل ہے کہ جب حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے درس توحید شروع کیا اور مسئلہ وحدۃ الوجود کو ظاہر فرمانے لگے، چنانچہ یہ رباعی ان کی تصنیف ہے،

لا آدم فی الکون ولا ابلیس　　لا ملک سلیمان ولا بلقیس
فالکل عبارۃ وانت المعنٰی　　یامن ھو للقلوب مقناطیس

یعنی نہ تو آدم ہے نہ شیطان ہے جہان میں نہ ملک سلیمان علیہ السلام کا نہ بلقیس کا، پھر یہ سب عبارت ہیں اور تو اس عبارت کے معنی ہے، اے وہ کوئی جو واسطے دلوں کے لوہ چگا ہے، ف یعنی جس طرح پتھر لوہ چگی کا لوہ کو اٹھا لیتا ہے، اسی طرح دلوں مخلوق کو اپنے تابع کر رکھتے ہیں،

غرضکہ شیخ مذکور نعرۂ ہمہ اوست کا مارنے لگے، علماؤں نے اس میں صلاح اور مشورہ کئے، کرے اور بتلائے کہ یہ فقیر تو شریعت میں رخنہ ڈالنے لگا، اول تو اس کو قائل کرو اگر نہ مانے گا تو اس کو ماریں گے، غرضکہ سب کی صلاح سے ایک شخص نے ان علماؤں سے آکر شیخ کے پاس عرض کیا کہ حضرت آپ کی دعوت ہے، آپ نے قبول کری، اس شخص نے کئی قسم کے کھانے پکائے اور ایک خوان میں جدا جدا برتنوں میں دھر لایا اور ایک رکابی میں پلیتی بھی بھر کر اس خوان میں لایا، آپ نے وے تمام کھانے جو نفیس سے نفیس تھے کھالئے اور پاخانہ نہ کھایا، جب اس شخص نے کہا کہ حضرت اس کو بھی کھالو یہ بھی کوئی غیر نہیں ہے، وہ ہی ہے، شیخ نے فرمایا بہت اچھا، ان کے مکان کے صحن میں ایک حوض پانی کا تھا آپ نے پانی میں غوطہ مار کر خوک کی صورت ہو کر نکلے اور اس پاخانہ کو کھالیا، اور پھر حوض میں غوطہ مارا اور آدمی کی شکل ہو کر نکل آئے، اور فرمایا اے عزیز وہ طعام بھی میں نے کھایا اور یہ پاخانہ بھی میں نے کھایا مگر طعام واسطے صورت انسانی کے تھی اور پاخانہ واسطے شکل خوک کے بنا کر آیا وہ میں ہی تھا کہ آدمی تھا اور خوک ہوگیا، حضرات اسی طرح تمام کتاب جو ۲۴۵ صفحوں پر لکھی گئی ہے، مضامین الحادیہ سے مملو ہے، بار ہا پیرجی مذکور کے متبعین سے جو ایک جماعت جہلا کی ہے، کہا گیا کہ یہ کتاب سراسر عقائد کو خراب کرنے والی اور ناقابل عمل ہے مگر جواب یہی ملتا ہے کہ علمائے عظام حنفی المذہب سے اس کے متعلق استفسار کیا جائے جو ارشاد ہوگا اس کے مطابق عمل کیا جاوے گا اس لئے یہ چند حوالجات موردہ بالا مقامات مختلفہ سے نقل کرکے استدعا ہے کہ عندالشرع اس شخص کا مع اس کے مریدین اور متبعین کے جو حکم ہو بوضاحت تحریر فرماکر مزین بمہر فرمائیں، تاکہ جماعت جہلا جو ان کے دام تزویر میں ہے رہائی پاکر راہ یاب ہوں، واللہ تعالٰی ہو الموفق،

الجواب یہ کلمات الحاد ہیں اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت جو وہ ملعون حکایت نقل کی ہے محض کذب وافترا و ساختۂ ابلیس لعین ہے، توحید ایمان ہے، اور وحدۃ وجود حق اور زعم اتحاد الحاد، صوفیہ کرام تو صاحب تحقیق ہیں، اور ان کے ایسے مقلدین ملحد و زندیق ہیں، اس کتاب کا جس کے پاس ہو اس پر جلادینا فرض ہے، اور اسے دیکھنا حرام اور اس پر اعتقاد رکھنا کفر ہے، اسی سے اس شخص اور اس کے مریدین اور متبعین کا حال ظاہر، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از گڑھی اختیار خاں تحصیل خانپور، ریاست بہاولپور، مرسلہ محمد یار صاحب واعظ، ۹ رشعبان المعظم ۱۳۳۴ھ

قبلۂ معتقدین دام ظلہ، از خاکسار محمد یار مشتاق دیدار بعد نیاز حسب اینکہ شب معراج آپ کا قصیدہ معراجیہ پڑھا گیا، جس پر وہابیوں نے دولھا اور دلھن کے متعلق شور اٹھایا کہ اللہ جل جلالہ و حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں ان الفاظ کا استعمال کرنا موجب کفر ہے، شب برأت یہاں گڑھی اختیار خاں میں ان الفاظوں کے متعلق وہابیوں کی طرف سے میرے ساتھ ایک طویل بحث ہونے والی ہے، اے مجددِ من بے سروساماں مدد دے، قبلۂ دیں مدد دے کعبۂ ایماں مدد دے، ضرور مہربانی فرماکر دلائل قاطع سے اس تشبیہ کا ثبوت مدلل کرکے اسی ہفتہ میں بھیج کر مسلمانان اہلسنت و جماعت کو عزت بخشیں، حضور پر فرض بھی جارہی ہے، یہ فی سبیل اللہ بصدقہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کام کو سب کاموں پر مقدم فرماکر وہ تحریر فرمادیں، کہ موجب اطمینان اہل اسلام ہو،

الجواب اللہ عزوجل نے وہابیہ کی قسمت میں کفر لکھا ہے، انھیں ہر جگہ کفر ہی کفر سوجھتا ہے، قصیدہ مذکورہ میں دو جگہ دولھن کا لفظ ہے اور چار جگہ دولھا کا، وہ اشعار یہ ہیں، ؎

نئی دولھن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا — حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے
نظر میں دولھا کے پیارے جلوے حیا سے محراب سر جھکائے — سیاہ پردے کے منہ پہ آنچل تجلی ذات بحت کے تھے
دولھن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے — غلاف مشکیں جو اڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے
خدا ہی دے صبر جان پر غم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم — جب ان کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولھا بنا رہے تھے
بچا جو تلوؤں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن — جنھوں نے دولھا کی پائی اترن وہ پھول گلزار نور کے تھے
جھلک سی اک قدسیوں پہ آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی — سواری دولھا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے

ان میں کون سی جگہ معاذ اللہ اللہ عزوجل کو دولھا یا دولھن کہا گیا ہے، ولکن الوھابیۃ قوم یفترون، وہابیہ کی بنائے مذہب کذب وافترا پر ہے، اور کیونکر نہ ہو کہ ان کے پیشوا اسمٰعیل دہلوی نے اپنے معبود کے لئے جھوٹا ہونا روا رکھا ہے، ہاں مشیخت بنی رکھنے کے لئے جھوٹ سے بچتا ہے، اب اگر یہ بھی جھوٹ سے بچیں تو عابد ومعبود برابر ہو جائیں گے، اس لئے ان کے دین میں نماز سے بھی بڑھ کر فرض ہوا کہ جھوٹ بکا کریں کہ کسی طرح اپنے ساختہ معبود سے تو کم رہیں، ضعف الطالب والمطلوب لبئس المولٰی ولبئس العشیر، شعر اول میں تو دولھن کسی کو نہ کہا نہ کہا اپنے معنی حقیقی پر ہے، زینت کعبہ کو نئی دولھن کی زیبائش سے تشبیہ دی ہے، جس طرح ان حدیثوں میں جنت کی جنبش سرور کو دولھن کی نازش سے، خطیب نے تاریخ بغداد میں عقبہ بن عامر جہنی اور طبرانی نے معجم اوسط میں عقبہ اور انس دونوں اور رازی نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب جنت کو دونوں شہزادوں امام حسن وامام حسین علٰی جدہما الکریم وعلیہما الصلوٰۃ والتسلیم کا اس میں تشریف رکھنا معلوم ہوا، ماست الجنۃ میسا کما تمیس العروس، جنت خوشی سے جھومنے لگی، جیسے نئی دولھن فرحت سے جھومے، شعر سوم میں کعبہ معظمہ کو دولھن کہا اور ہر مکان آراستہ کو دولھن کہنا محاورہ صحیحہ شائعہ ہے، امام احمد مسند میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، عسقلان احدی العروسین یبعث منہا یوم القیٰمۃ سبعون الفا لاحساب علیہم، عسقلان دو دولھنوں میں کی ایک ہے، روز قیامت اس میں سے ستر ہزار ایسے اٹھیں گے جن پر حساب نہیں، مسند الفردوس میں عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، طوبٰی لمن اسکنہ اللہ تعالٰی احدی العروسین عسقلان او غزۃ، شادمانی ہے اسے جسے اللہ تعالٰی دو دولھنوں میں سے ایک میں بسائے عسقلان یا غزہ، باقی چار اشعار میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دولھا کہا ہے اور وہ بیشک تمام سلطنت الٰہی کے دولھا ہیں، امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں نقل فرماتے ہیں، ھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأی صورۃ ذاتہ المبارکۃ فی الملکوت فاذا ھو عروس المملکۃ، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شب معراج عالم ملکوت میں اپنی ذات مبارک کی تصویر ملاحظ فرمائی تو دیکھا کہ حضور تمام سلطنت الٰہی کے دولھا ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، دلائل الخیرات شریف میں ہے، اللھم صلی علٰی محمد وعلٰی اٰلہ بحر انوارک ومعدن اسرارک ولسان حجتک وعروس مملکتک، الٰہی درود بھیج محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کی آل پر جو تیرے انوار کے دریا اور تیرے اسرار کے معدن اور تیری حجت کی زبان اور تیری سلطنت کے دولھا ہیں، علامہ محمد فاسی اس کی شرح مطالع المسرات میں فرماتے

ہیں، مملکت ھو موضع الملک شبیھۃ مجمع العرس ومافیہ من الاحتفال والتناھی فی الصنیع والتأنق فی محسناتہ وترتیب امورہ وکونہ جدیدا طریفا واھلہ فی فرح وسرور ونعمۃ وحبور فرحین بعرسھم راضین بہ محبین مکرمین لہ مؤتمرین لامرہ متنعمین لہ بانواع المشتھیات بدیلین اثبات اللازم الذی ھو العرس والمعھود تشبیھہ مجمع العرس بالمملکۃ وعکس التشبیہ ھنا لاقتضاء المقام ذالک لیفید ان سر المملکۃ ونکتتھا ومعناھا الذی لاجلہ کانت ھو المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما ان سر مجتمع العرس ونکتتہ ومعناہ الذی لاجلہ کان ھو العروس والمصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھو الانسان الکبیر الذی ھو الخلیفۃ علی الاطلاق فی الملک والملکوت قد خلعت علیہ اسرار الاسماء والصفات ومکنہ من التصرف فی البسائط والمرکبات والعروس یحاکی بشانہ شان الملک والسلطان فی نفوذ الامر وخدامۃ الجمیع لہ وتفرغھم لشانہ ووجد انہ ما یحب ویشتھی مع الراحۃ واصحابہ فی مؤنتہ وتحت الطاعۃ فتم التشبیہ وتمکنت الاستعارۃ، اس عبارت سراپا بشارت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد بن سلیمان جزولی قدس سرہ الشریف نے اس درود مبارک میں سلطنت کو برات کے مجمع سے تشبیہ دی کہ اس میں کیسا اجتماع ہوتا ہے اور اس کی آرائشیں انتہا کو پہنچائی جاتی ہیں، سب کام قرینے سے ہوتے ہیں، ہر چیز نئی اور خوش آئند لوگ اپنے دولھا پر شاد و فرحاں اسے چاہنے والے اس کی تعظیم و اطاعت میں مصروف اس کے ساتھ قسم قسم کی من مانتی نعمتیں پاتے ہوئے، اور عادت یوں ہے کہ برات کے مجمع کو سلطنت اور دولھا کو بادشاہ سے تشبیہ دیتے ہیں، یہاں اس کا عکس کیا کہ سمجھا جائے کہ جس طرح برات کے مجمع کا مغز و سبب دولھا ہوتا ہے، یوہیں تمام مملکت الٰہی کے وجود کا سبب اور اس کے اصلی راز و مغز و معنی صرف مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں، ؎

دولھا کے دم کے ساتھ یہ ساری برات ہے،

اس لئے کہ حضور تمام ملک و ملکوت پر اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں، جن کو رب عزوجل نے اپنے اسماء وصفات کے اسرار کا خلعت پہنایا اور ہر مفرد و مرکب میں تصرف کا اختیار دیا ہے، دولھا بادشاہ کی شان دکھاتا ہے، اس کا حکم برات میں نافذ ہوتا ہے، سب اس کی خدمت کرتے اور اپنے کام چھوڑ کر اس کے کام میں لگے ہوتے جس بات کو اس کا جی چاہے، موجود کی جاتی ہے، چین میں ہوتا ہے سب براتی اس کی خدمت میں اور اس کے طفیل میں کھانا پاتے ہیں، یوہیں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عالم میں بادشاہ حقیقی عزوجل کی شان دکھاتے ہیں، تمام جہان میں ان کا حکم نافذ ہے، سب ان کے خدمتگار و زیر فرمان ہیں، جو وہ چاہتے ہیں، اللہ عزوجل موجود کر دیتا ہے کہ ارٰی ربک یسارع فی ھواک، صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے، تمام جہان حضور کے صدقہ میں حضور کا دیا کھاتا ہے، کہ انما انا قاسم واللہ المعطی، صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، ہر نعمت کا دینے والا اللہ ہے اور بانٹنے والا میں، یوں تشبیہ کامل ہوئی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام سلطنت الٰہی کے دولھا ٹھہرے، والحمد للہ رب العالمین، ان تقریرات سے واضح ہوا کہ ان معانی پر دولھن، دولھا، زوج، زوجہ کی طرح باہم مفہوم متضائف نہیں، عسقلان وغزہ کو حدیث نے دولھنیں فرمایا، دولھا کون ہے؟ بیہقی شعب الایمان میں

امیر المومنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، لکل شیئ عروس و عروس القراٰن الرحمٰن، ہر شے کی جنس میں ایک دولھن ہوتی ہے، اور قرآن عظیم میں سورۃ الرحمٰن دولھن ہے، یہاں کسے دولھا ٹھہرائیے گا تو قصیدہ سے وہ مہمل ملعون خیال پیدا کرنا کسی ایسے ہی کا کام ہوگا مگر حدیثیں تو اس سے بڑھ کر اوہام باطلہ والوں پر قہر ڈھائیں گی، حاکم صحیح مستدرک اور امام الائمہ ابن خزیمہ اپنی صحیح اور بیہقی سنن میں حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، ان اللہ تعالٰی یبعث الایام یوم القیمۃ علی ھیأتھا ویبعث الجمعۃ زھراء منیرۃ اھلھا یحفون بھا کالعروس تھدی الی کریمھا، بیشک اللہ عزوجل قیامت کے دن سب دنوں کو ان کی شکل پر اٹھائے گا، اور جمعہ کو چمکتا روشنی دیتا جمعہ پڑھنے والے اس کے گرد جھرمٹ کئے ہوئے جیسے نئی دولھن کو اس کے گرامی شوہر کے یہاں رخصت کرکے لے جاتے ہیں، امام اجل ابوطالب مکی قوت القلوب اور امام حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء میں فرماتے ہیں[2]، قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الکعبۃ تحشر کالعروس المزفوفۃ (قال الشارح الی بعلھا) وکل من حجھا یتعلق باستارھا یسعون حولھا حتی تدخل الجنۃ فیدخلون معھا، یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، بیشک کعبہ روز قیامت یوں اٹھایا جائے گا، جیسے شب زفاف دولھن کو دولھا کی طرف لے جاتے ہیں، تمام اہلسنت جنھوں نے حج مقبول کیا، اس کے پردوں سے لپٹے ہوئے اس کے گرد دوڑتے ہونگے، یہاں تک کہ کعبہ اور اس کے ساتھ یہ سب داخل جنت ہوں گے، نہایہ امام ابن الاثیر میں ہے، منہ الحدیث یزف علی بینی وبین ابراھیم علیہ الصلٰوۃ والسلام الی الجنۃ ان کسرت الزای فمعناہ یسرع من زف فی مشیتہ وازف اذا اسرع وان فتحت فھو من زففت العروس ازفھا اذا اھدیتھا الی زوجھا، یعنی اسی باب سے ہے یہ حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی مرتضٰی میرے اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلٰوۃ والسلام کے بیچ میں جنت کی طرف خوش خوش تیز چلیں گے، یا میرے اور ان کے بیچ میں جنت کی طرف انھیں یوں لے جائیں گے، جیسے نئی دولھن کو دولھا کے یہاں لے جاتے ہیں، امام اجل ابن المبارک وابن ابی الدنیا وابوالشیخ اور ابن النجار کی کتاب الدرر الثمینۃ فی تاریخ المدینۃ میں کعب احبار سے راوی کہ انھوں نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے سامنے بیان کیا اور کتاب التذکرہ میں امام ابوعبداللہ محمد قرطبی کے لفظ یہ ہیں کہ، روی ابن المبارک عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا انھا قالت ذکروا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکعب الاحبار حاضر فقال کعب الاحبار، یعنی امام ابن المبارک نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر پاک تھا اور اس وقت کعب احبار حاضر تھے تو کعب احبار نے کہا ہر صبح ستر ہزار فرشتے اتر کر مزار اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طواف کرتے اور اس کے گرد حاضر رہ کر صلٰوۃ وسلام عرض کرتے رہتے ہیں، جب شام ہوتی ہے وہ چلے جاتے ہیں اور ستر ہزار اور اتر کر یوہیں طواف کرتے اور صلٰوۃ وسلام عرض کرتے رہتے ہیں، یوہیں ستر ہزار رات میں حاضر رہتے ہیں، اور ستر ہزار دن میں حتی اذا انشقت عنہ الارض خرج فی سبعین الفا من الملائکۃ یزفونہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب حضور انور صلی

---

[1] فی المواھب اللدنیۃ مما من مجرد لطلع الانوار سبعون الف ملک یحفون الحدیث فقال العلامۃ الزرقانی ای یطوفون الخ ۱۲ منہ

[2] ھذا ما فی الطیبی ومجمع بحار الانوار والمدارج الشریفۃ ولفظ التذکرۃ والمواھب یوقرونہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من التوقیر بمعنی التعظیم والکل صحیح واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

اللہ تعالٰی علیہ وسلم مزار مبارک سے روز قیامت اٹھیں گے، ستر ہزار ملائکہ کے ساتھ باہر تشریف لائیں گے جو حضور کو بارگاہ عزت میں یوں لے چلیں گے جیسے نئی دولھن کو کمال اعزاز و اکرام و فرحت و سرور و راحت و آرام و تزک و احتشام کے ساتھ دولھا کی طرف لے جاتے ہیں، مجمع بحار الانوار میں بعلامت ط علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ سے بعد ذکر حدیث علی مثل عبارت مذکورہ نہایہ ہے، ومنہ فی الحدیث فی سبعین الفا[1] من الملٰئکۃ یزفونہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہ مدارج میں اسی حدیث کے ترجمہ میں فرماتے ہیں،

"چوں مبعوث می گردد از قبر شریف بیروں می آید میان ایں فرشتگان زفاف می کنند اورا و زفاف در اصل بمعنی بردن عروس بخانۂ زوج ومراد ایں جالازم معنی ست کہ بردن محبوب ست بیش محب یعنی بردن آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بدرگاہ عزت۔" اب وہابیہ خدا جانے کس کس کو کافر کہیں گے، مگران کو اس پر تنبیہ بیکار، انکے مل مذہب کی بنا ہی اس پر ہے کہ اللہ ورسول تک کو مشرک بتاتے ہیں، پھر اور کسی کی کیا گنتی، ان کے امام نے تقویۃ الایمان میں صاف لکھ دیا کہ "جو کہے اللہ ورسول نے دولتمند کردیا وہ مشرک ہے" حالانکہ بعینہٖ یہی کلمہ خود اللہ عزوجل وسید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن عظیم وحدیث صحیح میں فرمایا ہے، قال اللہ تعالٰی، وما نقموا الا ان اغنٰھم اللہ ورسولہ من فضلہ، اور انھیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ ورسول نے انھیں دولتمند کردیا اپنے فضل سے، صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، ماینقم ابن جمیل الا انہ کان فقیرا فاغناہ اللہ ورسولہ، ابن جمیل کو کیا برا لگا آخر یہی کہ وہ محتاج تھا اللہ ورسول نے اس کو دولتمند کردیا، مسلمان دیکھیں کہ وہ بات جو اللہ جل جلالہ نے فرمائی اللہ کے رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمائی، وہابیہ کا امام منہ بھر کر کہہ رہا ہے، کہ جو ایسا کہے مشرک ہے پھر بھلا جس مذہب میں اللہ ورسول تک معاذ اللہ مشرک ٹھہریں اس سے مسلمانوں کو کافر کہنے کی کیا شکایت، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ ازبمبئی چھاچھ محلہ نمبر ۳ مرسلہ محمد ایوب ابن حاجی صدیق میمن صاحب، ۳ شعبان المعظم ۳۵ھ

یہاں کے باشندے حضرت مولانا ممدوح کے بہت ہی معتقد ہیں اور ان کے فرمانے کے بہت ہی عزت اور قدر کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے زورِ قلم کا ہر شخص لوہا مانے ہوئے ہے، مولانا کی تحریر ہی پر گویا سارا دارومدار ہے، مولانا صاحب میں خدا کی عنایت سے علاوہ عالم ہونے کے یہ بھی بڑا کمال ہے کہ آپ فن شعر اور نکات شاعری سے بھی بخوبی واقف ہیں اور ماہر ہیں یہ بات دوسرے عالم میں نہیں پائی جاتی آپ ہی سے فیصلہ اس کا اچھی طرح ہوسکتا ہے، ثم التسلیم بالتکریم،

نیر طلب ہیچمدان حیدر علی خان عفی عنہ حیدر فرخ آبادی،

جواب فوراً مع فتوٰی دستخطی ومہری حضرت مولانا و مرشدنا آنا چاہئے،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خالد سنی المذہب نے مندرجہ ذیل شعر میں کلمۂ شہادت کا ابتدائی ٹکڑا نظم کیا ہے جس سے پورا کلمۂ شہادت مراد ہے، لیکن زید جو مذہباً شیعہ ہے اس سے پورا کلمۂ شہادت مراد نہیں لیتا ہے، بلکہ صرف اشھد ان لا الٰہ کے معنی سے خالد کو ملحد قرار دیتا ہے، ؎

اشہد ان لا الٰہ نقش ہے اس لوح پر   نیر توحید کب عاشق کی پیشانی نہ تھی،

[1] سقط لفظ الفا من نسخۃ الطبع فلیتنبہ ۱۲ منہ

مندرجہ بالا شعر کی نسبت زید نے مندرجہ ذیل الفاظ لکھے ہیں، شعر کا پہلا مصرعہ الحاد کا سائن بورڈ ہے، کیونکہ اشھد ان لا الٰہ کے تو یہ معنی ہوئے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی خدا، پھر جس پیشانی پر یہ کفر کا کلمہ لکھا ہو اسے ہم الحاد کا سائن بورڈ نہ کہیں تو کیا کہیں، اسی طرح زید نے بکر سنی المذہب کے اس نعتیہ شعر کی نسبت ؎

پھر روضہ حضرت کی زیارت کو چل اخلاص ۔۔ پھر چھوڑ دے تو بہر خدا حب وطن کو

مندرجہ ذیل الفاظ تحریر کئے ہیں، اخلاص صاحب کبھی کبھی تو ہوش کی باتیں کیا کیجئے آپ نے حب الوطن من الایمان والی حدیث پڑھی نہیں تو کیا سنی بھی نہیں، فلہذا زید کا خالد کو ملحد اور بکر کو بے ایمان قرار دینا جائز اور مندرجہ بالا الفاظ زبان سے کہنا جائز یا قلم سے لکھنا درست ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو علمائے کرام و فضلائے عظام زید اور زید کے ان مؤیدین کی نسبت جو باوجود سنی ہونے کے زید کی تائید و تصدیق کر رہے ہیں از روئے شرع شریف کیا فتوٰی صادر فرماتے ہیں، بینوا توجروا۔

الجواب حاشا شعر مذکور سے خالد سنی المذہب پر کسی طرح حکم کفر و الحاد ممکن نہیں مگر اس کے نزدیک جو اس کلمۂ طیبہ کو کہ مدار ایمان ہے، معاذ اللہ دو ٹکڑے کفر و اسلام پر منقسم کرے اور اس کا پہلا آدھا کفر خالص جانے اور یہ کس درجہ ناپاک و شنیع ہے، اولاً یوں ہو تو ہر مسلمان جتنی بار لا الٰہ الا اللہ کہے ہر بار اس کا کافر ہونا اور بعد کفر اسلام لانا ٹھہرے کہ جب تک پہلا جز کہا تھا، اس معترض کے طور پر مطلقاً ہر الٰہ کی نفی تھی اور یہ بیشک کفر ہے، جب الا اللہ کہا تو اب اللہ عزوجل کی الوہیت مان کر مسلمان ہوا، ثانیاً بلکہ اب بھی مسلمان ہونا بجبر کہ اس وقت الا اللہ کہہ لیا تو کیا ہوا اس کا پھر ارادہ ہے کہ یہی کلمہ سرے سے پڑھے اور پہلے جزء سے خدا کی نفی مطلق کرکے کافر ہو تو کفر سے رجوع کب ہوئی جب کہ پھر عزم کفر موجود ہے اور عزم کفر فی الحال کفر ہے، ثالثاً قرآن عظیم میں کس قدر کثرت سے لا الٰہ الا اللہ و لا الٰہ الا ھو وارد ہے اگر پہلے جز میں نفی عام الوہیت ہر الٰہ ہے، جیسا کہ معترض کا خیال تباہ ہے تو معاذ اللہ قرآن عظیم نے صدہا بار الوہیت رب العزت کی نفی فرمائی اور ہر بار نفی کرکے اثبات فرما کر تناقضوں کی ٹھہرائی، تعالی اللہ عن ذٰلک علوا کبیرا، رابعاً معترض کے طور پر معاذ اللہ سب کلمہ گو جتنے ہیں بزعم معترض خود معترض بھی داخل فاسد النکاح ہوں اور ان کی اولاد اولاد الزنا کہ جب پہلا جز کہا کافر ہو گئے، نکاح ٹوٹ گئے اور الا اللہ کہنے سے اگرچہ اسلام عود بھی کر آئے ٹوٹا نکاح تو نہیں جڑتا جب تک از سر نو نہ ہو اور وہ نہ ہوا تو سب بے نکاحی رہیں اور اولاد ولد الحرام، خامساً معترض کے نزدیک نزع روح کے وقت کلمۂ طیبہ کی تلقین سخت حرام و بدخواہی اہل اسلام ہوا بنے آپ تو کافر ہو ہو کر الا اللہ سے مسلمان ہو لئے اس پر کیا بھروسہ ہے کہ پہلے ہی جز پر روح پرواز کر جائے یا زبان بند ہو جائے تو معاذ اللہ کافر مرے، سادساً اس کے یہ معنی سمجھنا اسلام پر کیا سخت الزام اور اللہ عزوجل پر عبارت صحیح بتانے سے معاذ اللہ عجز کا اتہام ہے کہ ایمان کا آغاز کفر سے رکھا لا الٰہ الا اللہ کی جگہ کلمۂ طیبہ یوں کیوں نہ بتایا، ان اللّٰہ ھو الالٰہ وحدہ لا شریک لہ لیس غیرہ من الٰہ یہ خالص اسلام ہوتا اور معترض کا کفر و الحاد راہ نہ پاتا، بالجملہ اس کے یہ معنی سمجھنا کہ نہیں ہے کوئی خدا، عاقل سے معقول نہیں بلکہ بلاشبہ اس کے معنی نفی الوہیت غیر خدا ہیں یقیناً قطعاً مسلمان جس وقت اس سے تلفظ کرتا ہے یہی مراد لیتا ہے تو بحمد اللہ تعالٰی اس کے دونوں جزعین ایمان ہیں، پہلا جز الوہیت غیر خدا کی نفی اور دوسرا جز الوہیت الٰہ حق کا اثبات اور دونوں ایمان ہیں، رضی نے کہ نحو و عربیت کا بڑا محقق اور مذہب کا شیعی تھا، اس کی تحقیق کی اور بتا دیا کہ یہاں ہرگز نفی

عام نہیں ورنہ تناقض لازم آئے بلکہ ماورائے مستثنٰی کی نفی ہوتی ہے، شرح کافیہ میں اس کی عبارت بالتلخیص یہ ہے، ان قلنا انہ داخل فی القوم والا لاخراج زید منہم بعد الدخول کان المعنی جاء زید مع القوم ولم یجیئ زید وھذا تناقض ظاھر ینبغی ان یجتنب کلام العقلاء من مثلہ وقد ورد فی الکتاب العزیز من الاستثناء شیئ کثیر کقولہ تعالٰی فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عاما فیکون المعنی لبث الخمسین فی جملۃ الالف ولم یلبث تلک الخمسین تعالی اللّٰہ عن مثلہ علوا کبیرا (الی ان قال) فمن بداۃ الکلام ان دخول المستثنی فی المستثنٰی منہ ثم اخراجہ بالا داخراجھا انما کان قبل اسناد الفعل او شبھہ الیہ فلا یلزم التناقض فی نحو جاء فی القوم الا زیدا لانہ بمنزلۃ قولک القوم المخرج منہم زید جاءنی وذالک لان المنسوب الیہ وان تأخر لفظا لکن لابد لہ من التقدم وجودا علی النسبۃ التی یدل علیہا الفعل اذ المنسوب الیہ والمنسوب سابقان علی النسبۃ بینھما ضرورۃ ففی الاستثناء لما کان المنسوب الیہ ھو المستثنٰی منہ مع الا والمستثنی فلابد من وجود ھذہ الثلثۃ قبل النسبۃ فلابد اذن من حصول الدخول والاخراج قبل النسبۃ فلا تناقض اھ، **اقول** حاصل یہ ہے کہ لفظ ما فی النفس سے تعبیر ہوتے ہیں یہاں اگر یوں ہو کہ متکلم نے اولاً نفی عام بلا استثنا کی اور جزء اول سے تعبیر کیا پھر اس عام میں سے مستثنٰی کو جدا کیا اور اس پر جزء استثنا سے دلالت کی تو صریح تناقض ہے کہ یہ دو حکم متنافی ہوئے لا سالبہ کلیہ تھا اور یہ موجبہ جزئیہ اور وہ دونوں نقیض ہیں ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہاں صرف حکم واحد ہے متکلم نے ایک مفرد کلی کو کہ مرتبہ لا بشرط شئے میں تھا مستثنٰی سے فارغ کر کے مرتبہ بشرط لا شئ میں لیا اور اس مقید پر حکم واحد کیا ہے او ر لا و الا سے معبر کیا لا حکم ہے اور الا قید مسند الیہ کہ اس کے مرتبہ بشرط لا پر دال تو یہ لا ہرگز نفی جمیع کے لئے نہیں بلکہ نفی ماورائے مستثنٰی کے لئے تو ما فی الذہن یقیناً حق ہے ہاں تقیید پر دلالت درکار وہ اگر نفس کلام میں نہ ہوتی تو کلام کی ترکیب مشہور و معروف کا مسلمان میں دائر و سائر اور قائل کا مسلمان ہونا خود ہی دلالت کرتا کہ تنگی شعر کے سبب بعض کلام پر اقتصار ہے اور مراد یقیناً مجموع جیسے بے تنگی کلام قلیا اور لن تنا کہتے ہیں اور مراد سورۂ کافرون و پارۂ چہارم، مسلمان اگر انبت الربیع البقل کہے تو اس کا اسلام ہی تجوز پر قرینہ ہے اس سے یہ گمان کہ اس نے خود فصل بہار کو سبزی کا خالق مانا ہے، ہرگز مسلم عاقل کو نہیں ہوسکتا کما نصوا علیہ وصرح بہ فی الفتاوی الخیریۃ وغیرھا نہ کہ یہاں نفس کلام میں معنی صحیح کی صاف تصریح موجود کہ مصرع دوم میں صاف توحید بتائی اور یہی اول سے مراد ٹھہرائی اگر معاذ اللہ نفی مطلق ہوتی توحید کب رہتی تعطیل ہوتی توحید تو ایک کا اثبات ہے نہ کہ معاذ اللہ عام نفی تام تو ثابت ہوا کہ اس پر حکم الحاد اگر از قبیل تحمل انا ء یترشح بما فیہ نہ ہو تو جنون خالص ہے لاجرم جامع الفصولین فصل ۳۸ میں ہے، من قال لا الٰہ واراد ان یقول الا اللّٰہ ولم یقل لا یکفر لانہ عقد علی الایمان، اسی طرح خزانۃ المفتین میں ہے، آخرا عنہ الی لا یکفر، اسی طرح فتاوی بزازیہ و شرح ملتقی الابحر میں ہے، ہاں شاعر نے اسی اقتصار میں تقصیر ضرور کی کہ یہاں تک فرماتے کہ اس لا کا مد طویل نہ کرے کہ صورت نفی سے جلد جانب تصریح اثبات منتقل ہوجائے اس نے اتنی دیر کی کہ صورت نفی مصرع اول میں رکھی اور تصریح اثبات چھ لفظوں کے فاصلے سے مصرع دوم میں، اسے یوں کہنا تھا "اشہد ان لا الٰہ غیرہ ہے اصل نقش"

اسی طرح بکر سنی کے شعر مذکور پر اعتراض جہل فاحش یا عناد واضح ہے، حب الوطن من الایمان نہ حدیث سے ثابت نہ ہرگز اس کے

عہ ھکذا فی الاصل لعلہ " منہ غفرلہ

یعنی، امام بدرالدین زرکشی نے اپنے جزء اور امام شمس الدین محمد سخاوی نے مقاصد حسنہ اور امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے الدرر المنتثرہ میں بالاتفاق اس روایت کو فرمایا لم اقف علیہ امام سخاوی نے اس کی اصل ایک اعرابی بدوی اور حکیمان ہند کے کلام میں بتائی کما یظھر بالمراجعۃ الیہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اپنے ان بندوں کی کمال مدح فرمائی جو اللہ و رسول جل و علا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت میں اپنا وطن چھوڑیں یار و دیار سے منہ موڑیں اور ان کی سخت مذمت فرمائی جو حب وطن لئے بیٹھے رہے اور اللہ و رسول کی طرف مہاجر نہ ہوئے، قال اللہ تعالٰی ان الذین توفھم الملئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولئک ماوٰھم جھنم وساءت مصیرا ۵ الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لایستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا ۵ فاولئک عسی اللہ ان یعفو عنھم وکان اللہ عفوا غفورا ۵ ومن یھاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعۃ ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ وکان اللہ غفورا رحیما ۵ بیشک ملائکہ جن کی جان نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے، فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے، کہتے ہیں ہم اس بستی میں کمزور دبائے ہوئے تھے فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین (مدینہ طیبہ) گنجائش والی نہ تھی کہ تم وطن چھوڑ کر اس میں جا رہتے ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ مگر کمزور اور عورتیں بچے جنھیں کچھ بنائے نہ بنی نہ راہ ملی قریب ہے کہ اللہ تعالٰی ان کو معاف فرمائے، اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے اور جو اللہ کی راہ میں وطن چھوڑ کر اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا اپنے گھر سے نکلے پھر اسے موت آجائے اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ثابت ہولیا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے، جو مدینہ طیبہ کی حاضری پر حب وطن کو ترجیح دیں وہ ظالموں کی طرح ہیں اور جو حب وطن کو خاک بوسی آستان عرش نشان پر تصدق کریں وہ ان مقبولوں میں ہیں، قل کل یعمل علی شاکلتہ فربکم اعلم بمن ھو اھدی سبیلا، وہ وطن جس کی محبت ایمان سے ہے وطن اصلی ہے جہاں سے آدمی آیا اور جہاں جانا ہے دنیا تو مسافر خانہ ہے، کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از ریاست رامپور مرسلہ معشوق علی صاحب، ، رجمادی الاولی ۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر میلاد خوان مجلس میلاد شریف میں مفصلہ تحت مضامین کی نظم یا نثر پڑھتے ہیں،

(۱) میم کی چادر مکھ پر ڈالے احمد بن کر آیا
(۲) شب وصل خدا نے نبی سے کہا تو اور نہیں میں اور نہیں
ہے میم کا پردا کیا پردا تو اور نہیں میں اور نہیں
(۳) کہیں لیلٰی بنا کہیں مجنوں کہیں شیریں بنا کہیں فرہاد،
(۴) کہتا ہے یہ تجھ سے خدا دل میں نہ رکھ اپنے خودی
تیرے نگین طبع پر میری حقیقت ہے کھدی
جب عین وحدت کی صفت خاص اپنی میں نے تجھ کو دی
من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

(۵) تریسٹھ برس خدا مکہ اور مدینہ کی گلیوں میں پھرا کسی نے نہ پہچانا۔

(۶) محمد نے خدائی کی خدا نے مصطفائی کی　　کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے

(۷) ایک روز جبرئیل علیہ السلام حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اخی تم کو اپنے مقام سے یہاں تک آنے میں کتنا وقفہ ہوتا ہے، عرض کیا حضور دستار مبارک کا پیچ تمام نہیں فرمانے پائیں گے کہ غلام اپنے مقام سے یہاں حاضر ہوجائے گا، آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں سے تم کو حکم ملتا ہے وہاں پردہ پڑا ہے، جاؤ اس کو اٹھا کر دیکھو ادھر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دستار مبارک زیبِ سر فرمانا شروع کی، جبرئیل علیہ السلام نے مقام مذکور پر پردہ اٹھا کر دیکھا تو حضور پٹکا زیبِ سر فرمارہے ہیں، پھر زمین پر آکر اسی طرح پٹکا زیبِ سر فرماتے ہوئے دیکھا، اسی استعجاب میں چند مرتبہ آئے گئے، حیران ہوکر عرض کیا کہ حضور پھر مجھے کیوں دوڑایا جاتا ہے، جب یہاں بھی آپ اور وہاں بھی آپ، اور مثل ان کے، لہٰذا ایسے مضامین کا پڑھنا اور سننا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے" کسی سے اس بارے میں جھگڑا قصد نہیں ہے، اپنا عقیدہ صاف کرنے کی غرض سے یہ تکلیف دی جاتی ہے،

الجواب (۱) اگر آیا کی ضمیر حضرت عزت عزجلالہ کی طرف ہے تو بیشک عوام کا ایسا بکنا صریح کلمۂ کفر ہے اور اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف ہے تو حضور بیشک احد و احمد ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، دونوں حضور کے اسمائے طیبہ سے ہیں اور معنی یہ کہ حضور مظہرِ شانِ احدیت ہیں تجلی احدیت حضور کی عبدیت میں جلوہ گر ہے، اگر میم مخلوقیت و کمر پرستش بے ساتر نہ ہو تو عالم میں کوئی دیکھنے کی تاب نہ لائے، پھر بھی ایسے لفظ سے بچنے ہی کا حکم ہے کہ عوام کا ذہن ایسی دقیق توجیہ کی طرف نہ جائے گا اور ان کے فسادِ عقیدہ یا اس بات کا موہم ہوگا کہ وہ قائل کو گمراہ جانیں حدیث میں ہے، ایاك وما یعتذر منه فان الخیر لایعتذر منه دوسری حدیث میں ہے، ایاك وما یسوء الاذن تیسری حدیث میں ہے، حدثوا الناس بما یعرفون، چوتھی حدیث میں ہے، ما انت محدث قوما حدیثا لاتبلغه عقولهم الاکان علی بعضهم فتنة،

(۲) یہ اللہ عزوجل پر افترا ہے اور اس کا ظاہر کفر، وقد قال اللہ تعالٰی انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون،

(۳) بظاہر کفر ہے [ثہ] اور اس کا مقلد زندیق، عوام کو ایسا لفظ کفر کا کھلا راستہ ہے، عوام سے مراد وہ ہیں کہ مقام حقائق تک پہنچے اگرچہ علما کہلاتے ہوں اور ان سے بدتر وہ مسخرگانِ شیطان کہ جاہل ہیں اور علم حقائق کے مدعی،

(۴) فارسی شعر حضرت امیر خسرو قدس سرہ العزیز کا عاشقانہ غزل میں ہے، اسے یوں نعت شریف میں لے جانا اور کلام الٰہی ٹھہرانا اور اللہ ورسول میں یوں اتحاد ماننا بلکہ حضور کو جان اور اللہ کو تن جاننا یہ صریح کفر وارتداد ہے،

(۵) اس کا ظاہر بھی کلمۂ کفر ہے، وو قوع مثله فی کلام اللہ وکلام رسوله کما یذکر عن التورٰی جاء اللہ من طور سیناء واشرق من ساعیر واستعلٰی من فاران وحدیث یاموسٰی کنت مریضا فلم تعدنی کنت جائعا فلم تطعمنی وحدیث آخر وطأة بوج وامثال ذلك لایکون سندا للجواز فلیس للعبد ان یتعدی طوره وعلیه اتباع المحکمات دون ماتشابه منه،

(۶) پچھلا مصرع تو صحیح ہے اور پہلے کا نصف اخیر بھی یوں صحیح ہے کہ کرنا بنانے پیدا کرنے کو کہتے ہیں، ؎

ثہ اصل میں اسی طرح ہے، مگر اعلٰیحضرت کا خط نہیں، اس لئے ناقل سے غالباً سہو ہوا معلوم ہوتا ہے ۔۔ بیاض اصل میں بیاض ہے۔

گفتم ایں جام جہاں بیں بتو کے داد حکیم　　گفت آں روز کہ ایں گنبد مینائی کرد

یعنی اللہ عزوجل نے حضور کی مصطفائی پیدا کی حضور کو یہ مرتبہ بخشا البتہ نصف اول بہت سخت ہے اس میں تاویل بعید یہ ہے کہ خدائی مخلوقات کو کہتے ہیں، ع ساری خدائی اک طرف فضل الٰہی اک طرف، ــــ

اور خدائی کی پیدائش بطفیل حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا، لولاک لما خلقت الدنیا، حضور تخم وجود و اصل جود ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تو نسبت مجاز ہے، جیسے انبت الساببع البقل، بہار نے سبزہ اگایا، وقال اللہ تعالیٰ مما تنبت الارض، اگانے والا زمین کو فرمایا مگر حق یہ ہے کہ ایسی تاویل نہ لفظ کو کلمہ کفریہ ہونے سے بچائے نہ قائل کو اشد حرام کے ارتکاب سے، بہار و زمین غیر ذوی العقول پر قیاس نہ ہوگا اور رد المحتار ہے، مجرد ایہام المعنی المحال کاف فی المنع،

(۷) یہ روایت محض کذب و باطل و مردود و موضوع و افترا و اختراع ہے، قاتل اللہ واضعہا اور اس کا ظاہر سخت کفر ملعون ہے، ایسے تمام مضامین کا پڑھنا سننا سب حرام ہے، واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ از رام پور مرسلہ معشوق علی صاحب، ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر میلاد خواں مجلس میلاد شریف میں اس نظم کو پڑھتے ہیں،

اٹھا کر میم کا پردہ سب الا اللہ کہتے ہیں　　احد میں میم ضم کر کے صلی اللہ کہتے ہیں

ظہور ہو کر کے دنیا میں یہ فرمایا کہ بندہ ہوں　　تو سب ناسوت میں حضرت رسول اللہ کہتے ہیں

ہوئے ممکن سے جب واجب بنی ملکوت میں پہنچے　　وہاں سب دیکھ احد کو ظہور اللہ کہتے ہیں

جو پہنچا مرتبہ جبروت میں مسجود عالی کا　　تو اس جسم مطہر کو وہ نور اللہ کہتے ہیں

الست مرتبہ لاہوت مجھو ذات احمد کا　　سب اس رتبہ میں آنحضرت کو عین اللہ کہتے ہیں

خدا فرمائے گا محشر میں بخشا لو تم اب احمد　　گنہگاران امت کو شفیع اللہ کہتے ہیں

نزول از تا عروج حضرت کا لکھا ہے حقیقت سے　　خدا پہچان لو سب حسن اللہ کہتے ہیں

الجواب ان اشعار کا پڑھنا حرام حرام سخت حرام ہے، ان میں بعض کلمہ کفریہ ہیں اگرچہ تاویل کے سبب قائل کو کافر نہ کہیں اور بعض موہم کفر ہیں اور یہ بھی حرام ہے، رد المحتار میں ہے، مجرد ایہام المعنی المحال کاف فی المنع، ہاں بعض جیسے شعر چہارم و ششم ایہام کفر سے خالی ہیں، پھر بھی ششم میں مصرعہ دوم "گنہگاران امت الخ" کو حضرت عزت کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں اور چہارم میں مسجود کا لفظ مناسب نہیں، ہاں شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں، ہزاراں ہزار عاشق بر آستانۂ او (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سجدات می کنند و ایں مرتبہ ہیچ کس را نداده اند، مگر بطفیل ایں محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) برخے از اولیائے امت را شمۂ محبوبیت آں نصیب شدہ و مسجود خلائق و محبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم وسلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہما، واللہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ از ناگور مارواڑ دوکان سید محمد صدیق سید لعل محمد سوداگران مرسلہ حضرات مذکورین، ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ؎

ہمارے سرورِ عالم کا رتبہ کوئی کیا جانے ‏ ‏ خدا سے ملنا چاہے تو محمد کو خدا جانے

یہ شعر عام طور پر حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محفل میلاد شریف میں پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب اس شعر کا ظاہر صریح کفر ہے اور اس کا پڑھنا حرام ہے اور جو اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہو یقیناً کافر ہے ہاں اگر بقرینہ مصرعہ اولٰی یہ تاویل کرے کہ خدا سے ملنا چاہے تو یوں سمجھے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مرتبہ کو اللہ ہی جانتا ہے، تو یہ معنی صحیح ہیں، مگر ایسا موہم لفظ بولنا جائز نہیں، رد المحتار میں ہے، مجرد ایہام المعنی المحال کاف فی المنع، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از جودھپور مارواڑ مرسلہ قاضی محمد عبدالرحمٰن صاحب متخلص بہ طالب مدرس درجۂ اول سردار اسکول، ۱۸ جمادی الآخرہ ۳۶ھ

حضرتم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بتاریخ ۱۷ مارچ سنہ رواں بروز یکشنبہ جودھپور میں مشاعرہ تھا، مصرع طرح ہو بذا، "شب عاشق سحر نہ ہو جائے" نمبر ۲ پر ایک غزل نعتیہ پڑھی گئی، جس کا مطلع یہ ہے، ؎

نعت خیر البشر نہ ہو جائے ‏ ‏ دل حقیقت نگر نہ ہو جائے

کیا حضور یہ مطلع نعت میں ٹھیک ہے، اس کا قائل کہتا ہے کہ آپ کے دیوان میں بھی اس قسم کا کوئی شعر ہے، مگر وہ شعر دیوان میں دکھاتا نہیں اور خاکسار کے پاس دیوان ہے نہیں لہذا متکلف ہوں کہ اس میں جو کچھ امرِ حق ہو جواب سے سرفراز فرمادیں،

الجواب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہ مطلع سخت باطل وناجائز ہے، کہ اس میں نعت اقدس سے ممانعت ہے اور نعت اقدس اعظم فرائض ایمان سے ہے، اس سے ممانعت کس حد تک پہنچتی ہے اگر تاویل کی جگہ نہ ہوتی تو حکم بہت سخت تھا فقیر کے دیوان میں اصلاً کوئی شعر اس مضمون کا نہیں، وللہ الحمد وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ، مرسلہ سید محمد عبدالکریم صاحب، ۹ شعبان ۳۷ھ

حضور مندرجہ ذیل اشعار کے متعلق یہاں کے مولویوں نے یوں کہا ہے کہ اس کا جواب کوئی اہل اللہ دے گا لہذا اس کا جواب حضور ہی دیں گے۔ اشعار،

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ فال ‏ ‏ کہ من از خدا پیش بودم دو سال

من آں وقت کردم خدا را سجود ‏ ‏ کہ ذات وصفات خدا ہم نہ بود

الجواب دوسرا شعر ایسا مشکل نہیں، نبود سے نفی مطلق مقصود نہ مفہوم بلکہ نفی مقید بوقت سجدہ یعنی جس وقت میں نے سجدہ کیا اس وقت میں ذات وصفات نہیں اور یہ حق ہے کہ ذات وصفات الٰہی وقت وزمانہ سے متعالی ہیں وہ کسی وقت میں نہیں، وقت سے پاک ہیں، جیسے کسی مکان میں نہیں، مکان سے پاک ہیں، زمان ومکان سب حادث ہیں، اور ذات وصفات الٰہی قدیم، جب زمان ومکان نہ تھے، ذات وصفات سے ان سے جدا تھیں، ایسے ہی اب بھی ہیں اور ہمیشہ رہیں گی، پہلے شعر میں از خدا لفظ پیش سے متعلق نہیں بلکہ بودم سے اور پیش کا متعلق از ایں محذوف ہے، جیسے عربی میں کنا قبل فی اھلنا مشفقین، یعنی قبل ہذا اردو میں پہلے کہہ چکا، یعنی اس سے پہلے بو ہیں

پیش بود، یعنی پیش ازیں اس کا اشارہ حالت موجودہ کی طرف ہے، یعنی عالم اجسام میں ہونا اور سال سے مراد زمانہ ممتد کہ یہاں ہزار سال ہے تو مطلب یہ ہوا کہ میں اس عالم اجسام میں آنے سے دو ہزار برس پہلے خدا کی طرف سے وجود رکھتا تھا، موجود تھا اور یہ حق ہے، حدیث میں ہے، ان اللّٰہ تعالٰی خلق الارواح قبل الاجساد بالفی عام، اللہ تعالٰی نے روحیں جسموں سے دو ہزار برس پہلے بنائیں باایں ہمہ دونوں شعر موہم معنی کفر ہیں اور ان کا اطلاق سخت اشد حرام، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر بریلی محلہ سہوانی ٹولہ متصل مسجد چپ شاہ مسئولہ لیاقت حسین، طالب علم ۷ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شرع متین درباب اس شعر کے نعت رسول اکرم میں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہو ہذا، ؎

کردن مہمانی عشق محمد ۔۔۔ جگر کے کوفتے دل کے پسندے

(۱) ایا قابلیت نعت اور مولود خوانی کی رکھتا ہے یا نہیں، (۲) انسان کا گوشت حلال ہے یا حرام، (۳) کسی مقدس شخص کی مہمانی میں یا اس کے عشق کی مہمانی میں انسان کا گوشت پیش کرسکتے ہیں یا نہیں،

الجواب انسان کا گوشت انسان پر حرام ہے، عشق پر حرام نہیں وہ ایک آگ ہے کہ ماسوائے محبوب کو جلادیتی ہے، گوشت گھلانا اس کا پہلا فعل ہے، ولہذا حدیث میں فرمایا، ان اللّٰہ یبغض الحبر السمین، اللہ دشمن رکھتا ہے موٹے عالم کو، شعر میں مہمانی عشق ہی کہا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں پڑھ سکتے ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر کہنہ بریلی مسئولہ قاسم حسین رضوی مصطفائی، ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مندرجہ ذیل اشعار ایا کفر میں داخل ہیں اور ان کا لکھنے والا کافر ہے یا نہیں، ولادر حسین میلاد خواں نے میرے سامنے بیان کیا کہ ایک عالم مجدد نے ایسے شاعر کو کافر فرمایا ہے، اور تحریری فتوٰی میرے پاس موجود ہے اگر اس نے جھوٹ بولا اور ایک مسلمان پر کفر ثابت کرنے کے لئے ایک بزرگ پر اتہام رکھ کر ایسے غلط لفظ کہے تو کیا وہ کافر ہونے سے بری ہوسکتا ہے یا نہیں، اشعار یہ ہیں،

(۱) جوشش کرم پر بحر ہے دیکھو یہ الٹی لہر ہے ۔۔۔ ہم بھولے بیٹھے ہیں انھیں ان کو ہماری یاد ہے،

(۲) ہے ہم سے غلاموں کا کعبہ تو در آقا ۔۔۔ اللہ مبارک کرے سجدے کا ادا کرنا،

الجواب حاشا ان میں کوئی بات کفر تو کفر گمراہی کی بھی نہیں، ممکن کہ اور اشعار کی نسبت فتوٰی ہوا ہو اور دلاور حسین نے بے علمی کے سبب ان کے مضمون کو بھی ویسا ہی گمان کرکے یہ کہدیا ہو بہرحال جاہل کو احکام شرع خصوصاً کفر و اسلام میں جرأت سخت حرام اشد حرام ہے کوئی ہو کسے باشد، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از مراد آباد محلہ شیدی سرائے مرسلہ صابر حسین صاحب، ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا یہ شعر ہے، ؎

سکھی باپ کی گھڑی تو سیس دھری کہیں رکس نہ جاویں سام ہری ۔۔۔ کتے جاکے بروں کہاں ڈوب مروں سیاں سے جیا شرماوت ہے،

اس میں سام ہری جو خدا کا نام رکھا ہے سو یہ عمرو کے نزدیک کفر ہے ایا یہ قول عمرو کا صحیح ہے یا نہیں،

الجواب جاہل احمق نادان شاعر نے جو ہندی زبان کی نظم کہی اس میں معبود برحق عزجلالہ کی طرف انھیں لفظوں سے کنایہ کیا جو ہندی میں مستعمل ہے ایسے کلام اس قبیل سے ہوتے ہیں، جیسے حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی فرماتے ہیں،

خوشتر آں باشد کہ راز دیگراں ۔۔۔ گفتہ آید در حدیث دیگراں

اولیا اشعار میں لیلٰی وسلمٰی باندھتے ہیں اور مطلب سعدی دیگر ست، نہ کہ معاذ اللہ رب عزوجل کو ان ناموں سے تعبیر کیا بلکہ وہی، گفتہ آید در حدیث دیگراں، سیدالطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں، ان مجنون بنی عامر کان من احباء اللہ تعالٰی ستر شأنہ بجنونہ بلیلٰی، حضرت مجنون اولیا سے تھے، عشق لیلٰی کو پردہ کر رکھا تھا، نقلہ الزرقانی فی شرح المواھب لشریفۃ عن روضۃ العاشق لابن القیم واستغربہ، سیدی ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کسی کو یہ شعر پڑھتے سنا ؎

اسأل عن سلمی فھل من مخبر ۔۔۔ یکون لہ علم بھا این تنزل

میں سلمٰی کو پوچھتا ہوں ہے کوئی بتانے والا کہ وہ کہاں اترے گی، فرمایا واللہ ما فی الدارین عنھا مخبر، خدا کی قسم دونوں جہان میں کوئی اس کی خبر دینے والا نہیں، سیدی ابوسعید خراز رضی اللہ تعالٰی عنہ سوتے سوتے گھبرا کر روتے ہوئے اٹھے اور فرمایا کہ ابھی مجھ سے رب عزوجل نے خواب میں فرمایا ابوسعید تو لیلٰی وسلمٰی کے اشعار سنتا اور ان کے مضامین کو مجھ پر محمول کرتا ہے، اگر میں نہ جانتا کہ تو مجھ کو دوست رکھتا ہے تو وہ عذاب کرتا کہ نہ کیا ہوتا، ھر زبان ہندی میں معبود برحق کے اسما سے ہے، جیسے ایشور اور بظاہر اس میں کوئی معنی محال نہیں جیسے رام میں ہیں کہ ہر چیز پر رما ہونے اور سرایت وحلول پر دلیل ہے، اور سیام کنھیا کا نام نہیں اس کا وصف اس سے کرتے ہیں کہ وہ سیہ فام تھا اور سیام سیاہ کو کہتے ہیں اور صوفیہ کرام فرماتے ہیں تجلی ذات بحت کا رنگ خالص سیاہ ہوتا ہے، شاعر نے بڑی خطا کی بہت برا کیا اس پر توبہ لازم ہے، مگر حکم کفر غلو وغلط ہے، لایخرج العبد من الایمان الا جحود ما ادخلہ فیہ سواء صرح بہ اوجحد وجد الجحود وھذا اخبث واعند العنود والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از موضع خورد سُوڈا کخانہ بدو سرائے ضلع بارہ بنکی، مسئولہ سید صفدر علی صاحب، ۲ صفر ۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اس شعر کا شاعر اور قائل شرعًا کیسا ہے وھو ہذا ؎

نہ عرجو کا نہ رکھ روزہ نہ جا مسجد نہ کر سجدہ ۔۔۔ وضو کا توڑ کر کوزہ شراب شوق پیتا جا

(۲) بے نمازی کو نہ جانو دیں دار ۔۔۔ پیر ہو یا ہو مرید با بکار

الجواب (۱) یہ شعر کفر ہے، (۲) یہ شعر ٹھیک ہے، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ انتظام علی خاں صاحب چھتہ شیخ منگلو زیر جامع مسجد دہلی، ۱۰ جمادی الآخرہ ۳۹ھ

شعر اندرون غزل نعتیہ مصنفہ اکبر خاں مرئی،

عجب کھیل کھیلے عجب روپ بدلے ۔۔۔ زمانہ میں بہروپیا بن کے آیا،

اس قسم کے شعر حضور کی شان کے خلاف ہیں کہ نہیں اور ایسے شعر محافل میلاد شریف حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں پڑھنا چاہئے کہ نہیں "اللہ اللہ گفتہ اللہ می شوی" اس سے مراد لی گئی ہے کہ نمک میں ملی شے نمک ہوگئی، جو خدا میں ملا وہ خدا ہوگیا، یہ شعر قابل اعتراض ہے کہ نہیں، اور مصرعہ بالا "اللہ اللہ گفتہ اللہ می شوی" سے مراد اور مطلب کیا حاصل ہونا چاہئے،

الجواب بیرویئے والا شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صریح توہینوں پر مشتمل ہے، کھیل کھیلنا روپ بدلنا کتنا ہی توہین تھا مصرع دوم نے کفر پر رجسٹری کردی، والعیاذ باللہ تعالٰی، یہ کہنا کہ جو خدا میں ملا وہ خدا ہوگیا کفر ہے اس مصرع سے احتراز لازم ہے، مراد یہ ہے کہ فنافی اللہ می شوی، واللہ تعالٰی اعلم،

مسئلہ از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ خانقاہ برکاتیہ مسئولہ والاحضرت عظیم البرکت مولانا مولوی سید محمد میاں صاحب قادری دامت برکاتہم، ۳۰ رجب ۱۳۳۹ھ،

حضرت مولانا المعظم والمکرم والمحترم دامت برکاتہم العالیہ، بعد از تسلیم مع التعظیم والتکریم معروض خدمت۔ جناب مولوی حسن رضا خاں صاحب مرحوم کے نگارستان لطافت میں ان کی ایک غزل میں ان کا ایک شعر یہ ہے

شب اسرٰی کے دولہا پر نچھاور ہونے والی تھی … نہیں تو کیا غرض تھی اتنی جانوں کے بنانے سے

یہ شعر ان کے دیوان ذوق نعت میں بھی موجود ہے، جس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ اتنی جانوں کے بنانے سے غرض یہ تھی کہ شب اسرٰی کے دولہا پر ان کی نچھاور کی جائے حالانکہ افعال مولٰی عزوجل معلل بالاغراض نہیں ہوا کرتے، اس کا حل مجھے مطلوب ہے،

الجواب والاحضرت عظیم البرکت دامت برکاتہم العالیہ، تسلیم مع التعظیم، یہاں طرز ادا دو ہیں، اول ہم نے یہ کام نفع زید کے لئے کیا ورنہ ہمیں کیا غرض تھی، دوم اور کیا غرض تھی، اول میں اپنی غرض کی نفی مطلق ہے اور ثانی میں اس غرض کا اثبات اور غرض دیگر کی نفی، شعر میں طرز اول ہے، نہ دوم، تو اس میں مطلقاً نفی غرض ہے، بیان اس کا یہ ہے کہ فعل اختیاری کے لئے مصلحت یا غرض ضرور ہے ورنہ عبث ہوگا، اور مولٰی تعالٰی عبث سے پاک ہے، اس کے افعال مصالح سے مملو ہیں اور اغراض سے منزہ، وہ مصالح بھی راجع بعباد ہیں، مولٰی تعالٰی مصلحت و مفسدت سے پاک، مداح مرحوم مصلحت کا اس میں حصر کرتا ہے، لحدیث خلقت الخلق لاعرفھم کرامتک و منزلتک عندی ولولاک ماخلقت الدنیا، رواہ ابن عساکر عن سلمان الفارسی تو عرض کرتا ہے کہ مصلحت یہ تھی ورنہ کیا کوئی غرض تھی کہ اگر غرض و مصلحت دونوں نہ ہوں تو عبث لازم آئے، اور وہ محال ہے، لیکن مولٰی تعالٰی غرض سے پاک ہے لاجرم یہی مصلحت تھی، وہو تعالٰی اعلم،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُبحٰن السُّبُّوح عن عیب کذب مقبوح

مسئلہ از ابومحمد صادق علی مداح عفی عنہ، گڑھ مکٹیسری از میرٹھ بالائے کوٹ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین در بارۂ مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ جس کا اعلان تحریری وتقریری علمائے گنگوہ ودیوبند اور ان کے اتباع آج کل بڑے زور شور سے کر رہے ہیں، تحریر اً کتاب "براہین قاطعہ" میں کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھی کے نام سے شائع کی گئی (جس کی لوح پر لکھا ہے۔ بامر حضرت جنیں دجہاں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی" اور خاتمہ پر ان کی تقریظ بایں الفاظ ہے، "احقر الناس رشید احمد گنگوہی نے اس کتاب براہین قاطعہ کو اول سے آخر تک بغور دیکھا، الحق کہ یہ جواب کافی اور حجت وافی ہے اور مصنف کی وسعت نور علم اور فسحت ذکاء فہم پر دلیل واضح حق تعالیٰ اس تالیف نفیس میں کرامت قبولیت عطا فرمائے اور مقبول مقبولین ومعمول عاملین فرمائے، جس سے ثابت کہ گویا کتاب ہی تالیف ان کی ہے) صفحہ تین پر یوں مکتوب ہے،" امکان کذب کا مسئلہ اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں، رد محتار میں ہے، ھل یجوز الخلف فی الوعید فظاھر مافی المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہ، پس اس پر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے۔" انتہی ملخصاً، تقریراً مولوی ناظر حسن دیوبندی، مدرس اول مدرسہ عربی میرٹھ نے مسجد کوٹ پر بلند آواز سے چند مسلمانوں میں کہا کہ ہمارا تو اعتقاد یہ ہے کہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہ بولے مگر بول سکتا ہے، بہشتیوں کو دوزخ اور دوزخیوں کو بہشت میں بھیج دے تو کسی کا اجارہ نہیں، اور یہی امکان کذب ہے، انتہی۔

پس ایسا اعتقاد کیسا ہے اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، جس کا عقیدہ ایسا ہے، سچی بات بتاؤ اچھا اجر پاؤ۔

الجواب سبحٰن ربک رب العزۃ عما یصفون، وسلام علی المرسلین ۰ والحمد للہ رب العٰلمین، الحمد للہ المتعالی شانہ عن الکذب والجھل والسفہ والھزل والعجز والبخل وکل مالیس من صفات الکمال المنزہ عظیم قدسہ بکمال قدوسیتہ وجمال سبوحیتہ عن وصمۃ خروج ممکن او ولوج محال، قولہ الحق ووعدہ الصدق، ومن اصدق من اللہ قیلا ۰ وکلامہ الفصل وما ھو بالھزل فسبحٰن اللہ بکرۃ واصیلا ۰ لذاتہ القدم ولنعتہ القدم، فلا حادث یقوم ولا قائم یحول، وکلامہ ازلی وصدقہ ازلی، فلا الکذب یحدث ولا الصدق یزول، والصلاۃ والسلام علی الصادق المصدوق سید المخلوق النبی الرسول الاٰتی بالحق من عند الحق لدین الحق علی وجہ الحق و

والحق یقول فھو الحق وکتابہ الحق بالحق انزل وبالحق نزل وعلی الحق النزول ، واشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ حقاحقا، واشھد ان محمد اعبدہ ورسولہ بالحق ارسلہ صدقاً صدقاً، صلوات اللّٰہ وسلامہ علیہ وعلٰی الہ وصحبہ وکل من ینتمی الیہ، وعلینا معھم وبھم ولھم یاارحم الراحمین، امین امین، الٰہ الحق امین، قال المصدق لربہ بتوفیقہ العظیم المسبح لمولاہ عن کل وصف ذمیم، عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری، البرکاتی البریلوی، صدق اللّٰہ تعالٰی قولہ فی الدنیا والاخرۃ، وصدق فیہ ظنہ بالعفو والمغفرۃ، امین اللھم ھدایۃ الحق والصواب، ۔

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ بحول وقوت رب الارباب، اس مختصر جواب موضح صواب ومزیح ارتیاب میں اپنے مولیٰ جل وعلا کی تسبیح وتقدیس اور اس جناب رفیع وجلال منیع پر جرأت وجسارت والوں کی تقبیح وتفلیس کے لئے کلام کو چار تنزیہوں پر منقسم اور ایک خاتمہ پر مختتم اور بنظر ہدایت عوام وازاحت اوہام، ایک ضروری مقدمہ ان پر متقدم کرتا ہے،

تنزیہ اوّل، میں ائمہ دین وعلمائے معتمدین کے ارشادات متین جن سے بحمداللہ شمس وامس کی طرح روشن وہبین کہ کذب الٰہی بالاجماع محال اور اسے قدیم سے ائمہ سنت میں مختلف فیہ ماننا عناد ومکابرہ یا جاہلانہ خیال،

تنزیہ دوم میں بفضل ربانی دعوے اہل حق پر دلائل نورانی جن سے واضح ہو کہ کذب الٰہی قطعاً مستحیل اور دعائے امکان باطل وبے دلیل، ۔

تنزیہ سوم میں امام وہابیہ ومعلم ثانی طائفہ نجدیہ مصنف رسالہ یکروزی کی خدمت گزاری اور ان حضرت کے اوہام باطلہ وہذیانات عاطلہ کی ناز برداری کہ یہی صاحب ان حضرات نو کے امام کہن اور ان کے مرجع وملجا وماخذ ومنتہٰی، انھیں کے سخن،

تنزیہ چہارم میں جہالات جدیدہ کا علاج کافی اور اس امر حق کا ثبوت وافی کہ مسئلہ قدیمہ خلف وعید، اس حزب حادثہ سے منزلوں بعید، خاتمہ میں جواب مسائل وحکم قائل والحمد للہ مجیب السائل،

مقدمہ، اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق، مسلمان کا ایمان ہے کہ مولیٰ سبحانہ وتعالٰی کے لئے صفات کمال وبروجہ کمال ہیں، جس طرح کسی صفت کمال کا سلب اس سے ممکن نہیں، یونہی معاذ اللہ کسی صفت نقص کا ثبوت بھی امکان نہیں رکھتا۔ اور صفت کا بروجہ کمال ہونا یہ معنی کہ جس قدر چیزیں اس کے تعلق کی قابلیت رکھتی ہے، ان کا کوئی ذرہ اس کے احاطہ دائرہ سے خارج نہ ہو نہ یہ کہ موجود ومعدوم وباطل وموہوم میں کوئی شے ومفہوم بے اس کے تعلق کے نہ رہے، اگرچہ وہ اصلاً صلاحیت تعلق نہ رکھتی ہو اور اس صفت کے دائرہ سے محض اجنبی ہو۔ ۔

اب احاطہ ودائرہ کا تفرقہ دیکھئے: (۱) خلاق کبیر جل وعلا فرماتا ہے، خالق کل شیئ فاعبدوہ، وہ ہر چیز کا بنانے والا ہے تو اسے پوجو یہاں صرف حوادث مراد ہیں کہ قدیم یعنی ذات وصفات باری تعالٰی عزمجدہ مخلوقیت سے پاک، (۲) سمیع بصیر جل مجدہ فرماتا ہے، انہ بکل شیئ بصیر، وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے، یہ تمام موجودات قدیمہ وحادثہ سب کو شامل، مگر معدومات خارج یعنی مطلقاً یا

جس چیز نے ازل سے اب تک کسوتِ وجود نہ پہنی نہ ابد تک پہنے کہ ابصار کی صلاحیت موجود ہی میں ہے، جو اصلاً ہے ہی نہیں، وہ نظر کیا آئے گا تو نقصان جانب قابل ہے نہ جانب فاعل، شرح فقہ اکبر میں ہے، قد افتی ائمۃ سمرقند وبخارا... انہ (یعنی المعدوم) غیر مرئی، وقد ذکر الامام الزاہد الصفار فی اٰخر کتاب التلخیص ان المعدوم مستحیل الرؤیۃ وکذا المفسرون ذکروا ان المعدوم لایصلح ان یکون مرئی اللہ تعالٰی وکذا اقوال السلف من الاشعریۃ والماتریدیۃ ان الوجود علۃ جواز الرؤیۃ مع الاتفاق ان المعدوم الذی یستحیل وجودہ لایتعلق بہ رؤیتہ سبحانہ اھ، شرح السنوسیۃ الجزائریہ میں ہے، انھما (یعنی سمعہ تعالٰی وبصرہ) لایتعلقان الا بالموجود والعلم یتعلق بالموجود والمعدوم والمطلق والمقید اھ، حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے، المعدومات التی ماارادھا اللہ تعالٰی ولاتعلقت القدرۃ بایجادھا فی ازمنتھا المقدرۃ لھا، ولاکشف عنھا

(حاشیہ ص۲۱۳) فائدہ: اعلم انہ ربما یلمح کلام القاری فی منح الروض الی تخصیص بصارہ تعالٰی بالاشکال والالوان وسمعہ بالاصوات والکلام وقد صرح العلامۃ اللقانی فی شرح جوھرۃ التوحید بعمومھا کل موجود وتبعہ سیدی عبدالغنی فی الحدیقۃ وھذا کلام اللقانی قال لیس سمعہ تعالٰی خاصًا بالاصوات بل یعم سائر الموجودات ذواتٍ کانت اوصفات فیسمع ذاتہ العلیۃ وجمیع صفاتہ الازلیۃ کما یسمع ذواتنا وما قام بنا من صفاتنا کعلومنا والواننا وھکذا البصر سبحانہ وتعالٰی لایختص بالالوان ولا بالاشکال والاکوان فحکمہ حکم السمع سواءً بسواء فمتعلقھما واحد انتھٰی اما ما قال اللقانی قبل ذٰلک حیث عرف السمع بانھا صفۃ ازلیۃ قائمۃ بذاتہ تعالٰی تتعلق بالمسموعات او بالموجودات الخ، والبصر بانہ صفۃ ازلیۃ تتعلق بالمبصرات او بالموجودات الخ، فاقول لایجب ان یکون اشارۃ الی الخلاف بل اتی اولاً بالمبصرات معتمدًا علی بداھۃ تصورہ ثم اردف بالموجودات فرارًا عن صورۃ الدور ولیس فی التعبیرین تنافٍ اصلاً فان المبصر مایتعلق بہ الابصار ولیس فیہ دلالۃ علی خصوصیۃ شیئ دون شیئ فاذا کان الابصار یتعلق بکل شیئ کان المبصر والموجود متساویین، نعم لما کان ابصارنا الدنیوی العادی مختصًا باللون ونحوہ ربما یسبق الذھن الی ھذا الخصوص فازال الوھم بقولہ او بالموجودات اٰتیا بکلمۃ او للتخییر فی التعبیر، وھذہ نکتۃ اخرٰی للارداف وانما لم یکتف بہ لان ذکر المبصرات ادخل فی التمیز۔

ثم اقول تحقیق المقام ان الابصار لاشک انہ لیس کالارادۃ والقدرۃ والتکوین التی لایجب فعلیۃ جمیع التعلقات الممکنۃ لھا بل ھو من الصفات التی یجب ان تتعلق بالفعل بکل مایصلح لتعلقھا کالعلم فعدم الابصار لبعض مایصح ان یبصر نقص یجب تنزیھہ تعالٰی عنہ کعدم العلم ببعض مایصح ان یعلم وھذا مما لایجوز ان یتنازع فیہ عنزان انما الشان فی تعیین مایصح تعلق الابصار بہ فان ثبت القصر علی الاشکال والالوان والاکوان فذاک، وان ثبت عموم الصحۃ کل موجود وجب القول بتحقق عموم الابصار ازلا وابدًا لجمیع الکائنات القدیمۃ والحادثۃ الموجودۃ فی ازمنتھا المحققۃ، او المقدرۃ لما عرفت من انہ لایجوز ھھنا شیئ منتظر لکن الاول باطل للاجماع علی رؤیۃ المؤمنین ربھم تبارک وتعالٰی فی الدار الاٰخرۃ فکان اجماعًا علی ان صحۃ الابصار لاتختص بماذکر وقد صرح اصحابنا فی ھذا المبحث ان مصحح الرؤیۃ

العلم موجودة فی تلک الازمنة فلا یتعلق بہا السمع والبصر ولکن لاتلک المستحیلات بخلاف العلم فانہ یتعلق بالموجود والمعدوم، (۳) قوی قدیر تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے، وھو علی کل شیئ قدیر، وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے، یہ موجود و معدوم سب کو شامل، بشرط حدوث و امکان کہ واجب و محال اصلاً لائق مقدوریت نہیں، مواقف میں ہے، القدیم لایستند الی القدرۃ، شرح مقاصد میں ہے، لاشیئ من الواجب والممتنع بمقدور، امام یافعی فرماتے ہیں، جمیع المستحیلات العقلیۃ لاتعلق للقدرۃ بہا، کنز الفوائد میں ہے خرج الواجب والمستحیل فلا یتعلقان ای القدرۃ والارادۃ بہما، شرح فقہ اکبر میں ہے، مایمتنع بنفس مفہومہ کجمع الضدین وقلب الحقائق واعدام القدیم لایدخل تحت القدرۃ القدیمۃ، (۴) علیم خبیر عزشانہ فرماتا ہے، وھو بکل شیئ علیم، وہ ہر چیز کو جانتا ہے،) یہ کلیہ واجب و ممکن و قدیم و حادث و موجود و معدوم و مفروض و موہوم غرض ہر شے و مفہوم کو قطعاً محیط جس کے دائرے سے اصلاً کچھ خارج نہیں، یہ ان عمومات سے ہے، جو عموم قضیۂ مامن عام الا وقد خص منہ البعض، سے مخصوص ہیں، شرح مواقف میں فرمایا، علمہ تعالیٰ یعم المفہومات کلہا الممکنۃ والواجبۃ والممتنعۃ فھو اعم من القدرۃ لانہا تختص بالممکنات دون الواجبات والممتنعات، اب دیکھئے لفظ چاروں جگہ ایک ہے، یعنی کل شیئ مگر ہر صفت نے اپنے ہی دائرے کی چیزوں کو احاطہ فرمایا[1] جو اس کے قابل اور اس کے احاطہ میں داخل تھیں، تو جس طرح ذات و صفات خالق کا دائرۂ خلق میں نہ آنا معاذ اللہ عموم خالقیت میں نقصان نہ لایا، نقصان جب تھا کہ کوئی مخلوق احاطہ سے باہر رہتا یا معدومات کا دائرۂ ابصار سے مہجور رہنا عیاذاً باللہ، احاطۂ بصر الٰہی میں باعث فتور نہ ہوا فتور جب ہوتا کہ کوئی مبصر خارج رہ جاتا، اسی طرح صفت قدرت کا کمال یہ ہے کہ جو شے اپنی حد ذات[2] میں ہونے کے قابل ہے، اس سب پر قادر ہو کوئی ممکن احاطۂ قدرت سے جدا نہ رہے، نہ یہ کہ واجبات و محالات عقلیہ کو بھی شامل ہو جو اصلاً تعلق قدرت کی صلاحیت نہیں رکھتے، سبحان اللہ محال کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی طرح موجود نہ ہو سکے، اور مقدور وہ کہ قادر چاہے تو موجود ہو جائے، پھر یہ دونوں کیونکر جمع ہو سکتے ہیں، اور اس کے سبب یہ سمجھنا کہ کوئی شے دائرۂ قدرت سے خارج رہ گئی محض جہالت کہ محالات مصداق و ذات سے بہرہ ہی نہیں رکھتے، حتی کہ فرض و تجویز عقلی[3] میں بھی تو اصلاً یہاں کوئی شے تھی ہی نہیں جسے قدرت شامل نہ ہوئی یا، ان اللہ علی کل شیئ قدیر، کے عموم سے رہ گئی،

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۱۴) ھو الوجود وقد اجمعوا کما فی المواقف انہ تعالیٰ یری نفسہ فتبین ان الحق ھو التعمیم وان قولہ تعالیٰ انہ بکل شیئ بصیر جار علی صرافۃ عمومہ من دون تطرق تخصیص الیہ اصلا ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق ومن اتقن ھذا تیسر لہ اجراء ہ فی السمع بدلیل کلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ فافہم واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم، ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (لہ حاشیہ صفحہ ۲۱۵) اقول قولہ مارادو لاتعلقت ولاکشف عنہا شیئ عن معبر واحد وھو دوام العدم المناقض للوجود بالفعل فان کل ما اراد اللہ تعالیٰ فقد تعلقت القدرۃ بایجادہ بالفعل وبالعکس وما کان کذالک فقد کشف العلم عنہ موجودا بالاطلاق العام وبالعکس وذالک لان العلم موجود اتابع للوجود ولا وجود للمخلوق الابتعلق القدرۃ ولا تعلق للقدرۃ الابترجیح الارادۃ، کما تقرر کل ذالک فی مقرہ واللہ تعالیٰ اعلم، ۱۲ منہ، (لہ حاشیہ صفحہ ہذا) ای شملت ماتی دائرتہا وان لم یشملہ اللفظ کما فی العلم ولم تشمل ما لیس فیہا وان شملہ اللفظ کما فی الخلق وذالک ان الشیئ عندنا یختص بالموجود قال تعالیٰ اولا یذکر الانسان انا خلقناہ من قبل ولم یک شیئا ویعم الواجب قال تعالیٰ قل ای شیئ اکبر شہادۃ قل اللہ فافہم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (لہ یشیر الی ان مصحح المقدوریۃ نفس الامکان الذاتی، ۱۲ منہ، (لہ اوردہ تفسیرا للمراد بالفرض ۱۲ منہ،

یہاں سے ظاہر ہوگیا کہ مغویان تازہ جو اسی مسئلہ کذب و دیگر نقائص وغیرہا کی بحث میں بے علموں کو بہکاتے ہیں کہ مثلاً کذب یا فلاں عیب یا فلاں بات پر اللہ عزوجل کو قادر نہ مانا تو معاذ اللہ عاجز ٹھہرا اور ان اللّٰہ علی کل شیئ قدیر کا انکار ہوا یہ ان ہوشیاروں کی محض عیاری وتزویر اور بے چارے عوام کو بھڑکانے کی تدبیر ہے، ایہا المسلمون! قدرت الٰہی صفت کمال ہو کر ثابت ہوئی ہے نہ معاذ اللہ صفت نقص وعیب اور اگر محالات پر قدرت مانئے تو ابھی انقلاب ہوا جاتا ہے، وجہ سنئے، جب کسی محال پر قدرت مانی اور محال محال سب ایک سے، معہذا تمہارے جاہلانہ خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہئے اتنا ہی عجز وقصور سمجھئے تو واجب کہ سب محالات زیر قدرت ہوں اور منجملہ محالات سلب قدرت الٰہیہ بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالٰی اپنی قدرت کھو دینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنالینے پر بھی قادر ہو، اچھا عموم قدرت مانا کہ اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی، یونہی منجملہ محالات عدم باری عزوجل ہے تو اس پر بھی قدرت لازم اب باری جل وعلا عیاذاً باللہ واجب الوجود نہ ٹھہرا تعمیم قدرت کی بدولت الوہیت ہی پر ایمان گیا، تعالٰی اللّٰہ عما یقول الظالمون علواکبیرا ۰۔

پس بحمد اللہ ثابت ہوا کہ محال پر قدرت ماننا قطع نظر اس سے کہ خود قول بالمحال ہے، جناب باری عز اسمہ کو سخت عیب لگانا اور تعمیم قدرت کے پردے میں اصل قدرت بلکہ نفس الوہیت سے منکر ہو جانا ہے، للہ انصاف! حضرات کے یہ تو حالات اور اہل سنت پر معاذ اللہ عجز باری عزوجل ماننے کے الزامات، ہمارے دینی بھائی اس مسئلہ کو خوب سمجھ لیں، کہ حضرات کے مغالطہ وتلبیس سے امان میں رہیں، واللّٰہ الموفق،

تنزیہ اول ارشادات علما میں، اقول باللّٰہ التوفیق میں یہاں ازالہ اوہام حضرات مخالفین کو اکثر عبارات ایسی نقل کروں گا کہ امتناع کذب الٰہی پر تمام اشعریہ وماتریدیہ کا اجماع ثابت کریں جس کے باعث اس وہم عاطل کا علاج قاتل ہو کہ معاذ اللہ یہ مسئلہ قدیم سے مختلف فیہا ہے حاش للہ! بلکہ بطلان امکان پر اجماع اہل حق ہے، جس میں اہل سنت کے ساتھ معتزلہ وغیرہم فرق باطلہ بھی متفق ناظر ماہر دیکھے گا کہ میرا یہ مدعا ان عبارتوں سے کن کن طور پر رنگ ثبوت پائے گا، اول ظاہر وجلی یعنی وہ نصوص جن میں امتناع کذب پر صراحۃً اجماع منصوص، دوم اکثر عبارتیں علمائے اشعریہ کی ہوں گی تاکہ معلوم ہو کہ مسئلہ خلافی نہیں، سوم وہ عبارات جن میں بنائے کلام حسن وقبح عقلی کے انکار پر ہو کہ یہ اصول اشاعرہ سے ہے، تو لاجرم مسئلہ اشاعرہ وماتریدیہ کا اجماعی ہوا اگرچہ عند التحقیق صرف حسن وقبح بمعنی استحقاق مدح وثواب وذم وعقاب کی شرعیت وعقلیت میں تجاذب آرا ہے، نہ بمعنی صفت کمال وصفت نقصان کہ بایں معنی باجماع عقلا عقلی ہیں، کما نصوا علیہ جمیعاً ونبہ علیہ ھھنا المولٰی سعد الدین التفتازانی فی شرح المقاصد والمولی المحقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الھمام وغیرھما من الجھابذۃ الکرام۔

اب بتوفیق اللہ تعالٰی نصوص ائمہ وکلمات علما نقل کرتا ہوں، نص ۱۔ شرح مقاصد کے مبحث کلام میں ہے، الکذب محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللّٰہ تعالٰی محال اھ ملخصاً، جھوٹ باجماع علما محال ہے کہ وہ باتفاق عقلا عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال، نص ۲۔ اسی بحث حسن وقبح میں ہے، قد بینّا فی مبحث الکلام امتناع الکذب علی الشارع تعالٰی، ہم بحث کلام میں ثابت کر آئے کہ اللہ عزوجل پر کذب محال ہے، نص ۳۔ اسی کی بحث تکلیف بالمحال میں ہے، محال جھلۃ او کذبہ تعالٰی عن ذٰلک، اللہ تبارک وتعالٰی کا جہل یا کذب دونوں محال ہیں، برتری ہے اسے ان سے، نص ۴۔ اسی میں ہے، الکذب فی اخبار اللّٰہ تعالٰی فیہ مفاسد لاتحصٰی

ومطاعن فی الاسلام لاتخفی، منہامقال الفلاسفۃ فی المعاد ومجال الملاحدۃ فی العناد ومنہا بطلان ماعلیہ الاجماع من القطع بخلود الکفار فی النار مع صریح اخبار اللّٰہ تعالٰی بہ فجواز عدمہ ووقوع مضمون ھذا الخبر محتمل، ولما کان ھذا باطلا قطعا علم ان القول بجواز الکذب فی اخبار اللّٰہ تعالٰی باطل قطعا اھ ملتقطاً، یعنی خبرالٰہی میں کذب پر بیشمار خرابیاں اور اسلام میں آشکارا طعن لازم آئیں گے فلاسفہ حشر میں گفتگو لائیں گے، ملحدین اپنے مکابروں کی جگہ پائیں گے کفار کا ہمیشہ آگ میں رہنا کہ بالاجماع یقینی ہے، اس پر سے یقین اٹھ جائیں گے کہ اگرچہ خدا نے صریح خبریں دیں مگر ممکن ہے کہ واقع نہ ہوں اور جب یہ امور یقیناً باطل ہیں تو ثابت ہوا کہ خبرالٰہی میں کذب کو ممکن کہنا باطل ہے، نص ۵۔ شرح عقائد نسفی میں ہے، کذب کلام اللّٰہ تعالٰی محال اھ ملخصاً، کلام الٰہی کا کذب محال ہے، نص ۶۔ طوالع الانوار کی نوع متعلق بحث کلام میں ہے، الکذب نقص والنقص علی اللّٰہ تعالٰی محال، جھوٹ عیب ہے اور عیب اللّٰہ تعالٰی پر محال، نص ۷ مواقف کی بحث کلام میں ہے، انہ تعالٰی یمتنع علیہ الکذب اتفاقا اما عند المعتزلۃ فلان الکذب قبیح وھو سبحانہ لایفعل القبیح واما عندنا فلانہ نقص والنقص علی اللّٰہ تعالٰی محال اجماعاً، یعنی اہلسنت ومعتزلہ سب کا اتفاق ہے کہ اللّٰہ تعالٰی کا کذب محال ہے، معتزلہ تو اس لئے محال کہتے ہیں کہ کذب برا ہے اور اللّٰہ تعالٰی برا فعل نہیں کرتا، اور ہم اہل سنت کے نزدیک اس دلیل سے ناممکن ہے کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب اللّٰہ تعالٰی پر بالاجماع محال ہے، نص ۸۔ مواقف وشرح مواقف کی بحث حسن وقبح میں ہے، مدرک امتناع الکذب منہ تعالٰی عندنا لیس ھو قبحہ العقلی حتی یلزم من انتفاء قبحہ العقلی امتناعہ اذلہ مدرک اٰخر قد تقدم اھ ملخصاً، یعنی ہم اشاعرہ کے نزدیک کذب الٰہی محال ہونے کی دلیل قبح عقلی نہیں ہے کہ اس کے عدم سے لازم آئے کہ کذب الٰہی محال نہ جانا جائے بلکہ اس کے لئے دوسری دلیل ہے کہ اوپر گزری، یعنی وہی کہ جھوٹ عیب ہے اور اللّٰہ تعالٰی میں عیب محال، نص ۹۔ انھیں کی بحث معجزات میں ہے، قدمر فی مسئلۃ الکلام من موقف الالٰھیات امتناع الکذب علیہ سبحانہ وتعالٰی، یعنی ہم موقف الٰہیات سے مسئلہ کلام میں بیان کر آئے کہ اللّٰہ تعالٰی کا کذب زنہار ممکن نہیں، نص ۱۰۔ امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد مسایرہ میں فرماتے ہیں، یستحیل علیہ تعالٰی سمات النقص کالجھل والکذب، جتنی نشانیاں عیب کی ہیں، جیسے جہل وکذب سب اللّٰہ تعالٰی پر محال ہیں، نص ۱۱۔ علامہ کمال الدین محمد بن محمد ابن ابی شریف قدسی اس کی شرح مسامرہ میں فرماتے ہیں، لاخلاف بین الاشعریۃ وغیرھم فی ان کل ماکان وصف نقص فالباری تعالٰی عنہ منزہ وھو محال علیہ تعالٰی والکذب وصف نقص اھ ملخصاً، یعنی اشاعرہ وغیر اشاعرہ کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ جو کچھ صفت عیب ہے باری تعالٰی اس سے پاک ہے اور وہ اللّٰہ تعالٰی پر ممکن نہیں اور کذب صفت عیب ہے، نص ۱۲۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں، قولہ تعالٰی، فلن یخلف اللّٰہ عھدہ یدل علی انہ سبحانہ منزہ عن الکذب فی وعدہ ووعیدہ، قال اصحابنا لان الکذب صفۃ نقص والنقص علی اللّٰہ تعالٰی محال وقالت المعتزلۃ لان الکذب قبیح لانہ کذب فیستحیل ان یفعلہ فدل علی ان الکذب منہ محال اھ ملخصاً، اللّٰہ عزوجل کا فرمانا کہ اللّٰہ ہرگز اپنا عہد جھوٹا نہ کرے گا دلالت کرتا ہے کہ مولٰی تعالٰی وسبحانہ اپنے ہر وعدہ و وعید میں جھوٹ سے منزہ ہے، ہمارے اصحاب اہل سنت وجماعت اس دلیل سے کذب الٰہی کو ناممکن جانتے ہیں کہ وہ صفت نقص ہے اور اللّٰہ عزوجل پر نقص محال، اور معتزلہ اس دلیل سے ممتنع مانتے ہیں کہ کذب قبیح لذاتہ ہے تو باری عزوجل سے صادر ہونا محال، غرض ثابت ہوا کہ کذب الٰہی اصلاً امکان نہیں رکھتا، نص ۱۳۔ اللّٰہ عزوجل فرماتا ہے، وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا ط

لامبدل لکلمٰتہ ج وھو السمیع العلیم ۔ پوری ہے بات تیرے رب کی سچ اور انصاف میں کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتوں کا اور وہی ہے سنتا جانتا)، امام ممدوح اس آیت کے تحت میں لکھتے ہیں، اعلم ان ھذہ الاٰیۃ تدل علی ان کلمۃ اللّٰہ تعالٰی موصوفۃ بصفات کثیرۃ (الٰی ان قال) الصفۃ الثانیۃ من صفات کلمۃ اللّٰہ کونھا صدقا والدلیل علیہ ان الکذب نقص والنقص علی اللّٰہ تعالٰی محال۔ یہ آیت ارشاد فرماتی ہے کہ اللہ تعالٰی کی بات بہت صفتوں سے موصوف ہے، از انجملہ اس کا سچا ہونا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال، نص ۱۴ یہیں فرماتے ہیں، صحۃ الدلائل السمعیۃ موقوفۃ علی ان الکذب علی اللّٰہ تعالٰی محال۔ دلائل قرآن وحدیث کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ کذب الٰہی محال مانا جائے، نص ۱۵۔ زیر قولہ تعالٰی، ما کان اللّٰہ ان یتخذ من ولد سبحٰنہ، بعض تمسکات معتزلہ کے رد میں فرماتے ہیں، اجاب اصحابنا عنہ بان الکذب علی اللّٰہ تعالٰی محال، اہل سنت نے جواب دیا کہ کذب الٰہی محال ہے، نص ۱۶۔ علامہ سعد تفتازانی شرح مقاصد میں انھیں امام ہمام سے ناقل، صدق کلامہ تعالٰی لما کان عندنا ازلیا امتنع کذبہ لان ما ثبت قدمہ امتنع عدمہ، کلام خدا کا صدق جب کہ ہم اہل سنت کے نزدیک ازلی ہے تو اس کا کذب محال ہوا کہ جس چیز کا قدم ثابت ہے اس کا عدم محال ہے۔"

تنبیہ، انھیں امام علام کا ارشاد کہ "کذب الٰہی کا جواز ماننا قریب بکفر ہے، ان شاء اللہ تعالٰی تنزیہ چہارم میں آئے گا، نص ۱۷۔ تفسیر بیضاوی شریف میں ہے، ومن اصدق من اللّٰہ حدیثا انکار ان یکون احد اکثر صدقا منہ فانہ لایتطرق الکذب الی خبرہ بوجہ لانہ نقص وھو علی اللّٰہ تعالٰی محال۔ اللہ تعالٰی اس آیت میں انکار فرماتا ہے اس سے کہ کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا ہو کہ اس کی خبر تک تو کذب کو کسی طرح راہ ہی نہیں کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال، نص ۱۸۔ تفسیر مدارک شریف میں ہے، ومن اصدق من اللّٰہ حدیثا تمییز وھو استفہام بمعنی النفی ای لا احد اصدق منہ فی اخبارہ ووعدہ ووعیدہ لاستحالۃ الکذب علیہ تعالٰی لقبحہ لکونہ اخبارا عن الشیئ بخلاف ما ھو علیہ، آیت میں استفہام انکاری ہے، یعنی خبر ووعدہ و وعید کسی بات میں کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا نہیں کہ اس کا کذب تو محال بالذات ہے کہ خود اپنے معنی ہی کے رو سے قبیح ہے کہ خلاف واقع خبر دینے کا نام ہے، نص ۱۹۔ تفسیر علامۃ الوجود سیدی ابی السعود عمادی میں ہے، ومن اصدق من اللّٰہ حدیثا انکار لان یکون احد اصدق منہ تعالٰی فی وعدہ وسائر اخبارہ وبیان لاستحالتہ کیف لا والکذب محال علیہ سبحٰنہ دون غیرہ، آیت میں انکار ہے اس کا کہ کوئی شخص اللہ تعالٰی سے زیادہ سچا ہو وعدہ میں یا کسی خبر میں اور بیان ہے اس زیادت کے محال ہونے کا اور کیوں نہ محال ہو کہ اللہ تعالٰی کا کذب تو ممکن نہیں بخلاف اوروں کے نص ۲۰۔ تفسیر روح البیان میں ہے، ومن اصدق من اللّٰہ حدیثا انکار لان یکون احد اکثر صدقا منہ فان الکذب نقص وھو علی اللّٰہ محال دون غیرہ اھ ملخصا، آیت اس امر کا انکار فرماتی ہے کہ کوئی شخص صدق میں اللہ سے زائد ہو کہ کذب عیب ہے اور وہ خدا

لہ اقول استدل قدس سرہ بالقبح اما فی نظر الظاہر فلانہ رحمہ اللّٰہ تعالٰی من ائمتنا الماتریدیۃ ولذا اعدلت عنہ الاشاعرۃ کصاحب المواقف وصاحب المفاتیح کما سمعت نصہما واما عند التحقیق فلان عقلیۃ القبح بمعنی النقص من المجمع علیہ بین العقلاء وھؤلاء الاشاعرۃ رحمہم اللّٰہ تعالٰی انفسہم ناصون بذالک فلا علیک من ذھول من ذھل کما اومأنا الیہ فی صدر البحث واللّٰہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

پر محال ہے نہ اس کے غیر پر، نص ۲۱۔ شرح السنوسیہ میں ہے، الکذب علی اللہ تعالٰی محال لانہ دناءۃ، اللہ تعالٰی پر کذب محال ہے کہ وہ کمینہ پن ہے، نص ۲۲۔ فاضل سیف الدین ابہری کی شرح مواقف میں ہے، ممتنع علیہ الکذب اتفاقا لانہ نقص والنقص علی اللہ تعالٰی محال اجماعاً، کذب الٰہی بالاتفاق محال ہے کہ وہ عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالٰی پر بالاجماع محال، نص ۲۳۔ شرح عقائد جلالی میں ہے، الکذب نقص والنقص علیہ محال فلا یکون من الممکنات ولا تشملہ القدرۃ کسائر وجوہ النقص علیہ تعالٰی کالجھل والعجز، جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال تو کذب الٰہی ممکنات سے نہیں نہ اللہ تعالٰی کی قدرت اسے شامل جیسے تمام اسباب عیب مثل جہل وعجز الٰہی، کہ سب محال ہیں اور صراحۃً قدرت سے خارج، نص ۲۴۔ اسی میں ہے، لایصح علیہ تعالٰی الحرکۃ والانتقال ولا الجھل ولا الکذب لانھا نقص والنقص علی اللہ تعالٰی محال اللہ تعالٰی پر حرکت وانتقال وجہل وکذب کچھ ممکن نہیں کہ یہ سب عیب ہیں، اور عیب اللہ تعالٰی پر محال، نص ۲۵۔ کنز الفوائد میں ہے، قدس تعالٰی شانہ عن الکذب شرعا وعقلا اذ ھو قبیح یدرک العقل قبحہ من غیر توقف علی شرع فیکون محالا فی حقہ تعالٰی عقلا وشرعا کما حققہ ابن الھمام وغیرہ اللہ عزوجل بحکم شرع وبحکم عقل ہر طرح کذب سے پاک مانا گیا، اس لئے کہ کذب قبیح عقلی ہے کہ عقل خود بھی اس کے قبح کو مانتی ہے، بغیر اس کے کہ اس کا پہچاننا شرع پر موقوف ہو تو جھوٹ بولنا اللہ تعالٰی کے حق میں عقلاً وشرعاً ہر طرح محال ہے، جیسے کہ امام ابن الہمام وغیرہ نے اس کی تحقیق افادہ فرمائی، نص ۲۶۔ مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتے ہیں، الکذب علیہ تعالٰی محال، اللہ تعالٰی پر کذب محال ہے، نص ۲۷۔ مسلم الثبوت میں ہے، المعتزلۃ قالوا لولا کون الحکم عقلیا لما امتنع الکذب منہ تعالٰی عقلا، والجواب انہ نقص فیجب تنزیھہ تعالٰی عنہ کیف وقد مر انہ عقلی باتفاق العقلاء ولان ماینافی الوجوب الذاتی من جملۃ النقص فی حق الباری تعالٰی ومن الاستحالات العقلیۃ علیہ سبحنہ اھ ملخصا مع الشرح، حاصل یہ کہ معتزلہ نے اہلسنت سے کہا اگر حکم عقلی نہ ہو تو اللہ تعالٰی کا کذب محال نہ رہے حالانکہ اسے ہم تم بالاتفاق محال عقلی مانتے ہیں، اہل سنت نے جواب دیا کہ کذب اس لئے محال عقلی ہوا کہ وہ عیب ہے تو واجب ہوا کہ اللہ تعالٰی کو اس سے منزہ مانیں اس کے عقلی ہونے پر تمام عقلا کا اجماع ہے، وجہ یہ ہے کہ کذب الوہیت کی ضد ہے اور جو کچھ الوہیت کی ضد ہے وہ سب سے اللہ تعالٰی کے حق میں عیب ہے اور اس کی شان میں محال عقلی، نص ۲۸۔ مولانا نظام الدین سہالی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔ الکذب نقص لان ماینافی الوجوب الذاتی من الاستحالات العقلیۃ بل اللّٰہ اثبت الحکماء والذین ھم غیر متشرعین بشاعۃ الاستحالۃ المذکورۃ فان الوجوب والکذب لایجتمعان کما بین فی الکلام اھ ملخصا، جھوٹ بولنا عیب ہے کہ جو کچھ خدا ہونے کے منافی ہے، وہ سب محال عقلی ہے اسی دلیل سے وہ حکما تک اسے محال جانتے ہیں جو کسی شریعت پر ایمان نہیں رکھتے کہ خدائی و دروغ گوئی جمع نہ ہوں گی جیسا کہ علم کلام میں ثابت ہوچکا ہے، نص ۲۹۔ مولانا بحر العلوم عبد العلی ملک العلما فواتح الرحموت فرماتے ہیں، اللہ تعالٰی صادق قطعاً لاستحالۃ الکذب ھھنا اللہ تعالٰی یقیناً سچا ہے کہ وہاں کذب کا امکان ہی نہیں، نص ۳۰۔ افسوس کہ امام وہابیہ کے نسباً چچا اور طریقۃً باپ اور طریقۃً دادا یعنی شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے بھی اس لپسر ناموری کی رعایت نہ فرمائی کہ تفسیر عزیزی میں زیر قولہ تعالٰی فلن یخلف اللہ عھدہ یوں تصریح کی ٹھہرائی، خبر او تعالٰی کلام ازلی اوست وکذب در کلام نقصان ست عظیم کہ ہرگز بصفات او راہ نیابد در حق او تعالٰی کہ مبرا از جمیع عیوب و

نقائص ست خلاف خبر مطلقاً نقصان محض ست اھ ملخصاً،

مدعیان جدید سے پوچھا جائے جناب باری میں کہاں تک نقصان ممکن مانتے ہیں، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، اللہ تعالٰی سچا ایمان سچا ادب نصیب فرمائے، آمین،

یہاں نصوص ائمہ و تصریحات علما میں نہایت کثرت اور جس قدر فقیر نے ذکر کئے عاقل منصف کے لئے ان میں کفایت بلکہ ایسے مسائل میں ہنگام تنبہ یا ادنٰی تنبیہ پر سلامت عقل و نور ایمان دو شاہد عدل کی گواہی معتبر واذ وعیت ما القی علیک الیراع وتبین الاجماع وبان ان لیس لاحد نزاع فلا علیک من اضطراب مضطرب والحمد للہ المنزہ عن الکذب،

تنزیہ دوم دلائل قاہرہ و حجج باہرہ میں فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ بتوفیق مولٰی سبحانہ وتعالٰی ان مختصر سطور میں بلحاظ ایجاز کذب باری عزاسمہ کے محال صریح اور توہم امکان کے باطل قبیح ہونے پر صرف تیس دلیلیں ذکر کرتا ہے جن خمسہ اولٰی کلمات طیبات ائمہ کرام و علمائے عظام علیہم رحمۃ الملک المنعام میں ارشاد و الہام ہوئیں، اور باقی پچیس ہادی اجل عزوجل کے فیض ازل سے عبد اذل کے قلب پر القا کی گئیں، والحمد للہ رب العلمین، **دلیل اول**، کہ نصوص سابقہ میں مکرر گزری جس پر طوالع[1] و شرح[2] مقاصد و مسایرہ[3] و مسامرہ[4] و مفاتیح الغیب[5] و مدارک[6] و بیضاوی[7] و ارشاد العقل[8] و روح البیان[9] و شرح سنوسیہ[10] و شرح ابہری[11]، و شرح عقائد[12] جلالی و کنز الفوائد[13] و مسلم الثبوت[14] و شرح نظامی[15] و فواتح الرحموت[16] وغیرہا کتب کلام و تفسیر و اصول میں تعویل فرمائی کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب باری عزوجل کے حق میں محال، اور فی الواقع یہ کلیہ اصول اسلام و قواعد علم کلام سے ایک اصل عظیم و قاعدۂ جلیلہ ہے جس پر تمام عقائد تنزیہ بلکہ مسائل صفات ثبوتیہ بھی متفرع، کما لا یخفی علی من طالع کلمات القوم، شرح عقائد نسفی میں ہے، الحی القادر العلیم السمیع البصیر الشائی المرید لان اضداد ھا نقائص یجب تنزیہ اللہ تعالٰی عنہا، شرح سنوسیہ میں ہے، اما برھان وجوب السمع والبصر والکلام للہ تعالٰی فالکتاب والسنۃ والاجماع وایضا لو لم یتصف بہا لزم ان یتصف باضدادھا وھی نقائص والنقص علیہ تعالٰی محال، شرح مواقف میں ہے، لا طریق لنا الی معرفۃ[1] الصفات سوی الاستدلال بالافعال والتنزہ عن النقائص، ـ

اقول وباللہ التوفیق، بداہت عقل شاہد ہے کہ اللہ عزمجدہ جمیع عیوب و نقائص سے منزہ اور اس کا ادراک[2] شرع پر موقوف نہیں ولہذا بہت عقلائے غیر اہل ملت بھی تنزیہ باری جل مجدہ میں ہمارے موافق ہوئے، وان یثبتوا بجہلہم ما یستلزم النقص غیر دارین انہ کذلک بل زاعمین[3] انہ ھو الکمال ولا عبرۃ بسخافات الحمقاء الذین لا عقل لہم ولا دین اعاذنا اللہ تعالٰی من شرہم اجمعین۔ یہاں تک کہ فلاسفہ نے بھی بزعم خود اس اصل اصیل پر مسائل متفرع کئے، منہا ما فی المواقف وشرحہا قال جمہور الفلاسفۃ لا یعلم الجزئیات المتغیرۃ والا فاذا علم مثلا ان زیدا فی الدار الآن ثم خرج عنہا فاما ان یزول ذلک ویعلم انہ لیس

---

[1] ای عقلا اذ فیہ الکلام بدلیل الحصر فافاد ان التنزہ عن النقائص واجب للذات الواجب عقلا فالاتصاف بشیئ منہا محال عقلا ۱۲ منہ [2] وقد صرح بہ فی الکنز وشرح المواقف اما الکنز فقد سمعت نصہ واما السید فلما عرفت انفا ۱۲ منہ

[3] کما قالوا فی صدور العالم بالایجاب کما سیأتی ۱۲ منہ،

فی الدار اویبقی ذالک العلم بعینہ بحالہ والاول یوجب التغیر فی ذاتہ من صفۃ الٰی اخرٰی والثانی یوجب الجھل وکلاھما نقص یجب تنزیھہ تعالٰی عنہ اھ ومنھا مافیہ ایضًا اما الفلاسفۃ فانکروا القدرۃ بالمعنی المذکور لاعتقادھم انہ نقصان واثبتوا لہ الایجاب زعما منھم انہ الکمال التام۔ پھر شرع مطہر کی طرف رجوع کیجئے تو مسئلہ اعلٰی ضروریات دین سے ہے، جس طرح قرآن وحدیث نے باری جل مجدہ کی توحید ثابت فرمائی یونہی ہر عیب ومنقصت سے اس کی تنزیہ وتقدیس اور خود کلمہ طیبہ سبحٰن اللّٰہ واسمائے حسنٰی سبوح وقدوس کے معنی ہی یہ ہیں ولہذا تسبیحات حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں وارد سبحان الذی لاینبغی التسبیح الا لہ جس کے باعث توقیر و توقف اور تسجودہ کو اس سے فصل کیا گیا، پھر مرتبہ اجمال میں اس پر اجماع اہل اسلام منعقد کوئی لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنے والا اپنے رب عزوجل پر عیوب ونقائص روا نہ رکھے گا، فالاجماع فی الدرجۃ الثالثۃ من الادلۃ لاانہ العمدۃ فی اثبات المسئلۃ کما وقع عن بعض الاجلۃ فاعرف۔

دلیل دوم۔ العظمۃ للہ اگر کذب الٰہی ممکن ہو تو اسلام پر وہ طعن لازم آئیں کہ اٹھائے نہ اٹھیں کافروں ملحدوں کو اعتراض ومقال وعناد وجدال کی وہ مجالیں ملیں کہ مٹائے نہ مٹیں، دلائل قرآن عظیم ووحی حکیم یکدست ہاتھ سے جائیں، حشر ونشر وحساب وکتاب وجنت ونار وثواب وعذاب کسی پر یقین کی کوئی راہ نہ پائیں کہ آخر ان امور پر ایمان صرف اخبار الٰہی سے ہے، جب معاذ اللہ کذب الٰہی ممکن ہو تو عقل کو ہر خبر الٰہی میں احتمال رہے گا شاید یونہی فرمادی ہو، شاید ٹھیک نہ پڑے، سبحٰنہ وتعالٰی عما یصفون، ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم، یہ دلیل شرح مقاصد میں افادہ فرمائی جس کی عبارت نص چہارم میں گزری اور امام رازی نے بھی تفسیر کبیر میں زیر قولہ تعالٰی وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا اس کی طرف اشعار کیا کذب الٰہی کے محال ہونے پر دلیل عقلی قائم کرکے فرماتے ہیں، ولایجوز اثبات ان الکذب علی اللّٰہ محال بالدلائل السمعیۃ لان صحۃ الدلائل السمعیۃ موقوفۃ علی ان الکذب علی اللّٰہ تعالٰی محال فلو اثبتنا امتناع الکذب علی اللّٰہ تعالٰی بالدلائل السمعیۃ لزم الدور وھو باطل۔ **اقول** وباللّٰہ التوفیق، تنویر دلیل یہ ہے کہ عقل جس امر کو ممکن جانے گی اور ممکن وہی جسے وجود وعدم دونوں سے یکساں نسبت ہو تو چاہے وہ امر کیسا ہی مستبعد ہو مگر عقل از پیش خویش اس کے ازلاً ابداً عدم وقوع پر جزم نہیں کرسکتی کہ ہر ممکن مقدور اور ہر مقدور صالح تعلق ارادہ اور ارادہ الٰہیہ امر غیب ہے جس تک عقل کی اصلا رسائی نہیں پھر وہ بطور خود کیوں کر کہہ سکتی ہے کہ اگرچہ کذب الٰہی زیر قدرت ہے مگر مجھے اس کے ارادہ پر خبرت ہے کہ ازل سے ابد تک بولا نہ بولے ارادہ پر حکم وہیں کرسکتے ہیں، جہاں خود صاحب ارادہ جل مجدہ خبر دے کہ فلاں امر ہم کبھی صادر نہ فرمائیں گے، کقولہ تعالٰی، لایکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا۔ وقولہ تعالٰی، یرید اللّٰہ بکم الیسر ولایرید بکم العسر، امام فخر الدین رازی تفسیر سورہ بقرہ میں زیر آیہ کریمہ ام تقولون علی اللّٰہ مالا تعلمون o فرماتے ہیں، الاٰیۃ تدل علٰی فوائد (الی ان قال) ثانیھا ان کل ماجاز وجودہ وعدمہ عقلا لم یجز المصیر الی الاثبات او الی النفی الا بدلیل سمعی، اور تفسیر سورہ انعام میں زیر قولہ تعالٰی قل اللّٰہ شھید بینی وبینکم فرماتے ہیں، المطالب علی اقسام ثلثۃ، منھا مایمتنع اثباتہ بالدلائل السمعیۃ فان کل ماتوقف صحۃ السمع علی صحتہ امتنع اثباتہ بالسمع والا لزم الدور، ومنھا مایمتنع اثباتہ بالعقل وھو کل شیئ یصح وجودہ ولایصح عدمہ عقلا فلا امتناع فی احد الطرفین اصلا فالقطع علی احد الطرفین بعینہ لایمکن الا بالدلیل السمعی الخ۔

امام الحرمین قدس سرہ کتاب الارشاد میں ارشاد کرتے ہیں، اعلموا وفقکم اللّٰہ تعالٰی ان اصول العقائد تنقسم الی مایدرك عقلا ولا یسوغ تقدیر ادراکہ سمعا والی مایدرك سمعا ولا یتقدر ادراکہ عقلا والی ما یجوز ادراکہ سمعا وعقلا فاما ما لا یدرك الا عقلا فکل قاعدۃ فی الدین یتقدم علی العلم بکلام اللّٰہ تعالٰی ووجوب اتصافہ بکونہ صدقا اذ السمعیات تستند الی کلام اللّٰہ تعالٰی وماسبق ثبوتہ فی المرتبۃ علی ثبوت الکلام وجوبا فیستحیل ان یکون مدرکہ السمع واما ما لا یدرك الا سمعا فھو القضاء بوقوع مایجوز فی العقل فلا یتقدر الحکم بثبوت الجائز ثبوتہ فیما غاب عنا الا بسمع الخ، شرح عقائد نسفی میں ہے، القضایا منھا ماھی ممکنات فلا طریق الی الجزم باحد جانبیھا فکان من فضل اللّٰہ ورحمتہ ارسال الرسل لبیان ذلك اھ ملخصاً، میں کہتا ہوں اب آدمیوں ہی میں دیکھ لیجئے کہ جو کام زید کی قدرت میں ہے دوسرا ہرگز اس پر جزم نہیں کرسکتا کہ وہ کبھی اسے نہ کرے گا، پھر یہاں بعد اخبار زید بھی جزم و تیقن کی راہ نہیں، مثلاً زید کہے بلکہ قسم بھی کھائے کہ میں اس سال ہرگز سفر نہ کروں گا تاہم دوسرا اگرچہ صدق زید کا کیسا ہی معتقد ہو قسم نہیں کھاسکتا کہ زید اس سال یقیناً سفر نہ کرے گا اور کھائے تو سخت جری و بیباک اور نگاہ عقلا میں ہلکا ٹھہرے گا تو وجہ کیا وہی کہ غیب کا حال معلوم نہیں اور زید کی بات سچی ہی ہونی کیا ضرور ممکن کہ فرق پڑ جائے، جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہولیا اور اب تم نے کذب الٰہی کو زیر قدرت مانا تو عقلاً تو ہر خبر میں احتمال کذب ہوا ہی رہا، یہ کہ خبر الٰہی یقین دلائے کہ اللہ عزوجل اگرچہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر کبھی بولا نہ بولے ہیہات اس یقین کی طرف بھی کوئی راہ نہیں کہ آخر یہ خبر کلام الٰہی سے خود ایک کلام ہوگی تو عقلاً ممکن کہ یہی بروجہ کذب صادر ہوئی ہو پھر کونسا ذریعہ وثوق رہا جس کے سبب عقل یقین کرسکے کہ یہ ممکن جو قدرت الٰہی میں تھا واقع نہ ہوا،

خلاصہ یہ کہ جب کذب عقلاً ممکن تو استحالہ عقلی تو تم خود نہیں مانتے رہا استحالہ شرعی وہ دلیل شرع سے مستفاد ہوتا ہے اور دلائل شرع سب کلام الٰہی کی طرف منتہی، کما مر من ارشاد امام الحرمین، تو جس کلام الٰہی سے کذب الٰہی کا استحالہ ثابت کیجئے پہلے خود اسی کلام الٰہی کا وجوب صدق شرعاً ثابت کرلیجئے! لاجرم دور یا تسلسل سے چارہ نہیں اب عقل و شرعی دونوں استحالے اٹھ گئے اور اللہ تعالٰی کی بات معاذ اللہ زید و عمرو کی سی بات ہوکر رہ گئی، تعالی اللّٰہ عما یقولون علوا کبیرا۔ پھر حشر و نشر و جنت و نار وغیرہا تمام سمعیات پر ایمان لانے کا کیا ذریعہ ہے، ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم ھذا ما عندی فی تقریر دلیل ھؤلاء الاعلام وفی المقام ابحاث طوال تعرف بالغوص فی لجج الکلام،

دلیل سوم مواقف و شرح مواقف میں ہے اما امتناع الکذب علیہ تعالٰی عندنا فلثلثۃ اوجہ الی ان قال، وایضا فیلزم علی تقدیر ان یقع الکذب فی کلامہ سبحانہ ان نکون نحن اکمل منہ فی بعض الاوقات اعنی وقت صدقنا فی کلامنا یعنی کذب الٰہی محال ہونا ہم اہل سنت کے نزدیک تین دلیل سے ہے ایک یہ کہ اس کے کلام میں کذب آئے تو بعض وقت ہم اس سے اکمل ہوجائیں جب کہ ہم اپنے کلام میں سچے ہوں، ــــ

اقول تقریر دلیل یہ ہے کہ ہر محکی عنہ میں امکان عقلی کہ انسان اسے بروجہ صحیح حکایت کرے اور شک نہیں کہ جس حکایت میں جو سچا ہو وہ اس میں جھوٹے پر خاص اس وجہ کی رو سے فضل رکھتا ہے اگرچہ اور کروروں وجہ سے مفضول ہو اب اگر کذب الٰہی ممکن ہو تو معاذ اللہ جس وقت وہ جھوٹ بولے اور انسان اسی بات کو مطابق واقع ادا کرے تو لازم کہ آدمی اس وجہ سے اس سے افضل ہوجائے اور باری عزوجل پر کسی جہت سے

کسی مخلوق کو کسی طرح کا فضل جزئی بھی اگرچہ نہایت ضعیف و مضمحل ہو ملنا محال! تو ثابت ہوا کہ امکان کذب باطل خیال، فافہم والعزۃ للّٰہ ذی الجلال ثم اقول اس دلیل کی ایک مختصر تقریر یوں ممکن کہ اگر کذب خالق ممکن ہو تو کتنی بڑی شناعت ہے کہ خلق سچی اور خالق جھوٹا ہو العیاذ باللّٰہ رب العٰلمین، لیکن صدق خلق محال نہیں تو کذب خالق ممکن نہیں،

دلیل چہارم، جس کی طرف امام فخرالدین رازی نے نص ۱۶ میں اشارہ فرمایا کہ جب اہل سنت کے نزدیک اللہ عزوجل کا صدق ازلی تو کذب محال کہ ہر ازلی ممتنع الزوال، اقول وباللّٰہ التوفیق تصویر دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل پر اسم صادق کا اطلاق قطع نظر اس سے کہ قرآن[1] وحدیث و اجماع سے ثابت مخالفان یعنی طائفہ جدیدہ کو بھی مقبول کہ وہ بھی اللہ عزوجل کو صادق بالفعل تو مانتے ہیں اگرچہ صادق بالضرورۃ ہونے سے صاف انکار کرتے ہیں کہ جب کذب ممکن جانا اور امکان نہیں مگر جانب مخالف سے سلب ضرورت تو لاجرم باری تعالٰی کے صادق ہونے کو ضروری نہ مانا، مگر جاہل کہ صادق بالفعل ماننا بھی اُن کے مذہب نامہذب کا استیصال کر گیا کہ جب وہ صادق ہے اور صدق مشتق قیام مبدء کو مستلزم تو واجب کہ صدق اس کی ذات پاک سے قائم اور ذات الٰہی سے قیام حوادث محال تو ثابت کہ صدق الٰہی ازلی ہے، بعینہٖ اسی طریقہ سے ہمارے ائمہ کرام نے تکوین وغیرہ کا صفات ازلیہ ہونا ثابت فرمایا شرح عقائد نسفی میں ہے، (التکوین صفۃ) للّٰہ تعالٰی لاطباق العقل والنقل علی انہ تعالٰی خالق للعالم مکون لہ وامتناع اطلاق الاسم المشتق علی الشیئ من غیر ان یکون ماخذ الاشتقاق وصفالہ قائمابہ (ازلیۃ) لوجوہ الاول انہ یمتنع قیام الحوادث بذاتہ تعالٰی لمامر اھ ملخصا، اسی میں ہے، اللّٰہ تعالٰی متکلم بکلام ھو صفۃ لہ ضرورۃ امتناع اثبات المشتق لشیئ من غیر قیام ماخذ الاشتقاق بہ، منح الروض میں مسامرہ سے ہے، الایمان من صفات اللّٰہ تعالٰی لان من اسمائہ الحسنٰی المؤمن کما نطق بہ الکتاب العزیز وایمانہ ھو تصدیقہ فی الازل لکلامہ القدیم ولا یقال ان تصدیقہ محدث ولا مخلوق تعالٰی ان یقوم بہ حادث اھ ملخصًا، اور جب صدق الٰہی ازلی ہوا تو امکان کذب کا محل نہ رہا کہ اس کا وقوع بے انعدام صدق ممکن نہیں تحقیقا لمعنی التضاد اور انعدام صدق محال ہے کہ علم کلام میں مبین ہوچکا کہ قدیم اصلاً قابل عدم نہیں، فتبصر،

دلیل پنجم، اگر باری عزوجل کذب سے متصف ہوسکے تو اس کا کذب اگر ہوگا تو قدیم ہی ہوگا کہ اس کی کوئی صفت حادثہ نہیں اور جو قدیم ہے معدوم نہیں ہوسکتا تو لازم کہ صدق الٰہی محال ہوجائے حالانکہ یہ بالبداہۃ باطل، تو کذب سے اتصاف ناممکن، یہ دلیل تفسیر کبیر ومواقف وشرح مقاصد میں افادہ فرمائی امام کی عبارت یہ ہے، زیر قولہ تعالٰی، ومن اصدق من اللّٰہ حدیثا ہ امتناع کذب الٰہی پر اہل سنت کی دلیل بیان کرتے ہیں، اما اصحابنا فدلیلھم انہ لو کان کاذبًا لکان کذبہ قدیما ولو کان کذبہ قدیما لامتنع زوال کذبہ لامتناع العدم علی القدیم ولو امتنع زوال کذبہ قدیما لامتنع کونہ صادقا لان وجود احد الضدین یمنع وجود الاٰخر فلو کان کاذبا لامتنع

---

[1] اما القراٰن فقولہ تعالٰی ذٰلک جزینٰھم ببغیھم وانا لصٰدقون ہ وقولہ تعالٰی ومن اصدق من اللّٰہ قیلا ہ فان المعنی ان اللّٰہ تعالٰی اصدق قائل وحمل الاصدق حمل الصادق مع زیادۃ واما الحدیث فقد عد الصادق من الاسماء الحسنٰی فی حدیث ابن ماجۃ وحدیث الحاکم فی المستدرک وابی الشیخ وابن مردویہ فی تفسیریھما وابی نعیم فی کتاب الاسماء الحسنٰی کلھم عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم واما الاجماع فظاھر لاینکر ۱۲ منہ۔

ان الصدق لکنہ غیر ممتنع لانا نعلم بالضرورۃ ان کل من علم شیئا فانہ لا یمتنع علیہ ان یحکم علیہ بحکم مطابق للمحکوم علیہ والعلم بھذہ الصحۃ ضروری فاذا کان امکان الصدق قائما کان امتناع الکذب حاصلا لامحالۃ، **اقول** وباللہ التوفیق تحریر دلیل یہ ہے کہ تم نے باری عزوجل کا تکلم بکلام کذب تو ممکن مانا اس کا کاذب ومتصف بالکذب ہونا بھی ممکن مانتے ہو یا نہیں؟ اگر کہئے نہ تو قول بالمتناقضین اور بداہت عقل سے خروج ہے کہ کاذب ومتصف بالکذب نہیں مگر وہی جو تکلم بکلام کذب کرے اسے ممکن کہہ کر اسے محال ماننا نرا جنون ہے اور اگر کہئے ہاں تو اب ہم پوچھتے ہیں یہ اتصاف صرف لم یزل میں ممکن یا ازل میں بھی، شق اول باطل کہ امکان قیام حوادث کو مستلزم اور شق ثانی پر جب ازلیت کذب ممکن ہوئی تو اس کا ممتنع الزوال ہونا ممکن ہوا کہ ہر ازلی واجب الابدیۃ اور کذب کا امتناع زوال استحالہ صدق کو مستلزم کہ کذب وصدق کا اجتماع محال جب اس کا زوال محال ہوگا اس کا ثبوت ممتنع ہوگا ـــــ اور امکان وجود ملزوم امکان وجود لازم کو مستلزم، بتحقیقا لمعنی اللزوم حیث کان ذاتیا لا لعارض کما ھھنا تو لازم آیا کہ صدق الٰہی کا محال ہونا ممکن ہو اور استحالہ اسی شے کا ممکن ہوگا جو فی الواقع محال ہو بھی کہ ممکن کا محال ہو جانا ہرگز ممکن نہیں ورنہ انقلاب لازم آئے اور وہ قطعاً باطل تو ثابت ہوا کہ اگر باری تعالٰی کا امکان کذب مانا تو اس کا صدق محال ہوگا لیکن وہ بالبداہۃ محال نہیں تو امکان کذب یقینا باطل اور استحالہ کذب قطعاً حاصل، والحمد للہ اصدق قائل الدلائل الفائضۃ علی قلب الفقیر بعون القدیر عز جدہ وجل مجدہ ـــ

دلیل ششم اقول وبحول اللہ اصول، کلام الٰہی ازل میں بایجاب کلی حق تھا یا معاذ اللہ اس کا بعض باطل یا نہ حق نہ باطل شق ثانی تو کفر صریح[1] اور ثالث میں مطابقت ولا مطابقت دونوں کا ارتفاع اور وہ قطعاً محال، اولاً بالبداہۃ، فان ارتفاع محمولی الانفصال الحقیقی عن الموضوع کارتفاع النقیضین، ثانیاً باجماع عقلاً[2] حتی الجاحظ المعتزلی وانما نزاعہ فی مجرد التسمیۃ[3]، ثالثاً خود قرآن عظیم نفی واسطہ پر ناطق، قال مولانا ذوالجلال فماذا بعد الحق الا الضلٰل، تو لاجرم شق اول متعین اور شاید مخالف بھی اس سے انکار نہ رکھتا ہو اب ہم پوچھتے ہیں کذب ممکن علی فرض الوقوع صرف کسی کلام لفظی کو عارض ہوگا یا نفسی کو بھی، اول محض بے معنی کہ صدق وکذب حقیقۃ وصف معنی ہے نہ صفت عبارت ولہذا شرح مقاصد میں فرمایا، طریق اطرادھذا الوجہ فی کلامہ المنتظم من الحرف المسموعۃ انہ عبارۃ عن کلامہ الازلی ومرجع الصدق والکذب الی المعنی، بر تقدیر ثانی یہ کلام نفسی وہی کلام قدیم یا علی تقدیر التجزی اس کا بعض ہوگا جو ازل میں ایجاباً کلیا صادق تھا

---

[1] ای انشاء لاحکایۃ اذلا کلام فیھا کما لایخفی ففی القراٰن العظیم حمل عن الکفار من اراجیفھم الباطلۃ ۱۲ منہ۔ [2] ای فلا یرضی بہ المخالف ایضاً فلا ینافی عقلیۃ البرھان وانما اکتفی بہ قصر المسافۃ والا فلہ طریق قد عرفت وھو وجوب الکذب بامتناع الصدق الباطل ببداھۃ العقل ۱۲ منہ [3] فیہ المقنع وحدیث الاجماع والنص تبرعی ۱۲ منہ [4] الخبر عند الجمھور اما صادق او کاذب لانہ اما مطابق للواقع الذی ھو المخبر عنہ وھو الصادق او لامطابق وھو الکاذب وھذہ المنفصلۃ حقیقیۃ دائرۃ بین النفی والاثبات ونزاع من نازع لیس الا فی اطلاق لفظ الصدق والکذب لغۃ ھل ھی بھذین المعنیین لا فی صدق ھذہ المنفصلۃ اھ مسلم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت لمولانا بحر العلوم قدس سرہ ۱۲ منہ ـ

یا اس کا غیر، شق ثانی پر قیام حوادث لازم اور اول میں انقلاب صدق بکذب کہ کلام بشر میں بھی محال سچی بات کبھی جھوٹی[1] نہیں ہوسکتی نہ جھوٹی کبھی سچی ورنہ مطابقت ولامطابقت میں تصادم لازم آئے اور نقیضین باہم نقیضین نہ رہیں، بالجملہ کلام صادق کے لئے ثبوت صدق ضروری تو سلب ضرورت ضرورۃً مسلوب وہو المطلوب۔ وانت تعلم ان صدور الکلام القدیم منہ سبحانہ وتعالٰی لیس علی وجہ الاختیار فان القدیم لایستند الی المختار من حیث ھو مختار وا لقراٰن کلام اللہ غیر مخلوق ولا فی اقتدار فلا یستنزلہ الشیطان ان الاستحالۃ انما جاءت من قبل ان المولٰی سبحانہ وتعالٰی لم یصدر فی الازل الا کلاما صادقا وھو لایقدر ان یخلق لنفسہ صفۃ حادثۃ فبقی الامکان فی بدء الامر علی ما کان،

دلیل ہفتم وھو اخصر واظھر، **اقول** وباللہ التوفیق، امکان کذب اس کی فعلیت بلکہ دوام بلکہ ضرورت کو مستلزم کہ اگر کلام نفسی ازلی ابدی واجب للذات مستحیل التجدد کذب پر مشتمل نہ ہو تو کلام لفظی کا کذب ممکن نہیں ورنہ وجود دال بلا مدلول[2] یا کذب دال مع صدق المدلول لازم آئے اور دونوں بالبداہۃ محال اور جب کلام لفظی میں کذب ممکن نہ ہو تو نفسی میں بھی ممکن نہیں ورنہ باری عزوجل کا عجز عن التعبیر لازم آئے تو لاجرم امکان کذب ماننے والا اپنے رب کو واقعی کاذب مانتا اور اس کے کلام نفسی میں کذب موجود بالفعل جانتا ہے اور وہاں فعل ودوام و وجوب متلازم ولوجہ آخر اوضح واز ہر، **اقول** وباللہ التوفیق، تمہارے دعوٰی کا حاصل یہ کہ بعض ما ھو کلام اللہ تعالٰی فھو ممکن الکذب بالضرورۃ اور شک نہیں کہ کل ما ھو ممکن الکذب کاذب بالضرورۃ کہ کلام واحد میں امکان کذب بے فعلیت کذب متصور نہیں اور فعلیت کذب امتناع صدق اور امتناع صدق ضرورت کذب ہے، نتیجہ نکلا بعض ما ھو کلام اللہ تعالٰی کاذب بالضرورۃ، اب اس میں وصف عنوانی کا صدق خواہ بالفعل لو کما ھو المشہور خواہ بالامکان کما ھو عند الفارابی ہر طرح باری عزوجل کا معاذاللہ کاذب بالفعل ہونا لازم۔ بر تقدیر اول تو لزوم بدیہی، اور بر تقدیر ثانی اس قضیہ یعنی بعض ما ھو کلام اللہ بالامکان العام کاذب بالضرورۃ کو کبرٰی کیجئے اور قضیہ کل ما ھو کلام اللہ بالامکان العام فھو کلام اللہ بالفعل، کو صغرٰی، ثبوت صغرٰی یہ کہ باری تعالٰی کے لئے کوئی حالت منتظرہ نہیں، شکل ثالث کی ضرب خامس پھر وہی نتیجہ دے گی، کہ بعض ما ھو کلام اللہ بالفعل کاذب بالضرورۃ، والعیاذ باللہ تعالٰی بلکہ حقیقۃً یہ وجہ دلیل[3] مستقل ہونے کے قابل، کما لایخفی علی المتأمل واللہ الموفق لابطال الباطل۔

---

[1] یہاں بعض اذہان میں یہ شبہ گزرتا ہے کہ زید آج قائم ہے تو قضیہ زید قائم حق ہے، کل قائم نہ رہا تو زید لیس بقائم حق ہوگیا اور اس کی حقیقت اس کے کذب کو مستلزم، اقول ان صاحبوں نے فعلیہ ودائمہ میں فرق نہ کیا یا نہ جانا کہ دو مطلقہ عامہ میں تناقض نہیں مسلم الثبوت میں ہے، الخبر الصادق صادق دائما والکاذب کاذب دائما، مولانا قدس سرہ فواتح میں فرماتے ہیں، ولا یمکن ان یدخلا فی شیئ من الاخبار وفرق بین تحقق مصداق الخبر وصدقہ فان الاول قد یختلف بحسب الاوقات واما صدق الخبر فدائم فان صدق المطلقۃ دائم فالصادق صادق دائما فلا یدخلہ الکذب اصلا والا اجتمعا والکاذب کاذب دائما فلا یدخلہ الصدق اھ ملخصا ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔ [2] المدلول ھو المعنی فلا نقض بالمعدوم ۱۲ منہ [3] حاصل الوجہ الاول ان علی قول الامکان لابد من فعلیۃ فی الکلام النفسی والا لامتنع فی اللفظی لانہ لایکون الا تعبیرا عن نفسی ولا امکان ھھنا لنفسی اٰخر غیر ھذا الموجود المفروض ان لاکذب فیہ والتعبیر عن الصادق بالکاذب کذب واذا امتنع فی اللفظی امتنع فی النفسی والا لزم العجز عن التعبیر فلو لم یوجد فی النفسی بالفعل لامتنع

دلیل ہشتم۔ اقول وباللہ التوفیق صدق الٰہی صفت قائمہ بذات کریم ہے ورنہ مخلوق ہوگا کہ ذات وصفات کے سوا سب مخلوق اور ہر مخلوق عدم سے مسبوق تو لازم کہ غیر متناہی دور ازل میں اللہ تعالٰی سچا نہ ہو، تعالٰی عن ذالک علوا کبیرا، اور جب صدق صفت قائمہ بالذات ہے اور صفات مقتضائے ذات اور مقتضائے ذات میں تغیر محال کہ تغیر مقتضی تغیر مقتضی کو مقتضی اور تغیر ذات عموماً محال خصوصاً جناب عزت میں جہاں تغیر صفت بھی مستحیل تو لاجرم کذب منافی ذات ہوا اور منافی ذات کا وقوع نافی ذات اس سے بڑھ کر اور کیا استحالہ متصور۔

دلیل نہم۔ اقول وباللہ التوفیق، ہم زیر دلیل چہارم وہشتم بدلائل ثابت کر آئے کہ صدق صفت قائمہ بالذات ہے تو کذب بھی اگر ممکن ہو صفت ہی ہو کر ممکن ہوگا، فانھما ضدان والتضاد انما یکون بحسب الورود علی محل واحد، اب مخالف متعسف وفور استحالات دیکھے اولاً لازم کہ کذب الٰہی موجود بالفعل ہو کہ صفات باری میں کوئی صفت منتظرہ غیر واقعہ ماننا باطل ورنہ تاثر[1] بالغیر یا تخلف[2] مقتضی یا تاخر[3] اقتضا یا حدوث[4] مقتضی لازم آئے، تعالٰی عنہ علوا کبیرا۔ ثانیاً، واجب کہ کذب واجب ہو کہ صفات الٰہیہ سب واجب للذات ہیں، ثالثاً صدق[5] الٰہی محال ٹھہرے کہ وجوب کذب امتناع صدق ہے، رابعاً، کذب صفت کمال ہو کہ صفات باری سب صفات کمال۔ خامساً صدق صفت نقصان ہو کہ عدم کذب کو مستلزم اور اب عدم کذب عدم کمال اور عدم کمال عین نقصان۔ سادساً۔ سابعاً۔ ثامناً، صدق[6] کلی وکذب[7] جزئی جب دونوں صفت[8] اور دونوں ممکن[9] تو دونوں واجب[10] تو دونوں محال تو اجتماع[11] نقیضین وارتفاع نقیضین واجتماع اجتماع وارتفاع سب حاصل۔ تاسع عاشر حادی عشر، بعینہ اسی طریقہ سے دونوں کمال تو دونوں نقصان تو دونوں مجمع کمال ونقصان، ثانی عشر، ثالث عشر، رابع عشر، جب دونوں صفت تو دونوں مقتضی تو دونوں منافی تو دونوں جامع اقتضا وتنافی، خامس عشر، جب دونوں مقتضی تو وجود ذات مستلزم اجتماع نقیضین اور جس کا وجود مستلزم محال ہو خود محال تو برتقدیر امکان کذب وجود باری معاذ اللہ محال ٹھہرتا ہے مدعی معاند دیکھے کہ اس کی سلگائی آگ نے بھڑک کر کہاں تک پھونکا یہ سردست پندرہ استحالے ہیں۔ اور ہر استحالہ بجائے خود ایک دلیل مستقل تو اب تک آٹھ اور پندرہ تیئیس دلیلیں ہوئیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۵) اصلا لکنہ ممکن عندہ فیجب ان یوجد قید وھم فیجب وجود صل الثانی ان لو امکن فی کلامہ لہ لوجد ذالک الکلام لعدم الانتظار فیکون لبعض ما ھو کلامہ بالفعل ممکن الکذب ولا یمکن کذب کلامہ الا اذا کان کاذبا والکاذب کاذب بالضرورۃ فبعض کلامہ بالفعل کاذب بالضرورۃ وظاھر ان بین الوجھین لو تأبیا فھما دلیلاً مستقلان حقیقۃ والحمد للہ وبہ التوفیق ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

[1] ان کان الاتصاف لا من قبل الذات اقول ولو لتعلق الارادۃ فان التعلق حادث والحادث غیر فافھم فانہ علم فی نصف سطر ۱۲ منہ [2] ان اقتضی الذات اذلا ولم یتحقق ۱۲ منہ مدظلہ العالی وزید فیضہ القوی۔ [3] ان اقتضی فیما لایزال لا فی الازل ۱۲ منہ [4] ان فرعن الکل والتزم تصاحب المقتضی والمقتضی ۱۲ منہ [5] یعنی ہر خبر میں صادق ہونا بالفعل موجود ۱۲ منہ [6] یعنی بعض اخبار میں صادق نہ ہونا کہ مخالف ممکن مانتا ہے ۱۲ منہ [7] الاول لما فی الدلیل الرابع والثامن والثانی لما مر انفا ۱۲ منہ [8] ای بالامکان العام اما الاول فللوجود واما الثانی فبالفرض ۱۲ منہ [9] وان کل صفۃ تجب للذات ۱۲ منہ [10] فان وجوب کل یستلزم استحالۃ الاخر کما مر انفا ۱۲ منہ [11] فان الصدق الکلی یستلزم عدم الکذب والکذب الجزئی عدم الصدق الکلی ۱۲ منہ ع فرق بین بناء الکلام علی قدم الصفۃ وان ماثبت قدمہ استحال عدمہ وھی مقدمۃ عویصۃ الاثبات وبین بنائہ علی وجوبھا وامتناع ضدھا للذات وھو من اجلی الواضحات والحمد للہ رب البرایات ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

دلیل بست و چہارم۔ اقول وباللہ التوفیق، بالفرض اگر کذب کو عیب ومنقصت نہ مانئے تو اتنا تو بالضرورۃ ضرور کہ کوئی کمال نہیں ورنہ مولٰی تعالٰی کے لئے واجب الثبوت ہوتا اور عقل سلیم شاہد کہ باری عزوجل کے لئے ایسی شَے کا ثبوت بھی محال جو کمال سے خالی ہو اگرچہ نقص نہ ہو، علامہ سعد الدین تفتازانی مبحث رابع فصل تنزیہات شرح مقاصد میں فرماتے ہیں، ان لم یکن من صفات الکمال امتنع اتصاف الواجب بہ للاتفاق علی ان کل مایتصف ھو بہ یلزم ان یکون صفۃ کمال، علامہ ابن ابی شریف شرح مسایرہ میں فرماتے ہیں یستحیل علیہ تعالٰی کل صفۃ لاکمال ولانقص لان کلا من صفات الالٰہ صفۃ کمال، ۔

دلیل بست و پنجم۔ اقول وباللہ التوفیق، بداہت عقل شاہد عدل کہ جو مطلق کذب پر قادر ہوگا، کذب مطلق پر بھی قدرت رکھے گا کہ بعض کلام میں کذب پر قادر اور بعض میں اس سے عاجز ہونے کے کوئی معنی نہیں اور قرآن کلام اللہ قطعاً حق جس کے بعض قضایا مثل قولہ تعالٰی لا الٰہ الا اللہ و قولہ تعالٰی محمد رسول اللہ وغیرہما کے صدق پر عقل صرف بے توقف شرع و توقیف سمع خود حکم کرتی ہے تو واجب کہ قرآن عظیم مقتضائے ذات نہ ہو، ورنہ کذب مطلق مقدور نہ رہے گا کہ کلام صادق ہرگز کاذب نہیں ہوسکتا اور جو کچھ ذات نہ مقتضائے ذات وہ قطعاً حادث ومخلوق تو کذب الٰہی کا ممکن ماننا قرآن عظیم کلام اللہ کے حادث ومخلوق ماننے کو مستلزم اب بعد تنبیہ بھی اصرار کرو تو اپنے معتزلی کرامی گمراہ ہونے سے کیوں انکار کرو،

دلیل بست و ششم۔ اقول وباللہ التوفیق، جب برتقدیر امکان کذب بوجہ بطلان ترجیح بلامرجح ونیز بحکم بداہت غیر مکذوبہ ہر فرد کذب قدرت الٰہی میں ہوا تو ہر فرد صدق مقدور ہوگا ورنہ صدق فی البعض واجب یا محال ہوگا، تو کذب فی البعض محال یا واجب حالانکہ ہر فرد کذب مقدور مانا تھا، لہٰذا خلف پس صدق و کذب کا ہر ہر فرد مقدور ہوا اور ہر مقدور حادث تو کلام الٰہی سے ازل میں مطابقت ولامطابقت دونوں مرتفع اور یہ بداہۃً محال۔ ۔

دلیل بست و ہفتم۔ اقول وباللہ التوفیق، کتب حدیث وسیر مطالعہ کیجئے بہت خوش نصیب ذی عقل لبیب صرف جمال جہاں آرائے حضور پرنور سید عالم سرور اکرم مولائے اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دیکھ کر ایمان لائے کہ لیس ھذا وجہ الکذاب، یہ مونہہ جھوٹ بولنے کا نہیں، اے شخص یہ اس کے حبیب کا پیارا منہ تھا جس پر خوبی وبہار دو عالم نثار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور پاکی وقدسی ہے اس کے وجہ کریم کے لئے، واللہ اگر آج حجاب اٹھادیں تو ابھی کھلتا ہے، کہ اس وجہ کریم پر امکان کذب کی تہمت کس قدر جھوٹی تھی، مخالف اسے دلیل خطابی کہے۔ مگر میں اسے حجت القائی لقب دیتا اور مسلمان کی بداہت ایمانی سے انصاف لیتا اور اپنے رب کے پاس اس دن کے لئے ودیعت رکھتا ہوں، یوم ینفع الصّٰدقین صدقھم یوم لاینفع مال ولابنون o الا من اتی اللہ بقلب سلیم، بالجملہ اگر مجال بازنہ آئے تو دلیل ہفتم میں وجہ دوم کہ بجائے خود دلیل مستقل تھی، اس کے عوض معدود جانے بہرحال تیس کا عدد کامل مانے،

دلیل بست و ہشتم۔ قال عزوجل ومن اصدق من اللہ قیلا، اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے، اقول وباللہ التوفیق آیہ کریمہ نص جلی کہ کذب الٰہی محال عقلی ہے، وجہ دلالت سنئے خادم تفسیر وحدیث وواقف کلمات فقہا پر روشن کہ امثال عبارات اگرچہ بظاہر نفی مزیت غیر کرتی ہیں مگر حقیقۃً تفصیل مطلق ونفی برتر وہمسر کے لئے مسوق ہوتی ہیں، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے افضل کوئی نہیں یعنی سید عالم

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب سے افضل ہیں، ومن احسن من اللہ صبغۃ، یعنی صبغۃ اللہ سب سے احسن ہے، ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ ای ھو احسن قولا من کل من عداہ اھ، علامۃ الوجود سیدی ابوالسعود علیہ الرحمۃ الودود تفسیر ارشاد میں زیر قولہ تعالٰی عزوجل، ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا فرماتے ہیں، ھو انکار واستبعاد لان یکون احد اظلم ممن فعل ذٰلک اومساویا لہ وان کان سبک[1] الترکیب غیر متعرض لانکار المساواۃ ونفیھا یشھد بہ العرف الفاشی والاستعمال المطرد فانہ اذا قیل من اکرم من فلان اولا افضل من فلان فالمراد بہ حتما انہ اکرم من کل کریم وافضل من کل فاضل الایری الی قولہ عزوجل لاجرم انھم فی الاٰخرۃ ھم الاخسرون ۝ بعد قولہ تعالٰی، ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا الخ والسرفی ذٰلک ان النسبۃ بین الشیئین انما تتصور غالبا لاسیما فی باب المغالبۃ بالتفاوت زیادۃ ونقصانا فاذا لم یکن احدھما ازید یتحقق النقصان لامحالۃ۔ تو لاجرم معنی آیت یہ ہیں کہ مولٰی عزوجل کی بات سب کی باتوں سے زیادہ صادق ہے، جس کے صدق کو کسی کلام کا صدق نہیں پہنچتا اور یہ ظاہر کہ صدق[1] کلام فی نفسہ اصلاً قابل تشکیک نہیں کہ باعتبار ذوات قضایا خواہ اختلاف قدم وحدوث کلام یا بقاوفنائے سخن یا کمال ونقصان متکلم خواہ کسی وجہ سے اس میں تفاوت مان سکیں سچی سچی باتیں مطابقت واقع میں سب یکساں اگر ذرا بھی فرق ہو تو سرے سے سچ ہی نہ رہا، اصدق وصادق کہاں سے صادق آئے گا یہ معنی اگرچہ فی نفسہ بدیہی ہیں مگر کلام واحد میں لحاظ کرنے سے ان اعتبار پر بھی انکشاف تام پائیں گے جنھیں بدیہیات میں بھی حاجت شانہ جنبانی تنبیہ ہوتی ہے، قرآن عظیم نے فرمایا محمد رسول اللہ کہ ہم بھی کہتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیا وہ جملہ محمد رسول اللہ کہ قرآن میں آیا زیادہ مطابق واقع ہے اور ہم نے جو محمد رسول اللہ کہا کم مطابق ہے، حاشا کوئی مجنون بھی اس میں تفاوت گمان نہ کرے گا، یا متعدد باتوں میں دیکھئے تو یوں نظر کیجئے، قرآن عزیز نے فرمایا، وحملہ وفصالہ ثلٰثون شھرا اور ہم کہتے ہیں، لا الٰہ الا اللہ الملک الحق المبین، کیا وہ ارشاد کہ بچے کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوٹنا تیس مہینے میں ہے، زیادہ سچا ہے اور اس قول کے صدق میں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں معاذ اللہ کچھ کمی ہے، تو ثابت ہوا کہ اصدقیت بمعنی اشد مطابقۃً للواقع غیر معقول ہے، ہاں نظر سامع میں ایک تفاوت متصور اور اس تشکیک اصدق وصادق میں وہی مقصود ومعتبر جسے دو عبارتوں سے تعبیر کرسکتے ہیں، ایک یہ کہ وقعت وقبول میں زائد ہے مثلاً رسول کی بات ولی کی بات سے زیادہ سچی ہے یعنی ایک کلام کہ ولی سے منقول اگر وہی بعینہ رسول سے ثابت ہوجائے قلوب میں وقعت اور قبول کی قوت اور دلوں میں سکون وطمانیت ہی اور ہی پیدا کرے گا کہ ولی سے ثبوت تک اس کا عشر نہ تھا اگرچہ بات حرف بحرف ایک ہے۔ دوسرے احتمال کذب سے ابعد ہونا مثلاً مستور کی بات سے عادل کی بات صادق تر ہے یعنی بہ نسبت اس کے احتمال کذب سے زیادہ دور ہے اور حقیقۃً تعبیر اول اسی تعبیر دوم کی طرف راجع کہ سامع کے نزدیک جس قدر احتمال کذب سے دوری ہوگی اسی درجہ وقعت ومقبولیت پوری ہوگی جب یہ امر ممہد ہوگیا تو آیہ کریمہ کا مفادہ یہ قرار پایا کہ اللہ عزوجل کی بات ہر بات سے زیادہ احتمال کذب سے پاک ومنزہ ہے کوئی خبر اور کسی کی خبر اس امر میں اس کے مساوی نہیں ہوسکتی اور شاید حضرات مخالفین بھی اس سے انکار کرتے کچھ خوف خدا دل میں لائیں، اب جو ہم خبر اہل تواتر کو دیکھتے ہیں تو وہ بالبداہتہ بروجہ عادت دائمہ ابدیہ غیر متخلفہ علم قطعی یقینی جازم ثابت غیر محتمل النقیض کو مفید ہوتی ہے، جس میں عقل کسی طرح تجویز خلاف روا نہیں رکھتی اگرچہ بنظر نفس ذات خبر ومخبر امکان ذاتی باقی ہے کہ ان کا جمع علی الکذب قدرت الٰہیہ سے خارج نہیں، تلویح میں ہے، المتواتر یوجب

---

[1] الصدق تارۃ ینسب الی القول واخری الی القائل والکلام ھھنا فی المعنی الاول فلا یذھبن عنک اعدادہ ۱۲ منہ

علم الیقین بمعنی ان العقل یحکم حکما قطعیا بانہم لم یتواطؤا علی الکذب وان ما اتفقوا علیہ حق ثابت فی نفس الامر غیر محتمل للنقیض لا بمعنی سلب الامکان العقلی عن تواطئہم علی الکذب اھ ملخصاً، مگر ایسا امکان منافی قطع بالمعنی الاخص بھی نہیں ہوتا، کما حققہ فی المواقف وشرحہا واشار الیہ فی شرح المقاصد وشرح العقائد وغیرہما اسے پیش نظر رکھ کر کلام باری تعالٰی کی طرف چلئے، امکان کذب ماننے کے بعد مباحث مذکورہ دلیل دوم وفرق امور عادیہ وارادۂ غیبیہ سے قطع نظر بھی ہو تو غایت درجہ اس قدر کہ کلام ربانی وخبر اہل تواتر کانٹے کی تول ہم پلہ ہوں گے، جیسا کہ احتمال کذب یعنی نافع قطع ومنافی جزم اس کلام پاک میں نہیں اس سے خبر تواتر کا بھی دامن پاک اور بنظر امکان ذاتی جو احتمال عقلی خبر تواتر میں ناشی وہ بعینہ کلام الٰہی میں بھی باقی پھر کلام الٰہی کا سب کلاموں سے اصدق ہونا اور کسی کی بات اس سے صدقاً بھی ہمسری نہ کرسکنا کہ مفاد آیہ کریمہ تھا، معاذ اللہ کب درست آیا بخلاف عقیدہ مجیدہ اہلسنت وقایۃ اللہ لہم دامت، یعنی امتناع عقلی کذب الٰہی کہ اس تقریر پر کلام مولٰی جل وعلا میں کسی طرح احتمال کذب کا امکان نہیں بخلاف خبر تواتر کہ احتمال امکانی رکھتی ہے، اور یہ بات قطعاً صرف اسی کے کلام پاک سے خاص محال ہے کہ کوئی شخص ایسی صورت نکال سکے کہ کسی غیر خدا پر کذب محال عقلی ہوجائے، عصمت اگر بمعنی امتناع صدور وعدم قدرت ہی لیجئے تاہم امتناع ذاتی نہیں کہ سلب عصمت خود زیر قدرت، اب بحمد اللہ شمس تابندہ کی طرح روشن ودرخشندہ صادق آیا کہ من اصدق من اللہ قیلا، اور العزۃ للہ کیوں نہ صادق آئے کہ آخر من اصدق من اللہ حدیثا ۵ یہ دیکھو یہ منشا تھا علما کے اس ارشاد کا کہ زیر آیت کریمہ استدلال میں فرمایا کہ کوئی اس سے کیوں کر اصدق ہوسکے کہ اس پر تو کذب محال اور دل پر ممکن، والحمد للہ رب العلمین۔

دلیل بست ونہم :۔ قال المولٰی سبحانہ وتعالٰی قل ای شیئ اکبر شہادۃ ط قل اللہ، اے نبی تو کافروں سے پوچھ کون ہے جس کی گواہی سب سے بڑی ہے تو خود ہی فرمادے کہ اللہ، اقول اللہ کے لئے حمد ومنت کہ یہ آیہ کریمہ آیہ سابقہ سے بھی جلی واظہر اور افادۂ مراد میں اجلے وازہر، وہاں ظاہر نظم نفی اصدقیت غیر تھا اور اثبات اصدقیت کلام اللہ بحمد اللہ عرف یہاں صراحۃً ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کی گواہی سب گواہیوں سے اکبر واعظم واعلٰی ہے، اب اگر معاذ اللہ امکان کذب کو دخل دیجئے تو ہرگز شہادت الٰہی کو شہادت اہل تواتر پر تفوق نہیں کہ جو یقین اس سے ملے گا، اس سے بھی مہیا اور جو احتمال اس میں باقی اس میں بھی پیدا تو قرآن پر ایمان لانے والے کو یہی چارہ کہ مذہب مہذب اہل سنت کی طرف رجوع کرے اور جناب عزت کے امکان کذب سے برات پر ایمان لائے، باقی تقریر دلیل مثل دلیل سابق ہے، فافہم واعلم واللہ اعلم۔

دلیل سیم :۔ قال ربنا عز من قائل، وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمتہ ج وہو السمیع العلیم ۵ اور پورا ہے تیرے رب کا کلام صدق وانصاف میں کوئی بدلنے والا نہیں، اس کی باتوں کا اور وہی ہے سننے والا جاننے والا) علما فرماتے ہیں یعنی باری عزوجل کا کلام انتہا درجہ صدق وعدل پر ہے، جس کا مثل ان امور میں متصور نہیں، بیضاوی میں ہے، بلغت الغایۃ اخبارہ واحکامہ ومواعیدہ صدقا فی الاخبار والمواعید وعدلا فی الاقضیۃ والاحکام. ارشاد العقل السلیم میں ہے، المعنٰی انہا بلغت الغایۃ القاصیۃ صدقا فی الاخبار والمواعید وعدلا فی الاقضیۃ والاحکام لا احد یبدل شیئا من ذالک بما ہو اصدق واعدل ولا بما ہو مثلہ، اقول وباللہ التوفیق، صدق قائل کے لئے درجات ہیں، درجہ ا۔ روایات وشہادات میں قطعاً کذب سے محترز ہو اور مخاطبات میں بھی زنہار ایسا جھوٹ روانہ رکھے جس میں کسی کا اضرار ہو اگرچہ اسی قدر کہ غلط بات کا باور کرانا مگر مزاحاً یا عبثاً ایسے کذب کا استعمال کرے جو نہ کسی کو

نقصان دے نہ سننے والا لیقین لاسکے مثلاً آج زید نے منوں کھانا کھایا، آج مسجد میں لاکھوں آدمی تھے، ایسا شخص کاذب نہ گنا جائے گا یا آثم و مردود الروایت نہ ہوگا تاہم بات خلاف واقع ہے اور محض فضول وغیر نافع اگرچہ نفس کلام میں حکایت واقع مراد نہ ہونے پر دلیل قاطع، ولہذا احدیث میں ارشاد فرمایا، انی وان داعبتکم فلا اقول الا حقا، اخرجہ احمد والترمذی، باسناد حسن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، درجہ ۲، ان لغو وعبث جھوٹوں سے بھی بچے مگر نثر یا نظم میں خیالات شاعرانہ ظاہر کرتا ہو جس طرح قصائد کی تشبیبیں، جیسے بانت سعاد فقلبی الیوم متبول، سب جانتے ہیں کہ وہاں نہ کوئی عورت سعاد نامی تھی نہ حضرت کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ اس پر مفتون نہ وہ ان سے جدا ہوئی نہ یہ اس کے فراق میں مجروح، محض خیالات شاعرانہ ہیں، مگر یہ فضول بحث کہ تشحیذ خاطر و تشویق سامع و ترقیق قلب و تزئین سخن کا فائدہ رکھتے ہیں تاہم اتنا بجا کہ حکایت بے محکی عنہ ہے ارشاد فرمایا گیا، وما علمنہ الشعر وما ینبغی لہ، نہ ہم نے اسے شعر سکھایا نہ وہ اس کی شان کے لائق، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ درجہ ۳۔ ان سے بھی تحرز کرے مگر مواعظ و امثال میں ان امور کا استعمال کرتا ہو جن کے لئے حقیقت واقعہ نہیں جیسے کلیلہ دمنہ کی حکایتیں منطق الطیر کی روایتیں اگرچہ کلام قائل بظاہر حکایت واقع ہے مگر تغلیط سامع نہیں کہ سب جانتے ہیں وعظ و نصیحت کے لئے یہ تمثیلی باتیں بیان کی گئی ہیں، جن سے دینی منفعت مقصود پھر بھی انعدام مصداق موجود ولہذا قرآن عظیم کو اساطیر الاولین کہنا کفر ہوا جیسے آج کل کے بعض کفار لئام مدعیان اسلام نئی روشنی کے پرانے غلام دعوٰی کرتے ہیں کہ کلام عزیز میں آدم و حوا کے قصے، شیطان و ملک کے افسانے سب تمثیلی کہانیاں ہیں جن کی حقیقت مقصود نہیں، تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا ○ درجہ ۴ ہر قسم حکایت بے محکی عنہ کے تعمد سے اجتناب کلی کرے اگرچہ براہِ سہو و خطا حکایت خلاف واقع کا وقوع ہوتا ہو یہ درجہ مخلص اولیاء اللہ کا ہے۔ درجہ ۵۔ اللہ عزوجل سہواً و خطاً بھی صدور کذب سے محفوظ رکھے مگر امکان وقوعی باقی ہو یہ مرتبہ اعاظم صدیقین کا ہے کہ ان اللہ تعالٰی یکرہ فوق سمائہ ان یخطأ ابو بکر الصدیق فی الارض رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر والحارث فی مسندہ وابن شاھین فی السنۃ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، درجہ ۶۔ معصوم من اللہ و مؤید بالمعجزات ہو کہ کذب کا امکان وقوعی بھی نہ رہے مگر بنظر نفس ذات امکان ذاتی ہو یہ رتبہ حضرات انبیاء و مرسلین علیہم الصلاۃ والسلام اجمعین کا ہے، درجہ ۷۔ کذب کا امکان ذاتی بھی نہ ہو بلکہ اس کی عظمت جلیلہ و جلالت عظیمہ بالذات کذب و غلط کی نافی و منافی ہو اور اس کی ساحت عزت کے گرد اس گرد لوث کا گزر محال عقلی یہ نہایت درجات صدق ہے جس سے مافوق متصور نہیں، اب آیہ کریمہ ارشاد فرمارہی ہے کہ تیرے رب کا صدق و عدل اعلٰی درجۂ منتہی پر ہے تو واجب کہ جس طرح اس سے صدور ظلم و خلاف عدل باجماع اہل سنت محال عقلی ہے، یونہی صدور کذب و خلاف صدق بھی عقلاً ممتنع ہو، ورنہ صدق الٰہی غایت و نہایت تک نہ پہنچا ہوگا کہ اس کے مافوق ایک درجہ اور بھی پیدا ہوگا یہ خود بھی محال اور قرآن عظیم کے خلاف، فثبت المقصود والحمد للہ العلی الودود۔ **تنبیہ**، اقول فرق ہے دلیل سمعی کے مناط استحالہ و مظہر استحالہ ہونے میں اول کے

---

[1] قال الامام حجۃ الاسلام محمد بن الغزالی قدس سرہ العالی فی منکرات الضیافۃ من کتاب الامر بالمعروف من احیاء العلوم کل کذب لا یخفی انہ کذب ولا یقصد بہ التلبیس فلیس من جملۃ المنکرات کقول الانسان مثلا طلبتک الیوم مائۃ مرۃ واعدت علیک الکلام الف مرۃ وما یجری مجراہ مما یعلم انہ لیس یقصد بہ التحقیق فذلک لا یقدح فی العدالۃ ولا ترد الشہادۃ بہ، ۱۲ منہ

یعنی کہ استحالہ صدق آیت پر موقوف ہے یعنی ورود دلیل نے محال کر دیا اگر سمع میں نہ آتا عقلاً ممکن تھا یہ استحالہ شرعی ہوگا اور ثانی کا یہ حاصل کہ صدق آیت ماننا تسلیم استحالہ پر موقوف یعنی اگر محال عقلی نہ مانئے تو مفاد آیت صادق نہیں آتا یہ استحالہ عقلی ہوگا فقیر نے ان تینوں دلیل آخرین میں یہی طریقہ برتا ہے، غایت یہ کہ کلام مقدمات مسلمہ پر مبنی ہوگا اس قدر دلیل کو عقلیت سے خارج نہیں کرتا کما لا یخفی آیا ان اثبات نہ لمیّہ ثبوت، والحمد للہ مالک الملکوت، یہ بحمد اللہ تیس دلیلیں ہیں کہ عجالۃً حاضر کی گئیں اور اگر غور و استقصا کی فرصت ہوتی تو باری عزوجل سے امید زیادت تھی پھر بھی، ع در خانہ اگر کس ست یک حرف بس ست، واللہ الہادی الی الحق المبین والحمد للہ رب العالمین۔

تنزیہ سوم۔ رد ہذیانات امام وہابیہ[1]۔

یا معشر المسلمین ان ہمارے عنایت فرما مخالفین ھداھم اللہ تعالٰی الی الحق المبین، کا معاملہ سخت نازک بھلہ براہ سادگی ایک شخص کو امام بنالیا اور پیش خویش آسمان بریں پر اٹھا کر رکھ دیا، اب اس کے خلاف کسی کی بات قبول ہونی تو بڑی بات کان تک آئی اور طبیعت نے آگ لی، آہٹ ہوئی اور غصہ نے باگ لی، سننے سے پہلے ہی ٹھہرالیا کہ ہرگز نہ سنیں گے، بگڑنے کی قسم بنائے بنیں گے، ان ہٹوں کا پاس ہدایت سے یاس دلارہا ہے، مگر پھر بھی اظہار حق کے بغیر چارہ کیا ہے، ؎

من آنچہ شرط بلاغ ست باتو می گویم تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

کاش خدا اتنی توفیق دے کہ اک ذرا دیر کے لئے تعصب و نفسانیت کو بان رخصت علے قائل امام طرلق ہے، معترض خصم فریق ان حیثیتوں کے لحاظ سے نظر بچ کر چلے، پھر گوش ہوش کو اجازت شنیدن ہو، پھر میزان خرد کو حکم سنجیدن، اب اگر قول خصم قابل قبول ہو تو، اتباع حق سے کیوں ناحق عدول ہو ورنہ پھر وہی تم وہی تمہارے امام جو بادہ آج بکام ہے کل بھی درجام، اس چند ساعت میں نہ کچھ بنے بگڑے نہ رنگ امامت جما ہوا اکھڑے، ہاں اے وہ سوراخو جو سر کے دونوں طرف گوہر سماعت کے کان بنے ہو جن پر ہوا کی موجیں نیسان سخن سے بارور ہو کر ہمین ہمین پھوہار سے آوازوں کا جھالا برساتی اور ان قدرتی سیپیوں میں ان ننھی ننھی بوندیوں سے سننے کے موتی بناتی ہیں، کیا کوئی تم میں القی السمع وھو شھید ٥ کے قابل نہیں، ہاں اے گوشت کے وہ صنوبری ٹکڑو جو سینوں کے بائیں پہلوؤں میں ملک بدن کے تخت نشیں ہو جن کی سرکار میں آنکھوں کے عرض بیگی کانوں کے جاسوس بیرونی اخبار کے پرچے سناتے اور خرد کے وزیر فہم کے مشیر اپنی روشن تدبیر سے نظم و نسق کے بیڑے اٹھاتے ہیں کیا تم میں کوئی یستمعون القول فیتبعون احسنہ ط کا قائل نہیں، جان برادر الیقین جان تعصب باطل و اصرار عاطل کا وبال شدید ہے، آج نہ کھلا تو

---

[1] تنبیہ ضروری۔ قطع نظر اس سے کہ ان کے امام کا رد ان کے رد کا امام ہے، بنظر نفس واقعہ فتنہ براہین بھی (جس کے باعث یہ استفتا میرٹھ سے آیا اور حضرت مولانا دام ظلہ العالی نے یہ جواب ہادی صواب رقم فرمایا) اس تنزیہ کا لکھنا نہایت ضروری تھا کہ اصل براہین قاطعہ ما امر اللہ بہ ان یوصل کا یہ قول اسی امام الوہابیہ کی حمایت میں ہے، انوار ساطعہ نے اسی شخص کی طرف اشارہ کیا تھا کہ "کوئی جناب باری عزاسمہ کو امکان کذب کا دھبا لگاتا ہے"! اور براہین قاطعہ نے اسی کے رد حمایت و حمیت جاہلیت میں لکھا "امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا" الی آخر جہالاتہ الفاحشۃ۔ تو اولاً بایں امامت ثانیاً بشرم حمایت ہر طرح ملا گنگوہی صاحب پر زلبشر طیکہ یہ رسالہ قدسیہ دیکھ کر ہدایت نہ پائیں اور لعلت نجدیت نجدت و نہمت مکابرہ پر آئیں) اس تنزیہ کا جواب دینا بھی (اگر نفخ صور سے پہلے دے سکیں) نہایت ضروری و لازم ہے یہ تو کوئی مقتضائے غیرت نہیں کہ گھر بیٹھے حمایت امام کا بیڑا اٹھایئے اور جب شیر شرزہ کا نعرہ جانگداز سنئے امام کو چھوڑ کر حمایت سے منہ موڑ الٰہی بری منہ الی احناف کی ٹھہرایئے والسلام، ۱۲ منہ۔

کل کیا بعید ہے، شب درمیان فروا لوکنا نسمع اونعقل کا یوم عصیب[1] الان موعدھم الصبح ط الیس الصبح بقریب اس دن ربنا ارجعون اعمل صالحًا کا جواب کلّا ہوگا اور طعن بے امان الم یاتکم نذیرہ کے جگر دوز تیر میں بلا کا بلّا ابھی سویرا ہے ہوش سنبھالو آنکھیں مل ڈالو راستہ سوجھنے کی راہ نکالو چل تو دئے یہ بھی دیکھتے ہو کہ اس جھلکی اندھیری میں کس کے پیچھے ہو جس نے نہ صرف ایک مسئلہ کذب باری بلکہ خوارج روافض معتزلہ مرلیسیہ ظاہریہ کرامیہ وغیرہم طوائف ضالہ کی بدعات شنیعہ اور ان کے علاوہ صدہا ضلالات قبیحہ قطعیہ کی خندقیں جھنکائیں، اور تمہیں ان قہر ٹھوکروں ستم لغزشوں کی خبر تک نہ ہوئی چشم فہم میں وہ بلا کی نیندیں جھک آئیں اور پھر گمان یہ کہ اس بیہر طاہ کا ہدایت مآل ہیہات ہیہات کہاں ہدایت اور کہاں یہ چال ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم　　　　سیھدیھم طریق الھالکینا

للہ اپنی حالت پر رحم کرو قبل اس کے کہ پھر معذرت ربنا ھؤلاء الذین اضلونا السبیلا ۵ کام نہ آئے اور لا تختصموا لدیّ کی غضب جھنجھلاہٹ اذ تبرأ الذین اتّبعوا ۵ کا رنگ دکھائے ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفٰتحین ۵ فقیر اس تمہید حمید و تہدید رشید کو اپنا شفیع بنا کر مجال مقال میں قدم دھرتا اور ڈرتے ڈرتے نازک طبعوں گراں سمعوں چین جبینوں ناتواں بینوں سے کچھ عرض کرتا ہے ؎

کہنے کو ان سے کہتا ہوں احوال دل مگر　　　　ڈر ہے کہ شانِ ناز پہ شکوہ گراں نہ ہو

ایہا القوم! ان حضرت امام اول وہابیت ہندیہ معلم ثانی طوائف نجدیہ کو اپنی اوپج کا مزہ مقدم تھا بیباک روی میں اپنے عالم تھا، زبان کے آگے بارہ ہل چلتے، جب اوبلتے پھر کیا کسی کے سنبھالے سنبھلتے، جدھر جا نکلے مسجد ہو یا دیر لگی رکھنے سے پورا بیر ؎

گہ بت شکنی گاہ بمسجد زنی آتش　　　　از مذہب تو گبر و مسلماں گلہ دارد

اسی لئے حضرت کی ایک کتاب میں جو کفر ہے، دوسری میں ایمان آج جو دلی ہے کل پکا شیطان، ایک آنکھ سے راضی دوسری سے خفا ایک کم میں زہر دوسرے میں شفا دور کیوں جائیے ایک ہاتھ پر صراط ایک پر تقویت رکھ لیجئے ایک دوسری کا رد کر دے تو سہی اب ایک بڑی مصلحت سے جس کے لئے حضرت نے اپنی تصانیف میں بڑے بڑے پانی باندھے، اور پیش خویش آہستہ آہستہ سب سامان کر لئے، جسے فقیر نے اپنے مجموعہ مبارکہ "البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ" مجلد سوم فتاوی فقیر مسمّٰی بہ "العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ" میں مفصل و مدلل بیان کیا یہ سوجھی کہ وہ مطلب نہ نکلے گا جب تک اللہ تعالٰی کا وجوب صدق باطل نہ ہو لہذا رسالہ یکروزی میں امکان کذب کے قائل ہوئے اور اس بیہودہ دعوے کے ثبوت کو بہزار جان کنی دو ہذیان بین البطلان ظاہر کئے۔

ہذیان اول امام وہابیہ: اگر کذب[1] الٰہی محال ہو اور محال پر قدرت نہیں تو اللہ تعالٰی جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہوگا۔

---

[1] علمائے دین نے جو ارشاد فرمایا کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ عزوجل پر محال حضرت اس کے رد میں یوں اپنا خبث نفس ظاہر کرتے ہیں، قولہ وھو محال لانہ نقص والنقص علیہ تعالٰی محال، اقول اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الٰہیہ داخل نیست پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائی آں بر ملائکہ انبیاء خارج از قدرت الٰہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائی آں بر مخاطبین در قدرت اکثر افراد انسانی ست کذب مذکور آرے منافی حکمت اوست پس ممتنع بالغیر ست ولہذا عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ می شمار ند الخ بقیہ عبارات سراپا شرارت زیر ہذیان دوم آئیں گی، ۱۲ منہ عفا اللہ تعالٰی عنہ ۔ اب الحمد للہ تعالٰی وہ بارہواں ہے ۱۲۔

حالانکہ اکثر آدمی اس پر قادر ہیں، تو آدمی کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ گئی، یہ محال ہے تو واجب کہ اس کا جھوٹ بولنا ممکن ہو۔

ایہا المسلمون! احماکم اللہ شر المجون، للہ بنظر انصاف اس اغوائی عوام و طغوائی تمام کو غور کرو کہ اس بس کی گانٹھ میں کیا کیا زہر کی پڑیاں بندھی ہیں، اولاً دھوکا دیا کہ آدمی تو جھوٹ بولتے ہیں، خدا نہ بول سکے تو قدرت انسانی اس کی قدرت سے زائد ہو حالانکہ اہل سنت کے ایمان میں انسان اور اس کے تمام اعمال و اقوال و اوصاف و احوال سب جناب باری عزوجل کے مخلوق ہیں۔ قال المولی سبحانہ وتعالٰی واللہ خلقکم وما تعملون ۰ تم اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔) انسان کو فقط کسب پر ایک گونہ اختیار ملا ہے، اس کے سارے افعال مولٰی عزوجل ہی کی سچی قدرت سے واقع ہوتے ہیں، آدمی کی کیا طاقت کہ بے اس کے ارادہ و تکوین کے پلک مار سکے، انسان کا صدق و کذب کفر ایمان طاعت عصیان جو کچھ ہے، سب اسی قدیر مقتدر جل وعلا نے پیدا کیا، اور اسی کی عمیم قدرت عظیم ارادت سے واقع ہوتا ہے، وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العلمین ۰ تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو پروردگار سارے جہاں کا ع اس کا چاہا ہوا ہمارا نہ ہوا[۱]

ماشئت کان وما لشاء یکون   لا ما یشاء اللاھی والافلاک

پھر کتنا بڑا فریب دیا ہے کہ آدمی کا فعل قدرت الٰہی سے جدا ہے یہ خاص اشقیائے معتزلہ کا مذہب نامہذب ہے قرآن عظیم کا مردود و مکذب

ثانیاً اقول: اس ذی ہوش سے پوچھو انسان کو اپنا جھوٹ بولنے پر قدرت ہے، یا معاذ اللہ، اللہ عزوجل سے بلوانے پر، پھر قدرت[۱] بڑھنا تو جب ہوتا کہ اللہ تعالٰی آدمی سے جھوٹ بلوانے پر قابو نہ رکھتا، اپنے کذب پر قادر نہ ہوا تو انسان کو اس عزیز جلیل کے کذب پر کب قدرت تھی کہ قدرت الٰہی سے اس کی قدرت زائد ہو گئی ولکن من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور۔ **ثالثاً** حضرت کو اسی پکڑ وزی میں یہ تسلیم روزی کہ کذب عیب و منقصت ہے اور بیشک باری عزوجل میں عیب و نقصان آنا محال عقلی اور ہم اسی رسالہ کے مقدمے میں روشن کر چکے کہ محال پر قدرت ماننا اللہ عزوجل کو سخت عیب لگانا بلکہ اس کی خدائی سے منکر ہو جانا ہے، حضرات مبتدعین کے معلم شفیق ابلیس خبیث علیہ اللعن نے یہ عجز و قدرت کا نیا شگوفہ ان دہلوی بہادروں سے پہلے ان کے مقتدا ابن حزم فاسد العزم فاقد الجزم ظاہری المذہب ردی المشرب کو بھی سکھایا تھا کہ اپنے رب کا ادب و اجلال یکسر پس پشت ڈال کتاب الملل والنحل میں بک گیا کہ انہ تعالٰی قادر ان یتخذ ولدا اذ لو لم یقدر لکان عاجزا (یعنی اللہ تعالٰی اپنے لئے بیٹا بنانے پر قادر ہے کہ قدرت نہ مانو تو عاجز ہوگا،) تعالی اللہ عما یقولون الظلمون علوا کبیرا ۰ لقد جئتم

---

[۱] فائدہ عائدہ ضروری الملاحظہ ایہا المسلمون یہ ظاہر کہ قدرت بڑھنے کے یہ معنی کہ ایک شے پر اسے قدرت ہے۔ اسے نہیں نہ یہ کہ اسے جس شے پر قدرت ہے وہ تو اس کی قدرت میں بھی داخل مگر ایک اور چیز اس کی قدرت سے خارج جو ہرگز اس کی قدرت میں بھی داخل نہ تھی اسے قدرت بڑھنا کوئی مجنون ہی سمجھے گا، یہاں بھی دو چیزیں ہیں، ایک کذب انسان وہ قدرت انسانی میں مجازاً ہے، اور قدرت ربانی میں حقیقۃً، دوم کذب ربانی اس پر قدرت انسانی نہ قدرت ربانی تو انسان کی قدرت کس بات میں، معاذ اللہ مولٰی وسبحانہ تعالٰی کی قدرت سے بڑھ گئی، ہوا یہ کہ ملاجی نے بغایت سفاہت و غباوت کہ تقاضائے عامہ اہل بدعت ہے یوں خیال کیا کہ انسان کو اپنے کذب پر قدرت ہے، اور بعینہٖ یہی لفظ جناب عزت میں بول کر دیکھا کہ اسے بھی اپنے کذب پر قدرت چاہئے، ورنہ جو چیز مقدور انسان بھی مقدور رحمٰن نہ ہوئی ختم الٰہی کا ثمرہ کہ دونوں جگہ اپنے لفظ دیکھ لیا اور فرق معنی اصلاً نہ جانا ایک جگہ اپنے سے مراد ذات انسان ہے، دوسری جگہ ذات رحمٰن جل وعلا پھر جو شے قدرت انسانی میں تھی قدرت ربانی سے کب خارج ہوئی، کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار ۱۲ منہ

شیئاً ادا ۵ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا ۵ ان دعوا للرحمٰن ولدا ۔ وما ینبغی للرحمٰن ان یتخذ ولدا ۵ سیدی علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی مطالب وفیہ میں ابن حزم کا یہ قول نقل کرکے فرماتے ہیں، فانظر اختلال ھذا المبتدع کیف غفل عما یلزم علی ھذہ المقالۃ الشنیعۃ من اللوازم التی لاتدخل تحت وھم وکیف فاتہ ان العجز انما یکون لوکان القصور جاء من ناحیۃ القدرۃ اما اذا کان لعدم قبول المستحیل تعلق القدرۃ فلا یتوھم عاقل ان ھذا عجز (یعنی اس بدعتی کی بدحواسی دیکھنا کیونکر غافل ہوا کہ اس قول شنیع پر کیا کیا قباحتیں لازم آتی ہیں جو کسی وہم میں نہ سمائیں اور کیونکر اس کے فہم سے گیا کہ عجز تو جب ہو کہ قصور قدرت کی طرف سے آئے اور جب وجہ یہ ہے کہ محال خود ہی تعلق قدرت کی قابلیت نہیں رکھتا تو اس سے کسی عاقل کو عجز کا وہم نہ گزرے گا) اسی میں فرمایا، وبالجملۃ فھذا التقدیر الفاسد یؤدی الی تخلیط عظیم لایبقی معہ شیئ من الایمان ولامن المعقولات اصلاً۔ (یعنی یہ تقدیر فاسد (کہ باری عزوجل محالات پر قادر ہے) وہ سخت درہمی وبرہمی کا باعث ہوگی جس کے ساتھ نہ ایمان کا نام رہے نہ اصلا احکام عقل کا نشان) اسی میں فرمایا، وقع ھھنا لابن حزم ھذیان بین البطلان لیس لہ قدوۃ ورئیس الاشیخ الضلالۃ ابلیس، (یعنی مسئلہ قدرت میں ابن حزم سے وہ بہکی بہکی بات کھلی باطل واقع ہوئی جس میں اس کا کوئی پیشوا نہیں مگر سردار گمراہی ابلیس) کنز الفوائد میں ہے، القدرۃ والارادۃ صفتان مؤثرتان والمستحیل لایمکن ان یتأثر بھما اذ یلزم ح ان یجوز تعلقھما باعدام انفسھما واعدام الذات العالیۃ واثبات الالوھیۃ لما لایقبلھا من الحوادث وسلبھا عن مستحقھا جل وعلا فای قصور وفساد ونقص اعظم من ھذا وھذا التقدیر یؤدی الی تخلیط عظیم وتخریب جسیم لایبقی معہ عقل ولانقل ولاایمان ولاکفر ولعماوۃ بعض الاشقیاء من المبتدعۃ عن ھذا صرح بنقیضہ فانظر عماء ھذا المبتدع کیف عمی یلزم علی ھذا القول الشنیع من اللوازم التی لایتطرق الیھا الوھم، (یعنی قدرت اور ارادہ دونوں صفتیں مؤثر ہیں، اور محال کا ان سے متأثر ہونا ممکن نہیں ورنہ لازم آئے کہ قدرت وارادہ اپنے نفس کے عدم اور خود اللہ تعالٰی کے عدم اور مخلوق کو خدا کردینے اور خالق سے خدائی چھین لینے ان سب باتوں سے متعلق ہوسکے، اس سے بڑھ کر کون سا قصور وفساد ونقصان ہوگا، اس تقدیر پر وہ سخت درہمی اور عظیم خرابی لازم آئے گی جس کے ساتھ نہ عقل رہے نہ نقل نہ ایمان نہ کفر اور بعض اشقیائے بدمذہب کو جو یہ امر نہ سوجھا تو صاف لکھ گیا کہ ایسی بات پر بھی خدا قادر ہے اب اس بدعتی کا اندھاپن دیکھو کیونکر اسے نہ سوجھیں وہ شناعتیں جو اس برے قول پر لازم آئیں گی جن کی طرف وہم کو بھی راستہ نہیں۔ مسلمان! انصاف کرے کہ یہ تشنیعیں جو علماء نے اس بدمذہب ابن حزم پر کیں، اس بدمذہب عدیم الحزم سے کتنی بچ رہیں، کذٰلک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم ط، واللہ لایھدی کید الخائنین،

رابعاً اقول العزۃ للہ، اگر دہلوی ملاکی یہ دلیل بچی ہو تو دو خدا دس خدا ہزار خدا بےشمار خدا ممکن ہوجائیں، وجہ سنئے جب یہ قرار پایا کہ آدمی جو کچھ کرسکے خدا بھی اپنی ذات پاک کے لئے کرسکتا ہے، اور معلوم کہ نکاح کرنا، عورت سے ہمبستر ہونا، اس کے رحم میں نطفہ پہنچانا قدرت انسانی میں ہے تو واجب کہ ملاجی کا معبود موہوم خدا بھی یہ باتیں کرسکے، ورنہ آدمی کی قدرت جو اس سے بڑھ جائے گی، اور جب اتنا ہو چکا تو وہ آفتیں جن کے سبب اہل اسلام اتخاذ ولد کو محال جانتے تھے، امام وہابیہ نے قطعاً جائز مان لیں، آگے نطفہ ٹھہرنے اور بچہ ہونے میں کیا زہر

کھل گیا ہے، وہ کون سی ذلت وخواری باقی رہی ہے جس کے باعث انھیں ماننے جھجکنا ہوگا بلکہ یہاں اگر خدا کا عاجز رہ جانا تو سخت تعجب ہے کہ یہ تو خاص اپنے ہاتھ کے کام ہیں جب دنیا بھر میں بزعم ملاجی سب کے لئے اس کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں تو کیا اپنی زوجہ کے بارے میں تھک جائے گا، آخر بچہ نہ ہونا یوں ہوتا ہے کہ نطفہ استقرار نہ کرے اور خدا استقرار پر قادر ہے، یا یوں کہ منی ناقابل عقد وانعقاد یا مزاج رحم میں کوئی فساد یا خلل اسباب مانع اولاد تو جب خدائی ہے، کیا ان موانع کا ازالہ نہ کرسکے گا، بہر حال جب امور سابقہ ممکن ٹھہرے تو بچہ ہونا قطعًا ممکن اور خدا کا بچہ خدا ہی ہوگا، قال اللہ تعالٰی، قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین ۰ تو فرما اگر رحمٰن کے لئے کوئی بچہ ہے تو میں سب سے پہلے پوجنے والا ہوں) تو قطعًا دو خدا کا امکان ہوا اگرچہ منافی غیرت ہوکر امتناع بالغیر ٹھہرے اور جب ایک ممکن تو کروڑوں ممکن کہ قدرت خدا کی انتہا نہیں، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، خامسًا۔ ملائے دلی کا خدائے موہوم کہاں کہاں آدمی کی حرص کرے گا آدمی کھانا کھاتا ہے، پانی پیتا ہے، پاخانہ پھرتا ہے، پیشاب کرتا ہے، آدمی قادر ہے کہ جس چیز کو دیکھنا نہ چاہے آنکھیں بند کرلے، سننا نہ چاہے کانوں میں انگلیاں دے لے آدمی قادر ہے کہ اپنے آپ کو دریا میں ڈبو دے آگ سے جلالے خاک پر لپیٹے کانٹوں پر لوٹے، رافضی ہوجائے، وہابی بن جائے، مگر ملائے ملوم کا مولائے موہوم یہ سب باتیں اپنے لئے کرسکتا ہوگا ورنہ عاجز ٹھہرے گا اور کمال قدرت میں آدمی سے گھٹ رہے گا، اقول، غرض خدائی سے ہر طرح ہاتھ دھو بیٹھنا ہے نہ کرسکا تو حضرت کے زعم میں عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں، کرسکا تو ناقص ہوا ناقص خدا نہیں، محتاج ہوا محتاج خدا نہیں، ملوث ہوا ملوث خدا نہیں، تو شمس وامس کی طرح اظہر واز ہر کہ دہلوی بہادر کا یہ قول ابتر حقیقۃً انکار خدا کی طرف منجر، ماقدروا اللہ حق قدرہ، والعیاذ باللہ من اضلال الشیطٰن مگر سبحٰن ربنا ہمارا سچا خدا سب عیبوں سے پاک اور قدرت علی المحال کی تہمت سراپا ضلال سے کمال منزہ عالم اور عالم کے اعیان اعراض ذوات صفات اعمال اقوال خیر شر صدق کذب حسن قبیح سب اوسی کی قدرت کاملہ وارادہ ازلیہ سے ہوتے ہیں نہ کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہ کسی کی قدرت اس کی قدرت کے ہمسر نہ اپنے لئے کسی عیب ونقصت پر قادر ہونا اس کی شان قدوسی کے لائق تعالٰی اللہ عما یقول الظٰلمون علوًا کبیرًا ۰ وسبحٰن اللہ بکرۃ واصیلا، والحمد للہ حمدًا کثیرًا اقول ذہن فقیر میں ان پانچ کے علاوہ ہذیان مذکور پر اور ابحاث دقیقہ کلامیہ ہیں، جن کے ذکر کے لئے مخاطب قابل فہم دقائق درکار نہ وہ حضرات جن میں اجلہ واکابر کا مبلغ علم سیدھی سیدھی نفس عبارت مشکوٰۃ وغیرہ سن سنا کر اجازت وسند کی داد وستد تا بہ اذکیا واصاغر چہ رسد، امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولہم واللہ الہادی وولی الایادی۔

ہذیان دوم مولائے نجدیہ، عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ می شمارند واو را جل شانہ بآں مدح می کنند بخلاف اخرس وجماد کہ ایشاں را کسے بعدم کذب مدح نمی کند وپر ظاہر ست کہ صفت کمال ہمیں ست کہ شخصے قدرت بر تکلم بکلام کاذب میدارد وبنا بر رعایت مصلحت ومقتضی حکمت بتنزہ از شوب کذب تکلم بکلام کاذب نمی نماید ہماں شخص ممدوح می گردد بلب عیب کذب واتصاف بکمال صدق بخلاف کسے کہ لسان او ماؤف شدہ باشد وتکلم بکلام کاذب نمی تواند کرد یا قوت متفکرہ او فاسد شدہ باشد کہ عقد قضیہ غیر مطابق للواقع نمی تواند کرد یا شخصے کہ ہرگاہ کلام صادق می گوید کلام مذکور از وصادر می گردد وہرگاہ کہ ارادہ تکلم بکلام کاذب می نماید آواز او بند

ملہ حملہ السدی علی الظاہر وعلیہ عول فی تکملۃ المفاتیح والبیضاوی والمدارک وارشاد العقل وغیرہا ولاشک انہ صحیح صاف لاغبار علیہ فای حاجۃ الی ارتکاب تاویلات بعیدۃ ۱۲ منہ

می گردد یا زبان او ماؤف می شود یا کسے دیگر دہن او را بند می نماید یا حلقوم او را اخفہ می کنند و یا کسے کہ چند قضایا صادقہ را یاد گرفتہ است واصلاً بر ترکیب قضایائے دیگر قدرت نمی دارد و بناءً علیہ کلام کاذب از وصادر نمی گردد ایں اشخاص مذکورین نزد عقلا قابل مدح نمی شنیند۔

بالجملہ عدم تکلم کلام کاذب ترفعاً عن عیب الکذب وتنزہاً عن التلوث بہ از صفات مدح ست وبنا عجز از تکلم بکلام کاذب ہیچ گونہ از صفات مدائح نیست یا مدح آں بسیار ادون ست از مدح اول انتہٰی، بلفظہ الرکیک المختل، اس تلبیع باطل وتطویل لاطائل کا یہ حاصل بے حاصل کہ عدم کذب اللہ تعالٰی کے کمالات وصفات مدائح سے ہے اور صفت کمال وقابل مدح یہی ہے کہ متکلم باوجود قدرت بلحاظ مصلحت عیب وآلائش سے بچنے کو کذب سے باز رہے، نہ کہ کذب پر قدرت ہی نہ رکھے گونگے یا پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا تو لازم کہ کذب الٰہی مقدور وممکن ہو۔ **اقول وباللہ التوفیق**، اس ہذیان شدید الطغیان کے شنائع ومفاسد حد شمار سے زائد مگر ان بے سینوں بد لگامیوں پر جو تازیانے بنگاہ اولین ذہن فقیر میں حاضر ہوئے پیش کش کرتا ہوں، وباللہ العصمۃ فی کل حرف وکلمۃ، **تازیانہ (۱)**

اقول العزۃ للہ والعظمۃ للہ واللہ الذی لا الٰہ الا ھو، کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا للہ یہ ظلم شدید وضلال بعید تماشا کردنی کہ جابجا خود اپنی زبان سے کذب کو عیب ولوث کہا جاتا ہے، پھر اسے باری عزوجل کے لئے ممکن بتاتا اور اللہ کے جھوٹ نہ بولنے کی وجہ یہ ٹھہراتا ہے کہ حکیم ہے اور مصلحت کی رعایت کرتا ہے، لہذا ترفعاً عن عیب الکذب وتنزہاً عن التلوث بہ یعنی اس لحاظ سے کہ کہیں عیب ولوث سے آلودہ نہ ہوجاؤں کذب سے بچتا ہے، دیکھو صاف صریح مان لیا کہ باری عزوجل کا عیب دار وملوث ہونا ممکن، وہ چاہے تو ابھی عیبی وملوث بن جائے، مگر یہ امر حکمت ومصلحت کے خلاف ہے اس لئے قصداً پرہیز کرتا ہے، تعالٰی اللہ عما یقولون علواً کبیرا اور خود سرے سے اصل بنائے خود سری دیکھئے، ملائے مقبوح کا یہ املائے مقدوح اس کلام ائمہ کے رد میں ہے کہ کذب نقص ہے اور نقص باری تعالٰی پر محال اس کے جواب فرماتے ہیں، محال بالذات ہونا ہمیں تسلیم نہیں بلکہ ان دلیلوں (یعنی دونوں ہذیانوں) سے ممکن ہے، تو کیسی صاف روشن تصریح ہے کہ نہ صرف کذب بلکہ ہر عیب وآلائش کا خدا میں آنا ممکن، واہ بہادر سے کیا نیم گردش چشم میں تمام عقائد تنزیہ وتقدیس کی جڑ کاٹ گیا، عاجز، جاہل، احمق، کاہل، اندھا، بہرا، ہکلا، گونگا، سب کچھ ہونا ممکن ٹھہرا، کھانا، پینا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، بیمار پڑنا، بچہ جننا، اونگھنا، سونا، بلکہ مرجانا، مرکے پھر پیدا ہونا سب جائز ہوگیا، غرض اصول اسلام کے ہزاروں عقیدے جن پر مسلمانوں کے ہاتھ میں یہی دلیل تھی کہ مولٰی عزوجل پر نقص وعیب محال بالذات ہیں، دفعۃً سب باطل وبے دلیل ہو کر رہ گئے، فقیر تنزیہ دوم میں زیر دلیل اول ذکر کر آیا کہ یہ مسئلہ کیسی عظمت والا اصل دینی تھا جس پر ہزارہا مسئلہ ذات وصفات باری عزوجل متفرع ومبنی، اس ایک کے انکار کرتے ہی وہ سب اڑگئے، وہیں شرح مواقف سے گزرا کہ ہمارے لئے معرفت صفات باری کی طرف کوئی راستہ نہیں مگر افعال الٰہی سے استدلال یا یہ کہ اس پر عیوب ونقائص محال اب یہ دوسرا راستہ تو تم نے خود بند کردیا، رہا پہلا یعنی افعال سے دلیل لانا کہ اس نے ایسی عظیم چیزیں پیدا کریں اور ان میں یہ حکمتیں ودیعت رکھیں تو لاجرم ان کا خالق بالبداہۃ علیم وقدیر وحکیم ومرید ہے، **اقول**، اولاً یہ استدلال صرف انھیں صفات کمال میں جاری جن سے خلق وتکوین کو علاقہ داری باقی ہزارہا مسائل صفات ثبوتیہ وسلبیہ پر دلیل کہاں سے آئے گی، مثلاً مصنوعات کا ایسا بدیع ورفیع ہونا ہرگز دلالت نہیں کرتا کہ ان کا صانع صفت کلام یا صفت صدق سے بھی متصف یا نوم واکل وشرب

سے بھی منزہ ہے، ثانیاً جن صفات پر دلالت افعال وہاں بھی صرف ان کے حصول پر دال نہ یہ کہ ان کا حدوث ممنوع یا زوال محال مثلاً اس نظم حکیم وعظیم بنانے کے لئے بیشک علم وقدرت وارادہ وحکمت درکار مگر اس سے صرف بناتے وقت ان کا ہونا ثابت ہمیشہ سے ہونے اور ہمیشہ رہنے سے دلیل ساکت اگر دلائل سمعیہ کی طرف چلئے، ا قول اولاً بعض صفات سمع پر متقدم تو ان کا سمع سے اثبات دور کو مستلزم، ثانیاً سمع بھی صرف گنتی کے سلوب وایجابات میں وارد ان کے سوا ہزاروں مسائل کس گھر سے آئیں گے مثلاً نصوص شرعیہ میں کہیں تصریح نہیں کہ باری عزوجل اعراض و امراض وبول براز سے پاک ہے، اس کا ثبوت کیا ہوگا. ثالثاً نصوص بھی فقط وقوع وعدم پر دلیل دیں گے، وجوب واستحالہ وازلیت وابدیت کا پتہ کہاں چلے گا، مثلاً بکل شیئ علیم O علی کل شیئ قدیرO، سے یہ بیشک ثابت کہ اس کے لئے علم وقدرت ثابت یہ کب نکلا کہ ازل سے ہیں اور ابد تک رہیں گے، اور ان کا زوال اس سے محال یوں ہیں، وھو یطعم ولا یطعم اور لا تأخذہ سنۃ ولا نوم کا اتنا حاصل کہ کھاتا پیتا سوتا اونگھتا نہیں نہ یہ کہ یہ باتیں اس پر ممتنع، ہاں ہاں، ان سب امور پر دلالت قطعی کرنے والا ان تمام دعاوی ازلیت وابدیت ووجوب و امتناع پر بوجہ کامل ٹھیک اترنے والا ہزاروں ہزار مسائل صفات ثبوتیہ وسلبیہ کے اثبات کا یکبارگی سچا ذمہ لینے والا، مخالف ذی ہوش غیر مجنون ومدہوش کے منہ میں دفعۃً بھاری پتھر دیدینے والا نہ تھا مگر وہی دینی یقینی عقلی بدیہی اجماعی ایمانی مسئلہ کہ باری تعالٰی ہر عیب و منقصت محال بالذات جب یہی ہاتھ سے گیا سب کچھ جاتا رہا، اب نہ دین نہ نقل نہ ایمان نہ عقل، انا للہ وانا الیہ راجعون O کذٰلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر مفتون، ۔

ہاں وہابیہ نجدیہ کو دعوت عام ہے اپنے مولائے مسلم وامام مقدم کا یہ ہذیان امکان ثابت مان کر ذرا بتائیں تو کہ ان کا معبود بول و براز سے بھی پاک ہے یا نہیں حاش للہ امتناع تو امتناع عدم وقوع کے بھی لالے پڑیں گے، آخر قرآن وحدیث میں تو کہیں اس کا ذکر نہیں نہ افعال الٰہی اس نفی پر دلیل اگر اجماع مسلمین کی طرف رجوع لائیں اور بیشک اجماع ہے، مگر جان برادر یہ بیشک ہم نے یوں ہیں کہا کہ یہ عیب ہیں اور عیب سے تنزیہ ہر مسلمان کا ایمان تو قطعاً کوئی مسلم ان امور کو روا نہ رکھے گا، جب عیب سے تلوث ممکن ٹھہرا تو اب ثبوت اجماع کا کیا ذریعہ رہا، کیا نقل وروایت سے ثابت کروگے، حاشا نقل اجماع درکنار سلفاً وخلفاً کتابوں میں اس مسئلے کا ذکر ہی نہیں، اگر کہئے بول وبراز کا وقوع ایسے آلات جسمانیہ پر موقوف جن سے جناب باری منزہ تو اولاً ان آلات کے بطور آلات نہ اجزائے ذات ہونے کے استحالہ پر سوا اس وجوب تنزہ کے کیا دلیل جسے تمہارا امام ومولٰی رو بیٹھا، ثانیاً، توقف ممنوع آخر بے آلات زبان ومردمک وپردۂ گوش کلام وبصر وسمع ثابت یوہیں بے آلات بول وبراز سے کون مانع اسی طرح لاکھوں کفریات لازم آئیں گے کہ تمہارے امام کا وہ بہتان امکان تسلیم ہو کر قیامت تک ان سے مفر نہ ملے گی کذٰلک یحق اللہ الحق ویبطل الباطل ولو کرہ المجرمون ؎

مسلمانوں نے دیکھا کہ اس طائفہ تالفہ کے سردار وامام مدعی اسلام نے کیا لیس بویا اور کیا کچھ کھویا اور لاکھوں عقائد اسلام کو کیسا ڈبویا ہزاروں کفر شنیع وضلال فظیع کا دروازہ کیسا کھولا کہ اس کا مذہب مان کر کبھی بند نہ ہوگا، پھر دعوٰی یہ ہے کہ دنیا بھر میں ہمیں موحد ہیں باقی سب مشرک سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعوٰی، او ناقص ومعیبی وملوث خدا کے پوجنے والے کس منہ سے اس اپنے تراشیدہ باطل موہوم کو حضرت حق سبحانہ کہتا ہے، سبحان اللہ وہی تو سبحانہ کے قابل جس میں دنیا بھر کے عیبوں آلائشوں کا امکان حاصل العزۃ للہ

میں اپنے رب ملک سبوح قدوس عزیز مجید عظیم جلیل کی طرف بہزار جان وصد ہزار جان برأت کرتا ہوں، تیرے اس عیبی آلائشی تراشیدہ معبود اور اس کے سب پوجنے والوں سے، مسلمانو! تمہارے رب کے عزت وجلال کی قسم کہ تمہارا سچا معبود جل وعلا وہ پاک ومنزہ وسبوح وقدوس ہے جس کے لئے تمام صفات کمالیہ ازلاً ابداً واجب للذات اور اصلاً کسی عیب ولوث سے ملوث ہونا جزماً قطعاً محال بالذات اور اس کی پاک قدرت اس ناپاک شناعت سے بری ومنزہ کہ معاذ اللہ اپنے عیبی وناقص بنانے پر حاصل ہو، نعم المولٰی ونعم النصیر ○

یہ ملائے ملوم کا مولائے موہوم تھا جو اپنے لئے عیوب وفواحش پر قدرت تو رکھتا ہے مگر لوگوں کے شرم ولحاظ یا ہمارے سچے خدا کے قہر وغضب سے ڈر کر باز رہتا ہے، ضعف الطالب والمطلوب لبئس المولٰی ولبئس العشیر ○ ادسفیہ ملوم کذوب ظلوم الوہیت ومنقصت باہم اعلٰی درجہ تنافی پر ہیں، الٰہ وہی ہے جس کے لئے جمیع صفات کمال واجب لذاتہ ہوں تو کسی عیب سے اتصاف ممکن ماننا زوال الوہیت کو ممکن جاننا ہے پھر خدا خدا کب رہا، ولکن الظلمین بایات اللہ یجحدون ○ عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی تفسیر کبیر سے منقول ہوگا کہ باری کے لئے امکان ظلم ماننے کا یہی مطلب کہ اس کی خدائی ممکن الزوال ہے، میں گمان نہیں کرتا کہ اس بیباک کی طرح مسلمانوں کی تو خدا امان کرے، کسی سمجھ والے کافر نے بھی بے دھڑک تصریح کر دی ہو کہ عیب ولوث خدا میں تو آسکتے ہیں، مگر بطور ترفع یعنی مشیخت بنی رکھنے کے لئے ان سے دور رہتا ہے، صدق اللہ ومن اصدق من اللہ قیلا ○ فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور ○ بیشک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں، والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالٰی،

ثم اقول طرفہ تماشا ہے کہ خدا کی شان معلم طائفہ کا تو وہ ایمان کہ خدا کے لئے ہر عیب کا امکان اور ارباب طائفہ یوں بے وقت کی چھیڑ کر ناحق ہلکان کہ تمام امت[1] کے خلاف حق تعالٰی کے عجز پر عقیدہ ٹھہرانا تو مؤلف کے پیشوایان دین کا ہے مؤلف اس پر افسوس نہیں کرتا" حضرت ذرا گھر کی خبر لیجئے وہاں مولائی طائفہ عجز وجہل وظلم وبخل وسفہ وہزل وغیرہا دنیا بھر کے عیب ونقائص کے امکان کا ٹھیکا لے چکے ہیں، پھر بفرض غلط اگر کسی نے ایک جگہ عجز مان بھی لیا تو تمہارے امام کے ایمان[2] پر کیا بیجا کیا ایک امر کہ خدا کے لئے اس سے کروڑ درجہ بدتر ممکن تھا، اس نے اس خرمن سے ایک خوشہ تسلیم کرلیا پھر کیا قہر کیا مگر تمہارا امام جو خدا کے ناقص عیبی ملوث آلائشی ہوسکنے پر ایمان لایا نہ یہ قابل افسوس نہ خلاف امت ہے یہ تو تمہارے پیشوایان دین کی مت ہے، معاذ اللہ اس امام کی بدولت طائفہ بیچارے کی کبری گت ہے،

ثم اقول اس سے بڑھ کر مظلہ حالفہ تناقض صریح امام الطائفہ اسی منہ سے خدا کے لئے عیب وتلوث ممکن مانتا ہے، اسی منہ سے کہتا ہے جھوٹ نہ بول سکے تو قدرت جو گھٹ جائے گی، جی گھٹ جائے گی تو کیا آفت آئے گی، آخر جہاں ہزار عیب ممکن تھے ایہم برعلم[3] کبں ہے یہ کہ رب کریم رؤف ورحیم عز مجدہ اپنے اضلال سے پناہ میں رکھے، آمین آمین بجاہ سید الہادین محمد ن الصادق الحق المبین، صلوات اللہ تعالٰی

---

[1] یہ عبارت براہین کے اسی صـ کی ہے جس کا خلاصہ صدر استفتاء میں گذرا یہاں ملاگنگوہی صاحب جناب مؤلف یعنی مکرمنا مولوی عبد السمیع صاحب مؤلف انوار ساطعہ پر یوں منہ آتے ہیں کہ تم لوگ اللہ کا عجز مانتے ہو جو محال پر اسے قادر نہیں جانتے ہو اور ہم تو اس کے لئے جھوٹ وغیرہ سب کچھ جائز رکھتے ہیں تو عجز تو نہ ہوا اگرچہ خدائی گئی، ہزار تف اس بھونڈی سمجھ پر، رہا اس مغالطہ عجز کا دندان شکن حل وہ اس رسالہ مبارکہ میں جابجا گذرا، سبحٰن اللہ محال پر قدرت نہ ہونے کو عجز جاننا الٰہی کیسے ناشخص کی تشخیص ہے، واللہ الہادی ۱۲ عفی عنہ [2] وانتظر ما سنلقی علیک ان السفینۃ قائل بالامکان الوقوعی بل الی توع لابجہ دالامکان الذاتی ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔ [3] ولا تنس ما اشرنا الیہ ۱۲ منہ

وسلامہ علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ اجمعین،

تازیانہ ۲۔ اقول وباللہ التوفیق، ایھا المسلمون، حاشا یہ جاننا کہ باری عزوجل کا عیوب ونقائص سے ملوث ہونا، اس شخص کے نزدیک صرف ممکن ہی ہے، نہیں نہیں بلکہ یقیناً اسے بالفعل ناقص جانتا اور کمال حقیقی سے دور مانتا ہے، اے مسلمان کمال حقیقی یہ ہے کہ اس صاحب کمال کی نفس ذات مقتضی جملہ کمالات ومنافی تلوثات ہو اور قطعاً جو ایسا ہوگا، اس پر ہر عیب ونقصان محال ذاتی ہوگا کہ ذات سے مقتضائے ذات کا ارتفاع یا ذات ومنافی ذات کا اجتماع دونوں قطعاً بدیہی الامتناع اور بیشک ہم اہلسنت اپنے رب کو ایسا ہی مانتے ہیں، اور بیشک وہ سچے کمال والا ایسا ہی ہے، اس شخص نے کہ اس عزیز جلیل پر عیب ونقصان کا امکان مانا تو قطعاً کمالات کو اس کا مقتضائے ذات نہ جانا تو کمال حقیقی سے بالفعل خالی اور حقیقۃً ناقص وفاقد مرتبۂ عالی ہوا آج وجہ معلوم ہوئی کہ یہ طائفہ تالفہ اپنے آپ کو موحد اور اہل سنت کو مشرک کیوں کہتا ہے، اس کے زعم میں اللہ عزوجل کے لئے اثبات کمالات واجبہ للذات شرک ہے کہ لفظ وجوب جو مشترک ہو جائے گا، اگرچہ وجوب بالذات ووجوب للذات کا فرق اس طفل مکتب پر بھی مخفی نہیں جو اربعہ وزوجیت کی حالت جانتا ہے، ولہٰذا اس فرقۂ ضالہ نے باتباع کرامیہ کمالات الٰہیہ کو مقتضائے ذات نہ ٹھہرایا تو جیسے معتزلہ نے تعدد قدماء سے بچنے کو نفی صفات کی اور اپنا نام اصحاب التوحید رکھا، یونہیں اس طائفہ جدیدہ نے اشتراک لفظ وجوب سے بھاگنے کو نفی اقتضائے ذات کی اور اپنا نام موحد تراشا، وفی ذٰلک اقول ؎

خسر الذین بالاعتزال وبالتوھب جاءوا
ذا اھل توحید وذاک موحد غواءوا
نعم القلوب تشابھت فتناسب الاسماء

تنبیہ نبیہ جہول سفیہ کو جب کہ اس کے استاذ قدیم ابلیس رجیم علیہ اللعن نے یہ نقصان وتلوث باری عزوجل کا مہلکہ سکھایا، تو دوسری کتاب ایضاح الباطل مسمّٰی بہ ایضاح الحق میں ترقی ضلال نے شدت نکال کا رستہ دکھایا یعنی اس میں بنہایت دریدہ دہنی مسائل تنزیہ وتقدیس باری تعالٰی عزوجل کو جن پر تمام اہل سنت کا اجماع قطعی ہے صاف بدعت حقیقیہ بتایا، جری بیباک کی وہ عبارت ناپاک یہ ہے " تنزیہ او تعالٰی از زمان ومکان وجہت واثبات رویت بلاجہت ومحاذات وقول بعدد در عالم بر سبیل ایجاب واثبات قدم عالم وامثال آں ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد اھ" ملخصاً۔ دیکھو کیسا بے دھڑک لکھ دیا کہ اللہ عزوجل کی یہ تنزیہیں تقدیسیں کہ اسے زمانہ ومکان وجہت سے پاک جاننا اور اس کا دیدار بلاکیف حق ماننا سب بدعت حقیقیہ ہیں، سچ ہے جب اللہ تعالٰی کے لئے ہر عیب وآلائش کو ممکن ماننا سنت ملعونہ امام نجدیہ ہے تو اس عزیز مجید جل مجدہ کی تنزیہ وتقدیس آپ ہی بدعت حقیقیہ شریعت وہابیہ ہوگی، وہی حساب ہے ع کہ تو ہم در میان ما تلخی، ـــ

مشرکین بھی تو دین اسلام کو بدعت بتاتے تھے، ما سمعنا بھذا فی الملۃ الاٰخرۃ ان ھذا الا اختلاق خیر یہاں تک تو نری بدعت ہی بدعت تھی آگے شراب ضلالت تیز وتند ہو کر اونچی چڑھی اور نشے کی ترنگ کیف کی امنگ دون پر آکر کفر تک بڑھی کہ اللہ عزوجل کو پاک ومنزہ اور دیدار الٰہی کو بے جہت ومقابلہ ماننے کو مخلوقات کے قدیم جاننے اور خالق تعالٰی کو بے اختیار ماننے کے ساتھ گنا اور اسے

ان ناپاک مسئلوں کے ساتھ کہ باجماع مسلمین کفر محض ہیں ایک حکم میں شریک کیا، اب کیا کہا جائے سوا اس کے کہ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، اچھے امام اور اچھے ماموم، ع مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم،

تازیانہ ۳- اقول وباللہ التوفیق، سفیہ سحیق کی اور جہالت و ضلالت دیکھئے خود مانتا جاتا ہے کہ صدق اللہ عزوجل کی صفاتِ کمالیہ سے ہے، حیث قال، صفت کمال ہمیں ست الخ پھر اسے امر اختیاری جانتا ہے کہ باری تعالٰی نے باوجود قدرت عدم برعایت مصلحت بطور ترفع اختیار فرمایا، اہل سنت کے مذہب میں اللہ عزوجل کے کمالات اس کے یا کسی کے قدرت و اختیار سے نہیں بلکہ باقتضائے نفس ذات بے توسط قدرت وارادہ واختیار اس کی ذات پاک کے لئے واجب ولازم ہیں نہ کہ معاذ اللہ وہ اس کی صنعت یا ان کا عدم اس کے زیر قدرت تمام کتب کلامیہ اس کی تصریح سے مالامال، وہ احادیث و آثار تمھارے کان تک بھی پہنچے ہوں گے جن میں کلام الٰہی کو باختیار الٰہی ماننے والا کافر ٹھہرا ہے اور عجب نہیں کہ بعض ان میں سے میں بھی ذکر کروں، مجھے یہاں حیرت ہے کہ اس بیباک بدعتی کو کیونکر الزام دوں، اگر یہ کہتا ہوں کہ صفات کمالیہ الٰہی کا اختیاری اور ان کے عدم کا زیر قدرت باری ہونا ائمہ اہل سنت کا مسئلہ اجماعی ہے تو اس نے جیسے اور مسائل اجماعیہ تنزیہ تقدیس کو بدعت حقیقیہ لکھ دیا یہاں کہتے کون اس کی زبان پکڑتا ہے، کہ ائمہ اہل سنت سب بدعتی تھے، اور اگر یوں دلیل قائم کرتا ہوں کہ صفت کمال کا اختیاری اور اس کے عدم کا زیر قدرت ہونا مستلزم عیب و منقصت ہے کہ جب کمال اختیاری ہوا کہ چاہے حاصل کیا یا نہ کیا تو عیب و نقصان بھی روا ٹھہرا اور مولٰی سبحانہ تعالٰی کا موصوف بصفات کمالیہ ہونا کچھ ضروری نہ ہوا تو یہ اس بدمشرب کا عین مذہب ہے وہ صاف لکھ چکا کہ باری عزوجل میں عیب و آلائش کا ہونا ممکن، مگر ہاں ان پیروؤں سے اتنا کہوں گا کہ آنکھ کھول کر دیکھتے جاؤ کس معتزلی کو امام جانتے ہو جو صراحۃً عقائد اجماعیہ اہل سنت وجماعت کو رد کرتا جاتا ہے، پھر نہ کہنا کہ ہم سنی ہیں،

تنبیہ نبیہ! حضرت نے صفات کمالیہ باری جل وعلا کا اختیاری ہونا کچھ فقط صفت صدق ہی میں نہ لکھا، بلکہ مسئلہ علم الٰہی میں بھی اس کی تصریح کی، کتاب تفویت الایمان مسمّٰی بتقویت الایمان، بعکس نہند نام زنگی کافور، میں صاف لکھ دیا "غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہئے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے"۔ حاشا للہ! اللہ عزوجل پر صریح بہتان ہے، دیکھو یہاں علم کھلا اقرار کر گیا کہ اللہ تعالٰی چاہے تو علم حاصل کرلے چاہے جاہل رہے، شاباش بہادر، اچھا ایمان رکھتا ہے خدا پر، اہل سنت کے مذہب میں ازلاً ابداً ہر بات کو جاننا ذات پاک کو لازم ہے کہ نہ وہ کسی کے ارادہ واختیار سے نہ اس کا حاصل ہونا یا زائل ہو جانا کسی کے قابو و اقتدار میں، پیرو صاحبو! ذرا پیر طائفہ کی بدمذہبیاں گنتے جاؤ اور اپنے امام معظم کے لئے ہم اہل سنت کے امام اعظم ہمام اقدم امام الائمہ سراج الامہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ارشاد واجب الانقیاد کا تحفہ لو فقہ اکبر میں فرماتے ہیں، صفاتہ تعالٰی فی الازل غیر محدثۃ ولا مخلوقۃ فمن قال انہا مخلوقۃ او محدثۃ او وقف فیہا او شک فیہا فہو کافر باللہ تعالٰی، صفات الٰہی ازلی ہیں نہ حادث نہ کسی کے مخلوق تو جو انھیں مخلوق یا حادث بتائے یا ان میں تردد کرے یا شک لائے وہ کافر ہے اور اللہ تعالٰی کا منکر، **اقول** وجہ اس کی وہی ہے کہ صفات مقتضائے ذات تو ان کا حادث وقابل فنا ہونا ذات کے حدوث وقابلیت فنا کو مستلزم اور یہ عین انکار ذات ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

تازیانہ ۴، اقول وباللہ التوفیق، جب صدق الٰہی اختیاری ہوا اور قرآن عظیم قطعاً اس کا کلام صادق تو واجب کہ

قرآن مجید اللہ تعالٰی کا مقتضائے ذات نہ ہو ورنہ قرآن لازم ذات ہوگا اور صدق لازم قرآن اور لازم لازم لازم اور لازم کا اختیاری ہونا بداہۃً باطل، اور باجماع مسلمین جو کچھ ذات ومقتضائے ذات کے سوا ہے سب حادث ومخلوق تو دلیل قطعی سے ثابت ہوا کہ مولائے وہابیہ پر قرآن عظیم کو مخلوق ماننا لازم، اس بارے میں اگرچہ حضرت عبداللہ[1] بن مسعود وعبداللہ[2] بن عباس وجابر[3] بن عبداللہ وابو درداء[4] وحذیفہ[5] بن الیمان وعمران[6] بن حصین ورافع[7] بن خدیج وابو[8] حکیم شامی وانس[9] بن مالک وابو ہریرہ[10] دس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی حدیثوں سے مروی ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قرآن مجید کے مخلوق کہنے والے کو کافر بتایا، مگر ازانجا کہ ائمہ محدثین کو ان احادیث[11] میں کلام شدید ہے، لہذا آثار واقوال صحابہ کرام وتابعین عظام وائمہ اعلام علیہم رضا المنعام استماع کیجئے،

(ارشادات ۱-۱۰) امام لالکائی کتاب السنہ میں بسند صحیح روایت کرتے ہیں، انبأنا الشیخ ابو حامد بن ابی طاہر الفقیہ انبأنا عمر بن احمد الواعظ حدثنا محمد بن ہارون الحضرمی حدثنا القاسم بن العباس الشیبانی حدثنا سفیان بن عیینۃ عن عمرو بن دینار قال ادرکت تسعۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقولون من قال القراٰن مخلوق فھو کافر۔ یعنی حضرت عمرو بن دینار فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نو صحابہ کو پایا کہ فرماتے تھے جو قرآن کو مخلوق بتائے کافر ہے، (۱۱) بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن آبائہ الکرام سے راوی کہ مخلوقیت قرآن ماننے والے کی نسبت فرماتے انہ یقتل ولا یستتاب، قتل کیا جائے اور اس سے توبہ نہ لیں، (۱۲) اسی میں امام علی بن مدینی سے منقول انہ کافر (۱۳) اسی میں امام مالک سے مروی کافر فاقتلوہ، کافر ہے اسے قتل کردو، (۱۴) جزء الفیل میں یحیٰی بن ابی طالب سے روایت من زعم القراٰن مخلوق فھو کافر، جو قرآن کو مخلوق کہے کافر ہے، ذکر ھذہ الاربع الامام السخاوی فی المقاصد الحسنۃ، (۱۵) امام احمد کتاب السنہ میں فرماتے ہیں، من قال القراٰن مخلوق فھو عندنا کافر لان القراٰن من صفۃ اللہ، قرآن کو مخلوق کہنے والا ہمارے نزدیک کافر ہے کہ قرآن خدا کی صفتوں سے ہے، (۱۶) امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں، من قال القراٰن مخلوق فھو زندیق جو قرآن کو مخلوق کہے وہ بے دین ہے، (۱۷) امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں، القراٰن کلام اللہ من قال مخلوق فھو کافر، قرآن کلام الٰہی ہے جو اسے مخلوق کہے کافر ہے، (۱۸) عبداللہ بن ادریس کے سامنے خلق قرآن ماننے والوں کا ذکر ہوا کہ اپنے آپ کو موحد کہتے ہیں، فرمایا، کذبوا

---

[1] الشیرازی فی الالقاب والخطیب ومن طریقہ ابن الجوزی بوجہ آخر ۱۲ منہ [2] ابو نصر السجزی فی الابانۃ عن اصول الدیانۃ ۱۲ منہ [3] اخرج عنہ الخطیب ۱۲ منہ [4] الدیلمی فی مسند الفردوس ۱۲ منہ [5] الشیرازی فی الالقاب والدیلمی فی مسند الفردوس بوجہ آخر ۱۲ منہ [6] الدیلمی من طریق الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ، [7] کالذی قبلہ ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی [8] روی عنہ الخطیب ۱۲ منہ [9] الدیلمی وھو عند الخطیب بوجہ آخر ۱۲ منہ [10] ابن عدی فی الکامل ۱۲ منہ، [11] البیہقی فی الاسماء والصفات اسانیدہ مظلمۃ لاینبغی ان یحتج بشیئ منہا ولا ان یستشہد بہا ابن الجوزی موضوع، الذھبی فی المیزان والحافظ فی اللسان والسخاوی فی المقاصد باطل القاری فی المنح لا اصل لہ السیوطی فی اللآلی ما رأیت لہذا الحدیث من طرق ۱۲ منہ سلمہ ربہ، ـ

لیس ھؤلاء بموحدین ھؤلاء زنادقۃ من زعم ان القراٰن مخلوق فقد زعم ان اللہ مخلوق ومن زعم ان اللہ مخلوق فقد کفر ھؤلاء زنادقۃ۔ جھوٹے ہیں وہ موحد نہیں زندیق ہیں جس نے قرآن کو مخلوق کہا اُس نے خدا کو مخلوق کہا اور جس نے خدا کو مخلوق کہا کافر ہوا یہ بیدین ہیں۔ (۱۹ تا ۲۱) وکیع بن الجراح ومعاذ بن معاذ و یحیٰی بن معین فرماتے ہیں، من قال القراٰن مخلوق فھو کافر (۲۲) ابن ابی مریم نے فرمایا، من زعم ان القراٰن مخلوق فھو کافر۔ (۲۳ و ۲۴) شبابہ بن سوار و عبدالعزیز بن ابان قرشی فرماتے ہیں، القراٰن کلام اللہ ومن زعم انہ مخلوق فھو کافر۔ قرآن کلام اللہ ہے جو اسے مخلوق مانے کافر ہے۔ (۲۵) امام یزید بن ہارون نے فرمایا، واللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم عالم الغیب والشھادۃ من قال القراٰن مخلوق فھو زندیق قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں بڑا مہربان رحمت والا حاضر غائب سب سے خبردار کہ جو کوئی قرآن کو مخلوق کہے زندیق ہے۔ اورد ھذہ الاثار اخوفی الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ للعلامۃ النابلسی۔ (۲۶) سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وصایا میں فرماتے ہیں، من قال ان کلام اللہ مخلوق فھو کافر باللہ العظیم، جو قرآن کو مخلوق کہے، اس نے عظمت والے خدا کے ساتھ کفر کیا۔ (۲۷) امام فخر الاسلام فرماتے ہیں، قد صح عن ابی یوسف انہ قال ناظرت اباحنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی فی مسئلۃ خلق القراٰن فاتفق رأیی ورأیہ علی ان من قال بخلق القراٰن فھو کافر۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے بروایت صحیحہ ثابت ہوا کہ انھوں نے فرمایا میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مسئلہ خلق قرآن میں مناظرہ کیا، بالآخر میری اور ان کی رائے متفق ہوئی کہ خلق قرآن ماننے والا کافر ہے۔ (۲۸) مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں، صح ھذا القول ایضا عن محمدؒ یہ قول امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے بھی بسند صحیح مروی ہوا۔ (۲۹ و ۳۰) فصول عمادی پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے، من قال بخلق القراٰن فھو کافر الخ (۳۱) خلاصہ میں ہے، لو قال تا قرآن آفریدہ شدہ است سیم و پنج شنبئی نہادہ شدہ یکفر الخ (۳۲) خزانۃ المفتین میں ہے، من قال بخلق القراٰن فھو کافر۔ فیہ سئل نجم الدین النسفی عن معلمۃ قالت تا قرآن آفریدہ شدہ است سیم پنج شنبئی استاد نہادہ شدہ است، ھل یقع فی نکاحھا شبہۃ قال نعم لانھا قالت بخلق القراٰن۔

ایھا المسلمون! امام وہابیہ کے صرف اس ایک قول کے متعلق صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین وعلمائے دین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے یہ بتیس فتوے ہیں، جن کی رو سے اس پر کفر لازم[1] اور اس کے بہت سے اقوال کہ اس کے مثل یا اس سے بھی شنیع تر ہیں، ان کا کہنا ہی کیا ہے،

ع قیاس کن زگلستان او بہار ش را ۔ اللھم انا نسألک الختام علی الایمان والسنۃ، اٰمین اٰمین یا عظیم المنۃ۔

یہ چار تازیانے خاص اس امر کے اظہار میں تھے کہ مولائے نجدیہ نے اس ایک قول میں کتنی کتنی بدمذہبیاں کیں، معتزلیت کرامیت وغیرہما کس کس طرح کی ضلالتیں لیں، کیا کیا عقائد اجماعیہ اہل سنت کو جھٹلایا، اللہ عزوجل کی جناب میں گستاخی وبے ادبی کو کس نہایت تک

[1] اقول، وجہ ملازمت ظاہر ہے کہ ہر مخلوق حادث اور قرآن لازم ذات اور حدوث لازم حدوث ملزوم کو مستلزم اور ہر حادث مخلوق تو خلق صفت ماننے کو خلق ذات ماننا لازم، حضرات نجدیہ غور کریں کہ یہ لازم شنیع یعنی معاذ اللہ ذات باری کا حادث و مخلوق ہونا ان کے امام پر بھی لازم آیا یا نہیں، غنیمت جانیں کہ لازم قول قول نہیں ہوتا ۱۲ منہ دام فیضہ۔ ثم لیعلم ان المحققین فرقوا بین اللزوم والالتزام تفھم الایکفیہ ما فی ھذا من خسار کامل و بوار تام والعیاذ باللہ ذی الجلال والاکرام ۱۲ منہ۔

پہنچایا، جب بحمد اللہ تفصیل مستدل سے فراغت پائی اب بتوفیقہ تعالٰی تذلیل دلیل کی طرف چلئے، یعنی اس ہذیان دوم میں جو اس نے امکان کذب باری پر ایک فریبی مغالطہ دیا، اس کا رد بلیغ سنئے، ذرا اس کی تقریر مغالطہ پر پھر ایک نظر ڈال لیجئے کہ تازہ ہو جائے، حاصل اس کلام پریشاں کا یہ تھا کہ عدم کذب باری تعالٰی کے صفات کمال سے ہے، جس سے اس کی مدح کی جاتی ہے، اور صفت[1] کمال و قابل مدح یہی ہے کہ کذب پر قادر ہو کر اس سے بچے، سرے سے قدرت ہی نہ ہوئی، تو عدم کذب میں کیا خوبی ہے، پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ جھوٹ نہیں بولتا، یونہی جو کذب کا ارادہ کرے مگر کسی مانع کے سبب بول نہ سکے عقلاً اس کی بھی مدح نہ کریں گے۔ اب بتوفیق اللہ تعالٰی پہلے نقوض اجمالی لیجئے، پھر حل مغالطہ کا مژدہ دیجئے، واللہ الھادی وولی الایادی،

تازیانہ ۵۔ رب عزوجل فرماتا ہے، وما انا بظلام للعبید، میں بندوں کے حق میں ستمگر نہیں، اور فرماتا ہے، لایظلم ربك احداً تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا، اور فرماتا ہے، ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ، بیشک اللہ تعالٰی ایک ذرے برابر ظلم نہیں فرماتا، **اقول** ان آیات میں مولٰی عزوجل نے عدم ظلم سے اپنی مدح فرمائی، کیوں[2] ملاجی بھلا جو ظلم پر قدرت ہی نہ رکھے اس کی بے ظلمی کی کیا تعریف یوں تو پتھر کی بھی ثنا کیجئے کہ ظلم نہیں کرتا اسی طرح جو صوبہ ظلم چاہے مگر حاکم بالا کا خوف مانع آئے، عقلاً اس کی بھی مدح نہ کریں گے تو لاجرم باری عزوجل کو ظلم پر قادر رکھئے گا، سبحن اللہ تم سے کیا دور جب کذب وغیرہ ہر عیب و آلائش پر قدرت مان چکے تو ظلم میں کیا ستم رکھا ہے، مگر اتنا سمجھ لیجئے کہ ظلم کہتے ہیں ملک غیر میں تصرف بیجا کو، جب باری سبحانہ وتعالٰی کو اس پر قادر مانئے گا تو پہلے بعض اشیاء کو اس کی ملک سے خارج اور غیر کی ملک مستقل مان لیجئے، مسلمانوں کو تو بزور زبان زور و بہتان مشرک کہتے ہو خود سچے پکے کافر مشرک بن جائیے، قال تعالٰی، ﷲ مافی السمٰوٰت ومافی الارض، اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔ وقال تعالٰی، قل لمن مافی السمٰوٰت والارض قل ﷲ، تو فرما کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، تو فرما اللہ کا ہے۔ وقال تعالٰی، ام لھم شرك فی السمٰوٰت والارض، کیا ان کا ساجھا ہے آسمانوں اور زمین میں۔ ولہذا اہل سنت وجماعت کا اجماع قطعی قائم کہ باری جل مجدہ سے ظلم ممکن ہی نہیں، شرح فقہ اکبر میں ہے، لایوصف اللہ تعالٰی بالقدرۃ علی الظلم لان المحال لا

---

[1] اقول، اس احمق کا سارا ہذیان دفع کرنے کو صرف اتنا جملہ کافی جو تنزیہ دوم میں زیر دلیل بست وچہارم گزرا کہ اللہ عزوجل پر وہ شے بھی محال جو کمال سے خالی ہو اگرچہ نقص نہ رکھتی ہو ظاہر ہے کہ نفی کمال سے مدح ہونے سے رہی مدح اس کی نفی سے ہوگی جو کمال نہیں اور جو کچھ کمال نہیں وہ باری عزوجل کے لئے محال ایمان ٹھیک ہو تو یہی دو حرف بس ہیں، ۱۲ منہ سلمہ بحمد اللہ یہ نقض رفیع وبدیع ملائے شنیع کی ساری تقریر فظیع کو سراپا حاوی جس سے اس کے ہذیانوں کا ایک حرف نہ بچ سکے اس تقریر پریشاں کو پیش نظر رکھ لیجئے اور یوں کہہ چلئے ظلم الٰہی محال نہیں ورنہ لازم آئے کہ قدرت انسانی قدرت ربانی سے زائد ہو کہ ظلم وستم اکثر آدمیوں کی قدرت میں ہے، ہاں ظلم خلاف حکمت ہے تو ممتنع بالغیر ہوا، اسی لئے عدم ظلم کو کمالات حضرت حق سبحانہ سے گنتے اور اس سے اس کی تعریف کرتے ہیں، بخلاف شجر وحجر کہ انہیں کوئی عدم ظلم سے ستائش نہیں کرتا اور ظاہر ہے کہ صفت کمال یہی ہے کہ ظلم پر قدرت تو ہو مگر برعایت مصلحت ومقتضائے حکمت آلائش ستمگاری سے بچنے کو ظلم نہ کرے، ایسا ہی شخص سلب عیب ظلم وانصاف کمال عدل سے ممدوح ہوگا، بخلاف اس کے جس کے اعضا وجوارح بیکار ہو گئے ہوں کہ ظلم کر ہی نہیں سکتا یا قوت متفکرہ فاسد ہو گئی ہے کہ معنی ظلم سمجھنے اور اس کا قصد کرنے ہی سے عاجز ہے یا وہ شخص کہ جب عدل وانصاف کا حکم دے تب یہ حکم اس سے صادر ہو اور جب ظلم کا حکم چاہے آواز بند ہو جائے یا زبان نہ چلے یا کوئی منہ بند کرے یا گلا دبا دے یا ایک شخص کسی سے سیکھ کر حکم کرتا ہے آپ حکم دینا جانتا ہی نہیں اور وہ بتانے والا اسے احکام عدل وانصاف ہی بتاتا ہے اس وجہ سے ظلم صادر نہیں ہوتا، یہ لوگ عقلاء کے نزدیک قابل مدح نہیں بالجملہ عیب ظلم سے ترفع اور اس کی آلائش سے تنزہ کے لئے ظلم نہ کرنا ہی صفت مدح ہے اور عجز ہو تو کچھ مدح نہیں یا اس کی مدح پہلے کی مدح سے بہت کم ہے، انتہی ملاحظہ کیجئے النقض اسے کہتے ہیں کہ نام کو لگی نہ رکھے، واللہ الموفق ۱۲ منہ سلمہ۔

یدخل تحت القدرۃ وعند المعتزلۃ انہ یقدر ولا یفعل۔ باری تعالٰی کو ظلم پر قادر نہ کہا جائے گا کہ محال زیر قدرت نہیں آتا، اور معتزلہ کے نزدیک قادر ہے اور کرتا نہیں۔ بیضاوی وعمادی وغیرہما تفاسیر میں ہے، الظلم یستحیل صدورہ عنہ تعالٰی اھ ملخصا۔ اللہ تعالٰی سے ظلم صادر ہونا محال ہے۔ تفسیر روح البیان میں ہے، الظلم محال منہ تعالٰی، اللہ تعالٰی سے ظلم محال ہے۔ تفسیر کبیر میں ہے، الذی یدل علی ان الظلم محال من اللہ تعالٰی ان الظلم عبارۃ عن التصرف فی ملک الغیر والحق سبحانہ لایتصرف الا فی ملک نفسہ فیمتنع کونہ ظالماً وایضا الظالم لا یکون الٰھا والشیئ لا یصح الا اذا کانت لوازمہ صحیحۃ فلو صح منہ الظلم لکان زوال الٰھیتہ صحیحا وذالک محال اھ ملخصا، ظلم الٰہی محال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ظلم ملک غیر میں تصرف[1] سے ہوتا ہے اور حق سبحانہ تعالٰی جو تصرف کرے اپنی ہی ملک میں کرتا ہے، تو اس کا ظالم ہونا محال اور نیز ظالم[2] خدا نہیں ہوتا اور شے جبھی ممکن ہوتی ہے کہ اس کے سب لوازم ذاتیہ ممکن ہوں تو اگر ظلم الٰہی ممکن ہو تو لازم ظلم یعنی زوال الوہیت بھی ممکن ہو یہ محال ہے، اسی میں زیر قولہ تعالٰی ونضع الموازین القسط لیوم القیمۃ۔ الآیہ لکھتے ہیں، الظالم سفیہ خارج عن الالٰھیۃ فلو صح منہ الظلم لصح خروجہ عن الالٰھیہ۔ ظالم بے وقوف ہے خدائی سے خارج تو اگر خدا سے ظلم ممکن ہو تو اس کا خدائی سے نکل جانا ممکن ہو۔ تفسیر کبیر کی وہی عبارت ہے جس کا ہم تازیانہ اول میں وعدہ کر آئے تھے،

تازیانہ ۱۶۔ قال ربنا تبارک وتعالٰی، وقل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا، تو کہہ سب تعریفیں اس خدا کو جس نے اپنے لئے بیٹا نہ بنایا، وقال تعالٰی حاکیا عن الجن، وانہ تعالٰی جد ربنا ما اتخذ صاحبۃ ولا ولدا ہ بے شک بڑی شان ہے ہمارے رب کی جس نے اپنے لئے نہ عورت اختیار کی نہ بچہ۔ ۔

اقول ان آیات میں سبوح قدوس جل جلالہ نے یوں اپنی تعریف فرمائی، اب بھلا میاں جی کہیں اپنی دلیل سے جو کتے ہیں ضرور کہیں گے کہ ان کا خدائے موہوم چاہے تو بیاہ کرے بچے جنائے مگر عیب ولوث سے بچنے کو فرورہتا ہے، جب تو صفت مدح ٹھہری ورنہ دوسرے سے قدرت ہی نہ ہو تو خوبی ہی کیا ہے، یحیٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا گیا، سیدا وحصورا، سردار اور عورتوں سے پرہیز رکھنے والا، ا خیز نامرد کی کون تعریف کرے گا کہ عورتوں سے بچتا ہے۔ ۔

تازیانہ ۱۷۔ قال المولٰی سبحانہ وتعالٰی، وما کان ربک نسیا ہ تیرا رب بھولنے والا نہیں۔ **اقول** اب دہلوی ملا اپنی ہذیانی دلیل کو آیہ کریمہ میں جاری کر دیکھے، رب تعالٰی ذکرہ نے عدم نسیان سے اپنی مدح فرمائی اور صفت کمال وقابل مدح یہی ہے کہ باوجود امکان نسیان عیب ولوث سے بچنے کو اپنے علوم حاضر رکھے، پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ یہ بات نہیں بھولتا، حالانکہ عدم نسیان قطعاً اسے بھی حاصل، یونہی اگر ایک شخص بالقصد کسی مسئلہ کو بھلا دینا چاہتا اور عمداً اپنے دل کو اس کی یاد سے پھیرتا ہے، مگر جب بھولنے پر آتا ہے کوئی یاد دلاتا ہے یوں بھلانے پر قدرت نہیں پاتا عقلاً ایسے شخص کو بھی عدم نسیان سے مدح نہ کریں گے تو لاجرم واجب کہ باری سبحانہ کا نسیان ممکن ہو اور وہ اپنے علوم بھلا دینے پر قادر، تعالٰی عن ذالک علوا کبیرا۔ ۔

---

[1] لا یخفی علی الفطن الفاھم فرق بین تعبیر الاصل وعبارۃ العبد المترجم ۱۲ منہ۔ [2] یعنی ظلم والوہیت کا جمع ہونا ناممکن کہ ظلم عیب ہے اور الوہیت ہر عیب کی منافی تو صدور ظلم کو عدم الوہیت لازم ہے ۱۲ منہ۔

تازیانہ ۸۔ آیہ کریمہ لا یضل ربی ولا ینسی ۵ میرا رب نہ بہکے نہ بھولے۔ **اقول** موسٰی کلیم علٰی سیدہ وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عدم ضلال سے اپنے رب کی ثنا کی اگر دہلوی میاں جی کی دلیل سچی ہو تو لازم کہ باری عزوجل کا بہکنا ممکن ہو کہ مدح اسی میں ہے کہ باوصف امکان عیب ولوث سے بچنے کو ضلال میں نہ پڑے اگر ضلالت پہ قدرت ہی نہ پائی تو مجبوری کی بات میں تعریف کاہے کی، پتھر کو کوئی نہ کہے گا کہ یہ راہ نہیں بھولتا یا جب پھینکتے ہیں تو سیدھا زمین ہی پہ آتا ہے، کبھی بہک کر آسمان کو نہیں چلا جاتا، اسی طرح جب کوئی شخص بہکنے کو ہو تو راہ بتادی جائے یوں بہکنے نہ پائے اس میں بھی کوئی تعریف نہیں، یہ چار تازیانے نقض کے لئے بس ہیں، اور جو شخص طرز تقریر سمجھ گیا ہے ہر اور نقوض کثیرہ کا استخراج[1] آسان مگر انصاف یہ ہے کہ جو گستاخ دہن دریدہ حیاپریدہ اپنے رب کے لئے دنیا بھر کے عیب وآلائش روا کرچکا، اس سے ان استحالوں کا ذکر بے حاصل کہ وہ سہو وضلالت وجماع وولادت سب کچھ گوارا کرلے گا۔ ؎

تیر بر جاہ انبیا انداز	طعن در حضرت الٰہی کن
بے ادبی زی وآنچہ دانی گوئے	بیحیا باش وہرچہ خواہی کن

تازیانہ ۹۔ **اقول** ع عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگوئے۔ جامعیت اوصاف عجب چیز ہے اور مجموعہ کا فضل آحاد پہ ظاہر، دہلوی ملا کو بھی اللہ عزوجل نے جامعیت اصناف بدعت عطا فرمائی تھی دنیا بھر میں کم کوئی طائفہ ارباب ضلالت نکلے گا جس سے ان حضرت نے کچھ تعلیم نہ لی ہو پھر ایجاد بندہ اس پر علاوہ، تو اس نئے فتنہ کو چاہے عطر فتنہ کہئے یا ضلالت کی گھانیوں کا عطر مجموعہ، اب یہ نفیس دلیل جو حضرت نے امکان کذب باری عزوجل پر قائم کی، حاشا ان کی اپنی تراشی نہیں کہ وہ دین میں نئی بات نکالنے کو بہت برا جانتے تھے، بلکہ اپنے اساتذہ کاملہ حضرات معتزلہ خذلہم اللہ تعالٰی سے سیکھ کر لکھی ہے، ان خبیثوں نے بعینہ حرف بحرف اسی دلیل سے مولٰی تعالٰی کا امکان ظلم نکالا تھا اور جو نقض فقیر نے ان حضرات پر کئے بعینہ ایسے ہی نقضوں سے ائمہ اہل سنت نے ان ناپاکوں کا رد فرمایا، امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں زیر قولہ عزوجل، ان اللّٰہ لا یظلم مثقال ذرۃ فرماتے ہیں، قالت المعتزلۃ الاٰیۃ تدل علی انہ قادر علی الظلم لانہ تمدح بترکہ ومن تمدح بترک فعل قبیح لم یصح منہ ذٰلک التمدح الا اذا کان ھو قادرًا علیہ الا تری ان الزمن لا یصح منہ ان یتمدح بانہ لا یذھب فی اللیالی الی السرقۃ والجواب انہ تعالٰی تمدح بانہ لاتأخذہ سنۃ ولا نوم ولم یلزم ان یصح ذٰلک علیہ وتمدح بانہ لا تدرکہ الابصار ولم یدل ذٰلک عند المعتزلۃ علی انہ یصح ان تدرکہ الابصار[2]۔ یعنی معتزلہ نے کہا آیت مذکورہ دلالت فرماتی ہے کہ اللہ تعالٰی ظلم پر قادر ہے، اس لئے کہ رب عزوجل نے اس میں ترک ظلم سے اپنی مدح فرمائی اور کسی فعل قبیح کے ترک پر مدح جب ہی صحیح ہوگی کہ اسے اس کے کرنے پر قدرت ہو آخر نہ دیکھا کہ لنجا اپنی تعریف نہیں کرسکتا کہ میں راتوں کو چوری کے لئے نہیں جاتا، مسلمان دیکھیں کہ معتزلی ذلیل کی یہ بیہودہ دلیل بعینہٖ وہی ہذیان ملائے ضلیل ہے یا نہیں، فرق یہ ہے کہ انھوں نے اس قدیم العدل پر تہمت ظلم رکھی انھوں نے اس واجب الصدق پر افترائے کذب اٹھایا، انھوں نے بر تقدیر

---

[1] مثلاً قال اللہ تعالٰی، وما اللّٰہ بغافل عما تعملون ۵ اللہ غافل نہیں تمہارے کاموں سے، تو ملاجی کے مسلک پر لازم کہ اس کی غفلت ممکن ہو، وقال اللہ تعالٰی اولم یروا ان اللّٰہ الذی خلق السمٰوٰت والارض ولم یعی بخلقھن، الاٰیۃ، کیا انھوں نے نہ دیکھا کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور نہ تھکا ان کے بنانے سے۔ اب ملاجی کہیں گے کہ خدا کا تھکنا بھی ممکن وعلٰی ہذا القیاس ۱۲ منہ۔ [2] اقول بل وعندنا ایضًا اذا کان الادراک بمعنی الاحاطۃ ۱۲ منہ

منزہ اپنے رب کو لنجھے سے تشبیہ دی انھوں نے گونگے اور پتھر سے ملادیا، وفی ذالک اقول ؎

هم آمنوا ظلما بظلم مليكهم　　　ذا قائل كذ با بكذ اب الهه

لاغرو فيه اذا القلوب تشابهت　　　فالشبه نزّاع الٰی اشباهه

اب ائمہ اہل سنت کا جواب سنئے امام ممدوح فرماتے ہیں اس دلیل سے جواب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنی تعریف فرمائی کہ اسے غنودگی وخواب نہیں آتی اس سے یہ لازم نہ آیا کہ معاذ اللہ یہ چیزیں اس کے لئے ممکن بھی ہوں اور اس نے اپنی تعریف فرمائی کہ نگاہیں اسے نہیں پاتیں اس سے معتزلہ کے نزدیک اس پر نظر پہنچنے کا امکان نہ نکلا انتہی کیوں ہم نہ کہتے تھے ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری، ۔

تازیانہ ۱۰ ۔ وھو الحل، اقول وباللہ التوفیق۔ صفات مدائح کے درجات متفاوت ہیں، بعض مدائح اوّلی ہوتے ہیں، یعنی اعلٰی درجہ کمال اور بعض تنزلی، یعنی غایت الکمال کے مبلغ کمال پھر یہ اسی کی حق میں مدح ہوں گے جو مدائح اوّلی نہیں رکھتا صاحب کمال تام کا اس پر قیاس جہل ووسواس، مثلاً عبادت وتذلل وخشوع وخضوع وانکسار وتواضع انسان کے مدائح جلیلہ سے ہیں اور باری جل شانہ پر محال کہ ان کا مدح ہونا فوت کمال حقیقی یعنی معبودیت پر مبنی تھا، معبود عالم عز جلالہ کے حق میں عیب ومنقصت ہیں بلکہ اس کے لئے مدح تعالٰی وتکبر ہے، جل وعلا وسبحانہ وتعالٰی، یونہیں ترک نقائص ومعائب میں مخلوق کی مدح بالقصد باز رہنے پر مبتنی ہونا بھی اس کے نقصان ذاتی پر مبنی کہ وہ اپنی ذات میں سبوح وقدوس وواجب الکمال ومستحیل النقصان نہیں بلکہ جائز العیوب والقبوح ہے اور بنظر نفس ذات کے عیوب ونقائص سے منافات نہیں رکھتا تو غایت مدح اس کے لئے یہ ہے کہ جہاں تک بنے اس ممکن سے بچے اور تلوث سے بھاگے، ولہذا جہاں بوجہ فقدان اسباب وآلات بعض معایب وفواحش کی استطاعت نہ رہے، وہاں مدح بھی نہ ہوگی، جیسے نامرد لنجھے اپاہج گونگے کا زنا نہ کرنا، چوری کو نہ جانا، جھوٹ نہ بولنا کہ مناط مدح کہ دور بھاگنا اور اپنے نفس کو باز رکھنا تھا، یہاں مفقود اور جب امکان ہے تو کیا معلوم کہ عصمت بی بی از بیچادری ہے نہیں شاید اسباب سالم ہوتے تو مرتکب ہوتا، سفیہ جاہل نے اپنے رب جل وعلا کو بھی انھیں گونگوں لنجھوں بلکہ اینٹوں پتھروں پر قیاس کیا اور جب تک عیب ونقصان سے متصف نہ ہوسکے عدم عیب کو مدح نہ سمجھا حالانکہ یہ مدح اوّلی وکمال حقیقی تھا کہ وہ اپنی نفس ذات میں متعالی وقدوس وسبوح وواجب الکمالات ومستحیل القبوح ہے تعالٰی وتقدس، تو یہاں عیب ممکن سے باز رہنے اور بطور ترفع بالقصد بچنے کی صورت ہی متصور نہیں نہ حاش للہ یہ اس کے حق میں مدح بلکہ کمال مذمت وقدح ہے، وللہ العزۃ جمیعا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، ۔

تنبیہ نفیس ایھا المسلمون ایک عام فہم بات عرض کروں، سفیہ جاہل کا سارا مبلغ سعی یہ ہے کہ کذب پر قدرت پاکر ہی اس سے بچنا صفت کمال ہے نہ کہ کذب ممکن ہی نہ ہو، **اقول** جب کذب ممکن ہوا تو صدق ضروری نہ رہا اور جو ضروری نہیں وہ ممکن الزوال تو حاصل یہ ہوا کہ کمال وہی ہے جسے زوال ہوسکے اور جو ایسا کمال ہو جس کا زوال محال تو کمال ہی کیا ہے۔ سبحٰن اللہ یہ بھی ایک ہی ہوئی، اواحمق کمال حقیقی وہی ہے جس کا زوال امکان ہی نہ رکھے ہر کمال قابل زوال عارضی کمال ہے نہ ذاتی کمال، ۔ مسلمانو اللہ انصاف! باری عزوجل کا صدق یوں ماننا کہ ہے تو سچا مگر جھوٹا بھی ہوسکتا ہے یہ کمال ہوا یا یوں کہ وہ سبوح قدوس تبارک وتعالٰی ایسا سچا ہے جس کا جھوٹا ہونا قطعاً محال، ۔ اہل اسلام ان دونوں باتوں کو میزان ایمان

---

[1] قد مران القول بالامکان قول بالوقوع بل بالوجوب ۱۲ منہ، ۔

میں تول کر دیکھیں کہ کون گستاخ بے ادب اپنے رب کی تنزیہ کو بدعت وضلالت جانتے والا بحیلہ مدح اس کی مذمت وتنقیص پر اترتا ہے اور کون سچا مسلمان صحیح الایمان اپنے مولٰی کی تقدیس کو اصل دین ماننے والا اس کے صدق ونزاہت وجملہ کمالات کو علٰی وجہ الکمال ثابت کرتا ہے، والحمد للہ رب العٰلمین وقیل بعدا للقوم الظّٰلمین ٥۔

للہ الحمد اس عشرہ کاملہ نے ہذیان ناپاک گستاخ بیباک کی دھجیاں اڑادیں مگر ہنوز ان کی نزاکتوں کو تو بس نہیں،

ع صد سال می تواں سخن از زلف یار گفت،

ابھی حضرت کی اس چار سطری چار دیواری میں شواہد وزوائد وغیرہا مفاسد سے بہت ابکار افکار ستم کیش عیار آہوان مردم شکار کی جلیل نظر آتی ہے، جنھیں بے خدمت کامل وتسکین بالغ ناشاد نامراد سسکتا بلکتا چھوڑ جانا خلاف مروت وفتوت ذاتی ہے، لہذا اپنے سمند رہوار غضنفر خوتخوار صاعقہ برق بار کی دوبارہ عنان لیتا اور خانہ بجنۃ کار شہزور شہسوار شیر گیر ضیغم شکار کو از سر نو رخصت جولان دیتا ہوں، وباللہ التوفیق،۔

تازیانہ ۱۱، قولہ عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ می شمارند، **اقول** اس ہوشیار عیار کی چالاکی دیدنی صدق کو چھوڑ اعدم کذب پر مباحثہ چھیڑا تاکہ جماد وغیرہ کی نظیریں جاسکے، ظاہر ہے کہ پتھر کو سچا نہیں کہہ سکتے مگر یہ بھی ٹھیک ہے کہ جھوٹا نہیں حالانکہ قلب حاضر اور عقل ناظر ہو تو فقیر ایک نکتہ بدلیہ القا کرے سلب کسی شئے کا بنفسہ ہرگز صفت کمال نہیں ورنہ لازم آئے کہ معدومات کروروں اوصاف کمال سے موصوف اور اعلٰی درجہ مدح کے مستحق بلکہ باری تعالٰی کی تنزیہ وتقدیس میں اس کے شریک ہوں کہ بحالت عدم موضوع سب سالبے سچے ہیں جو سرے سے موجود ہی نہیں وہ جسم بھی نہیں جہت میں بھی نہیں زمان میں بھی نہیں مکان میں بھی نہیں مصوّر بھی نہیں محدود بھی نہیں مرکب بھی نہیں متجزی بھی نہیں حادث بھی نہیں متناہی بھی نہیں کاذب بھی نہیں ظالم بھی نہیں مخلوق بھی نہیں فانی بھی نہیں ذی زوجہ بھی نہیں ذی ولد بھی نہیں اسے خواب بھی نہیں اونگھ بھی نہیں بہکنا بھی نہیں بھول بھی نہیں، بس یہ اور ان جیسے صدہا اور سب صادق ہیں، مگر کوئی مجنون ہی ان سلوب کو اس مسلوب کے لئے صفت مدح وکمال جانے گا، ہاں عیوب ونقائص کا سلب اس وقت معرض مدح وبیان کمال میں آتا ہے جب کسی صفت کمال کے ثبوت پر مبنی اور صفت مدح سے منبئی ہو، ولہذا اقتضایائے مذکورہ باری عزوجل کے مدائح سے ہیں کہ ان چیزوں کا سلب اعظم صفات کمال یعنی وجوب وجود کے ثبوت سے ناشی اور ان کے بیان سے اس کا سبوح وغنی وقدوس ومتعالی ہونا ظاہر، باری عزوجل کو کہنا کہ متجزی نہیں، بیشک مدح ہے کہ اس سے اس کا غنا سمجھا گیا اور نقطہ کو کہنے میں کچھ تعریف نہیں کہ اس کے لئے خوبی نہ نکلی کہ وہاں عنادر کنار تجزی محتاج کے محتاج المحتاج کی محتاجی ہے وعلٰی ہذا القیاس جب یہ امر ممہد ہولیا تو ظاہر ہوگیا کہ حقیقۃً صدق صفت کمال ہے نہ مجرد عدم کذب جو معدومات بلکہ محالات کے بارے میں بھی صادق البتہ سلب کذب وہاں مفید مدح جہاں اس کا سلب ثبوت صدق کو مستلزم ہو مثلاً زید عاقل ناطق کی تعریف کیجئے کہ جھوٹا نہیں، بیشک تعریف ہوئی کہ جھوٹا نہیں تو آپ ہی سچا ہوگا اور سچا ہونا صفت کمال تو اس سلب نے ایک صفت کمال کا ثبوت بتایا لہذا محل مدح میں آیا جہاں ایسا نہ ہو وہاں زنہار نہ مفید مدح نہ مظہر کمال یہ نکتہ بدیعہ ملحوظ رکھئے پھر دیکھئے کہ عیار بہادر کی دی ہوئی نظیریں کیا کیا گُل کھلاتی ہیں، واللہ الموفق،۔

تازیانہ ۱۲ و ۱۳۔ قولہ اخرس وجماد کہ کسے ایشاں را بعدم کذب مدح نمی کند۔ **اقول** دونوں نظیروں پر پتھر پڑے ہیں، گنگ وسنگ کی کیوں مدح کریں کہ وہاں سلب کذب ثبوت صدق سے ناشی نہیں گونگا یا پتھر اگر جھوٹا نہ ہوا تو کیا خوبی کہ سچا بھی تو نہیں تو وہ استلزام صفت

کمال جو بنائے مدح تھا یہاں منتفی، سریہ ہے کہ منفصلہ حقیقیہ کے مقدم و تالی میں جب دو صفت مدح و ذم محمول ہوں تو جس فرد موضوع سے ذمیہ کو سلب کیجئے مدحیہ ثابت ہوگی کہ یہاں ہر ایک کا رفع دوسری کے وضع کو منتج بخلاف ان چیزوں کے جو زیر موضوع مندرج ہی نہیں کہ ان سے دونوں محمول کا ارتفاع معقول پھر سلب ذم ثبوت مدح پر کیوں کر محمول یہاں قضیہ کل متکلم مخبر اما صادق واما کاذب تھا، اخرس و جماد پر سرے سے وصف عنوانی ہی صادق نہیں پھر عدم کذب ان کے لئے کیا باعث مدح ہو دیکھو اور ذی ہوش یہ فارق ہے نہ وہ کہ جب تک عیب ممکن نہ ہو کمال حاصل ہی نہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تکمیل جمیل، اقول او جھوٹی نظیروں سے بچارے عوام کو چھلنے والے اس تفرقہ کی بھی نظیر دیکھ مسلمان کو اہل بدعت کے بہتر فرقے پورے گنا کر کہئے رافضی وہابی خارجی معتزلی جبری قدری ناصبی وغیرہ نہیں تو بیشک اس کی بڑی تعریف ہوئی اور بعینہٖ یہی کلمات کسی کافر کے حق میں کہئے تو کچھ تعریف نہیں حالانکہ یہ سالبہ قضئے دونوں جگہ قطعاً صادق تو کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہے کہ مسلمان باوجود قدرت رافضی وہابی ہونے سے بچا لہذا محمود ہوا اور اس کافر کو رافضی وہابی ہونے پر قدرت ہی نہ تھی لہذا مدح نہ ٹھہرا کوئی جاہل سا جاہل یہ فرق نہ سمجھے گا بلکہ تفرقہ وہی ہے کہ جب یہ فرقے اہل قبلہ کے ہیں تو مسلمان کے حق میں ان بہتر کی نفی سنی ہونے کا اثبات کرے گی، لہذا اعظم مدائح سے ہوا اور کافر سرے سے مقسم یعنی کلمہ گوئی سے خارج تو ان کی نفی سے کسی وصف محمود کا اس کے لئے اثبات نہ نکلا او لہذا مفید مدح نہ ٹھہرا، والحمد للہ علی اتمام الحجۃ ووضوح المحجۃ۔ ـ

تازیانہ ۱۴ ـ قولہ بخلاف کسے کہ لسان او ماؤف شدہ باشد و تکلم بکلام کاذب نمی تواند کرد، **اقول** اچھا ہو مگر تم بھی اسی کس کے مثل ہوتے کہ ایسے کاذب کلاموں کے بس تو نہ بولتے اے عقل مندو وہ ماؤف اللسان تکلم بکلام صادق بھی نہ کر سکے تو عدم مدح کی وہی وجہ کہ سلب کذب سے ثبوت صدق نہیں۔ ـ

تازیانہ ۱۵ ـ قولہ یا قوت متفکرہ او فاسدہ شدہ باشد کہ عقد قضیہ غیر مطابق للواقع نمی تواند کرد۔ **اقول** تم سے بڑھ کر فاسد المتفکرہ کون ہوگا پھر کتنے قضایائے باطلہ کا عقد کر رہے ہو بھلا حضرت کیا فساد متفکرہ صرف قضایائے کاذبہ ہی کے لئے ہوگا اور جب مطلقاً ہے تو عقد قضیہ مطابقہ پر بھی قدرت نہ ہوگی تو صراحۃً وہی فارق صادق اور وہم زاہق، ہاں جس تام العقل سالم النطق کو لطف الٰہی صدق محض کی استطاعت دے کہ بوجہ مانع غیبی اصدار کذب سے ممنوع و مصروف ہو تو یہ عدم کذب بیشک مدح عظیم ہوگا اسی وجہ سے کہ اب ثبوت صادقیت کبریٰ سے منتج اور کمال جلیل یعنی عصمت من اللہ پر مبنی خلاصہ یہ کہ شخص مذکور اس طور پر زیر موضوع مندرج اور بطور فساد تفکر خارج، فظهر التفرقة وذهب الوسوسة۔ ـ

تازیانہ ۱۶ تا ۱۹ ـ قولہ یا شخصے کہ کلام صادق از و صادر گردد و ہرگاہ ارادہ کاذب نماید آواز بندیا زبان ماؤف شود یا کسے دہن او بندیا حلقوم خفہ کند۔ **اقول** ایسا تو کیا کہوں جو آپ کی طبع نازک کو بالکل خفہ کند، ہاں اتنا کہوں گا کہ آپ کی تو اچھل کر تارے ہی توڑ لائیے یہ چار نظیریں وہ بے نظیر دی ہیں کہ باید و شاید، او عقل کی بڑیا جب وہ عزم تکلم بکذب کر چکا تو کلام نفسی میں کاذب ہو چکا اگرچہ بوجہ مانع صادر نہ ہو سکا تو اس کے عدم سے حکم کذب کیونکر رکا کذب حقیقۃً صفت معانی ہے نہ وصف الفاظ پھر اس کی مدح کیا معنی قطعاً مذموم ہوگا بھلا لے، دیگر اگلی نظیروں میں عدم کذب کی صورت تو تھی یہاں اللہ کی عنایت سے وہ بھی نہ رہی صریح کذب متحقق و موجود اور عدم کذب کی نظیروں میں معدود جبھی تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب گمراہ کرتا ہے عقل پہلے لیتا ہے، والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔ ـ

تازیانہ ۲۰۔ قولہ، یا کسے کہ چند قضایائے صادقہ یاد گرفتہ واصلاً بر ترکیب قضایائے دیگر قدرت ندارد بناءً علیہ تکلم بکاذب از وصادر نہ گردد، **اقول** یہ صورت بھی وہی فساد عقل کی ہے جس سے فقط حفظ صوادق کا شعبدہ بڑھایا، مگر کام نہ آیا، قطع نظر اس سے کہ یہ تصویر کیسی اور ایسے شخص سے حفظ قضایا معقول بھی ہے یا نہیں، **اولاً** انسان مرتبۂ عقل بالملکہ میں بالبداہۃ ترکیب قضایا پر قادر تو دوسرے سے تصویر ہی باطل اور عقل ہیولانی میں کہ تعقل انطباعی نہیں ہوتا، اگر تعقل نسبت خبریہ معقول بھی ہو تاہم حکایت وقصد افادت قطعاً غیر معقول اور صدق کذب باعتبار حکایت ہی تھا نہیں، نہ باعتبار مجرد علم ورنہ معاذ اللہ عالم کواذب کاذب ٹھہرے تو یہاں بھی سلب کذب سے ثبوت صدق لازم نہ ہوا اور وہی فارق پیش آیا۔ **ثانیاً** جو اصلاً کسی قضیہ حتی قضایائی وہمیہ واحکام تخصیہ بدیہیۂ حسیہ پر بھی قادر نہ ہو قطعاً مجانین بلکہ حیوانات سے بھی بدتر اور جماد سے ملحق تو اس کا کلام کلام نہ ہوگا، صوت بے صورت ہوگا اور صدق وکذب اولاً وبالذات صفت معانی ہے، نہ وصف عبارات تو بات اگرچہ باین معنی سچی ہو کر سامع اس سے ادراک معنی مطابق للواقع کرے مگر اس سے اس جمادی آواز کرنے والے کا صدق لازم نہیں کہ معنی متصف بالصدق اس کے نفس سے قائم نہیں حتی کہ علمانے کلام مجنون کو بھی خبریت سے خارج کیا اور بر ظاہر کہ صدق وکذب اوصاف خبر ہیں نہ شامل مطلق آواز، مولانا بحر العلوم قدس سرہ فواتح میں فرماتے ہیں، الکلام الصادر عن المجنون لا یکون مقصودا بالافادۃ فلا یکون حکایۃ عن امر حتی یکون خبراً۔ (**تنبیہ دائر وسائر** بہ تسفیہ جملہ نظائر) **اقول** ایہا المسلمون، سفیہ جاہل نے حتی الامکان اپنے رب میں راہ کذب نکالنے کو نو نظیریں بنادیں، مگر بحمد اللہ سب بے معنی ہم نے اس وقت تک ان کے رد میں اس امر پر بنائے کار رکھی کہ عدم کذب بنفسہ کمال نہیں جب تک ثبوت کمال پر مبنی نہ ہو اور یہاں ایسا نہیں اس کی سزا کو اسی قدر بس تھا مگر غور کیجئے تو معاملہ اور بھی بالکل معکوس اور عقل مستشہد کا کاسہ منکوس اور تمام نظائر رد قفا ہیں یعنی یہاں عدم قدرت علی الکذب کا بربنائے کمال ہونا بالائے طاق الٹا بربنائے عیوب ونقائص ہے، کہیں عدم عقل کہیں عجز آلات کہیں لحوق مغلوبی کہیں عروض آفات پھر ایسا عدم کذب اگر ہوگا تو مورث ذم ہوگا نہ باعث مدح یہ وجہ ہے کہ ان صور میں سلب کذب سے تعریف نہیں کرتے نہ وہ جاہلانہ وسفیہانہ خیال کہ عیب پر قدرت نہ ہونا مانع کمال، اب ختم الٰہی کا ثمرہ کہ سفیہ جاہل کو خدا وجماد میں فرق نہ سوجھا، اس کا عدم کذب اس کے کمال عالی یعنی سبوحیت وقدوسیت بلکہ نفس الوہیت سے ناشی کہ الوہیت اپنی حد ذات میں ہر کمال کی مقتضی اور ہر نقص کی منافی اور ان کا عدم کذب عیوب ونقائص پر مبنی پھر کیسی پرلے سرے کی کوڑ مغزی یا سینہ زوری کہ عین کمال کو کمال نقص پر قیاس کرے اور اینٹوں پتھروں کے عیوب ونقائص باری جل مجدہ کے ذمے دھرے، جاہل پر ایسی نظیر دینی لازم تھی جس میں عدم کذب باآنکہ کمال سے ناشی ہوتا پھر بھی بحالت عدم امکان مدح نہ سمجھا جاتا۔ وانّٰی لہ ذٰلک، اب جو اس کا حامی بنے سب کو دعوت عام دیجئے کہ ایسی نظیر ڈھونڈ کر لاؤ، فان لم تفعلوا ولن تفعلوا، الآیۃ۔

تنبیہ دوم، **اقول** اس سے زائد قہر یہ ہے کہ اپنا لکھا خود نہیں سمجھتا، نظیریں دے کر بالجملہ کہہ کر آپ ہی خلاصہ مطلب یہ نکالتا ہے کہ عدم کذب اگر بربنائے عجز ہو تو مورث مدح نہیں، معلوم ہوا کہ ان نظائر میں تحقق عجز وقصور پر مطلع ہے، پھر باری عزوجل کے عدم کذب کو ان سے ملاتا ہے حالانکہ وہاں عیب ومنقصت پر عدم قدرت زنہار عجز نہیں، بلکہ عین کمال ومدحت اور معاذ اللہ داخل قدرت ماننا ہی صریح نقص ومذمت یہ تقریر کافی ووافی طور پر مقدمۂ رسالہ ونیز رد ثالث ہذیان اول میں گزری اور وہیں یہ بھی بیان ہوا کہ عجز جب ہے کہ جانب فاعل قصور رکھی ہو جیسے اے سفیہ ان تیری نظیروں میں کہ گنگ ونسنگ اپنے نقصان کے باعث جھوٹ سچ کچھ نہیں بول سکتے نہ یہ کہ جانب قابل نالائقی ہو کہ تعلق قدرت کی قابلیت نہیں رکھتا، جس طرح جناب باری عزوجل کا کذب وغیرہ تمام عیوب سے منزہ ہونا اسے ہرگز کوئی مسلم عاقل عجز گمان نہ کرے گا، یا رب مگر ابن حزم سا

کوئی ضال اجہل یا ان حضرت سا جاہل اضل، وباللہ العصمۃ عن مواقع الزلل والحمد للہ الاعز الاجل۔

بحمد اللہ یہ صرف نظائر پر تازیانوں کا دوسرا عشرہ کاملہ تھا، بلکہ خیال کیجئے تو یہاں تک اسی مسئلہ کے متعلق سفاہات شریفہ پر سات تازیانے اور گزرے، تازیانۂ اولٰی میں دوسرا اثرا قول جس نے حضرت کا تناقض بتایا، اور دوم وسوم و دہم کے بعد کی تنبیہات اور بستم کا ثانیاً اور اس کے بعد کی دو تنبیہیں یہ ساتوں جداگانہ تازیانے تھے تو حقیقۃً عشرۂ اولٰی میں چودہ اور ثانیہ میں تیرہ کل ستائیس تازیانے تھے، یہاں تک ہوتے چلتے وقت کے تین اور لیتے جایئے کہ تیس کا عدد جو دونوں تنزیہ سابق میں بھی ملحوظ رہا ہے، پورا ہوجائے، خصوصاً ان میں ایک تو ایسا شدید کامل جس سے جان بچانی مشکل جو آپ کا خلاصہ مطلب کھولے اصل مذہب سر چڑھ کر بولے، وباللہ التوفیق وافاضۃ التحقیق۔

تازیانہ ۲۸ ۔ **اقول** وباللہ التوفیق، شاطر عیار نے اگرچہ بظاہر اغوائے جہال کو کہ عوام اہل اسلام اپنے رب ذوالجلال والاکرام کے حق میں صریح دشنام سن کر بھڑک نہ جائیں، مطلب دلی کے روئے زشت پر پردہ ڈالنے کو براہ تقیہ کہ روافض سے بڑھ کر اصل اصیل مذہب نجدیہ ہے، یہ کلمات لکھ دیئے کہ "کذب مذکور آرے منافی حکمت اوست پس ممتنع بالغیر ست"، مگر اس کے ساتھ ہی جو مذہب خفیہ جوش پر آیا اور نظیریں دینے کا شوق گرمایا تو کھلے بندوں علانیہ بتایا کہ کذب الٰہی میں اصلاً امتناع بالغیر کی بو بھی نہیں قطعاً جزماً جائز و وقوعی ہے جس کے وقوع میں استحالۂ عقلی و شرعی درکنار استبعاد عادی کا بھی نام ونشان نہیں، ثبوت لیجئے اگر اس کے مذہب میں کذب الٰہی ممکن بالذات و ممتنع بالغیر ہوتا تو نظیریں وہ دیتا جن میں کذب ممتنع بالذات ہو کہ دیکھو جہاں امتناع ذاتی ہوتا ہے عدم کذب باعث مدح نہیں ہوتا اور باری عزوجل کے لئے مدح ہے تو اس کے حق میں امتناع ذاتی نہیں، مگر بر خلاف اس کے مثالیں وہ دیں جن میں امتناع ذاتی کجا یہ نہیں، مثلاً جس کا منہ بند کرلیں یا گلا گھونٹ دیں اور اس وجہ سے وہ جھوٹ نہ بول سکے تو بر ظاہر کہ بولنے پر یقیناً قادر اگر بالفرض امتناع ہے تو اس عارض کی وجہ سے تو نہ ہو امگر امتناع بالغیر امام نجدیہ اسے بھی مانع مدح جان کر باری عزوجل سے صراحۃً سلب کرتا ہے، پھر کیوں منافقانہ کہا تھا، "ممتنع بالغیر ست"، صاف کہا ہوتا "اصلاً از امتناع بالغیر ہم بہرہ ندارد"۔ اے حضرت! دور کیوں جایئے پہلی بسم اللہ آخرس وجمادہی کی نظیر نہ لیجئے بھلا اخرس تو انسان ہے، جماد کے لئے بھی کلام محال شرعی تک نہیں صرف محال عادی ہے کتب حدیث دیکھئے بطور خرق عادت ہزار بار پتھروں جمادوں سے کلام واقع ہوا اور ہزار ہا بار ہوگا قریب قیامت آدمی سے اس کا کوڑا باتیں کرے گا جب اہل اسلام یہود کو قتل کریں گے اور وہ پتھروں درختوں کی آڑ لیں گے، شجر وحجر مسلمان سے کہیں گے، اے مسلمان آ یہ میرے پیچھے یہودی ہے اسی طرح سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے گونگے کا کلام کرنا احادیث میں وارد اللہ عزوجل فرماتا، وقالوا لجلودھم لم شھدتم علینا قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شیئ۔ کافر اپنی کھالوں سے بولے تم نے کیوں ہم پر گواہی دی وہ بولیں ہمیں اس اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی، اگر کلام جماد واخرس ممتنع بالغیر یا محال شرعی ہوتا، زنہار وقوع کا نام نہ پاتا کہ ہر ممتنع بالغیر کا وقوع اس غیر یعنی ممتنع بالذات کے وقوع کو مستلزم تو وقوع نے ظاہر کر دیا کہ صرف خلاف عادت ہے، جب وقوع کلام ثابت اور ان کے استحالہ کذب پر ہرگز کوئی دلیل عقلی نہ شرعی تو یقیناً اس کے لئے بھی جواز و وقوعی جو امتناع بالغیر کا منافی قطعی، اب جیوٹ بہادر استدلال کرتا ہے کہ ایسا عدم کذب مفید مدح نہیں ہوتا اور باری عزوجل میں مدح تو لاجرم وہاں ایسا عدم بھی نہ ہوگا، اتنا تو اس کے کلام کا منطوق صریح ہے، آگے خود دیکھ لیجئے کہ اخرس وجماد میں کیسا عدم تھا جس کو باری عزوجل میں نہیں مانتا، زنہار نہ امتناع عقلی تھا نہ استحالۂ شرعی بلکہ صرف استبعاد عادی تو بالضرور ملائے بیباک اپنے رب میں کذب کو مستبعد بھی نہیں جانتا، العظمۃ للہ! اگر لازم قول قول ٹھہرے تو اس سے بڑھ کر کفر جلی اور کیا ہے، مگر یہ حسن احتیاط اللہ عزوجل نے ہم اہلسنت

ہی کو عطا فرمایا، اہل بدعت خصوصاً مجددیہ کہ یہ شخص جن کا معلم و امام ہے کفر و شرک کو ٹکے سیر کئے ہوئے ہیں، بات پیچھے اور کفر و شرک پہلے اگر جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا کی ٹھہرے تو کیا ہم ان کے ایسے صریح کفریات پر بھی فتوائے کفر نہ دیتے، مگر الحمدللہ یہاں ادفع بالتی ھی احسن پر عمل اور کلمہ طیبہ کا ادب پیش نظر ہے کہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے والے کو حتی الامکان کفر سے بچاتے ہیں، والحمد للہ رب العٰلمین۔

تازیانہ ۲۹ ۔ اقول منافات حکمت کے سبب کذب کو زبانی ممتنع بالغیر کہنا اس سفیہ کا صریح تناقض ہے، شے ممتنع بالغیر جب ہوسکتی ہے کہ کسی محال بالذات کی طرف منجر ہو ورنہ لزوم ممکن کا ممکن کو نا ممکن کرنا اور انتفائے حکمت اگرچہ ہم اہل سنت کے نزدیک ممتنع بالذات مگر ان حضرت کے دین میں بالیقین ممکن کہ آخر سلب حکمت ایک عیب و منقصت ہے اور وہ تمام عیوب و نقائص کو ممکن مان چکا پھر کس منہ سے کہتا ہے کہ منافات حکمت باعث امتناع بالغیر ہوئی، الحمدللہ اہل بدعت کے بارے میں اس طرح سنت باری تعالٰی ہے کہ انھیں کے کلام سے انھیں کے کلام پر حجت و الزام قائم فرماتا ہے، ع

ومنہا علٰی بطلانہا الشواھد، سچ کہا ہے، دروغ گو را حافظہ نباشد۔

تازیانہ ۳۰ ۔ اقول سبحٰن اللہ! ہم یہ ثابت کررہے ہیں کہ امام الطائفہ نے امتناع بالغیر محض تقیۃً مانا حقیقۃً اس کا مذہب جواز وقوعی ہے، مگر غور کیجئے تو وہاں کچھ اور ہی گل کھلا ہے، امام و ماموم، خادم و مخدوم سارا طائفہ ملوم کذب الٰہی کو واقع اور موجود گا رہا ہے، صراحۃً کہتے ہیں کذب مقدور اور بلا شبہہ مقدوریت کذب مقدوریت صدق کو مستلزم کما دللنا علیہ فی الدلیل السادس والعشرین، اور امام الطائفہ نے تو صاف بتا دیا کہ برعایت مصلحت صدق اختیار فرمایا، اب کتب عقائد ملاحظہ کیجئے، ہزار در ہزار قاہر تصریحیں ملیں گی کہ جو کچھ باختیار صادر ہو قدیم نہیں تو لاجرم صدق الٰہی حادث ٹھہرا اور ہر حادث ازل میں معدوم اور ازل کے لئے نہایت نہیں، تو بالیقین لازم کہ ازل غیر متناہی میں مولٰی تعالٰی سبحانہ رہا ہو اور جب سبحانہ تھا تو معاذاللہ ضرور جھوٹا تھا، للانفصال الحقیقی بینہما، پھر ضلال بلثت کا چہرۂ زشت چھپانے کو کیوں کہتے ہو کہ کذب الٰہی ممکن ہے، کیوں نہیں کہتے کہ خدائے موہوم طائفہ ملوم کروروں برس تک جھوٹا رہ چکا ہے، پھر اب بھی اپنی پرانی آن پر آئے تو کیا ہے، تعالی اللہ عما یقولون علوًا کبیرًا۔

تازیانہ ۳۱ ۔ میں نے بارہا قصد کیا کہ تازیانوں میں دس بیس تیس پر بس کروں مگر جب ان حضرت کی شوخیاں بھی مانیں، وہاں تو ع

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم　　　کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

اسی رسالہ یکروزی میں عبارت مذکورہ سے دو سطر اوپر جو نظر کروں تو وہاں تو خوب ہی سانچے میں ڈھلے ہیں، یہاں عروس مذہب کے جمال مطلب پہ پردۂ تقیہ تھا، وہاں حضرت بے نقاب چلے ہیں، اعتراض تھا کہ اگر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل یعنی تمام اوصاف کمالیہ میں حضور کا شریک من حیث ہو شریک ممکن ہو تو خبر الٰہی کا کذب لازم آئے کہ وہ فرماتا ہے، ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین، اور وصف خاتمیت میں شرکت ناممکن حضرت اس کا ایک جواب یوں دیتے ہیں، بعد اخبار ممکن ست کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود پس قول بامکان وجود مثل اصلاً منجر بتکذیب نصے از نصوص نگر دو وسلب قرآن مجید بعد انزال ممکن ست داخل تحت قدرت الٰہیہ، کما قال اللہ تعالٰی، ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک ثم لاتجد لک بہ علینا وکیلا o، حاصل یہ کہ امکان کذب ماننا تکذیب قرآن کو اسی صورت میں مستلزم کہ آیات قرآن محفوظ بھی رہیں، حالانکہ ممکن کہ اللہ تعالٰی قرآن ہی کو فنا کردے، پھر تکذیب کاہے کی لازم آئے، **اقول** ایہا المؤمنون! دیکھو صاف صریح مان لیا کہ خدا کی بات واقع میں جھوٹی ہو جائے تو

ہو جائے اس میں کچھ حرج نہیں، حرج تو اس میں ہے کہ بندے اسے جھوٹا جانیں یہ اسی تقدیر پر ہوگا کہ آیات باقی رہیں جن کے ذریعہ سے ہم جان لیں کہ خدا کی فلانی بات جھوٹی ہوئی اور جب قرآن ہی محو ہو گیا پھر جھوٹی پڑی تو کسی کو جھوٹ کی خبر بھی نہ ہوگی، تکذیب کون کرے گا، غرض سارا ڈر اس کا ہے کہ بندوں کے سامنے کہیں جھوٹا نہ پڑے واقع میں جھوٹا ہو جائے تو کیا پرواہ، انا للہ وانا الیہ راجعون، اے سفیہ ظلوم یہ تیرا خدا ہے موہوم ہوگا جو بندوں کے طعنہ سے ڈر کر جھوٹ سے بچے اور ان سے چھپا بھلا بھلا کر خوب پیٹ بھر کر بولے، ہمارا سچا خدا بالذات ہر عیب و منقصت سے پاک ہے کہ کذب وغیرہ کسی نقصان کو اس کے سراپردۂ عزت تک بار ممکن نہیں اور جو افعال اس کے ہیں حاشا وہ ان میں کسی سے نہیں ڈرتا یفعل اللہ ما یشاء ویحکم ما یرید، اس کی شان ہے، اور، لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون ○ اس کے جلال عظیم کا بیان، لہ الکبریاء فی السموٰت والارض سبحٰنہ وتعالٰی عما یصفون ○ ۔

تازیانہ ۳۳۲ ۔ رب جلیل کو خلق کا خوف ماننا حضرت کا قدیمی مسلک ہے، تقویۃ الایمان میں بھی بحث شفاعت میں فرما گئے، "آئین بادشاہت کا خیال کرکے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس آئین کی قدر گھٹ نہ جاوے" العظمۃ للہ، سفیہ جہول نے خدا کو بھی دارا و سکندر یا ہمایوں و اکبر سمجھا ہے کہ اپنی مرضی پوری کرنے کو لوگوں کے لحاظ سے حیلے ڈھونڈتا ہے،، الا بعدا للقوم الظٰلمین، ۔

تازیانہ ۳۳۳ ۔ **قولہ** "سلب قرآن مجید بعد انزال ممکن ست"۔ **اقول** اے طرفہ معجون جملہ بدعات قرآن مجید اللہ عزوجل کی صفت قدیمہ ازلیہ ابدیہ ممتنع الزوال ہے نہ اس کا وجود اللہ عزوجلالہ کے ارادہ و اختیار و خلق و ایجاد سے نہ اس کا سلب و اعدام اللہ تبارک وتعالٰی کی قدرت میں ورنہ اپنی ذات کریم کو بھی سلب کر سکے کہ مقتضائے ذات بے اقتضائے ذات منتفی نہیں ہو سکتا، ۔

تازیانہ ۳۳۴ ۔ **قولہ** کما قال اللہ تعالٰی، **اقول** کیا خوب کہاں ذاہب کہاں مسلوب مگر آپ کو تحریف معنوی مرغوب، تنبیہ، ہیہات یہ گمان نہ کرنا کہ سلب سے مراد قلب سے زوال ہے، اولاً جس ضرورت سے اس طرف جائیے وہ حضرت کے بالکل خلاف مذہب کہ یہ شخص صفات باری کو علانیہ مخلوق و اختیاری مانتا ہے، جیسا کہ علم الٰہی و صدق ربانی کے بارے میں اس کی تصریحیں ہم نے اوپر نقل کیں اور بیشک جو چیز مخلوق و معدود ہے اس کی ذات کا سلب بھی ممکن تو برخلاف مسلک قائل تاویل قول غلط و باطل، **ثانیاً** ہم نے تنزیہ دوم میں بدلائل ثابت کر دیا کہ صدق کو اختیاری ماننے والا قطعاً قرآن عظیم کو حادث مانتا ہے اور بیشک ہر حادث قابل فنا پھر اس کے نزدیک فنائے قرآن یقیناً جائز، **ثالثاً** خاص یہاں بھی حضرت کا مطلب ان کی جاہلانہ نظر میں جبھی نکلے گا کہ قرآن مجید فی نفسہ معدوم ہو سکے کہ جب خبر ہی نہ رہی تو کاذب کیا ہوگی ورنہ مجرد سہو ہو جانا ہرگز منافی کذب نہیں ہو سکتا، کما لا یخفی فاعرف، ۔

تازیانہ ۳۳۵ ۔ **اقول** بفرض محال اگر سلب قرآن ممکن بھی ہو تاہم جناب سفاہت مآب کا جواب عجاب قطعاً ناصواب، معترض نے لزوم کذب سے استحالہ قائم کیا تھا، نہ لزوم تکذیب سے اور بیشک اس تقدیر پر لزوم کذب سے اصلاً مفر نہیں کہ خبر جب خلاف واقع ہو تو اس کا صفحۂ عالم سے انعدام مانع کذب قائل نہ ہوگا مانا کہ خبر معدوم ہو گئی، اس کے بعد اس کا خلاف واقع ہوا تو غایت یہ کہ ظہور کذب کا وقت نہ تھا کہ کذب اس وقت اسے عارض ہوتا جس کے لئے وجود معروض درکار تھا، وہ جس وقت موجود تھی اسی وقت بوجہ مخالفت واقع کاذب تھی، گو ظہور کذب بعد کو ہو یا کبھی نہ ہو، اب انسان ہی میں دیکھئے اس کا کلام کہ عرض ہے اور عرض علمائے متکلمین کے نزدیک صالح بقا نہیں، فوراً موجود ہوتے ہی معدوم ہو جاتا ہے، بااینہمہ جب اس کا

خلاف واقع ہوتا ہے، کہتے ہیں، فلاں کی بات جھوٹی تھی، غرض اس نفیس جواب طلائے عجاب اور ان دو ہذیان تباہ وخراب کی قدر ان کے مثل مجانین ہی جانتے ہوں گے، یا معاذ اللہ عفو الٰہی بشرط صلاحیت کام نہ فرمائے تو اس کی سچی قدر اس دن کھلے گی، یوم یقوم الناس لرب العٰلمین،

الحمد للہ یہ حضرت کی چند سطری تحریر پر بالفعل پینتیس[۳۵] کوڑے ہیں اور پانچ ہذیان اول پر گذرے تو پورے چالیس تازیانے ہوئے، واقعی معلم طائفہ نے بغلامی معلم الملکوت ہمارے مولٰی پر کذب وعیوب کا افترائے ملعون کیا، اور شرع میں افترا کی سزا اسّی کوڑے مگر غلام کے حق میں آدھی حد فعلیھن نصف ما علی المحصنٰت من العذاب، تو چالیس کوڑے نہایت بجا واقع ہوئے، اللہ عزوجل سے آرزو کہ قبول فرمائے اور ان تازیانوں کو متبوع کے حق میں نکال وعقوبت تابع کے لئے ہدایت وعبرت، اہلسنت کے واسطے قوت واستقامت بنائے آمین یا ارحم الراحمین، بیشک ہماری طرف کے علمائے شکر اللہ مساعیہم الجمیلہ نے حضرت کے ہذیان دوم کی بھی ضرور دھجیاں لی ہوں گی، مگر اس وقت تک فقیر کی نظر سے اس بارے میں کوئی تحریر نہ گزری جو کچھ حاضر کیا، بحمد اللہ سب القائے ربانی ہے کہ عبد ضعیف پر فیض لطیف سے فائض ہوا امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ العزیز اس بسط جلیل و وجہ جمیل پر نقد جزیل حصہ خاص فقیر ذلیل ہے، فللہ المنۃ فی کل ان وحین والحمد للہ رب العٰلمین، والصلٰوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین امین،

تنزیہ چہارم علاج جہالات جدیدہ میں

اقول وبحول اللہ اصول ایہا المسلمون امکان کذب الٰہی کو خلف وعید کی فرع جاننا اور اس میں اختلاف[۱] کی وجہ سے امکان کذب کو مختلف فیہ ماننا ایک تو افترا دوسرے کتنا بے مزہ، بیشک مسئلہ خلف وعید میں بعض علما جانب جواز گئے اور محققین نے منع وانکار فرمایا،[۲] مگر حاشا نہ اس سے امکان کذب ثابت نہ یہ علمائے مجوزین کا مسلک بلکہ وہ اس سے بہزار زبان تبرّی وتحاشی کرتے ہیں، پھر ان کی طرف امکان کذب کی نسبت سخت کذب وستم جسارت جس کے بہتان و اضح البطلان ہونے پر حجج قاہرہ قائم۔

حجت اولٰی یہی نصوص قاطعہ کہ تنزیہ اول میں گذرے جن سے واضح کہ کذب باری محال ہونے پر اجماع قطعی منعقد، تمام کتب کلامیہ میں جہاں اس مسئلے کا ذکر آیا ہے صاف تصریح فرمادی کہ اس پر اجماع واتفاق علما ہے یا بے حکایت خلاف اس پر جزم فرمایا ہے۔

حجت ثانیہ، اقول، طرفہ یہ کہ جو علما مسئلہ خلف وعید میں خلاف بتاتے ہیں وہی استحالہ کذب پر اجماع نقل فرماتے ہیں، جس شرح مقاصد میں ہے، "ان المتاخرین منہم یجوزون الخلف فی الوعید، ان کے متاخرین خلف وعید جائز مانتے ہیں،" اسی شرح مقاصد میں ہے، الکذب محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالٰی محال، کذب الٰہی باجماع علما محال ہے کہ وہ باتفاق عقلا عیب ہے اور

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۱] بلکہ مذہب بقاء پر بھی مدعا حاصل، لفظی تو غیر قار کا انعدام تو ظاہر اور نفسی نسبت ملحوظ بالارادہ ملحوظ بالقصد الافادہ کا نام ہے، بہ ظاہر کہ ارادۂ افادہ دائم نہیں اور جو کچھ بعد کو محفوظ رہے صورت علمیہ ہے نہ کلام نفسی معہذا الحاث لسان وہ بھی زائل علاوہ بریں روح انسانی اگرچہ اہل سنت کے نزدیک فنا نہ ہوگی مگر قطعاً ممکن الانعدام اس کے ساتھ اس کے سب صفات معدوم ہوسکتے ہیں، ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ [۲] تنبیہ ضروری خوب یاد رہے کہ اس ساری تنزیہ اور اس کے مناسب تمام مواضع رسالہ میں ہمارا روئے سخن ان ناقصوں قاصروں کی طرف نہیں جنہیں عروسان منصہ امامت طائفہ نے اپنے بھولے چہروں کا نقاب بنایا ہو بلکہ صرف مخاطبہ ان نئے متبوعوں، تازہ معتقدِ اول سے ہے جو کتاب پر تقریظ لکھیں، اور اس کے حرف بحرف صحیح ومسلم ہونے کی تصریح کریں، والسلام ۱۲ منہ۔

عیب اس پاک بے عیب پر قطعاً محال)، مگر علما کو خبر نہ تھی کہ امکان کذب جوازِ خلف وعید پر متفرع تو ہم اسے مختلف فیہ لکھ کر کیونکر اجماعی بتائے دیتے ہیں، اب چودھویں صدی میں آکر ان حضرات کو اس تفریع کی خبر ہوئی۔

حجت ثالثہ۔ **اقول**، طرفہ تر یہ کہ جو علما خلف وعید کا جواز مانتے ہیں، خود ہی کذب الٰہی کو محال و اجماعی جانتے ہیں، جس مواقف میں ہے، لایعد الخلف فی الوعید نقصاً، خلف وعید نقص نہیں گنا جاتا) اسی مواقف میں ہے۔ انہ تعالٰی یمتنع علیہ الکذب اتفاقاً، کذب باری بالاتفاق محال ہے)، جس شرح طوالع میں ہے، الخلف فی الوعید حسن، اسی میں ہے الکذب علی اللہ تعالٰی محال، جن علامہ جلال دوانی نے شرح عقائد میں لکھا ذھب بعض العلماء الی ان الخلف فی الوعید جائز علی اللہ تعالٰی لافی الوعد وبھذا وردت السنۃ، بعض علما اس طرف گئے کہ وعید میں خلف اللہ تعالٰی پر جائز ہے نہ وعدہ میں اور یہی مضمون حدیث میں آیا) پھر بعد ذکر حدیث اسے عرف و کلام عرب سے مؤید کیا، کما نقلہ افندی اسمٰعیل حقی فی روح البیان، وہی علامہ جلال فرما چکے، الکذب علیہ تعالٰی محال لاتشملہ القدرۃ، اللہ تعالٰی کا کذب محال ہے قدرت الٰہی میں داخل نہیں)، مگر یہ علما خود اپنا لکھا نہ سمجھتے تھے کہ ہم متلازم چیزوں میں ایک کا جواز دوسرے کا استحالہ کیوں کر مانے لیتے اور اپنے کلام سے آپ ہی تناقض کرتے ہیں، اب صدہا سال کے بعد ان حضرات کو کشف ہوا کہ مذہب کے معنی وہ تھے جو خود اہل مذہب کی فہم میں نہ تھے۔

حجت رابعہ۔ **اقول**، افسوس ان ذی ہوشوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ علما مسلک جواز کا محصل و مبنٰی کیا ٹھہراتے اور اس تفریع شنیع یعنی امکان کذب کو کیوں کر طرح طرح سے دفع فرماتے ہیں، یہاں ان سے بعض وجوہ نقل کرتا ہوں، (وجہ ۱) وعید سے مقصود انشائے تخویف و تہدید ہے، نہ اخبار تو سرے سے احتمال کذب کا محل ہی نہ رہا، مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے، الخلف فی الوعید جائز فان اھل العقول السلیمۃ یعدونہ فضلا لاتقصادون الوعد فان الخلف فیہ نقص مستحیل علیہ سبحانہ وردبان ایعاد اللہ تعالٰی خبر فھو صادق قطعا لاستحالۃ الکذب ھنالک واعتذر بان کونہ خبرا ممنوع بل ھو انشاء للتخویف فلا باس فی الخلف، یعنی وعید میں خلف جائز ہے کہ سلیم عقلیں اسے خوبی گنتی ہیں نہ عیب اور وعدہ میں جائز نہیں کہ اس میں خلف عیب ہے اور عیب اللہ عزوجل پر محال، اس پر اعتراض ہوا کہ اللہ تعالٰی وعید بھی ایک خبر ہے تو یقیناً سچی کہ باری جل وعلا کا کذب محال، اور عذر کیا گیا کہ ہم اسے خبر نہیں مانتے بلکہ انشائے تخویف ہے تو اب خلف میں حرج نہیں،) دیکھو! خلف وعید جائز ماننے والوں نے استحالۂ کذب الٰہی کا صراحۃً اقرار اور اس کے امکان سے بیزار زبان اجتناب و انکار کیا اور اپنے مذہب کی وہ توجیہ فرمائی جس نے اس احتمال باطل کی گنجائش ہی نہ رکھی پھر معاذ اللہ امکان کذب ماننے کو ان کے سر باندھنا کیسی وقاحت و شوخ چشمی ہے،

(وجہ ۲) فرماتے ہیں، آیات وعید آیات عفو سے مخصوص و مقید ہیں، یعنی آیتیں عفو و وعید دونوں میں وارد تو ان کے ملانے سے آیات وعید کے یہ معنی ٹھہرے کہ جنھیں معاف نہ فرمائے گا، وہ سزا پائیں گے، جب یہ معنی خود قرآن عظیم ہی نے ارشاد فرمائے تو جواز خلف کو معاذ اللہ امکان کذب سے کیا علاقہ رہا، امکان کذب تو جب نکلتا کہ جزماً حتماً وعید فرمائی جاتی ملا جب خود متکلم جل وعلا نے اسے مقید بعدم عفو فرمادیا ہے تو چاہے وعید واقع ہو یا نہ ہو ہر طرح اس کا کلام یقیناً صادق جس میں احتمال کذب کو اصلاً دخل نہیں یہ وجہ اکثر کتب علما مثل تفسیر بیضاوی انوار التنزیل و تفسیر عمادی، ارشاد العقل السلیم و تفسیر حقی روح البیان و شرح مقاصد وغیرہا میں اختیار فرمائی، لطف یہ ہے کہ خود یہی ردالمحتار جس سے مدعی جدید غیر مہتدی ورشید نے مسئلہ خلف میں خلاف نقل کیا، اسی ردالمحتار میں اسی جگہ اسی قول جواز کے بیان میں فرمایا، حاصل ھذا القول جواز التخصیص لمادل علیہ اللفظ بوضعہ

اللغوی من العموم فی نصوص الوعید، اس قول کا حاصل یہ ہے کہ نصوص وعید میں جو ظاہر لفظ اپنے معنی لغوی کی رو سے عموم پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا یہ سزا پائے گا، اس میں تخصیص جائز ہے (یعنی عام مراد نہ ہو بلکہ ان لوگوں کے ساتھ خاص ہو جنھیں مولیٰ تعالیٰ عذاب فرمانا چاہے) ایمان سے کہنا اسی رد المحتار میں کہیں بھی یہ تصریح صریح تو نہ تھی جس نے اس تفریع خبیث و قبیح کی صاف بیخ کنی کر دی آج تک کسی عاقل نے بھی عام مخصوص منہ البعض کو کذب کہا ہے، ایسے عام تو قرآن عظیم میں اس وقت بکثرت موجود پھر امکان کذب کیوں مانو صاف نہ کہدو کہ قرآن مجید میں (خاک بدہن گستاخان) جابجا کذب موجود ہے، واہ شاباش رد المحتار کی عبارت سے اچھا استناد کیا کہ آدھی نقل اور آدھی نقل پھر بھی دعویٰ رشد و دیانت باقی ہے، ذرا آدمی خدا سے تو حیا کرے، ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

(وجہ ۳) اگر بالفرض کوئی نص مفید تخصیص و تقیید وعید نہ بھی آتا تاہم کریم کی شان یہی ہے کہ غیر متمرد غلاموں کے حق میں وعید بنظر تہدید فرمائے اور اس سے یہی مراد لے کہ اگر ہم معاف نہ فرمائیں تو یہ سزا ہے، خلاصہ یہ کہ قرینۂ کرم تخصیص و تقیید وعید کے لئے بس ہے، اگرچہ مخصص قولی نہ ہو، اقول وبہ یحصل فرقان المخصص والمخصص بخلاف ما سبق فھو خاص بما ھب من یجیز التراخی والانفصال وھذا جار علی مذاھب الکل، یہ وجہ وجیہ فقیر غفر اللّٰہ تعالیٰ لہ کے خیال میں آئی تھی، یہاں تک کہ علامہ خیالی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ کو دیکھا کہ حاشیۂ شرح عقاید میں اس کی تصریح فرمائی، حیث قال لعل مرادھم ان الکریم اذا اخبر بالوعید فاللائق بشانہ ان یبنی اخبارہ علی المشیئۃ وان لم یصرح بذلک بخلاف الوعد فلا کذب ولا تبدیل، (یعنی امید ہے کہ خلف وعید جائز ماننے والے یہ مراد لیتے ہیں کہ کریم جب وعید کی خبر دے تو اس کی شان کے لائق یہی ہے کہ اپنی خبر کو مشیت پر مبنی رکھے اگرچہ کلام میں اس کی تصریح نہ فرمائے بخلاف وعدہ کے تو خلف وعید میں نہ کذب ہے نہ بات بدلنا) سلمانو! دیکھا کہ خلف وعید جائز ماننے والے اس تفریع ناپاک سے جو مدعی بیباک نے گڑھی کس قدر دور بھاگتے اور کس کس وجہ سے اسے علانیہ رد کرتے ہیں، پھر اپنی جھوٹی بات بنانے کے لئے ناکردہ گناہ ان کے سر ایسا الزام شدید باندھنا کس درجہ جرأت و بے حیائی ہے، قال اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ، ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا فقد احتمل بھتانا واثما مبینا۔

حجت خامسہ، **اقول** مجوزین خلف وعید اپنے مذہب پر بڑی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ باری عزاسمہ نے فرمایا، ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذٰلک لمن یشاء، بیشک اللّٰہ تعالیٰ کفر کو معاف نہیں فرماتا اور کفر سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے گا بخش دیگا) اسی رد المحتار میں اسی مقام پر اسی مسئلہ کے بیان میں آپ کی منقولہ عبارت سے چار ہی سطر بعد فرمایا، ادلۃ المثبتین التی من اصحھا قولہ تعالیٰ ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذٰلک، یوں ہی اس کی ماخذ حلیہ شرح منیہ امام محقق ابن امیر الحاج میں ہے اور یہ ظاہر کہ دعویٰ دلیل پر متفرع اور اس کے مفاد کا تابع ہوتا ہے، سبحٰن اللّٰہ جب جواز خلف خود ارشاد متکلم بالوعید جل مجدہ کی طرف مستند کہ اس نے فرمادیا ہم جسے چاہیں گے بخش دیں گے تو دلیل امکان کذب کو اصلاً راہ نہیں دیتی مگر مدلول میں زبردستی خدا واسطے کو مان لیا جائے گا، اس جہالت کی کوئی حد ہے آپ کے نزدیک یہ علما اپنے دعویٰ و دلیل کی بھی سمجھ نہ رکھتے تھے کہ خلف تو اس معنی پر جائز مانیں جسے امکان کذب لازم اور دلیل وہ پیش کریں جو اس معنی کی بالکل قاطع و حاسم، خدارا اپنی جہالتیں سفاہتیں علماء کے سر کیوں باندھتے ہو، ع

اس آنکھ سے ڈریئے جو خدا سے نہ ڈرے آنکھ۔

للہ الانصاف! اگر بادشاہ حکم نافذ کرے کہ جو یہ جرم کرے گا یہ سزا پائے گا اور ساتھ ہی اسی فرمان میں یہ بھی ارشاد فرمائے کہ ہم جسے چاہیں گے معاف فرما دیں گے، تو کیا اگر وہ بعض مجرموں سے درگزر کرے تو اپنے پہلے حکم میں جھوٹا پڑے گا یا اس آئین کی قدر لوگوں کے دلوں سے گھٹ جائے گی، جیسا کہ وہ احمق جاہل دعوٰی کرتا ہے یا اگر کوئی شخص بدلیل اس دوسرے ارشاد کے ثابت کرے کہ بادشاہ نے جو سزا مقرر فرمائی ہے کچھ ضرور نہیں کہ یونہی کر رہے بلکہ ٹل بھی سکتی ہے تو کیا اس کے قول کا حاصل یہ ہوگا کہ وہ بادشاہ کا کذب محتمل مانتا ہے، ذرا آدمی کچھ سوچ کر تو بات منہ سے نکالے، سبحٰن اللہ! جس ردالمحتار سے سند لائے، اسی میں وہیں اسی بیان میں اسی صفحہ میں وہ صاف وروشن تصریحیں موجود جن سے اس تفریع ناپاک کی پوری قلعی کھلتی ہے، حضرت ایک ذرا سا ٹکڑا نقل کرلائیں اور باقی بالکل ہضم کر یا دیکھا ہی نہیں اسی کا نام دین ودیانت ہے۔ اسی پر دعوٰی رشد و ہدایت ہے، مگر حضرات وہابیہ عادت سے مجبور ہیں، نقل عبارت میں قطع وبرید ان صاحبوں کا داب قدیم رہا ہے، یہاں تک کہ ان کے متکلمین نے رسالے کے رسالے جی سے گڑھ کر علمائے سابقین کی طرف نسبت کر دیئے، انتہا یہ کہ عالم بنا امام دل سے تراشے کہ باوجود تکرر مطالبہ تمام عالم میں ان کے وجود کا پتا نہ دے سکے فقیر کے بعض احباب سلمہم اللہ تعالٰی نے "رسالہ سیف المصطفٰی علٰی ادیان الافترا" اسی باب میں لکھا اور اس میں ان حضرات کے عمائد واکابر کی ڈیڑھ سو سے زیادہ ایسی ہی عیاریوں، بددیانتیوں کا ثبوت دیا، واقعی حضرات نجدیہ نے ایک حدیث صحیح بھر کے عمل کو بس سمجھی ہے، کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اذا لم تستحی فاصنع ماشئت، ع

بے حیا باش وانچہ خواہی کن،

حجت سادسہ۔ اقول، امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں، قال ابوعمرو بن العلاء لعمرو بن عبید ماتقول فی اصحاب الکبائر قال اقول ان اللہ منجز ایعادہ کما ھو منجز وعدہ فقال ابوعمرو انک رجل اعجم لا اقول اعجم اللسان ولکن اعجم القلب ان العرب تعد الرجوع عن الوعد لؤما وعن الایعاد کرما والمعتزلۃ حکوا ان اباعمرو بن العلاء لما قال ھذا الکلام قال لہ عمرو بن عبید یا اباعمرو فھل یسمی اللہ مکذب نفسہ قال لا قال فقد سقطت حجتک قالوا فانقطع ابوعمرو بن العلاء وعندی انہ کان لابی عمرو ان یجیب عن ھذا السؤال ان ھذا انما یلزم لو کان الوعید ثابتا جزما غیر مشروط وعندی جمیع الوعیدات مشروطۃ بعدم العفو فلا یلزم من ترکہ دخول الکذب فی کلام اللہ تعالٰی اھ ملخصا، یعنی امام ابوعمرو بن العلاء رحمۃ اللہ تعالٰی نے عمرو بن عبید پیشوائے معتزلہ سے فرمایا اہل کبائر کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے کہا میں کہتا ہوں، اللہ تعالٰی اپنی وعید ضرور پوری کرے گا جیسا کہ اپنا وعدہ بیشک پورا فرمائے گا، امام نے فرمایا تو عجمی ہے میں نہیں کہتا کہ زبان کا عجمی بلکہ دل کا عجمی ہے، عرب وعدہ سے رجوع کو نالائقی جانتے ہیں اور وعید سے درگزر کو کرم، معتزلہ حکایت کرتے ہیں اس پر عمرو نے جواب دیا کیا خدا کو اپنی ذات کا جھٹلانے والا ٹھہرائیے گا، امام نے فرمایا، نہ عمرو نے کہا تو آپ کی حجت ساقط ہوئی، اس پر امام بند ہوگئے، اب امام رازی فرماتے ہیں میرے نزدیک امام یہ جواب دے سکتے تھے کہ اعتراض تو جب لازم آئے کہ وعید یقینی بلاشرط ہو اور میرے مذہب میں تو سب وعیدیں عدم عفو سے مشروط ہیں تو خلف وعید سے معاذ اللہ کلام الٰہی میں کذب کہاں سے لازم آیا)

اب عاقل بنظر انصاف غور کرے، اولاً اگر تجویز خلف امکان کذب ماننا ہوتی تو بر تقدیر صدق حکایت امام کا بند ہونا کیا معنی انھیں صاف کہنا تھا میں جواز خلف مانتا ہوں تو امکان کذب میرا عین مذہب اور بر تقدیر کذب معتزلہ علمائے اہلسنت کیوں نہیں فرماتے کہ تم نے وہ حکایت گڑھی جو آپ ہی اپنے کذب کی دلیل ہے، مجوزین خلف تو امکان کذب مانتے ہی ہیں، پھر امام اس الزام پر بند کیوں ہو جاتے۔ ثانیاً، آگے چل کر امام رازی

امام ابن اعلٰی کی طرف سے اچھا جواب دیتے ہیں کہ میرے مذہب میں سب وعیدیں مقید ہیں۔ سبحان اللہ جب وعیدیں مقید ہوں گی تو امکان کذب کدھر جائے گا کیوں نہیں کہتے کہ میرے مذہب میں کذب ممکن تو الزام ساقط، غرض بیشمار وجوہ سے ثابت کہ مدعی جدید غیر مہتدی دریشید نے علمائے کرام پر حیلا الطوفان بلندھا۔

حجت سابعہ، اقول آپ کی یہی ردالمحتار جس سے آدھا فقرہ نقل کرکے ائمہ دین پر پوری تہمت کردی، اس بحث میں علیہ امام علامہ ابن امیر الحاج سے ناقل ہے شروع عبادت یوں ہے، وافقہ علی الاول صاحب الحلیۃ المحقق ابن امیر الحاج وخالفہ فی الثانی وحقق بانہ مبنی علی مسئلۃ شہیرۃ وھی انہ ھل یجوز الخلف فی الوعید فظاھر مافی المواقف الخ اور ختم یوں، ھذا خلاصۃ ما اطال بہ فی الحلیۃ اور یہ صاحب حلیہ خود مسلمانوں کے حق میں جواز خلف کو ترجیح دیتے ہیں، اسی ردالمحتار میں ان سے منقول الاشبہ ترجح جواز الخلف فی الوعید فی حق المسلمین خاصۃ دون الکفار، اب ملاحظہ ہو کہ یہی امام علام قائل جواز خود آپ کی اس تفریع شنیع یعنی امکان کذب سے کیسی سخت تحاشی کرتے ہیں، اسی حلیہ میں بعد ختم بحث کے فرمایا، وحاش للہ ان یراد بجواز الخلف فی الوعید ان لا یقع عذاب من اراد اللہ الاخبار بعذابہ فانہ محال علی اللہ تعالٰی قطعاً کما ان عدم وقوع نعیم من اراد اللہ الاخبار عنہ بالنعیم محال علیہ قطعاً کیف لا وقد قال تعالٰی ومن اصدق من اللہ قیلا ومن اصدق من اللہ حدیثا وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لامبدل لکلمتہ ج یعنی حاشا للہ خلف وعید جائز ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اللہ عزوجل نے جس کے عذاب کی خبر دینی چاہی، اس کا عذاب واقع نہ ہو یہ اللہ تعالٰی پر قطعاً محال ہے، جس طرح یہ بالیقین ممکن نہیں کہ اس نے جس کی نعیم کی خبر دینی چاہی اس کے لئے نعیم واقع نہ ہو اور کیوں کہ اس کی خبر کا کذب محال نہ ہوگا، حالانکہ وہ خود فرماتا ہے، اللہ سے زیادہ کس کا قول سچا ہے، اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے، تیرے رب کی باتیں سچ اور عدل میں کامل ہیں، کوئی اس کی باتوں کو بدلنے والا نہیں۔ کیوں ایمان سے کہنا یہی علما ہیں جن پر تم امکان کذب ماننے کا بہتان کرتے ہو اللہ حیا دے۔

حجت ثامنہ، بقطع عرق ضلالت ضامنہ۔ اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق، علمائے مجوزین کے طرق استدلال ومناظرہ وجدال شاہد عدل ہیں کہ ان کے نزدیک خلف وعید وعفو ومغفرت میں نسبت تساوی اور دونوں جانب سے تصادق کلی ہے، ثبوت سنئے قریب گزرا کہ انہوں نے اپنے دعوے پر آیہ کریمہ ویغفر مادون ذٰلک لمن یشاء، سے استدلال کیا اور حلیہ پھر ردالمحتار میں جس سے آپ ہمیشہ کے لئے اپنے پیچھے ایک آفت لگانے کو ذرا سا ٹکڑا نقل کر لائے، اس دلیل کو النص واظہر دلائل مجوزین کہا اور یہ ظاہر کہ آیت صرف جواز مغفرت ارشاد فرماتی ہے، اسی کو انہوں نے جواز خلف پر دلیل ٹھہرایا تو ان کا استدلال برہان قاطع کہ وہ مغفرت کو خلف سے عام نہیں مانتے کہ جواز اعم ہرگز جواز اخص کا مثبت نہیں ہوسکتا، اور عنقریب آتا ہے کہ معتزلہ نے امتناع عفو پر آیات وعید سے تمسک کیا، اس پر ان علماء نے جواب دیا کہ خلف جائز ہے تو لاجرم جواز خلف کو امتناع عفو کا رد مانا اور نہ بہار جواز اعم امتناع اخص کا نافی نہیں ہوسکتا تو ان کا یہ جواب دلیل ساطع کہ وہ خلف کو مغفرت سے عام نہیں مانتے، رہا تباین وہ بالبداہتہ اور خود اسی رد واثبات سے بیّن البطلان بس تساوی متعین اور مراد قطعاً یقیناً ظاہر ہوگیا کہ وہ صرف عدم وقوع وعید بوجہ عفو کو خلف سے تعبیر فرماتے اور جائز ٹھہراتے ہیں کہ یہی مغفرت سے مساوی ہے نہ کہ معاذ اللہ تبدیل قول وتکذیب خبر کہ عفو سے عموم وخصوص دونوں رکھتی ہے، مثلاً در گزر بربنائے تخصیص نصوص وتقیید وعید واقع ہوئی تو عفو موجود اور تبدیل مفقود اور کسی جرم پر ایک سزائے شدید کی وعید تھی اور ایقاع کے وقت اس میں کمی کی تو عفو مفقود اور تبدیل موجود اور اگر عفو تخفیف کو شامل لیجئے تو عام مطلقاً یہی

[1] المغفرۃ وقایۃ شر الذنوب بالکلیۃ اھ حلیہ ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

بہر حال خلف کہ اس کا مساوی ہے کذب سے قطعاً عام مطلقاً یا من وجہ اب تو اپنی جہالت فاحشہ پر متنبہ ہوئے کہ جواز اعم امکان اخص کا مستلزم مان رہے تھے۔

فالحمد للہ علٰی اتمام الحجۃ و ایضاح المحجۃ۔

حجت تاسعہ قاہرہ قالعہ قاتلہ قارعۃ بارغۃ التبیین دامغۃ الکذابین۔ اقول وباللہ التوفیق، ایہا المسلمون!

ذرا قلب حاضر درکار، اس مدعی جدید غیر مہتدی ورشید نے کذب باری عزوجل کا صرف امکان عقلی ہی ائمہ دین کی طرف نسبت نہ کیا، بلکہ معاذ اللہ انھیں کفر صریح کا قائل قرار دیا پھر الحمد للہ ان کا دامن سنت مامن تو کفر و ضلالت کے ناپاک دھبوں سے پاک و منزہ مگر حضرت خود ہی اپنے ایمان کی خیر منائیں، یوں نہ مانیں تو مفصل جانیں، اصل مراد یہ ہے کہ خلف بایں معنی کہ متکلم ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دی تھی اس کے خلاف عمل میں لائے بلاشبہ اقسام کذب سے ہے کہ کذب نہیں، مگر خلاف واقع خبر دینا تو اس معنٰی پر خلف کو ممکن یا سائغ یا واقع یا واجب جو کچھ مانیے بعینہ وہی حکم کذب کے لئے ثابت ہوگا کہ یہ جانب وجود ہے اور جانب وجود میں قسم مقسم کو مستلزم اور عقل احکام قسم سے مقسم پر حاکم کہ اس کا وجود بے اس کے محال و نا ممکن تو لاجرم اس کا امکان اس کے جواز اور اس کا وجود اس کے وقوع اور اس کا وجوب اس کی ضرورت کو لازم، حضرت مدعی جدید نے اپنی جہالت و ضلالت سے کلام علمائیں خلف کے یہی معنی سمجھے کہ باری تعالٰی عیاذاً باللہ بات کہہ کر پلٹ جائے خبر دے کر غلط کردے، لہذا جواز خلف پر امکان کذب کو متفرع کیا حالانکہ حاشا للہ عالم میں کوئی عالم اس کا قائل نہیں بلکہ وہ صراحۃً اس معنی مردود مخترع عنود کا رد بلیغ فرماتے اور جواز خلف کو تخصیص نصوص و تقیید وعید وغیرہما ایسے امور پر بنا کرتے ہیں، جن کے بعد نہ معاذ اللہ کہہ کر پلٹنا نہ بات کا بدلنا، اس امر پر دلائل قاہرہ و تصریحات باہرہ سن ہی چکے مگر ان حضرت کو یہ مسلم نہیں خواہی نخواہی خلف اسی معنی پر ڈھالتے ہیں، جو ایک قسم کذب ہے تاکہ اس کے جواز سے امکان کذب کی راہ نکالیں بہت اچھا اگر یہی معنی مراد ہوں تو اب نظر کیجئے کہ جواز خلف کے کیا معنی ہیں اور وہ اپنے کس معنی پر ائمہ میں مختلف فیہ، حاشا جواز صرف بمعنی امکان عقلی محل خلاف نہیں بلکہ قطعاً[1] جواز شرعی و امکان وقوعی میں نزاع ہے جس کے بعد امتناع بالغیر بھی نہیں رہتا دلائل سنئے اولاً اہل سنت بالاجماع اور معتزلہ کا

لہ اقول ھل عسیت ان تتفطن مما القینا ونلقی علیک من الابحاث و نقلنا وننقل لک من کلمات العلماء ان الکلام فی مطلق الخلف فی حق العصاۃ لا الخلف المطلق فیھم ولا الخلف فی الکفار لوفاق اھل السنۃ الوعیدیۃ علی استحالتہ شرعًا اما الثانی فظاھر واضح وقد نص علیہ القراٰن العزیز واجمعت علیہ الامۃ جمیعًا واما الاول فنقل علیہ ایضًا غیر واحد الاجماع وھو الصواب من حیث النظر وان نقل العلامۃ فی حاشیۃ العلائی خلافہ ففی ھذین ان کان الخلاف فلا یکون الا فی الامکان العقلی ولذا حمل علیہ العلامۃ ش بید انی لا اعلم خلافًا بین اھل السنۃ فی جواز الاول عقلًا والثانی وان وقع فیہ خلاف لکن المحققین ھٰھنا علی الجواز ولم یخالف فیہ الا اقل قلیل کما سیأتی فالذی[عہ] وقع عن العلامۃ ش اشتباہ یجب التنبہ لہ وقد اوضحناہ علٰی ھامشہ ولولا ان اغراضنا فی المقام لا یتعلق بنقد ذالک لاتینا بالتحقیق فیما ھنالک ثم من البین جلی ان امکان عدم التعذیب عقلًا مع استحالتہ شرعًا ادخل فی الرد علٰی ھؤلاء الجھلۃ کما لا یخفی علٰی عاقل فضلا عن فاضل وسنلقی علیک تحقیقہ فیما سیأتی فی رد الوھابیۃ الدیوبندیۃ فانتظر واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم ۱۲ منہ قدس سرہ۔ عہ قولہ فالذی وقع حیث نقل النزاع المشہور وکون المحققین علی المنع فی کلامہ علٰی ھذین الخلفین وزاعم تبعا للحلیۃ ان الاشبہ ترجح جواز الاول عقلا فاوھم ان جوازہ العقلی مختلف فیہ

ایک فرقہ مغفرت عاصیان کبائر کردگان وبے توبہ مردگان کے امکان عقلی پر متفق ہیں یعنی کچھ عقل محال نہیں جانتی کہ اللہ تعالٰی ان سے مواخذہ نہ فرمائے مگر امکان شرعی میں اختلاف پڑا اہل سنت بالاجماع شرعًا بھی جائز بلکہ واقع اور یہ فرقہ وعیدیہ سمعًا ناجائز اور عذاب واجب مانتے ہیں، انھوں نے آیات وعید سے استناد کیا اس کے جواب میں جواز خلف کا مسئلہ پیش ہوا یعنی اے معتزلہ تمھارا استدلال تو جب تمام ہو کہ ہم وقوع وعید شرعًا واجب مانیں وہ خود ہمارے نزدیک جائز الخلف ہے تو عفو پھر جائز کا جائز ہی رہا اور شرعًا وجوب عذاب کہ تمھارا دعوٰی تھا ثابت نہ ہوا، امام علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں: البحث الثانی عشر، اتفقت الامۃ ونطق الکتاب والسنۃ بان اللّٰہ تعالٰی عفو غفور یعفو عن الصغائر مطلقًا وعن الکبائر بعد التوبۃ ولایعفو عن الکفر قطعًا واختلفوا فی العفو عن الکبائر بدون التوبۃ فجوزہ الاصحاب بل اثبتوہ خلافًا للمعتزلۃ تمسک القائلون بجواز العفو عقلا وامتناعہ سمعًا وھم البصریون من المعتزلۃ وبعض البغدادیۃ بالنصوص الواردۃ فی وعید الفساق واصحاب الکبائر واجیب بانھم داخلون فی عمومات الوعد بالثواب ودخول الجنۃ علی ما مر والخلف فی الوعد لؤم لایلیق بالکرام وفاقًا بخلاف الخلف فی الوعید فانہ ربما یعد کرمًا۔ اھ ملتقطا۔ دیکھو علما اس جواز خلف سے عذاب کے وجوب شرعی کو دفع فرماتے ہیں، اور وجوب شرعی کا مقابل نہیں مگر جواز شرعی اگر صرف امکان عقلی مراد ہو تو وہ ان معتزلہ کے مذہب سے کیا منافی اور ان کی دلیل کا کیوں کر نافی ہوگا وہ کب کہتے تھے کہ واجب عقلی ہے جو تم امکان عقلی کا قصہ پیش کرو تو ثابت ہوا کہ یہ علما باتفاقین خلف وعید کو شرعًا جائز مانتے ہیں، ثانیًا محققین کہ جواز خلف نہیں مانتے، آیہ کریمہ مایبدل القول لدی سے استدلال کرتے ہیں، کما فی شرح عقائد النسفی وشرح الفقہ الاکبر وغیرھما، اور پُر ظاہر کہ آیت میں نفی وقوع صرف استحالہ شرعی پر دلیل ہوگی نہ امتناع عقلی پر تو لازم کہ وہ علما جواز شرعی مانتے ہوں ورنہ محققین کی دلیل محل نزاع سے محض اجنبی اور امر نزاعی کی نافہمی پر مبتنی ہوگی وہ نہ کہدیں گے کہ اس سے صرف استحالہ شرعی ثابت ہوا وہ امکان عقلی کے کب خلاف ہے، جس کے ہم قائل ہیں، ثالثًا واحدی نے بسیط میں آیہ کریمہ، انک لاتخلف المیعاد سے صرف وعدہ مراد لیا اور وعید پر محمل کرنے سے انکار کیا کہ اس میں تو خلف جائز ہے، تفسیر کبیر میں فرمایا، احتج الجبائی بھذہ الاٰیۃ علی القطع بوعید الفساق (الٰی ان قال ثم ذکر احتجا جہ والاجوبۃ عنہ الٰی ان قال) وذکر الواحدی فی البسیط طریقۃ اخری فقال لم لایجوز ان یحمل ھذا علی میعاد الاولیاء دون وعید الاعداء لان خلف الوعید کرم عند العرب الخ۔ ظاہر ہے کہ علمائے مجوزین اگر صرف امکان عقلی مانتے تو آیت میں اس محمل کی انھیں کیا حاجت تھی کہ انتفائے شرعی جواز عقلی کے کچھ منافی نہیں، رابعًا، قائلان جواز کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ خلف وعید صرف بحق مسلمین جائز ہے نہ بحق کفار، عبارت حلیہ: لااشتبہ توجہ القول بجواز الخلف فی الوعید فی حق المسلمین خاصۃ دون الکفار، ابھی بحوالہ ردالمحتار گزری مگر میں اس کی جگہ اور تحفہ پیش کروں مختصر الحاشیہ میں ہے، الملک للّٰہ والناس عبیدہ ولہ ان یفعل بھم مایرید ولکن وعد ان لایعذب احد بغیر ذنب وان لایخلد المؤمن المذنب فی النار ویستحیل ان یخلف فی میعادہ وکذا اوعد ان یعذب المؤمن المذنب زمانًا والکافر مؤبدًا ولکن قد یعفو عن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) واوھم ایھامًا اشد واعظم ان المحققین علی انکارہ وان کان لااشتبہ عندہ توجہ الجواز مع انا لانعلم فیہ نزاعًا اصلا ولفظہ محل نزاع وان کان فلاشک ان عامۃ الائمۃ علی الجواز ثم اوھم بل صرح اخرا ان الصحیح عند المحققین منع الثانی عقلا مع ان الامر بالعکس فالحق ان محل النزاع المشھور ھو الجواز الشرعی وکلامھم انما ھو فی مطلق الخلف وتحقیق الحق فی محصلہ ما سنلقی علیک واللّٰہ الھادی منہ رضی اللّٰہ عنہ

المومن المذنب ولایعذبہ لانہ تکرم وتفضل فیترک الوعید، امافی حق الکفار فلایکون العفو وان کان تکرما وتفضلا قال اللّٰہ تعالٰی ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھدٰھا، ولٰکن حق القول منی الاٰیۃ، اخبرانہ لایفعل مع الکفار الابطریق العدل۔ روح البیان میں ہے اللّٰہ تعالٰی لایغفران یشرک بہ فینجز وعیدہ فی حق المشرکین ویغفرما دون ذٰلک لمن یشاء فیجوز ان یخلف وعیدہ فی حق المؤمنین، سبحان اللہ اگر صرف امکان عقلی میں کلام ہوتا تو وہ باجماع اشاعرہ بلکہ جماہیر اہلسنت حق کفار میں بھی حاصل، وھوالتحقیق، یفعل اللّٰہ مایشاء ویحکم ما یرید۔ شرح مقاصد الطالبین فی علم اصول الدین میں ہے، اتفقت الامۃ ان اللّٰہ تعالٰی لایعفوعن الکفر قطعًا وان جاز عقلا ومنع بعضھم الجواز العقلی ایضًا لانہ مخالف لحکمۃ التفرقۃ بین من احسن غایۃ الاحسان ومن اساء غایۃ الاساءۃ وضعفہ ظاھر اھ ملخصًا، اسی میں ہے، شر ذمۃ لاتجوز دون العفو عنھم فی الحکمۃ، لاجرم بدلائل قاطعہ ثابت ہوا کہ قائلین جواز جواز شرعی لیتے اور خلف کے امتناع بالغیر سے بھی انکار رکھتے ہیں، اب تم نے خلف کے وہ معنی لئے جو ایک قسم کذب ہے تو قطعًا لازم کہ تمہارے زعم باطل میں ان علماء کے نزدیک کذب الٰہی نہ صرف عقلًا بلکہ شرعًا بھی جائز ہو جسے امتناع بالغیر سے بھی بہرہ نہیں یہ صریح کفر ہے، والعیاذ باللہ رب العٰلمین امام علامہ قاضی عیاض قدس سرہ شفاشریف میں فرماتے ہیں، من دان بالوحدانیۃ وصحۃ النبوۃ ونبوۃ نبینا صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ولکن جوز علی الانبیاء الکذب فیما اتوابہ ادعی فی ذٰلک المصلحۃ بزعمہ ام لم یدعھا فھو کافر باجماع، جو اللہ تعالٰی کی وحدانیت اور نبوت کی حقانیت اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو بایں ہمہ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام پر ان باتوں میں کہ وہ اپنے رب کے پاس سے لائے کذب جائز مانے خواہ بزعم خود اس میں کسی مصلحت کا ادعا کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاجماع کافر ہے، ۔ سبحان اللہ حضرات انبیاء علیہم افضل الصلٰوۃ والثناء پر کذب جائز ماننے والا تو بالاتفاق کافر ہو اجناب باری عزوجل کا جواز کذب ماننے والا کیونکر بالاجماع کافر و مرتد نہ ہوگا، اب تو جانا کہ تم نے اپنی جہالت و وقاحت سے کفر و اسلام میں تمیز نہ کی اور کفر خالص پر معاذاللہ ائمہ دین میں نزاع ٹھہرادی، سبحان اللہ یہ فہم و فقاہت یہ دین و دیانت اور اس پر عالم رشید بلکہ شیخ مرید بننے کی ہمت،

ع　　آدمیاں گم شدند ملک خدا خر گرفت۔

ذرا یہ مقام یاد رکھئے کہ آپ کو خاتمہ میں اس سے کام پڑنا ہے، واللہ المستعان علی ما تصفون ہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم،

حجت عاشرہ ظاہرہ باہرہ زاہرہ قاہرہ، امروادھی من قرینتہا الاولٰی اقول وباللہ التوفیق، ہنوز بس نہیں اگرچہ علماء مسئلہ خلف میں بلفظ جواز تعبیر کر رہے ہیں، مگر عقل صافی و نظر وافی نصیب ہو تو کھل جائے کہ وہ جس معنی پر خلف جائز کہتے ہیں، اس معنی پر نہ صرف جائز بلکہ بالیقین واقع مانتے ہیں تو تمہارے زعم خبیث پر قطعًا لازم کہ ائمہ دین کذب الٰہی کو یقینًا واقع و موجود بالفعل جانتے ہیں، اس سے بڑھ کر کفر جلی اور کیا ہوگا دلائل لیجئے، اولًا ہم ثابت کر آئے کہ خلف وعفو ان کے نزدیک متساوی ہیں، اور ایک مساوی کا وقوع وقوع مساوی دیگر کو قطعًا مستلزم، خواہ تساوی فی التحقق ہو یا فی الصدق کہ اول کا تو عین منطوق تلازم فی الوجود اور ثانی اس سے بھی زیادہ ادخل فی المقصود، فان الانفکاک فی الوجود انفکاک فی الصدق مع شیئ زائد، لیکن عفو بالیقین واقع، ابھی شرح مقاصد سے گزرا جوزہ الاصحاب بل اثبتوہ تو ثابت ہوا کہ وہ علماء جسے خلف وعید کہتے ہیں یقینًا واقع، اب تم خلف کو اس معنی ناپاک پر حمل کرتے ہو تو معاذاللہ کذب الٰہی کے بالیقین واقع و موجود ہونے میں کیا کلام رہا، صدق اللہ تعالٰی، فانہا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور ہ بیشک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں[1]

والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالٰی، **ثانیًا** تعیین تساوی سے قطع نظر بھی کیجئے تاہم آیہ کریمہ ویغفر مادون ذٰلک سے ان کا استدلال دلیل قاطع کہ خلف عفو سے خاص یا مباین نہیں لاجرم مساوی نہ سہی تو عام ہوگا، بہرحال وقوع مغفرت وقوع خلف اور تمہارے طور پر وقوع خلف وقوع کذب کو مستلزم ہوکر کذب الٰہی یقینی الوقوع ٹھہرے گا اور کیا گمراہوں کے سر پر سینگ ہوتے ہیں، **ثالثًا** مختصر العقاید کی عبارت گزرے کچھ دیر نہ ہوئی جس میں خلف وعد کو محال لکھ کر وعید مسلمین کے بارے میں دیکھ لیجئے کیا لفظ لکھا یجوز ان یترک الوعید نہ کہا بلکہ صاف صاف یترک الوعید مرقوم کیا، پھر ثبوت مدعا میں کیا کلام رہا، **رابعًا**، ان دلائل قاطعۂ عقلیہ کے بعد تمہاری سمجھ کے لائق قاطع نزاع و دافع شغب یہ ہے کہ امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی رحمۃ اللہ تعالٰی نے اسی حلیہ میں جو اسی ردالمحتار کی جس سے آپ ناقل اس مقام میں ماخذ ہے صاف بتادیا کہ خلف وعید صرف عفو سے عبارت ہے، اب آپ ہی بولیے آپ کے مذہب میں عفو بالیقین واقع ہے یا نہیں اگر ہے تو وہی خلف ہے اور تم خلف کو اصل کذب سمجھے تو اپنے خدا کو یقینًا کاذب کہہ چکے یا نہیں حلیہ کی عبارت یہ ہے، الادعاء المذکور یستلزم انہ یجوز الخلف فی الوعید وظاہر المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلۃ بہ لانہ لایعد نقصا بل جودا وکرما وبھذا امدحہ کعب بن زہیر رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حیث قال ؎

نبئت ان رسول اللہ اوعدنی والعفو عند رسول اللہ مامول

دیکھو صراحۃً مدح بالعفو کو مدح بخلف وعید قرار دیا، اسی طرح ختم بحث میں قول ابن نباتہ مصری الحمد للہ الذی اذا وعد وفا واذا اوعد عفا کو اسی باب سے ٹھہرایا اب بھی وضوح حق میں کچھ باقی رہا، یہ دوسرا مقام یاد رکھنے کا ہے کہ تم نے صراحۃً وقوع و وجود کذب الٰہی کو ائمہ اہلسنت کا مذہب جانا اور ایسے کفر شنیع وارتداد فظیع کو اہل حق کا ایک اختلافی مسئلہ مانا، کذٰلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار ○ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ الواحد القہار۔

بالجملہ بحمد اللہ بحجج قاہرہ وبینات باہرہ شمس دامس سے زیادہ روشن وابین ہوگیا کہ علما جس معنی پر خلف جائز مانتے ہیں، حاش للہ اسے امکان کذب سے اصلاً علاقہ نہیں ان کے نزدیک خلف بمعنی عدم ایقاع وعید بوجہ تجاوز و کرم ہے، کہ عین عفو یا عفو کا مساوی، وملازم اور یہ معنی نہ صرف جائز بلکہ باجماع اہلسنت بلاشبہ واقع رہا، خلف بمعنی تبدیل قول وتکذیب خبر جس کے جواز پر امکان کذب متفرع ہوسکے، ہرگز ان علما کی مردانہ عالم میں کوئی عالم اس کا قائل بلکہ وہ بالاتفاق یک زبان ویک دل اس سے تبری وتحاشی کامل کرتے اور کذب الٰہی کے استحالہ قطعی وامتناع عقلی پر اجماع تام رکھتے ہیں، اول سے آخر تک ان کے تمام کلمات ومحاورات وجوہ مناظرہ وطریق رد واثبات ہزار در ہزار طور سے اس امر پر شاہد عدل و ناطق فصل وقد ظہر علٰی کل ذی عقل، اور امام ابن امیر الحاج نے تو بحمد اللہ یہ امر باتم وجوہ منجلی کردیا کہ خود جواز خلف کو راجح مان کر اس معنی ناپاک تراشیدۂ مدعی بیباک کی وہ بیخ کنی فرمائی جس کی غرب سے شرق تک خبر آئی، یونہی امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں باآنکہ کلام امام ابوعمرو ابن العلاء قائل جواز خلف کی وہ کچھ تائید کی جو اوپر گزر چکی، جب معنی تبدیل کی نوبت آئی جس پر ان حضرت نے تفریع کی ٹھہرائی، اس پر وہ شدید وعظیم نکیر فرمائی، کہ کج فہمی جاہل پر قیامت ڈھائی، اسی تفسیر میں فرماتے ہیں، الخبر اذا جوز علی اللہ الخلف فیہ فقد جوز الکذب علی اللہ تعالٰی وھذا اخطاء عظیم بل یقرب من ان یکون کفرا فان العقلاء اجمعوا علی انہ تعالٰی منزہ عن الکذب ومعلوم ان فتح ھذا الباب یفضی الی الطعن فی القراٰن وکل الشریعۃ اھ ملخصًا یعنی جب خبر میں خلف اللہ تعالٰی پر جائز رکھا جائے تو بیشک کذب الٰہی کو جائز ماننا ہوگا، اور یہ سخت خطا ہے بلکہ قریب ہے کہ

کفر ہوجائے اس لئے کہ تمام عقلاء (یعنی نہ صرف اہل اسلام بلکہ سمجھ والے کافر بھی) اتفاق کئے ہوئے ہیں کہ باری تعالٰی کذب سے منزہ ہے اور معلوم ہے کہ اس دروازے کا کھولنا قرآن مجید اور تمام شریعت میں طعن تک لے جائے گا)، بس خدا کی شان الٰہی شان نظر آتی ہے کہ واضح روشن ایمانی اجماعی مسائل میں مدعیان علم و دیانت ورشد و مشیخت اغوائے عوام و تلبیس مرام کو یوں دیدہ و دانستہ کورمقری بن جاتے اور خوف خالق و شرم خلائق سب کو یک دست سلام کرکے ائمہ دین پر یوں کھلے بہتان جیتے طوفان اٹھاتے ہیں ؎

چشم باز و گوش باز و این ذکا　　　خیرہ ام در چشم بندے خدا

فان کنت لا تدری فتلك مصیبة　　　وان کنت تدری فالمصیبة اعظم

بس زیادہ کیا کہوں سوا اس کے کہ اللہ ہدایت دے آمین، تنبیہ نبیہ، الحمدللہ تحقیق ذروۂ علیا کو پہنچی اور عیاروں مکاروں کی افترا بندی اپنی سزا کو، اب صرف یہ امر قابل تنقیح رہا کہ جب خلف بمعنی تبدیل کے استحالہ پر اجماع قطعی قائم اور بمعنی ساوی عفو بالاجماع جائز بلکہ واقع تو علمائے مجوزین و محققین مانعین میں نزاع کس امر پر ہے، **اقول** وباللہ التوفیق وبہ العروج علی اوج التحقیق علی الخبیر سقطت، ہاں منشأ نزاع اس اطلاق خُلف کی تجویز ہے مجوزین نے خیال کیا کہ خلف وعید معاذ اللہ کسی عیب و منقصت کا نشان نہیں دیتا بلکہ عفو و کرم پر دلیل ہوتا اور محل مدح و ستائش میں بولا جاتا ہے ولہذا اجلہ عرب سے اوس) پر استناد کرتے ہیں، قال قائلہم ؎

وانی وان اوعدتہ او وعدتہ　　　لمخلف ایعادی و منجز موعدی

وقال آخر ؎

اذا وعد السراء انجز وعدہ　　　وان اوعد الضراء فالعفو مانعہ

بنا بر آں خلف وعید کی تجویز کی، محققین نے دیکھا کہ لفظ معنی محال یعنی تبدیل مقال کا موہم اور یہاں ایہام محال بھی منع میں کافی کما نصوا علیہ فی مسئلة معتقد العز، اور اس کے ساتھ وقوع تمدح صرف مخلوق میں ہے خالق عزوجل کا ان پر قیاس صحیح نہیں لاجرم اس تجویز سے تحاشی کی۔

خلاصہ یہ کہ آیات وعید میں بنظر ظاہر عموم عدم وقوع ایک صورت خلف میں ہے اگرچہ بنظر تخصیص و تقیید حقیقت خلف سے قطعاً منزہ، مجوزین اسی خلف صوری کو خلف وعید سے تعبیر کرتے اور اسے جائز رکھتے ہیں، کہ مفید مدح ہے اور محققین منع فرماتے ہیں کہ موہم نقص و قدح ہے ورنہ اگر خیال معنی کیجئے تو بلاشبہہ وہ جس امر کو خلف کہتے ہیں قطعاً بالاجماع جائز و واقع ولہذا علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نے نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں مسئلہ خلف کو اہل سنت کا اتفاقی قرار دیا اور اس میں خلاف صرف معتزلہ کی طرف نسبت کیا، حیث قال الوعید لایجوز تخلفہ عند المعتزلة لقولہم بانہ یجب علی اللہ تعالٰی تعذیب العاصی، پر ظاہر کہ اس نسبت کا منشا وہی نظر معنی ہے کہ معنی مقصود مجوزین کے جواز میں واقعی اشقیائے معتزلہ ہی کو خلاف ہے اہل سنت میں کوئی اس کا منکر نہیں، جس طرح معنی کذب و تبدیل کے بطلان و امتناع پر اہل سنت بلکہ اہل ملل بلکہ اہل عقل کا اجماع ہے جس میں کسی فرقہ کا خلاف معلوم و ظاہر نہیں یہ ہے بحمد اللہ محل نزاع کی تحریر انیق و تقریر رشیق والحمد للہ ولی التوفیق علی الھاد التحقیق والارشاد الطرایق، امام محقق مدقق علامہ حلبی نے اسی حلیہ میں جواز خلف مان کر معنی کذب و تبدیل سے وہ تحاشی عظیم فرمائی جس کی نقل بحث سابعہ میں گزری پھر تصریح مراد کی یوں ارشاد کی، المراد بالوعید صورة العموم بالوعید من ارید بالخطاب، مسئلہ جواز خلف میں وعید سے صورت عموم مراد ہے کہ بظاہر حکم سب مخاطبوں کو

شامل نظر آتا ہے، یعنی تنہا الفاظ وعید پر نظر کیجئے تو صاف یہی حکم معلوم ہوتا ہے کہ جو ایسا کریں گے سب سزا پائیں گے پھر جبکہ بدلائل قاطعہ ثابت ہوا کہ بعض کو نہ ہوگی تو بظاہر وعید متخلف ہوئی حالانکہ وہ عموم صرف صوری تھا نہ حقیقی کہ حقیقت میں عمومات وعید آیات مشیت سے مکتسب تقیید جن کا حاصل یہ کہ ہم معاف نہ فرمائیں تو سزا ہوگی بس اس قدر محصل خلف ہے، جسے معاذ اللہ کذب وتبدیل سے کچھ علاقہ نہیں پھر اس مراد ومقصود کی تحقیق فرماکر ارشاد کرتے ہیں، ثم حیث کان المراد هذا فالوجه ترك اطلاق جواز الخلف فی الوعد والوعید دفعا لایهام ان یکون المراد منه هذا المحال، یعنی جب معلوم ہوگیا کہ جوازِ خلف سے صرف اس قدر مراد ہے نہ وہ کہ معاذ اللہ امکان کذب کو راہ دے کہ کذب وتبدیل تو یقیناً اللہ تعالٰی پر مستحیل تو مناسب یہی ہے کہ وعدہ یا وعید کسی میں جواز خلف کا لفظ نہ بولیں کہ اس سے کسی کو اس معنی محال کا وہم نہ گزرے، واقعی امام ممدوح کا گمان بجا تھا، آخر دیکھئے نہ کہ اس چودھویں صدی میں جہال سفہا کو وہ وہم آڑے ہی آیا، والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالٰی، پھر فرماتے ہیں، وانما وافقنا هم علی الاطلاق لشهرة المسئلة بینهم بهذا لا الترجمة ونستغفر اللّٰه العظیم من کل مالیس فیه رضاه، ہم نے جو اس لفظ کے اطلاق میں علمائے سابقین کا ساتھ دیا، اس پر باعث یہ تھا کہ مسئلہ ان میں اسی نام سے شہرت رکھتا ہے اور ہم اللہ عزوجل سے مغفرت چاہتے ہیں، ہر اس بات کی جو اسے پسند نہیں، سفیہ جاہل دیکھے کہ اس کے امکان کذب کے شوشے کدھر گئے، قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا۔

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے بتوفیق المولٰی سبحنہ وتعالٰی اس مقام کی زیادہ تحقیق حواشی شرح عقائد وشرح مقاصد وشرح مواقف پر ذکر کی اگر مخافت تطویل نہ ہوتی، ان نفائس جلیلہ کو زیور گوش سامعین کرتا، وفیما ذکرنا کفایة والحمد للّٰه ولی الهدایة، غرض اس مقدار سے زاید کسی امر کو محل نزاع ٹھہرانا خود ان کے مقتضائے کلام ومقال وتمسک واستدلال سے جدا پڑنا اور توجیه القول بمالا یرضی به قائلہ کرنا اور ان کے اجماعیات قاطعہ سے منکر ہونا اور ان مہالک شنیعہ ونتائج فظیعہ کا ان کے ذمے باندھنا ہے، جن سے وہ ہزار جگہ بتصریح صریح تبری کرتے ہیں، اور واقعی بحمد اللہ بار ہا دیکھا ہے کہ ائمہ اہلسنت میں جو مسئلۂ اصول مختلف فیہ رہا ہے، اگرچہ بعض ناظرین ظواہر الفاظ سے دھوکا کھائیں، مگر عند التحقیق اس کا حاصل نزاع لفظی یا ایسی ہی کسی ہلکی بات کی طرف راجع ہوا ہے، پھر ایک فریق کے دوسرے پر الزامات حقیقۃً اپنے معنی مراد پر الزام ہیں جس سے دوسرے کا ذہن خالی، نہ اس کی مراد سے انھیں تعلق نہ اسے دیکھ کر کوئی عاقل یہ وہم کرسکتا ہے کہ وہ امر جس کا الزام دیا گیا فریقین میں مختلف فیہ ہے بلکہ یہ تو عامۂ نزاعات حقیقیہ معنویہ میں بھی نہیں ہوتا چہ جائے صوریہ ولفظیہ، الزام اسی امر سے دیتے ہیں جس کا بطلان متفق علیہ ہو مختلف فیہ سے تخلف فیہ پر احتجاج یعنی یہ خصوصاً جب کہ ایک امر میں اختلاف دوسرے میں تنازع کی فرع ہو کہ اس تقدیر پر فرع سے الزام مصادرہ علی المطلوب ہے، یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل کہ طرفہ مقابل سخت ابلہ وجاہل، خیر بات دور پہنچی نظائر لیجئے مثلاً ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق امام عارف باللہ حارث محاسبی وجعفر بن حرب وعبداللہ بن کلاب وامام المتکلمین عبدالعزیز مکی وائمہ سمرقند اول کے قائل اور اسی طرف امام ہمام ابوالحسن اشعری قدس سرہ مائل بلکہ اسی پر امام الائمہ سراج الامۃ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نص شریف دلیل کامل اور امام عماد السنہ احمد بن حنبل وغیرہ جماعت محدثین سے قول ثانی منقول اور یہی ائمہ بخارا ومن وافقہم کے نزدیک مختار ومنصور ومعتمد ومقبول، اس پر ائمہ سمرقند وبخارا میں نزاع کو جو طول ہوا مخفی نہیں انھوں نے ان پر مخلوقیت قرآن کا الزام رکھا انھوں نے ان پر نامخلوقیت افعال عباد کا طعن کیا اور حقیقت دیکھئے تو بات کچھ بھی نہیں اپنی اپنی مراد پر دونوں سچ فرماتے ہیں، ایمان مخلوق بیشک مخلوق کہ مخلوق وصفات مخلوق سب مخلوق اور ایمان کہ صفت خالق عزوجل ہے جس پر اسمائے حسنٰی سے پاک مؤمن دلیل یعنی اس ملک جلیل جل جلالہ کا ازل میں اپنے کلام

کی تصدیق فرمانا وہ قطعاً غیر مخلوق کہ خالق وصفات خالق مخلوقیت سے منزہ ھکذا قررہ الفاضل العلامۃ کمال الدین بن ابی شریف القدسی فی المسامرۃ شرح المسایرۃ، اب کیا کوئی احمق جاہل اس نزاع کو دیکھ کر یہ گمان کرے گا کہ بعض صفات خالق کا مخلوق یا بعض افعال مخلوق کا نامخلوق ہونا ائمہ اہلسنت میں مختلف فیہ ہے حاشا و کلا یوں ہی مسئلہ زیادت و نقصان ایمان کہ قدیم سے مختلف فیہا امام رازی وغیرہ بہت محققین اسے بھی نزاع لفظی پر اتارتے ہیں، منح الروض میں ہے، ذھب الامام الرازی وکثیر من المتکلمین الی ان ھذا الخلاف لفظی راجع الی تفسیر الایمان، پھر کہا، ھذا ھو التحقیق الذی یجب ان یعول علیہ، اسی طرح اور مسائل پائیے گا اگر اس پر حمل کیجئے جب تو امر نہایت الیسر مجوزین بمعنی مساوی عفو لیتے ہیں اور مانعین بمعنی تبدیل قول دونوں سچ کہتے ہیں اور دونوں اجماعی باتیں، مگر فقیر نے بحمد اللہ جو تنقیح مناط کر دی اس پر نزاع بھی معنوی رہی اور قول مانعین کا محقق وراجح ہونا بھی کھل گیا اور جہالت جاہلین کا علاج بھی بحمد اللہ بروجہ کافی ہو لیا، ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لایشکرون ۰ اللھم لک الشکر الابدی والمن السرمدی والحمد للہ رب العلمین۔

تحلیل جلیل و تکمیل جمیل۔ **اقول** وباللہ التوفیق، مدعی جدید بیچارے کی حالت نہایت قابل رحم غریب نے امام الطائفہ کی بات بنانے کو عقل و دیانت کو یاں رخصت دیا، اپنے رب کو جیسے بنے لائق کذب کر دینے کا ذمہ لیا، ائمہ امت و سادات ملت پر کھلی آنکھوں جیتا بہتان کیا، غرض لاکھ جتن کر چھوڑے مگر کال نہ کٹا یعنی امام کی پیشانی سے داغ ضلالت مٹنا تھا نہ مٹا آپ کو یاد ہو کہ اصل بات کاہے پر جھڑی تھی ذکر یہ تھا کہ حضور پر نور سید المرسلین خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مثل وہمسر حضور کی جملہ صفات کمالیہ میں شریک برابر محال ہے کہ اللہ تعالٰی حضور خاتم النبیین فرماتا ہے، اور ختم نبوت ناقابل شرکت تو امکان مثل مستلزم کذب الٰہی اور کذب الٰہی محال عقلی، ؎

منزہ عن شریک فی محاسنہ　　　فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

اس پر اس سفیہ نے جواب دیا کہ کذب الٰہی محال نہیں ممکن ہے کہ خدا کی بات جھوٹی ہو جائے اور اس پر جو ہذیانات بکے ان کی خدمت گزاری تو آپ سن ہی چکے اب یہ حضرت اس کی حمایت میں خلف وعید کا مسئلہ پیش کرتے ہیں یعنی ان کے امام نے نئی نہ کہی بلکہ اس کا قول ایک گروہ ائمہ کے موافق ہے، اے سبحان اللہ ؎

امام چنیں مقتدے چناں　　　جہاں چوں نہ بیند بدیے چناں

اے حضرت اب کچھ جانے دیجئے مگر یہ آیہ کریمہ، ولکن الرسول اللہ وخاتم النبیین، بھی معاذ اللہ کوئی وعید ہے، جس کے امکان کذب کو جواز خلف پر متفرع کیجئے گا یہ تو وعدہ ہے یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت عظیمہ کہ تمہیں اس فضل جلیل سے مشرف کیا گیا، تمہاری شریعت مطہرہ کو شرف افضلیت بخشا تم ناسخ ادیان ہوئے تمہارے دین متین کا ناسخ کوئی نہ آئے گا تم سب سے بلند وبرتر رہے تم سے بالا کوئی ہوا نہ ہوگا، اس میں خلف تو ہر طرح بالاجماع محال ہے پھر تمہارے امام کا کیا کام نکلا اور مخالفت اجماع مسلمین واحداث بدعت ضالہ فی الدین کا داغ کیونکر مٹا، ہاں یہ کہ اس کی اور ساتھ لگے تمہاری عقل و دیانت کا کام تمام ہوا، اسے کام نکلنا سمجھ لیجئے چاہے کام ہو جانا قسمت کا بدا کہ دین و دیانت سے یوں کٹی چھٹی اور امام بیچارے کی بات بھی نہ بنی، ع　　نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم، 　　حبک الشیئ یعمی ویصم ؎

ذلیل وخوار وخراب وخستہ نہ اس سے ملتے نہ ایسے ہوتے   بہک گئے دین حق کا رستہ نہ اس سے ملتے نہ ایسے ہوتے

صدق القائل ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم   سیدیھم طریق الھالکینا

الحمدللہ یہ بظاہر دس حجج باہرہ اور حقیقۃً اکیس دلائل قاہرہ ہیں کہ حجت رابعہ میں وجہ ۱۱ و وجہ ۱۲ و وجہ ۱۳ حجت سادسہ میں ثانیاً حجت تاسعہ و عاشرہ دونوں میں ثانیاً ثالثاً رابعاً بالجملہ کے بعد عبارت امام رازی تنبیہ نبیہ میں کلام امام حلبی یہ گیارہ مستقل حجتیں تھیں، انھیں مدعی جدید پر اکیس کوڑے سمجھئے تو بائیسواں تازیانہ تسجیل جلیل کا ہوا او پر کے سو ملاکر ایک سو بائیس کوڑے، انھیں جمع رکھئے اور آگے چلئے کہ سائل کے بقیہ سوال کو اظہار جواب وتحقیق صواب کا انتظار کرتے دیر گزری، اب وقت وہ آیا کہ دھر خفت عنان کروں اور بیان حکم قائل کے لئے میدان بدیع تحقیق رفیع میں قدم دھروں

واللہ الھادی وولی الایادی والصلاۃ علٰی حبیبہ سراج النادی۔

خاتمہ تحقیق حکم قائل میں

اقول وباللہ التوفیق اللھم غفرا وقنا الضلال والکفر، جان برادر یہ پوچھتا ہے کہ ان کا یہ عقیدہ کیسا ہے اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے، یہ پوچھ کہ ان امام و ماموم پر ایک جماعت ائمہ کے نزدیک کتنی وجہ سے کفر آتا ہے، حاش للہ حاش للہ ہزار ہزار بار حاش للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت وضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے، جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن وجلی نہ ہوجائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی نہ رہے، فان الاسلام یعلو ولا یعلٰی، مگر یہ کہتا ہوں اور بیشک کہتا ہوں کہ بلاریب ان تابع ومتبوع سب پر ایک گروہ علما کے مذہب میں بوجوہ کثیرہ کفر لازم والعیاذ باللہ ذی الفضل الدائم میرا مقصود اس بیان سے یہ ہے کہ ان عزیزوں کو خواب غفلت سے جگاؤں اور ان کے اقوال باطلہ کی شناعت بالغہ انھیں جتاؤں کہ، او بے پرواہ بکریو کس نیند سورہی ہو گلا دوپہر پہنچا سورج ڈھلنے پر آیا گرگ خونخوار بظاہر دوست بن کر تمھارے کان پر تھپک رہا ہے کہ ذرا جھٹ پٹا ہو اور اپنا کام کرے جو پاؤں میں تمھاری بیجا ہٹ کے باعث اختلاف پڑچکا ہے بہت حکم لگا چکے کہ یہ بکریاں ہمارے گلے سے خارج ہیں بھیڑیا کھائے شیر لیجائے ہمیں کچھ کام نہیں اور جنھیں ابھی تک تم پر ترس باقی ہے وہ بھی تمھاری ناشائستہ حرکتوں سے ناراض ہوکر اپنے خاص گلے میں تمھارا آنا نہیں چاہتے ہیہات ہیہات اس بے ہوشی کی نیند اندھیری رات میں جسے چوپان سمجھ رہے ہو، واللہ وہ چوپان نہیں خود بھیڑیا ہے کہ ذیاب فی ثیاب کے کپڑے پہن کر تمھیں دھوکا دے رہا ہے پہلے وہ بھی تمھاری طرح اس گلے کی بکری تھا حقیقی بھیڑیے نے جب سے اسے شکار کیا اپنے مطلب کا دیکھ کر دھوکے کی ٹٹی بنالیا اب وہ بھی اکے دکے کی خیر مناتا اور بھولی بھیڑوں کو لگا کر لیجاتا ہے، للہ اپنی حالت پر رحم کرو، اور جہاں تک دم رکھتے ہو ان گرگ و نائب گرگ سے بھاگو جیبے بنے اس مبارک گلے میں جس پر خدا کا ہاتھ ہے کہ ید اللہ علی الجماعۃ اور اس کے سچے راعی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں آکر ملو کہ امن چین کا رستہ چلو اور مرغزار جنت میں بے خوف چرو، اے رب میرے ہدایت فرما آمین،

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو کچھ اپنے رب کے پاس سے لائے، ان سب میں ان کی تصدیق کرنا

اور سچے دل سے ان کی ایک ایک بات پر یقین لانا ایمان ہے، ادامہ اللّٰہ لنا حتی نلقاہ بہ یوم القیامۃ وندخل بہ بفضل رحمتہ دار السلام الامین، اور معاذ اللّٰہ ان میں کسی بات کا جھٹلانا اور اس میں ادنٰی شک لانا کفر اعاذنا اللّٰہ منہ بحفظہ العظیم ورحم عجزنا وضعفنا بلطفہ العمیم انہ ھو الغفور الرحیم الامین، امین الٰہ الحق المبین، پھر یہ انکار جس سے خدا مجھے اور سب مسلمانوں کو پناہ دے دو طرح ہوتا ہے لزومی والتزامی، التزامی یہ کہ ضروریات دین سے کسی شے کا تصریحًا خلاف کرے یہ قطعًا اجماعًا کفر ہے، اگرچہ نام کفر سے چڑے اور کمال اسلام کا دعوٰی کرے کفر التزامی کے یہی معنی نہیں کہ صاف صاف اپنے کافر ہونے کا اقرار کرتا ہو جیسا کہ بعض جہال سمجھتے ہیں، یہ اقرار تو بہت طوائف کفار میں بھی نہ پایا جائے گا ہم نے دیکھا ہے بہتیرے ہندو کافر کہنے سے چڑتے ہیں، بلکہ اس کے یہ معنی کہ جو انکار اس سے صادر ہوا یا جس بات کا اس نے دعوٰی کیا وہ بعینہ کفر و مخالف ضروریات دین ہو جیسے طائفہ تالفہ نیاچرہ کا وجود ملک وجن وشیطان وآسمان ونار وجنان ومعجزات انبیاء علیہم افضل الصلاۃ والسلام سے ان معانی پر کہ اہل اسلام کے نزدیک حضور ہادی برحق صلوات اللّٰہ وسلامہ علیہ سے متواتر ہیں انکار کرنا اور اپنی تاویلات باطلہ و توہمات عاطلہ کو لے مرنا ہرگز ہرگز ان تاویلوں کے شوشے انھیں کفر سے بچا لیں گے نہ محبت اسلام وہمدردی قوم کے جھوٹے دعوے کام آئیں گے، قاتلھم اللّٰہ انی یؤفکون ٥ اور لزومی یہ کہ جو بات اس نے کہی عین کفر نہیں مگر منجر بکفر ہوتی ہے یعنی مآل سخن ولازم حکم کو ترتیب مقدمات وتتمیم تقریبات کرتے لے چلئے تو انجام کار اس سے کسی ضروری دین کا انکار لازم آئے جیسے روافض کا خلافت حقہ راشدہ خلیفۂ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت جناب صدیق اکبر وامیر المومنین حضرت جناب فاروق اعظم رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما سے انکار کرنا کہ تضلیل جمیع صحابہ رضوان اللّٰہ تعالٰی علیہم اجمعین کی طرف مؤدی اور وہ قطعًا کفر مگر انھوں نے صراحۃً اس لازم کا اقرار نہ کیا تھا بلکہ اس سے صاف تحاشی کرتے اور بعض صحابہ یعنی حضرات اہل بیت عظام وغیرہم چند اکابر کرام علی مولاہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو زبانی دعووں سے اپنا پیشوا بناتے اور خلافت صدیقی وفاروقی پر ان کے توافق باطنی سے انکار رکھتے ہیں، اس قسم کے کفر میں علمائے اہل سنت مختلف ہوگئے جنھوں نے مآل مقال ولازم سخن کی طرف نظر کی حکم کفر فرمایا اور تحقیق یہ ہے کہ کفر نہیں بدعت وبدمذہبی وضلالت وگمراہی ہے، والعیاذ باللّٰہ رب العلمین، امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللّٰہ تعالٰی شفاء شریف میں فرماتے ہیں، من قال بالمآل لما یؤدی الیہ قولہ ویسوقہ الیہ مذھبہ کفرہ، فکانھم صرحوا عندہ بما ادی الیہ قولھم ومن لم یؤاخذھم بمآل قولھم ولا الزمھم بموجب مذھبھم لم یر اکفارھم قال لانھم اذا وقفوا علی ھذا قالوا لانقول بالمآل الذی الزمتموہ لنا ونعتقد نحن وانتم انہ کفر بل نقول ان قولنا لایؤل الیہ علی ما اصلناہ فعلی ھذین المأخذین اختلف الناس فی اکفار اھل التاویل والصواب ترک اکفارھم اھ ملخصًا، جب یہ امر مہد ہولیا تو اب ان امام وماموم کے کفریات لزومیہ گنئے، امام کے کفروں کا تو شمار ہی نہیں اس نے تو صرف انھیں چند سطروں میں جو تنزیہ سوم میں اس سے منقول ہوئیں کفری لزومی کی سات اصلیں طیار کیں جن میں ہر اصل صدہا کفر کی طرف منجر اور اس کا مذہب مان کر ہرگز ہرگز ان سے نجات نہ مفر، والعیاذ باللّٰہ العلی الاکبر۔

اصل اول جو کچھ انسان کرسکے خدا اپنی ذات کریم کے لئے کرسکتا ہے ورنہ قدرت انسانی بڑھ جائے گی (دیکھو ہذیان اول) اس اصل کے کفروں کی گنتی نہیں مگر میں اسی قدر شمار کردوں جو اوپر گن آیا ہوں، یقینًا قطعًا لازم کہ اس سفیہ کے مذہب پر (۱) اس کا معبود کھانا کھاسکتا ہے (۲) پانی پی سکتا ہے (۳) پاخانہ پھر سکتا ہے (۴) پیشاب کرسکتا ہے (۵) اپنا سمع روک سکتا ہے (۶) بصر روک سکتا ہے (۷) دریا میں ڈوب سکتا ہے (۸) آگ

میں جل سکتا ہے (۹) خاک پر لیٹ سکتا ہے (۱۰) کانٹوں پر لوٹ سکتا ہے (۱۱) وہابی ہو سکتا ہے (۱۲) رافضی بن سکتا ہے (۱۳) اپنا نکاح کرسکتا ہے (۱۴) جماع کرسکتا ہے (۱۵) عورت کے رحم میں اپنا نطفہ پہنچا سکتا ہے (۱۶) اپنا بچہ جنا سکتا ہے (۱۷) نیز اس اصل پر لازم کہ خدا خدا نہیں (۱۸) ہزاروں کروڑوں خدا ممکن ہیں (۱۹) آیہ کریمہ واللہ خلقکم وما تعملون ۵ حق نہیں ان سب امور کا ثبوت ہذیان مذکور کے ردوں میں ہدیہ ناظرین ہوا۔

اصل دوم خدا کے لئے عیوب ونقائص محال نہیں بلکہ مصلحت کے لئے ان سے قصداً بچتا ہے (ہذیان دوم) اس اصل کے کفر اصل اول سے صدہا درجے فزوں جس سے لازم کہ اس بیباک کے مذہب ناپاک پر (۲۰) اہل اسلام کے عامہ عقائد تنزیہ وتقدیس کہ ان کے نزدیک ضروریات دین سے ہیں سب باطل وبے دلیل، (۲۱) اس نامسعود کا وہمی معبود عاجز (۲۲) جاہل (۲۳) احمق (۲۴) کاہل (۲۵) اندھا (۲۶) بہرا (۲۷) ہکلا (۲۸) گونگا سب کچھ ہوسکتا ہے (۲۹) کھانا کھائے (۳۰) پانی پئے (۳۱) پاخانہ پھرے (۳۲) پیشاب کرے (۳۳) بیمار پڑے (۳۴) بچہ جنے (۳۵) اونگھے (۳۶) سوئے (۳۷) مرجائے (۳۸) مرکر پھر پیدا ہو، سب کچھ روا ہے (۳۹) اللہ کے علم (۴۰) قدرت (۴۱) سمع (۴۲) بصر (۴۳) کلام (۴۴) مشیت وغیرہا صفات کمال کے ازلی ہونے کا کچھ ثبوت نہیں (۴۵ تا ۵۰) ان کے ابدی ہونے کا کچھ ثبوت نہیں (۵۱) اس کی الوہیت قابل زوال ان سب لزوموں کا بیان تازیانۂ اول میں گزرا بلکہ (۵۲) خود اس اصل کا ماننا درحقیقت بالفعل اللہ عزوجل کو ناقص جاننا ہے (دیکھو تازیانہ ۲) اور بیشک جو اللہ عزوجل کی طرف نقص کی نسبت کرے قطعاً کافر، اعلام بقواطع الاسلام میں ہے، من نفی او اثبت ما ھو صریح فی النقص کفر الخ۔

اصل سوم جن باتوں کی نفی سے خدا کی مدح کی گئی وہ سب خدا کے لئے ممکن ہیں (ہذیان ۳) اس کے کفر بھی بکثرت ہیں قطعاً لازم کہ اس سفیہ کے طور پر (۵۳) اس کے معبود کی جورو ہوسکتی ہے، (۵۴) بیٹا ہوسکتا ہے (۵۵) بھول سکتا ہے (۵۶) بہک سکتا ہے (۵۷) بعض اشیاء اس کی ملک سے خارج ہیں الٰی غیر ذالک من الکفریات (دیکھوت ۵ تا ۸)

اصل چہارم صدق الٰہی اختیاری ہے (ھ) اس سے لازم کہ سفیہ کے مذہب پر (۵۸) قرآن مجید مخلوق ہے، جس کے کفر پر ۲۳ فتوے گزرے (۵۹) اس کا معبود ازل میں کاذب تھا (۶۰) اب بھی کاذب ہے (۶۱) کبھی صادق نہیں ہوسکتا (۶۲) قرآن مجید کا جملہ جملہ غلط ہے (۶۳) اللہ مخلوق ہے (۶۴) بلکہ محال ہے، الٰی غیر ذالک وہ کفریات کثیرہ کہ مواضع متعددہ میں جن کا الزام گزرا۔

اصل پنجم علم الٰہی اختیاری ہے (تنبیہ بعدت ۳) اس پر لازم کہ جاہل کے نزدیک (۶۵) علم الٰہی مخلوق وحادث ہے، جس کے کفر پر فتوای امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ گزرا (۶۶) اللہ تعالٰی ازل میں جاہل تھا (۶۷) جب چاہے جاہل بن جائے (۶۸) اللہ حادث ہے (۶۹) قابل فنا ہے الٰی غیر ذالک۔

اصل ششم کذب الٰہی ممکن ہے اور ثابت کر آئے کہ اس کا کلام نہ صرف امکان عقلی بلکہ امکان وقوعی بلکہ عدم استبعاد عادی میں نص صریح ہے، اور (۷۰) یہ خود کفر ہے، پھر اس تقدیر پر قطعاً یقیناً (۱) شریعت سے یکسر امان مرتفع (۲) خدا کی خبر سے یقین مندفع (۳) اسلام پر وہ مطاعن جن سے جواب ناممکن۔

اصل ہفتم (۴) اللہ تعالٰی بندوں سے چرا چھپا کر بہلا بھلا کر آیات قرآنیہ جھوٹی کردے تو کچھ حرج نہیں (ت ۱۳) یہ بات یہ تو اس نے صاف صریح کہا تھا میں متحیر ہوں اسے لزوم میں داخل کروں یا التزام میں پھر اس پر (۵) حشر نشر حساب کتاب جنت نار عذاب ثواب کسی چیز پر ایمان نہ رہا کہ ہر چیز میں صاف صریح احتمال نقص باقی تو یقین کیسا تو ایمان کہاں والعیاذ باللہ رب العٰلمین، ہماری تقریرات سابقہ وتحریرات لاحقہ دیکھنے والا

اس امام نجدیہ کے کفریات لزومیہ کو حد ہا تک پہنچا سکتا ہے، بلکہ جس قدر اوپر مذکور ہوئے وہ بھی یہاں پورے نہ گنے گئے پھر بھی، معاذ اللہ یہ کفر کیا کم ہیں، پھر یہ تو صرف ایک ہی قول پر ہیں باقی کفریات تقویۃ الایمان و صراط مستقیم کی گنتی ہی کیا ہے پھر وہ اقبالی کفر علاوہ رہے، جو ایمان تقویۃ الایمان پر صراط مستقیم میں اپنے کھلے پھر رہے ہیں، غرض حضرت کے کفریات لزومیہ و اقبالیہ کی تفصیل کرتے فی کفر ایک نقطہ ان کی قبر پر دیتے جائیے تو غالباً دم بھر میں ساری قبر کا منہ کالا ہوجائے یہ اس کی سزا ہے کہ کفر و شرک دھڑی دھڑی کرکے بیجا محض بلاوجہ سچے مسلمانوں کو کافر مشرک کہا یہاں تک کہ ان کے طور پر صحابہ و تابعین سے لے کر شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحب تک کوئی کفر و شرک سے نہ بچا گو حضرت کے نزدیک کفر امور عادیہ سے تھا پھر یہ خود اس سے بچ کر کہاں جاتے کہ کردگئیانت کما تدین تدان، ؎

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را ۔ چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون ○ اللّٰھم احفظ لنا الایمان واعصمنا من شر الشیطان بجاہ حبیبک محمد سید الانس والجان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہ وصحبہ وشرف وکرم اٰمین، والحمد للہ رب العٰلمین۔

ان امام صاحب پر چالیس بلکہ سو تازیانے اوپر گزرے تھے پچھتر یہ ہوئے کہ ایک جماعت ائمہ کے نزدیک تم پچھتر وجہ سے کافر ہو، امام الطائفہ پر ایک ہی قول میں پونے دو سو کوڑے یاد رکھئے، اب مقتدی صاحبوں کی طرف چلئے ان میں دیوبندی[1] تقلید نے تو دیوبندگی یعنی اس عوام مغوی امام کی پیروی سے قدم آگے نہ بڑھایا یعنی کوئی ایسی نئی بات پیش نہ کی جس پر الزام کفر سے جدید حصہ پاتا صرف انھیں احکام امام کا ترکہ پایا اور اس کی باقی خرافات بشدت اہمال قابل التفات اہل علم نہیں، تاہم معرض بیان میں سکوت نامحمود لہذا بطور اجمال تعرض مقصود، قولہ ہمارا اعتقاد ہے کہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہ بولے، اقول یہ زبانی اظہار محض بے بنیاد و ناپائدار کہ جب کذب ممکن بلکہ جائز و وقوعی ہوا جیسا کہ تمھارے امام کا مشرب تو ہرگز اس اعتقاد کی طرف کوئی راہ نہیں بلکہ صراحۃً، ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون ○ میں داخل ہوتا ہے وہ تقریریں کہ فقیر نے دلیل دوم تنزیہ دوم میں حاضر کیں یہاں نہایت وضوح و انجلا جاری جنھیں بحمد اللہ اس اظہار باطل کی ذلت و خواری کی پوری ذمہ داری سچا ہے تو کذب الٰہی جائز رکھ کر اپنے اعتقاد پر دلیل تو قائم کرے، اور جب نہ قائم کرسکے تو واضح ہوجائے گا کہ یہ زبانی استمالت بھی صرف خاطرداری عوام کے لئے تھی آخر اس کا امام صراحۃً لکھ ہی چکا کہ جب اچھا کر خدا جھوٹ بول لے تو کچھ حرج نہیں، اللّٰھم انی اعوذ بک من اضلال الشیاطین والعیاذ باللہ رب العٰلمین، قولہ گو بول سکتا ہے اقول انظر کیف یفترون علی اللہ الکذب وکفٰی بہ اثما مبینا، قولہ بہشتیوں کو دوزخ اور دوزخیوں کو بہشت میں بھیج دے، اقول قطع نظر اس سے کہ مومن مطیع کی تعذیب ہمارے ائمہ کرام ماتریدیہ اعلام قدست اسرارہم کے نزدیک محال عقلی مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے، امتناع تعذیب المطائع مذھبنا معشر الماتریدیۃ فانہ نقص مستحیل علیہ سبحانہ وتعالٰی عقلاً ۱ھ ملخصاً، اور امام نسفی وغیرہ[2] بعض علماء نے عفو کافر کو بھی

[1] تنبیہ ضروری: واقف منصب افتا جانتا ہے کہ مفتی سے جس کلام باطل و ضلال کی نسبت سوال سائل ہو، اس پر اس کلام کی شناعتوں کا اظہار قباحتوں کا ایضاح واجب اگرچہ قائل محض عامی و جاہل ہوکر اتمام جواب و احکام صواب اس پر موقوف اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قابل مخاطبہ ٹھہرا لیس اگر حضرت دیوبندی مثل مدعیان جدید کوئی اکابر و متبوعین طائفہ سے ہیں، جب تو اس رد بلیغ کا ہدیہ مبارک یا اگر مثل صاحب نسبت براہین قاطعہ نقاب عارض امامت کا منہ ہیں تو خطاب متعدد اور مخاطب واحد ورنہ کلام فقیر بضرورت افتا محض جانب کلام من حیث ہو کلام معطوف اور خصوص متکلم سے نظر مصروف ۱۲ منہ، [2] طرفہ یہ کہ وہ رد المحتار جس سے مدعیان جدید اس

عقلاً ناممکن جانا امام ابن الہمام مسایرہ میں فرماتے ہیں، صاحب العمدۃ اختار ان العفو عن الکفر لایجوز عقلا۔ اس قائل سے پوچھئے انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جنھوں نے کبھی اطاعت کے سوا کچھ گناہ نہ کیا معاذ اللہ دوزخ میں جانا اور کافروں مشرکوں کا جنت میں آنا محال شرعی بھی مانتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اپنے ایمان کی فکر کرے اور علاوت اپنا حکم پوچھ دیکھئے اور اگر ہاں تو ممتنع بالغیر ہوا اور ممتنع بالغیر وہی جس کا وقوع ماننا کسی ممتنع بالذات کی طرف منجر ہو ورنہ لزوم ممکن سے استحالہ ممکن محض ناممکن، اب وہ غیر کیا ہے، یہی لزوم کذب باری عزوجل تو آپ ہی کی دلیل[۱] سے ثابت ہوا کہ کذب باری محال ذاتی ہے، اے ذی ہوش! ورود نص کے سبب خلاف منصوص کو محال شرعی اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کا وقوع محال عقلی یعنی کذب الٰہی کو مستلزم، شرح عقاید میں ہے، لو وقع لزم کذب کلام اللہ تعالٰی وھو محال۔ شرح فقہ اکبر میں ہے، قال اللہ تعالٰی، لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا، وعن ھذا النص ذھب المحققون ممن جوزہ عقلا من الاشاعرۃ الی امتناعہ سمعا وان جاز عقلا ای والا لزم وقوع خلاف خبرہ سبحانہ۔ سبحٰن اللہ یہ عقل و فہم اور الٰہیات میں بحث کا وہم، قولہ تو کسی کا اجارہ نہیں، اقول یوں تو تم اپنے امام کی طرف سے یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ اگر باری تعالٰی اپنے آپ کو ناقص و ملوث و عیبی بنالے تو کسی کا اجارہ نہیں، اپنی ذات یا قدرت یا علم یا الوہیت کو فنا کردے تو کسی کا اجارہ نہیں ظاہر ہے کہ ان محالات کے فرض پر بھی اس پر کسی کا اجارہ ثابت نہ ہوگا کہ بے علاقہ ملازمت معقول نہیں پھر اس نفی اجارہ سے ثبوت امکان کیوں کر ہوا اور اگر یہ مقصود کہ ایسا کرے تو کچھ حرج نہیں اور بیشک عرف میں یہ کلام اسی معنی کو مفید ہوتا ہے تو محض غلط و باطل اور اجماع امت و نصوص قاطعہ کے خلاف بیشک کتنا بڑا حرج ہے کہ سارے جہان کا سچا مالک معاذ اللہ جھوٹا ٹھہرے، جس کے استحالہ پر نصوص بے شمار سنتے آئے اور حلیہ کا کلام تازہ گزرا اور شرح عقائد و شرح فقہ اکبر کی آوازیں تو ابھی تمہارے کان میں گونجتی ہوں گی، مگر ہاں تمہارے نزدیک اللہ عزوجل کے جھوٹے ہونے میں کیا حرج ہوتا، تمہارا امام تو صاف کہہ چکا کہ اس پاک بے عیب میں دنیا بھر کے عیب آسکتے ہیں، پھر اینہم برعلم اللہ ایمان و حیا بخشے، قولہ یہی امکان کذب ہے، اقول[۲] نعم تمہارا کذب ہے، ہر ممتنع بالغیر محال بالذات کو مستلزم اور باوجود اس کے خود ممکن بالذات ہوتا ہے، اس کا امکان ذاتی اس محال بالذات کے امکان ذاتی کو مستلزم ہونا محال بالذات اور لم یہ کہ ان میں استلزام ہی عارضی تھا نہ ذاتی ورنہ محال بالذات ہوتا نہ بالغیر، یوں تو لازم کہ باری تعالٰی و تقدس واجب الوجود نہ رہے یا تمام موجودات واجب بالذات ہو جائیں، وجہ ملازمت سنئے زید آج موجود ہوا اس کا اس وقت وجود علم الٰہی سبحانہ وتعالٰی میں تھا یا نہیں، اگر نہیں تو علم محیط باری جل وعلا منتفی

(حاشیہ بقیہ صفحہ گزشتہ) کا مسئلہ میں جہلا متمسک اس میں بھی یہی قول اختیار کیا اور اسی کو صحیح و معتمد قرار دیا، حیث قال لکنہ مبنی علی جواز العفو عن الشرک عقلا وعلیہ یبتنی القول بجواز الخلف فی الوعید وقد علمت ان الصحیح خلافہ فالدعاء بہ کفر لعدم جوازہ عقلاً ولا شرعاً اور اسی طرف اس کے ماخذ علیہ کا کلام ناظر، کما لایخفی علی من طالعہ بلمعان النظر واللہ الموفق ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

[۱] فان قلت لم لایجوز ان یکون ھذا ایضا محالا لغیرہ و ذالک الغیر المستحیل بالذات شیئا اٰخر قلت لم لایجوز ان یکون ھذا ھو ذالک الغیر المحال بالذات ولاجلہ صار ملزومہ محالاً بالغیر فان تشبثت باحتمال تشبثنا بالاٰخر وکنا مصیبین وکنت من الخاطئین لانک مستدل بھذا الدلیل علی امکان الکذب اما من عیاو اما غاصبا فکیف یکفیک منی ولعل ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

[۲] و اقول ایضا بلکہ او جاہل اگر تیری دلیل جہالت تام ہو تو باری عزوجل کا معاذ اللہ جہل بھی ممکن ٹھہرے کہ اس نے بہشتیوں کے بہشت اور دوزخیوں کے دوزخ جانے کی خبر ہم کو خبر ہی نہ دی بلکہ اس کے علم میں بھی ایسا ہی ہے باینہمہ وہ خلاف پر قادر، اس تقدیر پر اس کا علم غلط پڑے گا اور یہی امکان جہل ہے، تعالٰی من ذالک علوا کبیرا۔ ہاں اے جاہل اب تو پایا کہ امکان جہل بھی مان لیا! امکان کذب پر ان مجہلے خرشوں سے درگذر، اللہ تعالٰی ہدایت بخشے آمین، ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہوا اور انتفائے علم کہ مقتضائے ذات ہے انتفائے مقتضی کو مقتضی تو باری عزوجل معاذ اللہ معدوم ہوا اور اگر تھا تو اس وقت اس کا عدم بھی ممکن ذاتی تھا یا نہیں، اگر نہیں تو زید واجب بالذات ہوا اور ہاں تو اس کا اس وقت عدم کہ ممکن بالذات ہے، عدم علم اور عدم عالم کو مستلزم تو تمھارے طور پر عدم ذات ممکن تو باری جل جلالہ واجب الوجود نہ ہوا، اب تو آپ کو اپنی جہالت پر یقین آیا، واقعی تم بیچارے معذور ہو کہ حقائق علوم و دقائق فہوم میں بیچاری گنگوہی تعلیم کا حصہ رکھا ہی نہ گیا۔ ذرا کلمات علماء پر نظر کیجئے تو آپ کو اپنی دانش مندی پر یقین کامل آئے، علامہ سعدالدین تفتازانی شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں، ان اللہ تعالٰی لما اوجد العالم بقدرتہ واختیارہ فعدمہ ممکن فی نفسہ مع انہ یلزم من فرض وقوعہ تخلف المعلول عن علتہ التامۃ وھو محال والحاصل ان الممکن لایلزم من فرض وقوعہ محال بالنظر الی ذاتہ واما بالنظر الی امر زائد علی نفسہ فلانسلم انہ لایستلزم المحال، شرح مقاصد میں فرماتے ہیں، ان قیل ما علم اللہ او اخبر بوقوعہ یلزم من فرض وقوعہ محال وھو جھلہ اوکذبہ تعالٰی عن ذٰلک وکلما یلزم من فرض وقوعہ محال فھو محال ضرورۃ امتناع وجود الملزوم بدون اللازم فجوابہ منع الکبری وانما تصدق لوکان لزوم المحال لذاتہ اما لوکان لعارض کالعلم او الخبر فیما نحن فیہ فلا لجواز ان یکون ھو ممکنا فی نفسہ ومنشؤ لزوم المحال ھو ذٰلک العارض۔

غرض استحالہ ناشیہ عن نفس الذات وعن خارج میں فرق نہ کرکے بعض نے استلزام عارضی میں بھی استحالہ لازم بالذات سے استحالہ ملزوم بالذات کا حکم تو کیا جس کا محققین نے یوں حل کر دیا مگر ایسی جگہ امکان مستلزم سے امکان لازم مستحیل بالذات کا حکم آپ ہی کی عقل شریف کا حصہ خاصہ تھا کہ اس کے رد میں بھی علماء کا وہ حل کافی و وافی ہوا، سبحان اللہ! میں اپنے علماء سے کیوں استناد کروں، آپ اپنے ہی امام کا قول نہ سنئے، اسی مبحث کذب والی یکروزی میں کیا کہتا ہے: "اگر مقصود این ست کہ وقوع مذکور بالفعل (جیسے یہاں اپنی بحث میں وقوع تعذیب مطیع و مغفرت کافر فرض کیجئے) مستلزم کذب ست پس آں مسلم ست وکسے دعوی وقوع مذکور بالفعل نکردہ واگر مقصود این ست کہ امکان وقوع مذکور مستلزم کذب نفسی ست (نفس قرآن) پس آں نص را تلاوت باید کرد تا واضح گردد کہ کدام نص بر نفی امکان وجود مذکور دلالت میکند واگر مقصود (اینست کہ) امکان وجود مذکور مستلزم امکان کذب ست پس ملازمت ممنوع ست زیرا کہ عدم وجود مذکور معلول صدق نص ست پس تحقق عدم مذکور البتہ مستلزم تحقق امکان صدق نص مذکور ست وزوال عدم مذکور بالفعل مستلزم کذب ست واما امکان زوال عدم مذکور پس مستلزم امکان زوال صدق نیست یعنی امکان وجود مذکور مستلزم امکان کذب نیست چہ امکان زوال معلول مستلزم امکان زوال علت نیست والا لازم آید کہ امکان زوال عقل اول مستلزم امکان زوال واجب باشد پس امکان زوال عقل اول ممتنع باشد پس عقل اول واجب لذاتہ باشد حاصلش آنکہ تلازم درمیان علت و معلول در فعلیت وجود و عدم ست نہ در امکان ذاتی والا لازم آید کہ واجب لذاتہ ممکن لذاتہ گردد چہ معلولات او ہمہ ممکنات اند اھ ملخصاً۔

اگر اس کی یہ تقریر پریشان طویل الذیل جس میں اس نے خواہی نخواہی ذرا سی بات کو بیگھوں میں پھیلایا ہے تمھاری مقدس سمجھ میں نہ آئے تو اسی کا دوسرا بیان مختصر سنو اسی یکروزی میں لکھتا ہے۔

"اگر مقصود این ست کہ از وقوع ممکن ہیچگونہ محال ناشی نمی گردد لابالنظر الی ذاتہ ولا بالنظر الی الامور الخارجیہ، پس این مقدمہ ممنوع ست چہ بریں تقدیر لازم می آید کہ وجود ہر معدوم و عدم ہر موجود محال باشد زیرا کہ مستلزم محال ست یعنی کذب علم ازلی۔"

دیکھو باوجود امکانِ ملزوم لازم کو محال مانتا ہے، پھر تمہاری جہالت کہ تعذیبِ مطیع وعفوِ کافر کے امکان سے امکانِ کذب پر استدلال کرتے ہو، غرض حق یہ ہے کہ یہ نفیس استدلال کسی ایسے ہی مقدس آدمی کا کام ہے، جسے دلدلِ جہالت کی بند وقید میں کبھی علم وفہم کی ہوا نہ لگی ہو، واللہ الہادی، خیر یہ تو وہ تھے جنھوں نے تقلیدِ امام سے تجاوز نہ کیا تھا، رہے امام عنید کے مرید رشید، انھوں نے بیشک ہمت فرماکر وہ طرفہ ابکار افکار ہدیۂ انظارِ فحولِ نظار کیں لیعنی یہی جوازِ خلف کی تقریر نازنین جس کے باعث اُن پر لزومِ کفر کی تین وجہیں اور بڑھیں، **اولاً** وہ وجہ ہائل کہ تمام مقلدانِ امام الطائفہ کو عموماً شامل یعنی یہ اس کے قولِ مذکور وجمیع اقوالِ کفریہ میں مقلد اور بیشک جو کفریات میں تقلید کرے قطعاً لزومِ کفر سے حصہ پائے، **ثانیاً** ان حضرت نے جوازِ خلف بمعنی کذب ائمۂ دین کی طرف نسبت کیا اور ہم بدلائلِ قاطعہ مبرہن کر آئے کہ وہ جس معنی پر خلف جائز فرماتے ہیں، اسے قطعاً جائز ووقوعی بلکہ واقع ٹھہراتے ہیں، تو ان حضرت نے مولٰی سبحانہ وتعالٰی کا کاذب بالفعل ہونا کہ قطعاً اجماعاً کفرِ خالص ہے، ایک جماعت ائمۂ دین کا مذہب جانا اور اسے اس قدر ہلکا سمجھا کہ ائمۂ اہلسنت کا اختلافی مسئلہ مانا اور اس پر طعن کو بیجا بتایا اور اس سے تعجب کار جہلا ٹھہرایا اور بیشک جو شخص کسی عقیدۂ کفر کو ایسا سمجھے خود کافر ہے، اعلام بقواطع الاسلام میں ہمارے علمائے اعلام سے کفر متفق علیہ کی فصل میں منقول، او صدّق کلام اھل الاھواء او قال عندی کلامھم کلام معنوی او معناہ صحیح الخ۔ فقیر نے اس مسئلہ کی قدرے تفصیل اپنے رسالہ مبارکہ مقامع الحدید علٰی خد المنطق الجدید میں ذکر کی، وباللہ التوفیق۔ **ثالثاً** الحمد للہ کہ علمائے اہلسنت ان نئے جہلاء کی جہالت فاحشہ سے پاک نرالے اور ان کے بہتانی خیالون شیطانی ضلالوں پر سب سے پہلے تبرّا کرنے والے مگر ان کی قوت واہمہ نے جو انھیں امام الطائفہ کے ترکہ میں ملی، ائمۂ متقدمین میں کچھ علما ایسے تراشے جو کذبِ الٰہی کے جواز ووقوعی بلکہ وقوع بالفعل کے قائل ہوئے تو وہ تراشیدہ علما ساختہ ائمہ (جن کا ان جہال کے وہم وخیال کے سوا کہیں وجود نہیں) قطعاً اجماعاً کافر مرتد تھے، اب انھوں نے ان وہمی موجودوں یقینی مرتدوں کو کافر نہ جانا بلکہ مشائخِ دین وعلمائے معتمدین مانا تو خود ان پر کفر وارتداد لازم آنے میں کیا کلام رہا کہ جو کسی منکرِ ضروریاتِ دین کو کافر نہ کہے آپ کافر ہے، امام علامہ قاضی عیاض قدس سرہ شفا شریف میں فرماتے ہیں، الاجماع علٰی کفر من لم یکفر احدا من النصارٰی والیھود وکل من فارق دین المسلمین او وقف فی تکفیرھم او شك قال القاضی ابوبکر لان التوقیف والاجماع اتفقا علٰی کفرھم فمن وقف فی ذٰلك فقد کذب النص والتوقیف او شك فیہ والتکذیب والشك فیہ لایقع الامن کافر یعنی اجماع ہے اس کے کفر پر جو کسی نصرانی یہودی خواہ کسی ایسے شخص کو جو دینِ اسلام سے جدا ہوگیا، کافر نہ کہے یا اس کے کافر کہنے میں توقف کرے یا شک لائے امام قاضی ابوبکر باقلانی نے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ نصوصِ شرعیہ واجماعِ امت ان لوگوں کے کفر پر متفق ہیں تو جو ان کے کفر میں توقف کرتا ہے وہ نص وشریعت کی تکذیب کرتا یا اس میں شک رکھتا ہے اور یہ امر کافر ہی سے صادر ہوتا ہے، اسی میں ہے، یکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ الاسلام او وقف فیھم او شك او صحح مذھبھم وان اظھر الاسلام واعتقدہ واعتقد ابطال کل مذھب سواہ فھو کافر باظہارہ ما اظھر من خلاف ذٰلك اھ ملخصاً یعنی کافر ہے جو کافر نہ کہے ان لوگوں کو کہ غیر ملتِ اسلام کا اعتقاد رکھتے ہیں یا ان کے کفر میں شک لائے یا ان کے مذہب کو ٹھیک بتائے اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور مذہبِ اسلام کی حقانیت اور اس کے سوا سب مذہبوں کے بطلان کا اعتقاد ظاہر کرتا ہو کہ اس نے بعض منکرِ ضروریاتِ دین کو جب کہ کافر نہ جانا تو اپنے اس اظہار کے خلاف اظہار کرچکا)

آپ کو یاد ہو کہ ان مدعیانِ جدید نامہتدی ورشید پر ایک سو بائیس کوڑے اوپر جوڑے اور ان کے امام کا وبال انھیں کب چھوڑے کہ یہ آخر

؎ تحمل العلامۃ ابن حجر اھل الاھواء علی الذین لکفرھم ببدعتھم قلت ھو کما افاد ولا یستقیم التخریج الّا علی قول من اطلق الاکفار بکل بدعۃ فان الکلام فی الکفر المتفق علیہ فلیتنبہ ۱۲ منہ

اسحٰق کے مقلد اور اس کے اقوال کے پورے معتقد معہذا اجب ضرب الغلام اہانۃ المولٰی تو ضرب المولٰی اہانۃ الغلام، بدرجۂ اولٰی بہرحال یہ پچھتر۷۵ کوڑے جو امام الطائفہ پر تازے پڑے، ان کے حصے میں بھی یقیناً جڑے۔ ایک سو ستانوے۱۹۷ ہوئے اور تین خاص ان کے دم پر سوار تو اس مختصر رسالے موجزہ عجالے میں مدعیان جدید پر پورے دوسو کوڑوں کی کامل بوچھار، کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون ۝۔

میں نے جس طرح اس رسالہ کا تاریخی نام "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" رکھا یوں ہی ان تازیانوں کا عدد یہ درخواست کرتا ہے کہ اس کا تاریخی لقب "دوصد تازیانہ برفرق جہول زمانہ" رکھوں، بالجملہ آفتاب روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ ایک مذہب علمائے دین پر یہ امام ومقتدی سب کے سب نہ ایک دو کفر بلکہ صدہا کفر سراپا کفر میں ڈوبے ہوئے ہیں، وفی ذٰلک اقول ؎

فلکفرٍ فوق کفرٍ فوق کفرٍ   کان الکفر من کثرٍ وفر

کماء اٰسنٍ فی نتنٍ دفرٍ   تتابع قطرہ من ثقب کفرٍ

معاذ اللہ اس قدر ان کے خسار وبوار کو کیا کم ہے، اگرچہ ائمۂ محققین وعلمائے محتاطین انھیں کافر نہ کہیں اور یہی صواب ہے، وھو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی اعلام میں فرماتے ہیں انہ یصیر مرتدا علٰی قول جماعۃ وکفی بھذا خسارا۔ وہ ایک جماعت علماء کے قول پر مرتد ہوگیا اور اس قدر خسران وزیان میں بس ہیں، والعیاذ باللہ خیر الحافظین۔

پھر جب کہ ائمۂ دین ان کے کفر میں مختلف ہوگئے تو راہ یہ ہے کہ اگر اپنا بھلا چاہیں جلد از سر نو کلمۂ اسلام پڑھیں اور اپنے مذہب نامہذب کی تکذیب صریح اور اس کے رد وتقبیح کی صاف تصریح کریں ورنہ بطور عادت کلمۂ شہادت کافی نہیں کہ یہ تو وہ اب بھی پڑھتے ہیں اور اسے اپنے مذہب کارد نہیں سمجھتے۔

بحرالرائق میں بزازیہ وجامع الفصولین سے ہے، لواتی بالشہادتین علی وجہ العادۃ لم ینفعہ مالم یرجع عما قال۔ اور جس طرح اس مذہب خبیث کا اعلان کیا ہے ویسے ہی توبہ ورجوع کا صاف اعلان کریں کہ توبہ نہاں کی نہاں ہے اور عیاں کی عیاں، حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ، جب تو کوئی گناہ کرے تو فوراً توبہ کر، پوشیدہ کی پوشیدہ اور ظاہر کی ظاہر، رواہ الامام احمد فی کتاب الزھد والطبرانی فی المعجم الکبیر بسند حسن علٰی اصولنا عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ، اس سب کے بعد اپنی عورتوں سے تجدید نکاح کریں کہ کفر خلافی کا حکم یہی ہے، علامہ حسن شرنبلالی شرح وہبانیہ پھر علامہ علائی شرح تنویر میں فرماتے ہیں، مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح۔ پس اگر مولٰی سبحانہ وتعالٰی ہدایت فرمائے اور اس کے کرم سے کچھ دور نہیں، یعنی یہ حضرات اپنے مذہب مردود سے باز آئیں اور علانیہ رب العلمین کی طرف توبہ لائیں فاخوانکم فی الدین، تمھارے دینی بھائی ہیں، ورنہ اہل سنت پر لازم کہ ان سے الگ ہوجائیں، ان کی صحبت کو آگ سمجھیں، ان کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں، اگر نادانستہ پڑھ لی ہو اعادہ کرلیں کہ نماز اعظم عبادات رب بے نیاز ہے اور تقدیم وامامت ایک اعلٰی اعزاز اور فاسق مجاہر واجب التوہین نہ کہ بدعتی گمراہ فاسق فی الدین، والعیاذ باللہ رب العلمین۔

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے ان مسائل کی قدرے تحقیق وتفصیل اپنے رسالہ "النہی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید" میں ذکر کی۔

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں، لکن تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم وکذا المبتدع اھ ملخصًا، یعنی فاسق و بدمذہب کی امامت مکروہ تحریمی قریب بحرام ہے، جس کے سبب نماز کا پھیرنا واجب، یہ ہے حکم، وللّٰہ الحکم والیہ ترجعون ۝ والحمد للّٰہ رب العلمین ۝،

التماس ہدایت اساس میں جانتا ہوں کہ فقیر کے اس رسالے بر حسب معمول سخن پروری و بحکم دستور تعصب و خود سری اگر بعض سلیم خاطر شرمائیں گی، قبول و انصاف کو کام فرمائیں گی تو بہت عنادی طبیعتیں گرمائیں گی، جبلی نزاکتیں غصہ لائیں گی، جاہلی حمیتیں جوش دکھائیں گی، تعصبی حمائتیں ہمت پر آئیں گی، وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل، نعم المولیٰ ونعم الکفیل، یہ سب کچھ قبول، لکھیانا عاجزوں کا قدیمی معمول، مگر انما اعظکم بواحدۃ، حق اسلام یاد دلاکر اتنا مامول کہ چند ساعت کے لئے تعصب و نفسانیت کو راہ بتائیں، مثنیٰ وفرادیٰ، تنہا یا دو دو صاحب بیٹھ کر غور فرمائیں، اگر کلام خصم حق و صواب ہو تو، للّٰہ، حق سے کیوں اجتناب ہو، کیا قرآن نے نہ سنا کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا، سیذکر من یخشٰی ۝ ویتجنبھا الاشقی ۝ اے میرے پیارے بھائیو! کلمۂ اسلام کے ہمراہیو! اگر یہ نفس امارہ رہزن عیارہ اور شیطان لعین، اس کا معین و لہذا خطا کا اقرار آدمی کو ننگ گوارا مگر واللّٰہ، واذا قیل لہ اتق اللّٰہ اخذتہ العزۃ بالاثم کی آفت سخت شدید، الیس منکم رجل رشید، خدارا ذرا انصاف کو کام فرماؤ، خلق کا کیا پاس خالق سے شرماؤ، کچھ دیکھا بھی کس پر امکان کذب کی تہمت دھرتے ہو کس پاک بے عیب میں عیب آنے کا احتمال کرتے ہو، العظمۃ للّٰہ! ارے وہ خدا ہے سب خوبیوں والا ہر عیب و نقصان سے پاک نرالا، ذرا تو گریبان میں منہ ڈالو جس نے زبان عطا فرمائی، اس کے بارے میں تو زبان سنبھالو، وائے بے انصافی تمہیں کوئی جھوٹا کہے تو آپے میں نہ رہو، اور ملک جبار واحد قہار کا جھوٹا ہونا یوں ممکن کہو یہ کون دیانت ہے کیا انصاف ہے، اس پر یہ قہر اصرار یہ بلا اعتساف ہے، اے طائفہ طائفہ اے قوم مفتون، مانو تو ایک تدبیر تمہیں بتاؤں، میرا رسالہ تنہائی میں بیٹھ کر بغور دیکھو، ان ڈیڑھ سو دلائل و اعتراضات کو ایک ایک کرکے انصاف سے پرکھو، فرض کردم کہ دو سو میں استحالۂ کذب الٰہی پر صرف ایک دلیل اور تمہارے خیال اور تمہارے امام کے ہذیانی اقوال پر فقط ایک ایک اعتراض قاطع ہر قال و قیل، باقی رہ گیا، باقی سب سے تم نے جواب دے لیا، تو جان برادر احقاق حق کو ایک دلیل کافی ابطال باطل کو ایک اعتراض وافی نہ کہ دلائل باہرہ اعتراضات قاہرہ صد ہا سنو اور ایک نہ گنو، دل میں جانتے جاؤ کہ دلائل باصواب اور اعتراض لاجواب مگر ماننے کی قسم توبہ کی آن بلکہ الٹے تائید باطل کی فکر ساماں یہ تو حق پرستی نہ ہوئی یا دبستی ہوئی نشۂ تعصب میں سیاہ مستی ہوئی
پھر قیامت تو نہ آئے گی حساب تو نہ ہوگا خدا کے حضور سوال و جواب تو نہ ہوگا! اے رب میرے ہدایت فرما اور ان کھلی آنکھوں کو کچھ تو شرما۔

می توانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول   اے کہ دُر ساختہ قطرۂ بارانی را

اور یہیں سے ظاہر کہ جو صاحب قصد جواب کی ہمت رکھیں ایک ایک دلیل ایک ایک اعتراض کا تفصیلی جواب سمجھ کر لکھیں، یہ نہ ہو کہ انقائے مشیخت رفع ندامت فریب عوام جواب کے نام کو کہیں، کچھ اعتراض باقی سے اعراض یہ کلام خصم کا رد نہ کرے گا، الٹا تمہیں پر صاعقہ بن کر گرے گا کہ جب حجت خصم مٹا نہ سکے مذہب سے اعتراض ہٹا نہ سکے تو ناحق تکلیف خامہ اٹھائی، مصیبت سیاہی نامہ اٹھائی اپنے ہی عجز کا اظہار کیا، بطلان مذہب کا اقرار کیا، للّٰہ کچھ دیر تو حق و انصاف کی قدر سمجھو، زنجیر تعصب کی قید سے سلجھو، خار زار تکبر میں اتنا نہ الجھو، افسوس کہ حق کا چاند جلوہ نما اور تمہارے نصیب کی وہی کالی گھٹا، ہمائے ہمایوں سایہ افگن، اور تمہارا تاج وہی بال زغن، اے سچے خدا سچ سے موصوف جھوٹ سے نرالے، سچے رسول پر سچی کتاب اتارنے والے، اپنے سچے حبیب کی سچی وجاہت کا صدقہ امت مصطفٰی کو سچی ہدایت عنایت فرما، صلی اللّٰہ تعالٰی علی الحبیب وسلم وعلٰی آلہ وصحبہ وشرف وکرم، ما نجی الصادق وھلک الکاذب

ونہی الصدق عن تعاطی الکواذب قولک الحق ووعدک الصدق ولک الحمد والیک المصیر انک علٰی کل شیئ قدیر وصلی اللہ تعالٰی علٰی سید الصادقین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین آمین الٰہ الحق آمین۔

الحمدللہ کہ یہ مبارک رسالہ موجز عجالہ باوجود کثرت اشغال تحریر مسائل وترتیب رسائل، تیرہ دن کے متفرق جلسوں میں سودہ اور تیئیس دن میں صاف ومبیضہ ہو کر دوازدہم ماہ مبارک وفاخر شہر ربیع الآخر روز ہمایوں جمعہ ۱۳۰۷ھ علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کو بہمہ وجوہ بدر سامی تمام وشمع بزم ہدایت انام ہوا۔

للہ الحمد والمنہ کہ آج اس مبارک رسالے سنت کے قبالے رنگ صدق جمانے والے، زنگ کذب گمانے والے سے علوم دینیہ میں تصانیف فقیر نے سو کا عدد کامل پایا، والحمدللہ وھاب العطایا، ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم o والحمدللہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سید المرسلین محمد والہ وصحبہ اجمعین سبحٰن ربک رب العزۃ عما یصفون o وسلٰم علی المرسلین o والحمدللہ رب العٰلمین، تمت وبالخیر عمت بعون من قال وقولہ الحق وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لامبدل لکلمٰتہ ج وھو السمیع العلیم o الحمدللہ الذی بنعمہٖ وجلالہ تتم الصالحات والصلٰوۃ والسلام علٰی سیدنا ومولانا محمد سید الکائنات والہ وصحبہ وامتہ وحزبہ اجمعین والحمدللہ رب العٰلمین o۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

عبدالمصطفٰی احمد رضا خاں محمدی سنی حنفی قادری

تحریر جناب مولانا غلام دستگیر علیہ الرحمۃ من ربنا القادر القدیر بر رسالہ مبارکہ سبحٰن السبوح عن عیب کذب المقبوح،

فقیر غلام دستگیر قصوری کان اللہ لہ جمادی اول ۱۳۰۸ھ میں بریلی میں وارد ہوا، اور اس مبارک رسالہ کے دیکھنے کا اتفاق پڑا چونکہ مدت دراز کے بعد یہاں آنے کا اتفاق ہوا ہے، اور ملاقات احباب اور نیز مشورہ امر دینی کے سبب جو وکلاء سے کرنا تھا، اس قدر کم فرصتی ہوئی کہ معمولی وظائف جو کبھی سفر وحضر میں ترک نہیں ہوئے تھے ان چار روز میں وہ بھی پورے نہ ہوسکے اس کشاکش میں اس رسالہ سلالہ کو فقیر بالاستیعاب کیا کچھ حصہ معتدبہا بھی نہ دیکھ سکا مگر ابتدا اور درمیان اور انتہا سے جو دیکھا تو مسئلہ امکان کذب باری تعالٰی کا رد پایا اور اس کو آنکھوں سے لگایا، الحمدللہ رب حمدا کثیرا، کہ اس کے مؤلف علامہ فہامہ نے جو ایک علم اور فضل کے خاندان سے عمدۃ الخلف وبقیۃ السلف ہیں اس بارے میں بھی اپنے عزیزو اقارب کو جو ہمیشہ کار خیر اشاعت علوم دینیہ میں مصروف ہیں صرف فرمایا جزاکا اللہ الشکور عنی وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء واوصلہ الٰی غایۃ ما یحب ویرضٰی اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم، وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ مظہر لطفہ واحسانہ سیدنا محمد وعترتہ اجمعین، اللھم ارحمنا معھم برحمتک یا ارحم الراحمین،۔

۱۵ جمادی الاولٰی روز روانگی وطن یہ چند حروف لکھے گئے، واللہ ہو المیسر للصعاب،۔

دامان باغ سبحٰن السبوح

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دیوبند کا پڑھا ہوا ایک مولوی کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی جھوٹا ہوسکتا ہے اور اس پر دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ آدمی جھوٹ بول سکتا ہے تو اگر اللہ تعالٰی نہ بول سکے تو آدمی کی قدرت خدا کی قدرت سے بڑھ جائے گی کہ ایک کام ایسا نکلا کہ آدمی تو کرسکتا ہے اور خدا نہیں کرسکتا یہ ظاہر بات ہے کہ خدا کی قدرت بے انتہا ہے آدمی جس جس بات پر قادر ہے خدا ضرور ان سب باتوں پر قادر ہے اور ان کے سوا بے انتہا چیزوں پر قدرت رکھتا ہے، جن پر آدمی کو قدرت نہیں انسان کو اپنے کذب پر قدرت اور خدا کو اپنے کذب پر قدرت نہ ہو، یہ کیسے ہوسکتا ہے اور اس دلیل کو کہتا ہے یہ ایسی قاطع دلیل ہے کہ جس کا جواب نہیں ہوسکتا ہے، امید کہ اس بارہ میں جو حق ہو تحریر فرمادیں اور مسلمانوں کو گمراہ ہونے سے بچادیں، بینوا توجروا۔

الجواب: سبحٰن اللہ رب العرش عما یصفون ۝ اللہ عزوجل مسلمانوں کو شیطانوں کے وسوسوں سے بچائے، دیوبندی نہ دیوبندی کہ دیوبندیوں نہ دیوبندیوں کہ ان کے امام اسمٰعیل دہلوی کا یہ قول صریح ضلالت و گمراہی و بددینی ہے، جس میں بلامبالغہ ہزارہا وجہ سے کفر لزومی ہے، جمہور فقہائے کرام کے طور پر ایسی ضلالت کا قائل صریح کافر ہوجاتا ہے اگرچہ ہم باتباع جمہور متکلمین کرام صرف لزوم پر بے التزام کافر کہنا نہیں چاہتے اور ضال مضل بددین کہنے پر قناعت کرتے ہیں،

اس مسئلہ میں فقیر کا ایک کافی وافی رسالہ مسمّٰی بہ "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" مدت ہوئی چھپ کر شائع ہوچکا اور گنگوہیوں، دیوبندیوں وغیرہم وہابیوں کسی سے اس کا جواب نہ ہوسکا نہ ان شاء اللہ العزیز قیامت تک ہوسکے، حقت علیھم کلمۃ العذاب بما کانوا بما یجحدو بما کانوا یفسقون اولٰئک اصمھم اللہ واعمی ابصارھم فھم فی طغیانھم یعمھون ۝

میں نے اس رسالے میں تیس نصوص اور تیس دلائل قطعیہ سے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالٰی کا کذب محال بالذات ہے اور یہ کہ اس کے محال بالذات ہونے پر تمام ائمہ امت کا اجماع ہے، مسلمان جس کے دل میں اس کے رب کی عظمت اور اس کے کلام کی تصدیق ہو اگر کچھ بھی سمجھ رکھتا ہے تو اس کے لئے یہی دو حرف کافی ہیں اول یہ کہ کذب ایسا گندا ناپاک عیب ہے جس سے ہر تھوڑی ظاہری عزت والا بھی بچنا چاہتا ہے اور ہر بھنگی چمار بھی اپنی طرف اس کی نسبت سے عار رکھتا ہے اگر وہ اللہ عزوجل جلالہ کے لئے ممکن ہو تو وہ عیبی ناقص ملوث گندی گھنونی نجاست سے آلودہ ہوسکے گا کیا کوئی مسلمان اپنے رب پر ایسا گمان کرسکتا ہے، مسلمان تو مسلمان کہ اس کے لئے اس کے رب کی امان، ادنٰی سمجھ والا یہودی نصرانی بھی ایسی بات اپنے رب کی نسبت گوارا نہ کرے گا، پاکی ہے اسے جس کے سراپردہ عزت و جلال کے گرد کسی عیب و نقص کا گزر قطعًا محال بالذات ہے، جس کی عظمت و قدوسیت کو ہر لوث و آلودگی سے بالذات منافات ہے، شرح مقاصد میں ہے، الکذب محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالٰی محال، یعنی جھوٹ باجماع علما محال ہے کہ وہ باتفاق عقلاً عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال، نیز مقصد سادس فصل ثالث مبحث سابع جملہ اہل سنت کے عقائد اجماعیہ میں فرماتے ہیں، طریقۃ اھل السنۃ ان العالم حادث والصانع قدیم متصف بصفات قدیمۃ ولا یصح علیہ الجھل ولا الکذب ولا النقص اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ تمام جہان حادث و نوپیدا ہے، اور اس کا بنانے والا قدیم اور صفات قدیمہ سے موصوف ہے نہ اس کا جہل ممکن ہے نہ

کذب ممکن ہے نہ اس میں کسی طرح کے عیب ونقص کا امکان ہے،

دوم یہ کہ جب اس کا کذب ممکن ہوا تو اس کا صدق ضروری نہ رہا اور جب اس کا صدق ضروری نہ رہا تو اس کی کون سی بات پر اطمینان ہوسکے گا، ہر بات میں احتمال رہے گا کہ شاید جھوٹ کہدی ہو، جب وہ جھوٹ بول سکتا ہے تو اس یقین کا کیا ذریعہ ہے کہ اس نے کبھی نہ بولا، کیا اسے کسی کا ڈر ہے یا اس پر کوئی حاکم وافسر ہے جو اسے دبائے گا اور جو بات وہ کرسکتا ہے نہ کرنے دے گا، ہاں ذریعہ صرف یہی ہوسکتا تھا کہ خود اس کا وعدہ ہو کہ ہمیشہ سچ بولوں گا یا اس نے فرمادیا ہے کہ میری سب باتیں سچی ہیں مگر جب اس کا جھوٹ ممکن ٹھہرا تو سرے سے اس وعدہ وفرمان ہی کے صدق پر کیا اطمینان رہا، ہوسکتا ہے کہ یہلا جھوٹ یہی بولا ہو، غرض معاذ اللہ اس کا کذب ممکن مان کر دین وشریعت واسلام وملت کسی کا اصلاً پتا نہیں لگا رہتا، جزا وسزا وجنت ونار وحساب وکتاب وحشر ونشر کسی پر ایمان کا کوئی ذریعہ نہیں رہتا، تعالی اللہ عما یقول الظلمون علواً کبیراً، علامہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں، الکذب فی اخبار اللہ تعالٰی فیہ مفاسد لاتحصی ومطاعن فی الاسلام لاتخفی منہا مقال الفلاسفۃ فی المعاد ومجال الملاحدۃ فی العناد وبطلان ما علیہ الاجماع من القطع بخلود الکفار فی النار فمع صریح اخبار اللہ تعالٰی بہ فجواز عدم وقوع مضمون ھذا الخبر محتمل ولما کان ھذا باطلاً قطعاً علم ان القول بجواز الکذب فی اخبار اللہ تعالٰی باطل قطعاً۔ رہی دیوبندی کی دلیل ذلیل وہ اس کی اپنی ایجاد نہیں، امام الوہابیہ کی اختراع خبیث ہے، سبحن السبوح میں اس کے ہذیانوں کی پوری خدمت گزاری کردی ہے، یہاں چند حرف کافی گزارش، **اولاً** جب یہ ٹھہرا کہ انسان جو کچھ اپنے لئے کرسکتا ہے، وہابیہ کا خدا بھی خود اپنے واسطے کرسکتا ہے تو جائز ہوا کہ ان کا خدا زنا کرے، شراب پئے، چوری کرے، بتوں کو پوجے، پیشاب کرے، پاخانہ پھرے، اپنے آپ کو آگ میں جلائے دریا میں ڈبائے، سربازار بدمعاشوں کے ساتھ دھول جھکڑ لڑے، جوتیاں کھائے وغیرہ وغیرہ وہ کون سی ناپاکی کون سی ذلت کون سی خواری ہے جو ان کے خدا سے اٹھ رہے گی۔ **ثانیاً** بے دین اس گھمنڈ میں ہیں کہ انھوں نے خدا کا عیبی ہونا، فقط ممکن کہا ہے کوئی عیب بالفعل تو اسے نہ لگایا، حالانکہ اول تو یہی، ان کا گدھاپن ہے اوس جلیل جمیل سبوح قدوس کی شان جلال کے لئے فقط امکان عیب ہی خود بڑا بھاری عیب ہے، کما بیناہ فی سبحن السبوح واوضحناہ للغواۃ مع ما لہ من الوضوح، خیر یہ تو ایمان والے جانتے ہیں، میں وہ بتاؤں جسے یہ عیب لگانے والے بھی سمجھ جائیں کہ بیشک انھوں نے خدا کو بالفعل عیبی مانا اور کتنا سخت سے سخت عیبی جانا بلکہ اس کے حق میں کچھ لگی نہ رکھی صاف صاف اس کی الوہیت ہی باطل کردی، وجہ سنئے جب ٹھہری کہ آدمی جو کچھ کرتا ہے، خدا بھی اپنے لئے کرسکتا ہے، اور ظاہر ہے کہ آدمی قادر ہے کہ اپنی ماں کی تواضع وخدمت کے لئے اس کے تلووں پر اپنی آنکھیں ملے اپنے باپ کی تعظیم وغلامی کے لئے اس کے جوتے اپنے سر پر رکھ کر چلے تو ضرور ہے کہ وہابیہ کا خدا بھی اپنے ماں باپ کے ساتھ ایسی تعظیم وتواضع وخدمت وغلامی پر قادر ہو ورنہ انسان کی قدرت جو اس کی قدرت سے بڑھ جائے گی کہ ایک کام وہ نکلا جو انسان کرسکا اور خدا سے نہیں ہوسکتا، اگر کہئے اسے اس کام پر اس وجہ سے قدرت نہ ہوئی کہ اس کے ماں باپ ہی نہیں تو اس میں اس زخم کا کیا علاج ہوا، مطلب تو اتنا تھا کہ ایک کام ایسا نکلا جسے بعض انسان کر رہے ہیں اور خدا سے نہیں ہوسکتا خواہ نہ ہوسکنے کی کوئی وجہ ہو لاجرم تمھارے طور پر ضرور ہے کہ خدا کے ماں باپ ہوں تاکہ وہ بھی ایسی سعادتمندی کرسکے جیسی انسان کر رہا ہے اور ظاہر کہ جو ماں باپ سے پیدا ہو وہ حادث ہوگا اور حادث خدا نہیں ہوسکتا، اس کا کوئی خالق ہوگا اور مخلوق خدا نہیں ہوسکتا، اب تو تم سمجھے کہ تم خدا کو بالفعل عیبی مانتے اور سرے سے اس کی الوہیت ہی باطل کر رہے ہو۔

ہاں ایک صورت نکل سکتی ہے کہ بالفعل خدا کے ماں باپ نہ ہوں اور پھر بھی اسے ان سعادتمندیوں پر قدرت ہو، کہو تو بتادیں، وہ یہ کہ

وہابیہ کا خدا کسی دن اپنے آپ کو موت دے اور آواگون کے ہاتھوں کسی پُرش کے بھوگ سے کسی استری کے گربھ میں دوسرا جنم لے اپنے ان آئندہ ماں باپوں کی غلامی کرے، مگر الوہیت تو یوں بھی گئی کہ جو مر سکا وہ خدا کہاں۔ **ثالثًا** احمق بددین نے اگرچہ مسلمانوں کا دل رکھنے کو اپنے رسالہ یکروزی میں جہاں ناپاک دلیل ذلیل لکھی ہے یہ اظہار کیا کہ خدا کا کذب ممکن بالذات ہونے پر بھی ممتنع بالغیر ضرور ہے مگر دلیل وہ پیش کی جس نے امتناع بالغیر کو بھی صاف اڑا دیا ظاہر ہے کہ انسان کا کذب نہ ممتنع بالذات نہ ممتنع بالغیر بلکہ ہر روز و شب ہزاروں بار واقع تو کذب پر اس کی قدرت آزاد ہوئی جس پر کوئی روک نہیں اور برابر کام دے رہی ہے، مگر خدا کی قدرت بستہ و مسدود ہے، کہ واقع کرنے کی مجال نہیں اور شک نہیں کہ آزاد قدرت مسدود قدرت پر صریح فوقیت رکھتی ہے تو یوں کیا انسانی قدرت اس کی قدرت سے فائق نہ رہی باعتبار مقدورات کمًّا نہ سہی تو باعتبار نفاذ کیفًا سہی، ناچار تمہیں ضرور ہے کہ امتناع بالغیر بھی نہ مانو کہ انسانی قدرت سے شرمانا تو نہ پڑے، **رابعًا** اس قول خبیث کی خباثتیں کہاں تک گنیں کہ دفتر بلامبالغہ کروروں کفریات کا ذخیرہ ہے، ہاں وہ لوچ بے حقیقت گرہ کھولیں جو اس نے اپنا جادو پھونک کر لگائی اور اپنی حماقت سے بہت کرّی گتھی جانی، یہ چار طور پر ہے، بعضہا قریب من بعض۔

اوّل ساری بات یہ ہے کہ احمق نے افعال انسانی کو خدا کی قدرت سے علیحدہ سمجھا ہے کہ آدمی اپنے کام اپنی قدرت سے کرتا ہے یہ رافضیوں معتزلیوں فلسفیوں کا مذہب ہے، اہلسنت کے نزدیک انسان حیوان تمام جہان کے افعال اقوال اعمال احوال سب اللہ عزوجل ہی کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں، اوروں کی قدرت ایک ظاہری قدرت ہے جسے تاثیر و ایجاد میں کچھ دخل نہیں تمام کائنات و ممکنات پر قدرت مؤثرہ خاص اللہ عزوجل کے لئے ہے تو کذب ہو یا صدق، کفر ہو یا ایمان، حسن ہو یا قبیح، طاعت ہو یا عصیان انسان سے جو کچھ واقع ہوگا وہ اللہ ہی کا مقدور، اللہ ہی کا مخلوق ہوگا، اسی کی قدرت اسی کی ایجاد سے پیدا ہوگا، پھر کیونکر ممکن کہ انسان کوئی فعل قدرت الٰہی سے جدا کر سکے جس کے لئے وزن برابر کرنے کو خدا کو خود اپنے لئے بھی کر سکنا پڑے، اس ضلالت و بددینی کی کوئی حد ہے، مقاصد میں ہے۔ فعل العبد واقع بقدرۃ اللہ تعالٰی وانما للعبد الکسب والمعتزلۃ بقدرۃ العبد وحدہ والحکماء ایجابًا، یعنی بندے کا ہر فعل اللہ ہی کی قدرت سے واقع ہوتا ہے بندہ کا فقط کسب ہے اور معتزلہ و فلاسفہ کہتے ہیں کہ بندے کا فعل خود بندے کی قدرت سے ہوتا ہے، معتزلہ کے نزدیک امکانی طور پر کہ قدرت بندہ سے وقوع فعل ممکن ہے واجب نہیں اور فلاسفہ کے نزدیک وجوبی طور پر کہ تخلف ممکن نہیں،

دوم اندھے سے پوچھو انسان کو کس کے کذب پر قدرت ہے اپنے یا خدا کے، ظاہر ہے کہ انسان قادر ہے تو صرف کذب انسانی پر نہ کہ معاذ اللہ کذب ربانی پر اور شک نہیں کہ کذب انسانی ضرور قدرت ربانی میں ہے پھر اگر کذب ربانی قدرت ربانی میں نہ ہوا تو قدرت انسانی کیونکر بڑھ گئی وہ کذب ربانی پر کب تھی اور جس پر تھی یعنی کذب انسانی اسے ضرور قدرت ربانی محیط ہے، مگر خدا جب دین لیتا ہے عقل پہلے چھین لیتا ہے، دل کے اندھے نے یہ خیال کیا کہ انسان اپنے کذب پر قادر ہے اور یہی لفظ بارگاہ عزت میں بول کر دیکھا کہ اسے بھی اپنے کذب پر قدرت چاہئے اور نہ سوجھا کہ وہاں اپنے سے انسان مراد تھا اور اب خدا مراد ہو گیا اس کی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ اسی کی طرح کا کوئی کورباطن خیال کرے کہ انسان اپنے خدا کی تسبیح کر سکتا ہے تو چاہئے کہ خدا بھی اپنے خدا کی تسبیح کر سکے ورنہ قدرت انسانی بڑھ جائے گی، تو خدا کے لئے اور خدا درکار ہوا، وھلم جرا الی غیر نہایۃ وغیر قہاہا۔ کذٰلک یطبع اللہ علٰی کل قلب متکبر جبار ۵۔

سوم ہم پوچھتے ہیں قدرت انسانی بڑھ جانے سے کیا مراد ہے، آیا یہ کہ انسان کے مقدورات گنتی میں خدا کے مقدورات سے زائد ہو جائیں گے،

یہ تو بداہۃً استحالہ کذب کو لازم نہیں کہ کذب وجملہ نقائص سرکار عزت کے لئے سرکار عزت کی قدرت میں نہ ہونے پر بھی اس کے مقدورات غیر متناہی ہیں اور انسان کتنی ہی ناپاکیوں پر قادر ہو آخر اس کے مقدورات محدود ہی رہیں گے، اور متناہی کو نامتناہی سے کوئی نسبت نہیں ہوسکتی، ہاں یہ کہئے کہ ایک چیز بھی ایسی نکلنا جو انسان کے زیر قدرت ہو اور رحمٰن کے زیر قدرت نہ ہو محال ہے (اور بیشک ایسا ہی ہے) اسی کو زیادت قدرت سے تعبیر کیا ہے تو اب ہم دریافت کرتے ہیں یہ خاص کذب کہ انسان سے واقع ہوا قدرت خدا سے ہوا یا قدرت خدا سے جدا، برتقدیر اول وہ کون سی چیز نکلی جو انسان کے زیر قدرت تھی اور رحمٰن کے زیر قدرت نہ تھی کہ یہ جو قدرت انسان سے ہوا خود مانتے ہو کہ قدرت رحمٰن سے ہوا پھر زیادت کہاں، برتقدیر دوم رحمٰن اگرچہ معاذ اللہ اپنے کروڑ کذبوں پر قادر ہو وہ کذب اس کذب کے عین نہ ہوں گے جو انسان سے واقع ہوا بلکہ کذب ہونے میں اس کے مثل ہوں گے اور مثل پر قدرت شے پر قدرت نہیں وہ خاص کذب انسانی جو قدرت انسانی سے واقع ہوا اسے صراحۃً قدرت خدا سے جدا کہہ رہے ہو تو خدا کا کذب ممکن بلکہ اب تازہ ایمان گنگوہی پر معاذ اللہ واقع مان کر بھی وہ کال تو نہ کٹا کہ ایک شے جو زیر قدرت انسانی تھی زیر قدرت رحمانی نہ ہوئی، اس کی نوع مقدور خدا ہوئی نہ کہ خود وہ فرد تو تو نے خدا و انسان کو دربارۂ کذب برابر کے دو عاجز مانا، کہ نوع کذب کے افراد سے جس فرد پر انسان قادر ہے، خدا قادر نہیں اور جس فرد پر خدا قادر ہے انسان قادر نہیں،

دہلوی کے بندو! اسی پر اس مسئلہ میں ان اللّٰہ علی کل شیئ قدیر پڑھتے اور کذب الٰہی محال جاننے والے مسلمانوں پر عجز ماننے کی تہمت رکھتے ہو، حالانکہ تم خود ہی وہ ہو کہ خدا کو افراد مقدورۂ عبد پر قادر نہیں مانتے جب تو وزن برابر کرنے کو امثال مقدورات عبد خود اس کے نفس کریم میں گڑھنا چاہتے ہو، قاتلکم اللّٰہ، کسی مذہب خبیث کی بھی تقلید چھوڑو گے یا سب میں سے ایک ایک حصہ لوگے یہ طوائف معتزلہ سے طائفۂ جبائیہ کا مذہب ہے کہ اللہ تعالٰی نفس مقدورات عبد پر قادر نہیں مواقف میں ہے، الجبائیۃ قالوا لایقدر علٰی عین فعل العبد الخ ہم اہلسنت کے نزدیک اللہ تعالٰی عین مقدورات عبد پر بھی قادر ہے کہ وہ اسی کی قدرت کاملہ سے واقع ہوتے ہیں اور ان کے امثال پر بھی کہ امثال عبد سے امثال فعل صادر کراسکتا ہے مگر ایسے امثال پر قدرت کہ خود اپنے نفس کریم سے ویسی ناپاکیاں صادر کر دکھائے، اس سے وہ پاک ومتعالی ہے، سبحٰن اللّٰہ رب العرش عما یصفون ○

اس کی مثال یوں سمجھو کہ زید وعمرو دونوں اپنی اپنی زوجہ[1] کو طلاق دینے پر قادر ہیں، مگر ایک دوسرے کی زوجہ کو طلاق[2] نہیں دے سکتا تو ہر ایک دوسرے کے مقدور پر قادر نہیں بلکہ اس کی نظیر پر قادر ہے لیکن حق جل مجدہ دونوں پر قادر ہے کہ ان میں جو اپنی زوجہ کو طلاق دے گا وہ طلاق اللہ ہی کی قدرت سے واقع وموجود ومخلوق ہوگی تو اللہ تعالٰی زید وعمرو ہر ایک کے عین فعل پر بھی قادر ہے اور مثل فعل پر بھی کہ ایک کا فعل دوسرے کا مثل تھا، مگر امام الوہابیہ کی ضلالت نے اسے خدا کی قدرت نہ جانا بلکہ قدرت کے لئے یہ لازم سمجھا کہ جیسے وہ اپنی اپنی جورو کو طلاق دے سکتے ہیں خدا خود بھی اپنی جورو مقدسہ کو طلاق دے سکے، اس گدھے پن کی حد ہے، اس بے ایمانی کا ٹھکانہ ہے، ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم،

چہارم یہ قضیہ بیشک حق تھا کہ جس پر انسان قادر ہے اس سب اور اس کے علاوہ نامتناہی اشیاء پر مولٰی عزوجل قادر ہے وہ بقدرت ظاہریہ عطائیہ اور حق بقدرت حقیقیہ ذاتیہ مگر اس حق کو یہ ناحق کوش کس طرح باطل محض کی طرف لے گیا انسان کا کسی فعل کو کرنا کسب کہلاتا ہے انسان کی قدرت

---

[1] یہ فہم امام الوہابیہ کے قابل وافسح تغایر رکھاہے ورنہ مخلوق میں کسی فعل بعینہ پر دوسرے کو قدرت نہیں ہوسکتی کہ فعل فاعل سے تعین پاتا ہے تو وہ فعل مثلاً روٹی کھانا پانی پینا یا اٹھنا بیٹھنا وغیرہ وغیرہ جو زید سے صادر ہوا عمرو سے صادر نہیں ہوسکتا اس کی نظیر اس سے صادر ہوگی ۱۲ منہ مدظلہ [2] یعنی ایسی طلاق جس میں اصیل خود مختار ہو ۱۲ منہ [3] یعنی مذکر ۱۲ منہ

ظاہریہ صرف اسی قدر ہے قدرت حقیقیہ خلق و ایجاد میں اس کا حصہ نہیں وہ خاص مولیٰ عزوجل کی قدرت ہے تو اس کلمہ حق کا حاصل یہ تھا کہ انسان جس چیز کے کسب پر قادر ہے اللہ عزوجل اس کے خلق اور پیدا کرنے پر قادر ہے کہ وہ کسب نہ ہوگا مگر بقدرت خدا، اس دل کے اندھے نے یہ بنالیا کہ انسان جس چیز کے کسب پر قادر ہے رحمٰن بھی خود اپنے لئے اس کے کسب پر قادر ہے، سبحٰن اللّٰہ رب العرش عما یصفون ○ اندھے نے نہ جانا کہ کسی کا کسی شے پر قادر ہونا صحۃ الشیئ منہ ہے نہ صحۃ الشیئ علیہ اور صاف گڑھ لیا کہ ما یصح علی العبد یصح علی اللّٰہ، جو بندے پر جاری ہوسکے خدا پر بھی جاری ہوسکتا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا ضلالت و شیطنت بے انتہا ہے، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ○

دیوبندی اسے قطعی دلیل کہتا ہے ہم ایک فائدۂ عجیبہ بتائیں، میں کہتا ہوں ہاں وہ ضرور قطعی دلیل ہے مگر کاہے پر، وہابیہ و امام الوہابیہ کے ایک ایک قول ایک ایک فقرے ایک ایک حرف وہابیت کے ابطال صریح پر، اس حجت عامۃ الظہور لامعۃ النور کی تقریر ایک مقدمۂ واضحہ کے بیان سے روشن و منیر، وہ مقدمہ یہ کہ جس بات کا حق جاننا خدا پر جائز و روا ہے وہ ضرور فی الواقع حق و بجا ہے ورنہ خدا پر جہل مرکب جائز ہو کہ اپنی غلط فہمی سے ناحق کو حق جان لے باطل کو صحیح مان لے، امام وہابیہ نے اگرچہ امکانِ کذب[1] ممکن کہا مگر وہ یوں تھا کہ اس کے علم میں ٹھیک بات ہے اور دوسروں سے اس کے خلاف کہے نہ یہ کہ خود اس کا علم ہی باطل و خلاف حق ہو اس کے امکان کی اس نے تصریح نہ کی، دیوبندیوں نے اگرچہ امکان جہل[2] صراحۃً اوڑھ لیا مگر وہ جہل بسیط تھا کہ ایک بات معلوم نہ ہونا نہ کہ جہل مرکب کہ باطل کو حق اعتقاد کرنا اس کا امکان ان سے بھی مسموع نہیں، رہے ہم اہل اسلام ہمارے نزدیک تو بحمداللہ تعالٰی یہ مقدمہ اجلی بدیہیات و اعلٰی ضروریات دین سے ہے، اگر خدا کا علم جائز الخطا ہو تو قیامت و حشر و نشر و جنت و نار وغیرہا جملہ سمعیات باطل محض ہو جائیں کہ ان کی طرف عقل کو آپ تو راہ ہی نہیں کہ کسی دلیل کسی تعلیل کسی استقرا کسی تمثیل سے ان پر اعتقاد کرسکے ان کا اعتقاد محض بر بنائے کلام الٰہی تھا اب اس کی جانچ واجب ٹھہری کہ ایک جائز الخطاء کی بات ہے جانچ کاہے سے ہوگی عقل سے، عقل وہاں چل سکتی ہی نہیں تو محض مہمل و بے ثبوت جاننا اور ان سب کا چھوڑ دینا لازم ہوا کذب نے تو بات ہی میں شبہہ ڈالا تھا جہل مرکب نے جڑ سے لگی نہ رکھی بلکہ نظر بمذہب وہابیہ اس تقدیر پر نہ صرف ایمانیات معاد بلکہ خود اصل ایمان یعنی توحید الٰہی پر بھی ایمان ہاتھ سے جائے گا، وجہ سنئے وہابیہ کے طور پر خدا کے لئے بیٹا ہونا عقلاً محال نہیں ان کا امام صاف مان رہا ہے کہ جو کچھ انسان کرسکتا ہے خدا بھی اپنے لئے کرسکتا ہے، تو واجب ہوا کہ خدا عورت سے نکاح بعدہٗ جماع بعدہٗ اس کے رحم میں اپنے نطفے کا القاع کرسکے ورنہ قدرت میں انسان سے گھٹ جو رہے گا، اور جب یہاں تک ہولیا تو اب نطفہ ٹھہرانے اور بچہ بنانے اور پیدا کرلانے میں کیا زہر گھل گیا کہ ان سے عاجز رہے گا دنیا بھر کی ماؤں کے ساتھ یہ افعال کر رہا ہے، اپنی زوجہ کے بارے میں کیوں تھک رہے گا، آخر وہابیہ کا ایک پرانا امام ابن حزم غیر مقلد ظاہری المذہب مدعی عمل بالحدیث منہ بھر کر بک گیا کہ خدا کے بیٹا ہوسکتا ہے ملل و نحل میں کہتا ہے، انہ تعالٰی قادر ان یتخذ ولدا اذ لو لم یقدر لکان عاجزا، اس کا رد سبحٰن السبوح صفحہ ۳۴ و ۳۵ میں[3] ملاحظہ ہو، اور شک

---

[1] مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مرحوم مصنف تقدیس الوکیل عن توہین الرشید و الخلیل وغیرہ نے جو اس ہذیان امام الوہابیہ پر لزوم امکان جہل وغیرہ شناعات سے نقض کیا تھا، مولوی محمود حسن دیوبندی وغیرہ پارٹی دیوبند نے عقاید گنگوہی کے بیان و حمایت میں اس کا جواب اخبار نظام الملک پرچہ ۲۵ راگست ۱۸۸۹ء میں یہ چھاپا "چوری شراب خوری جہل ظلم سے معارضہ کم فہمی معلوم ہوتا ہے، غلام دستگیر کے نزدیک خدا کی قدرت بندہ سے زائد ہونا ضروری نہیں حالانکہ یہ کلیہ ہے جو مقدور العبد ہے مقدور اللہ ہے" دیکھو کیسا صاف اقرار ہے کہ وہابیہ کا معبود چوریاں کرے شرابیں پئے جاہل بنے ظلم میں سنے سب کچھ روا ہے، اعوذ باللّٰہ من الخذلان اس پرچہ کی خرافات ملعونہ کا رد آخر کتاب مستطاب سبحٰن السبوح میں چھپا ہے، وہاں ملاحظہ ہو، ۱۲ منہ

نہیں کہ خدا کا بیٹا ہوگا تو ضرور وہ بھی مستحق عبادت ہوگا، قال اللہ تعالٰی قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین ○ تم فرمادو کہ اگر رحمٰن کے کوئی بچہ ہے تو سب سے پہلے اس کا پوجنے والا میں ہوں، تو ثابت ہوا کہ وہابیہ کے نزدیک ہزاروں خدا مستحق عبادت ممکن ہیں، عقلی استحالہ تو یوں گیا، رہا شرعی اس کے کھونے کو امکان کذب کیا تھوڑا تھا، کہ اب خدا کی بات سچی ہونی ضرور نہیں جہل مرکب ممکن مانا گیا، تو پوری رجسٹری ہو جائے گی، کہ ممکن کہ ادعائے توحید و مذمت شرک سے جو تمام قرآن گونج رہا ہے سب بربنائے جہل مرکب و غلط فہمی ہو، اب لا الٰہ الا اللہ بھی ہاتھ سے گیا والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالٰی بالجملہ اللہ عزوجل پر جہل مرکب محال بالذات ہونے میں وہابیہ کو بھی اہل اسلام کا ساتھ دینے سے چارہ نہیں تو یہ مقدمہ کہ "جس بات کا حق جاننا خدا پر روا ہے وہ فی نفسہ حق ہی ہے"۔ برہانی القانی ایمانی بھی ہے اور مخالف کا تسلیمی اذعانی بھی، اس کا نام مقدمہ ایمانیہ رکھیے،

اب خلاف وہابیہ و وہابیت جو بات چاہئے فرض کر لیجئے خواہ وہ ہمارے موافق ہو یا ہمارے احکام سے بھی زائد مثلاً (۱) اسمٰعیل دہلوی نرا کافر تھا (۲) گنگوہی، دیوبندی، نانوتوی، انبہٹی، تھانوی وغیرہم وہابی سب کھلے مرتد ہیں، (۳) جو کذب الٰہی ممکن کہے ملحد ہے، (۴) تقویۃ الایمان، تنویر العینین، ایضاح الحق، صراط مستقیم تصانیف اسمٰعیل دہلوی، معیار الحق تصنیف نذیر حسین دہلوی، تحذیر الناس تصنیف نانوتوی، براہین قاطعہ تصنیف گنگوہی وغیرہا جملہ نباحات انہوہی سب کفری بول نجس تر از بول ہیں، جو ایسا نہ جانے زندیق ہے (۵) جو باوصف اطلاع اقوال ان میں سے کسی کا معتقد ہو ابلیس کا بندہ جہنم کا کندہ ہے (۶) ان سفہا اور ان کے نُظرا تمام خبثا جنھوں نے شان اقدس وارفع رب العالمین و حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تنقیص کی جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و رب العزت جل جلالہ کے مقابل ان ملحدوں کی حمایت مروت رعایت کرے ان کی ان باتوں کی تصدیق تحسین توجیہ تاویل کرے وہ عدو خدا و دشمن مصطفٰے ہے جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۷) غیر مقلدین سب بے دین پکے شیاطین پورے ملاعین ہیں، سات یہ اور سات ہزار اور، جو بات لو کیا انسان اس کا اعتقاد نہیں کر سکتا ہر شخص بداہۃً جانتا ہے کہ آدمی ضرور ان میں سے ہر بات کے اعتقاد[1] پر قادر ہے، یہ مقدمہ بدیہیہ علمۃ الورود محفوظ رکھیے، کہ "اس امر کا اعتقاد انسان کر سکتا ہے، مسلمانو! اس میں آپ کو اختیار رہا، وہابیہ کی جس بات کو چاہئے اس کا مشار الیہ بنائیے اب اس مقدمہ بدیہیہ کو صغرٰی کیجئے اور مقدمہ وہابیہ یعنی دہلوی ضلیل کا وہ دعوی ذلیل کہ "جو کچھ انسان کر سکتا ہے خدا کر سکتا ہے"، اسے کبرٰی بنائیے شکل اول بدیہی الانتاج سے نتیجہ نکلا کہ "اس امر کا اعتقاد خدا کر سکتا ہے"۔ اب اس نتیجہ کو صغرٰی کیجئے اور مقدمہ ایمانیہ کو کبرٰی کہ "ہر وہ امر جس کا اعتقاد خدا کر سکتا ہے قطعاً یقیناً حق ہے" شکل اول کا نتیجہ بدیہیہ ہوگا کہ یہ امر قطعاً یقیناً حق ہے، وہابیہ کو یہاں معارضہ بالقلب کی گنجائش نہیں کہ اپنے عقاید باطلہ کو کہیں انسان ان کا بھی اعتقاد کر سکتا ہے تو خدا بھی کر سکتا ہے تو یہ بھی حق ہیں کہ بنائے دلیل مقدمہ وہابیہ ہے اور وہ ان پر حجت کہ ان کا اور ان کے امام کا ایمان ہے، ہمارے نزدیک وہ باطل محض ہے تو کبرٰی قیاس اول مردود ہو کر پہلا ہی نتیجہ باطل ہوگا، اب کہئے مفر کدھر، تین ہی احتمال ہیں، اول مقدمہ ایمانیہ کا انکار کرو اور اپنے خدا کا جہل مرکب میں گرفتار ہونا بھی جائز جانو جب تو قیامت و حشر و نشر و جنت و نار جملہ سمعیات اور خود اصل اصول دین لا الٰہ الا اللہ پر ایمان کو استعفا دو اور کھلے کافر بنو، دوم اقرار کرو کہ مقدمہ وہابیہ یعنی دہلوی ضلیل کی دلیل ذلیل کا وہ شیطانی کلیہ مردود و ملعون و مطرود تھا ہیہات اول تو اسے تمہارا دل کب گوارا کرے، ؎

قد اشرب فی القلوب اسمٰعیل | انی لکم، انی الہدیٰ تحویل

---

[1] ظاہر ہے کہ کوئی خبر بھی ہو حق ہوگی، یا باطل اور سب جانتے کہتے مانتے ہیں کہ حق کا اعتقاد فرض یا کم از کم جائز اور باطل کا اعتقاد حرام و ممنوع اور فرض و حرام و جائز و ممنوع وہی شے ہوگی جس پر انسان کو قدرت ہو یہی یہاں ملحوظ ہے، ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ،

اور خدا کا دھرا سر پر براہ ناچاری اس کے انکار پر آؤ بھی تو تمھارا خصم کب مانے وہ کہے گا میرا استدلال اسی مقدمہ کی بنا پر الزامی تھا اور خصم جب دلیل الزامی قائم کرے تو فریق کو اپنے مقدمہ مسلمہ سے پلٹ جانے کی گنجائش نہیں۔"[1] کما صرح بہ العلماء الکرام، ورنہ کوئی دلیل الزامی قائم ہی نہ ہوسکے ہمیشہ مغلوب کے لئے یہ بھاگنے کا رستہ کھلا ہے کہ دلیل جس مقدمہ مسلمہ پر مبنی ہو اس سے انحراف کرجائے اور بالفرض وہ بھی درگزر کرے تو کیا یہ اقرار نرے قول کی ضلالت پر اقتصار ہوگا، نہیں نہیں صاف صاف کہنا پڑے گا کہ امام الوہابیہ باری سبوح قدوس عزوجل کو ایسی شنیع ناپاک گالی کہ کروروں گالیوں پر مشتمل ہے دے کر صریح کھلا مضل بے دین ہوا اور تم اور فلاں و فلانی اس کے سارے معتقدین بھی اسی کی طرح گمراہ بددین ہو۔ سوم اگر ان دونوں سے فرار کرو تو اب نہ رہا مگر یہ تیسرا کہ ان سب نتائج کو جو تمھارے امام ہی کے گھر سے پیدا ہوئے حق جانو اور دہلوی اوّل (اسمٰعیل) و دہلوی آخر (نذیر حسین) گنگوہی و نانوتی و انبیٹھی و تھانوی و دیوبندی اور خود اپنے آپ اور جملہ وہابیہ اور سارے غیر مقلدین سب کو کافر مرتد اور تقویۃ الایمان و براہین قاطعہ و تحذیر الناس و معیار الحق وغیرہا تمام تصانیف وہابیہ کو کفری قول اور پیشاب سے زیادہ نجس و بد مانو اور فرمائیے ان میں کون سا آپ کو پسند ہے جسے اختیار کیجئے اپنے اور اپنے امام سب کے کفر و یا کم از کم گمراہی و بددینی کا اقرار کیجئے، کہو کچھ جواب فرماؤ گے یا آج ہی سے "مالکم لاتناصرون ○ بل ھم الیوم مستسلمون ○"[2] کا رنگ دکھاؤ گے کیوں "ھل ثوّب الکفار ما کانوا یفعلون" والحمد للّٰہ رب العٰلمین وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] فی مسلم الثبوت وشرحہ فواتح الرحموت للمولٰی بحر العلوم لو تم ھذا لم یکن الدلیل الجدلی مفید اللالزام اصلاً اذ یمکن اعترافہ بالخطأ فی تسلیم احدی المسلمات ولم تکن القضایا المسلمۃ من مقاطع البحث والکل باطل علٰی ما تقرر فی محلہ والحق ان المسلم کالمبرھن فی حکم الخصم ورای لایصح النکار فان کارہ اشد من الالزام اھ باقتصار ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ

[2] ترجمہ: تمھیں کیا ہوا آپس میں ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے بلکہ وہ آج گردن ڈالے ہیں۔ ۱۲

القمع المبین لآمال المکذبین

۱۳۲۹ھ

مسایرہ وشرح مواقف وسیالکوٹی کی عبارات میں مکذبوں کی سرشکنی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ: ۔از نگلہ اروہ ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع اکبرآباد، مرسلہ محمد صادق علی خاں صاحب شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، قلت الکذب نقص والنقص علیہ تعالٰی محال فلا یکون من الممکنات الخ قولہ والنقص علیہ الخ لایخفی انہ دقوف علی کونہ ممتنعًا بالذات ولانسلم ذالک اذلوکان ممتنعًا لما وقع الکذب من احد فھو ممتنع بواسطۃ انہ منافٍ لکمالہ تعالٰی فیکون ممتنعًا بالغیر والامتناع بالغیر لاینافی الامکان الذاتی، حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی۔

الجواب: ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، ۔الحمد للہ الواجب الصدق المستحیل الکذب المحال علیہ بذاتہ لذاتہ کل نقص وشین، فمن تقول علیہ بامکان کذبہ وتطرق الیہ بخلف وعیدہ فقد استوجب لعنۃ اللہ علیہ فی الدارین۔ قل صدق اللہ ومن اصدق من اللہ قیلا ○ ومن کان فی ھذہ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی واضل سبیلا ○ ویلکم لاتفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون ○ متاع قلیل ولھم عذاب الیم ○ ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبا اوکذب باٰیتہ اولٰئک یعرضون علٰی ربھم ویقول الاشھاد ھٰؤلاء الذین کذبوا علٰی ربھم الا لعنۃ اللہ علی الظٰلمین ○ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولوکرہ المشرکون ○ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی آلہ وصحبہ وبارک وکرم کلما ذکرہ الذاکرون وکلما غفل عن ذکرہ الغافلون، والحمد للہ رب العٰلمین ○ اللہ عزوجل کے غضب سے اسی کی پناہ پھر اس کے حبیب اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پناہ جب غضب الٰہی کسی قوم سے دین لیتا ہے عقل پہلے چھین لیتا ہے کہ عقل سلیم بفضل کریم باطل کو قبول نہیں کرتی اور اگر کبھی شیطان نے کچھ دھوکا دینا چاہا، تذکروا فاذا ھم مبصرون ○ جلد ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں، مگر جب عقل نہ رہی (یعنی دین متین کی سمجھ اگرچہ دنیا ودیگر علوم وفنون کی کتنی ہی دانش ہو، لایعقلون شیئًا ولا یھتدون ○) اس وقت انسان شیطان کا مسخرہ ہوجاتا ہے کہ صورت میں آدمی اور باطن میں گدھا ہے، کمثل الحمار یحمل اسفارا کانھم حمر مستنفرۃ ○، اپنی اغراض فاسدہ کے لئے اس کی کتاب بینی کی مثال بالکل سوئر اور سیر باغ کی ہوتی ہے، پھول مہکیں کلیاں چٹکیں تختے لہکیں فوارے

ف یہ قرآن شریف کی پانچ آیتیں ہیں، ان کا ترجمہ یہ ہے، (۱) اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی (۲) جو یہاں اندھا ہو آخرت میں اندھا اور زیادہ گمراہ ہے (۳) تمہاری خرابی اللہ اللہ پر کذب کی تہمت نہ باندھو کہ تمہیں عذاب سے پیس ڈالے گا (۴) بیشک جو اللہ پر کذب کی تہمت رکھتے ہیں انہیں چھٹکارا نہ ملے گا دنیا میں تھوڑا برتنا ہے اور آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب (۵) اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر کذب کی تہمت رکھے یا اس کی آیتیں جھٹلائے یہ لوگ اپنے رب کے حضور پیش کئے جائیں گے، اور گواہ کہیں گے کہ یہ ہیں جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا سنتا ہے اللہ کی لعنت ان ظالموں پر، دوسری آیۂ کریمہ سے جناب گنگوہی صاحب کا فوٹو ملاحظہ کیجئے ۱۲ منہ عفا عنہ۔

چھلکیں، بلبلیں چہکیں اسے کسی لطف و سرور سے کام نہیں وہ اس تلاش میں پھرتا ہے کہ کہیں نجاست پڑی ہو تو نوش جان کرے بعینہٖ یہی حالت گمراہ بددین کی ہوتی ہے ہزار ورق کی کتاب میں لاکھ باتیں نفیس و جلیل فوائد کی ہوں ان سے اسے بحث نہ ہوگی کتاب بھر میں اگر کوئی غلط و باطل و خطا جملہ اپنے مطلب کا سمجھے گا اسی کو پکڑ لے گا اگرچہ واقع میں وہ اس کے مطلب کا بھی نہ ہو اتنی بات اس میں خنزیر سے بھی بڑھ کر ہوئی کہ وہ نجاست لے گا تو اپنے مطلب کی اور اسے اس کی بھی تمیز نہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کے سوا کوئی بشر معصوم نہیں اور غیر معصوم سے کوئی نہ کوئی کلمہ غلط یا بیجا صادر ہونا کچھ نادر کالمعدوم نہیں پھر سلف صالحین و ائمہ دین سے آج تک اہل حق کا یہی معمول رہا ہے کہ کل ماخوذ من قولہ ومردود علیہ الا صاحب ھذا القبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، جس کی جو بات خلاف اہل حق و جمہور دیکھی وہ اسی پر چھوڑی اور اعتقاد وہی رکھا جو جماعت کا ہے کہ ید اللہ علی الجماعۃ اتبعوا السواد الاعظم، نہ کہ اجماع امت کے خلاف کسی نے محض بطور بحث منطقی کوئی شگوفہ چھوڑ دیا اور دل کی میخ کر اس کے پیچھے ہو لئے یہ اندھے طاغین کا طریقہ ہوتا ہے یا اوندھے شیاطین کا کہ رب عزوجل فرماتا ہے، وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا ذالک بانھم کذبوا بایٰتنا وکانوا عنھا غٰفلین ○ اگر ہدایت کی راہ دیکھیں تو اس میں چلنا پسند نہ کریں اور گمراہی کا رستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہو جائیں یہ اس لئے کہ وہ ہمارے کلام کی طرف کذب کی نسبت کرتے اور ہماری آیتوں میں غافل ہیں، اس وصف میں تمام طوائف گمراہان میں طائفہ وہابیہ اور طوائف وہابیہ میں خاص طائفہ دیوبندیہ سب سے ممتاز ہیں، اور سوا ہی چاہیں کہ قرآن عظیم فرماتا ہے یہ اس کذب کی شامت ہے جو وہ ہمارے کلام کی طرف نسبت کرتے ہیں اور اللہ کی طرف نسبت کذب میں وہابیہ سب سے پیش قدم ہیں کہ ان کے پیشوا اسمٰعیل دہلوی صاحب نے یکروزی میں اس کی جنائی کی تھی اور وہابیوں میں دیوبندی اس میں اگوا ہیں کہ ان کے پیر گنگوہی صاحب نے براہین میں اس پر استرکاری کی، نیز جناب موصوف کی تقلید سے ماشاء اللہ اندھے ہونے میں بھی اس طائفہ کو دنیا بھر کے دلی اندھوں پر ترجیح ہے اگر ایک آدھ آنکھ آدھی چوتھائی بھی کھلی ہوتی تو یہ نہ سوجھتا کہ سیالکوٹی ملا تو جس کذب کو یہاں ممکن بالذات کہہ رہے ہیں اسے نہ صرف ممکن بلکہ واقع بتا رہے ہیں یعنی نفس کذب کسی کا ہو جنگلی کا یا کوہی کا دہلوی کا یا گنگوہی کا اور اس کے ممکن بلکہ روزانہ لاکھوں کروڑوں بار واقع ہونے میں کیا کلام ہے ان کے لفظ دیکھئے کہ "لو کان ممتنعا لما وقع الکذب من احد، یعنی جس طرح اجتماع نقیضین وارتفاع نقیضین اپنی ذات میں محال ہیں یونہی اگر مطلق جھوٹ خود اپنی ذات میں محال ہوتا تو کبھی کوئی شخص جھوٹ نہ بول سکتا مگر کروڑوں لوگ جھوٹ بول رہے ہیں، تو معلوم ہوا کہ جھوٹ خود اپنی حد ذات میں محال نہیں، ہاں جب اسے اللہ عزوجل کی طرف نسبت کرو تو ضرور محال ہے کہ ذات الٰہی بالذات مقتضی جملہ کمالات ومنافی جملہ نقائص ہے تو اس پر کذب محال بالذات ہے یہ استحالہ جانب باری سے بالذات ہوا کہ اس کی ذات کریم ہر عیب کے منافی ہے مگر مطلق کذب جو کلی عام شامل ہر کذب اور ہر شخص کے کذب کو تھا اس فرد کے استحالہ سے اسے بھی ایک استحالہ عارض ہوا کہ ہر فرد کا حکم طبیعت من حیث کی طرف ساری ہوتا ہے یہ استحالہ مطلق کذب کے حق میں ذاتی نہ ہوا کہ خود مطلق کذب کی ذات سے پیدا نہ ہوا بلکہ اللہ عزوجل کی ذات سے، بعینہٖ اس کی مثال وہی اجتماع نقیضین ہے، مطلق اجتماع کسی کا ہو اپنی حد ذات میں محال نہیں ورنہ کبھی کوئی دو چیزیں جمع نہ ہو سکتیں ہاں نقیضین کا اجتماع محال بالذات ہے کہ ذات نقیضین منافی اجتماع ہے، مگر مطلق اجتماع کہ ہر دو شے کے جمع ہونے کو عام شامل تھا وہ جو اس مادہ خاصہ میں آکر محال ہوا تو یہ استحالہ اس کے لئے ذاتی نہیں بلکہ خصوص نقیضین کے باعث ہے تو مطلق اجتماع کہ ماہیت مطلقہ ہے ضرور ممکن بالذات بلکہ لاکھوں جگہ موجود اور اس کے سبب اجتماع نقیضین ممکن نہیں ہو سکتا وہ قطعاً محال بالذات ہے یونہی مطلق کذب کہ طبیعت مرسلہ ہے ضرور ممکن بالذات بلکہ ہزاروں جگہ موجود اور اس کے سبب معاذ اللہ کذب باری ممکن نہیں ہو سکتا وہ یقیناً

محال بالذات ہے۔ یہ ہے اس عبارت کی تقریر جس سے اعتراض ملا سیالکوٹی صاحب کی تشریح بھی ہوگئی اور اس سے جواب کی خوب توضیح بھی کہ یہاں کلام کذب خاص میں ہے نہ کہ مطلق طبیعت کذب میں اور کلی کا امکان اس کے ہر فرد کے امکان کو مستلزم نہیں، یہاں ملا سیالکوٹی کی تو اتنی ہی خطا تھی کہ محل نزاع میں فرق نہ کیا امکانِ فرد میں بحث تھی اور لے کے چلے امکانِ طبیعت، مگر دیوبندی اپنے کفر سے کب باز آتے ہیں وہ اسی کو معاذ اللہ امکانِ باری پر دلیل بتاتے اور اپنے کفریات ان کے سر منڈھا چاہتے ہیں، بہت خوب اب دیوبندی سنبھل کر بتائیں کہ یہ سیالکوٹی تقریر جس طرح تم بتاتے ہو تمہارے نزدیک حق ہے یا باطل اگر باطل ہے تو کیوں دانستہ اندھے چلتے اور ناواقف مسلمانوں کو چھلتے ہو، اور اگر حق ہے تو تمہارے ہی منہ ثابت ہوا کہ تم مشرک بھی نہیں بلکہ نرے بت پرست ہو کہ اللہ عزوجل کو مانتے ہی نہیں صرف اپنے ساختہ ٹھاکر کو پوجتے ہو یوں نہ مانو ہم ثابت کر دیں تو سہی جس تقریر سے اس کا کذب معاذ اللہ ممکن ٹھہرایا بعینہ بلاتفاوت اسی تقریر سے اس کا شریک بھی ممکن ہے کہ شریک اگر محال ہوتا تو کوئی کسی کا شریک نہ ہو سکتا تو شریکِ باری اس واسطے سے محال ہوگا کہ اس کے کمال کے منافی ہے تو ممتنع بالغیر ہوا اور امتناع بالغیر امکان ذاتی کا منافی نہیں، بعینہ بلاتفاوت اسی تقریر سے اس کی موت وفنا بھی ممکن ہے کہ موت محال ہوتی تو کوئی کبھی نہ مرتا تو موتِ باری اس واسطے محال ہوئی کہ منافی کمال ہوئی تو امتناع بالغیر رہا تو اس کا مرنا فنا ہو جانا ممکن بالذات ہوا تو وہ واجب الوجود نہ ہوا تو اِلٰہ نہ ہوا بلکہ کوئی تمہارا ساختہ ٹھاکر ہوا، الا لعنۃ اللہ علی الظلمین۔

اس عبارت کے جواب کو تو اسی قدر بس ہے، مگر فقیر بعون القدیر چاہتا ہے کہ اس بحث کو اعلٰی درجۂ کمال پر پہنچائے اور گنگوہی و دیوبندی مکذبانِ الٰہی نے مسایرہ و شرح مواقف کی دو عبارتوں سے جو مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہا ہے ایک ضربتِ حیدری وصولتِ فاروقی سے اس کی بھی پردہ دری ہو جائے وباللہ التوفیق۔ ان عبارتوں سے استناد اس سے زیادہ پوچ ولچر ہے جیسا اس عبارت سیالکوٹی سے تھا مگر اللہ کے مکذبوں کا مقصود مردود تو صرف عوام کو دھوکے دینا اور یہود کے تلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق سے پورا اتر کر لینا ہے، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۝

فاقول وباللہ التوفیق، مسلمانو! عقائد وہ سنت ہیں جو حضور پرنور سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و صحابہ و تابعین و سلف صالحین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے ثابت ہیں انھیں کے بیان کے لئے کتب عقائد کے متون موضوع ہوتے ہیں، زمانۂ خیر میں یہ عقاید صدور رواۃ السنۃ ائمہ سے تلقی کئے جاتے تھے، اور مسلمان اپنی سلامتِ صدر سے ان پر ایمان لاتے تھے انھیں چون وچرا و لم ولانسلم کی علت نہ تھی، جب بدمذہبوں کا شیوع ہوا اور گمراہ مکلبوں نے عوام مسلمین کو بہکانے کے لئے اپنے عقائد باطلہ پر عقلی و نقلی مغالطے پیش کرنے شروع کئے علمائے سنت وجماعت کو حاجت ہوئی کہ ان کے دلائل باطلہ کا رد کریں اپنے عقائد حقہ پر دلائل قائم فرمائیں، یہاں سے کلام متاخرین کی بنا پڑی، اب کہ استدلال وبحث ومناظرہ کا پھاٹک کھلا خود اپنے دلائل و جوابات کی جانچ پرکھ کی بھی حاجت ہوئی، اذہان مختلف ہوتے ہیں اور بحث و استخراج میں خطا و اصابت آدمی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں ایک نے مذہب پر ایک دلیل قائم فرمائی یا مخالف کی کسی اعتراض کا جواب دیا دوسرے نے اس پر بحث کر دی کہ اپنے مذہب پر یہ دلیل کمزور ہے مخالف کی طرف سے اس کا رد یہ ہو سکتا ہے، یا اعتراض کا یہ جواب کافی نہیں، مخالف اس میں یوں کہہ سکتا ہے، اس رد و بحث کا اثر فقط اسی دلیل و جواب تک ہوتا ہے عام ازیں کہ اس دلیل و جواب ہی میں قصور ہو جیسا کہ بحث کرنے والے کا بیان ہے یا خود اس باحث ہی کی نظر نے خطا کی دلیل و جواب صحیح و صواب ہو، بہرحال معاذ اللہ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اپنا اصل مذہب باطل یا مخالف کا ضلال حق ہے ہر عاقل جانتا ہے کہ کسی کی قائم کی ہوئی ایک دلیل یا دیا ہوا جواب بگڑ جانے سے اصل مسئلہ باطل نہیں ہو سکتا نہ معاذ اللہ یہ بحث کرنے والا اپنا عقیدہ بدلتا اور مذہب اہلسنت کو باطل جان کر اس سے باہر نکلتا ہے یہ ایک ایسی بات ہے جسے نہ فقط اہلسنت بلکہ ہر مذہب وملت والا اپنے یہاں دیکھتا جانتا ہے، پھر بھی جب تک زمانۂ خیر کا

قرب تھا اس ردوکد میں ایک احتمال باقی تھا جب فن کلام فلسفہ دان متأخرین کے ہاتھ پڑا اب تو بات بات میں وجہ بے وجہ نکتہ چینی کی لے بڑھی جس سے مقصود صرف ردو مات ردو اثبات و منع و نقض و بحث و اخذ میں ذہن آزمائی اور اپنی طاقت سخن کی رونمائی ہوتی ہے ولس نہ کہ معاذ اللہ مذہب سے پھریں دین و عقائد کو باطل کریں حاشا اللہ ہزار حاشا للہ، یہاں سے ہر ذی انصاف پر ظاہر کہ یہ متأخر شارح محشی جو کچھ بحث میں لکھ جایا کرتے ہیں، وہ مطلقاً خود ان کا اپنا بھی اعتقاد نہیں ہوتا نہ کہ تمام اہلسنت وجماعت کا عقیدہ، عقیدہ وہ ہوتا ہے جو متون و مسائل میں بیان کردیا، بالائی تقریریں اس کے موافق ہیں تو حق ہیں، مخالف ہیں تو وہی ان کی بحث بازیاں اور ذہن آزمائیاں اور قلم کی جولانیاں ہیں، جن کا خود انھیں اقرار ہے کہ ان میں قواعد اہل حق کی پابندی نہیں کی جاتی اور معرفت سامع پر چھوڑا جاتا ہے کہ عقیدۂ اہل حق اسے معلوم ہے، اس کی مرعات کرے گا، مواقف میں ہے، انت تعرف مذھب اھل الحق وانما لانتعرض لا مثاله للاعتماد علی معرفتك بھا فی مواضعھا شرح میں ہے، فعلیك برعایة قواعد اھل الحق فی جمیع المباحث وان لم نصرح بھا، شرح مقاصد میں ہے بکثیر اما اوردا لاٰراء الباطلة للفلاسفة من غیر تعرض لبیان البطلان الا فیما یحتاج الی زیادۃ بیان؛

بعینہ اسی طرح حسن چلپی علی السید میں ہے تو عقائد ان کے وہی ہیں جو متون خود اور ان کے کلام میں جابجا مصرح ہیں اگرچہ بحث مباحث میں کچھ کہیں، خصوصاً وہ جن پر فلسفہ کا رنگ چڑھا اون کو تو لم ولانسلم کا وہ لپکا پڑا جس کے آگے کھائی خندق، دریا پہاڑ سب یکساں ہیں مطارحات میں وہ باتیں کہہ جاتے ہیں، کہ خدا کی پناہ، شرح فقہ اکبر میں ہے سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں لقد اطلعت من اھل الکلام علی شیئ ما ظننت مسلما یقولہ میں نے اہل کلام سے بعض باتیں وہ سنیں کہ مجھے گمان نہ تھا کہ کوئی مسلمان ایسا کہتا، وہ تو سمجھ لئے کہ بحث مذہب پر حاکم نہیں، ہمارے عقائد معلوم و معروف ہیں لم و لانسلم میں جو بات اس کے خلاف ہوگی ناظرین خود ہی سمجھ لیں گے اور ان کے متعدد اکابر نے اس پر تنبیہ بھی کردی، مگر مضل مغوی کا کیا علاج وہ تو ایسے ہی موقع کی تاک میں رہتا ہے ادھر عامی بیچارہ مارا پڑا یا وادی حیرت میں سرگرداں رہا اسے ہر بات میں قاعدۂ اہل حق کہاں معلوم کہ اس کی مراعات کریگا یہی وہ باتیں ہیں، جنھوں نے اس قسم کے کلام متأخرین کو ائمۂ دین کی نگاہ میں سخت ذلیل وبے قدر بنادیا، یہاں تک کہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی نے فرمایا، من طلب العلم بالکلام تزندق، فقہائے کرام نے فرمایا جو مال علماء کے لئے وصیت کیا گیا ہو متکلمین کا اس میں حصہ نہیں، نہ کتب کلام کتب علم میں داخل ہندیہ میں محیط سے ہے، لایدخل فی ھذہ الوصیة المتکلمون، انھیں میں امام ابوالقاسم صفار رحمۃ اللہ تعالٰی سے ہے، کتب الکلام لیست کتب العلم، منح الروض الازہر میں فتاوٰی ظہیریہ سے ہے، اوصی لعلماء بلدہ لا یدخل المتکلمون ولو اوصی ان یوقف من کتبه کتب العلم افتی السلف انه یباع ما فیھا من کتب الکلام طریقہ محمدیہ میں بحوالہ تاتارخانیہ امام حافظ ابوالليث سمرقندی سے ہے، من اشتغل بالکلام محی اسمه من العلماء حدیقہ ندیہ میں ہے، فلا یقال له عالم، اس کے نظائر نظر فقیر میں کثیر ووافر، سردست انھیں تین کتابوں سے نظائر لیجئے کہ مکذبان خدا نے قرآن عظیم ونصوص صریحہ متون وعقائد واجماع قطعی ائمہ سلف وخلف کو یکسر چھوڑ کر ابحاث زائدہ میں ان کی تراشیدہ تقریروں کا دامن پکڑا ہے یعنی مسایرہ وشرح مواقف جن کی دو عبارتیں دیوبندیوں کی پرانی دستمال ہیں اور تیسری حاشیہ سیالکوٹی کی یہ عبارت کہ سوال میں گزری ان کے بعد بحمد اللہ تعالٰی مکذبوں کا ہاتھ بالکل خالی رہ جائے گا، اور وسوسہ ابلیس مردود ومطرود ہو کر ویل یومئذ للمکذبین کا نقشہ ان پر یہیں سے نظر آئے گا وباللہ التوفیق،

نظیر اول ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کی سینے، منہیہ خیالی سے منقول ہوا کہ اس میں باری عزوجل کے علم کا امور غیر متناہیہ سے تفصیلاً متعلق ہونا ممنوع کہہ دیا ملانے خیالی کا خیال خیالی نقل کرکے اس پر رجسٹری کر دی، حیث قال قولہ فتامل نقل عنہ وجہ التامل ان علمہ تعالٰی الشامل انما یشتمل مالا یمتنع العلم بہ کما ان قدرتہ الشاملۃ انما تشتمل مالا یمتنع وجودہ وامکان تعلق العلم بالمراتب الغیر المتناھیۃ مفصلۃ ممنوع انتھی فان قیل فیلزم الجھل علی اللہ تعالٰی قلت الجھل عدم العلم بما یصح تعلق العلم بہ کما ان العجز عدم تعلق القدرۃ بما یصح ان تتعلق بہ فتامل اھ، ممنوع کہتے تو کہہ گئے لیکن اگر نظر کرتے کہ یہ وسوسہ باطلہ جو عدو مبین اعاذنا اللہ تعالٰی من شرہ المہین نے القا کیا، اس کی تہ میں کیا کیا آفات قاہرہ ہیں تو ہرگز خامہ و نامہ کو اس سے آلودہ کرنا روا نہ رکھتے،

فاقول اوّلاً دونوں ملا صاحب فرمائیں تو کہ سلسلہ اعداد سے کس قدر پر مولٰی عزوجل کا علم جاکر رک گیا کہ اس سے آگے کا عدد خدا کو معلوم نہیں، سلسلہ ایام آخرت سے کتنے دن خدا کو معلوم ہیں، آگے مجہول نعیم جنان و عذاب نیران سے کتنی مقدار علم الٰہی میں ہے زیادہ کی اسے خبر نہیں، کیا کوئی عاقل مسلم سوچ سمجھ کر ایسی بات کہہ سکتا ہے، حاشا وکلا، دیکھو کیسی صریح تصدیق ہے امام شافعی کے اس ارشاد کی کہ فما ظننت مسلما یقولہ، ہاں انھوں نے اطلعت علی شیئ فرمایا وقد اطلعنا علی اشیاء اذ فسد الزمان والی اللہ المشتکی وعلیہ التکلان،۔

ثانیاً جو حد مقرر کیجئے وہاں وہ فارق بتائیے کہ حد بندی کرے کیا سبب کہ یہاں تک کا علم ہو البعد کا نہیں علم کے لئے معلوم کا وجود خارجی درکار ہو تو آخرت درکنار معاذ اللہ کل آئندہ کا علم نہ ہو بلکہ ازل میں جملہ ماوراے عیاذا باللہ جہل مطلق ہو پھر خلق کیونکر ہوا اور جب وجود ضرور نہیں تو معدوم معدوم سب یکساں کسی حد خاص پر رکنا ترجیح بلا مرجح ہے، بخلاف علوم عالم کہ وہاں مرجح ارادۂ الٰہیہ ہے جسے جتنا دیا اتنا ملا، لایحیطون بشیئ من علمہ الا بما شاء،۔

ثالثاً جو حد معین کیجئے یقیناً معلوم کہ ایام و ایلام و انعام اس سے آگے بڑھیں گے کہ لاتقف عند حد ہیں، اب جو بعد کو آئے ان کا علم باری عزوجل کو ہوگا یا نہیں، اگر نہیں تو جہل موجود اور جو عذر کیا تھا زاہق و مردود کہ اب تو وہ خود عباد کو معلوم و مشہود، معہذا انھیں پیدا کون کریگا وہی خبیر شہید تو نہ جاننا کیا معنی، الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر ۵ اور اگر ہاں تم نے اور سنا کہ ان کا علم پہلے نہ تھا تو اس کا علم معاذ اللہ حادث ہوا، متجدد ہوا کیا یہ عقیدہ اہل سنت کا ہے جو ہمارے رب عزوجل نے فرمایا وکان اللہ بکل شیئ علیما، **عقیدہ** وہ ہے جو خود سیالکوٹی نے شرح عقاید جلالی میں لکھا، المعلومات فی انفسھا غیر متناھیۃ لشمولھا الموجودات والمعدومات، خود شرح میں ہے، اعلم ان المتکلمین ینفون الوجود الذھنی ویثبتون علم اللہ تعالٰی بالحوادث الغیر المتناھیۃ بلکہ خود اسی حاشیہ سیالکوٹی علی الخیالی میں ہے ھذہ التعلقات قدیمۃ غیر متناھیۃ بالفعل ضرورۃ عدم تناھی متعلقاتھا اعنی جمیع ما یمکن ان یعلم من الامور الکلیۃ والجزئیۃ الازلیۃ والمتجددۃ لشمولہ الممکن والممتنع والواجب، **عقیدہ** وہ ہے جو مقاصد و شرح میں فرمایا، (علمہ تعالٰی لایتناھی ومحیط بما لایتناھی کالاعداد والاشکال) ونعیم الجنان وشامل لجمیع الموجودات والمعدومات الممکنۃ والممتنعۃ وجمیع الکلیات والجزئیات سمعا وعقلاً، **عقیدہ** وہ ہے جو مواقف و شرح میں بیان فرمایا، علمہ تعالٰی یعم المفہومات کلھا الممکنۃ والواجبۃ والممتنعۃ والمخالف فی ھذا الفصل فرق الاولٰی من قال لایعلم نفسہ (الٰی ان قال) الرابعۃ من قال لایعقل غیر المتناھی، **عقیدہ** وہ ہے

جو حدیقہ ندیہ میں فرمایا: المعلومات موجودۃ او معدومۃ محالۃ او ممکنۃ قدیمۃ او حادثۃ متناھیۃ او غیر متناھیۃ جزئیۃ او کلیۃ وبالجملۃ جمیع ما یمکن ان یتعلق بہ العلم فھو معلوم للّٰہ تعالٰی۔ **عقیدہ** وہ ہے جو اس فقیر بے قدر نے الدولۃ المکیہ میں لکھا اور علمائے کرام حرمین طیبین نے زرین تصدیقات جلیلہ کیا، ان ربنا تبارک وتعالٰی یعلم ذاتہ الکریمۃ وصفاتہ الغیر المتناھیۃ والحوادث التی وجدت والتی توجد غیر متناھیۃ الی ابد الاٰبد والممکنات التی لم توجد ولن توجد بل والمحالات باسرھا فلیس شیئ من المفاھیم خارجا عن علمہ سبحٰنہ وتعالٰی یعلمہا جمیعاً تفصیلا تاما ازلاً ابداً وذاتہ سبحٰنہ وتعالٰی غیر متناھیۃ وصفاتہ غیر متناھیات وکل صفۃ منہا غیر متناھیۃ وسلاسل الاعداد غیر متناھیۃ وکذا ایام الابد وساعاتہ واٰناتہ وکل نعیم من نعم الجنۃ وکل عذاب من عقوبات جہنم وانفاس اھل الجنۃ واھل النار ولمحاتھم وحرکاتھم وغیر ذٰلک کلہا غیر متناہ والکل معلوم للّٰہ تعالٰی ازلاً وابداً باحاطۃ تامۃ تفصیلیۃ ففی علمہ سبحٰنہ وتعالٰی سلاسل غیر المتناھیات بمراتب غیر متناھیۃ بل لہ سبحٰنہ وتعالٰی فی کل ذرۃ علوم لاتتناھی لان لکل ذرۃ مع کل ذرۃ کانت اوتکون او یمکن ان تکون نسبۃ بالقرب والبعد والجھۃ مختلفۃ فی الازمنۃ باختلاف الامکنۃ الواقعۃ والممکنۃ من اول یوم الی ما لااٰخر لہ والکل معلوم لہ سبحٰنہ وتعالٰی بالفعل فعلمہ عزجلالہ غیر متناہ فی غیر متناہ فی غیر متناہ کانہ مکعب غیر المتناھی علی اصطلاح الحساب وھذا جمیعاً واضح عند من لہ من الاسلام نصیب، **عقیدہ** وہ ہے جو فقیر نے اس کی تعلیقات الفیوض الملکیہ میں نقل کی، حیث کتبت علی قولی بل لہ سبحٰنہ فی کل ذرۃ علوم لاتتناھی ما نصہ الحمد للّٰہ ھذا الذی کتبتہ من عندی ایمانا برّبی ثم رأیت التصریح بہ فی التفسیر الکبیر اذ یقول تحت کریمۃ وکذٰلک نری ابراھیم، سمعت الشیخ الامام الوالد عمر ضیاء الدین رحمہ اللّٰہ تعالٰی قال سمعت الشیخ ابا القاسم الانصاری یقول سمعت امام الحرمین یقول معلومات اللّٰہ تعالٰی غیر متناھیۃ ومعلوماتہ فی کل واحد من تلک المعلومات ایضا غیر متناھیۃ وذٰلک لان الجوھر الفرد یمکن وقوعہ فی احیاز لانہایۃ لہا علی البدل ویمکن اتصافہ بصفات لانہایۃ لہا علی البدل الخ۔

نظیر دوم سایرہ میں اصل عقیدہ تو وہی لکھا جو ائمہ اہل سنت وجماعت کا ہے کہ اللہ کے سوا اصلاً کسی شے کا کوئی خالق نہیں بندوں کے افعال اختیاریہ بھی تمام و کمال اسی کے مخلوق ہیں، بندہ صرف کاسب ہے اور اسے دلائل عقلیہ و نقلیہ سے روشن کیا، حیث قال الاصل الاول العلم بانہ تعالٰی لاخالق سواہ فھو سبحٰنہ الخالق لکل حادث جوھر او عرض کحرکۃ کل شعرۃ وکل قدرۃ وفعل اضطراری کحرکۃ المرتعش والنبض او اختیاری کافعال الحیوانات المقصود لھم واصلہ من النقل قولہ تعالٰی اللّٰہ خالق کل شیئ وقولہ تعالٰی واللّٰہ خلقکم وما تعملون ومن العقل ان قدرتہ تعالٰی صالحۃ للکل لاقصور لہا عن شیئ منہ فوجب اضافتہا الیہ بالخلق اھ مختصراً، پھر حسب عادت متاخرین اہل کلام بحث کے طور پر ایک بات لکھ گئے کہ اگر مسلم ہو تو اس بحر عمیق مسئلہ قدر میں شناوری اور سرِ الٰہی کی جلوہ گری چاہے، جس میں بحث سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کو ممانعت فرمائی اور آخر نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہئے کہ گوہر کی جگہ خزف پر ہاتھ پڑے اور وہ بھی محض لایسمن ولایغنی من جوع، وہ بحث یہ کہ عزم کو نصوص سے مخصوص مان لیجئے اس کا آغاز لقائل ان یقول سے کیا یعنی کوئی کہنے والا یوں کہہ سکتا ہے اور وہی شبہات جو معتزلہ پیش کرتے ہیں اس کی تقریر میں بیان کرکے کہا،

فلنفی الجبر المحض وتصحیح التکلیف وجب التخصیص وھو لایتوقف علٰی نسبۃ جمیع افعال العباد الیھم بالایجاد (ای کما فعلت المعتزلۃ) بل یکفی ان یقال جمیع مایتوقف علیہ افعال الجوارح من الحرکات وکذا التروك التی ھی افعال النفس من المیل والداعیۃ والاختیار بخلق اللّٰہ تعالٰی لاتاثیر لقدرۃ العبد فیہ وانما محل قدرتہ عزمہ عقیب خلق اللّٰہ تعالٰی ھذہ الامور فی باطنہ عزما مصمما بلا تردد وتوجھہ توجھا صادقا للفعل طالبا ایاہ فاذا اوجد العبد ذلك العزم خلق اللّٰہ لہ الفعل فیکون منسوبا الیہ تعالٰی من حیث ھو حرکۃ والی العبد من حیث ھو زنا ونحوہ (الی ان قال) ویکفی فی التخصیص لتصحیح التکلیف ھذا الامر الواحد اعنی العزم المصمم وماسواہ مما لایحصی من الافعال الجزئیۃ والتروك کلھا مخلوقۃ للّٰہ تعالٰی متأثرۃ عن قدرتہ ابتداء بلاواسطۃ القدرۃ الحادثۃ المتاثرۃ عن قدرتہ تعالٰی واللّٰہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔ مسایرہ کے بیان سے کسی نافہم کو دھوکا نہ ہو کہ یہ حنفیہ کا مذہب ہے، حاشا بلکہ ان کا مذہب وہ ہے جو ان کے امام امام ائمۃ الانام سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فقہ اکبر و وصایائے شریفہ میں تصریح فرمائی کہ افعال عباد جمیع وتمام وکمال بلاتخصیص وبلااستثنا مخلوق الٰہی ہیں، خود مسایرہ کے لفظ صاف بتارہے ہیں کہ یہ ایک طبعزاد بحث ہے نہ کہ مذہب منقول، بلکہ فی الواقع یہ صاحب مسایرہ کا بھی عقیدہ نہیں، بحث عقیدہ نہیں ہوتی عقیدہ یوں نہیں کہا جاتا کہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے، ان کا عقیدہ وہی ہے جو اصل مسئلہ یہاں بیان کیا اور آخر کتاب میں عقیدۂ اہلسنت وجماعت کی فہرست میں لکھا یہ عبارات عنقریب ان شاء اللہ مذکور ہوتی ہیں، یہاں مجھے اس بحث کا ناموجہ وبیجا محل ہونا بتانا ہے، جو ضرورت اس بحث کی بیان کی اس کا باذنہ تعالٰی شافی وکافی جواب فقیر کے رسالہ ثلج الصدر لایمان القدر میں ہے کہ تحفۂ حنفیہ میں طبع ہوجائے گا، اور اس بحث کا نامفید وبے ثمر ہونا اس حاشیہ سے واضح جو فقیر نے یہاں ہامش مسایرہ پر لکھا وہ یہ ہے، **قولہ** فاذا اوجد العبد ذلك العزم **اقول** معاذ اللّٰہ ان نقول بان العبد یخلق شیئا واحدا ولاعشر عشیر معشار شیئ الا لہ الخلق والامر تبٰرك اللّٰہ رب العٰلمین افمن یخلق کمن لایخلق ماکان لھم الخیرۃ ھل من خالق غیر اللّٰہ وکون ھذا قلیلا بالنسبۃ الٰی مقدورات اللّٰہ تعالٰی لایجدی نفعا فانہ کثیر بشیر فی نفسہ جدا فان الانسان لایحصی مالہ من العزمات فی یوم واحد فکیف فی عمرہ فکیف عزائم الاولین والاٰخرین من الانس والجن والملك وغیرھم فتخرج ھذہ الکثرۃ التی تفنی دون عد بعضھا الاعمار عن مخلوقات العزیز الغفار بلاواسطۃ وتدخل فی مخلوقات العبید فیکون جواب ھل من خالق غیر اللّٰہ بالایجاب والعیاذ باللّٰہ ای بلٰی ھناك الوف مؤلفۃ خالقون غیر اللّٰہ ولم تثبت المعتزلۃ اکثر من ھذا اذ شنع علیھم ائمتنا من مشائخ ماوراء النھر وغیرھم رحمھم اللّٰہ تعالٰی قائلین انھم اقبح من المجوس حیث ان المجوس لم یقولوا الا بخالقین اثنین فما اثبتوا الاشریکا واحدا والمعتزلۃ اثبتوا شرکاء لاتحصی وذلك انھا انما قالت بخلق العبد فعلہ الاختیاری وکل فعل اختیاری لابد لہ من عزم فعدد العزمات والافعال سواء بل ربما تکون العزمات اکثر اذ قد یعزم العبد علٰی فعل ثم یصرف عنہ فلا یقع قال سیدنا علی کرم اللّٰہ تعالٰی وجہہ عرفت ربی بفسخ العزائم فان کانت العزمات یشملھا اسم واحد وھو العزم فکذلك الافعال ینتظمھا اسم واحد وھو الفعل فلا طائل تحت ماقدم الشارح ویأتی اٰنفا للمصنف انہ یکفی اسناد جزئی واحد الی العبد وھو العزم بل لو فرضنا انہ واحد بالشخص فاللّٰہ تعالٰی متعال عن ان یشارکہ احد فی خلق

شیئ ولوجزئیا او احد اما اعتذار المصنف بان البراهین ای الاٰیات الناصة باختصاص الخلق به تعالٰی عمومات تحتمل التخصیص و قد اوجبه العقل اذ ارادة العموم فیها تستلزم الجبر المحض المستلزم لضیاع التکلیف و بطلان الامر و النهی و تعلق القدرة بلا تاثیر ای کما تقوله الاشاعرة لایدفعه لان موجب الجبر لیس سوی ان لاتاثیر لقدرة العبد فی ایجاد فعل اھ ملخصًا فاعترضه القاری فی منح الروض بان ذلك العزم المصمم داخل تحت الحکم المعمم اھ، **اقول** هذا من اعجب ما تسمع من الرد فابن الهمام متی انکر دخوله تحت العام ولو انکرہ فما کان یحوجه الی التخصیص بل النظر فیه بما تستمع بتوفیق الله تعالٰی **فاقول اولا** بل الاٰیات عمومات لاتحتمل التخصیص لاجماع ائمة السنة علی اجرائها علی سننها و ان الخلق مختص بالله تعالٰی لاحظ فیه للعبد فماذا ینفع کون اللفظ فی ذاته محتملا للخصوص مع الاجماع علی ان لاخصوص ومن کان فی ریب مما قلنا فلیأتنا بنقل من الصحابة او التابعین او من بعدهم من ائمة السنة المتقدمین قبل حدوث هؤلاء المتاخرین یکون فیه ان للعبد ایضًا قسطًا من الخلق و الایجاد ولن یأتی به حتی یجب القارظان ویمکن التکلف بارجاع ما للقاری الی هذا ای الاجماع قائم علی عدم التخصیص فذلك العزم ایضًا غیر مخرج من الحکم و **ثانیًا** لاحاجة بنا الی تخصیص النصوص و اثبات منصب افاضة الوجود لمن لاوجود له فی حد ذاته بل تندفع الحاجة علی ورد ان ما تزعمون اندفاعها ههنا باثبات تاثیر القدرة الحادثة فی شیئ دون الوجود کما هو مذهب الامام ابی بکر الباقلانی ان للانسان قدرة مؤثرة لکن لافی الوجود بل فی حال زائدة علی الوجود وقد ارتضاه جمع من المحققین ذاهبین الی ان تاثیرها فی القصد و القصد حال لاموجود ولا معدوم ای هو من الامور الاعتباریة التی وجودها بمناشیها ادالخلف فی المحال العقلی کما فی الفصول البدائع وغیرها فلیس افاضتها خلقا فانه افاضة الوجود بل هو احداث و الاحداث اهون من الخلق کما فی المسلم والفواتح وعلیه تدور کلمات الامام المحقق صدر الشریعة فی التوضیح و العلامة الشمس الفناری فی الفصول البدائع و تبعه العلامة قاسم تلمیذ المحقق ابن الهمام فی تعلیقاته علی المسایرة وغیرهم رحمهم الله تعالٰی و هم مع تنوع منازعهم یرجعون الی ذلك الحرف الواحد ولم اراحدا منهم یرضی بتخصیص العمومات اللهم الا ما حکی عن الامام ابی المعالی علی الاضطراب فیه فتارة یثبته و تارة ینفیه کما فی الیواقیت عن الشیخ ابی طاهر القزوینی بل الکلام فی ثبوته عنه کما سیأتی، و المنقول عن الحنفیة فی کتب المتاخرین هو هذا القدر اعنی ان للقدرة الحادثة اثرًا فی القصد اما انه خلق و ایجاد و النصوص مخصصة فکلا لایوجد هذا الا للمحقق و قد قال الامام صدر الشریعة فی التوضیح بعد ما استفرغ وسعه فی التوضیح و التنقیح فالحاصل ان مشائخنا رحمهم الله تعالٰی ینفون عن العبد قدرة الایجاد و التکوین فلاخالق ولامکون الا الله تعالٰی لکن یقولون ان للعبد قدرة ما علی وجه لایلزم منه وجود امر حقیقی لم یکن بل انما یختلف بقدرته النسب و الاضافات فقط کتعیین احد المتساویین و ترجیحه اھ فهذا نص صریح فی ان مذهب الحنفیة علی خلاف ما بحث المحقق ولولا انسحبه الکلام علی منوال الالتزام لقلت انه ابداه نقضًا علی القدریة اللئام بانه لوسلم ان الحاجة الی تصحیح التکلیف و الجزاء تؤدی الی ذلك ولابد فهی تندفع بشیئ واحد وهو القصد فلم قلتم فی جمیع الافعال بخالقیة العبد ولعمری هذا قاطع لهم لایمکنهم الخروج عنه، هذا و قال الامام محمد السنوسی رحمه الله تعالٰی فی شرح ام البراهین

مقدمته فی التوحید وبالجملة فلیعلم ان الکائنات کلها یستحیل منها الاختراع لاثر ما بل جمیعها مخلوق لمولٰنا جل وعز ومفتقر الیه اشد الافتقار ابتداء ودواما بلا واسطة فبهذا شهد البرهان العقلی ودل علیه الکتاب والسنة واجماع السلف الصالح قبل ظهور البدع ولا تقنع باذنیك لما ینقله بعض من اولع بنقل الغث والسمین عن مذهب بعض اهل السنة ممایخالف ماذکرناه لك فشد یدیك علی ماذکرناه فهو الحق الذی لاشك فیه ولایصح غیره واقطع تشوفك الی سماع الباطل تعش سعیدا وتمت ان شاء الله تعالٰی طیبا رشیدا والله المستعان اھ قال محشیه الفاضل محمد الدسوقی اشار بهذا الی ثلثة اقوال نقلت عن اهل السنة قول القاضی بتاثیر قدرة العبد فی حال الفعل وقول الاستاذ الاسفرائنی توثر فی اعتبار لان الاستاذ لایقول بالاحوال وقول امام الحرمین فی ذات الفعل علی وفق مشیئة الرب وهذه الاقوال غیر صحیحة لمخالفتها لاجماع السلف الصالح، فان قلت کیف یصح من هؤلاء الائمة مخالفة الاجماع قلت قال فی شرح الکبرٰی لایصح نسبتها الیهم بل هی مکذوبة عنهم ولئن صحت فانما قالوه فی مناظرة مع المعتزلة جر الیها الجدل اھ ملخصا، اقول اما مخالفة مانقل عن ابی المعالی للاجماع فظاهر وقد صح عنه خلافه کما ستسمع اما قول امام اهل السنة الباقلانی والاستاذ الامام ابی اسحٰق علی ما نقل ھٰهنا فلیس فیه رائحة خلاف مااستقر علیه الاجماع والاتفاق لما علمت انه لیس فی شیئ من الایجاد والتکوین علی الاطلاق وقال العلامة فی شرح المقاصد المشهور فیما بین القوم والمذکور فی کتبهم ان مذهب امام الحرمین ان فعل العبد واقع بقدرته وارادته کما هو رأی الحکماء وهذا خلاف ماصرح به الامام فیما وقع الینا من کتبه قال فی الارشاد اتفق ائمة السلف قبل ظهور البدع والاهواء علی ان الخالق هو الله ولاخالق سواه وان الحوادث کلها حدثت بقدرة الله تعالٰی من غیر فرق بین مایتعلق قدرة العباد به وبین مایتعلق فان تعلق الصفة لشیئ لایستلزم تاثیرها فیه کالعلم بالمعلوم والارادة[1] بفعل الغیر فالقدرة الحادثة لاتؤثر فی مقدورها اصلا واتفقت المعتزلة ومن تابعهم من اهل الزیغ علی ان

---

[1] اقول ارادة فعل الغیر وان لم تکن من الارادة المبحوث عنها اعنی صفة من شانها تخصیص احد المقدورین کما لایخفی بل بمعنی المحبة والهوی لکنه یرید الاستیضاح بصفات اخر الاتری انه ذکر العلم ثم التقیید بفعل الغیر لیکون اوضح واظهر والا فارادة فعل نفسه ایضا غیر مؤثرة فی الفعل انما شانها التخصیص والتاثیر شان القدرة کما نص علیه فی المسایرة غیر انه یتجه لهم الجواب بان الکلام فی القدرة ولیس من شانها الا التاثیر عند تعلق الارادة اما العلم والارادة فبمعزل عن التاثیر وکانه لهذا اعدل عنه الامام حجة الاسلام فی قواعد العقائد فاستند بنفس القدرة اذ یقول ولیس من ضرورة تعلق القدرة بالمقدور ان یکون بالاختراع فقط اذ قدرة الله تعالٰی متعلقة فی الازل بالعالم ولم یحصل الاختراع بها اذ ذاك وعند الاختراع تتعلق به نوعا اٰخر من التعلق فبطل ان القدرة تختص بایجاد المقدور اھ وانت تعلم ان القدرة انما تؤثر علی وفق الارادة وانما تعلقت الارادة فی الازل ان توجد الکائنات فی اوقاتها المخصوصة فیما لایزال فلا نسلم ان القدرة تعلقت مع العراء عن الاختراع بل اثرت واخترعت علی وفق الارادة اما ھٰهنا فتعلق بلاتاثیر اصلا فلم تکن الا اسما بلامسمی ولفظا بلامعنی وهذا احاصل ماناقشة به فی المسایرة اقول و

العباد موجدون لافعالهم مخترعون لها بقدرتهم ثم المتقدمون منهم كانوا يمنعون من تسمية العبد خالقا لقرب عهدهم باجماع السلف على انه لاخالق الا الله تعالى واجترأ المتأخرون فسموا العبد خالقا على الحقيقة هذا كلامه ثم اورد ادلة الاصحاب واجاب عن شبه المعتزلة وبالغ فى الرد عليهم وعلى الجبرية واثبت للعبد كسبا وقدرة مقارنة للفعل غير مؤثرة فيه اه فهذا اصرح نص على ان معتقده رحمه الله تعالى هو معتقد اهل السنة سواء بسواء فلم يبق احد تسايره المسايرة، اقول ولكن العجب كل العجب من العلامة بحر العلوم اللكنوى عفا الله تعالى عنا وعنه جنح فى الفواتح الى ما فى المسايرة مع تصريحه فيها قبله باسطر بما نصه (وما فهموا) اى المعتزلة بل هؤلاء الجهلة ايضا ان الامكان[1] ليس من شانه افاضة الوجود) فان من هو فى نفسه باطل الذات محتاج فى الواقعية الى الغير كل[2] على مولاه كيف يقدر على ايجاد الافعال من غير اختلال بالنظام الاجود وهذا ظاهر لمن له ادنى حدس من اصحاب العناية الالٰهى لكن من لم يجعل الله له نورا فما له من نور (وعند اهل الحق) اصحاب العناية الذين هم اهل السنة الباذلون انفسهم فى سبيل الله بالجهاد الاكبر (له قدرة كاسبة) فقط لاخالقة الخ فكيف رضى مع هذا بان جعل الممكن الباطل الذات خالقا لعزائمه مع ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لا ارى هذه العقدة تنفك الا باحد امرين، الاول ليست القدرة ما تؤثر حتما ولو مع الارادة ولا محيد عنه للمعتزلة ايضا الا ترى ان الكفرة بذلوا جهدهم فى ايذاء النبى صلى الله عليه وسلم وهموا بما لم ينالوا ورد الله الذين كفروا بغيظهم فانما القدرة صفة من شانها التاثير ولو تأثر مع الارادة لولا مانع وقد قال فى المسامرة شرح المسايرة اعلم ان الاشعرية لاينفون عن القدرة الحادثة الا التاثير بالفعل لا بالقوة لان القدرة الحادثة عندهم صفة شانها التأثير والايجاد لكن تخلف اثرها فى افعال العباد لمانع هو تعلق قدرة الله تعالى بايجادها كما حقق فى شرح المقاصد وغيره اه قلت وصرح به الآمدى ثم رأيت فى شرح المقاصد من بحث القدرة الحادثة من مقصد الاعراض نسبه له ولم يأت بتحقيق يزيد على ما مر، اقول وفيه حزازة والقلب لايطمئن به ولا يسكن اليه والا لكان كل انسان بل كل حيوان ولو اخس ما يكون واضعفه قادرا على الخلق والايجاد وان لم يتفق له ذلك لعروض مانع وهو سبقة الخلق الالٰهى وماذا تفعل الاشاعرة الاقدمون حيث يلزمهم ان لو قدر العبد على فعله لقدر على خلق الاجسام والجواهر اذ لا مصحح سوى الحدوث والامكان وهما مشتركان افتراهم قائلين ان كل انسان وحيوان حتى الخنافس والديدان يقدر على خلق السمٰوٰت والارض وان لم يقع لهم لسبقة خلق الله تعالى، وقد نص الاشعرية ان ليس للعبد من الفعل الا المحلية فتدبروا نصف والثانى ان الحادثة تحدث ولا تخلو وكفى به تاثيرا وهذا هو الذى حمل الحنفية والقاضى والاستاذ وجمعا من المحققين على القول بان للحادثة تاثيرا فيما دون الوجود والحق ان العقل لايستقل بادراك تلك الحقائق فنؤمن بما اتى به القراٰن وشهدت به الضرورة وادى اليه البرهان ان الفرق بين الانسان والحجر وبين حركتى البطش والارتعاش والصعود والهبوط والوثبة والسقوط بديهى وان ليس للانسان الا ما سعى وان لا خالق لشئ الا العلى الاعلى وان لا مشيئة للانسان الا بمشيئة الله تعالى ولا نزيد على هذا ولا نقتحم بحر الانقعر على سباحته والهادى ۱۲ منہ

[1] لعله استعمله بمعنى المحتاج وانما هو بمعنى الثقيل والله متعال ان يكون احد كلا عليه ۱۲ منہ [2] لعله من خطاء الناسخ والوجه الالٰهية ۱۲ منہ

قول التاثیر فی امر اعتباری کما کان یرأی عینیه وقد کان بینه هو بنفسه علی وجه کاف ولم یتعقبه فان کان مختارا ولا بد فکان اختیار ماعلیه جمع من المحققین ولیس فیه مخالفة نص ولا اجماع اولی واحری ولکن الله یفعل مایرید هذا وتلمیذ المحقق العلامة الکمال بن ابی شریف وابن سایرهھنا شیخه رحمهما الله تعالٰی لکنه اشار بعده الی ان هذا خلاف ماعلیه اهل السنة حیث قال فی المسامرة عند قول المصنف قدمنا ان للمکلف اختیارا او عزما یعمم مانصه (اختیارا) علی ماعلیه اهل السنه (اوعزما) علی ما اختاره المصنف اھ وتلمیذه الاخر العلامة الزین بن قطلوبغا فی تعلیقه علی المسایرة لم یرض به من اول الامر وقال للطریق الذی سلکه المصنف انه المرضی عنده الرفع للجبر ولم یندفع به سأُنبه علیه ثم اورد طریقا اختاره العلامة الفناری فی الفصول واقره ومحصله هو التاثیر فی الاعتباری ولولا غرابة المقام لاوردته مع مایرد علیه، **اقول** وبما ذکرنا ظهر ان الفرق بین ماساره فی المسایرة وقضی به القاضی کالفرق بین الغرب والشرق فما قال فی المسامرة ان حاصل کلام المصنف رحمه الله تعالٰی تعویل علی مذهب القاضی الباقلانی الخ وتبعه علی القاری فی منح الروض الازهر فقال ما اختاره هو قول الباقلانی من ائمة اهل السنه الخ فمما لا وجه له نعم انما وافقه فی لفظ وهو انه یکون منسوبا الیه تعالٰی من حیث هو حرکة والی العبد من حیث هو زنا ونحوه وقال القاضی قدرة الله تعالٰی تتعلق باصل الفعل وقدرة العبد بوصفه من کونه طاعة او معصیة فمتعلق تاثیر القدرتین مختلف کما فی لطم الیتیم تادیبا وایذاء فذات اللطم واقعه بقدرة الله تعالٰی وتاثیره وکونه طاعة علی الاول ومعصیة علی الثانی بقدرة العبد وتاثیرها لتعلق ذلک بعزمه المصمم اھ فانما الاشتراک فی نسبة صفة الفعل الی تاثیر قدرة العبد واین ماادعی المحقق من خلقه عزمه، **اقول** ماذکر من ان الصفة اثر قدرة العبد حق بلا مریة لکن لا علی الوجه الذی قرر المصنف بل الامر ان المولی تعالٰی اجری سنته بان العبد اذا اراد فعلا یخلقه الله تعالٰی فیه فالارادة بخلق الله تعالٰی والفعل بخلق الله تعالٰی ولیس للعبد من الخلق شیئ لکن کون الفعل ارادیا یتوقف علی ارادة العبد توقفا عقلیا قطعیا اذلو خلق الله فیه الفعل من دون ان یخلق فیه ارادة له لکان کحرکة الحجر بالتحریک فلم یکن ارادیا والفعل لا یکون طاعة ولا معصیة الا اذا کان ارادیا فهذه الصفة للفعل لا تحصل الا بارادتنا ای لکونه مصحوبا بارادة خلق الله تعالٰی فینا ولولا ذلک لم یکن طاعة ولا معصیة قطعا، ثم انی رأیت المحقق ذکر فی التحریر اما الحنفیة فالکسب صرف القدرة المخلوقة الی القصد المصمم فاثرها فی القصد ویخلق سبحنه الفعل عنده بالعادة فان کان القصد حالا غیر موجود ولا معدوم فلیس بخلق وعلیه جمع من المحققین وعلی نفیه فکذلک (ای لیس الکسب بخلق ایضا) علی ما قیل (ای قول صدر الشریعة) الخلق یقع به المقدور لا فی محل القدرة ویصح انفراد القادر بایجاد المقدور والکسب یقع به فی محلها ولا یصح انفراده بایجاده ولو بطلت هذه التفرقة (بین الخلق والکسب) علی تعذره (ای بطلانها) وجب تخصیص القصد المصمم من عموم الخلق بالعقل اھ باختصار مزید اما بین الهلالین من شرحه التقریر والتحبیر لتلمیذه المحقق ابن امیر حاج

رحمہما اللہ تعالٰی فقد ابان البون البین بین ما بحثہ فی المسایرۃ وبین ماذھب الیہ الامام القاضی وظہرت بحمد اللہ تعالٰی منہ علی فائدۃ نفیسۃ وھو انی کنت کتبت علی المسایرۃ قبل ھذا بنحو اربع سنین ما نصہ نرجو ان المصنف رحمہ اللہ تعالٰی رجع عنہ اذ لم یذکرہ فی فذلکۃ ما یعتقد ولا اما علیہ اھل السنۃ کما سیأتی ونرجو ان المولٰی سبحنہ وتعالٰی جعل ھذہ الزلۃ الواحدۃ وان عظمت مغمورۃ فیما اولاہ من بحار الحسنات الجمیلۃ ونسأل اللہ الثبات علی الحق وھدایۃ الصواب فی کل باب وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد والہ وسلم ابدا اٰمین اھ فبحمد اللہ تعالٰی قد حقق اللہ رجائی وظہر رجوع المحقق عن اختیار ما بحثہ اذ علقہ ھھنا علی تعذر التفرقۃ بین الخلق والکسب وصرح ببطلان التعذر فاذا بطل المبنی وجب تہدم البناء وللہ الحمد وتصنیف التحریر متأخر عن تالیف المسایرۃ کما لایخفٰی علی من طالعہ وذلک قولہ تعالٰی یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ والحمد للہ رب العٰلمین، **اما** ما اوردہ الشیخ القزوینی علی الامام ابی بکر الباقلانی کما نقلہ فی الیواقیت الامام الشعرانی مقرا علیہ انہ یقال لہ ھذہ الحال مقدورۃ للہ تعالٰی ام لا علی الثانی لامحالۃ تکون مقدورۃ للعبد وھو مذھب المعتزلۃ بعینہ وعلی الاول لم یکن للعبد شیئ البتۃ وذلک ھو مذھب الجبریۃ بعینہ فلا فائدۃ للتمسک بالحال اھ باختصار، **اقول** وتلک شکاۃ ظاھر عنک عارھا ؏ لما یتراأی ظاھرا ان ھذا سوال عام الورود لا محیص عنہ لشیئ من الاقوال فشان من اثبت للعبد ارادۃ الحادثۃ تاثیرا ما فی شیئ من عین او حال فیقال لہ کما قلتم فان قال ان ذلک الشیئ لیس مقدورا للہ تعالٰی فھو الاعتزال او قال مقدور لہ لم یبق للعبد شیئ وھو الجبر ومن لم یثبت کسادتنا الاشعریۃ فقد افصح بالشق الاخیر من الاول فیقال اذن لاشیئ للعبد البتۃ فھو الجبر بعینہ وذلک لانہ انما یرید انکم لجأتم الی ھذا نفیا للجبر فاذا اعترفتم انہ واقع بقدرۃ اللہ تعالٰی بقدرۃ العبد لاستحالۃ اجتماع مؤثرین علی اثر فقد انتفی الملجأ ولزم القرار علی ما منہ الفرار فالمعنی ھو الجبر بعینہ عنکم لنا، **اقول** نختار انہ مقدور اللہ تعالٰی بل ومرادہ ایضا لکن ارادان یرید العبد فیکون فلا جبر ولا اعتزال والی منحٰی ھذا ینحو ما فی المسایرۃ غایۃ ما فیہ انہ تعالٰی اقدرہ علی بعض مقدوراتہ تعالٰی کما انہ اعلمنا بعض معلوماتہ سبحٰنہ تفضلا الخ وبالجملہ لاتنافی بین کونہ مقدور اللہ تعالٰی ومقدور العبد باقدارہ حتی یقال لم یکن للعبد شیئ وایضا لایلزم من کونہا مقدورۃ للعبد الاعتزال لانہم یقولون بخالقیۃ العبد والخلق افاضۃ الوجود والحال غیر موجود ھذا ولیعلم انی لا ارید بالدفاع عن ھذا القول ان اقول بہ انما اقول انی لا اعلم ما یردہ من نص او اجماع اقدر او ان ھٰھنا ثلثۃ اشیاء حال بین عینین ارادۃ العبد وفعلہ وتعلقہا بہ فان لم یکن للعبد مدخل فی شیئ من ذلک خرج من البین قطعا وھو الجبر حقا کما الزم بہ الحنفیۃ الاشعریۃ بل قد نصت الاشاعرۃ انفسہم فی بحث عقلیۃ الحسن والقبح ان فعل العبد اضطراری غیر اختیاری فوجب ان لایوصف بحسن ولا قبح عقلا ونص الامام ابو الحسن الاشعری ان العبد محل الفعل فحسب وصرح کبراء الاشاعرۃ کالامام الفخر والعلامۃ سعد فی اٰخرین ان المال ھو الجبر وان العبد مجبور فی صورۃ

مختار، وتبعھم القاری فی منح الروض فجعلہ الانصاف ومن المعلوم قطعًا اجماعًا وسمعًا ان لیس للعبد شیئ من الایجاد فلو اراد اللہ کقولہ لیت الاخلق ربہ تبارک وتعالٰی فلم یبق الا التعلق المسمّی بالقصد فقالوا ھذا انما اقدرہ علیہ ربہ ولیس من الخلق فی شیئ کما عرفت فھذہ انواع سادات الحنفیۃ فی ھذا الباب اما انا فکما ذکرت فی الفیوض الملکیۃ تعلیقات کتابی الدولۃ المکیۃ، لست ممن یخوض فی ھذا وانما ایمانی وللہ الحمد ما ثبت بالقراٰن واجمع علیہ الفریقان وشھدت بہ البداھۃ وادی الیہ البرھان ان لاجبر ولاتفویض ولکن امر بین امرین وسرت اسرد فیہ الکلام الی ان قلت فالتکلیف حق والجزاء حق والحکم عدل والاعتراض کفر والاستبداد ضلال والتجرجنون والجنون فنون ولاحجۃ لاحد علی اللہ تعالٰی فلما فعل للہ الحجۃ البالغۃ لایسئل عما یفعل وھم یسئلون فھذا ایماننا وان سئلنا عما وراءہ قلنا لاندری ولاکلفنا بہ ولانخوض بحر الانقدر علی سباحتہ نسأل اللہ الثبات علی دین الحق وسنۃ احبتہ والحمد للہ رب العٰلمین اھ۔ وثالثًا الخلق لغۃ وعرفًا وشرعًا ھو الایجاد بالاختیار، قال تعالٰی الایعلم من خلق فافاد ان العلم لازم للخلق وذلک ھو الایجاد بالقصد فان الموجب لایجب ان یعلم الموجب من جہۃ کونہ موجبا وان علم علمہ من جہۃ اخری واما ما نوزع فیہ بان الدلالۃ بالتتمۃ وھو اللطیف الخبیر، فاقول کونہ لطیفا خبیرا کاف فلولم یکف الخالقیۃ لکان التمام من خلق مستدرکا علا انہ قد تواتر من القراء الوقف علی من خلق فھی جملۃ مستقلۃ وتوقف لھا علی ما بعدھا والحق ان الکل دلیل مستقل فلو کان قصدنا بخلقنا لکان بقصدنا وکل احد یعلم من وجد انہ انما یرید الفعل لا انہ یرید ان یریدثم یرید، ھٰرابعًا، لایخالف علی حتی المعتزلی ان الارادۃ الکلیۃ فینا لیس بخلقنا بل خلق ربنا خالق القول والقدر فلایکون لنا ان کان الا القصد الجزئی

اقول، ولیست کلیۃ الارادۃ المخلوقۃ فی عبد انھا نوع تحتہ افراد بل ھی صفۃ شخصیۃ قائمۃ بشخص وانما کلیتھا بمعنی الاطلاق عن التعلقات فکلما تعلقت بمقدور معین سمیت جزئیۃ فما القصد الجزئی الا خصوص تعلق تلک الصفۃ الشخصیۃ بفعل شخصی والتعلق امراضافی لاوجود لہ فی الاعیان فان اسند الی العبد لم یکن فی شیئ من الخلق فلم یعدلتم عن قول الحنفیۃ وملتم الی تخصیص النصوص، وخامسًا ھب ان القصد بالقصد فلابد من الانتہاء الی قصد لیس بالقصد والاتسلسل فی الاعیان لانہ وجودی عندکم واذا انتھی الامر الی الایجاب انتفی الاختیار لزم الفرار علی ما کان منہ الفرار اما قولھم الوجوب بالاختیار لاینافی الاختیار بل یحققہ، اقول لیس ھذا وجوبا بالاختیار بل اختیار بالوجوب ای لایستطیع ان لایختار وھو ینافی الاختیار بمعنی التمکن من الترک قطعًا فیعود المحذور وارد علی القائلین بالتاثیر فی الحال ایضًا ولامحیص بما قالوا ان القصد اعتباری فلیتسلسل وذلک لانہ فی المبدء محال ولو فی

ف اقول وھنا دلیلان اٰخران یمکن لہ الجواب عنھما، فالسادس، وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ فمشیئنا لیست بمشیئنا بل بمشیئۃ ربنا، والسابع، ورفعوا واالعقد اجماع المسلمین علی قولھم ماشاء اللہ کان ومالم یشاء لم یکن فلولم یشاء مشیئنا لما کانت لکن کانت فقد شاءھا والجواب عنھما مشیئنا بمشیئنا المشیئۃ ان تکون بمشیئنا وبحیث الاول ان المعنی لاتشاؤن شیئا من افعالکم الا ماشاء اللہ ان یخلقہ عند مشیئتکم ۱۲ منہ

للاعتبارات، اقول لان سر تجویزہ هو انقطاعه بانقطاع الاعتبار، وههنا حیث انقطع انقطع ما تحته لانعدام العلة فینعدم
الفعل ولا بان قصد القصد عین القصد فان المحتاج کیف یکون عین المحتاج الیه ولا بانه عدمی فلا یحتاج الی مؤثر فان کل
متجدد لا غناء له عن مؤثر ولو عدمیا کالعمی ولا بان اختیار المختار لا یعلل کایجاب الموجب، اقول نعم لا یسأل لم خصص هذا
لا ذاك کما حققته فی رسالتی "الانهار المنجح للترجیح بدون مرجح" التی الفتها بعد ورود هذا الاستفتاء اما نفس التخصیص
فمتجدد ولیس له عن المؤثر محیص، فان قال الکل لا نرید بالاختیاری الا ما یقع بالاختیار او عند الاختیار وان لم یکن الاختیار
بالاختیار، قلنا ان دفع قول الاشعری ان فعل العبد اضطراری ولکن این المحیص من ثبوت الحجة للعبد فی المعاصی فانه یقول
ما خلقت وانما قصدت وما کان قصدی ایضا باختیاری فما ذنبی، واعلم ان الکلام ههنا ینجر الی عویصة اخری امرّ وادهی
لا تحل بانامل الافکار الا بتوفیق العزیز الغفار ولصعوبة هذا سکت عنه مثل السید الشریف فی موضعین من شرح المواقف
والتزم مصیبة الجبر فی الخواتم والعیاذ بالله تعالی وتتبعت کلمات المتکلمین والاصولیین من جمیع مظان هذا البحث فاجتمعت
لی منها ثمانیة اجوبة لا غناء فی شیئ منها ثم المولی سبحنه وتعالی فتح بفضله وهدانی للجواب الحق کما اوردت کل ذلك فی رسالتی
تجبیر الجبر بتقصیم الجبر التی الفتها بعد ورود هذا الاستفتاء وقبل ان انهی الجواب عنه فلنکل هذا البحث الیها ولنفیض فیما کنا فیه
فنقول لهم تبین ان ما زعمتم ان الحاجة تندفع به فما حملکم علی تخصیص النصوص، وانت تعلم ان هذا کما یکفی للرد علی
المحقق رحمه الله تعالی کذالك لرد کل ما یدعی العبد خالقا له من فعل او عزم او غیر ذالك للخلاص من هذه الورطة الظلماء
فان الکلام یجری فی الکل ولا یزال یتسلسل الا بالانتهاء الی الالجاء وهذا ما نقل فی شرح المقاصد وغیرہ عن المحققین ان المآل
هو الجبر فثبت بالبرهان ان اسناد خلق شیئ ما الی العبد مع کونه مخالفا للقرآن العظیم والاجماع القدیم والدین القویم
لا یسمن ولا یغنی من جوع فوجب حمل کلام الله تعالی علی عمومه والایمان بان لا خالق الا الله تعالی ثم البداهة شاهدة بالفرق
بین البطش والرعشة فلا جبر ولا تفویض ولکن امر بین امرین ولا یلزم للعلم بحقیة شیئ العلم بحقیقته کما بینته فی تلج الصدر لایمان
القدر، وهذا هو العلم الموروث عن رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم ومن رام فوقه فانما یروم خرط القتاد اقول بین
الدلیل القاطع علی بطلان کل کلام یراد به حل هذه العقدة ما تواتر عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم من نهیه الامة
حتی اجلة صحابته الکرام الذین کانوا اعقل واعلم وافهم من کل من بعدهم عن الخوض فیه وقد اخرج الطبرانی
فی الکبیر عن ثوبان رضی الله تعالی عنه مولی رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم قال اجتمع اربعون من الصحابة
رضی الله تعالی عنهم ینظرون فی القدر والجبر منهم ابوبکر وعمر رضی الله تعالی عنهما فنزل الروح الامین جبریل علیه
الصلٰوة والسلام فقال یا محمد اخرج علی امتك فقد احدثوا فخرج صلی الله تعالی علیه وسلم ملتمعا لونه متوردة وجنتاه
کانما تفقأ بحب الرمان الحامض فنهضوا الی رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم حاسرین اذرعهم ترعد اکفهم و
اذرعهم فقالوا تبنا الی الله ورسوله فقال اولی لکم ان کدتم لتوجبون اتانی الروح الامین فقال اخرج الی امتك

یا محمد فقد احدثت امر افتریٰ ان ھذا الغضب الشدید والنھی الاکید کان لان ابابکر و عمر و سائر الصحابۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم لم یکونوا اھلا لان یعرفوا کلمۃ سھلۃ خفیفۃ ان العزم لکم والباقی لہ بکم او غیر ذلک ممایزعمہ زاعم کلا بل ھو دلیل قاطع علی ان الامر سر لا تبلغہ العقول ولا یحیط بہ البیان وان لا خیر للامۃ فی کشفہ علیھم والا لما ضن اللّٰہ بہ و رسولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فالحق الناصح ماعلیہ ائمۃ السلف ان الامر بین لا ولا، ولا مصدر لنا الاٰن فوق ذالک وما نحن من المتکلفین الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

بالجملہ یہ بحث کہ نصوص کے خلاف اجماع کے خلاف اشعریہ کے خلاف حنفیہ کے خلاف وجدان کے خلاف برہان کے خلاف ہے، کیا عقیدۂ اہل سنت ہوسکتی ہے، یا امام ابن الہمام کا یہ عقیدہ ہے حاش للّٰہ، **عقیدہ** وہی ہے جو خود جبّار رب عزوجل نے فرمایا، ھل من خالق غیر اللّٰہ اور فرمایا، الا لہ الخلق والامر اور فرمایا افمن یخلق کمن لایخلق اور فرمایا لا یخلقون شیئا وھم یخلقون **عقیدہ** وہی ہے جو خود امام ابن الہمام نے اسی اصل کے آغاز میں لکھا کہ، ان اللّٰہ لاخالق سواہ، **عقیدہ** وہی ہے جو خود امام ممدوح نے اسی کتاب مسایرہ کے آخر میں لکھا، جہاں عقائد اہل سنت کی فہرست دی اور تادم مرگ اس پر اپنے ثابت قدم رہنے کی دعا کی کہ فرماتے ہیں، ولنختم الکتاب بایضاح عقیدۃ اھل السنۃ والجماعۃ وھی انہ تعالٰی واحد لاشریک لہ منفرد بخلق الذوات وافعالھا الی ان قال علیہ رحمۃ ذی الجلال، واللّٰہ سبحنہ نسألہ من عظیم جودہ وکرمہ ان یتوفانا علی یقین ذالک مسلمین انہ ذوالفضل العظیم وھو حسبنا ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم، **عقیدہ** وہ ہے جو امام صدر الشریعہ کی توضیح سے گزرا۔

(یہ رسالہ ناقص ملا۔)

السوء والعقاب علی المسیح الکذاب

۱۳۲۰

مسئلہ: از امرتسر کٹرہ گربا سنگھ کوچہ ٹنڈا شاہ مرسلہ جناب مولانا مولوی محمد عبدالغنی صاحب واعظ ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

باسمہ سبحانہ، مستفتی نے ظاہر کیا کہ ایک شخص نے درانحالیکہ مسلمان تھا ایک مسلمہ سے نکاح کیا، زوجین ایک عرصہ تک باہم معاشرت کرتے رہے اولاد بھی ہوئی اب کسی قدر عرصہ سے شخص مذکور "مرزا قادیانی" کے مریدوں میں منسلک ہوکر صبغ عقاید کفریہ مرزائیہ سے مصطبغ ہوکر علی رؤس الاشہاد ضروریات دین سے انکار کرتا رہتا ہے سو مطلوب عن الاظہار یہ ہے کہ شخص مذکور شرعاً مرتد ہوچکا اور اس کی منکوحہ اس کی زوجیت سے علیحدہ ہوچکی اور منکوحہ مذکورہ کا کل مہر معجل مؤجل مرتد مذکور کے ذمہ، اولاد صغار اپنے والد مرتد کی ولایت سے نکل چکی یا نہ۔ بیّنوا توجروا۔

خلاصہ جوابات امرتسر: ۱۔ شخص مذکور بباعث آنکہ ہم عقیدہ مرزا کا ہے جو باتفاق علمائے دین کافر ہے مرتد ہوچکا منکوحہ زوجیت علیحدہ ہوچکی کل مہر بذمہ مرتد واجب الادا ہوچکا مرتد کو اپنی اولاد صغار پر ولایت نہیں۔ ابومحمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ۔

۲۔ شک نہیں کہ "مرزا قادیانی" اپنے آپ کو رسول اللہ نبی اللہ کہتا ہے اور اس کے مرید اس کو نبی مرسل جانتے ہیں اور دعوی نبوت کا بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بالاجماع کفر ہے جب اس طائفہ کا ارتداد ثابت ہوا پس مسلمہ ایسے شخص کے نکاح سے خارج ہوتی ہے عورت کو مہر ملنا ضروری ہے اور اولاد کی ولایت بھی ماں کا حق ہے۔ عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی۔

۳۔ لاشک فی ارتداد من نسب السمریزم الذی ھو من اقسام السحر الی الانبیاء علیہم السلام واھان روح اللہ عیسٰی بن مریم علیہما السلام وادعی النبوۃ وغیرھا من الکفریات کالمرزا فنکاح المسلمۃ لاشک فی فسخہ لکن لہا المہر والاولاد الصغار۔ ابوالحسن غلام مصطفٰی عفی عنہ۔

۴۔ شک نہیں کہ مرزا کے معتقدات کا معتقد مرتد ہے نکاح منفسخ ہوا اولاد عورت کو دی جائے گی عورت کامل مہر لے سکتی ہے۔ ابومحمد یوسف غلام محی الدین عفی عنہ۔

۵۔ انچہ علمائے کرام از عرب وہند وپنجاب در تکفیر مرزا قادیانی ومعتقدان وے فتوے دادہ اند ثابت وصحیح ست قادیانی خود را نبی ومرسل یزدانی قرار میدہد وتوہین وتحقیر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام وانکار معجزات شیوہ اوست کہ از تحریر اتش پر ظاہر ست (نقل عبارات ازالہ کہ از رسائل مرزا ست) احقر عباد اللہ العلی واعظ محمد عبدالغنی۔

۶۔ احقر العباد خدا بخش امام مسجد شیخ خیر الدین۔

۷۔ شک نہیں کہ مرزا قادیانی مدعی نبوت و رسالت ہے (نقل عبارات کثیرہ ازالہ وغیرہا تحریرات مرزا) پس ایسا شخص کافر ہوگیا میرا وجدان یہی کہتا ہے کہ اسکو خدا پر بھی ایمان نہیں۔ ابوالوفا ثناء اللہ عفاہ اللہ مصنف تفسیر ثنائی امرتسری۔

۸۔ قادیانی کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ضروریات دین سے انکار ہے نیز دعوی رسالت کا بھی چنانچہ (ایک غلطی کا ازالہ میں

اس نے صراحۃً لکھا ہے کہ میں رسول ہوں لہذا غلام احمد اور اسکے معتقدین بھی کافر بلکہ اکفر ہوئے۔ مرتد کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔ اولاد صغار والد کے حق سے نکل جاتی ہے پس مرزائی مرتد سے اولاد لے لینی چاہئے اور مہر معجل اور مؤجل لے کر عورت کو اس سے علیحدہ کرنا چاہئے ابوتراب محمد عبدالحق امرتسر بازار صابونیان۔

۹۔ مرزائی مرتد ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منکر معجزات کو مسمریزم تحریر کیا ہے مرزا کافر ہے مرزا سے جو دوست ہو یا اس کے دوست سے دوست وہ بھی کافر مرتد ہے صاحبزادہ صاحب سید ظہور الحسن قادری فاضلی سجادہ نشین حضرت سادات جیلانی بٹالہ شریف

۱۰۔ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد نبوت و رسالت کا دعوٰی اور ضروریات دین کا انکار بیشک کفر و ارتداد ہے ایسے شخص پر قادیانی ہو یا غیر مرتدوں کے احکام جاری ہوں گے۔ نور احمد عفی عنہ۔

از جناب مولانا مولوی محمد عبدالغنی صاحب امرتسری باسم سامی حضرت عالم اہلسنت دام ظلہم العالی۔

بخدمت شریف جناب فیض مآب قامع فساد و بدعات دافع جہالت و ضلالات مفخر العلماء الحنفیہ قاطع اصول الفرقۃ الضالۃ النجدیہ مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب متعنا اللہ لبعلہ تحفہ تحیات و تسلیمات مسنونہ رسانیدہ مکشوف ضمیر مہر انجلا آنکہ چوں دریں بلاد از مدت مدیدہ بہ ظہور دجال کذاب قادیانی فتور و فساد برخاستہ است بموجب حکم آزادگی بہیچ صورتے در جنگ علماء آں دہری راہزن دین اسلام نمی آید اکنوں ایں واقعہ در خانہ یک شخص حنفی شد کہ زنے مسلمہ در عقد شخصے بودہ آں مرد مرزائی گردید زن مذکورہ از و بے ایں کفریات شنیدہ گریز نمودہ بخانہ پدر رسید لہذا برائے آں و برائے سد آئندہ و تنبیہ مرزائیاں فتوئے ہذا طبع کردہ آئید امید کہ آنحضرت ہم بہر و دستخط شریف خود مزین فرمائید کہ باعث افتخار باشد سفیر از ندوہ کدام مولوی غلام محمد ہوشیار پوری وارد امرتسر از مدت دو ماہ شدہ است فتوئے ہذا نزد وے فرستادم مشار الیہ دستخط ننمود و گفت اگر دریں فتوے دستخط کنم ندوہ از من بیزار شود غالش بدہن ازیں جہت مردمان بلدہ را بسیار بدظنی در حق ندوہ می شود زیادہ چہ نوشتہ آید جزاکم اللہ عن الاسلام والمسلمین ط الملقس بندہ کثیر المعاصی واعظ محمد عبدالغنی از امرتسر کڑہ گربا سنگھ کوچہ ٹنڈا شاہ۔

الجواب: الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ وعلی الہ وصحبہ المکرمین عندہ رب انی اعوذبک من همزٰت الشیٰطین واعوذبک رب ان یحضرون۔ اللہ عزوجل دین حق پر استقامت عطا فرمائے اور ہر ضلال و وبال و نکال سے بچائے قادیانی مرزا کا اپنے آپ کو مسیح و مثل مسیح کہنا تو شہرہ آفاق ہے اور بحکم آنکہ ع "عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو"

فقیر کو بھی اس دعوٰی سے اتفاق ہے مرزا کے مسیح و مثل مسیح ہونے میں اصلاً شک نہیں مگر لا واللہ نہ مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوۃ اللہ بلکہ مسیح دجال علیہ اللعن والنکال پہلے اس ادعائے کاذب کی نسبت سہارنپور سے سوال آیا تھا جس کا ایک مبسوط جواب ولد اعز فاضل نوجوان مولوی حامد رضا خاں محمد حفظہ اللہ تعالٰی نے لکھا اور بنام تاریخی الصارم الربانی علی اسراف القادیانی مسمّٰی کیا یہ رسالہ حامی سنن ماحی فتن ندوہ شکن ندوی فگن مکرمنا قاضی عبدالوحید صاحب حنفی فردوسی صین عن الفتن نے اپنے رسالہ مبارکہ تحفہ حنفیہ میں کہ عظیم آباد سے ماہوار شائع ہوتا ہے طبع فرمادیا بحمد اللہ تعالٰی اس شہر میں مرزا کا فتنہ نہ آیا اور اللہ عزوجل قادر ہے کہ کبھی نہ لائے اس کی تحریرات یہاں نہیں ملتیں مجیب ہفتم نے جو اقوال ملعونہ اس کی کتابوں سے بہ نشان صفحات نقل کئے مثیل مسیح ہونے کے ادعا کو شناعت و نجاست میں ان سے کچھ

نسبت نہیں ان میں صاف صاف انکار ضروریات دین اور بوجوہ کثیرہ کفر وارتداد مبین ہے فقیر ان میں سے بعض کی اجمالی تفصیل کرے۔

کفر اوّل مرزا کا ایک رسالہ ہے جس کا نام ایک غلطی کا ازالہ ہے اس کے صفحہ ۶ پر لکھتا ہے میں احمد ہوں جو آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں مراد ہے آیہ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیح ربانی عیسٰی بن مریم روح اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ عزّوجل نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے توریت کی تصدیق کرتا اور اس رسول کی خوشخبری سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لانے والا ہے جس کا نام پاک احمد ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ازالہ کے قول ملعون مذکور میں صراحۃً ادعا ہوا کہ وہ رسول پاک جنکی جلوہ افروزی کا مژدہ حضرت مسیح لائے معاذ اللہ مرزا قادیانی ہے۔

کفر دوم۔ توضیح مرام طبع ثانی صفحہ ۹ پر لکھتا ہے کہ میں محدث ہوں اور محدث[1] بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔

کفر سوم۔ دافع البلا مطبوعہ ریاض ہند صفحہ ۹ پر لکھتا ہے سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

کفر چہارم۔ عجیب بنجم نے نقل کیا و نیز میگوید کہ خدائے تعالٰی نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی ان اقوال خبیثہ میں اولاً کلام الٰہی کے معنی میں صریح تحریف کی کہ معاذ اللہ آیہ کریمہ میں یہ شخص مراد ہے نہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **ثانیاً** نبی اللہ ورسول اللہ وکلمۃ اللہ عیسٰی روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افترا کیا کہ وہ اس کی بشارت دینے کو اپنا تشریف لانا بیان فرماتے تھے **ثالثاً**۔ اللہ عزوجل پر افترا کیا کہ اس نے عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس شخص کی بشارت دینے کے لئے بھیجا اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون ۰ بیشک جو لوگ اللہ عزوجل پر جھوٹ بہتان اٹھاتے ہیں فلاح نہ پائیں گے اور فرماتا ہے انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون ۰ ایسے افترا وہی باندھتے ہیں جو بے ایمان کافر ہیں **رابعاً**۔ اپنی گڑھی ہوئی کتاب براہین غلامیہ کو اللہ عزوجل کا کلام ٹھہرایا کہ خدائے تعالٰی نے براہین احمدیہ میں یوں فرمایا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون ۰ خرابی ہے انکے لئے جو اپنے ہاتھوں کتاب لکھیں پھر کہہ دیں یہ اللہ کے پاس سے ہے تاکہ اسکے بدلے کچھ ذلیل قیمت حاصل کریں سو خرابی ہے انکے لئے انکے لکھے ہاتھوں سے اور خرابی ہے انکے لئے اس کمائی سے ان سب سے قطع نظر ان کلمات ملعونہ میں صراحۃً اپنے لئے نبوت ورسالت کا ادعائے قبیحہ ہے اور وہ باجماع قطعی کفر صریح ہے فقیر نے رسالہ جزی اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ ۱۳۱۷ خاص اسی مسئلے میں لکھا اور اس میں

---

[1] لا الٰہ الا اللہ لقد کذب عدو اللہ ایھا المسلمون سید المحدثین امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں کہ انھیں کے واسطے حدیث محدثین آئی انہیں کے صدقے میں ہم نے اس پر اطلاع پائی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا قد کان فیما مضٰی قبلکم من الامم اناس محدثون فان یکن فی امتی منھم احد فانہ عمر بن الخطاب اگلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے یعنی فراست صادقہ والہام حق والے اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہوگا تو وہ ضرور عمر ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ رواہ احمد والبخاری عن ابی ھریرۃ واحمد ومسلم والترمذی والنسائی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما فاروق اعظم نے نبوت کے کوئی معنی نہ پائے صرف ارشاد آیا لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب اگر میرے بعد کوئی نبی ہوسکتا تو عمر ہوتا رواہ احمد والترمذی والحاکم عن عقبۃ بن عامر والطبرانی فی الکبیر عن عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما مگر پنجاب کا محدث حادث کہ حقیقۃً نہ محدث ہے نہ محدث یہ ضرور ایک معنی پر نبی ہوگیا الا لعنۃ اللہ علی الکذبین والعیاذ باللہ رب العلمین

آیت قرآن عظیم اور ایک سو دس حدیثوں اور تیس نصوص کو جلوہ دیا۔ اور ثابت کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا انکے زمانہ میں خواہ انکے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال و باطل جاننا فرض اجل وجزء ایقان ہے۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین نص قطعی قرآن ہے اس کا منکر نہ منکر بلکہ شک کرنیوالا نہ شاک کہ ادنٰی ضعیف احتمال خفیف سے توہم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی النیران ہے نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اسکے اس عقیدۂ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہونے میں شک و تردّد کو راہ دے وہ بھی کافر بیّن الکفر جلی الکفران ہے۔ قول دوم وسوم میں شائد وہ یا اس کے اذناب آج کل کے بعض شیاطین سے سیکھ کر تاویل کی آڑ لیں کہ یہاں نبی و رسول سے معنی لغوی مراد ہیں یعنی خبردار یا خبردہندہ اور فرستادہ مگر یہ محض ہوس ہے اولاً صریح لفظ میں تاویل نہیں سنی جاتی فتاوٰی خلاصہ و فصول عمادیہ و جامع الفصولین و فتاوٰی ہندیہ وغیرہا میں ہے واللفظ للعمادی قال قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم یرید بہ من پیغام می برم یکفر یعنی اگر کوئی اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہے یا کہے میں پیغمبر ہوں اور مراد یہ لے کہ میں کسی کا پیغام پہنچانے والا ایلچی ہوں کافر ہوجائیگا امام قاضی عیاض کتاب الشفا فی تعریف حقوق المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرماتے ہیں قال احمد بن ابی سلیمٰن صاحب سحنون رحمہما اللہ تعالٰی فی رجل قیل لہ لا وحق رسول اللہ فقال فعل اللہ برسول اللہ کذا وکذا وذکر کلاماً قبیحاً فقیل لہ ماتقول یاعدو اللہ فی حق رسول اللہ فقال لہ اشد من کلامہ الاول ثم قال انما اردت برسول اللہ العقرب فقال ابن ابی سلیمٰن للذی سألہ اشھد علیہ وانا شریکک یرید فی قتلہ وثواب ذالک قال حبیب بن الربیع لان ادعاءہ التاویل فی لفظ صراح لایقبل یعنی امام احمد بن ابی سلیمان تلمیذ و رفیق امام سحنون رحمہما اللہ تعالٰی سے ایک مردک کی نسبت کسی نے پوچھا کہ اس سے کہا گیا تھا رسول کے حق کی قسم اس نے کہا اللہ رسول اللہ کے ساتھ ایسا ایسا کرے اور ایک بدکلام ذکر کیا کہا گیا اے دشمن خدا تو رسول اللہ کے بارے میں کیا بکتا ہے تو اس سے بھی سخت تر لفظ بکا پھر بولا میں نے تو رسول اللہ سے بچھو مراد لیا تھا۔ امام ابن ابی سلیمٰن نے مستفتی سے فرمایا تم اس پر گواہ ہو جاؤ اور اسے سزائے موت دلانے اور اس پر جو ثواب ملیگا اس میں میں تمہارا شریک ہوں یعنی تم حاکم شرع کے حضور اس پر شہادت دو اور میں بھی سعی کرونگا کہ ہم تم دونوں بحکم حاکم اسے سزائے موت دلانے کا ثواب عظیم پائیں۔ امام حبیب بن ربیع نے فرمایا یہ اس لئے کہ کھلے لفظ میں تاویل کا دعوٰی مسموع نہیں ہوتا مولانا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں ثم قال انما اردت برسول اللہ العقرب فانہ ارسل من عند الحق وسلط علی الخلق تاویلا للرسالۃ العرفیۃ بالارادۃ اللغویۃ وھو مردود عند القواعد الشرعیۃ یعنی وہ جو اس مردک نے کہا کہ میں نے بچھو مراد لیا اسطرح اس نے رسالت عرفی کو معنی لغوی کی طرف ڈھالا کہ بچھو کو بھی خدا ہی نے بھیجا اور خلق پر مسلط کیا ہے اور ایسی تاویل قواعد شرع کے نزدیک مردود ہے علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں۔ ھذا حقیقۃ معنی الارسال وھذا مما لاشک فی معناہ وانکارہ مکابرۃ لکنہ لایقبل من قائلہ ادعاؤہ انہ مرادہ لبعدہ غایۃ البعد وصرف اللفظ عن ظاھرہ لایقبل کما لو قال انت طالق قال اردت محلولۃ غیر مربوطۃ لایلتفت لمثلہ ویعد ھذیانا اھ ملتقطا۔ یعنی یہ لغوی معنی جن کی طرف اس نے ڈھالا امر ور بلاشک حقیقی معنی ہیں اس کا انکار ہٹ دھرمی ہے بایں ہمہ قائل کا ادعا مقبول نہیں کہ اس نے یہ معنی لغوی مراد لئے تھے اس لئے کہ یہ تاویل نہایت دور از کار ہے اور لفظ کا اس کے معنی ظاہر سے پھیرنا مسموع نہیں ہوتا جیسے کوئی اپنی عورت کو کہے تو طالق ہے اور کہے میں نے تو یہ مراد لیا تھا کہ تو کھلی ہوئی ہے

بند ھی نہیں ہے (کہ لغت میں طالق کشادہ کو کہتے ہیں) تو ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا اور اسے ہذیان سمجھا جائیگا۔ ثانیاً وہ بالیقین ان الفاظ کو اپنے لئے مدح و فضل جانتا ہے نہ ایک ایسی عام بات کہ ؎

دندان تو جملہ در دہانند   چشمان تو زیر ابروانند

کوئی عاقل بلکہ نیم پاگل بھی ایسی بات کو جو ہر انسان ہر بھنگی چمار بلکہ ہر جانور بلکہ ہر کافر مرتد میں موجود ہو محل مدح میں ذکر نہ کریگا اس میں اپنے لئے فضل و شرف جانیگا بھلا کہیں براہین غلامیہ میں یہ بھی لکھا کہ سچا خدا وہی ہے جس نے مرزا کی ناک میں دو نتھنے رکھے مرزا کے کان میں دو گھونگے بنائے یا خدا نے براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ اس عاجز کی ناک ہونٹوں سے اوپر اور بھوؤں کے نیچے ہے کیا ایسی بات لکھنے والا پورا مجنوں پکا پاگل نہ کہلایا جائیگا اور شک نہیں کہ وہ معنی لغوی یعنی کسی چیز کی خبر رکھنا یا دینا یا بھیجا ہوا ہونا ان مثالوں سے بھی زیادہ عام ہیں بہت جانوروں کے ناک کان بھویں اصلاً نہیں ہوتیں مگر خدا کے بھیجے ہوئے وہ بھی ہیں اللہ نے انھیں عدم سے وجود نر کی پیٹھ سے مادہ کے پیٹ سے دنیا کے میدان میں بھیجا جس طرح اس مردک خبیث نے بچھو کو رسول بمعنی لغوی بنایا۔ مولوی معنوی قدس سرہ القوی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

کل یوم ھو فی شان بخوان   مرد بیکار و بے فعلے مدان

کمتریں کارش کہ آں رب احد   روزے سہ لشکر روانہ میکند

لشکرے زاصلاب سوئے امہات   تا بروید در رحمہا شان نبات

لشکرے زارحام سوئے خاکدان   تا زنر و مادہ پر گردد جہان

لشکرے از خاکداں سوئے اجل   تا ببیند ہر کسے حسن عمل

حق عزوجل فرماتا ہے فارسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم۔ ہم نے فرعونیوں پر بھیجے طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈکیں اور خون۔ کیا مرزا ایسی ہی رسالت پر فخر رکھتا ہے جیسے ٹڈی اور مینڈک اور جوں اور کتے اور سور سب کو شامل مانے گا۔ ہر جانور بلکہ ہر حجر و شجر بہت علوم سے خبردار ہے اور ایک دوسرے کو خبر دینا بھی صحاح احادیث سے ثابت حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی ان کی طرف سے فرماتے ہیں: ؎

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم   با شما نامحرماں ما خامشیم

اللہ عزوجل فرماتا ہے وان من شیئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد کے ساتھ اسکی تسبیح نہ کرتی ہو مگر ان کی تسبیح تمھاری سمجھ میں نہیں آتی۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں مامن شیئ الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ الجن والانس کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے اللہ کا رسول نہ جانتی ہو سوا کافر جن اور آدمیوں کے رواہ الطبرانی فی الکبیر عن یعلی بن مرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وصححہ خاتم الحفاظ۔ حق سبحانہ تعالٰی فرماتا ہے فمکث غیر بعید فقال احطت بما لم تحط بہ وجئتک من سبا بنبا یقین ٥ کچھ دیر ٹھہر کر ہُدہُد بارگاہ سلیمانی میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے ایک بات وہ معلوم ہوئی ہے جس پر حضور

کو اطلاع نہیں اور میں خدمت عالی میں ملک سبا سے ایک یقینی خبر لیکر حاضر ہوا ہوں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما من صباح ولا رواح الا وبقاع الارض ینادی بعضہا بعضا یاجارۃ ھل مربك الیوم عبد صالح صلی علیك اوذکر اللہ فان قالت نعم رأت ان لھا بذلك فضلا کوئی صبح اور شام ایسی نہیں ہوتی کہ زمین کے ٹکڑے ایک دوسرے کو پکار کر نہ کہتے ہوں کہ اے ہمسائے آج تیری طرف کوئی نیک بندہ ہو کر نکلا جس نے تجھ پر نماز پڑھی یا ذکر الٰہی کیا اگر وہ ٹکڑا جواب دیتا ہے کہ ہاں تو وہ پوچھنے والا ٹکڑا اعتقاد کرتا ہے کہ اسے مجھ پر فضیلت ہے رواہ الطبرانی فی الاوسط وابو نعیم فی الحلیۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ تو خبر لکھنا خبر دینا سب کچھ ثابت ہے کیا مرزا ہر اینٹ پتھر ہر بت پرست کافر ہر ریچھ بندر ہر کتے سور کو بھی اپنی طرح نبی و رسول کہے گا ہرگز نہیں تو صاف روشن ہوا کہ معنی لغوی ہرگز مراد نہیں بلکہ یقیناً وہی شرعی و عرفی رسالت و نبوت مقصود اور کفر وارتداد یقینی قطعی موجود۔ و بعبارۃ اخری معنی کے چار ہی قسم ہیں لغوی شرعی عرفی عام یا خاص یہاں عرف عام تو بعینہٖ وہی معنی شرعی ہے جس پر کفر قطعاً حاصل اور ارادۂ لغوی کا ادعا یقیناً باطل اب یہی رہا کہ فریب دہی عوام کو یوں کہہ دے کہ میں نے اپنی خاص اصطلاح میں نبی و رسول کے معنی اور رکھے ہیں جن میں مجھے سگ و خوک سے امتیاز بھی ہے اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وصف نبوت میں اشتراک بھی نہیں مگر حاش للہ ایسا باطل ادعا اصلا شرعاً عقلاً عرفاً کسی طرح باد شتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا ایسی جگہ لغت و شرع و عرف عام سب سے الگ اپنی نئی اصلاح کا مدعی ہونا قابل قبول ہو تو کبھی کسی کافر کی کسی سخت سی سخت بات پر گرفت نہ ہو سکے کوئی مجرم کسی معظم کی کیسی ہی شدید توہین کرکے مجرم نہ ٹھہر سکے کہ ہر ایک کو اختیار ہے اپنی کسی اصطلاح خاص کا دعوٰی کر دے جس میں کفر و توہین کچھ نہ ہو کیا زید کہہ سکتا ہے خدا دو ہیں جب اس پر اعتراض ہو کہہ دے میری اصطلاح میں ایک کو دو کہتے ہیں کیا عمرو جنگل میں سور کو بھاگتا دیکھ کر کہہ سکتا ہے وہ قادیانی بھاگا جاتا ہے جب کوئی مرزائی گرفت چاہے کہہ دے میری مراد وہ نہیں جو آپ سمجھے میری اصطلاح میں ہر بھگوڑے یا جنگلی کو قادیانی کہتے ہیں اگر کہیے کوئی مناسبت بھی تو جواب دے کہ اصطلاح میں مناسبت شرط نہیں لامشاحۃ فی الاصطلاح آخر سب جگہ منقول ہی ہونا کیا ضرور لفظ مرتجل بھی ہوتا ہے جس میں معنی اول سے مناسبت اصلاً منظور نہیں مع ہذا قادی بمعنی جلدی کنندہ ہے یا جنگل سے آنے والا قاموس میں ہے قدت قادیۃ جاء قوم قد اقحموا من البادیۃ والفرس قد یانا اسرع قادیان اسکی جمع اور قادیانی اسکی طرف منسوب یعنی جلدی کرنے والوں یا جنگل سے آنے والوں کا ایک اس مناسبت سے میری اصطلاح میں ہر بھگوڑے جنگلی کا نام قادیا دیانی ہوا کیا زید کی وہ تقریر کسی مسلمان یا عمرو کی یہ توجیہ کسی مرزائی کو مقبول ہو سکتی ہے حاشا و کلا کوئی عاقل ایسی بناوٹوں کو نہ مانے گا بلکہ اسی پر کیا موقوف یوں اصطلاح خاص کا ادعا مسموع ہو جائے تو دین و دنیا کے تمام کارخانے درہم برہم ہوں عورتیں شوہروں کے پاس سے نکل کر جس سے چاہیں نکاح کر لیں کہ ہم نے تو ایجاب و قبول، نہ کیا تھا اجازت لیتے وقت ہاں کہا تھا ہماری اصطلاح ہاں بمعنی (ہوں) یعنی کلمۂ زجر و انکار ہے۔ لوگ بیعنامے لکھ کر رجسٹری کرا کر جائدادیں چھین لیں کہ ہم نے تو بیع نہ کی تھی بیچنا لکھا تھا ہماری اصطلاح میں عاریت یا اجارے کو بیچنا کہتے ہیں الٰی غیر ذلك من فسادات لا تحصی تو ایسی جھوٹی تاویل والا خود اپنے معاملات میں اُسے نہ مانے گا کیا مسلمان کو زن و مال اللہ و رسول[1] سے زیادہ پیارے ہیں کہ جورو اور جائداد کے باب میں تاویل نہ سُنے اور اللہ و رسول کے معاملے میں ایسی ناپاک بناوٹیں قبول کر لیں لا الٰہ الا اللہ مسلمان ہرگز ایسے مردود بہانوں پر التفات بھی نہ کریں گے

---

[1] جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

انھیں اللہ و رسول اپنی جان اور تمام جہان سے زیادہ عزیز ہیں وللہ الحمد جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خود ان کا رب جل وعلا قرآن عظیم میں ایسے بیہودہ عذروں کا دربار جلا چکا ہے فرماتا ہے قل لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم ان سے کہہ دو بہانے نہ بناؤ بیشک تم کافر ہوچکے ایمان کے بعد والعیاذ باللہ تعالٰی رب العالمین ہ۔

ثالثاً کفر چہارم میں امتی و نبی کا مقابلہ صاف اسی معنی شرعی وعرفی کی تعیین کر رہا ہے۔ رابعاً کفر اول میں تو کسی چھوٹے ادعائے تاویل کی بھی گنجائش نہیں آیت میں قطعاً معنی شرعی ہی مراد ہیں نہ لغوی نہ اس شخص کی کوئی اصطلاح خاص اور اسی کو اس نے اپنے نفس کیلئے مانا تو قطعاً یقیناً بمعنی شرعی ہی اپنے نبی اللہ و رسول اللہ ہونے کا مدعی اور ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کا منکر اور باجماع قطعی جمیع امت مرحومہ مرتد و کافر ہوا سچ فرمایا۔ سچے خدا کے سچے رسول سچے خاتم النبیین محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ عنقریب میرے بعد آئیں گے ثلثون دجالون کذابون کلھم یزعم انہ نبی تیس دجال کذاب کہ ہر ایک اپنے کو نبی کہے گا وانا خاتم النبیین لانبی بعدی حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اٰمنت اٰمنت صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم اسی لئے فقیر نے عرض کیا تھا کہ مرزا ضرور مثیل مسیح ہے صدق بلکہ مسیح دجال کا کہ ایسے مدعیوں کو یہ لقب خود بارگاہ رسالت سے عطا ہوا والعیاذ باللہ رب العالمین۔

کفر پنجم۔ دافع البلاء ص۱ پر حضرت مسیح علیہ الصلٰوۃ والسلام سے اپنی برتری کا اظہار کیا ہے۔

کفر ششم۔ اسی رسالہ کے ص۱۷ پر لکھا ہے سے ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

کفر ہفتم۔ اشتہار معیار الاخیار میں لکھا ہے میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں یہ ادعا بھی باجماع قطعی کفر وارتداد یقینی ہیں فقیر نے اپنے فتوے مسمّٰی بہ دال رافضۃ میں شفا شریف امام قاضی عیاض وروضہ امام نووی وارشاد الساری امام قسطلانی وشرح عقائد نسفی وشرح مقاصد امام تفتازانی واعلام امام ابن حجر مکی ومنح الروض علامہ قاری وطریقہ محمدیہ علامہ برکوی وحدیقہ ندیہ مولٰی نابلسی وغیرہا کتب کثیرہ کے نصوص سے ثابت کیا ہے کہ باجماع مسلمین کوئی ولی کوئی غوث کوئی صدیق بھی کسی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا جو ایسا کہے قطعاً اجماعاً کافر ملحد ہے از انجملہ شرح صحیح بخاری شریف میں ہے النبی افضل من الولی وھوامر مقطوع بہ والقائل بخلافہ کافر لانہ معلوم من الشرع بالضرورۃ یعنی ہر نبی ہر ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اسکے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضروریات دین سے ہے) کفر ہفتم میں اسے ایک لطیف تاویل کی گنجائش تھی کہ یہ لفظ (نبیوں) بتقدیم نون نہیں بلکہ (بنیوں) بہ تقدیم باہے یعنی بھنگی درکنار کہ خود ان کے تو لال گرو کا بھائی ہوں ان سے تو افضل ہوا ہی چاہوں میں تو بعض بنیوں سے بھی افضل ہوں کر انھوں نے صرف آٹے دال میں ڈنڈی ماری اور یہاں وہ ہتھ پھیری کی کہ بیسیوں کا دین ہی اڑ گیا۔ مگر افسوس کہ دیگر تصریحات نے اس تاویل کی جگہ نہ رکھی۔

کفر ہشتم۔ ازالہ ص۳ پر حضرت مسیح علیہ الصلٰوۃ والسلام کے معجزات کو جن کا ذکر خداوند تعالٰی بطور احسان فرماتا ہے مسمریزم لکھ کر کہتا ہے اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا یہ کفر متعدد کفروں کا خمیرہ ہے معجزات کو مسمریزم کہنا ایک کفر کہ اس تقدیر پر وہ معجزہ نہ ہوئے بلکہ معاذ اللہ ایک کسبی کرشمے ٹھہرے۔ اگلے کافروں نے بھی ایسا ہی کہا تھا

حق عزوجل فرماتا ہے اذ قال اللّٰہ یٰعیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلا واذ علمتک الکتب والحکمۃ والتورٰۃ والانجیل واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی واذ کففت بنی اسرآءیل عنک اذ جئتھم بالبینٰت فقال الذین کفروا منھم ان ھذا الا سحر مبین ۵ جب فرمایا اللہ سبحانہ نے اے مریم کے بیٹے یاد کر میری نعمتیں اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تجھے قوت بخشی لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر کا ہوکر اور جب میں نے تجھے سکھایا لکھنا اور علم کی تحقیق باتیں اور توریت وانجیل اور جب تو بناتا مٹی سے پرند کی سی شکل میری پروانگی سے پھر تو اُس میں پھونکتا تو وہ پرند ہوجاتی میرے حکم سے اور تو چنگا کرتا مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری اجازت سے اور جب تو قبروں سے جِیتا نکالتا مُردوں کو میرے اذن سے اور جب میں نے یہود کو تجھ سے روکا جب تو انکے پاس یہ روشن معجزے لیکر آیا تو اُن میں کے کافر بولے یہ تو نہیں مگر کھلا جادو مسمریزم بنایا یا جادو کہا بات ایک ہی ہوئی یعنی الٰہی معجزے نہیں کسبی ڈھکوسلے ہیں ایسے ہی منکروں کے خیال ضلال کو حضرت مسیح کلمۃ اللہ صلی اللہ تعالٰی علی سیدہ وعلیہ وسلم نے بار بار بتاکید رد فرمادیا تھا اپنے معجزات مذکورہ ارشاد کرنے سے پہلے فرمایا انی قد جئتکم باٰیۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر الاٰیۃ میں تمہارے پاس رب کی طرف سے معجزے لایا کہ میں مٹی سے پرند بناتا اور پھونک مار کر اُسے جلاتا اور اندھے اور بدن بگڑے کو شفا دیتا اور خدا کے حکم سے مردے جلاتا اور جو کچھ گھر سے کھاکر آؤ اور جو کچھ گھر میں اٹھا رکھو وہ سب تمہیں بتاتا ہوں اور اسکے بعد فرمایا ان فی ذٰلک لاٰیۃ لکم ان کنتم مؤمنین ۵ بے شک ان میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لاؤ پھر مکرر فرمایا جئتکم باٰیۃ من ربکم فاتقوا اللّٰہ واطیعون ۵ میں تمہارے رب کے پاس سے معجزہ لایا ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ مگر جو عیسٰی کے رب کی نہ مانے وہ عیسٰی کی کیوں ماننے لگا یہاں تو اُسے صاف گنجائش ہے کہ اپنی بڑائی بھی کرتے ہیں۔ ع "کس نگوید کہ دوغ من ترش ست" ۔

پھر ان معجزات کو مکروہ جاننا دوسرا کفر یہ کہ کراہت اگر اس بنا پر ہے کہ وہ فی نفسہٖ مذموم کام تھے جب تو کفر ظاہر ہے قال اللّٰہ تعالٰی تلک الرسل فضلنا بعضھم علٰی بعض یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اسی فضیلت کے بیان میں ارشاد ہوا واٰتینا عیسی ابن مریم البینٰت وایدنٰہ بروح القدس اور ہم نے عیسٰی بن مریم کو معجزے دیئے اور جبریل سے اسکی تائید فرمائی اور اگر اس بنا پر ہے کہ وہ کام اگرچہ فضیلت کے تھے مگر میرے منصب اعلٰی کے لائق نہیں تو یہ وہی نبی پر اپنی تفضیل ہے ہر طرح کفر وارتداد قطعی سے مفر نہیں پھر ان کلمات شیطانیہ میں مسیح کلمۃ اللہ صلی اللہ تعالٰی علی سیدہ وعلیہ وسلم کی تحقیر تیسرا کفر ہے اور ایسی ہی تحقیر اس کلام ملعون کفر ششم میں تھی اور سب سے بڑھ کر اس کفر ہفتم میں ہے کہ ازالہ ص۱۶۱ پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت لکھا بوجہ مسمریزم کے عمل کرنے کے تنویر باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجے پر بلکہ قریب ناکام ہے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون الا لعنۃ اللّٰہ علی اعداء انبیاء اللّٰہ وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی انبیائہ وبارک وسلم ہر نبی کی تحقیر مطلقاً کفر قطعی ہے جس کی تفصیل سے شفا شریف وشروح شفا وسیف مسلول امام تقی الملۃ والدین سبکی وروضۂ امام نووی ووجیز امام کردری واعلام امام ابن حجر مکی وغیرہا تصانیف ائمہ کرام کے دفتر گونج رہے ہیں نہ کہ نبی بھی کون نبی مرسل نہ کہ مرسل بھی کیسا مرسل اولوالعزم نہ کہ تحقیر

بھی کتنی کہ مسمریزم کے سبب نور باطن نہ نور باطن بلکہ دینی استقامت نہ دینی استقامت بلکہ نفس توحید میں بھی کم درجہ بلکہ ناکام رہے اس ملعون قول لعن اللہ قائلہ وقابلہ نے اولوالعزمی در رسالت ونبوت درکنار اس عبداللہ وکلمۃ اللہ وروح اللہ علیہ وصلوٰۃ اللہ وسلام وتحیات اللہ کے نفس ایمان میں کلام کردیا اس کا جواب ہمارے ہاتھ میں کیا ہے سوا اس کے کہ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعدلھم عذابا مھینا ۔ بیشک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اسکے رسول کو ان پر اللہ نے لعنت کی دنیا وآخرت میں اور انکے لئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

کفر دھم ۔ ازالہ ص ۶۲۹ پر لکھتا ہے ایک زمانے میں چارسو نبیوں کی پیش گوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے یہ صراحۃً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب ہے عام اقوام کفار لعنہم اللہ کا کفر حضرت عزت عزجلالہ نے یوں ہی تو بیان فرمایا کذبت قوم نوح المرسلین ہ کذبت عاد المرسلین ہ کذبت ثمود المرسلین ہ کذبت قوم لوط المرسلین ہ کذبت اصحب لئیکۃ المرسلین ہ ائمہ کرام فرماتے ہیں جو نبی پر اس کی لائی ہوئی بات میں کذب جائز ہی مانے اگرچہ وقوع نہ جانے باجماع کفر ہے نہ کہ معاذ اللہ چارسو انبیاء کا اپنے اخبار بالغیب میں کہ وہ مزور اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے واقع میں جھوٹا ہوجانا شفا شریف میں ہے من دان بالوحدانیۃ وصحۃ النبوۃ ونبوۃ نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولکن جوز علی الانبیاء الکذب فیما اتوا بہ ادعی فی ذٰلک المصلحۃ بزعمہ اولم یدعھا فھو کافر باجماع یعنی جو اللہ تعالٰی کی وحدانیت نبوت کی حقانیت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو باینہمہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ان کی باتوں میں کذب جائز مانے خواہ بزعم خود اس میں کسی مصلحت کا ادعا کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاتفاق کافر ہے ظالم نے چارسو کہہ کر گمان کیا کہ اس نے باقی انبیاء کو تکذیب سے بچالیا حالانکہ یہی آیتیں جو ابھی تلاوت کی گئی ہیں شہادت دے رہی ہیں کہ اس نے آدم نبی اللہ سے محمد رسول اللہ تک تمام انبیائے کرام علیہم افضل الصلاۃ والسلام کو کاذب کہہ دیا کہ ایک رسول کی تکذیب تمام مرسلین کی تکذیب ہے۔ دیکھو قوم نوح وہود و صالح ولوط وشعیب علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک ہی ایک نبی کی تکذیب کی تھی مگر قرآن نے فرمایا قوم نوح نے سب رسولوں کی تکذیب کی عاد نے کل پیغمبروں کو جھٹلایا ثمود نے جمیع انبیاء کو کاذب کہا قوم لوط نے تمام رسل کو جھوٹلایا ایکہ والوں نے سارے نبیوں کو دروغ گو کہا یوں ہی واللہ اس قائل نے نہ صرف چارسو بلکہ جملہ انبیاء ومرسلین کو کذاب مانا فلعن اللہ من کذب احدا من انبیائہ وصلی اللہ تعالٰی علٰی انبیائہ ورسلہ والمؤمنین بھم اجمعین وجعلنا منھم وحشرنا فیھم وادخلنا معھم دار النعیم بجاھھم عندہ وبرحمتہ بھم ورحمتالھم بنا انہ ارحم الراحمین والحمد للہ رب العٰلمین

طبرانی معجم کبیر میں وبر حنفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں انی اشھد عدد تراب الدنیا ان مسیلمۃ کذاب بیشک میں ذرہ ہائے خاک تمام دنیا کی برابر گواہیاں دیتا ہوں کہ مسیلمۃ (جس نے زمانۂ اقدس میں ادعائے

---

[1] یہ اس کی پیش بندی ہے کہ یہ کذاب اپنی بڑ میں ہمیشہ پیشگوئیاں ہانکتا رہتا ہے اور بعنایت الٰہی وہ آئے دن جھوٹی پڑا کرتی ہیں تو یہاں یہ بتانا چاہتا ہے کہ پیشگوئی غلط پڑنی کچھ شانِ نبوت کے خلاف نہیں معاذ اللہ اگلے انبیاء میں بھی ایسا ہوتا ہے۔ اینہم برعلم

نبوت کیا تھا) کذاب ہے۔ وانا اشھد معك یارسول اللّٰہ اور محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ عالم پناہ کا یہ ادنٰی کتا بعدد وانہائے ریگ وستارہائے آسمان گواہی دیتا ہے اور میرے ساتھ تمام ملائکہ سمٰوات وارض وحاملان عرش گواہ ہیں او خود عرش عظیم کامالک گواہ ہے وکفٰی باللّٰہ شھیدا کہ ان اقوال مذکورہ کا قائل بیباک کافر مرتد کذاب ناپاک ہے اگر یہ[1] اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو واللہ واللہ وہ یقیناً کافر اور جو اس کے اُن اقوال یا ان کے امثال پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر ندوہ مخذولہ اور اس کے اراکین کہ صرف طوطے کی طرح کلمہ گوئی پر مدار اسلام رکھتے اور تمام بددینوں گمراہوں کو حق پر جانتے خدا کو سب سے یکساں راضی مانتے سب مسلمانوں پر مذہب سے لادعوے دینا لازم کرتے ہیں جیسا کہ ندوہ کی روداد اول ودوم ورسالہ اتفاق وغیرہا میں مصرح ہے ان اقوال پر بھی اپنا وہی قاعدہ ملعونہ مجرد کلمہ گوئی نیچریت کا اعلٰی نمونہ جاری رکھیں اس کی تکفیر میں چون وچرا کریں تو وہ بھی کافر وہ اراکین بھی کفار مرزا کے پیرو اگرچہ خود ان اقوال انجس الابوال کے معتقد نہ بھی ہوں مگر جب کہ صریح کفر و کھلے ارتداد دیکھتے سنتے پھر مرزا کو امام وپیشوا ومقبول خدا کہتے ہیں قطعاً یقیناً سب مرتد ہیں سب مستحق نار شفا شریف میں ہے نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ المسلمین من الملل او وقف فیھم او شك یعنی ہم ہر اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو کافر کو کافر نہ کہے یا اس کی تکفیر میں توقف کرے یا شک رکھے شفا شریف نیز فتاوٰی بزازیہ ودرر وغرر وفتاوٰی خیریہ ودرمختار ومجمع الانہر وغیرہا میں ہے من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے یقیناً خود کافر ہے اور جو شخص باوصف کلمہ گوئی وادعائے اسلام کفر کرے وہ کافروں کی سب سے بدتر قسم مرتد کے حکم میں ہے ہدایہ ودرمختار وعالمگیری وغرر وملتقی الابحر ومجمع الانہر وغیرہا میں ہے صاحب الھوٰی ان کان یکفر فھو بمنزلۃ المرتد فتاوٰی ظہیریہ وطریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ وبرجندی شرح نقایہ وفتاوٰی ہندیہ میں ہے ھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام بعینہ مرتدین کے احکام ہیں اور شوہر کے کفر کرتے ہی عورت نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے۔ اب اگر بے اسلام لائے اپنے اس قول ومذہب سے بغیر توبہ کئے بالعد اسلام وتوبہ عورت سے بغیر نکاح جدید کئے اس سے قربت کرے زنائے محض ہو جو اولاد ہو یقیناً ولد الزنا ہو یہ احکام سب ظاہر اور تمام کتب میں دائر وسائر ہیں فی الدر المختار عن غنیۃ ذوی الاحکام مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل و النکاح واولادہ اولاد زنا اور عورت کا کل مہر اس کے ذمہ عائد ہونے میں بھی شک نہیں جب کہ خلوت صحیحہ ہو چکی ہو کہ ارتداد کسی دین کو ساقط نہیں کرتا فی التنویر وارث کسب اسلامہ وارثہ المسلم بعد قضاء دین اسلامہ وکسب ردتہ فیئ بعد قضاء دین ردتہ اور معجل تو فی الحال آپ ہی واجب الادا ہے رہا مؤجل وہ ہنوز اپنی اجل پر رہے گا۔ مگر یہ کہ مرتد بحال ارتداد ہی مرجائے یا دار الحرب کو چلا جائے اور حاکم شرع حکم فرمادے کہ وہ دار الحرب سے ملحق ہوگیا اس وقت مؤجل بھی فی الحال واجب الادا ہوجائے گا اگرچہ اجل موعود میں دس بیس برس باقی ہوں فی الدر ان حکم القاضی بلحاقہ حل دینہ فی رد المحتار لانہ باللحاق صار من اھل الحرب وھم اموات فی حق احکام الاسلام فصار کالموت الا انہ لایستقر لحاقہ الا بالقضاء لاحتمال العود واذا تقرر موتہ تثبت الاحکام

[1] یہ اقوال دوسرے کے منقول تھے اس فتوے کے بعد مرزا کی بعض نئی تحریریں خود نظر سے گزریں جن میں قطعی کفر بھرے ہیں بلاشبہہ وہ یقیناً کافر مرتد ہے۔ ۱۲

المتعلقۃ بھکما ذکر نہر اولاد صغار مزور اس کے قبضے سے نکال لی جائیگی حذر اعلی دینہم الاتری انہم صرحوا بنزع الولد من الام الشفیقۃ المسلمۃ ان کانت فاسقۃ والولد یعقل یخشی علیہ التخلق بسیرھا الذمیمۃ فما ظنک بالاب المرتد والعیاذ باللہ تعالٰی قال فی ردالمحتار الفاجرۃ بمنزلۃ الکتابیۃ فان الولد یبقی عندھا الی ان یعقل الادیان کما سیأتی خوفا علیہ من تعلمہ منہا ما تفعلہ فکذا الفاجرۃ الخ وانت تعلم ان الولد لا یحضنہ الاب الا بعد ما بلغ سبعا اوتسعا وذلک عمر العقل قطعا فیحرم الدفع الیہ ویجب النزع منہ وانما احوجنا الی ھذا لان الملک لیس بید الاسلام والا[1] فالسلطان این یبقی المرتد حتی یبحث عن حضانتہ الاتری الی قولہم لاحضانۃ لمرتدۃ لانہا تضرب وتحبس کلیو م فانی تتفرغ للحضانۃ فاذا کان ھذا فی المحبوس فما ظنک بالمقتول ولکن انا للہ وانا الیہ راجعون ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مگر ان کے نفس یا مال میں بدعوے ولایت اس کے تصرفات موقوف رہینگے اگر پھر اسلام لے آیا اور اس مذہب ملعون سے توبہ کی تو وہ تصرف سب صحیح ہوجائیں گے اور اگر مرتد ہی مرگیا یا دارالحرب کو چلا گیا تو باطل ہوجائیں گے فی الدرالمختار یبطل منہ اتفاقا ما یعتمد الملۃ وھی خمس النکاح والذبیحۃ والصید والشھادۃ والارث ویتوقف منہ اتفاقا ما یعتمد المساواۃ وھو المفاوضۃ او ولایۃ متعدیۃ وھو التصرف علی ولدہ الصغیر ان اسلم نفذ وان ھلک اولحق بدارالحرب وحکم بلحاقہ بطل اھ مختصرا نسأل اللہ الثبات علی الایمان وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وعلیہ التکلان ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا والہ وصحبہ اجمعین۔ اٰمین واللہ تعالٰی اعلم۔

محمد وصی احمد
ناصر دین

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری
عبدالمصطفٰی احمد رضا خاں

جب العوار عن مخدوم بہار

۱۳۳۹

مسئلہ از داناپور مرسلہ محمد حنیف خاں ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

بخدمت فیضدرجت جناب اعلٰحضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی۔ گذارش یہ ہے کہ اسمٰعیل نے چمار کے لفظ سے مثال دی۔ یہاں کے غیر مقلد کہتے ہیں کہ مخدوم صاحب نے بھنگی سے مثال دی ہے اسکا کیا جواب ہے۔ حضور کا کوئی رسالہ یا فتوی ہے اس بارے میں یا نہیں۔

---

[1] فان السلطان الاسلام مامور بقتلہ لا یجوز لہ ابقاؤہ بعد ثلثۃ ایام ۱۲ منہ

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

اولاً۔ کوئی کتاب یا رسالہ کسی بزرگ کے نام منسوب ہونا اس سے ثبوت قطعی کو مستلزم نہیں۔ بہت رسالے خصوصاً حضرات اکابر چشت کے نام منسوب ہیں۔ جس کا اصلاً ثبوت نہیں۔

ثانیاً۔ کسی کتاب کا ثابت ہونا اس کے ہر فقرے کا ثابت ہونا نہیں۔ بہت اکابر کی کتابوں میں الحاقات ہیں جنکا مفصل بیان کتاب الیواقیت والجواہر امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میں ہے۔ خصوصاً حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کلام میں تو الحاقات کی گنتی نہیں کھلے ہوئے صریح کفر بھر دیئے ہیں جس پر درمختار میں علامہ مفتی ابوالسعود سے نقل کیا تیقنا ان بعض الیھود افتریھا علی الشیخ قدس اللہ سرہ، ہم کو یقین ہے کہ شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ پر یہ عبارتیں بعض یہودیوں نے گڑھ دی ہیں حضرت مخدوم صاحب ہی کی کتاب عقائد ترجمہ عمدۃ الکلام میں ہے۔ قریش اعلٰی جد مصطفٰی بود واو دو پسر داشت یکے را نام ہاشم بود ودوم را نام تیم پیغامبر از نسل ہاشم است وابوبکر از نسل تیم است۔ کوئی جاہل سا جاہل ایسی بات کہہ سکتا ہے۔ کہ ہاشم کے باپ کا نام قریش تھا۔ اور ان کے دو بیٹے تھے۔ ایک ہاشم دوسرا تیم۔ ہم ہرگز ایسی نسبت بھی مخدوم صاحب کی طرف نہیں مان سکتے ضرور کسی جاہل کا الحاق ہے۔ نہ کہ معاذ اللہ۔ توہین شان رسالت یہ وہابیہ ہی میں سے کسی کا الحاق ہے۔

ثالثاً۔ امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔ لاتجوز نسبۃ مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق نعم یجوز ان یقال قتل ابن ملجم علیا وقتل ابولولوءۃ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فان ذلک ثبت متواتراً فلا یجوز ان یری المسلم بفسق اوکفر من غیر تحقیق یعنی کسی مسلمان کی طرف کسی کبیرہ کی نسبت بلا تحقیق حرام ہے۔ ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم نے مولٰی علی اور ابولولوء نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو شہید کیا کہ یہ تواتر سے ثابت ہے تو کسی مسلمان کی طرف بلاتحقیق کفر یا فسق کی نسبت اصلاً جائز نہیں۔ اس کے بعد وہ احادیث ذکر فرمائیں جن سے ثابت ہے کہ کسیکو کافر کہنے والا خود کافر ہوجاتا ہے، اگر وہ کافر نہ تھا۔ یونہیں فسق کیطرف نسبت کرنیوالا فاسق ہوجاتا ہے اگر وہ فاسق نہ تھا۔ کتاب کا چھپ جانا اسے متواتر نہیں کردیتا کہ چھاپے کی اصل وہ نسخہ ہے جو کسی الماری میں ملا اس سے نقل کرکے کاپی ہوئی سیدھی صاف باتوں میں کسی کتاب سے کہ ظنی طور پر کسی بزرگ کی طرف منسوب ہو۔ اسناد اور بات ہے۔ اور ایسے امر میں جسے مسند کلمۂ کفر بنایا اور اس سے توہین شان رسالت کے جواز پر سند لانا ہے۔ اس پر اعتماد اور بات، علماء کے نزدیک ادنٰی درجہ ثبوت یہ تھا کہ ناقل کیلئے مصنف تک سند مسلسل متصل بذریعۂ ثقات ہو۔ خطیب بغدادی بطریق عبدالرحمٰن سلمی امیر المومنین **عمر فاروق اعظم** رضی اللہ عنہ سے راوی کہ فرمایا اذا وجد احدکم کتابا فیہ علم لم یسمعہ عن عالم فلیدع باناء وماء فلینقعہ فیہ حتی یختلط سوادہ فی بیاضہ جب تم میں کوئی ایک کتاب پائے جس میں علم کی بات ہے اور اسے کسی عالم سے نہ سنا تو برتن میں پانی منگا کر وہ کتاب اس میں ڈبو دے کہ سیاہی سپیدی سب ایک ہوجائے۔ فتاوی حدیثیہ میں امام زین الدین عراقی سے ہے نقل الانسان مالیس لہ بہ روایۃ غیر سائغ بالاجماع عند اھل الدرایۃ یعنی علمائے کرام کا اجماع ہے کہ آدمی جس بات کی سند متصل نہ رکھتا ہو اس کا نقل اسے حلال نہیں۔ ہاں اگر اس کے پاس نسخۂ صحیحہ معتمدہ ہو کہ خود اس نے یا کسی ثقہ معتمد نے خود اصل نسخہ مصنف سے مقابلہ کیا یا اس نسخۂ صحیحہ معتمدہ سے جس کا مقابلہ اصل نسخۂ مصنف یا اور

ثقہ نے کیا وسائط زیادہ ہوں تو سب کا اسی طرح کے معتمدات ہونا معلوم ہو تو یہ بھی ایک طریقہ روایت ہے۔ اور ایسے نسخہ کی عبارت کو مصنف کا قول بتانا جائز۔ فتاوٰی حدیثیہ میں ہے قالوا ما وجد فی نسخۃ من تصنیف فان وثق بصحۃ النسخۃ ثقۃ بان قابلھا المصنف اوثقۃ غیرہ بالاصل اوبفرع مقابل بالاصل وھکذا اجاز الجزم بنسبتھا الی صاحب ذٰلک الکتاب وان لم یوثق لم یجز یعنی علماء نے فرمایا جو عبارت کسی تصنیف کے کسی نسخہ میں ملے اگر صحت نسخہ پر اعتماد ہے یوں کہ اس نسخہ کو خود مصنف یا اور کسی ثقہ نے خاص اصل مصنف سے مقابلہ کیا ہے یا اس نسخہ سے جسے اصل پر مقابلہ کیا تھا۔ یونہی اس ناقل تک جب تو یہ کہنا جائز ہے کہ مصنف نے فلاں کتاب میں یہ لکھا ورنہ جائز نہیں۔ مقدمہ امام ابوعمرو بن الصلاح میں عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے کہ انھوں نے اپنے صاحبزادے ہشام سے فرمایا۔ تم نے لکھ لیا۔ کہا ہاں۔ فرمایا۔ مقابلہ کرلیا۔ کہا۔ نا۔ فرمایا لم تکتب تم نے لکھا ہی نہیں۔ اسی میں امام شافعی و یحیٰی بن ابی کثیر سے ہے کہ دونوں صاحبوں نے فرمایا من کتب ولم یعارض کمن دخل الخلاء ولم یستنج جس نے لکھا اور مقابلہ نہ کیا وہ ایسا ہے کہ پاخانہ گیا اور استنجا نہ کیا۔ اسی میں ہے اذا اراد ان ینقل من کتاب منسوب الی مصنف فلا یقل قال فلان کذا الا اذا وثق بصحۃ النسخۃ بان قابلھا ھو او ثقۃ غیرہ باصول متعددۃ جب کسی کتاب سے کہ کسی مصنف کی طرف منسوب ہے۔ کچھ نقل کرنا چاہے تو یوں نہ کہے کہ مصنف نے ایسا کہا جبتک کہ صحت نسخہ پر اعتماد نہ ہو یوں کہ اس نے خواہ اور ثقہ نے اسے متعدد صحیح نسخوں سے مقابلہ کیا ہو۔ اسی میں ہے یطالع احدھم کتابا منسوبا الی مصنف معین وینقل منہ عنہ من غیر ان یثق بصحۃ النسخۃ قائلا قال فلان کذا وکذا والصواب ما قد مناہ اھ ولفظ الفتاوٰی الحدیثیۃ عنہ والصواب ان ذٰلک لایجوز کسی مصنف کی طرف منسوب کتاب میں ایک عبارت دیکھ کر آدمی نقل کر دیتا ہے کہ مصنف نے ایسا کہا حالانکہ صحت نسخہ پر وثوق (بروجہ مذکور کہ اصل نسخہ مصنف سے بلاواسطہ یا بوساطت ثقات اس نے یا اور ثقہ نے مقابلہ کیا ہو) حاصل نہیں حق یہ ہے کہ یہ ناجائز ہے امام نووی نے تقریب میں فرمایا فان قابلھا باصل محقق معتمد اجزأہ اگر ایک اصل تحقیقی معتمد سے اس نے مقابلہ کیا ہے تو یہ بھی کافی ہے یعنی اصول معتمدہ متعددہ سے مقابلہ زیادت احتیاط ہے۔ یہ اتصال سند اصل وہ شے ہے جس پر اعتماد کرکے مصنف کی طرف نسبت جائز ہوسکے۔ اور متاخرین نے کتاب کا علماء میں ایسا مشہور و متداول ہونا جس سے اطمینان کہ اس میں تغییر و تحریف نہ ہوئی۔ اسے بھی مثل اتصال سند جانا اور وہ ایسا ہی ہے۔ مقدمہ امام ابوعمرو نوع اول میں ہے آل الامر ان الاعتماد علی مانص علیہ فی تصانیفھم المعتمدۃ المشھورۃ التی یومن فیھا لشھرتھا من التغییر والتحریف یعنی آخر قرارداد اس پر ہوا کہ اعتماد اس پر ہے۔ جو ایسی مشہور و معتمد کتابوں میں ہو جن کی شہرت کے سبب ان میں تغیر و تحریف سے امان ہو۔ فتح القدیر و بحرالرائق و نہرالفائق و منح الغفار میں فرمایا علی ھذا لو وجد بعض نسخ النوادر فی زماننا لایحل عزو ما فیھا الی محمد ولا الی ابی یوسف لانھا لم تشتھر فی دیارنا ولم تتداول یعنی اگر کتب ستہ کے سوا اور کتب تلامذہ امام کے بعض نسخے پائیں تو حلال نہیں کہ ان کے اقوال کو امام محمد یا امام ابویوسف کی طرف نسبت کریں کہ وہ کتابیں ہمارے دیار میں مشہور و متداول نہ ہوئیں۔ تداول کے یہ معنے کہ کتاب جب سے اب تک علماء کے درس و تدریس یا نقل و تمسک یا ان کی مطمح نظر رہی ہو۔ جس سے روشن ہو کہ اس کے مقامات و مقالات علماء کے زیر نظر آچکے اور وہ بحالت موجودہ اسے مصنف کا کلام مانا کئے۔ زبان علماء میں صرف وجود کتاب کافی نہیں کہ وجود و تداول میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ تو ظاہر کہ یہاں دونوں باتیں مفقود۔ تداول درکنار کوئی سند متصل بھی نہیں۔ نہ کہ تواتر۔ جو ایسی نسبت کیلئے لازم ہے

رہا وجود نسخ۔ اتفاقاً متعدد بلکہ کثیر و وافر قلمی نسخے موجود ہونا بھی ثبوت تواتر کو بس نہیں۔ جبتک ثابت نہ ہو کہ یہ سب نسخے جدا جدا اصل مصنف سے نقل کئے گئے یا ان نسخوں سے جو اصل سے نقل ہوئے۔ ورنہ ممکن کہ بعض نسخ محرفہ ان کی اصل ہوں، ان میں الحاق ہوا اور یہاں سے نقل در نقل ہو کر کثیر ہوگئے۔ جیسے آجکل کی محرف بائبل کے ہزار در ہزار نسخے فتوحات مکیہ کے تمام مصری نسخے ملنسخۂ محرفہ سے منقول ہوئے اور اسی کی نقلیں مصر میں چھپیں اور اب وہ گھر گھر موجود ہیں۔ حالانکہ تواتر درکنار ایک سلسلۂ صحیحہ آحاد سے بھی ثبوت نہیں واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔ علامہ شامی کا ظن پر اکتفا صاف باتوں کیلئے وجہ ہے مگر ایسے امور میں اس پر قناعت قطعاً حرام ہے۔ ورنہ معاذ اللہ اکابر ائمہ و اعاظم علماء کی طرف نسبت کفر ماننی پڑے ہماری نظر میں ہیں وہ کلمات جو اکابر اولیاء سے گزر کر اکابر علماء معتمدین مثل امام ابن حجر مکی و ملا علی قاری وغیرہما کی کتب مطبوعہ میں پائے جاتے ہیں۔ اور ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ الحاقی ہیں۔ ایک ملکی نظیر علی قاری کی شرح فقہ اکبر صـ۲۴ پر ہے ماسمی بہ الرب نفسہ وسمی بہ مخلوقاتہ مثل الحی والقیوم والعلیم والقدیر اس میں مخلوقات پر قیوم کے اطلاق کا جواز ہے۔ حالانکہ ائمہ فرماتے ہیں کہ غیر خدا کو قیوم کہنا کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصۃ بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرھا یکفر اسی طرح اور کتابوں میں ہے حتی کہ خود اسی شرح فقہ اکبر صـ۲۴۲ میں ہے من قال لمخلوق یا قدوس او القیوم او الرحمٰن یکفر جو کسی مخلوق کو قدوس یا قیوم یا رحمٰن کہے کافر ہو جائے۔ پھر کیونکر مان سکتے ہیں کہ وہ صـ۲۴ کی عبارت علی قاری کی ہے۔ ضرور الحاق ہے اگرچہ کتاب اجمالاً مشہور و معروف ہے۔ بخلاف کلمات اسمٰعیل کہ موافق و مخالف کے نزدیک اس سے متواتر ہیں۔ مخالفین رد کرتے ہیں موافقین تاویلیں کرتے ہیں۔ اب یہیں دیکھئے اس چار دانے کلام پر سے دفع ایراد کو یہ عبارت پیش کی۔ خود اسمٰعیل کی زندگی میں اس پر مواخذے ہوئے جامع مسجد دہلی میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے اعزہ و اخص تلامذہ مثل مفتی رشید الدین خاں صاحب و شاہ موسٰی صاحب نے مناظرے کئے الزام دیئے۔ نہ اس نے کہا کہ یہ کلمات میرے نہیں۔ نہ اس کے ہوا خواہوں نے۔ جب سے آجتک تو اس سے ثبوت یقینی ہے اور وہابیہ کہ بحالت موجودہ اسے مثل قرآن وعین ایمان مان رہے ہیں ان پر رد میں تو کسی ثبوت کی بھی حاجت نہیں کما لا یخفی۔

رابعاً ایسی جگہ خلق سے مراد وہ ہوتے ہیں جو عظمت دینی سے اصلاً حصہ نہیں رکھتے۔ شیخ سعدی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

نگہدار دآں شوخ در کیسہ در که داند ہمہ خلق را کیسہ بر

ابلیس ہوگا وہ جو کہے کہ اس سے عالم مراد ہے کہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی معاذ اللہ گرہ کاٹ جانے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ مخلوق دو قسم ہے۔ اوّل۔ وہ کہ عظمت دینی رکھتے ہیں جن کے سرور سرور مطلق حضور سید المرسلین ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم پھر باقی حضرات انبیاء و ملائکہ و اولیاء و اہلبیت و صحابہ پھر دیگر علماء و صلحاء و اتقیاء پھر سلاطین اسلام پھر عام مومنین۔ نیز صحائف دینیہ مثل مصحف شریف۔ وکتب فقہ و حدیث۔ صفات جمیلہ مثل ایمان و علم، اعمال صالحہ مثل نماز و حج اخلاق فاضلہ مثل زہد و تواضع۔ اماکن مقدسہ مثل کعبۂ مکرمہ و روضۂ منورہ غرض جملہ اشخاص و اشیاء جنکو مولٰی عزوجل سے علاقۂ قرب ہے اس علاقہ کے سبب انکی تعظیم اللہ عزوجل ہی کی تعظیم ہے اور انکی عزت اسی کی عزت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان من اجلال اللّٰہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم وحامل القراٰن غیر الغالی فیہ والجافی عنہ واکرام ذا السلطان المقسط۔ بیشک اللہ کی تعظیم سے ہے بوڑھے مسلمان کی عزت کرنی اور حافظ قرآن کی کہ

نہ اس میں حد سے بڑھے نہ اس سے دوری کرے اور حاکم عادل کی۔ رواہ ابوداؤد بسند حسن عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ مولٰی عزوجل فرماتا ہے فان العزۃ للہ جمیعا عزت ساری اللہ ہی کے لئے ہے اور خود فرماتا ہے وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنفقین لایعلمون؟ عزت اللہ اور اسکے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے۔ مگر منافقوں کو خبر نہیں۔ رسول اور مسلمانوں کی عزت اگر عزت الٰہی سے جدا ہوتی تو عزت کے حصے ہو جاتے۔ ایک حصہ اللہ کے لئے۔ ایک رسول کا۔ ایک مومنین کا۔ حالانکہ رب عزوجل فرما چکا کہ عزت ساری اللہ ہی کے لئے ہے تو قطعًا ان کی عزت اللہ ہی کی عزت سے ہے اور انکی تعظیم اللہ ہی کی تعظیم۔ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفرقہ کرنے والوں کو قرآن عظیم کافر فرماتا ہے ایک قوم کا حال ارشاد فرمایا یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ۔ اللہ اور اسکے رسولوں میں جدائی ڈالنی چاہتے ہیں۔ پھر فرمایا اولٰئک ھم الکٰفرون حقا یہی پکّے کافر ہیں۔ رسولوں کی عزت رسولوں کی عظمت اللہ عزوجل کی عزت وعظمت سے جدا ماننی، اللہ اور اس کے رسولوں میں جدائی ڈالنی ہے ؎

خاصان خدا خدا نباشند ؎ لیکن ز خدا جدا نباشند

ولہذا ان کی تعظیم مدار ایمان ہوئی۔ اور ان کی ادنٰی توہین کفر۔ ارسال رسول کا ایک مقصد اعلٰی تعظیم وتوقیر رسول ہے قال اللہ تعالٰی انا ارسلنٰک شاھدا ومبشرا ونذیرا لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ۔ اے نبی ہم نے تمھیں بھیجا حاضر وناظر اور خوش خبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تاکہ اے لوگو تم اللہ ورسول پر ایمان لاؤ۔ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔ دوم وہ کہ عظمت دینی سے اصلا بہرہ نہیں رکھتے کہ اللہ عزوجل سے انھیں کوئی علاقہ قرب نہیں ہے تو بعد ہی ہے ان کے بدتر و ذلیل تر کفار ومشرکین ومرتدین مثل وہابیہ دیوبندیہ وغیر مقلدین ہیں۔ پھر باقی ضالین۔ نیز صفات رذیلہ مثل کفر وضلال۔ اعمال خبیثہ مثل زنا وشرب خمر۔ اخلاق رذیلہ مثل تکبر وعجب۔ اماکن نجسہ مثل معابد کفار غرض دنیا وما فیہا جس کو اللہ عزوجل سے علاقہ قرب نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الدنیا ملعونۃ ملعون ما فیہا الا ما کان منہا للہ عزوجل۔ دنیا ملعون ہے اور دنیا میں جو کچھ ہے ملعون ہے۔ مگر وہ جو اس میں سے اللہ عزوجل کے لئے ہو۔ رواہ ابونعیم فی الحلیۃ والضیاء فی المختارۃ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الدنیا ملعونۃ ملعون ما فیہا الا ذکر اللہ وما والاہ وعالما او متعلما دنیا پر لعنت ہے اور دنیا میں جو کچھ ہے سب پر لعنت ہے مگر اللہ کا ذکر اور جسے اس سے علاقہ قرب ہے اور عالم یا طالب علم دین۔ رواہ ابن ماجہ عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الاوسط عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الدنیا ملعونۃ وملعون ما فیہا الا ما ابتغی بہ وجہ اللہ تعالٰی۔ دنیا لعینہ ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب لعین ہے مگر جس سے رضائے الٰہی مطلوب ہو۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ رب عزوجل فرماتا ہے ان الذین یحادون اللہ ورسولہ اولٰئک فی الاذلّین ○ بیشک اللہ ورسول کے مخالف وہی سب ذلیلوں سے ذلیل تروں میں ہیں اور فرماتا ہے تبارک وتعالٰی ان الذین کفروا من اھل الکتب والمشرکین فی نار جھنم خٰلدین فیھا اولٰئک ھم شر البریۃ ○ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت اولٰئک ھم خیر البریۃ ○ بیشک تمام کافر کتابی ومشرک جہنم کی آگ میں ہیں۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے وہ تمام مخلوق الٰہی سے بدتر ہیں۔ (اونٹ کی مینگنی سے بدتر کتّے سؤر کے غلیظ سے بدتر) بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ تمام مخلوق الٰہی سے بہتر ہیں

(کعبہ وعرش سے بہتر، ملائکہ سے بہتر) جب یہ دونوں قسمیں معلوم ہوگئیں تو واضح ہوا کہ قسم اول کی تعظیم تعظیم الٰہی سے جدا نہیں بلکہ بعینہٖ اسی کی تعظیم تو محل تحقیر میں غیر اللہ یا خلق سے یقیناً وہی مراد ہوتا ہے جسے مولٰی عزوجل سے علاقہ قرب نہیں علاقہ قرب والے تو جانب خالق میں ہیں نہ جانب غیر میں۔ دیکھو علماء فرماتے ہیں غیر خدا کے لئے تواضع حرام ہے ملتقط پھر درمختار میں قبیل فصل فی البیع نیز فتاوی عالمگیریہ باب ۲۸ میں ہے التواضع لغیر اللہ حرام حالانکہ ماں باپ کیلئے تواضع کا قرآن عظیم میں حکم ہے واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ ماں باپ کے لئے نرم دلی سے ذلت کا بازو بچھا۔ اپنے استاذ بلکہ شاگردوں کے لئے بھی تواضع کا حدیث میں حکم ہے۔ تواضعوا لمن تتعلمون منہ وتواضعوا لمن تعلمونہ ولاتکونوا جبابرۃ العلماء جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لئے تواضع کرو اور جسے سکھاتے ہو اس کے لئے تواضع کرو اور گردن کش عالم نہ ہو۔ رواہ الخطیب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بلکہ خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو رب عزوجل نے صحابہ کی تواضع فرمانے کا حکم ہے واخفض جناحك للمؤمنین مومنوں کے لئے اپنا پہلو جھکائیے اور فرمایا واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنین اپنے پیرو ایمان والوں کے لئے اپنا بازو نرم فرمائیے بات وہی ہے کہ ایسی جگہ غیر اللہ سے وہی مراد جسے اللہ سے علاقہ نہ ہو۔ ولہذا ردالمحتار میں اس عبارت درمختار کی شرح کی ای اذلال النفس لینال الدنیا یعنی تواضع لغیر اللہ کا یہ مطلب ہے کہ دنیا ملنے کے لئے اپنے آپ کو کسی کے سامنے ذلیل کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ۔ اللہ کی لعنت اس پر جو غیر خدا کیلئے ذبح کرے۔ رواہ احمد ومسلم والنسائی عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔ حالانکہ خود حدیث کا ارشاد ہے من ذبح لضیفہ ذبیحۃ کانت فداءہ من النار جو اپنے مہمان کیلئے جانور ذبح کرے وہ دوزخ سے اسکا فدیہ ہوجائے۔ رواہ الحاکم فی تاریخہ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ تو وجہ وہی ہے کہ اکرام مہمان مکارم اخلاق سے تھا اور مکارم اخلاق سے رضاء الٰہی مطلوب مہمان کے لئے ذبح کرنا غیر اللہ کیلئے ذبح نہ ہوا بلکہ اللہ عزوجل ہی کیلئے۔ صوفی کہ غیر خدا کی تحقیر کرے اور اسے اونٹ کی مینگنی سے حقیر تر جانے قطعاً اسی کی تحقیر کرتا ہے جسکی تعظیم تعظیم الٰہی نہیں جسے مولٰی عزوجل سے علاقہ نہیں ورنہ جانب خالق کی تحقیر کرے تو خود رب عزوجل کی تحقیر کریگا۔ یہ صوفی کا کام ہوگا یا ابلیس لعین کا۔ ملعون ملعون ملعون ہے وہ کہ اس سے یہ سمجھے کہ مصحف شریف وانبیاء کرام کو مینگنی سے حقیر تر بتایا ہے۔ کیا ایسا بتانے والا قرآن عظیم کی تکذیب نہیں کرتا کیا خود اللہ عزوجل کو گالی نہیں دیتا کیا تمام دین وشریعت واسلام پائمال نہیں کرتا۔ قرآن وحدیث وشریعت ودین واسلام وایمان جنکی تعظیم کے حکم سے مملو ہیں جنکی ادنٰی توہین کو کفر بتارہے ہیں۔ کیا ان کی ایسی تحقیر کرنے والا جہنم[1] اس مردود کو مسلمان جاننے والا مسلمان رہ سکتا ہے۔ کلا واللہ۔ بل لعنھم اللہ بکفرھم فقلیلا ما یؤمنون۔ حضرت مخدوم صاحب تو معاذ اللہ اس معنی ملعون کے وہم سے بھی پاک ہیں۔ ہاں یہی کافر وملعون ومرتد وشیطان وابلیس ہیں جو ان کے کلام کو (اگر ان کا کلام ہے) ایسے گندے کفر پر ڈھالتے ہیں وما کفر سلیمٰن ولکن الشیطین کفروا سلیمٰن نے تو کفر نہ کیا ہاں یہ شیطان ہی کافر ہوئے قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون بخلاف ذلیل ضلیل دہلوی اسمٰعیل علیہ اللوم والتذلیل کہ اس نے چوڑھے چمار اور چمار سے بھی ذلیل اور ناکارے لوگ اور ذرہ ناچیز سے کمتر یہ ناپاک الفاظ صراحۃً تمام انبیاء کرام واولیائے عظام علیہم الصلٰوۃ والسلام کو کہے۔ اس نے شرک کی چار قسمیں گڑھیں اور ان میں صراحۃً انبیاء واولیاء بھوت پری سب کو یکساں رکھا۔ تقویۃ الایمان مطبع صدیقی دہلی ۱۲۷۰ھ ص ۹ مشکل کے وقت پکارنا شرک ہے اس بات میں اولیاء انبیاء شیطان بھوت میں کچھ فرق نہیں جس سے یہ معاملہ کریگا مشرک ہوجائیگا خواہ انبیاء

[1] کذا فی الاصل لعلہ "بجہنم نہیں"

اولیاء سے کرے خواہ بھوت سے ص۱۲ جو کوئی کسی پیر پیغمبر بھوت کو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو یا دور سے قصد کرکے جاوے یا وہاں روشنی کرے انکی قبر پر شامیانہ کھڑا کرے وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اس پر شرک ثابت ہے ص۲۵ جو کوئی کسی نبی ولی بھوت پری کو ایسا جانے وہ مشرک ہے ص۱۵ کسی مخلوق کے نام کا کر دیجئے۔ ولی نبی بھوت پری کا سب حرام ہے اور ناپاک اور کرنیوالے پر شرک ثابت وغیر ذلک مقامات تو اس کا کلام قطعاً ماسوی اللہ کو عام اور خود حضرات انبیاء و اولیاء کے بالخصوص نام انھیں بیانات ص۹، ۱۱، ۲۷ کے ثبوت میں اس نے پانچ فصلیں باندھیں جن میں سے فصل اول ص۲۲ میں کہا۔ ہمارا خالق جب اللہ ہے تو ہم کو بھی چاہئے اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے۔ دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوڑھے چمار کا کیا ذکر۔ ص۱۶ میں کہا جس نے اللہ کا حق مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق ذلیل سے ذلیل کو دیا۔ جیسے بادشاہ کا تاج چمار کے سر پر اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ فصل سوم ص۲۵ پر کہا۔ ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے۔ کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارے لوگوں کو ثابت کیجئے فصل پنجم ص۱۶۷ پر کہا سب انبیاء و اولیاء اسکے روبرو ایک ذرّہ ناچیز سے کمتر ہیں۔ ان مریح ملعون کلاموں کی سند میں وہ عبارت پیش کرنی کیسی شدید کھلی بے ایمانی ہے۔ مخدوم صاحب نے اگر کہا تو دنیا اور دنیا کی چیزوں کو کہا جن کو اللہ سے علاقہ نہیں بیشک وہ مینگنی سے حقیر تر ہیں اور اس گمراہ نے صاف صاف یہ چوہڑے چمار سے ذلیل ناکارے لوگ ذرہ ناچیز سے کمتر حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والثناء اور خود سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کہا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ٥ خاسا و بابیہ ان میں سے کچھ نہیں مانتے خواہی نخواہی مدعی ہیں کہ حضرت مخدوم نے ایسا فرمایا اور یہ کہ تمام انبیاء و اولیاء حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلاۃ والثناء سب کو کہا۔ والعیاذ باللہ تعالٰی اب ان سے پوچھئے کہ یہ کہنا تمھارے نزدیک حق ہے یا باطل اگر باطل ہے تو باطل سے سند لانے والا مکار عیار اور اس سے توہین شان رسالت کا ہلکا پن چاہنے والا کافر بیدین فی النار ہے یا نہیں اور اگر کہیں کہ ہاں وہ حق ہے۔ اور حضرات انبیاء و سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم معاذ اللہ اس ناپاک مثال کے لائق ہیں تو پردہ کھل گیا۔ ہر بچہ بے علم ہر ناخواندہ بشرطیکہ مسلمان ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت پر ایمان سے اسکا دل کچھ بھی حصّہ رکھتا ہو وہ تین باتوں پر فوراً یقین کرلیگا (۱) یہ جو انبیاء کرام و اولیاء عظام و خود حضور اقدس سید الانام علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام کو اس ناپاک گندی مثال کے لائق بتا رہے ہیں قطعاً کافر ہیں۔ اور اللہ و رسول کے کھلے دشمن۔ کیا اسلام نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہی عظمت کی سکھائی ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی الظّلمین

(۲) اوسے صاف روشن ہو جائیگا کہ ہرگز حضرت مخدوم صاحب نے ایسی ملعون بات نہ فرمائی نہ وہ یا کوئی مسلمان ایسا کہہ سکتا ہے۔

جن کے غلامان غلام کے غلامان غلاموں کی عمر بھر کفش برداری سے حضرت مخدوم صاحب حضرت مخدوم صاحب ہوئے اگر انھیں کو ایسا بتاتے تو خود کہاں رہتے۔ اور اپنے آپ اس سے کتنے لاکھ درجے بدتر گندی گھنونی ذلیل ناپاک مثال کے قابل ہوتے نہ کہ سند لانے کے لائق مگر حاشا للہ بات وہی ہے کہ وماکفر سلیمٰن ولکن الشیٰطین کفروا۔ حضرت مخدوم صاحب نے تو کفر نہ کیا یہ شیاطین ہی کفر کر رہے ہیں۔

(۳) کھل جائیگا کہ اسمٰعیل دہلوی کے نجس اقوال ایسے ہی خبیث و ناپاک ہیں کہ ان کے بنانے کیلئے انبیاء و اولیاء و خود محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم کو ایسی گندی مثال ایسی سڑی دشنامیں دینے کی حاجت ہوتی ہے۔ پھر وہ گالیاں اللہ و رسول پر تو چسپاں ہو نہیں سکتیں۔

وہ پاک و منزہ ہیں۔ انھیں اسمٰعیل پرستوں کے کفر خبیث پر اور رجسٹری ہوتی ہے کہ ان کے دل میں اتنی قدر ہے۔ اللہ واحد قہار کے محبوب اکرم خلیفۂ اعظم محمد رسول اللہ کی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولغیظ الحاسدہ باشد اللّٰھم اٰمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

کتابُ المَفقود

زوجۂ مفقود[1] کیلئے چار برس کی مہلت کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے جمہور ائمہ کرام اس کے خلاف پر ہیں، ادھر قرآن عظیم صاف صاف ارشاد فرما رہا ہے والمحصنٰت من النساء تم پر حرام ہیں وہ عورتیں جو دوسرے کے نکاح میں ہیں اس عورت کا نکاح مفقود میں ہونا تو یقیناً معلوم اور چار برس کے بعد اسکی موت مشکوک و موہوم کیا آدمی اتنی مدت میں خواہ مخواہ مر ہی جاتا ہے یا اس کی مرگ پر ظن غلبہ کرتا ہے، یہاں تک کہ خود علماء مالکیہ رحمہم اللہ تعالٰی اقرار فرماتے ہیں کہ اس چار سال کی تقدیر پر سوا تقلید امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں نہ ہرگز نظر فقہی اس کی مساعد کما نقل العلامۃ الزرقانی فی شرح المؤطا عن الکافی انما مسئلۃ قلد فیھا عمر ولیست مسئلۃ النظر اور تمام ائمہ کا اجماع کہ شک سے یقین زائل نہیں ہوتا لہذا خود ائمہ مالکیہ در بارۂ مال اس تقدیر چار سال کے قائل نہ ہوئے۔ حالانکہ یہ نہایت مستبعد ہے کہ آدمی مہلت چار سال کے بعد حق زوجہ میں مردہ ٹھہر کر اسکا مال ورثہ پر تقسیم نہ ہو، فاضل ابراہیم شرح الوار اردبیلی میں لکھتے ہیں نقض حکمہ لمخالفۃ القیاس الجلی اذ لا یجوز ان یکون حیاً فی مالہ ومیتاً فی حق زوجہ تو نص قطعی و قضیۂ یقینی کے خلاف ایک موہوم بات پر کہ حق مال میں بالاتفاق مقبول نہیں، کیونکر زنِ زید نکاح عمرو میں آسکتی ہے۔ ادھر احادیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس مذہب کا کہیں پتہ نہیں بلکہ حدیث آئی ہے تو ہمارے ہی موافق آئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں امرأۃ المفقود امرأتہ حتی یأتیھا البیان مفقود کی عورت اسی کی عورت یہاں تک کہ اسکی موت کا حال ظاہر ہو۔ رواہ الدارقطنی فی سننہ عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ۔ امیر المومنین مولی المسلمین حضرت سیدنا علی مرتضٰی وکنیف العلم سید الفقہاء سند الائمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی ہماری ہی طرف ہیں، رواہ عنہما عبدالرزاق فی مصنفہ اور قوت برقوت یہ کہ امیر المومنین امام العادلین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ پہلے قائل چار سال کے تھے بلکہ وہی پہلے قائل چار سال کے ہوئے بعدہ قول حضرت مولٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی طرف رجوع فرمایا کما ذکرہ فقیہ الکوفۃ ابن ابی لیلٰی رحمۃ اللہ تعالٰی نقلہ المحقق فی الفتح۔ تو وہ دلیل کہ مالکیہ کو اس قول پر حامل تھی یعنی تقلید فاروقی وہ بھی نہ رہی۔ اسی طرح حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ ارشد تلامذۂ امام مالک ہیں پہلے قولِ امام مالک ہی کے قائل تھے پھر ہمارے ہی قول کی طرف رجوع لائے۔ اور وہی ان کے مذہب میں راجح قرار پایا کما فی میزان الشریعۃ الکبرٰی ورحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ وھذا لفظھا اختلفوا فی زوجۃ المفقود فقال ابوحنیفۃ والشافعی فی الجدید وھو الراجح واحمد فی احدی روایتیہ لاتحل للازواج حتی تمضی مدۃ لایعیش فی مثلھا غالبا بلکہ جمہور ائمہ شافعیہ

[1] یہ مضمون مسئلہ از اجین تک۔ مولوی ضیاء المصطفٰے صاحب نے کسی رسالہ سے نقل کر کے دیا۔ اور مولانا عبدالرؤف صاحب مرحوم نے شامل کیا ۱۲

رحمہم اللہ تعالٰی تو یہاں تک اس سے اختلاف رکھتے ہیں کہ اگر قاضی مہلت چار سالہ کے بعد تفریق کردے تو اسکی قضا توڑدی جائے کہ اس نے دلیل صریح کے خلاف حکم کیا، امام نورالدین یوسف بن ابراہیم اردبیلی شافعی کتاب الانوار لعمل الابرار میں فرماتے ہیں لوحکم حاکم بانھا تتربص اربع سنین فتعتد عدۃ الوفاۃ ثم تنکح وتربصت وحکم ثانیا بالفرقۃ واعتدت ونکحت نقض حکمہ الا اذا بان انہ کان میتا وقت الحکم اسی میں ہے لوقضی قاض بصحۃ نکاح زوجۃ المفقود بعد اربع سنین ومدۃ العدۃ نقض حکمہ اھ ملخصاً۔ شرح انوار میں ہے لمخالفۃ القیاس الجلی فی جعل المفقود میتا فی النکاح دون المال وماجزم بہ المصنف ھوالذی علیہ الاکثرون کما یعلم من کلام الرافعی ھنا الخ۔ تو جو اس قول کے قائل تھے ان پر بھی اس کا ضعف ظاہر ہوا جب تو اس سے رجوع کرتے آئے اور قول ضعیف پر حکم وفتوٰی دینا جہل ومخالفت اجماع ہے فی الدرالمختار حاصل ماذکرہ الشیخ قاسم فی تصحیحہ انہ لافرق بین المفتی والقاضی الا ان المفتی مخبر عن الحکم والقاضی ملزم بہ و ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق الاجماع۔ پھر معاملہ بھی کونسا معاملہ فروج جس میں شریعت مطہرہ کو سخت احتیاط ملحوظ، یہاں تک کہ باآنکہ اصل اشیاء میں اباحت وحلت ہے فروج میں اصل حرمت ٹھہری، تو ایسے امر میں ایسے قول کی طرف اپنا ایسا قوی و مدلل مذہب چھوڑ کر جانا کیسی کھلی بے احتیاطی ہے۔ رہا دعوٰی ضرورت، اس کا حال یوں کھلتا ہے کہ ہندوستان کی نوجوان عورتیں جو بیوہ ہوجاتی ہیں۔ باآنکہ انھیں شرعاً نکاح ثانیہ کی اجازت ہے اپنی ایک جھوٹی رسم کی پیروی سے عمر بھر بیٹھی رہتی ہیں اسوقت نہ انھیں ضرورت سوجھتی ہے نہ یہی خیال آتا ہے کہ جوانی کیوں کر کٹے گی۔ نہ یہ کہ نان ونفقہ کہاں سے ملیگا مگر خاوند مفقود ہو کر یہ سب دعوٰی ہجوم کرتے ہیں، اگر ضرورت کا دعوٰی سچا ہے تو وہاں صبر کیوں کر ہوتا ہے اور جب وہاں کیا جاتا ہے، حالانکہ قطعاً بے شوہر، اور ازواج کے لئے حلال ہیں، تو یہاں کیوں نہیں جاتا کہ یقیناً شوہر دار تھیں اور موتِ شوہر ثابت نہیں ہوئی مگر ہے یہ کہ جہّال کے نزدیک رسم کا اتباع حکم کے اتباع سے زیادہ ہے۔ یہاں حیلے تلاش کئے جاتے ہیں۔ کہ کسی مذہب میں کوئی راستہ نکلے اگرچہ اپنے مذہب میں نرا حرام ہو۔ وہاں رسم نہیں چھوڑی جاتی اگرچہ چاروں مذہب میں کھلی حلت ہے اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت فرمائے۔ بات یہ ہے کہ نفس کی باگ جب نرم کیجئے دبالیتا ہے۔ اس وقت ضرورت، حاجت، معذوری، مجبوری، سوجھتی ہے اور باگ جب کڑی کیجئے دب جاتا ہے۔ اس وقت ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جوش نرا دعوٰی ہی دعوٰی تھا صحیح حدیث میں حضور پُرنور سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من استغنی باللہ اغناہ اللہ ومن استعف اعفہ اللہ جو اللہ عزوجل کے بھروسہ پر خلق سے بے پرواہی کرے گا اللہ تعالٰی اسے غنی کردیگا اور جو سچے دل سے پارسا بننا چاہے گا اللہ تعالٰی اسے پارسا بنا دیگا۔ رواہ الامام احمد والنسائی والضیاء عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ جنہیں نکاح پر قدرت نہ ہو ان کا علاج صحیح حدیث میں روزے رکھنا ارشاد ہوا ہے من لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء، رواہ احمد والستۃ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسوق الحدیث وان کان فی الرجال فالنساء شقائق الرجال بعضکم من بعض۔ بلکہ احتیاج نفقہ کے عذر کو غور کیجئے تو وہ بھی اسی عذر جوانی کے ساتھ ہے جس کا علاج حدیث میں ارشاد ہوگیا۔ سن رسیدہ عورتیں جن کے شوہر مرتے یا مفقود ہو جاتے ہیں انھیں تلاش نفقہ کے لئے فکر نکاح نہیں ہوتی وہ کیونکر بسر کرتی ہیں اور یہ حالت بیوگی تو ہند کی نوجوانیں بھی اسی حال میں شریک ہیں۔ وہاں خدا جانے شان رزاقی خاوند میں کیوں نہیں منحصر ہوجاتی۔ لطف یہ ہے کہ یہاں تقلید امام مالک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا دامن پکڑا جاتا ہے جاہل لوگ ان کا مذہب یہ سمجھتے ہیں کہ مرد کو گئے چار برس گزرے اور عورت کو یہیں

عدت بیٹھ کر نکاح حلال ہوگیا۔ حاشا یہ ان کا مذہب نہیں بلکہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ عورت قاضی شرع کے حضور دعوی پیش کرے قاضی بعد ثبوت مفقودی کہ اس کی خبر ملنے سے بالکل ناامیدی ہوگئی ہو اب چار برس کی مدت اپنے حکم سے مقرر کرے اس مدت میں بھی پتہ نہ چلے تو پھر قاضی تفریق کردے اسکے بعد عورت چار مہینے دس دن عدت بیٹھے اور شوہروں کے لئے حلال ہوجائے حضور قاضی میں رجوع لانے سے پہلے اگر بیس برس گزر گئے ہیں تو ان کا اصلا اعتبار نہیں۔ علامہ زرقانی مالکی شرح مؤطائے امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ میں فرماتے ہیں قول مالک لو اقامت عشرین سنۃ ثم رفعت لیستانف لھا الاجل اسی میں ہے قول مالک ایضا تستانف الاربع من بعد الیأس وانما من یوم رفع اب کہئے اگر قول امام مالک ہی پر عمل کیجئے تو اول تو یہاں قاضی مالکی کہاں؟ اور قاضی حنفی اپنے خلافِ مذہب کیوں حکم دینے لگا۔ اور دے بھی تو اس کے نفاذ میں دقتیں ہیں اور نافذ بھی ہوجائے تو ابھی ساڑھے چار برس پڑے ہیں یہ کیوں کر کٹیں گے ایسی بے صبری وادعائے بے رزقی کا علاج تو یوں بھی نہ بنا۔ غرض خلاصۂ مقصد یہ ہے کہ اللہ سے ڈرے، اللہ سے ڈرے، اللہ سے ڈرے۔ اور امر فرج کو سہل نہ جانے۔ نہ فقدانِ شوہر کو مرگ شوہر کے پلے میں رکھے اور اتباع حکم کو اتباع رسم سے اہم تر سمجھے اور تصور کرے کہ ہند کی نوجوانیں بیوہ ہوکر کیونکر بسر کرتی ہیں بلکہ یہ بھی در کنار اس دار الفتن ہند پر محن میں بہت شریف زادیاں ایسی نکلیں گی جنکے خدا ناترس شوہروں نے انھیں جیتے جی معلقہ کر رکھا ہے نہ تعلق رکھیں نہ قطع کریں وہ بیچاریاں نہ شوہر والیاں نہ بے شوہروں میں پھر وہ کیا کرتی اور اپنی عفت باپ دادا کی عزت شرع کی اطاعت کیوں کر نگاہ رکھتی ہیں۔ قطع خواہش کے لئے روزوں کی کثرت کرے۔ خیالات دل کو یاد موت وقبر سے لگائے کہ موت کی یاد ہر خواہش ولذت کو بھلادیتی ہے۔ اگر ماں باپ بھائی کے ذریعہ سے گزر کی صورت نہیں، سینے پرونے وغیرہ کاموں سے وقت کاٹے کہ اللہ عزوجل کے یہاں صابروں میں لکھی جائے۔ اور یہ حکم قرآن بے حساب ثواب پائے۔ اقارب، محارم اگر خبر گیری کر سکتے ہیں تو اللہ تعالی کا ثواب عظیم لیں اپنی بیٹی بہن بے شوہر ہوگی، نکاح غیر کی بلا میں نہ پڑنے دیں۔ عوام ہند ذرا ذرا سے فضول وبیجا دنیوی جھگڑوں پر دختروں خواہروں کو بٹھا رکھتے اور ان کا کل خرچ اپنے پاس سے کرتے ہیں۔ یہ دینی حکم ہے اور اپنی ناموس کے خاص حرام وحلال کا معاملہ اس میں بھی ذرا غیرت وحمیت کو کام فرمائیں اور سمجھ بوجھ کر انجان نہ بنجائیں۔ وباللہ التوفیق وھو الھادی الی سواء الطریق۔ مؤیدین۔ محدث سورتی صاحب علیہ الرحمہ۔[1] مولٰنا عبدالمقتدر صاحب بدایونی۔[2] مولٰنا الشاہ احمد حسن صاحب کانپوری۔[3] مولٰنا کرامت اللہ دہلوی۔[4] مولٰنا الشاہ ہدایت رسول صاحب قادری۔[5]

مسئلہ: از اجین مرسلہ محمد یعقوب علی خاں ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ

چہ فرمایند علمائے اہل حق ومفتیان برحق دریں مسئلہ کہ برادر عبداللہ دائمی محبوس گردید عورت خود را طلاق نمی دہد وا وبدون شوہر نمی تواند ماند صورت ایں مسئلہ چگونہ است وشوہر محمودہ نیز از مدت دوازدہ سالہ مفقود الخبر وزوجۂ او جوان طاقت ضبط ندارد لہٰذا موافق مذہب امام مالک رحمۃ اللہ تعالی علیہ کہ نزد او شان تفریق در چہار سال صحیح عمل نمودہ در حبالۂ نکاح غیر تفریق دادہ شد بعد از چند روز نکاح شوئے سابق او را مقام ہذا بودہ عورت مستحق او از ہر دو کیست ومہرش بر کہ واجب می شود دریں ہر مسئلہ چہ حکم شرع بیان فرمایند بعبارت کتب مشرح رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

الجواب: در صورت اولی برادر عبداللہ فرمان آن چنان ست کہ زن را طلاق دہد قال اللہ تعالٰی فامساك بمعروف او تسریح باحسان مرد چوں از داشتن بخوبی عاجز آمد گزاشتن بہ نیکی واجب گشت ودر ادای ایں واجب اگر طلاق بالفعل ندہد تفویض طلاق نیز کافی ست زیرا کہ مقصود آنست کہ زن از معرت فتذروھا کالمعلقۃ محفوظ ماند وایں بسپردن طلاق بدست زن نیز حاصل ست یعنی زن را

بنویسد کہ طلاق تو بدست تو نہادم ہرگاہ کہ خواہی خود را طلاق دہی و از قید نکاح من بدر آئی۔ بفعش آنست کہ زن مصلحت خود دیدہ کار خواہد کرد خواہ بوفاداری شوہر صبر پیش گرفتن خواہ بناچاری خواہش چارۂ دگر جستن اما تا از شوئے افتراق نشود بنکاح با دیگری حرام بود قال اللہ تعالٰی و المحصنٰت من النساء۔ و در صورت ثانیہ زن بلا تجزوج پیشین دادہ شود فی ردالمحتار عن شرح المجمع لابن ملک تحت قول الدر غاب عن امرأتہ فتزوجت بآخر وولدت اولادا ثم جاء الزوج الاول مانصہ المرأۃ ترد الی الاول اجماعا و مہرے کہ در نکاح اول بستہ بودند خود بر ذمۂ شوہر اول است و بریں دوم نیز مہر مثل لازم بشرطیکہ باایں زن بہم آمدہ و جماعش کردہ باشد اما اگر کابینے کہ در نکاح ثانی قرار دادہ اند کم از مہر مثل ست تا آنگاہ ہموں قدر دہند و برو نیفزایند ورنہ مہر مثل تمام و کمال لازم آید و زیادہ براں ہیچ صورت واجب نشود گو مہر قرار دادۂ ایشاں زائد از و باشد خلاصہ آنکہ ہرچہ از مہر مثل و مہر مسمی کم ست ہموں لازم اما وجوب المہر فیما استقل من فرجہا وامام اذکرنا من التقدیر فلظہور فساد النکاح وھذا ھو حکم المہر فی النکاح الفاسد فی الدرالمختار یجب مہر المثل فی نکاح فاسد بالوطئ فی القبل لابغیرہ کالخلوۃ لحرمۃ وطئہا ولم یزد علی المسمی لرضاہا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل لفساد التسمیۃ بفساد العقد۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ: از بنگال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر عرصہ چار سال سے مفقود الخبر ہے اس کی حیات و موت کی کچھ خبر نہیں ملی اور وہ گھر میں اپنی بی بی کو خورد و نوش بھی نہیں دے گیا ہے اور ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑ گیا ہے جس سے اسکی بیوی کی گذر اوقات ہو اور اس بی بی کو کہیں سے قرض دام بھی نہیں ملتا ہے اور وہ بی بی کوئی حرفہ یا پیشہ نہیں جانتی ہے جس سے گزر اوقات ہو یا کہ اسوقت مفقود کی بیوی ایسی جوان ہے کہ انواع انواع کی تکلیف میں مبتلا ہے اور نیز خوف زنا بھی ہے تو ایسی صورت میں اس کو نکاح ثانی کرنا جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو بلا عدت گذارے اور بلا حکم قاضی یا حاکم مسلم کسی مولوی یا کم علم سے کہہ دینے سے نکاح دوسرا کرسکتی ہے یا نہیں یا عدت بھی گذارے گی اور عدت کب سے گزارے گی یا اس روز سے عدت محسوب ہوگی کہ جس روز سے شوہر مفقود ہوا ہے یا جس روز سے قاضی نے حکم تفریق نکاح کا کیا ہے اور جو شخص فتوی اس بات کا لکھے کہ بلا عدت گزارے یا اور بلا تفریق قاضی نکاح ثانی ہندہ خود کرے اور یہ کہے کہ جب بعد انقضائے ۴ سال موافق مذہب امام مالک رحمۃ اللہ کے مفقود اموات میں شمار ہوا اب اگر قاضی تفریق کریگا اور مردہ کے واسطے عدت ہے نہ فسخ نکاح اور جس حالت میں یہ چار سال گزر چکے اب سے عدت کی ضرورت نہیں اس بنا پر ہندہ کا نکاح بلا تفریق کرائے قاضی اور بلا عدت پوری کرنے وفات کے کسی دوسرے سے کرادے تو وہ فتوی دینے والا مرتکب حرام ہوا یا نہیں اور یہ نکاح ثانی جائز ہوا یا نہیں اور ایسے فتوی لکھنا اس کو درست ہیں یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: نکاح ثانی حرام ہوا اور ایسا فتوی دینا حرام ہے ایسے مفتی کو بند کرنا واجب ہے چار برس گزرنے پر لطور خود نکاح کرلینا کسی امام کا مذہب نہیں امام مالک نے کہ چار برس رکھے ہیں کہ عورت قاضی شرع کے حضور نالش ہو وہ بعد ثبوت اپنے یہاں سے آج سے چار برس کی مہلت دے اس سے پہلے اگر بیس برس گزر گئے ہیں اصلاً معتبر نہیں اور ہمارے مذہب میں عورت پر انتظار فرض ہے یہاں تک کہ شوہر کی عمر سے ستر برس گزر جائیں اگر پچاس برس کی عمر میں مفقود ہوا ہے تو بیس برس انتظار کرے اور ساٹھ برس کی عمر میں دس برس اس کے بعد اس کی موت کا حکم

دیا جائے اور عورت چار مہینے دس دن عدت کرے پھر دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یہی مذہب امام شافعی کا ہے اسی طرف انھوں نے رجوع فرمائی اور یہی قول امام احمد کا ہے اور دوسرا قول مثل امام مالک ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اس سوال کی ہولناک باتیں کہ نہ وہ چھوڑ گیا نہ اس کے پاس کچھ ہے نہ کچھ حرفہ کرسکتی ہے نہ کہیں سے قرض مل سکتا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ تمام ذرائع رزق بند ہیں مگر یہ قرآن کے خلاف، رزق اللہ پر ہے نہ کہ شوہر پر علی اللہ رزقہا نہ کہ علی الزوج ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب او رجو اللہ سے ڈریگا اللہ اس کے لئے راہ نکال دیگا اور اسے وہاں سے روزی پہنچائے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔ صدہا نہیں ہزارہا وہ ہیں کہ ان کے شوہر زندہ بیٹھے ہیں اور انھیں مطلق چھوڑ رکھا ہے نہ روٹی کپڑا دیتے ہیں نہ حقوق زوجیت ادا کرتے ہیں اب انھیں بھی اجازت دیدو کہ شوہر زندہ بیٹھا ہے اور طلاق ہوئی نہیں جس سے چاہیں نکاح کرلیں یعنی خوف زنا سے بچنے کے لئے واقعی زنا کرو۔ خوف زنا سے بچنے کا علاج حدیث صحیح میں کثرت روزہ فرمایا ہے ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء اور فرمایا ومن استعف یعفہ اللہ جو پارسائی چاہیے گا اللہ اسے پارسا بنا دیگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: مرسلہ مولوی نظر محمد صاحب پیش امام جامع مسجد منگانہ ضلع رہتک۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی گم شدہ ہے اور اس کے مرنے کی کوئی معتبر سند نہیں اور نہ کسی نے دیکھا صرف یہ ہوا کہ ہسپتال میں سکہ تھا یعنی زیر علاج تھا وہ اپنے کپڑے چھوڑ کر گم ہوگیا انگریزوں نے یہ مشہور کردیا کہ وہ مرگیا اور مرا کسی نے نہیں دیکھا اب اس کی بیوی سے دوسرا شخص نکاح کرسکتا ہے یا کہ نہیں عرصہ ۸ ماہ سے گم ہے اور کتنے عرصہ کے بعد نکاح درست ہوگا اور اب جو شخص اس عورت کا نکاح پڑھا دیگا اور گواہ ان کے اوپر کیا الزام آوے گا۔ اس کی پوری پوری بمعہ حوالہ کتب تصریح فرمادیں اور جو الزام آویگا ان پر ان سے بری ہونے کا کیا راستہ ہوگا۔

الجواب: اگر تحقیق ہوجائے کہ وہ ہسپتال میں یا کہیں اور مرگیا تو عدت کے بعد عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر موت ثابت نہ ہو تو جب اس شخص کی پیدائش سے ستّر برس گذر جائیں یا زندہ ہوتا تو جس وقت وہ ستّر برس کا ہوجاتا اس وقت تک اگر اسکی موت وحیات کا پتہ نہ چلے تو اس وقت اسکی موت کا حکم دیا جاوے گا اور عدت کے بعد عورت نکاح کرسکے گی ورنہ حرام حرام حرام اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے والمحصنت من النساء۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: از للت پور مسئولہ محمد بخش کریم بخش سوداگران ۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کی ماں اور سوتیلے باپ نے کردیا تھا بعدہ لڑکی کا شوہر فوج میں نوکر ہوکر چلا گیا ۸ سال سے زائد عرصہ ہوا اور چھ سال سے اس نے نہ کوئی خط بھیجا نہ خرچہ متواتر خط بھیجے مگر اس کا پتہ نہیں کہ مرگیا یا زندہ ہے اور اب لڑکی بالغ ہوگئی ہے اسکے ماں باپ خرچ برداشت نہیں کرسکتے خود لڑکی اور اس کے والدین دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہیں لہذا دوسرا نکاح جائز ہوگا یا نہیں اور اگر پہلا شوہر واپس آجائے تو کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں جس سے نکاح کیا گیا اگر وہ اس لڑکی کا کفو شرعی تھا یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہ تھا کہ اس سے نکاح ہونا اولیائے دختر کے لئے باعث ننگ وعار ہو جیسا کہ یہی ظاہر سوال ہے تو نکاح صحیح ہوگیا اور جبکہ لڑکی نے بفور بلوغ خیار بلوغ

کا استعمال نہ کیا جیسا کہ یہی مفاد سوال ہے تو اب نکاح لازم ہوگیا عورت پر فرض ہے کہ اتنی مدت انتظار کرے کہ شوہر اگر زندہ رہے تو ستر برس کامل کا ہو جائے اُس وقت تک اگر اسکی موت وحیات کا پتہ نہ چلے اسکی موت کا حکم کیا جائے گا پھر عورت چار مہینے دس دن عدت بیٹھے اس کے بعد دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے ورنہ نہیں پھر اگر اتنی مدت گذر گئی اور عورت نے بعد عدت نکاح کرلیا اس کے بعد شوہر اول واپس آیا تو اپنی عورت کو شوہر دوم سے لے لیگا اور دوم سے اگر اولاد ہو چکی ہے تو وہ اولاد دوم ہی کو دلائی جائیگی صرف عورت شوہر اول کو ملے گی رد المحتار میں ہے لو عاد حیا بعد الحکم بموته قال ط رأیت المرحوم ابا السعود نقل ان زوجته له والاولاد للثانی اھ مافی ش لکن فی الھندیۃ عن التاتار خانیۃ انه ان عاد زوجها حیا بعد مضی المدۃ فھو احق بها وان تزوجت فلا سبیل له علیها اھ اقول ووجه الاول ان تزوجها کان بظن موته وقد بان حیا ولا عبرۃ بالظن البین خطؤہ وھی محصنة زید فکیف تسلم لعمرو ووجه الثانی ان الشرع حکم بموته بعد مضی المدۃ وحلها للازواج فلا ینقض قضاء الشرع کما لا ینقض قضاء القاضی بل اولٰی لکن قد صرح فی التاتارخانیۃ انه ان عاد حیا ولم تتزوج فھو احق بها فلو کان حکم الشرع بموته حتما مقضیا لکان الشرع فرق بینهما فکیف یکون احق بها فلیحرر ولیراجع واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از کوٹلی لوہاران ضلع سیالکوٹ مسئولہ ابویوسف محمد شریف، ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دس پندرہ سال کی عمر میں ملازم ہوکر کہیں چلا گیا بیس پچیس سال تک اس کی تلاش کرتے رہے کچھ پتہ نہ چلا پچیس سال گذرنے کے بعد اسکی زوجہ نے نان نفقہ وغیرہ ضروریات سے تنگ آکر ایک حنفی عالم سے فتوٰی لیکر ایک حنفی شخص حافظ قرآن کے ساتھ نکاح کرلیا آج بیس سال اس کو نکاح کئے ہوئے اور زید کو گم ہوئے پینتالیس سال ہوگئے ہیں اب حافظ موصوف کے گھر اس عورت کے بطن سے تین چار لڑکیاں بھی پیدا ہوئیں۔ اب ایک حنفی عالم نے فتوٰی دیا ہے کہ حافظ صاحب موصوف کا یہ نکاح بالکل ناجائز ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا ہرگز درست نہیں اور ایک اور عالم حنفی المذہب ان کے پیچھے نماز درست بتاتے ہیں اور مطابق تحقیق شامی ودیگر فقہاء رحمہم اللہ امام مالک کی روایت پر عمل کرلینا بوقت ضرورت جائز سمجھ کر نکاح بھی جائز قرار دیتے ہیں پس آپ اس امر کا فیصلہ فرمائیں (۱) کیا حافظ صاحب کا ان نکاح کسی صورت جائز قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں (۲) کیا حنفی کسی وقت کسی حالت میں بھی کسی دوسرے مذہب کی روایت پر عمل نہیں کرسکتا اگر نہیں کرسکتا تو عبدالحی لکھنوی نے عمدۃ الرعایہ میں جو لکھا ہے کہ اتفاقاً دوسرے مذہب کی روایت پر عمل کرسکتا ہے اسکا کیا مطلب اور اگر کرسکتا ہے تو یہ نکاح کیوں ناجائز ہوگا بینوا توجروا۔

الجواب: مذہب ائمہ حنفیہ وجمہور ائمہ کرام میں زن مفقود پر انتظار فرض ہے یہاں تک کہ اتنا زمانہ گذر جائے کہ عادۃً موت مفقود مظنون ہو اور اس کی تقدیر مفتی بہ مؤید بحدیث صحیح یہ ہے کہ روز ولادت مفقود سے ستر سال گزر جائیں۔ امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی دربارۂ مال مفقود یہی حکم دیتے ہیں مگر دربارۂ زن خلاف کرتے ہیں پھر بھی ہرگز یہ ان کا مذہب نہیں جو آجکل کے جہال بلکہ بعض مدعیان علم نے سمجھ رکھا ہے کہ مفقود ہوئے چار برس گزرے اور عورت بطور خود نکاح کرلے بلکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ زن مفقود قاضی شرع کے حضور مرافعہ کرے قاضی بعد تحقیق روز مرافعہ سے چار برس کی مہلت اپنی طرف سے دے عورت یہ دن گزارے اسکے بعد پھر مستغیث ہو اور قاضی بعد تحقیق تفریق کرے

اس کے بعد عورت عدت بیٹھے پھر نکاح کرسکتی ہے خود حضرت امام مالک نے اپنی کتاب مدونہ میں اس کی تصریح فرمائی اور صاف ارشاد فرمایا کہ مرافعہ سے پہلے اگرچہ بیس برس گذر گئے وہ اصلاً شمار میں نہ آئینگے آج سے چار برس لئے جائیں گے۔ حنفی وقت تحقق ضرورت صحیحہ اس پر عمل کرسکتا ہے نہ یہ کہ اپنی ایک اختراعی بات پر کہ ہرگز امام مالک کا بھی مذہب نہیں چلو اور مذہب امام مالک پر عمل کا نام لو اسکی نظیر یہی ہے کہ مذہب حنفی میں زن عنین کے لئے حکم ہے کہ قاضی کے حضور مرافعہ کرے قاضی بعد تحقیق اپنی طرف سے ایک سال کامل کی مہلت دے جب سال گذر جائے اور مطلب حاصل نہ ہو عورت پھر مرافعہ کرے قاضی بعد تحقیق شوہر کو طلاق دینے کی ہدایت فرمائے اگر وہ نہ مانے عورت سے پوچھے تو اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے یا شوہر کو اگر وہ فوراً اپنے نفس کو اختیار کرے قاضی ان میں تفریق کردے عورت عدت بیٹھے اور اب جس سے چاہے نکاح کرلے تاجیل قاضی سے پہلے اگر بیس برس گذر گئے ہیں ان کا اصلاً لحاظ نہ ہوگا آج سے ایک سال کامل لیا جائے گا۔ کیا اگر کسی عنین کی عورت بطور خود سال نکاح کے سال بھر کے بعد اسے چھوڑ کر چل دے اور دوسرا نکاح کرے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس نے مذہب حنفی پر عمل کیا۔ کیا اسکا یہ نکاح جائز و واقع ہوا حاشا۔ ونسأل اللّٰہ العفو والعافیۃ ان تمام مسائل کی تحقیق ہمارے فتاوے اور رسالہ اللواء المعقود لبیان حکم امرأۃ المفقود میں ہے واللّٰہ تعالٰی اعلم

کتاب الشرکۃ

مسئلہ: ۱۴ جمادی الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے دیار میں دستور ہے کہ پاٹ سن کی ڈھیر علیحدہ علیحدہ پانی میں بھگوتے ہیں امسال کنوار کے مہینہ میں بہت سخت طوفان اور بارش کے سبب سے سب کے ڈھیر اکٹھا کر ڈالا بعدہ اکثر نے نہیں لیا بعض نے اس مال کو قبض کیا اور انتظام دے کر طیار کیا اب قبض کرنے والے بعض ان اکثر کو کہتے ہیں تمھارا جتنا ہوئے لو ان لوگ کہتے ہیں جب ہمارا مال کا کوئی شناخت نہیں ہم نہیں لیتے اب قبض کرنے والے لوگ خود خرچ کریں یا فقرا اور مساکین کو تقسیم کردے اور قبض کرنے والے پر حلال ہو تو فقرا اور غنا ہونے میں برابر ہے یا تفاوت ہے۔

الجواب: جب وہ لوگ نہیں لیتے تو قابضین صرف اپنا حصہ لے لیں باقی فقراء پر تصدق کردیں ان میں اگر کوئی فقیر ہے تو اسے بھی دے سکتے ہیں۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از کوہ نینی تال ۲ جمادی الاول ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمود بیگ و عبدالغفور بیگ دو بھائیوں کی دوکان کوہ نینی تال پر تھی دونوں نے مال واسباب دکان اپنے باپ کے ترکہ سے پایا اور دونوں یکجا کارکن رہے اور یکجا ان کا خورد ونوش تھا کوئی غیریت باہم کسی بات میں نہ تھی محمود بیگ مع اپنی والدہ ولایتی بیگم کے آمدنی دکان سے چھ سو روپے لیکر حج کو گیا اور سب سامان دکان عبدالغفور بیگ کے سپرد کرگیا بعد ان کی واپسی کے پھر عبدالغفور بیگ اسی آمدنی سے تین سو روپے لے کر حج کو گیا اور اپنی زوجہ امراؤ بیگم اور ایک لڑکا کہ اس کا عبدالشکور اپنی والدہ اور بھائی کے پاس چھوڑ گیا راستہ میں مقام احمد آباد میں اس کی طبیعت بگڑی کل اسباب اسٹیشن پولیس میں داخل کرکے محمود بیگ کو تار دیا وہ فوراً روانہ ہوا وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ عبدالغفور بیگ نے انتقال کیا وہ روپیہ اور اسباب جو اسٹیشن میں تھا محمود بیگ واپس لایا اس صورت میں اس روپے کی نسبت کیا حکم ہے یہ صرف

محمود بیگ کو ملے گا یا وارثان عبدالغفور بیگ بھی اس سے حصہ پائیں گے اور کیوں کر پائیں گے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جبکہ وہ تین سو روپیہ اسی دکان مشترک کی آمدنی کا تھا جس کے دونوں بھائی بحصۂ مساوی مالک تھے تو وہ روپیہ بھی نصف نصف ان دونوں کی ملک تھا سائل ظاہر کرے روپیہ عبدالغفور بیگ اپنے بھائی کی اجازت سے لے گیا تھا اب یا اجازت قرض تھی خواہ ہبہ خواہ اباحت بہر حال کل یا بعض جسقدر باقی تھا جسے محمود بیگ اٹھا آباد سے لے آیا اس کے مقدار نصف میں محمود بیگ کا حق ہے اور نصف عبدالغفور بیگ کا کہ بر تقدیر عدم موانع و وارث آخر و تقدیم ما یقدم چوبیس ۲۴ سہام ہو کر اسکے وارثوں پر یوں تقسیم ہوگا امراؤ بیگم ۳ ولایتی بیگم ۷ عبدالشکور ۱۴ بحالت قرض تو ظاہر کہ نصف مضمون تھا تو ما صرف کا مطالبہ محمود بیگ کا ترکہ عبدالغفور پر رہا خواہ اسی روپیہ سے ادا کریں یا اس کے غیر سے لان الدیون تقضی بامثالھا اور بحالت اباحت بھی ظاہر کہ اباحت بعد موت باطل ہو جاتی ہے لانھا لیست تملیکا حتی تجری فیھا الارث بل تحلیل تصرف للمباح لہ فاذا مات او مات المبیح بطلت اما فی الثانی فلانتقال الملک کما علل بہ فی الخیریۃ واما فی الاول فلعدم الملک لینتقل کما اشرنا الیہ اور بحالت ہبہ تین سو میں سے ڈیڑھ سو کا ہبہ قابل قسمت میں ہبہ مشاع ہے کما نص علیہ علماؤنا فی غیر ما کتاب اور ایسا ہبہ مذہب صحیح پر محض بے اثر کہ بعد قبض بھی موہوب ملک نہیں ہوتا جبتک جدا کرکے واہب کی طرف سے تسلیم نہ واقع ہو کما حققہ فی الخیریۃ والعقود الدریۃ ورد المحتار وغیرھا تو وہ ڈیڑھ سو بدستور ملک محمود بیگ پر رہے ان دونوں صورتوں میں بعینہٖ انھیں روپوں کا نصف محمود بیگ کو ملنا چاہئے غرض باقی کی نصف مقدار میں ہر طرح محمود بیگ کا استحقاق ثابت ہاں جسقدر عبدالغفور بیگ صرف کر چکا تھا اسکا نصف بھی محمود بیگ کو ملے یا نہیں یہ محل نظر ہے اگر ثابت ہو کہ وہ روپے اس نے قرضاً یا ہبۃً دیئے تھے تو بیشک ملنا چاہئے لضمان القرض و لبطلان الھبۃ فانقلبت مضمونۃ بالاستھلاک اور اگر اباحۃً دیئے تھے یعنی مجرا لینا منظور نہ تھا نہ ان ڈیڑھ سو کا عبدالغفور بیگ کو مالک کیا تھا بلکہ جیسے بحالت اتحاد کبھی ایک مال دوسرے کے خرچ میں آجاتا ہے اور اس کا معاوضہ مقصود نہیں ہوتا یوں دیئے تھے تو جو صرف ہو گئے ہو گئے ان کا بدل محمود بیگ کو نہیں مل سکتا لان الاباحۃ تصح فی المشاع ولا تضمن اور بیشک عرف ناس پر لحاظ سے یہاں ظاہر یہی صورت ہے اور ظاہر پر عمل واجب جبتک دلیل سے اس کا خلاف نہ ثابت ہو کہ عرف اعظم دلائل شرعیہ سے ہے خیریہ میں ہے ان کان العرف قاضیا بانھم یدفعونہ علی وجہ البدل یلزم الوفاء بہ وان کان العرف بخلاف ذلک بان کانوا لاینظرون فی ذلک الی اعطاء البدل فلا رجوع فیہ بعد الھلاک او الاستھلاک والاصل فیہ ان المعروف عرفا کالمشروط شرعا اھ ملخصاً ظہیریہ میں امام فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے منقول التعویل علی العرف حتی یوجد وجہ یستدل بہ علی غیر ما قلنا ولہذا باآنکہ اگر زید عمرو کو کچھ روپے دے کہ خرچ کرے یا اپنی حاجتوں میں اٹھائیا ان سے راہ خدا میں جہاد کرے تو قرض ٹھہرتا ہے اگر شوہر عورت کو دے کہ کپڑے بنا کر میرے پاس پہن ہبہ ٹھہرے گا یونہی طالب علم کو لکڑیاں وغیرہ دیں کہ اپنی کتابوں میں صرف کیجئے ہبہ قرار پائے گا کہ یہاں عرف قاضی تملیک ہے عقود الدریہ میں ہے دفع الیہ دراھم فقال لہ انفقھا ففعل فھو قرض کما لو قال اصرفھا الی حوائجک عالمگیریہ میں ہے رجل قال لآخر خذ ھذا المال واغز فی سبیل اللہ عزوجل فھو قرض کذا فی الظہیریۃ رد المحتار میں ہے اعطی لزوجتہ دنانیر لتتخذ بھا ثیابا وتلبسھا عندہ فدفعتھا معاملۃ فھی لھا قنیہ ہندیہ میں ہے قال لمتفقہ اصرف ھذہ الخشبۃ الی کتبک فھو ھبۃ والصرف الی الکتب مشورۃ کذا فی القنیہ اسی طرح

اگر کسی کو مثلاً قاب پلاؤ دیا اور کوئی عاریت کا نام کرکے دیا تو قرض ٹھہرے گا لان عاریۃ مالا ینتفع بہ الا باستھلاکہ قرض اور انہیں باہم دوستی واتحاد ہے تو اباحت لمکان العرف درمختار میں ہے لو عاریۃ قصعۃ ثرید فقرض ولو بینھما مباسطۃ فاباحۃ بالجملہ مدار عرف پر ہے اور یہاں عرف قاضی اباحت کہ جو بھائی باہم یکجا رہتے اور اتفاق رکھتے اور خورد ونوش وغیرہا مصارف میں غیریت نہیں برتتے ان کی سب آمدنی یکجا رہتی ہے اور جسے جو حاجت پڑے بے تکلف خرچ کرتا اور دوسرا اس پر راضی ہوتا اور واپسی کا ارادہ نہیں رکھتا نہ وہ آپس میں یہ حساب کرتے ہیں کہ اس دفعہ تیرے خرچ میں زائد آیا اتنا مجرا دے نہ صرف کے وقت ایک دوسرے سے کہتا ہے میں نے اس روپے سے اپنے حصہ کا تجھے مالک کردیا بلکہ یہی خیال کرتے ہیں کہ باہم ہمارا ایک معاملہ ہے جس کا مال جس کے خرچ میں آجائے کچھ پروا نہیں اور یہ عین معنی اباحت وتحلیل ہے تو جبتک اس کا خلاف دلیل سے ثابت نہ ہوگا اباحت ہی قرار دیں گے اور زر صرف شدہ کا نصف محمود بیگ کو نہ ملے گا واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ: از ریاست رامپور بلاسپور دروازہ مرسلہ شہزادہ میاں معرفت حضرت مولوی سید خواجہ احمد صاحب ۲۴ صفر [illegible]ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آراضی تعدادی [illegible] بیگہ پختہ کے چند اشخاص بذریعہ میراث بطور اشتراک مالک تھے اور اسی طرح چندروز تک مالک رہے۔ منجملہ آراضی مذکورہ کے [illegible] بیگہ پختہ آراضی پر منجانب سرکار قبضہ [illegible] میں ہوگیا یہ مقبوضہ آراضی سرکار وہ ہے کہ جس میں اشخاص مذکورہ بالا کے مورث نے بازار پینٹھ لگایا تھا۔ بعدازاں آراضی مذکورہ مع اس آراضی پینٹھ والے کے [illegible] فصلی میں باہم تقسیم ہوگئی اور عملدرآمد سرکار میں بھی اس تقسیم کا ہوگیا۔ اور حصص ہر ایک کے مشخص اور ممتاز ہوگئے۔ مثلاً زید کے حصے میں یہ آراضی مقبوضہ سرکار پینٹھ والی مع کچھ دیگر آراضی کے جملہ [illegible] بیگہ پختہ آئی اور سب شرکاء رضامند اس تقسیم پر ہوگئے اور زید نے اور ایک بیگہ آراضی دیگر شرکاء سے منجملہ [illegible] بیگہ پختہ کے خرید بھی لی بعد ان معاملات کے زید نے سرکار میں چارہ جوئی کی اور چاہا کہ سرکار اپنا قبضہ آراضی پینٹھ مذکور پر سے اٹھالے سرکار نے قبضہ تو نہیں اٹھایا لیکن معاوضہ میں بجائے قبضہ اٹھانے کے دیگر آراضی دیدینے کا حکم دیدیا۔ اور سرکار کے قبضہ کو اس آراضی پر اٹھارہ سال ہوئے سترہ سال کے منافع کے بابت اندازہ ظاہر کرکے صرف مبلغ [illegible] نقد دیدینے کا بھی حکم صادر فرمادیا۔ اب دیگر شرکاء زید جو اسکے سابق میں شریک تھے وہ چاہتے ہیں کہ اس زر نقد سرکار کے عطیہ میں سے ہمکو بھی ملنا چاہئے۔ جس حاکم کے قبضہ میں وہ روپیہ ہے اُن کی رائے ہے کہ روپیہ مذکورہ سترہ سال پر بانٹا جائے۔ جب سے کہ تقسیم ہوگئی ہے یعنی [illegible] لغایت [illegible] فصلی تو زید کو تنہا جائے اور جتنے زمانہ تک آراضی مشترکہ یعنی از ابتداء لغایت [illegible] بلحاظ حصص شرکاء روپیہ تقسیم کیا جاوے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آراضی پینٹھ والی اب سرکار میں خالص حق وملک زید کی قرار پائی ہے اور زید ہی نے کوشش کرکے معاوضہ کا حکم کرایا۔ اور سرکار سے روپیہ بھی تنہا زید ہی کو دیدینے کا حکم ہوا ایسی صورت میں کیا زمانہ اشتراک کا عذر کرکے دیگر شرکاء بھی رقم مذکورہ میں سے لینے کے مستحق ہیں یا کیا۔ امید کہ جواب صاف صاف بلا رورعایت تحریر فرمایا جائے بینوا توجروا۔

الجواب: حق کے سوا کسی کی رورعایت خادمانِ شرع کا کام نہیں اگر وہاں کچھ فتوٰی نویس اس کے عادی سمجھے ہوں تو سب کو ان پر قیاس نہ کیا جائے وہ زمین اگر سب شرکاء کی طرف سے معد للاستغلال تھی اور ریاست کو اس کا علم تھا کما فی الدر عن الخیر الرملی یا اس کا ایسا ہونا عام طور پر معروف تھا کما فی ردالمحتار ویویدہ مسألۃ الخان والحمام فی الاشباہ والدر تو بلاشبہہ یہ معاوضہ تا زمانۂ شرکت حسب حصص سب

شرکا کا ہے لان الاعداد قائم مقام الایجاب والاخذ مقام القبول فکانوا کلھم عاقدین فوجب الاجر لھم جمیعا اسی میں ہے یہ صورت کہ متعرف زید تھا اور وہ سب شرکار کا کارکن اور اس نے سب کے لئے اعداد کیا فانہ اذن منھم جمیعا بحکم الاذن ولو فی ضمن العموم الخ اور اگر اعداد سب کی طرف سے نہ تھا زید نے تنہا اپنے لئے کیا اور اس حالت میں ریاست نے اُسے لیا اور اب یہ معاوضہ دیا تو اس کا مالک تنہا زید ہے لانہ ھو العاقد والمنافع لاتتقوم الا بالعقد فلاتکون الا لہ کما فی الھندیۃ والخیریۃ والعقود الدریۃ مگر تا زمانۂ شرکت بقدر حصص شرکار زید کے لئے ملک خبیث ہے لتصرفہ فی ملک غیرہ اس پر لازم ہے کہ اس قدر تصدق کرے یا شرکار کو دے اور یہی اولٰی ہے کما فی الخیریۃ وغیرھا اور ان کے لئے طیب ہوگا لانہ نماء ملکھم اور اگر معد للاستغلال نہ تھی تو کسی شریک کے لئے کوئی معاوضہ یا ست کے ذمے نہ آیا لعدم الاجارۃ صراحۃ ولا دلالۃ جو کچھ دیا وہ محض ہبہ وعطیہ ہے جسے دیا تنہا اسی کا ہے اور تمام وکمال اس کے لئے طیب وحلال ہے لانہ لیس عوضا عن مشترک حتی یحتمل اشتراک الشئ کاعوض فیہ مگر یہ کہ شرکار میں کوئی یتیم ہو تو البتہ اس کے حصے کے قابل بعد اخذ ریاست تا انتہائے شرکت جتنے دنوں وہ نابالغ رہا ہو اس قدر کا حصہ اس یتیم کو دینا واجب ہے لان منافع مالہ کمنافع الوقف مضمونۃ بالاستعمال بلا شرط الاعداد کما فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر یہ استثنا صورت ثانیہ میں بھی جاری ہوگا اور قدر حصہ یتیم میں زید تصدق کا اختیار نہ رکھیگا بلکہ یتیم ہی کو دینا واجب واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از بنارس مسجد چوک کہنہ مرسلہ محمد سلیمان ومحمد صاحبان ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس میں کہ خالد کے پانچ پسر زید بکر عمرو حامد جعفر اور تین دختر ہیں خالد نے مکان مسکونہ بنوایا زید بکر عمرو حسن کی شادی ہوگئی تھی اور بالغ تھے کچھ روپے سے اس کی تعمیر میں خالد کے شریک ہوئے۔ چند سال بعد خالد نے اپنی جائداد منقولہ وغیر منقولہ مکانات واسباب دوکانداری وغیرہ اپنی زوجہ ہندہ کے نام ہبہ کیا اور یہ مکان مسکونہ بھی اس ہبہ نامہ میں درج ہوا ہبہ نامہ کی تحریر کے بعد تین سال تک خالد زندہ رہا مگر جائداد منقولہ و غیر منقولہ پر جس کو وہ ہندہ کے نام ہبہ کر چکا تھا خود قابض رہا خالد کی حیات میں زید بکر عمرو حامد واسطے خورد ونوش کے فی کس پانچ روپے دیتا تھا اور سبھوں کا کھانا یکجائی پکتا جعفر صغیر سن تھا اسی وجہ سے شریک نہ تھا۔ ہر پسر اپنی اپنی آمدنی علیحدہ اپنے پاس رکھتا تھا اور امور خانگی میں خود خرچ کرتا تھا صرف کھانا یکجائی تھا بعد انتقال خالد ہندہ کے زمانہ میں بھی خورد ونوش کا ایسا ہی انتظام رہا۔ اور دکان بلا فہرست اسباب عمرو کے سپرد ہوئی اس شرط پر کہ وہ ایک آنہ فی روپیہ دستوری لیا کرے جب مال فروخت ہو۔ اور وہ حساب کتاب بھی لکھتا رہے۔

تھوڑے دنوں تک عمرو نے حساب کتاب لکھا مگر پھر خود ہی بند کردیا۔ بعد وفات خالد ہندہ کے حیات میں مکان مسکونہ میں تعمیر مزید کی ضرورت ہوئی اور حامد نے کام شروع ہونے میں روپیہ دیا روپے کی کمی عمرو پوری کرتا تھا جنکے تعلق دکان تھی اور اپنی انگریزی بیوپاری بھی کرتا تھا مگر آمدنی دونوں کی یکجا رکھتا تھا اس اثنا میں خاص اپنا روپیہ لگا کر زید نے اپنے لئے بنگلہ اس مکان مسکونہ میں اپنے روپے سے بنوایا جو اب تک قائم ہے ہندہ کے انتقال کے بعد حامد نے ایک بنگلہ اپنے واسطے اس مکان مسکونہ میں اپنے روپے سے بنوایا اور یہ اس روپے کے علاوہ ہے جو کہ حامد نے تعمیر مزید کے شروع کرنے میں دیا تھا دیگر یہ کہ زید کی وفات کے بعد اسکی بیوہ کو دو آنہ فی یوم اب تک دوکان سے جو عمرو کے تعلق ہے ملتا ہے۔ از عمرو کا بیان ہے کہ دکان کے ذمہ قرض بھی ہے مگر خالد وہندہ نے کوئی قرضہ نہیں کیا تھا اب وارثان خالد وہندہ میں نزاع در پیش ہے مکان مسکونہ کس طور پر تقسیم ہوگا۔

(۱) آیا زید۔ وبکر۔ وعمرو۔ کا روپیہ جو جہات خالد وہندہ میں لگا ہے مجرا ہوگا یا نہیں۔ (۲) حامد کا روپیہ اور زید کا بنگلہ جس کا وقوع بعد انتقال خالد مگر ہندہ کی حیات میں ہوا ہے مجرا ہوگا یا نہیں۔ (۳) حامد کا بنگلہ جو بعد وفات خالد وہندہ کے تعمیر ہوا مجرا ہوگا یا نہیں۔ (۴) دختروں کو مکان مسکونہ میں کسقدر حصہ پہونچ سکتا ہے صرف اس قدر مکان میں جو خالد کے انتقال کے وقت تھا یا نئی تعمیر لے کر۔ (۵) عمرو کی دکان کا حساب نہ لکھنے پر کوئی الزام اس پر آسکتا ہے یا نہیں۔ (۶) زید کے بیوہ کو دو آنہ فی یوم جو دکان سے ملتا ہے واپس ہوگا یا نہیں۔ (۷) عمرو کو جو قرضہ دکان مجرا ہوگا یا نہیں۔ فقط بینوا توجروا۔

الجواب: جواب سوال اول۔ ان مسائل میں اصل کلی یہ ہے کہ جو شخص اپنے مال سے کسی کو کچھ دے اگر دیتے وقت تصریح ہو کہ یہ دینا فلاں وجہ پر ہے مثلاً ہبہ یا قرض یا ادائی دین ہے جب تو آپ ہی وہی وجہ متعین ہوگی اور اگر یہ کچھ ظاہر نہ کیا جائے تو دینے والے کا قول معتبر ہے کہ وہ اپنی نیت سے خوب آگاہ ہے اگر اپنی نافعیت بتائے گا مثلاً کہے میں نے قرضا دیا یا قرض میں دیا ہبہ مقصود نہ تھا تو اس کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائیگا اور جو اس کے خلاف کا مدعی ہو وہ محتاج اقامت بیّنہ ہوگا مگر جبکہ قرائن و دلائل عرف سے اسکا یہ قول خلاف ظاہر ہو تو نہ مانیں گے اور اسی کو اقامت بیّنہ کی تکلیف دیں گے بکثرت مسائل اسی اصل پر متفرع ہیں مدایات العقود الدریہ میں بزازیہ سے ہے القول قول الدافع لانہ اعلم بجہۃ الدفع فتاوی قاضی خان کتاب النکاح میں ہے دفع الی غیرہ دراھم فانفقھا وقال صاحب الدراھم اقرضتک وقال القابض لابل وھبتنی کان القول قول صاحب الدراھم جامع الفصولین فصل رابع وثلثین میں ہے صدق الدافع بیمینہ لانہ مملک وہیں ہے دفع الی ابنہ مالا فاراد اخذہ صدق انہ دفعہ قرضا لانہ مملک وہیں ہے یصدق المملک لانہ اعرف فقول العالم اولی بان یقبل من قول الجاھل الا فیما یکذب عرفا ہدایہ میں ہے (من بعث الی امرأتہ شیئا فقالت ھو ھدیۃ وقال الزوج ھو من المھر فالقول قولہ) لانہ ھو المملک فکان اعرف بجھۃ التملیک کیف وان الظاہر انہ یسعی فی اسقاط الواجب (الا فی الطعام الذی یؤکل) فان القول قولہا والمراد منہ مایکون مھیأ للاکل لانہ یتعارف ھدیۃ الخ فتح القدیر میں ہے والذی یجب اعتبارہ فی دیارنا ان جمیع ماذکر من الحنطۃ واللوز والدقیق والسکر والشاۃ الحیۃ وباقیہا یکون القول فیہا قول المرأۃ لان المتعارف فی ذلک کلہ ارسالہ ھدیۃ فالظاہر مع المرأۃ لا معہ ولایکون القول لہ الا فی نحو الثیاب والجاریۃ نہر الفائق میں ہے وینبغی ان لایقبل قولہ ایضا فی الثیاب المحمولۃ مع السکر ونحوہ للعرف حاشیہ ابی السعود الازہری علی الکنز میں ہے ینبغی ان یکون القول لہا فی غیر النقود للعرف المستمر رد المحتار میں ہے کذا مایعطیہا من دراھم ودنانیر صبیحۃ لیلۃ العرس ویسمی فی العرف صبحۃ فان کل ذلک تعورف فی زماننا کونہ ھدیۃ پس صورت مستفسرہ میں اگر صراحۃ ثابت ہے کہ زید عمرو وبکر نے یہ روپیہ اپنے باپ کو قرضا دیا تھا تو ضرور واپس ہوگا یا صراحۃ ثابت ہو کہ بطور حسن سلوک وخدمت پدر ہبۃً دیا تھا تو ہرگز واپس نہیں ہوسکتا لتحقق موانع عدیدۃ للرجوع یا ان کے یہاں معمول قدیم رہا ہو کہ جب کبھی ایسے صرف کی باپ کو ضرورت ہوئی ہے بیٹے اس کے شریک ہوئے ہیں اور وہ شرکت ہمیشہ بے قصد واپسی رہی ہے تو قول بقیہ ورثہ کا معتبر ہوگا کہ یہ دینا بھی اسی طرح تھا قرض نہ تھا دینے والے اگر مدعی ہوں کہ اس بار ہم نے قرضا دیا تھا تو اذا انکا کہ ان کا وہ عرف با ہمی اس دعوے کے خلاف ہے بار ثبوت ان کے ذمہ ہے فتاوی خیریہ میں ہے قد قال العلامۃ فی الاسرار ان امرا جلا بان یعلن لہ عمن کذا اولہ

ینطق شیئا فی الاجر وعدمہ ان کان العامل من قبیل من یعمل لہ او للناس مثل ھذا العمل بغیر اجر کان متبرعا اور اگر سب کچھ نہ ہو تو عمرو بکر خود اور زید کے وارثوں کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا کہ یہ دینا بطور ہبہ نہ تھا اگر عمرو بکر کہ زندہ ہیں قطعی قسم کھائیں گے اور وارثان زید اپنے علم پر یعنی واللہ ہمیں نہیں معلوم کہ ہمارے مورث زید نے یہ روپیہ اپنے باپ خالد کو ہبۃً دیا تھا کما عرف من الحکم فی الیمین علی فعل الغیر فانہا انما تکون علی العلم لا مع البتات جامع الفصولین میں ہے الوارث یصدق ان الاب اعطاہ بجہۃ الدین لقیامہ مقام مورثہ فیصدق فی جہۃ التملیک اس صورت میں اگر بقیہ ورثۂ خالد مدعی ہبہ ہوں گواہ دیں واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

جواب سوال دوم: تحریر سوال سے ظاہر کہ وہ تعمیر مزید سب شرکاء کی رائے سے سب کے لئے ہوئی تو حامد اپنا حصہ نکال کر باقی روپئے کا مطالبہ مطلقاً کرسکتا ہے کہ اگر یہ دینا قرضاً تھا جب تو ظاہر اور اگر بطور ہبہ ہی تھا تاہم دو طرح کا شیوع رکھتا ہے اولاً چند شخصوں کو روپئے ہبہ کرنا ثانیاً اپنے حصے کے ماورا کا ہبہ کرنا کہ اگر بالفرض سب شرکاء نہیں ایک ہی شریک کو باقیوں کے لئے ہبہ کرنا ہوتا جب بھی اپنا حصہ ہبہ سے جدا رہنے کے باعث محتمل قسمت میں مشاع تھا اور اس قسم کا شیوع صدقہ میں بھی جائز نہیں اگرچہ قسم اول یعنی چند شخصوں پر تصدق جائز ہے بخلاف ہبہ کہ اس میں دونوں قسم کا مشاع مفسد ومبطل ہے جبکہ وہ شے صالح تقسیم ہو، درمختار میں ہے تصدق بعشرۃ دراھم او وھبہا لفقیرین صح لان الھبۃ للفقیر صدقۃ والصدقۃ یراد بہا وجہ اللہ تعالٰی وھو واحد فلا شیوع لا لغنیین لان الصدقۃ علی الغنی ھبۃ فلا تصح للشیوع ای لا تملک حتی لو قسمہا وسلمہا صح تنویر میں ہے الصدقۃ کالہبۃ لا تصح غیر مقبوضۃ ولا فی مشاع یقسم ردالمحتار میں ہے فان قلت قدم ان الصدقۃ لفقیرین جائزۃ فیما یحتمل القسمۃ بقولہ وصح تصدق عشرۃ لفقیرین قلت المراد ھنا من المشاع ان یھب بعضہ لواحد فقط[1] فحینئذ ھو مشاع یحتمل القسمۃ بخلاف الفقیرین فانہ لا شیوع کما تقدم[2] اھ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

جواب سوال سوم وبقیۂ دوم: زید وحامد نے زمین مکانِ مشترک میں جو بنگلے اپنے لئے اپنے روپئے سے بنائے وہ خاص انھیں کے ہیں دیگر شرکاء کا ان میں کوئی حق نہیں اگر باقی شرکاء اب قائم رہنا نہیں چاہتے تو مکان وزمین موروث مشترک تقسیم کریں اگر بنگلے کی کل زمین بنگلے ہی کے حصہ میں آکر پڑی جب تو نزاع ہی قطع ہوئی اور اگر وہ کل زمین یا اس کا بعض کسی دوسرے شریک کے حصے میں پڑے تو باہمی رضامندی سے زمین والا اپنی زمین بنگلے والے کے ہاتھ بیع کردے یا بنگلے والا اپنا بنگلہ کل یا بعض زمین والے ہاتھ۔ اور کسی طرح تراضی نہ ہو تو زمین والے کو اختیار ہوگا کہ بنگلہ کل یا بعض جس قدر اس کی زمین میں واقع ہوا اکھڑوادے اور اس کے سبب اگر زمین کو کچھ نقصان قلیل پہنچے تو اس کا تاوان بنگلہ والے سے لےلے اور اگر نقصان سخت کثیر پہنچے کہ زمین کو خراب وبیکار کردے تو اسے اختیار ہے کہ اس قدر عمارت بنگلہ جو اس کی زمین میں ہے اپنی ملک ٹھہرالے اگرچہ صاحب بنگلہ راضی نہ ہو اور اسے اس تعمیر کے وہ قیمت دیدے جو روز واپسی زمین ایسی عمارت کا اس حال میں نرخ ہو جب کہ اس کے گرادینے کا حکم ہولیا ہو اور اس کی معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ اگر یہ عمارت گرادی جائے تو جس قدر عملہ ٹوٹ پھوٹ کر بعد گرانے کے نکلے اس کا بھاؤ روز واپسی کیا ہوگا اور گروانے میں کیا مزدوری جائے گی یہ مزدوری اس عملہ کے بھاؤ سے گھٹا کر جو بچے وہ اس دن اس عمارت کی قیمت ہے جس کے گرانے کا حکم ہولیا، درمختار کتاب القسمۃ میں ہے بنی احد الشریکین بغیر

[1] قولہ فقط ناظر الی بعضہ لا الی واحد حتی لو ذھب بعضہ فقط لجماعۃ لم تجز ایضا ولو وھب کلہ لغیر واحد جاز فی الصدقۃ کما لا یخفی ۱۲ منہ

اذن الاٰخر (وکذا لو باذنہ لنفسہ لانہ مستعیر لحصۃ الاٰخر وللمعیر الرجوع متی شاء رملی علی الاشباہ اھ ش) فی عقار مشترک بینہما فطلب شریکہ رفع بنائہ قسم العقار فان وقع البناء فی نصیب البانی فبہا ونعمت والاھدم البناء (او ارضاہ بدفع قیمتہ ط عن الھندیۃ) وحکم الغرس کذٰلک بزازیۃ اھ مزیدا من الشامی ردالمحتار میں ہے اقول وفی فتاوٰی قارئ الھدایۃ وان وقع البناء فی نصیب الشریک قلع و ضمن ما نقصت الارض بذٰلک اھ وقد تقدم فی کتاب الغصب متنا ان من بنی او غرس فی ارض غیرہ امر بالقلع وللمالک ان یضمن لہ قیمۃ بناء او غرس امر بقلعہ ان نقصت الارض بہ والظاہر جریان التفصیل ھنا کذٰلک تأمل اھ **اقول** وکذٰلک تقدم فی کتاب العاریۃ متنا وشرحا حیث قال لو اعار ارضا للبناء والغرس صح ولہ ان یرجع متی شاء ویکلفہ قلعہما الا اذا کان فیہ مضرۃ بالارض فیترکان بالقیمۃ مقلوعین لئلا تتلف ارضہ اھ وھذا اعنی بناء احد الشریکین لایخلو عن احدھما اذ لو بنی بغیر اذن شریکہ کان غاصبا او بہ لنفسہ کان مستعیرا فلا شک فی جریان الحکم المذکور فیہما ھنا ثم ماذکرہ قارئ الھدایۃ محلہ ما اذا کان النقصان قلیلا غیر بالغ حد افساد الارض والتملک محمول علی النقصان الفاحش کما یفیدہ تعلیل الدر بقولہ لئلا تتلف ارضہ وقد نقل المحشی عن السائحانی عن المقدسی فی الغصب تحت قول الدر من بنی او غرس فی ارض غیرہ بغیر اذنہ امر بالقلع والرد وللمالک ان یضمن لہ قیمۃ بناء او شجر امر بقلعہ ای مستحق القلع ان نقصت الارض بہ اھ ما نصہ ای نقصانا فاحشا بحیث یفسدھا اما لو نقصہا قلیلا فیاخذ ارضہ ویقلع الاشجار ویضمن النقصان اھ فبھذا التوفیق تنفتح المرام وتزول الاوھام والحمد لہ ولی الانعام نیز شامی میں ہے ای قیمۃ بناء او شجر امر بقلعہ اقل من قیمتہ مقلوعا مقدار اجرۃ القلع فان کانت قیمۃ المقلوع عشرۃ واجرۃ القلع درھم بقیت تسعۃ خیریہ میں ہے ان وقع بعضہ فی حصتہ وبعضہ فی حصۃ الاٰخر فما وقع فی حصتہ فامرہ الیہ وما وقع فی حصۃ الاٰخر فلہ ان یکلفہ قلعہ یہ سب اس صورت میں ہے جبکہ مکان صالح تقسیم، اور شرکا تقسیم پر راضی ہوں ورنہ اگر بقیہ شرکا اس عمارت کو رکھنا نہ چاہیں تو ڈھادینے سے چارہ نہیں خیریہ میں ہے لایخفی انہ اذا لم یمکن القسمۃ اولم یرضیا بھا تعین الھدم واللہ تعالٰی اعلم۔

جواب سوال چہارم: دختریں مکان قدیم سے کہ وقت مرگ خالد موجود تھا ترکہ پدری پائیں گی کہ ہبہ جو خالد نے ہندہ کے نام کیا تھا بوجہ قبضہ نہ دینے کے موت خالد سے باطل ہوگیا اور ترکہ ترکہ خالد ہی ٹھہرا اور اس میں سے جو حصہ ہندہ نے پایا اور نیز تعمیر مزید سے کہ زمانہ ہندہ میں سب شرکا کے لئے ہوئی جس قدر حق ہندہ تھا ان دونوں میں سے ترکہ مادری لیں گی اور اگر زید کے ورثہ میں بہنوں کا کوئی حاجب مثلا بیٹا یا پوتا نہیں تو جو کچھ زید کو ترکہ پدری وہر دو ترکہ مادری سے پہونچا اور اس کا اپنا خاص بنگلہ ان تینوں میں سے میراث برادری کی مستحق ہوگی واللہ تعالٰی اعلم۔

جواب سوال پنجم: حساب دکان لکھنا عمرو پر واجب نہ تھا اگر نہ لکھا اس پر کوئی الزام نہ ہوا فی العقود الدریہ من البحر الرائق من تصرفات القیم لایجوز الاخذ علی نفس الکتابۃ ولایجوز الاخذ علی نفس المحاسبۃ لان الحساب واجب علیہ اھ فافادات الکتابۃ لاتجب علیہ حتی جاز لہ اخذ الاجرۃ علیہا فعلم ان الامین فی معاملۃ لایجب علیہ کتابۃ حسابہ وان کان نفس الحساب واجبا علیہ بلکہ یہ قرارداد ہی کہ عمرو بقیہ شرکا میں ہوں کہ عمرو مال بیچے حساب لکھے اور اکنی روپیہ دستوری لے محض ناجائز وحرام ہے کما لایخفی علی الفقیہ واللہ تعالٰی اعلم۔

جواب سوال ششم: خاص ہندہ کے لئے اس کے بیوہ ہونے پر شریکوں کا یہ یومیہ مقرر کرنا ظاہرا بہ نیت ثواب، بطور مواسات بیوہ برادر

ہے اگر ایسا ہی ہے تو ہرگز واپس نہیں ہوسکتا کہ وہ اس حال میں تصدق ہے اور تصدق میں اصلا رجوع نہیں درمختار میں ہے لارجوع فیھا ولو علی غنی
لان المقصود فیھا الثواب لا العوض اور اگر دکان میں جو اس کا استحقاق بذریعۂ ترکہ شوہری ہے اسے حق میں سمجھ کر دیتے ہیں تو اگر اس کا حق
اسی قدر یا اس سے زائد ہے جب بھی رجوع کے کوئی معنی نہیں اور اگر ظاہر ہو کر حق سے زائد پہنچا تو البتہ بقدر زیادت واپس لیا جائیگا فی شرکۃ
العقود الدریۃ سئل فیما اذا کان لکل من زید وعمرو عقار جار فی ملکہ بمفردہ فتوافقا علی ان ما یحصل من ریع العقارین بینھما
نصفین واستمرا علی ذلک تسع سنوات والحال ان عقار زید اکثر ویرید زید مطالبۃ عمرو بالقدر الزائد الذی دفعہ لعمرو بناء علی
انہ واجب علیہ بسبب الشرکۃ المزبورۃ فھل یسوغ لزید ذلک الجواب الشرکۃ المزبورۃ غیر معتبرۃ فحیث کان ریع عقار زید
اکثر تبین ان ما دفعہ لعمرو من ذلک بناء علی ظن انہ واجب علیہ ومن دفع شیئا لیس بواجب علیہ فلہ استردادہ الا اذا دفعہ علی
وجہ الھبۃ واستھلکہ القابض کما فی شرح النظم الوھبانی وغیرہ من المعتبرات واللہ تعالٰی اعلم۔

جواب سوال ہفتم: یہ قرضہ کہ عمرو دکان کے ذمے بتاتا ہے اگر یوں ہے کہ اس نے حسب عادت تجار کچھ مال قرضوں مول لیا اور ہنوز زرثمن
ادا نہ کیا یا دکان میں خسارہ واقع ہونے کے سبب ادا نہ ہوسکا تو یہ قرض سب شرکاء کے ذمے حصہ رسد ہوگا اور عمرو کا قول اس بارے میں قسم کے
ساتھ معتبر ہوگا اور اگر یوں ہے کہ عمرو نے سرمایۂ دکان بڑھانے کے لئے کچھ روپیہ قرض لے کر اور مال خریدا تو یہ قرض خاص ذمہ عمرو ہوگا باقی
کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔

تحقیق مسئلہ: یہ ہے کہ یہ طریقہ جو اکثر ورثا میں معمول ہوتا ہے کہ مورث مرگیا اس کے اموال دیہات دکانات یونہی شرکت پر بلاتقسیم رہتے
ہیں اور منجملہ ورثہ بعض وارث باقیوں کی اجازت ورضامندی سے ان میں تصرف کرتے ہیں شرکت عقد نہیں شرکت ملک ہی ہے کما حققہ فی
العقود الدریۃ وقال فی ردالمحتار ھی شرکۃ ملک کما حررتہ فی تنقیح الحامدیۃ ثم رأیت التصریح بہ بعینہ فی فتاوی الحانوتی اور شرکت
ملک میں ہر شریک دوسرے کے حصے سے اجنبی ہوتا ہے کما صرحوا بہ قاطبۃ وفی الدرالمختار کل من شرکاء الملک اجنبی فی مال صاحبہ لعدم
تضمنھا الوکالۃ مگر یہاں کہ تصرف باجازت ورضائے باقی شرکاء ہے یہ تصرف کرنے والا اپنے حصہ میں اصیل اور باقیوں کی طرف سے وکیل
ہوتا ہے قال فی ردالمحتار یقع کثیرا فی الفلاحین ونحوھم ان احدھم یموت فتقوم اولادہ علی ترکتہ بلاقسمۃ ویعملون فیھا من حرث
وزراعۃ وبیع وشراء واستدانۃ ونحو ذلک وتارۃ یکون کبیرھم ھو الذی یتولی مھماتھم ویعملون عندہ بامرہ وکل ذلک علی وجہ
الاطلاق والتفویض الخ فلاشک فی تحقق معنی التوکیل خصوصا صورت مستفسرہ میں تو صراحۃ بقیۂ شرکاء کی طرف سے عمرو کو تفویض دکان واجازت
اعمال تجارت ہوئی یہی معنے وکالت ہیں اور اس میں یہ شرط قرار پانا کہ جو مال بکے عمرو اکنی روپیہ دستوری لے اگرچہ شرط فاسد ہے کہ شریک کو مال مشترک
میں تصرف کرنے کے لئے اجیر کرنا اصلا جائز نہیں وھذا باجماع من ائمتنا خلافا للامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنھم ثم ھل ھو
باطل ام فاسد ذکرناہ فیما علقناہ علی ردالمحتار قال فی الدرالمختار لواستأجرہ لحمل طعام مشترک بینھما فلا اجر لہ لانہ لایعمل
شیئا لشریکہ الا ویقع بعضہ لنفسہ فلا یستحق الاجر اھ وقال الامام الاتقانی فی غایۃ البیان قال الکرخی قال محمد وکل شیئ
استأجر احدھما من صاحبہ مما یکون عملا فانہ لایجوز وان عملہ فلا اجر لہ وکل شیئ لیس یکون عملا استأجر احدھما

من صاحبہ فھو جائز وقال شمس الائمۃ البیھقی فی الکفایۃ والاصل ان فی کل موضع لایستحق الاجر الا بایقاع عمل فی العین المشترک لایجوز لانہ لایمکن کما فی نقل الطعام المشترک بنفسہ او دابتہ او غلامہ وکل مایستحق بدون ایقاع عمل فی المشترک یجوز فانہ تجب الاجرۃ بوضع العین فی الدار والسفینۃ والرحی لا بایقاع عمل اھ مگر وکالت شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتی بزازیہ میں ہے الوکالۃ لاتبطل بالشروط الفاسدۃ ای شرط کان درمختار میں ہے مایصح ولایبطل بالشرط الفاسد الوکالت الخ تو وہ شرط ہی فاسد و باطل قرار پائی اور وکالت عمرو صحیح وتام رہی۔ عالمگیریہ میں ہے لو قال اشترجاریۃ بالف درہم لک علی شراءک درھم فجینئذ یصیر وکیلا ویکون الوکیل اجر مثلہ ولایزاد علی درھم اور وکیل بالشراء قرضوں خرید سکتا ہے کما نصوا علیہ فی غیر ما مسئلۃ وفی الخانیۃ الوکیل بالشراء اذا اشتری بالنسیئۃ فمات الوکیل حل علیہ الثمن ویبقی الاجل فی حق الموکل بلکہ وکیل تجارت کو موافق معمول تجار قرضوں بیچنے کا بھی اختیار فی الدرالمختار صح بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع للتجارۃ وان کان للحاجۃ لایجوز مگر وکیل کو روپیہ قرض لینے کا اختیار نہیں نہ قرض لینے پر توکیل روا اگر لیگا خود وکیل ہی پر قرض ہوگا فی جامع الفصولین التوکیل بالاقراض جائز لا بالاستقراض الخ وفی ردالمحتار قالوا انما لم یصح التوکیل بالاستقراض لانہ توکیل بالتکدی وھو لایصح الخ ہاں اگر صورت یہ ہوتی کہ بقیہ شرکاء عمرو سے کہتے ہم سب شریکوں کے لئے اتنا روپیہ قرض لے کر سرمایۂ تجارت بڑھاؤ اور عمرو قرض دینے والے سے کہتا کہ ہم سب شرکاء کو قرض دے تو البتہ وہ قرض سب پر ہوتا اور اگر کہتا کہ مجھے ہم سب شرکاء کے لئے قرض دے تو اب بھی خاص عمرو ہی پر ہوتا فی جامع الفصولین الرسالۃ بالاستقراض تجوز ولو اخرج وکیل الاستقراض کلامہ مخرج الرسالۃ یقع القرض للآمر ولو مخرج الوکالۃ بان اضافہ الی نفسہ یقع للوکیل۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتاب الوقف

مسئلہ ازمقام کول مانک چوک مسئولہ زوجہ عبدالرشید خاں ۲۲ شعبان ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کسبی تائبہ کو کچھ جائداد پاک بعوض دین مہر کے ملی ہے یہ اسکے تئیں وقف کیا چاہتی ہے اور متولی خود اپنی حیات میں آپ ہونا چاہتی ہے اور بعد کو دوسرے کو کیا چاہتی ہے آیا یہ وقف کرسکتی ہے یا نہیں مگر اس جائداد میں ایک قید یہ لگی ہے کہ حین حیات اس نے پائی ہے بعد کو جس سے ملی ہے اُسی پر عود کریگی تو اس صورت سے وقف دوامی کرسکتی ہے یا نہیں اور دوامی نہ کرسکے تو حین حیات اپنی وقف کرسکتی ہے یا نہیں اور حین حیات وقف کرکے کسی دوسرے کو متولی کرسکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب جائداد مہر میں دینا ہبۃ بالعوض ہے اور ہبہ بالعوض ابتداءً وانتہاءً ہر طرح بیع ہے اور بعد وفات شرط واپسی شرط فاسد ہے اور بیع شروط فاسدہ سے فاسد وحرام ہوجاتی ہے اُس کا فسخ کرنا بائع ومشتری دونوں پر فرض ہوتا ہے اور اُن میں کسی کے مرنے سے یہ حکم فسخ زائل نہیں ہوتا اگر نہ فسخ کریں تو گنہگار رہتے ہیں اور عقد فاسد سے جو جائداد خریدی جائے مشتری اگرچہ بعد قبضہ اُس کا مالک ہوجاتا ہے مگر وہ ملک خبیث ہوتی ہے اُسکا ازالہ واجب ہوتا ہے۔ علماء کو اختلاف ہے کہ اسی حالت پر اگر مشتری اُسے وقف کردے تو وقف صحیح ولازم ہوجائے گا صرف واقف کے ذمہ عقد فاسد کو فسخ نہ کرنے کا گناہ رہے گا جو بے توبہ نہ جائے گا یا وقف ہی مسلّم نہ ہوگا بلکہ توڑ دیا جائے گا اور وہ شے بائع یا اُس کے ورثہ کو واپس دی جائے گی جب تک واقف نے اُس میں تعمیر وغیرہ کی زیادت سے حق فسخ کو زائل نہ کردیا ہو درمختار و ردالمحتار و منح الغفار وغیرہا میں قول اول اختیار کیا اور اصح اور ظاہر الروایۃ قول ثانی ہے کما حققنا کل ذلک فیما علقنا علی ردالمحتار من اول کتاب الوقف فراجعہ فانہ مھم بہرحال اس وقف میں عورت کے لئے خیر نہیں بلکہ اُس پر لازم ہے کہ وہ عقد یعنی معاوضہ مہر میں جائداد کا لینا فسخ کرے اور از سر نو وارثان شوہر سے مہر کا مطالبہ کرے اگر ادا کردیں فبہا ورنہ اس جائداد سے وصول کرے اور اگر سمجھے کہ یوں نہ ملے گا اور مقدار مہر قیمت جائداد سے زائد یا مساوی ہو تو مذہب مفتی پر بطور خود اس جائداد کو اپنے مہر میں لے لے وھی مسئلۃ الظفر بخلاف جنس الحق وقد حققنا فی ردالمحتار وان الفتوی الآن علی جواز الاخذ یوں مالک ہوکر وقف تام ابدی کرے وقف کسی وقت خاص تک مقید نہیں ہوسکتا لان من شرطہ التابید واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از مارہرہ مطہرہ مرسلہ حضور میاں صاحب قبلہ ۱۹ ربیع الآخر ۲۳ھ

زید اپنی جائداد مقبوضہ مملوکہ کو وقف کیا چاہتا ہے مگر جائداد پر قرضہ ہے تو بغیر ادائے قرضہ وقف ہوسکتی ہے یا نہیں اور اگر وقف میں یہ قید لگادیں کہ وقف بالفعل صحیح ہوجائے اور نفاذ اس کا بعد ادائے قرض کے سمجھا جائے تو صحیح ہوجائے گا یا بعد ادائے قرضہ ہی صحیح ہوگا۔

الجواب عرف عوام میں جائداد پر قرضہ ہونے کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ جائداد رہن ہو مرتہن کے قبضہ میں دیدی گئی ہو دوسرے

جسے وہ مکفول و مستغرق کہتے ہیں کہ جائداد قبضۂ مالک ہی میں رہے مگر وہ دائن کو لکھ دے کہ یہ تیرے دین میں مکفول ہے تا ادائے دین کہیں بیع ہبہ وغیرہ انتقالات نہ کئے جائیں گے۔ یہ صورت ثانیہ تو شرعاً محض باطل وبے اثر ہے کہ مال کو کسی کے حق میں اُسکے استیفاء کے لئے محبوس کردینا رہن ہے اور رہن بے قبضہ تمام نہیں ہوسکتا قال اللہ تعالٰی فرھٰن مقبوضۃ اگر یہی صورت ہے جب تو وقف بلاشبہ صحیح وتام ونافذ ہے اگرچہ قرضہ ادا نہ کرے نہ آئندہ ادائے قرض کے لئے اُس کے پاس کچھ مال بچے اگرچہ اُس نے وقف میں یہ نیت بھی رکھی ہو کر دائن کا دین مارا جائے اگرچہ وہ اس نیت فاسدہ سے سخت گنہگار ہوگا مگر وقف میں کچھ خلل نہیں کہ جب وہ جائداد رہن نہیں تو قرض اُسکی ذات پر ہے نہ کہ جائداد پر۔ جائداد میں اُس کے تصرفات مالکانہ بلا مانع نافذ ہیں اور اگر صورت اولٰی ہے یعنی جائداد قبضۂ مرتہن میں بسپرد کردی تو اب دو صورتیں ہیں اگر اُسکے پاس اور مال قابل ادائے قرض موجود ہے تو اب بھی وقف قبل ادائے قرض صحیح وتام ونافذ ہے حاکم اُس پر جبر کرے گا کہ اپنے دوسرے مال سے قرض ادا کرے مگر وقف کو ہاتھ نہیں لگا سکتا اور اگر اور مال نہیں تو اس صورت میں البتہ وہ وقف برقرار نہ رہے گا حاکم اُسے باطل کرکے جائداد قرض میں بیع کردے گا یونہی اگر مدیون مذکور مرجائے تو انھیں دونوں صورتوں پر لحاظ ہوگا اور جائداد موجود ہے تو اُس سے ادائے قرض کرینگے اور وقف صحیح رہے گا ورنہ توڑ دیا جائے گا ردالمحتار میں ہے فی الاسعاف وغیرہ لووقف المرھون بعد تسلیمہ صح واجبرہ القاضی علی دفع ماعلیہ ان کان موسرا وان کان معسرا ابطل الوقف وباعہ فیما علیہ اھ وکذا لومات فان عن وفاء عاد الی الجھۃ والا بیع وبطل الوقف کما فی الفتح بخلاف وقف مدیون صحیح فانہ یصح ولو قصد بہ المماطلۃ لانہ صادف ملکہ کما فی انفع الوسائل عن الذخیرۃ قال فی الفتح وھو لازم لاینقضہ ارباب الدیون اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد محلہ چھجہ پور مرسلہ حافظ یار محمد صاحب ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک زمانہ گزرا کہ زید نے ایک عالیشان پختہ مسجد چوک کے بیچ میں تیار کرائی اور گرد اُسکے چوطرفہ دکانیں بنوائیں اور دکانوں کے محاصل کو ہمیشہ اپنے ذاتی تصرف میں رکھا بعد انتقال زید کے یہ دکانیں بھی مثل اور جائداد کے ارثاً اُسکے اولاد کو ملیں اور ایک مدت تک یہ سلسلہ قبضے کا اُسکے خاندان میں جاری رہا یعنی دکانوں کی آمدنی اور کرایہ سے خاندان زید کی اوقات بسر ہوتی رہی اور مسجد کے متعلق وہ آمدنی نہ تھی بعد ایک مدت دراز کے اُن دکانوں کا وارث یعنی خالد نے بسبب افلاس کے اُن دکانوں کو عمرو وبکر کے ہاتھ فروخت کر ڈالا اب عمرو وبکر چاہتے ہیں کہ ان دکانوں کو واسطے اجرائے مدرسہ اسلامی کے مسلمانوں کے نام وقف کردیں کہ دینی مدرسہ جاری ہو اور مسجد کی ترمیم وقتاً فوقتاً ہوتی رہی دریافت طلب یہ امر ہے کہ وقف جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب جبکہ صورت واقعہ یہ ہے اور اُن دکانوں کا وقف مسجد ہونا ثابت نہیں بلکہ ملک ومیراث زید ہونا ثابت ہے تو عمرو وبکر کہ وارث شرعی سے بروجہ شرعی مشتری ہوئے اگر وہ مسجد ومدرسہ دینیہ اسلامیہ کے نام انھیں وقف کرینگے (جسمیں تعلیم دین متین مطابق مذہب اہل سنت وجماعت ہو اور اُس کے مدرسین واراکین وہابیہ یا روافض یا غیر مقلد یا نیچری وغیرہم ضالین نہ ہوں) تو اُن کے لئے اجر عظیم وصدقہ جاریہ ہے سالہا سال گزر گئے ہوں قبر میں اُن کی ہڈیاں بھی نہ رہی ہوں اُن کو بعونہ تعالٰی تا بقائے مسجد ومدرسہ وجائداد برابر ثواب پہنچتا رہے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا مات الانسان انقطع عملہ الامن ثلث صدقۃ جاریۃ اوعلم ینتفع بہ او ولد صالح یدعولہ

رواہ مسلم فی صحیحہ والبخاری فی الادب المفرد وابوداؤد والترمذی والنسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وفی الباب احادیث کثیرۃ شہیرۃ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ مسئولہ احمد حسن طالب علم بنگالی بروز دوشنبہ ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے برائے منفعت عوام ایک تالاب بنوایا اور اسے وقف کردیا اور اس کے زمانہ حیات میں لوگ عام طور سے تاریخ معینہ پر شکار کرتے اور ہمیشہ غسل وغیرہ کرتے جیسا کہ تمام تالابوں سے نفع حاصل کیا کرتے ہیں بعد اُس کی موت کے بھی عرصہ تک یہی طریقہ جاری رہا پھر ایک مدت کے بعد ایک غیر شخص نے جو اس کے خاندان سے بھی نہیں ہے اپنے زمیندار کے بندوبست میں اپنی جانب منسوب کرلیا اب اس نے اپنے واسطے اس تالاب کو مخصوص کرلیا اب دوسرا شخص کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا تو اس بارے میں کیا حکم ہے آیا اس کا قبضہ صحیح ہے یا نہیں اور کیا ہونا چاہئے۔

الجواب اگر حالت یہ ہے جو سوال میں مذکور ہوئی تو اُس کا قبضہ باطل ہے شکار کرنا کوئی قربت نہیں نہ تفریح کا نہانا تو اس تالاب کے وقف ہونے میں کلام ہے بخلاف حوض مساجد کہ وضو کے لئے وقف ہے ظاہراً وہ وارثان بانی کی ملک ہے جیسا وہ ہونا چاہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ حاجی سیٹھ محمد اعظم صاحب از راندیر متصل سورت مہتمم مدرسہ بریلی ۱۶ شعبان ۱۳۳۱ھ

جناب مولانا صاحب آپ نے جو جواب روانہ فرمایا بندہ کو بتاریخ ۲۵ مئی روز جمعرات کو ملا بہت خوب ہے مگر دریافت طلب یہ ہے کہ مسجد کی آمد سے جو ملکیت خریدی گئی ہو وہ بھی در وقف گنی جائے کہ نہیں اور جب وہ وقف گنی جائے اُسکے بیع کرنے کو حاکم کی منظوری کی ضرورت ہے کہ نہیں کیونکہ جو خریدنے والا ہو وہ کیا جانتا ہے کہ یہ وقف شدہ ملکیت کی آمد سے خرید کرکے وقف کی ہوئی ہے لہذا جو حاکم کی منظوری ہو تو کسی طور کا خوف نہ رہے نہ خریدنے والے کو نہ بیچنے والے کو اور نہ غبن وتلف کا کوئی اندیشہ باقی رہے اور بعد میں کوئی مہتمم کو کسی طرح کا کوئی الزام نہ دے سکے اور نہ کوئی رائے لے تو بالکل خراب ہوتا ہے وہ تو مسجد کے روپوں سے مدرسہ کھولنا جواز بتاتے ہیں اور دبانے کے خیال سے ان کو بعض اہل دول کے رائے بموجب فتوی دیتے ہیں

الجواب الملفوظ متولی نے زر وقف سے جو زمین یا جائداد وقف کیلئے خریدی وہ وقف نہیں ہوجاتی اُسکی بیع جائز ہے کتابوں میں جزئیہ کی تصریح ہے ہاں بیع کیلئے ایسا ذریعہ اطمینان ضرور ہے جسمیں کسی کے تغلب کا احتمال نہ رہے قاضی شرع تو یہاں کوئی نہیں اہل محلہ وعالم دیندار و مسلمانان متدین کی دینداری سے یہ کام ہو درمختار میں ہے اشتری المتولی بمال الوقف دارا للوقف لاتلحق بالمنازل الموقوفۃ ویجوز بیعھا فی الاصح واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ بحضور عظیم البرکت اعلٰحضرت مدظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج غریب اللہ صاحب تشریف لائے ہیں فرماتے ہیں کہ مسماۃ سمی طوائف جس کی عمر اس وقت تخمیناً ۵۰ برس کی ہے ۱۹ برس ہوئے میاں ناصر صاحب کی مرید ہو کر تائب ہوئی کرایہ دکانات سے گذر کرتی ہے خواہش اس کی یہ ہے کہ جائداد تیس چالیس روپیہ ماہانہ کے وقف کرنا چاہتی ہے اور حج کو جانا چاہتی ہے جس جائداد کا تاحیات خود اور بعد کو مدرسہ مالک ہے اسمیں حضور کیا فرماتے ہیں۔ کمترین قادر علی محرر مدرسہ ۴ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

الجواب وہ جائداد اگر اُسکی اسی حرام کمائی کی ہے تو اس کا طریقہ صرف یہی ہوسکتا ہے کہ وہ کسی محتاج پر تصدق کرے اور وہ محتاج بعد قبضہ اپنی طرف سے یوں وقف کرے کہ تاحیات سمی اس سے مستفید ہوسکے بعد مدرسہ اور اسکے لئے دفع اعتراض مخالفین کے واسطے ضرور ہے کہ پہلے وہ ایک

ہبہ نامہ اُس محتاج کے نام تصدیق کرائے جس کا یہ مضمون ہو کہ یہ جائداد وجہ حرام سے ہے اور اب میں نے توبہ کی ہے اور شرع مطہر اس کے تصدق کا حکم فرماتی ہے لہذا میں نے فلاں کو بطور تصدق اس کا مالک مستقل کیا اور پورا قبضہ اسے دیدیا اس کے بعد وہ محتاج وقفنامہ تصدیق کرائے کہ از انجا کہ مسماۃ فلانہ نے امتثال حکم شرع کے لئے یہ جائداد بطور تصدق میری ملک کر دی اور میں نے قبضہ کر لیا اور اب یہ مال شرعاً طیب ہو گیا میں چاہتا ہوں کہ اسے کار خیر میں صرف کرکے ثواب حاصل کروں اور مسماۃ کو بھی فائدہ پہنچاؤں لہذا میں نے اسے تاحیات مسماۃ اُس پر اور اُس کے بعد مسجد مدرسہ پر وقف صحیح شرعی کیا باقی عبارتیں کاغذ میں حسب دستور ہوں۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ۲۹ جنوری سنہ ۱۷ء کو اپنی کل جائداد جس پر بار کفالت بھی تھا باظہار بار کفالت وقف عند اللہ کی اور وقف نامہ تحریر کرکے اُسمیں متولی اپنی زوجہ کو لکھایا بعدہ ۳۱ جنوری سنہ ۱۷ء کو ایک تتمہ متعلق وقف نامہ مذکور بخیال اسکے کہ زمینداری جو وقف نامہ میں وقف بھی اُسکی نمبرداری کے لئے خواستگار دوسرا شریک ہو کیونکہ عورت بموجب قانون انگریزی بمقابلہ مرد کے نمبردار نہیں ہوسکتی ہے تتمہ مذکور لکھا اور اسمیں عبارت حسب ذیل درج کی

چونکہ میں نے بذریعہ دستاویز وقف نامہ مورخہ ۲۹ جنوری سنہ ۱۷ء کو اس کل جائداد منقولہ و غیر منقولہ دس بارہ روپیہ کو وقف کرکے تکمیل دستاویز مذکور کے بذریعہ تحریر و رجسٹری کے کرادی ہے اُس دستاویز میں سہو کاتب سے کسی سبب یہ بات لکھنے سے باقی رہگئی ہے کہ تمام جائداد مندرجہ وقف نامہ متذکرہ بالا کی بابت میں شرائط کی پابندی اُسمیں درج ہے اُسکا عمل درآمد اور پابندی شرائط میرے مرنے کے بعد عمل پذیر ہوگی جب تک میں معر بقید حیات زندہ ہوں اُسوقت تک میں معر مالکانہ قابض اور متصرف رہوں گا مع تتمہ دستاویز وقف نامہ مورخہ ۲۹ جنوری سنہ ۱۷ء کی بابت لکھدیا کہ سند ہو۔ بعدہ ۱۸ دسمبر سنہ ۱۹۱۹ء کو ایک تتمہ دوسرا اور لکھا اور اسمیں حسب ذیل عبارت تحریر کی کہ تتمہ دستاویز مورخہ ۳۱ جنوری سنہ ۱۷ء جو بابت دستاویز مورخہ ۲۹ جنوری سنہ ۱۷ء کے لکھایا تھا اُس تتمہ دستاویز کے سطر ج کے آخر میں لفظ مقر کے بعد بوجہ سہو کتابت کے عبارت ذیل تحریر ہونے سے رہگئی ہے وہ عبارت ذیل مذکور تتمہ مذکور یعنی دستاویز تتمہ مذکور مورخہ ۳۱ جنوری سنہ ۱۷ء مذکور کا جزو متصور ہو کر پڑھی جاوے۔

"واقف منتظم بشرائط مندرجہ وقف نامہ بحیثیت متولی ۲۹ جنوری سنہ ۱۷ء" لہذا یہ تتمہ بطور درست اور تتمہ ۳۱ جنوری سنہ ۱۷ء متصور ہو اسکے بعد پسر واقف نے کل جائداد واقف پر سنہ ۱۹ء میں قبضہ متولی سابق کو دیدیا۔ اب سوال یہ ہے کہ وقف نامہ جائز ہے یا نہیں اور وقف اگر جائز ہے تو وہ سنہ ۱۹ء کے تتمہ سے مانا جائے گا یا سنہ ۱۷ء کے وقف نامہ سے اور تتموں سے تو کوئی اثر وقف پر نہیں پڑتا۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ درمیانی امور کے بابت واقف بحیثیت متولی مانا جائے گا یا مالک کی حیثیت اُسکی ہوگی۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص وقف کردے اور متولی کو قبضہ نہ دے اور خود ہی واقف اپنا قبضہ رکھے تو اُس حالت میں کیا وقف ناجائز ہے یا جائز۔

الجواب وقف صحیح ہوگیا اور پہلا تتمہ جس کا حاصل یہ ہے کہ وقف کا عملدرآمد اُسکے مرنیکے بعد ہوگی زندگی بھر وہ مالکانہ قابض رہے مردود ہے وقف صحیح ہو جانے کے بعد اُسمیں کسی تبدیلی کا اصلا اختیار نہیں اور دوسرا تتمہ جس کا حاصل یہ ہے کہ وقف نامہ میں جسے متولی کیا تھا اُسکی جگہ خود متولی رہنا چاہتا ہے یہ اُسکے اختیار کی بات ہے اُسے معزول کرکے آپ متولی ہوسکتا ہے درمختار میں ہے للواقف عزل الناظر مطلقا بہ یفتی ردالمحتار میں ہے ای سواء کان بجنحۃ اولا وسواء کان شرط لہ العزل اولا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ازمقام چندوسی ضلع مرادآباد محلہ سنبھل دروازہ مسئولہ عبداللہ لوہار

کہ میفرمایند علمائے دین دریں مسئلہ زید نے ایک منزل دوکان واقع چندوسی پرگنہ بلاری میں ۱۹۰۴ء میں فی سبیل اللہ وقف کی اور یہ وقف نامہ رجسٹری شدہ تحریر کردیا ہے اسکے دوماہ بعد ایک وصیت نامہ زید نے اور تحریر کردیا کہ میرا ارادہ بیت اللہ شریف جانے کا ہے اگر میں زندہ واپس آگیا تو میں مالک ہوں اور بعد انتقال میرے کے میری عورت مسماۃ عدیا اور میرا پوتا علی حسین مالک ہے زید کا انتقال بیت اللہ شریف جاتے وقت راستہ میں ہوگیا اور اسکے بعد پوتا علی حسین بھی مرگیا تو اسکی بیوی عدی باقی رہی اُس نے یہ جائداد کفالت کردی کفالت کے ایک سال بعد عدی عورت کا بھی انتقال ہوگیا تو اُسکے پوتا علی حسین کا والدامر نے یہ جائداد بیع کردی اور اسکا روپیہ اسی نے صرف کرلیا اور چوہدری محلہ ہے انہوں نے بیع نامہ پر دستخط کردئے اور اُسکے بعد خریدار نے اسکو تعمیر کرلیا خریدار کو وقت بیع اور وقت تعمیر کے یہ معلوم ہوا تھا کہ یہ جائداد فی سبیل اللہ وقف ہے اہل محلہ کو جب معلوم ہوا کہ اس میں کا ایک شخص کہ جسکی وقف نامہ پر گواہی نہیں ملا اور اُسی نے کہا کہ تو کوشش کرکے عدالت سے اُسکی نقولیں حاصل کرینگے تو معلوم ہوگا اور مالک خریدار کا یہ بیان ہے کہ میرا روپیہ بیع وتعمیر کا دلوادیا جائے تو میں قبضہ چھوڑ دونگا۔ اور اب امر جس نے فروخت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں مالک تھا فروخت کردیا۔ اب ہماری شریعت مطہرہ کا اس بارے میں کیا حکم ہے۔

الجواب جب وہ دوکان وقف ہوچکی تھی تو اُسکی نسبت زید کو وصیت کرنے کا کوئی اختیار نہ تھا۔ نہ عورت کو مکفول کرنے کا نہ عمرو کو اُسکے بیچنے کا یہ سب باطل محض ہوگئے۔ مشتری پر فرض ہے کہ اُسے فوراً چھوڑ دے اپنا روپیہ عمرو سے لیلے روپے نہ ملنے تک قبضہ رکھنے کا مشتری کو کوئی اختیار نہیں ایک منٹ کے لئے قابض رہنا اُس پر حرام ہے اس نے جدید کرلی ہے تو اُسے اکھیڑلے اور اگر مسلمان اسے عملے کی قیمت ادا کرکے عملہ وقف کیلئے کرلیں تو بہتر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ازضلع بریلی موضع بلیا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص موضع بلیا میں امام باڑے کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ میرا مکان ہے اور اُسمیں بیل باندھنے لگا اور زمیندار خود کہتے ہیں کہ تم لوگ اپنا تیوہار کرلو لیکن ان لوگوں نے زمیندار کو ۵، روپیہ دیکر اسکو اپنے بس میں کرلیا اور وہ کہتے ہیں کہ ہم دینداری کے شریک نہیں ان کا کیا انتظام کیا جائے۔

الجواب امام باڑہ وقف نہیں ہوسکتا وہ جس نے بنایا اُسیکی ملک ہے اُسے اختیار ہے اسمیں جو چاہے کرے وہ نہ رہا تو اُسکے وارثوں کی ملک ہے انھیں اختیار ہے اور تعزیہ داری کو اگر کسی نے دینداری کہا اور اُس نے اسکی شرکت سے انکار کیا تو کچھ بیجا نہ کیا کہ تعزیہ داری ناجائز ہے اسمیں شرکت جائز نہیں۔ یہی اس سوال سے ظاہر ہے اور وہ معنی کہ میں اسلام کے شریک نہیں مسلمان ہرگز مراد نہ لیگا ہاں اگر ثابت ہوجائے کہ کسی کلمہ گو نے اسلام کی شرکت سے انکار کیا تو وہ ضرور کافر ہوجائے گا مگر یہ معنی یہاں سے مفہوم نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ عزیز الحسن قادری رضوی از قصبہ پھپھوند ضلع اٹاوہ محلہ اونچا ٹیلہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

ہندہ سنی حنفی پابند صوم وصلوۃ جو پندرہ بیس برس ہوئے کہ اپنے مادری پیشہ کسب سے توبہ کرچکی۔ اپنی مقبوضہ کل جائداد واملاک جو اُسکی ماں اور نانی کی متروکہ اور اُن کو ان کے آشناؤں کی ہبہ کی ہوئی ہے مدرسہ دینیہ کی تعلیم میں یا اُسکے یتیم ومفلس طلبہ کی خورد ونوش کی صرف میں لانے کی غرض سے وقف کرنا چاہتی ہے پس سوال حضرات مفتیان شرع شریف سے یہ ہے کہ منتظمین مدرسہ کو یہ جائداد اپنے قبضہ میں لاکر اُسکے محاصل کو ہندہ کی خواہش کے موافق

صرف میں لانا شرعاً جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب جو روپیہ بعوض زنا وغنا حاصل کیا مثل غصب حرام مطلق ہے کہ کسی طرح اسکی ملک نہیں ہو سکتا اور وہ جائدادیں جو آشناؤں نے زانیات کو ہبہ کیں وہ ہبہ بھی محض باطل ہے وہ اصل دینے والوں کی ملک پر رہیں ان کی ملک میں نہیں آسکتیں قنیہ و درمختار میں ہے مایدفعہ المتعاشقان فھو رشوۃ ہاں جو جائداد زانیہ نے خریدی ہو اور اُسکے شرا میں عقد و نقد دونوں زر حرام پر جمع نہ ہوئے ہوں مثلاً روپیہ پیشگی دیکر کہا کہ اس روپے کے عوض جائداد دیدے بائع نے اُسکے عوض کر دی یہ تو حرام پر عقد ہوا اور وہی روپیہ زرثمن میں دیا گیا یہ حرام کا نقد ہوا دونوں جمع ہو گئے اس صورت میں بھی وہ جائداد اُن کی ملک نہ ہوگی ہاں اگر زر حرام پر عقد و نقد دونوں جمع نہ ہوئے ہوں مثلاً جائداد خریدی اس وقت ثمن کی تعیین خاص مال حرام سے نہ تھی نہ وہ دکھایا گیا نہ پیشگی دیا گیا مطلق روپے کے بدلے خریدی تو یہ جائداد اس خریدنے والے کی ملک صحیح و حلال ہو جائے گی اب زرثمن اس حرام مال سے ادا کیا گیا تو یہ گناہ ہوا اور بائع کو اس کا لینا حرام تھا مگر جائداد اسکی ملک میں آگئی اسی طرح جو کچھ ان کو اجرت و رشوت کے علاوہ ناچ گانے میں بطور انعام دیا جاتا ہے جسے بیل کہتے ہیں وہ ان پر حرام نہیں کما نص علیہ فی الھندیۃ غرض جن صورتوں میں جائداد اسکی ملک ہے اُسے وقف کر سکتی ہے اور مہتمان مدرسہ اُسے لے سکتے ہیں اور جس صورت میں جائداد اُس کی ملک نہیں وہ اُسے وقف نہیں کر سکتی نہ اُسکے وقف کئے وقف ہو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ یہ جائداد کسی فقیر محتاج مسلمان کو ہبہ کر کے قابض کرا دے اگرچہ اپنے کسی عزیز قریب مثل ماں بہن وغیرہ کو اور وہ وقف کر دے یا یہ اُس سے خرید کر اگرچہ ایک پیسے کو یا اُس سے اپنے نام ہبہ کرا کے قبضہ میں کر کے خود وقف کر دے اب یہ وقف صحیح ہوگا اور مدرسہ میں اُسکا صرف حلال۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از نگینہ ضلع بجنور متصل مسجد کھجور والی مکان حکیم مبارک حسین صاحب مرسلہ صوفی حاجی محمد ابراہیم صاحب ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

جنازہ کے اوپر جو چادر نئی ڈالی جاتی ہے اگر پرانی ڈالی جائے تو جائز ہے یا نہیں اگر کل برادری کے گردوں کے اوپر ایک ہی چادر بنا کر ڈالتے رہا کریں تو جائز ہے یا نہیں اُسکی قیمت مُردہ کے گھر سے یعنی قلیل قیمت لیکر مقبرہ قبرستان یا مدرسہ میں لگانی جائز ہے یا نہیں اور چادر مذکور اونی یا سوتی بیش قیمت جائز ہے یا نہیں۔

الجواب نئی ہو یا پرانی یکساں ہے ہاں مسکین پر تصدق کی نیت ہو تو نئی اَوْلٰی اور اگر ایک ہی چادر معین رکھیں کہ ہر جنازے پر وہی ڈالی جائے پھر رکھ چھوڑی جائے اسمیں بھی حرج نہیں بلکہ اسکے لئے کپڑا وقف کر سکتے ہیں درمختار میں ہے صح وقف قدر وجنازۃ وثیابھا طحطاوی و ردالمحتار میں ہے جنازۃ بالکسر النعش وثیابھا مایغطی بہ المیت وھو فی النعش اور بیش قیمت بنظر زینت مکروہ ہے کہ میت محل تزین نہیں اور خالص بہ نیت تصدق میں حرج نہیں کحلال الھدی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ آفتاب الدین از مدرسہ منظر اسلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندو زمیندار اپنی زمین مسجد کے لئے وقف کرے تو یہ وقف ہماری شریعت میں معتبر ہے یا نہیں اور اُس مسجد میں نماز جمعہ اور نماز پنجگانہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں

الجواب مسجد کے لئے ہندو کا وقف باطل ہے لانہ لیس قربۃ فی دینہ الباطل اگر یونہی مسجد بنا لیں گے اسمیں نماز ہو جائے گی اور جمعہ بھی ہو جائے گا اگر شہر یا فنائے شہر میں ہو اذ لایشترط لھا المسجد مگر مسجد میں پڑھنے کا ثواب نہ ملے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از موضع ڈیلاہی ڈاکخانہ لہریا سرائے ضلع دربھنگہ مرسلہ محمد عبد الجلیل خاں صاحب ۱۲ رجب ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی کچھ زمین مملوکہ کو وقف کرنا چاہتا ہے اُس زمین کی آمدنی دو قسم کی ہے کچھ نقدی تحصیل ہے اور زیادہ حصہ آمدنی کا بذریعہ تاڑ و کھجور ہے یعنی جسقدر تاڑ و کھجور اس زمین میں ہیں سال بسال رعایا کے ساتھ بندوبست کئے جاتے ہیں رعایا مدت معینہ تک فائدہ اس سے اٹھاتے ہیں اور اُس مدت تک کیلئے مالک نے جو کچھ زر مقرر کیا ہے اسکو ادا کرتے ہیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زمین مذکورہ موصوفہ بصفت مسطورہ کو زید وقف شرعاً کرسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب زمین وقف کرسکتا ہے کہ اُسمیں کوئی معصیت نہیں اور تاڑ و کھجور تاڑی اور سیندھی نکالنے کے لئے اجارہ پر دینی حرام و باطل ہے وہ نہ بعد وقف جائز ہو نہ اب جائز ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از علیگڈھ بازار موتی مسجد مرسلہ علی الدین سوداگر پارچہ ۲۹ رجب ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) اگر کوئی قطعہ کسی خاص شخص یا قوم کی پرورش کے لئے وقف خاص ہو لیکن اسمیں کچھ آمدنی ہو اور اُس پر صدہا برس سے عام اہل اسلام اپنے مردہ دفن کرتے ہوں جنکی ہزارہا قبور و بکثرت خطیرہ و مقبرہ و متعدد مساجد و چاہات موجود ہوں اور ہنوز یہ عمل جاری ہو تو وہ اراضی وقف عام مانی جاوے گی یا نہیں (۲) کیا اراضی موقوفہ مذکورہ کے کسی متولی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی مسلمان کو مردہ دفن کرنے و مسجد و چاہ و خطیرہ بنانے سے روک دے (۳) اگر منجملہ تین متولیوں کے جو کسی موقوفہ قبرستان کے ہوں دو مرد متولی زید کو مردہ دفن کرنے و مسجد و چاہ تعمیر کرنے کی اجازت دیدیں اور وہ اس پر عمل کرکے مردہ دفن کرا دے اور مسجد و چاہ بھی تعمیر کرادی مگر تیسری عورت متولیہ اس پر رضامند نہ ہو تو کیا دو مرد متولیوں کی اجازت کافی مانی جاوے گی (۴) کیا تیسری متولیہ کو جو اجازت میں شامل نہیں ہے شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ وہ مقبرہ و مسجد و چاہ تعمیر شدہ کو توڑوا دے (۵) کیا موقوفہ قبرستان میں کوئی شخص بہ اجازت متولیوں کے منجملہ تین کے مردہ دفن کرنے و مسجد و چاہ تعمیر کرنے کے لئے کوئی خاص حصہ مخصوص کرسکتا ہے اور تیسری متولیہ جو اجازت میں شامل نہیں ہے وہ مخصوص کرنے کی مانع ہوسکتی ہے۔

الجواب جبکہ صدہا سال سے عام مسلمان بلا نکیر اس زمین میں مساجد و چاہ و قبور بناتے آئے ہیں تو وہ ضرور وقف عام ہے کس دلیل سے کہا جاتا ہے کہ کسی قوم خاص پر وقف تھا ایسی حالت میں کسی متولی کو اختیار نہیں کہ سنی مسلمان کو اُسمیں دفن کرنے یا مسجد یا کنواں بنانے سے روکے خواہ یہ روکنے والا مرد ہو یا عورت ہو اور اگر دلیل صحیح شرعی سے ثابت ہو کہ حقیقۃً وہ زمین کسی قوم خاص پر وقف ہے اور عام لوگوں نے صدہا سال سے اُسمیں ظالمانہ غاصبانہ تصرفات کر رکھے ہیں جس کی امید ہرگز کسی طرح نہیں تو البتہ ہر متولی اُسمیں خلاف اغراض وقف تصرف کرنے سے ہر شخص کو روک سکتا ہے اگرچہ یہ متولی عورت ہو اگر دس مرد متولی اس کی اجازت دے چکے ہوں کہ خلاف اغراض وقف اجازت باطل ہے اور اجازت دینے والا خائن ہے جسے معزول کرنا لازم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از اودے پور میواڑ راجپوتانہ مرسلہ سید احمد علی صاحب مہتمم مدرسہ نظامیہ عربیہ اسلامیہ ۷ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ایسی صورت میں کہ خالد نے ایک مدرسہ عربیہ دینیہ قائم کیا چندہ سے۔ اور شہر کے لوگوں سے خالد کا چندہ بھی زائد ہے اور نقل بیعنامہ جو ہمسلک ہذا ہے اسمیں خالد نے علاوہ اپنے چھ نام دیگر برائے قائمی مدرسہ درج کرائے یعنی خالد مولوی سید شمس الدین صاحب، چودھری رحیم بخش صاحب، حاجی محمد فاضل صاحب، رسالدار حسن خانصاحب، مہاوت موتی خانصاحب، الٰہی بخش صاحب

منجملہ ان کے رسالدار حسن خانصاحب اور حاجی محمد فاضل صاحب مرحوم کے محمد فاضل صاحب کا جزوی روپیہ تھا اور رسالدار حسن خانصاحب اور عبادت موتی خانصاحب کا چندہ کچھ نہیں صرف احتیاطاً نام درج بطور اطمینان کر دیے گئے کہ کوئی مدرسہ کو ذاتی ملکیت نہ بنالیوے۔ الہ بخش جی کا بھی تھوڑا روپیہ تھا وہ اور رحیم بخش جی اور فاضل جی کا تعلیم میں صرف ہوگیا زمین جو برائے مدرسہ خریدی گئی وہ سب باہر کے چندہ آوردہ خالد اور خالد کے ذاتی چندہ سے خریدی گئی۔ جو عمارت مدرسہ اس وقت موجود ہے وہ باہر کے چندہ آوردہ خالد اور احباب خالد سے تعمیر ہوئی ہے تو خالد کا حق دوسروں کے مقابلہ میں اس مدرسہ پر کس قدر ہے فتوی عطا ہو (۲) صورت مسطورۂ بالا میں واقف کل کون ہوا اور اگر وقف مشترک مانا جاوے تو واقف اعظم کون ہوا صاف حکم فرمایا جاوے۔ خالد حدیث شریف الدال علی الخیر کفاعلہ سے بھی فائدہ پاوے گا یا نہیں (۳) ایسے چندہ مسطورہ بالا سے جو ہر سال آمد ہو کر تعمیر اور تعلیم میں صرف ہوتا رہا کیا وقف ہوسکتا ہے جو کل آمد سالانہ ہو وہ صرف ہو جاوے یعنی مدرسہ وقف مانا جاوے گا یا کیا (۴) اگر خالد وقف بھی کرنا چاہے تو وقف مانا جاوے گا یا کوئی صورت عارض ہوگی حالانکہ خالد نے چندہ شہر اور باہر سے خدا واسطے مانگ کر لایا اور لگایا اور اپنا وقت سفر اور حضر بلامعاوضہ صرف کیا خالد جو کہ اول سے بانی اور متولی مدرسہ ہے بلاوجہ شرعیہ گروہ جہال جنھوں نے چندہ دیا یا نہ دیا ہو الگ کرسکتے ہیں ذاتی عداوت سے (۵) سواد اعظم میں گروہ جہال مانے جاوینگے یا پڑھے لکھے پابند اسلام۔

نقل بیعنامہ

تحریر از طرف پٹھان حسن خاں و حاجی محمد خاں پسران خواجو خاں سکنہ شہر بنام جملہ انجمن والان مسمی رحیم بخش جی چڑوہ رنگریز، مولوی سید شمس الدین جی، عبادت موتی خانجی، الہ بخش جی، رسالدار حسن خاں جی قاضی احمد علی، حاجی محمد فاضل جی شہر والوں کے روپیہ الـــ ۲۱۰۴ اللعہ ادوے پوری دینا جس کے بدلہ میرے باپ کی جگہ نیم سیم سمیت مع چبوترہ و جملہ حقوق بخشش کر دیے اور قابض و متصرف بھی کرا دیا روپیہ اسطرح پر لیے الـ ۱۰۰ تو پٹھان عمر خاں نیاز محمد خاں کو رہن کے آپ نے چکائے و تحریرات رہن آپ نے لے لی اور مبلغ مالـ ۲۰۰ چوڑی گر محمد علی کو بابت دعوی دیوانی کے آپ چکا نام دوبا زیادہ اور مبلغ مالـ ۲۸۹ ہم نے نقد آپ سے وصول کر لیے نوٹ منکہ الـ ۱۶۴۲ اللعہ کل بھر پائے فیس نقشہ و رجسٹری وغیرہ سب آپ کے ذمہ ہے اس جگہ بابت ہمارے بھائی گرا یہ وغیرہ کوئی دعوی جھگڑا کرینگے نہیں اگر کرینگے تو ان کا من میں مناؤں گا لہذا یہ تحریر بیعنامہ سند الکھ دی کہ وقت ضرورت کام دیوے۔

دستخط حسن خاں و حاجی محمد خاں مع گواہان

مکرر یہ کہ یہ زمین زیادہ قیمت کی تھی مگر مسطورہ بالا روپیہ میں آپکو فروخت کرکے بخشش کردی کہ پھر کوئی دعویدار نہ ہوسکے سمت ۱۹۶۳ بکرمی کے بیساکھ بدی ۷۔

الجواب ہبہ بالعوض بیع ہے بیع جتنے اشخاص کے نام ہوئی سب مالک ہوئے اگرچہ روپیہ ایک ہی دیتا وہ اوروں کے حصے کا زرثمن ادا کردینے میں متبرع ہے جبکہ اُن سے واپسی قرار نہ پائی ہو جیسا یہاں ہے۔ ہم نے اپنے فتاوی کتاب الوقف میں ثابت کیا ہے کہ زرچندہ چندہ دہندوں کی ملک پر رہتا ہے اور محصل کا اُن کے اذن عرفی سے خلط کرلینا اُسے مالک نہ کردیگا اور جبکہ انہوں نے مدرسہ بنانے کے لئے خالد کو چندہ دیا تو اُسے شراء زمین و تعمیر کا ماذون کیا اور اُن کا روپیہ اُن کے اذن سے اس نے شراء و تعمیر میں صرف کیا تو وہ زمین و عمارت تمام مشتریوں اور چندہ دہندوں کی ہوئی جسکا ایک پیسہ چندہ ہو اور جس کا ہزار روپے سب شریک ہیں اور جبکہ دینی مدرسہ نفع عام مسلمین کے لئے بنانا مقصود تھا اسمیں کسی کی نیت یہ نہیں ہوتی کہ میں کسی جز کا مالک رہوں اور اس سے انتفاع ایک مدت محدود تک ہو پھر میری ملک میں واپس آئے جبکہ اپنی ملک سے خارج کرکے ہمیشہ کیلئے نفع مسلمین کے واسطے کردینا مقصود ہوتا ہے

اور یہی حاصل وقف ہے تو اگرچہ نصاً وہ سب لفظ وقف نہیں کہتے عرفاً دلالۃً وقف کرتے اور وقف ہی سمجھتے ہیں ذخیرہ وخانیہ وعلمگیریہ میں ہے رجل لہ ساحۃ لابناء فیھا امر قوما ان یصلوا فیھا بجماعۃ فان امرھم بالصلاۃ فیھا ابدا نصا بان قال صلوا فیھا ابدا اوامرھم بالصلوۃ مطلقا ونوی الابد صارت الساحۃ مسجدا وان وقت بالشھر او السنۃ لاتصیر مسجدا تو وہ ایک مکان ہے جس کی زمین وعمارت سب اُن سب کی ملک مشترک ہوکر اُن سب کی طرف سے وقف ہوئی اور حق کہ واقف کو وقف پر ہوتا ہے سب کو بروجہ کمال یکساں حاصل ہوا اسمیں کمی وبیشی چندہ پر لحاظ نہ ہوگا کہ یہ حق متجزی نہیں اور حق غیر متجزی ہر شریک کے لئے کاملاً حاصل ہوتا ہے اشباہ والنظائر میں ہے ماثبت لجماعۃ فھو بینھم علی سبیل الاشتراک الا فی مسائل الاولی ولایۃ الانکاح للصغیر والصغیرۃ ثابتۃ للاولیاء علی سبیل الکمال لکل (الی ان قال) والضابط ان الحق اذا کان مما لایتجزی فانہ یثبت لکل علی الکمال فالا ستحداد امر فی المملوک مما لایتجزی خالد بشرط حسن نیت وقبول حضرت عزت الدال علی الخیر کفاعلہ کا فائدہ روز جزا پائے گا خالد اب اُسے جدید وقف کرکے واقف کل نہیں بن سکتا وقف دوبارہ وقف نہیں ہوسکتا نہ خالد مالک کل ہے اور وقف کی شرط ملک ہے۔ خالد کو مدرسہ سے جدا کرنے کی اگر کوئی وجہ شرعی نہ ہو تو جاہل ہوں یا علما بلاوجہ محض نفسانیت سے جو کریں مسموع نہیں ہوسکتا جبکہ خود حاکم قاضی کو کسی صاحب وظیفہ تک کا بے گناہ معزول کرنا نہیں پہنچتا بحرالرائق پھر ردالمحتار میں ہے استفید من عدم صحۃ عزل الناظر بلاجنحۃ عدمھا لصاحب وظیفۃ فی وقف بغیر جنحۃ وعدم اھلیۃ اور اگر وجہ شرعی ہو تو بلاشبہ معزول کیا جائے گا اگرچہ خاص اپنی تنہا ملک سے وقف کیا ہوتا درمختار میں ہے ینزع وجوبا بزازیہ لو الواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مامون او عاجزا او ظھر بہ فسق کشرب الخمر ونحوہ فتح سوادِ اعظم اہلسنت ہیں فرعیات میں حکم شرع کے خلاف کثرت وقلت جماعت پر نظر نہیں امور انتظامی جن میں شرع مطہر کی جانب سے کوئی تحدید نہ ہو ان میں کثرت رائے کا لحاظ ہوتا ہے اسمیں ہر ذی رائے مسلمان سنی کی رائے ملحوظ ہوگی اگرچہ عالم نہ ہو کہ معاملہ شرعیات سے نہیں بلکہ بارہا تجربہ کار کم علموں کی رائے کسی انتظامی امر میں ناتجربہ کار ذی علم کی رائے سے صائب تر ہوسکتی ہے انتم اعلم بامور دنیاکم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ مولوی ظہور حسین صاحب ساکن بریلی محلہ کنگھی ٹولہ ۲۴ رجب المرجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی حیات میں ایک جزو زمینداری مع ایک قطعہ مکان موسوم امام باڑہ بغرض امورات مذہبی بشرائط ذیل بنام خدائے برتر وقف کرکے وقف نامہ مصدقہ رجسٹری لکھ دیا اور قبضہ اور دخل جزواً وکلاً اٹھا کر خدا کی ملک میں دیدیا اور کوئی تعلق اپنا کسی قسم کا نہ رکھا اور دو متولی مقرر کرکے عمل درآمد باضابطہ کرادیا اغراض وقف کے شرائط مجوزہ ہندہ واقفہ یہ ہیں۔ اول یہ کہ جو منافع خالص رہے اسمیں سے محفل میلاد شریف حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ ونذر ونیاز ذبیحہ سید الشہداء امام حسن وامام حسین علیہما السلام وفاتحہ برسی اموات ومرمت شکست وریخت امام باڑہ باہتمام متولیان ہو۔ دوسرے یہ کہ اگر متولیان مذکور بلاکسی کو متولی یا قائم مقام اپنا کئے فوت ہوجاویں تو اولاد ذکور لائق متولیان ہندہ سے متولی ہوگی کوئی شخص مستحق تولیت کا نہ ہوگا بلکہ یہ سلسلہ خاندانی تاقیام زمانہ نسلاً قائم رہے گا کوئی کمیٹی وانجمن جائداد موقوفہ میں دست انداز نہیں ہوسکتی کیونکہ محاصل اس وقف کا بنابر اجراء کار خیر ونذر ونیاز رکھا گیا ہے تاکہ نام میرا دنیا وآخرت میں ہمیشہ کو قائم رہے اور ثواب ملتا رہے۔ ایسا وقف اور یہ اصراف اوقاف شرعی یعنی بموجب شرع محمدی کے جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب جبکہ وہ جائداد اور یہ مکان اس وقت کرنے کے وقت ہندہ کی ملک تھی اور اب اس نے مصارف غیر مذکورہ کے لئے وقف کردئے وقف جائز وصحیح ولازم ہوگیا اور مصارف مذکورہ شرعاً جائز ہیں ہدایہ ص۶۴۲ میں ہے ووقف المشاع جائز قال فی الدر وبہ یفتی اور وقت وقف اسکا مالک ہونا ضروری ہے شامی ص۵۵۵ج۳ میں ہے شرطہ شرط سائر التبرعات افاد ان الواقف لابد ان یکون مالکاً لہ وقت الوقف ملکاتاما وقف کے لئے کتابت ضروری نہیں زبانی الفاظ کافی ہیں خیریہ میں ہے اما اشتراط کونہ یکتب فی حجۃ ویقید فی سجلات فلیس بلازم شرعا ومخالف للموضوع الشرعی فان اللفظ بانفرادہ کاف فی صحۃ ذلک شرعا والزیادۃ لایحتاج الیہا اھ اور ولایت کو اپنے خاندان میں شرط کردینا بھی صحیح ہے اور وہ اس کا متولی رہے گا جبتک کہ اس کی خیانت یا عجز یا فسق ظاہر نہ ہو ورنہ اس سے ولایت لے لی جائیگی اگرچہ متولی خود واقف ہی ہو درمختار ص۵۹۴ میں ہے وینزع وجوباً لوکان المتولی غیر مامون اوعاجزا اوظہر بہ فسق وان شرط عدم نزعہ اوان لاینزعہ قاض ولاسلطان لمخالفتہ حکم الشرعی فیبطل کالوصی اھ ملتقطا ومختصرا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ از سورت عیدروس منزل خانقاہ عیدروسیہ مرسلہ حضرت سید علی بن زین بن حسن عیدروس سجادہ نشین خانقاہ مذکور ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں کہ مسلمانوں کے اوقاف جو ثواب کی نیت سے بترغیب حکم رب العلمین وقف کئے جاتے ہیں وہ اوقاف کل کے کل مذہبی ہیں یا مذہب کے غیر یا بعض مذہبی اور بعض غیر مذہبی بینوا توجروا۔

الجواب اوقاف جائزہ مطلقاً اگرچہ بے نیت ثواب کئے جائیں اگرچہ وقف کرنے والے مسلمان بھی نہ ہوں خواہ ہمارے مذہبی تعلیم اعمال عبادات کے لئے ہوں یا غریبوں کی مدد، تعلیم طبی امداد وغیرہا کے لئے علی العموم سب مذہبی ہیں اور ان میں دست اندازی مذہبی دست اندازی۔ نیت وعلم نیت یا اسلام وکفر واقف سے یہ فرق پڑتا ہے کہ واقف اگر مسلمان ہو اور ثواب کی نیت سے کرے (جیسا کہ عام اوقاف میں مسلمانوں کی یہی نیت ہوتی ہے) تو وہ اس کے لئے قربت وعمل صالح وباعث ثواب وقرب رب الارباب بلکہ اطلاق عام میں عبادت الٰہی ہے اور ایسا نہ ہو تو واقف کو ثواب نہ ملے گا مگر وقف فی نفسہٖ ضرور ہمارا دینی مذہبی کام ہی رہے گا ولہٰذا اس میں دو شرطیں مطلقاً لازم ہیں ایک یہ کہ وہ کام جس کے لئے یہ وقف ابتداءً ہوا یا آخر میں اسکے لئے قرار پائے گا واقف کے نزدیک کار ثواب ہو وہ اس ثواب کی نیت کرے یا نہ کرے یہ اس کا فعل ہے کام مذہبی حیثیت سے ثواب کا ہونا چاہئے جیسے غربا کی امداد اگرچہ دوا وغیرہ سے ہو دوسرے یہ کہ وہ کام خود ہمارے مذہب اسلام کی رو سے کار ثواب ہو اگرچہ وقف کرنے والا مسلمان نہ ہو (۱) اسی لئے اگر اغنیا کے چائے پانی کے لئے ہوٹل بنا کر وقف کیا وقف نہ ہوگا کہ یہ کوئی ثواب کا کام نہیں (۲) کافر نے مسجد کے لئے وقف کیا وقف نہ ہوگا کہ یہ اس کے خیال میں کار ثواب نہیں (۳) کافر نے مندر یا شوالے کے لئے وقف کیا وقف نہ ہوگا کہ یہ واقع میں کار ثواب نہیں (۴) کافر نے ایک شوالے پر وقف کیا اس شرط پر کہ جبتک یہ باقی ہے وقف کی آمدنی اسمیں خرچ ہو اور جب شوالہ ٹوٹ کر ویران ہوجائے تو اس کے بعد یہ آمدنی محتاجوں پر صرف ہوا کرے وقف صحیح ہوجائے گا کہ اس کا آخر ایک ایسے کام کے لئے رکھا جو کار ثواب ہے یعنی امداد مساکین اور آج ہی سے اس کی ساری آمدنی امداد مساکین میں صرف ہوگی شوالہ کو ایک پیسہ نہ دیا جائے گا اور اس قسم کے بکثرت مسائل کتب معتمدہ میں مذکور ہیں تو ثابت ہوا کہ وقف جائز کیسا ہی ہو کسی نے کیا ہو کسی طرح کیا ہو مطلقاً ہم مسلمانوں کا دینی مذہبی ہے۔ کام دو ہی قسم ہیں دینی یا دنیوی۔ ہر شخص جانتا ہے کہ دنیوی کام میں ان دونوں شرطوں سے کوئی شرط نہیں نہ یہی ضرور کہ فاعل کے نزدیک وہ کار ثواب ہو نہ یہی لازم کہ مذہب اسلام نے اسے کار ثواب مانا ہو اور وقف میں مطلقاً یہ دونوں

شرطیں لازم ہیں تو ظاہر ہوا کہ وہ ہرگز دنیوی کام نہیں بلکہ خاص دینی ومذہبی ہے اور یہی ہمیں ثابت کرنا تھا۔ اور اس پر ایک صریح دلیل یہ بھی ہے کہ مسلمان اگر کیسا ہی وقف کسی غرض کا کرے اور پھر معاذ اللہ اسلام سے پھر جائے تو فوراً اس کا ہر وقف باطل ہوجاتا ہے وہ اس کے وارثوں پر مالکانہ تقسیم کردیئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر مرتد ہوکر پھر اسلام لے آئے وقف عود نہ کرے گا جبتک بعد اسلام پھر از سرنو وقف نہ کرے اور یہ حکم عام ہے جس میں کسی وقف کی تخصیص نہیں تو کوئی وقف اگر ایسا بھی ہوتا جو مذہبی نہ ہو تو مذہب بدل جانے سے وہ کیوں باطل ہوجاتا تو معلوم ہوا کہ وقف کیسا ہی ہو مطلقاً مذہبی ہے اب ان تمام مسائل پر عبارات کتب ملاحظہ کیجئے۔ ردالمحتار مطبع قسطنطنیہ جلد دوم ص۴۲۳ العتق والوقف والاضحیۃ ایضا عبادات ہدایہ مع فتح القدیر مطبع مصر جلد پنجم ص۳۷ الوقف ازالۃ الملک الی اللہ تعالٰی علی وجہ القربۃ فتح القدیر جلد مذکور ص۳۷ محاسن الوقف ظاھرۃ لما فیہ من ادامۃ العمل الصالح کما فی الحدیث المعروف اذا مات ابن اٰدم انقطع عملہ الا من ثلث صدقۃ جاریۃ الحدیث درمختار مع شامی مطبع استنبول جلد سوم ص۵۵۳ سببہ ارادۃ محبوب النفس فی الدنیا ببر الاحباب وفی الاٰخرۃ بالثواب یعنی بالنیۃ من اھلھا لانہ مباح بدلیل صحتہ من الکافر ایضا ص۴۵۶ شرطہ ان یکون قربۃ فی ذاتہ فتاوٰی عالمگیری مطبع احمدی جلد سوم ص۱۱ بیان شرائط وقف منھا ان یکون قربۃ فی ذاتہ وعند المتصرف ردالمحتار جلد سوم ص۵۵۸ فی النھر عن المحیط لو وقف علی الاغنیاء وحدھم لم یجز لانہ لیس بقربۃ اما لو جعل اٰخرہ للفقراء فانہ یکون قربۃ فی الجملۃ فتاوٰی ہندیہ جلد سوم ص۱۱۵ لو جعل ذمی دارہ مسجدا للمسلمین ثم مات یصیر میراثا لورثتہ وھذا قول الکل کذا فی جواھر الاخلاطی ولو جعل ذمی دارہ بیعۃ اوکنیسۃ اوبیت نار فی صحتہ ثم مات یصیر میراثا ھکذا ذکر الخصاف فی وقفہ وھکذا ذکر محمد من الزیادات کذا فی المحیط فتح القدیر جلد پنجم ص۳۵ ردالمحتار جلد سوم ص۵۵۷ لو وقف الذمی علی بیعۃ مثلا فاذا خربت یکون للفقراء کان للفقراء ابتداء ولو لم یجعل اٰخرہ للفقراء کان میراثا عنہ نص علیہ الخصاف فی وقفہ ولم یحک خلافا عالمگیری جلد سوم ص۱۱۴ واسعاف ص۱۱۹ لو قال تجری غلتھا علی بیعۃ کذا فان خربت ھذہ البیعۃ کانت الغلۃ للفقراء والمساکین فانہ تجری غلتھا علی الفقراء والمساکین ولا ینفق علی البیعۃ شیئ کذا فی المحیط درمختار ص۵۵۴ ارتد المسلم بطل وقفہ ردالمحتار صفحہ مذکورہ ویصیر میراثا سواء قتل علی ردتہ اومات اوعاد الی الاسلام الا ان اعاد الوقف بعد عودہ الی الاسلام واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ازبنارس کچی باغ مرسلہ مولوی محمد ابراہیم صاحب خلف منشی لعل محمد تاجر پارچہ بنارس ۴ جمادی الاخرٰی ۱۳۱۲ھ

ماقول العلماء ورثۃ الانبیاء جزاکم اللہ تعالٰی یوم الجزاء اس مسئلہ میں کہ یہاں رواج ہے کہ ماہ ربیع الاول میں لوگوں سے محض بغرض ایصال ثواب روح پر فتوح حضرت نبی کریم نور مجسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چندہ لیا جاتا ہے لوگ حسب استطاعت دیتے ہیں اس کا کھانا وغیرہ پکا کر مساکین وفقراء کو کھلایا جاتا ہے۔ اب اس چندہ سے کچھ روپیہ کھانے وغیرہ کے بچت سے فاضل بچ گیا تو افسران ومہتمین کی صلاح ہوتی ہے کہ اس روپے فاضل سے دیگ آجانا چاہئے کیونکہ ہر سال ۱۲ تاریخ ربیع الاول کو ضرورت پڑتی ہے اور بڑی تردد سے ملتی ہے کبھی مستعار کبھی کرائے پر۔ اور اس روپے سے آجائیگی تو ہمیشہ کے واسطے آرام ہوگا۔ معہذا یہ رائے بھی ہے کہ جس کو ضرورت دیگ کی پڑے گی اُسکو کرایے پر دیجائے گی اور وہ کرایہ کی آمدنی مدرسہ میں طالب علم کی حاجتوں میں صرف کی جائے لیکن افسران مختلف ہیں جواز وعدم جواز میں لہٰذا علماء سے مستفسر ہیں کہ اسطرح جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب ایسے چندوں سے جو روپیہ فاضل بچے وہ چندہ دہندان کا ہے انھیں کی طرف رجوع لازم ہے وہ دیگ وغیرہ جس امر کی

اجازت دیں وہی کیا جائے۔ اُن میں جو نہ رہے اُسکے عاقل بالغ وارثوں کی طرف رجوع کی جائے اگر اُن میں کوئی مجنون یا نابالغ ہے تو باقیوں کی اجازت صرف اپنے حصص کے قدر میں معتبر ہوگی صبی و مجنون کا حصہ خواہی نخواہی واپس دینا ہوگا اور اگر وارث بھی نہ معلوم ہوں تو جس کام کے لئے چندہ دہندوں نے دیا تھا اُسی میں صرف کریں وہ بھی نہ بن پڑے تو فقراء پر تصدق کردیں غرض بے اجازت مالکان دیگ لینے کی اجازت نہیں درمختار میں ہے ان لم یکن بیت المال معمورا اومنتظما فعلی المسلمین تکفینہ فان لم یقدروا سألوا الناس لہ ثوبا فان فضل شیئ رد للمتصدق ان علم والا کفن بہ مثلہ والا تصدق بہ مجتبی ردالمحتار میں ہے (قولہ والا کفن بہ مثلہ) ھذا لم یذکرہ فی المجتبی بل زادہ علیہ فی البحر عن التجنیس والواقعات قلت وفی مختارات النوازل لصاحب الھدایۃ فقیر مات فجمع من الناس الدراھم وکفنوہ وفضل شیئ ان عرف صاحبہ یرد علیہ والا یصرف الی کفن فقیر اٰخر او یتصدق بہ اسی طرح اور کتب میں ہے **قلت** واشار فی ردالمحتار بنقل عبارۃ المختارات الی انہ لم یذکر الترتیب بین التکفین والتصدق علٰی خلاف مافی الشرح **اقول** لکن فی الخانیۃ ثم الھندیۃ ان عرف صاحب الفضل ردہ علیہ وان لم یعرف کفن بہ محتاجا اٰخر وان لم یقدر علی صرفہ الی الکفن یتصدق بہ علی الفقراء اھ فھذا نص فی الترتیب ولاشک ان باختیارہ یخرج عن العھدۃ بیقین ثم ھذا وان لم یکن وقفا فلہ شبہ بہ ولاشک ان مراعاۃ غرض المالک املک واحکم فلذا اٰعولنا علیہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از بریلی محلہ بہاری پور مسئولہ محمد علی جان خانصاحب ۸ رجب المرجب ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ مسمی کرامت علی ونیاز علی واقع تکیہ ملوکپور کے خادم تھے جنھوں نے کچھ اراضی مسمی قادر بخش کے پاس بمیعاد تیس سال کے بیع بالوفاء کردی جو بعد انقضاء میعاد مذکورہ بالا کے شیخ مذکور کے قبضہ میں اُس بیعنامہ کے ذریعہ سے آگئی چنانچہ شیخ مذکور کی قبر اور اُن کے بزرگان کی قبریں بھی اُسمیں بنیں بعدہ تخمیناً عرصہ سینتالیس سال کا ہوا کہ از جانب سرکار انگریزی تکیہ ہذا میں مردوں کے دفن کرنے کی ممانعت ہوگئی اب وہ اراضی بیکار پڑی ہے اور اُسکی صفائی کا کچھ انتظام نہ تھا اس واسطے جملہ مسلمانان محلہ نے شیخ یادعلی وارث قادر بخش سے اُس اراضی کا بیعنامہ مسجد کے نام جو اُسی کے محاذ میں واقع ہے صرف سڑک انگریزی درمیان میں واقع ہے لکھا لیا اور بعد لکھانے بیعنامہ کے باجازت سرکار انگریزی اُس اراضی کو پختہ منڈیروں سے محدود کرکے اُسکے اوپر کرایہ دار کو بٹھادیا اور اُس سے جو کرایہ حاصل ہوا اُسکو مسجد کی مرمت وغیرہ میں صرف کیا اور وقت محدود کرنے اراضی کے اُسکو ہموار کردیا تھا اب اُسکے محاصل کا مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا۔

الجواب اگر وہ زمین اُن تکیہ داروں کی ملک نہ تھی بلکہ قبرستان عام مسلمین کی وقفی زمین تھی تو وہ بیعیں سب ناجائز ہوئیں اور بذریعہ بیع یہ صورت جو اُسے متعلق مسجد کرلینے کی ہے یہ بھی ناجائز ہوئی اُسمیں جو قبور تھیں انھیں منہدم وہموار کرکے اُن پر چلنا پھرنا سب ناجائز۔ البتہ جو زمین اُسمیں قبول سے جدا تھی وہ ازانجا کہ اب وہاں دفن ممکن نہ رہا ملک اصل واقف کی طرف عود کرگئی اُسکے ورثہ کو اختیار ہے اُن کی اجازت سے اُسقدر کو متعلق مسجد کرسکتے ہیں اور واقف نہ معلوم ہو یا ورثہ کا پتہ نہیں تو مسلمانوں کا یہ فعل باستثناء مواضع قبور ممنوع نہیں واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ مسئولہ حافظ قاضی تلن خاں عرف میران اللہ شاہ اشرفی امام ومدرس مسجد مولوی ٹولہ شہر کہنہ سہ شنبہ ۵ شوال ۱۳۳۳ھ

ایک شخص کے پاس دوسو روپے امانت مسجد کا تھا کہ جس کو بلا اجازت متولی اُس نے عدالت سے وصول کرلیا تھا اور بوجہ اُسکے سربرآوردہ ہونے کے

متولی نے طلب اُس سے نہیں کیا اور جب طلب کیا تو جواب دیا کہ جس کام میں میری رائے ہوگی صرف کر دوں گا چنانچہ اب اُس شخص نے متصل اُسی مسجد کے حجرہ کے اراضی افتادہ میں اپنا ذاتی ایک چبوترہ تعمیر کرلیا اور یہ خیال کیا کہ اس چبوترہ کی آڑ دیوار حجرہ سے ہے اور اس چبوترہ کے آگے بھی اراضی افتادہ ہے جس میں پرنالہ مسجد کے قدیم سے جاری ہیں اس اراضی کی بھی آڑ مسجد سے ہوجاوے پس ایک پاکھا فصیل مسجد پر بنانے کا ارادہ کیا چونکہ وہ تعمیر بلا ضرورت دیوار مسجد پر تھی لہٰذا یہ ظاہر کیا کہ مرمت مسجد کرائی جاوے چنانچہ اُسی مرمت میں یہ تجویز خود کیا کہ پیش حجرہ ٹین ڈالا جاوے جس کے واسطے پاکھوں کی ضرورت ہے چنانچہ دونوں طرف حجروں کے فصیل پر پاکھے بنوائے گئے اور اُن کو بغرض حفاظت اراضی افتادہ بند کرنا چاہا تاکہ کوئی وضو فصیل پر نہ کرسکے جسکے مسلمان حارج ہوئے مگر کچھ نہ مانا ایک بہت اونچی جگہ پر کسی قدر اُن پاکھوں کو کھولا اور ٹین پیش ہر دو حجرہ ڈلوا دیا اور دو سو روپیہ اس تعمیر میں صرف کردیے مسلمانوں کی رائے تھی کہ اور کچھ چندہ فراہم کرکے ایک مکان تعمیر ہوجاتا کہ جس کی آمدنی خرچ و صرف مسجد کو کافی ہوتی یہ رقم دو سو پچاس کی تھی جس میں اب صرف پچاس روپیہ انھیں کی تحویل میں باقی رہے ہیں۔ لہٰذا تعمیر مکان اب دشوار ہوگئی۔ ایسی حالت میں یہ روپیہ بیجا صرف ہوا یا بیجا۔ اور مؤاخذہ دار اس کا عنداللہ وہ رہا یا نہیں اور متولی کمیٹی سے رسید اس روپے کی طلب کرتا ہے تو رسید دینا چاہئے یا نہیں جبکہ بلا مشورہ و رائے یہ روپیہ صرف ہوا مرمت مسجد میں اگر صرف بہ انتظام ہوتا تو صرف اس سے زائد نہ صرف ہوتا اب ڈیڑھ سو روپیہ صرف دونوں طرف کے پاکھے اور ٹین اور فضولیات میں صرف ہوگیا جس کی اسوقت مسجد کو کوئی ضرورت نہ تھی اور ۸ سال تک یہ روپیہ اُس نے اپنے قبضہ میں رکھا اور دونوں جانب کے در فصیل کھلوا دینا چاہئے یا نہیں کیونکہ ہوا بالکل مسدود ہے اور آرام نمازیوں اور وضو کا جاتا رہا جو حکم شرع ہو وہ کیا جاوے بینوا توجروا

الجواب (۱) شخص مذکور کے یہ تصرفات محض ناجائز و باطل ہیں۔ (۲) روپے کا تاوان اُس پر لازم ہے۔ (۳) متولی مسجد کو حرام ہے کہ اسے رسید دے۔ (۴) دونوں طرف کے در بدستور کھول دیے جائیں کہ ہوا اور وضو کا آرام ہو۔ فی الدر المختار والبحر الرائق والاشباہ والنظائر وغیرہا التصریح بان المتولی مقدم علی القاضی وان کان منصوبہ فکیف بالاجنبی فکیف فی اضاعۃ المال وسد المرافق واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ کریم الدین واقف نے بحیثیت متولی کام نہیں کیا بلکہ مالکانہ جب سے وقف کیا جس کو عرصہ پندرہ سال کا ہوا کرتے رہے سیر اسمیں کی معہ بیگہہ زمین خود کاشت میں رکھی جو اعلٰی درجہ کی ہے اور کبھی اس کا لگان درج نہیں ہوئی۔ اخراجات جو لکھے ہیں چند نشان میں کبھی نہیں کی متولی بدلنے کی کہیں شرط نہیں جس صورت میں خود واقف جو متولی ہوا وہ حسب شرائط کاربند نہ ہوا پھر وقف کب ہوا مگر یہ کہ اس نے اندراج وقف کا کاغذات پٹواری میں نہیں کرایا یہ ایک شرط اس نے اپنے ذمہ لازم رکھی تھی۔

الجواب وقف میں کریم الدین کے لفظ صاف و بے تقیید مطلق ہیں کہ وقف دائمی کیا میں نے اور خود اپنے آپ کو متولی کیا وقف صحیح و تام و لازم ہوگیا جس کی تبدیل ناممکن ہے بعد کو اگر اُس نے قبضہ مالکانہ کیا ہو اور جتنی باتیں سائل نے ظاہر کیں سب سچ ہوں بلکہ بالفرض اُس نے صراحۃ دعوٰی دائر کردیا ہو کہ میں مالک ہوں یہ وقف نہیں ہے جب بھی وقف کو آنچ نہیں پہنچ سکتی بلکہ خود اُسکی خیانت ظاہر ہوتی اور واجب ہوتا کہ وقف اُس سے نکال کر دوسرے کے سپرد کیا جائے نہ یہ کہ اس سے وقف باطل ہوجائے یہ نری جہالت و ضلالت ہے درمختار میں ہے ینزع وجوبا بزازیہ لوالواقف درر فغیرہ بالا ولی غیر مامون شرائط کی پابندی اس پر لازم تھی اگر نہ کی گنہگار ہوا نہ کہ وقف ہی جاتا رہا وقف کے بعد واقف صرف ایک متولی کی حیثیت میں رہتا ہے نہ کہ مالک یا ابطال وقف پر قادر۔ کیا متولی اگر خلاف شرائط کرے تو شے وقف سے نکل جائیگی ایسا خیال نرے احمق بے ادراک کا خیال ہے۔ دربارۂ متولی

واقف کو ایسی صورت میں ضرور تبدیل کا اختیار ہوتا ہے اگرچہ وقت وقف یا وقفنامہ میں بدلنے کی کوئی شرط نہ کی ہو۔ بحرالرائق میں ہے التولیۃ من الواقف خارجۃ عن حکم سائر الشرائط لان لہ فیھا التغییر والتبدیل کلما بدالہ من غیر شرط۔ تو بعد کو جو اقرارنامہ اُس نے دربارہ تولیت لکھا اُسی پر عمل درآمد واجب ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بہار شریف ضلع پٹنہ ڈاکخانہ سوہ سرائے محلہ مغل کوآں مکان شیخ بہادر مہتو مرسلہ مولوی امیر حسن صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی وفات سے تیرہ برس پہلے اپنی جائداد کو وقف کرکے بشہادت معززین شہر ایک وثیقہ لکھوا کر حاکم وقت کی کچہری میں باضابطہ تعمیل کرادیا بعد تیرہ سال کے مرض موت میں دوسرا وثیقہ مخالف شروط وثیقہ اول کے لکھوایا اور دو چار پہر کے بعد قضا کرگئی چونکہ ہندہ سنیہ حنفیہ تھی لہٰذا فقہ حنفیہ کی معتبر ومشہور کتابوں سے قول مفتی بہ وصحیح کے ساتھ میرے سوالات مفصلہ ذیل کا جواب مرحمت ہو۔ ۱ وثیقہ اول کی ترمیم وشروط بدلنے کا ہندہ کو اختیار تھا یا نہیں۔ ۲ مرض موت کے وقف کا کیا حکم ہے۔ ۳ وثیقہ ثانی صحیح ہے یا باطل۔ بینوا توجروا۔ المستفتی عبدالصمد۔

الجواب عامہ[1] شرائط معتبرہ[2] کا اختیار شرع مطہر نے واقف کو صرف انشائے وقف کے وقت دیا ہے مثلاً جسے چاہے اُس کا مصرف بنائے جسے چاہے اُس سے جدا رکھے جسے جتنا چاہے دینا بتائے جس وقت یا حالت یا صفت کے ساتھ چاہے مقید کردے جو ترتیب چاہے مقرر کرے جبتک اس انشا میں ہے مختار ہے وقف تمام ہوتے ہی وہ تمام شروط مثل وقف لازم ہوجاتی ہیں کہ جسطرح وقف سے پھرنے یا اُس کے بدلنے کا اُسے اختیار نہیں رہتا یونہی اُن میں سے کسی شرط سے رجوع یا اُسکی تبدیل یا اُسمیں کمی بیشی نہیں کرسکتا ہاں اگر انشا ہی کے وقت شرط لگادی تھی کہ مجھے ان تمام شروط یا خاص فلاں شرط میں تبدیل کا اختیار ہوگا تو جس شرط کے لئے بالتصریح یہ شرط کرلی تھی اُسی کو بدل سکے گا پھر اُسے بھی ایک ہی بار بدل سکتا ہے جب تبدیل ہولی اب دوبارہ تغییر کا اختیار نہ ہوگا کہ اُسی قدر شرط کا مفاد تھا وہ پورا ہوگیا اب دوبارہ تبدیل شرط سے زائد ہے لہٰذا مقبول نہ ہوگی البتہ اگر کسی شرط پر انشائے وقف میں یہ شرط لگادی کہ میں اسے جب کبھی چاہوں ہر بار بدل سکوں گا تو اس شرط کی نسبت اختیار مستمر رہے گا کہ اب اس کا استمرار ہی مقتضائے شرط ہے غرض واقف خود اُس کا قطعی پابند ہوتا ہے جو اُن شرائط میں وقف کرتے وقت زبان یا قلم سے نکال چکا اُس سے باہر اُن میں کوئی تصرف نہیں کرسکتا امام طرابلسی اسعاف میں فرماتے ہیں لایجوز لہ ان یفعل الاماشرط وقت العقد یعنی واقف کو اُسی قدر کرنے کی اجازت ہے جتنا وقف کرتے وقت شرط کرچکا تھا۔ اُسی میں ہے لوشرط فی وقفہ ان یزید فی وظیفۃ من یری زیادتہ اوینقص من وظیفۃ من یری نقصانہ اویدخل معھم من یری ادخالہ او یخرج من یری اخراجہ جاز ثم اذا فعل ذلک لیس لہ ان یغیرہ لان شرطہ وقع علٰی فعل یراہ فاذا راٰہ وامضاہ فقد انتہٰی ماراٰہ یعنی اگر واقف نے وقف میں شرط کرلی کہ میری رائے میں جسکا وظیفہ بڑھانا مناسب ہوگا بڑھادونگا جسکا کم کرنا مناسب ہوگا کم کردوں گا جسے داخل کرنا آئے گا داخل کردوں گا جسے خارج کردینا منظور ہوگا خارج کردونگا تو یہ شرط جائز ہے پھر جب ایکبار کرچکا اب اسے نہیں بدل سکتا کہ شرط جتنی تھی ختم ہوچکی علامہ سید احمد حموی غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں الوقف اذا لزم لزم ما فی ضمنہ من الشروط وقف جہاں

---

[1] انما قال عامۃ لان التولیۃ خارجۃ عن ھذا الحکم فلہ التغییر فیھا کلما شاء ولو لم یشترط شیئا کما فی البحر وقد تقدم فی فتاونا غیر مرۃ ۱۲ منہ

[2] قید بالمعتبرۃ لان الشرط الباطل باطل مطلقا لاتقبل حین الانشاء ولا بعدہ ۱۲ منہ

لازم ہوا ساتھ ہی اسکے ضمن میں جتنی شرطیں ہیں سب لازم ہوجاتی ہیں فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے وقف ضیعۃ فی صحتہ علی الفقراء واخرجھا من یدہ الی المتولی ثم قال لوصیہ عند الموت اعط من غلتھا لفلان کذا ولفلان کذا فجعلہ لاولئک باطل لانھا صارت للفقراء اولا فلا یملک ابطال حقہم الا اذا شرط فی الوقف ان یصرف غلتہا الی من شاء یعنی ایک جائداد اپنی صحت میں فقیروں پر وقف کرکے متولی کو سپرد کردی پھر مرتے وقت وصی سے کہا اسکی آمدنی سے اتنا فلاں کو دینا اتنا فلاں کو تو اس کا یہ کہنا باطل ہے کہ وقف ابتداءً فقراء کیلئے ہوچکا تو ان کا حق مٹانے کا اختیار نہیں رکھتا مگر یہ کہ وقف ہی میں شرط کرلی ہو کہ اسکی آمدنی سے جسے چاہوں گا دوں گا درمختار میں ہے جاز شرط الاستبدال بہ ثم لایستبدل ثالثۃ لانہ حکم ثبت بالشرط والشرط وجد فی الاولی لاالثانیۃ اھ مختصرا یعنی تبدیل وقف کی شرط جائز ہے پھر جب ایک بار تبدیل کرچکا دوبارہ نہیں کرسکتا کہ یہ اجازت تو اس شرط لگانے سے حاصل ہوئی تھی اور شرط پہلی میں پائی گئی نہ دوسری میں۔ ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے الا ان یذکر عبارۃ تفید لہ ذلک دائما یعنی ہاں اگر ہمیشہ اختیار تبدیل کی شرط کرلی تو ہمیشہ مختار رہے گا۔ اسقدر سے سوال اول وسوم کا جواب واضح ہوگیا کہ شروط لازمہ کی ترمیم کا ہندکو کوئی اختیار نہ تھا اور دوسرا وثیقہ جہاں تک ان کی تبدیل کرتا ہو محض لغو ومہمل کہ وقف اسکی ملک سے خارج ہوچکا اور شرائط لازمہ لازم ہولیں اب اُن کے متعلق نیا وثیقہ ایسا ہے جیسا ایک اجنبی راہ چلتا کچھ لکھ جائے۔ سوال دوم کو اس مسئلہ سے کچھ تعلق نہیں اور اس کا جواب یہ کہ مرض الموت میں وقف مثل وصیت بے اجازت ورثہ صرف ثلث مال میں نافذ ہوتا ہے کما فی التنویر وغیرہ عامۃ کتب المذھب واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بدایوں مرسلہ جناب نبی بخش صاحب مہتمم مدرسہ محمدیہ ۳ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جائداد مسجد ومدرسہ دینی پر وقف ہے آیا متولی کو اختیار ہے کہ اُس کا کوئی جزبیع کردے یا کسی کی حاجت ذکار کیلئے وہ جائداد یا جز وجائداد اُسے دیدے کہ وہ اپنے تصرف میں لائے اور اُسکے عوض اُس سے دوسری جائداد ویسی ہی یا اُس سے بہتر بدلے یا اُس جائداد کا کوئی ہمیشہ کے لئے کسی کو اجارہ دیدے یا چالیس سال کا پٹہ لکھدے حالانکہ وقف آباد ہے اور اُسے کوئی حاجت نہیں نہ واقف نے وقفنامہ میں اُسکی اجازت دی بلکہ صرف اتنا لکھا ہے کہ ضرورت اتفاقیہ تعمیر درصورت وقوع خرابی مسجد ومدرسہ اختیار اجارہ دینے جز وجائداد کا چندروز عارضی تا ادائے قرضہ ہوگا بینوا توجروا۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ وہ جائداد جسے لوگ اپنی ضرورت کے لئے مانگتے ہیں باغ ہے وہ اُس کے پیڑ کاٹ کر عمارت بنانا چاہتے ہیں فقط

الجواب یہ چاروں صورتیں حرام قطعی ہیں متولی خواہ غیر کسی کو اصلا ان کا اختیار نہیں متولی اگر ان میں سے کوئی صورت کرے گا تو خائن ہوگا اور واجب ہوگا کہ فوراً نکال دیا جائے اور وقف اس کے قبضہ سے نکال کر کسی متدین خدا ترس کو حسب شرائط واقف سپرد کیا جائے دوسرے جو اس باغ کو لیکر اُس کے پیڑ کاٹ کر کوئی عمارت بنائیں گے وقف کے غاصب ہوں گے فرض ہوگا کہ فوراً وقف ان کے قبضہ ظالمانہ سے خلاص کیا جائے اور اُن کی عمارت مسمار کردیجائے اور اُن سے پیڑوں کا تاوان بسختی تمام بلا رعایت وصول کرلیا جائے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس لعرق ظالم حق پہلی صورت کی حرمت تو ظاہر ہر شخص جانتا ہے کہ الوقف لایملک لایباع ولایورث دوسری صورت یوں کہ واقف نے استبدال کی اجازت نہ دی بلکہ صراحۃً لکھدیا کہ کسی متولی خواہ مہتم خواہ اصحاب انجمن اسلامیہ کو اختیار انتقال دائمی جائداد کا نہ ہوگا اور وقف جبتک کچھ بھی انتفاع کے قابل رہے

حاکم اسلام کو بھی اسکی تبدیل حرام و باطل و مردود محض ہے درمختار میں ہے شرط فی البحر خروجہ عن الانتفاع بالکلیۃ وکون البدل عقارا والمستبدل قاضی الجنۃ المفسر بذی العلم والعمل ردالمحتار میں ہے۔ یجوز للقاضی بشرط ان یخرج عن الانتفاع بالکلیۃ وان لایکون ھناک ریع للوقف یعمر بہ الخ اور بدلے کی چیز کا اس سے بہتر ہونا وجہ جواز نہیں ہوسکتا فتح القدیر میں ہے الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ دون زیادۃ ولا موجب لتجویزہ لان الموجب الشرط والضرورۃ ولا ضرورۃ فی ھذا اذ لاتجب الزیادۃ بل ینفیہ کما کان شرح الاشباہ للمحقق البیری یہ کلام فتح سے نقل کرکے فرمایا ما قالہ ھذا المحقق ھو الحق الصواب تیسری صورت کی حرمت یہ کہ ہمیشہ کے لئے اجارہ میں دینا کسی مملوک شے کا بھی جائز نہیں نہ کہ وقف۔ ظاہر ہے کہ ہمیشگی کسی شے کو نہیں تو معنی یہ ہوں گے کہ جبتک باقی ہے اور مدت بقا مجہول ہے اور جہالت مدت سے اجارہ فاسد ہوتا ہے اور عقد فاسد حرام ہے لہذا علماء نے تصریح فرمائی کہ جبتک مدت معین نہ کی جائے اجارہ جائز نہیں کہ تعیین مدت سے مقدار منفعت معلوم ہوتی ہے پر ظاہر ہے کہ ہمیشہ کے لئے کہنا نہ کوئی تعیین مدت ہے نہ اُس سے مقدار منفعت معلوم ہوسکے ہدایہ میں ہے المنافع تارۃ تصیر معلومۃ بالمدۃ کالاستیجار الدار للسکنی والارضین للزراعۃ فیصح العقد علی مدۃ معلومۃ ای مدۃ کانت لان المدۃ اذا کانت معلومۃ کان قدر المنفعۃ فیہا معلوما اذا کانت المنفعۃ لاتتفاوت عنایۃ الظن عدم البقاء الی تلک المدۃ والظن مثل الیقین فی حق الاحکام صارت الاجارۃ مؤبدۃ والتابید یبطلہا۔ چوتھی یوں حرام ہے کہ جب نہ واقف نے اجازت دی ہو نہ وقف کی اپنی کوئی ضرورت ومجبوری ہو تو زمین موقوف کو تین برس سے زیادہ پر اجارہ دینا جائز نہیں ہدایہ میں ہے فی الاوقاف لاتجوز الاجارۃ الطویلۃ کی لایدعی المستاجر ملکہا وھی مازاد علی ثلاث سنین ھو المختار۔ درمختار میں ہے فلو اٰجرھا المتولی اکثر لم تصح الاجارۃ وتفسخ فی کل المدۃ لان العقد اذا فسد فی بعضہ فسد فی کلہ فتاوی قاری الہدایہ۔ پھر یہ حکم تو اجارہ کے تھے اور وہ جس کے لئے اس باغ کو طلب کررہے ہیں اجارہ نہیں اغارہ ہوگا یعنی وقف کا غارت کرنا۔ وقفی پیڑ کاٹ ڈالنے کی اجازت کیونکر ہوں گی تو یہ اجارہ تین برس درکنار ایک گھڑی کے لئے حلال نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ از ریاست رام پور مرسلہ حاجی محمد علی خانصاحب جج ۲۳ جمادی الاخرہ ۱۳۲۹ھ

زید کی طرف سے وکیل نے جو خدام درگاہ حضور غریب نواز سے ہے کمیٹی درگاہ شریف سے اجازت حاصل کرکے زید کیلئے احاطہ درگاہ معلی میں مسجد شاہجہانی کے جانب جنوب ایک حجرہ مع دو دالان کے اپنے صرف سے تیار کرائے بعد طیاری زید نے اُس تعمیر پر قبضہ کرنے یا اس کے مصارف وکیل کو ادا کرنے سے قطعی انکار کیا اس پر عمرو نے وہ لاگت تعمیر دیکر حجرہ اور ہر دو دالان پر قبضہ کرلیا اور ایک حجرہ اور زمین وکیل خادم درگاہ کی معرفت اپنے ذاتی مصارف سے تیار کرواکر کل لاگت خادم موصوف کو باخذ رسید دیدیا اور بعد طیاری ان دو حجروں اور ہر دو دالان کو اس نیت سے وقف کردیا کہ جب کبھی بہ زمانہ عرس شریف یا غیر اوقات میں عمرو یا اس کی اولاد یا متعلقین یا احباب حاضر آستانہ ہوا کریں تو ان میں قیام کیا کریں باقی زمانہ اور اوقات میں زائران صادر و وارد یا فقراء میں سے جو چاہے مقیم ہوکر شرف سعادت حاصل کیا کریں چنانچہ عمرو نے اپنی تعمیر کا کندہ تاریخی پتھر پر پیشانی حجرہ میں نصب کردیا اور سالہاسال یوم تعمیر سے اب تک عمرو اور اُس کے متعلقین وغیرہ زمانہ عرس شریف وغیرہ میں وہاں قیام کیا کرتے ہیں اگر کوئی فقیر وغیرہ اُن میں رہتا ہے تو ان کے آنے پر وہ فوراً خالی کردیتا ہے اب وہی خادم درگاہ عمرو کے ان حجروں میں مقیم ہونیکے مانع ہیں اس عذر پر کہ یہ مال وقف ہے عمرو کی ملکیت نہیں فقیر جو ان حجروں میں رہتے ہیں اُن سے یہ حجرے خالی نہیں ہوسکتے عمرو یا اس کے متعلقین یہاں ٹھہرنے کے مجاز نہیں ہیں علمائے دین

ومفتیان شرع متین سے دریافت کیا جاتا ہے کہ عمرو کا ایسا وقف کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور عمرو یا اُس کے متعلقین بصورت متذکرہ بالا ان حجروں میں مقیم ہوسکتے ہیں یا نہیں اور منع کرنے والے کو خواہ وہ خدام درگاہ شریف میں سے ہو یا اور کوئی فقیر یا دیگر شخص جس نے حجروں میں سکونت اختیار کی ہو اُسکو حق ممانعت حاصل ہے یا نہیں اور شخص مانع ان حجروں میں متصرف اور قابض رہ سکتا ہے یا نہیں اور جب وکیل صاحب خادم ان حجروں اور دالان کی تعمیر کی قیمت لے چکے تو ان کو ان حجروں اور دالان سے کوئی تعلق رہا یا نہیں اور وہ اس کے متعلق معاملات میں دخیل ہوسکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب زمین احاطۂ درگاہ معلی عامۂ زائرین وواردین صادرین کے لئے وقف یا ارصاد کا لوقف بہرحال محکوم باحکام الوقف ہے کما حققہ المحقق الشامی فی رد المحتار عمرو نے جو حجرہ اپنے زر خاص سے تعمیر کرایا اور جو حجرہ ودالان وکیل سے خریدے اور اُن کو اسی مقصد کیلئے وقف کیا یہ وقف صحیح ہوا خادم بائع اُس عمارت سے بے تعلق ہوگیا نہ اُسکو ان معاملات میں مداخلت کا کوئی حق خاص رہا فی رد المحتار بنی علی ارض ثم وقف البناء وقصدا بدونھا ان الارض مملوکۃ لایصح وان موقوفۃ علی ماعین البناء لہ جاز تبعا اجماعا وان الارض لجھۃ اخری فمختلف فیہ والصحیح الصحۃ کمافی المنظومۃ المحبیۃ عمرو اور اُسکے متعلقین بھی ضرور ایام حاضری بارگاہ عالی میں اُن میں مقیم ہوسکتے ہیں کوئی شخص اُن کو بلا وجہ شرعی اس سے منع نہیں کرسکتا کہ یہ از قبیل مسجد ومقبرہ ورباط وقنطرہ وحوض وسقایہ ہے جن سے غنی وفقیر وواقف وغیر واقف سب حسب شرط وقف متمتع ہوسکتے ہیں ہندیہ میں ہے لافرق فی الانتفاع فی مثل ھذہ الاشیاء بین الغنی والفقیر حتی جاز للکل النزول فی الخان والرباط والشراب من السقایۃ والدفن فی المقبرۃ کذا فی التبیین اُسی میں ہے ولاباس بان یشرب (ای البانی) من البئر والحوض ویسقی دابتہ وبعیرہ ویتوضأ منہ کذا فی الظھیریۃ ہاں ان کو مسکن وموطن دوام بنانے کا نہ عمرو کو اختیار ہے نہ کسی فقیر وغیرہ کو کہ یہ زمین وعمارت دونوں کے مقصد کے خلاف ہے اور خدام درگاہ کو تو اُن میں اقامت چند روزہ کا بھی صحیح نہیں کہ وہ باہر سے حاضر ہونے والوں کے لئے بنے ہیں نہ مجاوروں کے لئے ہندیہ میں ہے قال الخصاف فی وقفہ اذا جعل دارہ سکنی للخارج فلیس للمجاورین ان یسکنوھا کذا فی الظھیریۃ سوالات سائل کا جواب تو ہوگیا مگر یہاں ایک ضروری امر غور طلب باقی رہا جس سے اگرچہ سائل نے تصریحاً سوال نہ کیا مگر بیان صورت میں اُس سے تعرض موجود اور اُس کی حاجت ضرور ہے وہ یہ کہ جسطرح غیر عمرو کو ممانعت عمرو ومتعلقین عمرو کا اختیار نہیں اسطرح آیا عمرو کو بھی دوسرے کے ممانعت کا اختیار ہے یا نہیں جبکہ وہ دوسرا نہ بطور سکونت بلکہ حسب شرط معلوم ایام موسم خواہ ان کے غیر میں پہلے سے مقیم ہو اور اب عمرو یا اس کے متعلقین جائیں تو آیا بدعوی عمارت اس سے خالی کراسکتے ہیں یا نہیں ظاہراً اسکا جواب نفی ہے عمرو نے اگر یہ شرط وقف میں نہ لگائی ہو جب تو ظاہر، مجرد نیت نہ مفید شرط ہے نہ اس کا دعوی مسلم۔ درمختار میں ہے لو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیہ فاذا کان ھذا فی الواقف فکیف بغیرہ اھ اور اگر شرط لگائی ہو اور شرط واقف واجب الاتباع ہے اور اس کے خلاف تصرف ناجائز اور جب تا حیات صرف اپنے نفس پر وقف جائز ہے تو اوقات خاصہ میں اپنی تقدیم کی شرط بدرجۂ اولی مگر یہ سب اُس صورت میں ہوتا کہ زمین بھی ملک عمرو ہوتی۔ یہاں کہ زمین اول سے عام پر وقف ہے اسے کسی وقت اپنے نفس کے لئے اُسے خاص کرلینے کا اختیار نہیں عمارت اس نے وقف کی اُسے اپنے لئے خاص کرسکتا اگر یہ خصوص عمارت ہی تک محدود رہتا مگر ایسا نہیں بلکہ زمین بھی اُن اوقات میں اسکے لئے محصور اور عام اہل حق سے ممنوع ومحجور رہے گی بلکہ زمین ہی قیام میں اصل ہے اور عمارت تابع۔ اور زمین پر اس کو اپنی تقدیم و ترجیح کا کوئی حق نہیں نہ دواماً نہ کسی وقت خاص کیلئے مثلاً موقف عرفات میں کوئی شخص ایک حجرہ بنائے کہ جس سال یہ حج کو جائے دوسرا اوس [illegible] وقوف

نہ کرسکے اس کی ہرگز اجازت نہیں ہوسکتی امام طحاوی شرح معانی الآثار پھر علامہ اتقانی غایۃ البیان شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں المسجد الحرام لایجوز لاحد ان یبتنی فیہ بناء ولا ان یحتجر فیہ موضعا وکذلک حکم جمیع المواضع التی لایقع لاحد فیہا ملک وجمیع الناس فیہا سواء الا تری ان عرفات لواراد رجل ان یبنی فی المکان الذی یقف فیہ الناس بناء لم یکن لہ ذلک وکذلک منی لواراد ان یبنی فیہا دارا کان من ذلک ممنوعا وکذلک جاء الاثر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحدث باسنادہ الی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت قلت یارسول اللہ الا نتخذ لک بمنی شیأ تستظل فیہ فقال یا عائشۃ انہا مناخ لمن سبق فھذا حکم المواضع التی فیہا الناس سواء ولا ملک لاحد علیہا تو یہ شرط خلاف شرع ہوئی اور واقف کی جو شرط مخالف شرع مطہر ہو نامقبول ونا معتبر ہے ردالمحتار میں ہے شرائط الواقف معتبرۃ اذا لم تخالف الشرع اور یہ خیال بھی نہیں ہوسکتا کہ ایسی زمینیں اس کے لئے ہیں جس کا قبضہ پہلے ہوجائے اور یہاں عمرو کا قبضہ سابق ہے کہ اُسکی عمارت موجود ہے جیسے کوئی شخص مسجد میں آیا ایک جگہ بیٹھا پھر وضو کے لئے گیا اور اپنا کپڑا وہاں چھوڑ گیا دوسرا شخص اس کپڑے کو ہٹا کر وہاں نہ بیٹھے کہ کپڑے والے کا قبضہ سابق ہولیا ہے۔ یہاں اس کا محل نہیں جب عمارت وقف ہوچکی عمارت کا ہونا اس کا قبضہ سابقہ نہیں ٹھہر سکتا کہ نفس عمارت میں بھی یہ اور سب مسلمان برابر ہوگئے معہذا ایسا قبضہ تھوڑی دیر کیلئے مسلّم ہوتا ہے جیسا کپڑا رکھ کر وضو کو جانے میں نہ یہ کہ مسجد میں اپنی کوئی چیز رکھ دیجئے اور وہ جگہ ہمیشہ آپ کے لئے مخصوص ہوجائے کہ جب آئیے دوسروں پر تقدیم پائیے یہ ہرگز نہ جائز نہ مقبول فی الدرالمختار فی مایمنع فی المسجد وتخصیص مکان لنفسہ ولیس لہ ازعاج غیرہ منہ ولومدرسا ردالمحتار میں ہے فی القنیۃ لہ فی المسجد موضع معین یواظب علیہ وقد شغلہ غیرہ قال الاوزاعی لہ ان یزعجہ ولیس لہ ذلک عندنا اھ ای لان المسجد لیس ملکا لاحد بحر عن النہایۃ قلت وینبغی تقییدہ بما اذا لم یقم عنہ علی نیۃ العود بلا مھلۃ کما لوقام للوضوء مثلا ولاسیما اذا وضع فیہ ثوبہ لتحقق سبق یدہ تأمل وفی شرح السیر الکبیر للسرخسی وکذا کل مایکون المسلمون فیہ سواء کالنزول فی الرباطات والجلوس فی المساجد للصلاۃ والنزول بمنی او عرفات للحج حتی لوضرب فسطاطہ فی مکان کان ینزل فیہ غیرہ فھو احق ولیس للاٰخران یحولہ الخ اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ جس نے سبقت کی اور عمرو کے لئے اپنی حاجت جائزہ کے وقت خالی نہیں کرتا اُس پر یہ اعتراض بھی نہیں ہوسکتا کہ حق غیر میں تصرف کررہا ہے یعنی عام حق تو زمین میں تھا اور یہ حجروں دالانوں میں ٹھہر کر عمارت کو بھی اپنے تصرف میں لایا اور وہ عمارت اصل مالک نے اُس کے لئے جائز کی تھی جو خود اُس کی حاجت کے سوا دوسرے وقت میں آئے اس کا جواب وہی ہے کہ عمارت اُس کی ملک نہ رہی اور وہ شرط کہ اس نے کی تھی خلاف شرع ہوکر نامعتبر ہوئی تو اب جس کا ہاتھ سبقت کرے وہی مقدم ہے ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند ربی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از نجیب آباد ضلع بجنور متصل تحصیل مرسلہ جناب محمد ظفر اللہ صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مال وقف مسجد پرجن کے نام سے موسوم ہے شرعاً کسی کا دعوٰی ہوسکتا ہے یا نہیں اگر اُس کا کوئی شخص یا چند شخص مل کر اپنے آپ کو ولی قرار دیتے ہوں تو وہ مالک ہوسکتے ہیں یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب مال وقف پر دعوٰی ملک تو کسی کو نہیں ہوسکتا ہاں دعوٰی تصرف متولی کو ہے اگر متولی نہ ہو تو اہل محلہ کو اختیار ہے اگر انھوں نے اس شخص یا اشخاص کو متولی کردیا ہے تو آپکو اختیار مل سکتا ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ازمقام خاص مرزاپور محلہ چیت گنج مرسلہ حکیم احمد علی صاحب یکم ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ایک قطعہ زمین سرکاری جوکہ جنازہ مسلمانان کے لئے وقف ہے اُسمیں باجازت تکیہ دار کے ایک مکان ایک دوسرے فقیر نے بنایا اور اسی میں بودوباش اختیار کے بعد چندے اس مکان کو براہ خدا وقف کردیا وہ وقف شدہ مکان بقیمت مبلغ بیس روپیہ کو وارث تکیہ نے خرید کیا مکان وقف شدہ کا روپیہ ایک مسجد جوکہ مکان سے علٰحدہ اُسی زمین میں تعمیر کی گئی ہے وہ روپیہ اُسی مسجد میں خرچ کیا گیا اب وہ مکان تکیہ دار کے قبضہ میں ہے پھر دوبارہ وہی فقیر جس نے مکان تعمیر کیا تھا خریدنا چاہتا ہے شرع شریف سے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب اگر وہ تکیہ وقف ہے جیسا کہ سائل بیان کرتا ہے تو نہ اُسمیں اُس فقیر کو اپنا مکان سکونت بنانے کی اجازت تھی نہ اُسمیں وہ مسجد بنانا جائز ہے لان الوقف لایوقف نہ اس مکان کے زمین کا بیچنا صحیح تھا نہ اب اُسکے یا کسی اور کے ہاتھ بیع ہوسکتی ہے لان الوقف لایملک واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ بتاریخ یکم صفر روز پنجشنبہ ۱۳۳۴ھ

(۱) قبرستان میں مدرسہ یا کوئی مکان یا مسجد بنانا جائز یا نہ۔

(۲) ایک بزرگ نے ایک جگہ چند بزرگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا وہاں ایک چبوترہ بطور مسجد بنایا اور ایک مدت تک وہاں نماز پڑھی گئی اب ایک عرصہ سے وہ جگہ خراب پڑی ہے وقف کی یا نہیں کی اس کا کچھ حال معلوم نہیں اب وہ جگہ کسی کو دیدی جائے کہ مکان بنالے یا مسجد بنادی جائے۔

الجواب (۱) قبرستان وقف میں کوئی تصرف خلاف وقف جائز نہیں مدرسہ ہو خواہ مسجد یا کچھ اور۔ اور اگر کسی کی ملک ہے تو قبور سے الگ وہ جو چاہے بنا سکتا ہے۔

(۲) اگر تصریحاً یا دلالۃً کسی طرح وقف کرنا ثابت نہیں تو وہ زمین مالک یا اسکے ورثہ کی ملک ہے وہ جو چاہیں کریں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از ضلع سیتاپور مدرسہ اسلامیہ مرسلہ مولوی ابومحمد محمد یوسف حسن صاحب طالب علم مدرسہ مذکور ۴ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل کے جواب میں کہ زید نے اپنی اور اپنے شریک دار کے کہ جس کی جانب سے وہ کارکن اور خود بھی حصہ دار تھا اپنے مقبوضہ مواضعات معافی کی نسبت انگریزی ہونے پر محکمہ بندوبست میں درخواست دی کہ ہمارے مواضعات حسب عمل درآمد قدیم اب بھی معاف رہیں اور اسمیں حسب ذیل الفاظ سے اقرار کیا۔

یہ مواضعات صدہا سال سے واسطے مصارف عرس سید شاہ فلاں واقع مقام فلاں ومصارف واردین وصادرین وغربا ومساکین ومجالس محرم سلاطین ماضیہ نے بطور وقف مقرر ومعاف ومرفوع القلم کیا ہے۔ دوسرے مقام پر اپنی درخواست میں یہ الفاظ تحریر کئے ہیں امیدوار ہوں کہ دیہات معافی بدستور بصیغہ وقف معاف ومرفوع القلم رہیں۔ اور اسی مقدمہ میں اجلاس پر حاکم کے روبرو بسوال حاکم بدیں الفاظ جواب تحریر کردیا۔ سوال حاکم :۔ تمہاری معافی بعہد نواب سعادت علی خاں والی لکھنؤ کے کس سبب سے ضبط ہوئی۔ جواب :۔ یہ معافی وقف اسواسطے ضبط نہیں ہوئی اور اسی مقدمہ تحقیقات معافی میں ایک حساب داخل کیا جس میں عبارت مسلم وقف حسب ذیل ہے۔ اسمیں مصارف میرے اور میرے عزیزوں کے مناط قوت اُن کا بھی یہی ہے اور یہ سب لوگ خدمت گزار درگاہ ہیں اور یہ معافی وقف ہے اس کارروائی پر حاکم ضلع نے مصارف کی تحقیقات کرکے سفارش معافی کی کردی اور اُس سفارش پر حاکم اعلٰی صاحب کمشنر نے یہ الفاظ تحریر کئے۔ قابض اور اُن کے مورث ان سب مشہور لوگ ہیں اور مزار بیشتر بہت مشہور تھا یہ مجھکو مذہبی وقف

معلوم ہوتا ہے قبضہ سالہا سال سے ہے مسجد و امام باڑہ و خانقاہ و مسافر خانہ سب بمقام فلاں ہے اس سرکار سے سند معافی عطا ہوئی جس میں لفظ وقف کا نہیں تحریر ہے اور سند مطبوعہ حسب نمونہ مقررہ ہے اور تمام ایسی معافیات میں اسی طور کے اسناد اس نواح میں سرکار نے دیئے ہیں اس کے بعد بندوبست پختہ میں حسب قاعدہ مقررہ سرکار دعوٰی حقیت اعلٰی مواضعات مذکور کا زید ہی نے دائر کیا اور اس درخواست میں بربنائے قبضہ سابقہ ڈگری چاہی مگر اُس مقدمہ کے بیان میں بلعد درخواست مذکور مالک کا لفظ استعمال کیا اور ڈگری میں بھی لفظ مالکانہ تحریر ہوگیا اُسکے بعد بمقدمہ حصہ داری و تعیین حصہ ہر شریک دار میں پھر یہ ظاہر کیا کہ یہ جائداد واسطے مصارف درگاہ ہے کسی حصہ دار کو اختیار انتقال کسی قسم کا نہیں بعد مصارف عرس و فواتح واردین و صادرین کے جو بچتا ہے بحصہ مساوی تقسیم ہوجاتا ہے اور آئندہ ہم لوگوں نے اقرار کنندگان کے ورثہ پر اسی طور پر ہمارے حصہ سے تقسیم ہوتا رہیگا بعدہ واجب العرض میں بھی جو بعد کارروائی حصہ داری کے مرتب ہوئی اُسمیں یہ تحریر کردیا کہ یہ موضع وقف ہے ان حالات پر از روئے شرع شریف اس جائداد پر اطلاق وقف کا ہوگا یا نہیں اور زید کے وارثوں کو اختیار انتقال اس جائداد سے ہے یا نہیں واضح رہے مقدمہ تعیین حصہ داری و دیگر کاغذات سرکاری میں کل حصہ داران شریک دار آمدنی اُسکو وقف تسلیم کیا ہے اور یہ اقرار کیا ہے کہ کسی کو اختیار انتقال حاصل نہیں ہے صرف درمیانی کارروائی ڈگری حقیت اعلٰی میں لفظ مالک کا استعمال ہوا ہے اس سے قبل و بعد کی کل کارروائیوں میں اقرار عدم اختیار انتقال و وقف کا سب کی جانب سے ہے اور یہ خاندان اولاد حضرت پیران پیر دستگیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے اپنے کو منسوب کرتا ہے اور ایسے ہی بعض ملفوظات خاندانی و شجرہ جات خاندانی سے مانا گیا ہے اس خاندان کے لوگ بلالحاظ مستطیع و غیر مستطیع حسب قرارداد بندوبست جو باتفاق خود تعیین حصص کرچکے ہیں اس اعتبار سے مستحق گزارہ ہیں یا مورث اعلٰی کی نسل پر از روئے فرائض از سرنو تعیین گزارہ کا حق رکھتے ہیں اگر مستطیع کو استحقاق گزارہ بوجہ اس کی استطاعت نہ ہو تو کسی وقت بحالت نہ رہنے استطاعت کے پھر کسی سبب سے گزارہ پاسکتے ہیں اور استطاعت کا معیار کیا ہے اور کسی اولاد پر بالخصوص سادات کے کسی خاندان پر جو وقف ہو آپس میں جب لوگ مستطیع ہوتے جائیں گے وہ خارج از گزارہ ہوتے جائینگے اور پھر جب غیر مستطیع ہوجائینگے داخل ہوتے جائینگے۔ اور اسکا سلسلہ کس طور جاری رہیگا تعیین گزارہ کی نسبت کیا ہوا کریگا۔ امید کہ جملہ امور کا جواب از روئے مسائل فقہ حنفیہ مرحمت فرمایا جائے اور یہ آراضی عشری ہیں اور عشر ان پر واجب ہے یا نہیں اور فی الحال یہ مواضعات کاشتکاروں کے پاس نقدی جمع سر ہیں۔ جن مصارف کا ذکر اوپر تحریر کیا گیا ہے جیسے فواتح و اعراس و میلاد شریف و محرم و خرچ واردین و صادرین تو جہاں تک مجالس و اعراس و فواتح کو ذکر و تذکرہ قرآن خوانی و تقسیم طعام وغیرہ سے تعلق ہے وہ تو ظاہر ہی ہے صرف تعزیہ داری کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے ایک رواجی مقامی طریقہ ہے تو اسقدر مصرف ناجائز کے شمول سے نفس وقف پر کیا اثر ہے اور یہ فعل قابل ترک ہے۔ اسی طور سے اعراس میں ایک صورت بعض وقت سماع کی ہے جو حسب طریقہ موسیقی و راگ و مزامیر نزد احناف حرام ہیں اور یہی سواد اعظم ہے البتہ محض قصیدہ خوانی یا نعت خوش الحانی سے سننا اور سنانے والے کو کچھ دینا جیسا کہ حضور انور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی ردائے مبارک حضرت حسان کو مرحمت فرمائی تھی اس کی بابت کیا حکم ہے یہ بھی قابل ترک ایسے اوقاف سے ہے یا نہیں۔

الجواب

ارصادات سلاطین حکم وقف میں ہیں نہ وہ موروث ہوں نہ کسی کو ان کے بیع و انتقال کا کوئی حق ہو کما حققہ فی ردالمحتار بما لامزید علیہ سند معافی میں لفظ وقف نہ ہونا کچھ مضر نہیں نہ کسی مقدمہ میں اپنے آپ کو مالک تعبیر کرنا یا گورنمنٹی ڈگری میں لفظ مالکانہ لکھا جانا کچھ اثر رکھتا ہے کہ متولی کی طرف نسبت ملک بوجہ ملک تصرف و اختیار شائع ہے فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے لوادعی المحدود لنفسہ ثم ادعی انہ وقف

الصحیح فی الجواب انکان دعوی الوقفیۃ بسبب التولیۃ یحتمل التوفیق لان فی العادۃ یضاف الیہ باعتبار ولایۃ التصرف والخصومۃ موقوف علیہ کا فقیر یا غیر ہاشمی ہونا ضرور نہیں اغنیا و سادات بھی اوقاف عامۂ رفاہ عام میں داخل ہوسکتے ہیں جیسے مسجد مقبرہ حوض کوآں سقایہ سرائے پل وغیرہا اور وہ ہر وقف میں بشرط واقف مثل استثنا فی المصروف بھی شامل ہوسکتے ہیں جسطرح خود اپنا نفس اور اپنی اولاد بالجملہ وقف کا قربت مؤبدہ کے ول ہونا ضرور ہے مگر تمام آمدنی قربت ہی کے لئے معین ہونا ضرور نہیں استثناء لبعض علی الدوام واستثناء کل الی زمان منقطع دونوں کی گنجائش ہے اور اس کا اختیار واقف کو ہے جیسی شرط کرے گا اتباع کی جائے گی تحت قول درمختار والتصدق بالمنفعۃ ولو فی الجملۃ ردالمحتار میں ہے فرمایا فیدخل فیہ الوقف علی نفسہ ثم علی الفقراء وکذا الوقف علی الاغنیاء ثم الفقراء لما فی النہر عن المحیط لو وقف علی الاغنیاء وحدہم لم یجز لانہ لیس بقربۃ اما لو جعل اخرہ للفقراء فانہ یکون قربۃ فی الجملۃ اھ اُسی میں ہے اذا جعل اولہ علی معینین صار کانہ استثنی ذلک من الدفع الی الفقراء کما صرحوا بہ (الی ان قال) فعلم انہ صدقۃ ابتداء ولا یخرجہ عن ذلک اشتراط صرفہ لمعین اُسی میں فتاوی امام قاضیخاں سے ہے لو قال ارضی صدقۃ موقوفۃ علی من یحدث لی من الولد یصح لان قولہ صدقۃ موقوفۃ وقف علی الفقراء وذکر الولد الحادث للاستثناء کانہ قال الا ان حدث فی ولد فعلتہا لہ مابقی سلطان واقف کی شرط اگر معلوم ہے کہ بعد مصارف خیر مذکورہ جو بچے اولاد شیخ فلاں تقسیم کرلیں تو اُن کے فقراء و اغنیا سب اُسے بحصہ مساوی لیں گے اور اگر شرط کردی ہے کہ مابقی نسل شیخ پر حسب فرائض تقسیم ہو تو حسب فرائض ہی تقسیم ہوگی اقرب ابعد کو محجوب کرے گا اور لحاظ فقر و غنا نہ ہوگا اور اگر شرط یہ کی کہ باقیماندہ خاندان شیخ کے فقراء پر تقسیم ہو تو اب اُن کے اغنیا کو کچھ نہ ملے گا اور جو غنی فقیر ہوجائے اب وہ بھی مستحق ہوگا مگر سنین ماضیہ کا حصہ نہ طلب کریگا اور جو فقیر غنی ہوجائے اب سے وہ مستحق نہ رہیگا اور سالہا گذشتہ کا لیا ہوا واپس نہ دیگا لان العبرۃ الحال دون الماضی والاستقبال اور اگر شرائط اصل واقف پر اطلاع نہ ہو تو عملدرآمد قدیم پر نظر ہوگی زید کہ جو واجب العرض میں لکھا اگر اُسکے مطابق ہو فبہا ورنہ اسپر اصلا لحاظ نہ ہوگا اور قدیم پر عمل رہیگا لانہ لیس بواقف و لا الیہ تغییرہ فتاوی خیریہ میں ہے اذا علم حالہ فیما سبق من الزمان من ان قوامہ کیف یعلمون فیہ والی من یصرفونہ فیبنی علی ذلک لان الظاہر انہم کانوا یفعلون ذلک علی موافقۃ شرط الواقف وھو المظنون بحال المسلمین فیعمل علی ذلک فی النفع الوسائل ذکر فی الذخیرۃ قال سئل شیخ الاسلام عن وقف مشہور اشتبہت مصارفہ وقدر مایصرف الی مستحقیہ قال ینظر الی المعہود من حالہ فیما سبق من الزمان من ان قوامہ کیف یعملون استطاعت کی معیار ملک نصاب زائد از حاجت اصلیہ ہے۔ تعزیہ و مزامیر دونوں معصیت ہیں اور معصیت میں مال وقف کا صرف دوہرا حرام ہے بلکہ تین حراموں کا مجموعہ ایک وہ معصیت دوسرے مال وقف پر تعدی تیسرے مستحق کی محرومی مگران امور حادثہ سے نفس وقف پر کوئی ضرر نہیں جو متولی ان میں صرف کرے گا اسقدر کا تاوان اس پر لازم ہوگا لانہ امین وکل امین بالتعدی ضمین بلکہ اگر خود سلطان واقف منجملہ مصارف مذکورہ تصریحاً تعزیہ و مزامیر کو بھی ایک مصرف مقرر کرتا کہ وقف پر جب بھی ضرر نہ تھا یہ مصرف باطل ردو ساقط کرکے وہ حصہ بھی مصارف خیر ہی کی طرف مصروف ہوتا فتح القدیر پھر ردالمحتار میں ہے لو وقف الذمی علی بیعۃ مثلا فاذا خربت یکون للفقراء کان للفقراء ابتداء واللہ تعالی اعلم

مسئلہ از قصبہ گوپامؤ ضلع ہردوئی اورہ محلہ قنوجی مسئولہ یاور حسین صاحب یوم سہ شنبہ ۷ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاجی نواب ناظر حسین خاں صاحب رئیس قصبہ گوپامؤ نے تقریباً دس بارہ سال

سے ایک مسجد کے متعلق جو کہ اُن کے مکان کے قریب محلہ قنوجی میں واقع ہے۔ یہ انتظام کیا کہ زیر مسجد کی دو دکانیں جن کو مسجد کے منتظموں نے رہن بھی کر لیا تھا اور جو رہن سے بچی ہوئی تھیں وہ بالکل مسمار ہو گئی تھیں غرضکہ وہ دو دکانات مسجد مذکور جو کہ ایک دینی مدرسہ عربی کو بحیثیت وقف شامل تھیں اُن کو فک رہن کرالیا اور مسمار شدہ کی تعمیر کرادی ایک مدرسہ اسلامیہ کی آمدنی سے جسکے کہ وہ صدر انجمن ہے سب ادا کر دیا دو کانوں کو تعمیر کرایا پھر رفتہ رفتہ انھیں دو کانوں کی آمدنی سے وہ کل روپے بھی ادا کر دیا جب انجمن کا روپیہ ادا ہو گیا تو اُن دو کانوں کو مع تحویل باقی کے اپنے چھوٹے بھائی کو جو کہ اسی مسجد میں طلبہ کو عربی پڑھاتے ہیں بطور انتظام جائداد وقف کے حوالہ کر دیا حتی کہ اُس آمدنی سے وقتاً فوقتاً مسجد کی درستی ہوتی رہتی ہے اور اسی احاطہ مسجد میں بیرونی طلبہ کے لئے حجرے بھی حسب ضرورت طیار ہوتے رہے سال گزشتہ میں ایک مولوی صاحب کو باہر سے عربی تعلیم کے لئے بلایا گیا تھا اُن کی نصف تنخواہ چندہ سے اور نصف اسی آمدنی مسجد سے سال بھر تک دی جایا کی۔ نیز اب تک چونکہ درس تدریس کے لئے سوائے مسجد کے اور کوئی جگہ نہ تھی اور جو کتابیں طلباء کو حسب دستور دیجاتی ہیں اُن کے رکھنے کیلئے بھی مکان کی ضرورت ہوئی تو ایک مکان جنب مسجد میں اس سال بھی تعمیر کرایا گیا جو انشاء اللہ مختصراً مدرسہ و کتب خانہ دونوں کا کام دیگا علاوہ ان دو کان کے کچھ خانہائے رعایا خالی کرا کے اُسکی زمین مسجد کو وقف کر دی اور دو ایک دو کانیں جدید بھی بنوا دیں ایک دو کان منشی بقاء اللہ صاحب کیل سرائے میران نے بھی وقف کیا ع۱ اب سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں جبکہ علاوہ نیت کے عملدرآمد حسب مذکورہ بالا رہا ہے تو آیا اس آمدنی سے مسجد اور طلباء کے لئے حجرے نیز مدرس کی تنخواہ وغیرہ میں صرف کرنا شرعاً جائز ہو گا یا نہیں۔ ع۲ یہ کہ انھیں نواب صاحب موصوف نے جو اپنی ذاتی دو کان اور تین خانہائے رعایا کو محض بازار مسجد کی ضرورت سے برابر کرا کے نیز گرد و پیش کے اپنی افتادہ زمین کو اسی مد میں مدت سے وقف کر دیا ہے چنانچہ گھاس، بھوسہ، لکڑی کنڈا اور دیگر پلہ داروں سے جو اس زمین کا محصول آتا ہے وہ بھی برابر مسجد میں ایک بنئے کے ذریعہ سے یکشت جمع ہوتا رہتا ہے اور جو مدات مذکور میں صرف ہوتا ہے اس کے متعلق (ایک ہندو رئیس جسکا نام لالہ بشمبر ناتھ ہے اور وہ گوپامؤ سے قریب ایک موضع تہمردان میں رہتے ہیں) کا یہ بیان سنا جاتا ہے کہ چنگی قبضہ میں ہمارے ہے لہذا یہ متفرق آمدنی ہماری ہے اسکو ہم لیں گے حالانکہ وہ اس بازار میں کسی جز اراضی کے بھی مالک نہیں ہیں اور چنگی ان کی ہونا قاعدہ کے بھی بالکل خلاف ہے کیونکہ چنگی حق گورنمنٹ ہے کاغذات سرکاری میں بھی چنگی کا کوئی وجود نہیں دوسرے مالک زمین یعنی واقف کی طرف سے یہ زمین دراصل مسجد کی ہے ایسی حالت میں آیا ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ ہم دامے، درمے، قلمے، سخنے غرض ہر مدافعانہ حیثیت سے ان کی اس ناجائز دست برد سے اگر وہ کریں اسکو بچائیں یا نہیں نیز اس معاملہ میں جو مصارف کہ ہمیں در پیش ہونگے بصیغہ حفظ جائداد وقف عند اللہ ہمیں اُس کا اجر ملیگا یا نہیں اور اگر مسلمان کثرت رائے سے اس کی کل یا جز آمدنی بطور فیصلہ باہمی کے لالہ صاحب کو دینا منظور کریں تو آیا ان کا یہ فعل شرعاً صحیح اور قابل تسلیم ہوگا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

ع۱ اوقاف میں شرط واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہوتی ہے اور اُسمیں بلا شرط واقف یا اجازت خاصہ شرعیہ کوئی تغیر تبدل جائز نہیں مدرسہ کے مال سے مسجد کا قرض ادا نہیں کیا جا سکتا جو ادا کرے گا تاوان اس پر ہے مسجد کے مال سے نہیں لے سکتا مسجد پر جو جائداد واقف نے وقف کی اگر اس سے بنائے مدرسہ و مصارف مدرسہ کی اجازت دی تھی تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔

ع۲ صورت مذکورہ میں ضرور مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف و دفع ظلم ظالم میں صرف کریں اور اُس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا یا جو کچھ محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے قال تعالٰی لا یصیبھم نصیب ولا مخمصۃ الٰی قولہ تعالٰی

وارصاد نہیں نہ اوقاف قدیمہ کے لئے واقف کا نام معلوم ہونا ضرور نہ کوئی سند پیش کرنا لازم ورنہ لاکھوں وقف خصوصاً مساجد باطل ہوجائیں خود سائل کا بیان ہے کہ یہ مواضع سلاطین دہلی نے مصارف امور مذہبی اور ایک خاندان کی مدد معاش کے لئے معاف کئے اور یہ کہ تا زمان سلطنت انگلشیہ موافق نیت عطا کنندہ اس پر عملدرآمد رہا اور یہ کہ اسکے بعد سے تاحال ورثاء معافیداران اغراض معافی میں محاصل مواضع میں سے خرچ کرکے بقیہ محاصل کو اپنی مدد معاش میں صرف کرتے رہے یہ شان وقف ہی کی ہوتی ہے اور اگر کسی خاص شخص کو جاگیر دینی ہوتی ہے تو مصارف خیر کی قید نہ لگائی جاتی نہ یہ کہ اُن سے جو بچے وہ مدد معاش میں صرف ہو نہ اس کے موافق قدیم سے اب تک عملدرآمد رہتا ہے تو ضرور یہ مواضع وقف ہی ہیں، اور بندوبست حال میں اسمائے متولیان بخانہ ملکیت رکھنا وقف ثابت کو زائل نہ کریگا اور یہ انتقالات جو ان بعض متولیوں نے کئے اگر اس سے مقصود وہ محاصل ہیں جو بعد مصارف خیر ان کے حصہ میں آئیں جب تو ظاہر ہے کہ اس سے اصل وقف پر کوئی حملہ نہ ہوا اگرچہ محاصل کا وقف یا قبل وصول ہبہ کرنا باطل ہے اور اگر ان سے نفس رقبہ جائداد کا انتقال مقصود تھا تو غایت یہ کہ یہ ان کا ظلم باطل ومردود تھا اس سے وقف پر کیوں حرف آنے لگا گورنمنٹ کا رقوم سوائی وغیرہ لینا بھی منافی وقف نہیں یونہی بندوبست اول سے اجرائے وراثت اگر محاصل میں ہے کیا بیجا ہے اور رقبہ میں ہے تو متولیوں کا ظلم ہے بلکہ بیان سائل کہ اب تک بعد مصارف خیر جو بچتا ہے تقسیم کرتے ہیں رقبہ میں اجرائے وراثت کی خود نفی کررہا ہے اور نہ بھی سہی تو ان کے مورثوں کا سب سے پہلا بیان کہ یہ جائداد وقف ہے ان کے ان تصرفات کے ابطال کو کافی ہے جائداد ملک ہوکر وقف ہوسکتی ہے مگر وقف ٹھہر کر کبھی ملک نہیں ہوسکتی اور ان کے اس بیان اول میں نیت عطا کنندہ کا کچھ خلاف نہیں بلکہ عین موافقت ہے جیسا کہ اوپر ظاہر ہوا بالجملہ شک نہیں کہ مواضع مذکورہ وقف ہیں اور ان میں کسی کو تصرفات مالکانہ یا انتقالات کا کچھ حق نہیں فاتقوا اللہ الذی الیہ تحشرون واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از ضلع بجنور موضع چاندپور مسئولہ محمد قطب الدین　　۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

مخدوم مکرم معظم دام ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آبادی قصبہ چاندپور میں موازی ۶ بسوائے یعنی ۱۲۰۰ گز کل اراضی نمبری خسرہ ۲۸۳۴ واقع محلہ کوٹلہ موقوفہ تھی اس پر ایک دوکان بنی ہوئی تھی اسکی آمدنی صرف مسجد میں آتی تھی چنانچہ بندوبست دہم یعنی ۱۸۶۶ء یا ۱۲۷۳ف میں دوکان مذکورہ بخانہ مالک زمین ومالک مکان (موقوفہ) تحریر ہے اس کے کیفیت میں (دوکان تصرف مسجد) تحریر ہے اُسکے منتظم مولوی مجتبٰی حسن صاحب دیوبندی ساکن چاندپور تھے دوکان منہدم ہوگئی اس پر ایک سہ دری بنائی گئی جو قیام مسافران اور درسگاہ کے کام میں آتی رہی اور مہتمم بدستور مولوی صاحب موصوف رہے اب اس سال سے مولوی صاحب مذکور نے اس کے اوپر ایک بالاخانہ تعمیر کرلیا اُسکو زنانہ مکان کرلیا نیچ کا سابقہ حصہ یعنی سہ دری اپنی نشست گاہ خاص بنالی اللہ اللہ خیر صلا۔ مولوی صاحب کہتے ہیں ہم مکان کے مالک ہیں ہمارا تعمیر کردہ ہے تمادی بارہ سال عارضی ہے وغیرہ وغیرہ اور سب چیزیں خدا کی ملکیت میں اور ہم اُسکے بندے ہیں۔ رضامندی سے وہ چھوڑنے پر رضامند نہیں ہوتے مجبوراً عدالتانہ کارروائی کرنا ہوگی چونکہ مولوی صاحب موصوف اور ان کے بھائی مولوی مرتضٰی حسن صاحب سب مولوی ہیں (مولوی عالم فاضل ہیں) سب لوگ ان کا ادب کرتے ہیں بچتے ہیں کوئی دعوی کرنے یا مدعی بننے پر رضامند نہیں ہوتا یہاں ہم صرف دو آدمی حق کی حمایت کرسکتے ہیں البتہ واقعات کے بابت شہادت دے سکتے ہیں۔ اگر ان کو مدعی بنالیا جاوے تو گواہ کون رہے سوائے اسکے نالش ہونے پر لوگوں سے توقع ہوسکتی ہے بالفعل یہ خیال ہے کہ مولوی پر ہاتھ ڈالنا گناہ کبیرہ ہے حتی کہ مولوی عبدالواسع صاحب ومیر سجاد حسین صاحب وکلا بجنور وکیل بننے سے گریز کرتے ہیں اس

قحط الرجال میں آپ پر نظر دوڑتی ہے اور گذارش کیا جاتا ہے کہ ہمکو کیا کارروائی کرنا چاہئے اور اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے اور اگر آپ کا نام نامی بھی زمرہ مدعیان میں شامل کر دیا جاوے تو نامناسب تو نہیں ہے یا اور کسی شخص کا لکھا جاوے جیسی رائے عالی ہو کیا جائے جواب بواپسی ڈاک مرحمت ہووے فقط

الجواب بحمد اللہ تعالی میں حکم شرعی جانتا ہوں اور وہی بتا سکتا ہوں قانون سے نہ مجھے واقفیت نہ اُس کا مشورہ دے سکتا ہوں وقف میں تصرف مالکانہ حرام ہے اور متولی جب ایسا کرے تو فرض ہے کہ اُسے نکال دیں اگرچہ خود واقف ہو یہ جائے دیگر درمختار میں ہے وینزع وجوبا ولو الواقف درر فغیرہ بالاولی لو غیر مامون بزازیہ اور وقف کا مدعی ہر مسلمان ہو سکتا ہے اور جو مدعی ہو وہی شاہد ہو سکتا ہے لانہ لایحتاج الی الدعوی وہاں کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وقف کو ظلم سے نجات دلائیں۔ دیوبندی عالم دین نہیں اُن کے اقوال پر مطلع ہو کر اُنھیں عالم دین سمجھنا خود کفر ہے علمائے حرمین شریفین نے انھیں لوگوں کے لئے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر اور بالفرض کوئی عالم بھی ہو تو اُس کا ادب اس کا مقتضی نہیں ہو سکتا ہے کہ وقف اُسکے دست بُرد ظالمانہ میں چھوڑ دیا جائے اگرچہ عالم ہے مگر وقف پر ظالم ہے اور اس کی تخلیص فرض۔ یہ بہت اچھا عذر ہے کہ سب ملک خدا ہے اور ہم اُسکے بندہ کیا ایسا کہنے والا اپنے املاک اور اپنے اہل میں بھی اُن کے لئے یہی گمان کرے گا کہ یہ سب ملک خدا ہیں اور وہ خدا کے بندے یہ خاصہ اباحیہ کا مذہب ہے۔ فقیر کچہری کی لیاقت نہیں رکھتا اس سے معاف فرمایا جائے اور ہزاروں مسلمان مدعی ہو سکتے ہیں واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ مردمان عامہ موضع باجری تحصیل کھڑوار ضلع انبالہ بتوسط الٰہ بخش درزی ساکن باجری ۲۳ / جمادی الاولی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بیوہ نے اپنی تمام اشیاء جس میں منجملہ دیگر اشیاء کے ایک سکنی مکان بھی ہے مسجد کے نام پر خدا کیواسطے وقف کر دیا اور سند کے لئے ایک کاغذ پر چند معزز برادران رشتہ کے دستخط کروا کر ایک کاغذ بنا لیا اور یہ کام کرکے وہ عورت ایک دوسرے موضع میں اپنی لڑکی کے گھر پر جا رہی اور اسکے چلے جانیکے بعد میں اس عورت کے قریبی رشتہ والوں نے اس وقف شدہ مکان کی بابت فساد شروع کر دیا کہ ہم یہ مکان مسجد کے نام نہیں دیں گے حالانکہ بیوہ کے کوئی اولاد ذکور میں سے صاحب حق نہیں ہے اور وہ اپنے مال وجائداد کی بلا اشتراک غیرے خاوند کے مرنیکے بعد خود مختار مالک تھی لہذا اب دریافت امر خاص یہ ہے کہ ایا کوئی شخص بیوہ کی مرضی کے خلاف کچھ کارروائی کر سکتا ہے اور اگر کر سکتا ہے تو کس صورت سے ورنہ ایسے بددیانت اشخاص کی کیا شرعی تعزیر ہے فقط

الجواب جو شے اللہ عزوجل کیلئے وقف ہوگئی اُسمیں کسی کو دعوی نہیں پہنچتا یہاں سوال سے ظاہر یہ ہے کہ عورت نے اپنی حالت صحت میں یہ وقف کیا تو اب کسی رشتہ دار کا اُسمیں مزاحمت کرنا محض ظلم ونا مسموع ہے اور یہاں کوئی کسی کو تعزیر نہیں دے سکتا بڑی تعزیر یہ ہے کہ جس سے یہ بات واقع ہو مسلمان اُسے چھوڑ دیں واللہ تعالی اعلم

مسئلہ از شہر جیت پور ملک کاٹھیاوار چھوٹی چوک مسئولہ حاجی احمد حامد متولی جمعہ مسجد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کا طریقہ ہے کہ جب کوئی شخص بیمار ہوتا ہے یا فوت ہوتا ہے تو اُسکی جانب سے اُسکے عزیز ایک یا چند قرآن پاک مسجد میں بھیجتے ہیں اس نیت سے کہ لوگ پڑھیں تاکہ ہمکو ثواب ملے اب چونکہ جامع مسجد میں وہ بکثرت جمع ہوگئے اور

بیکار رکھے ہیں جن کا انجام سوائے گلنے اور بوسیدہ ہونے کے کچھ نہیں ہے کیونکہ پڑھنے والے چند اور قرآن بکثرت جمع۔ تو اُن کو ہدیہ کرکے وہ پیسہ مسجد کے صرف میں لاسکتے ہیں یا نہیں۔ مسجد کے متعلق ایک مدرسہ قرآن ہے اور نیز شہر میں بھی قرآن کے مدرسہ ہیں اون میں ان قرآنوں کو متولی بھیج سکتا ہے یا نہیں نیز اگر اس شہر کے مدارس سے بچ رہیں تو دوسرے شہر کے مدارس میں بھیجے جاسکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب اگر اُس بھیجنے سے مصحف شریف اُس مسجد پر وقف کرنا مقصود نہیں جب تو بھیجنے والوں کو اختیار ہے وہ مصاحف ان کی ملک میں باقی ہیں جو وہ چاہیں کریں اور اگر مسجد پر وقف مقصود ہے تو اسمیں اختلاف ہے کہ ایسی صورت میں اُسے دوسری مسجد کو بھیج سکتے ہیں یا نہیں جب حالت وہ ہو جو سوال مذکور میں ہے اور تقسیم کی ضرورت سمجھی جائے تو قول جواز پر عمل کرکے دوسری مساجد و مدارس پر تقسیم کرسکتے ہیں اُس شہر کی حاجت سے زائد ہو تو دوسرے شہر کو بھی بھیج سکتے ہیں مگر اُنھیں ہدیہ کرکے اُن کی قیمت مسجد میں نہیں صرف کرسکتے درمختار میں ہے وقف مصحفا علی المسجد جاز ویقرؤ فیہ ولایکون محصورا علی ھذا المسجد واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ عبداللہ لوہار مقام چندوسی ضلع مرادآباد محلہ سنبھل دروازہ ۱۹ر جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

چہ میفرمایند علمائے دین دریں مسئلہ ایک باغ اعگہ کے دو بھائی مسمیان خواجہ بخش وعظیم بخش مالک تھے اور دونوں کی کوئی اولاد نہیں تھی عظیم بخش نے ایک بھتیجا لے لیا تھا مسمی حسین اور اُس نے نصف باغ کا داخل خارج کاغذات سرکاری میں کرادیا عرصہ تیس سال کا ہوا اور اب تک اُسی کے نام داخل خارج چلا آتا ہے اب دوسرے بھائی خواجہ بخش نے بھی باغ بیت اللہ شریف کے جاتے وقت فی سبیل اللہ وقف کردیا تھا جبکہ عظیم بخش کا انتقال ہوگیا تھا ایسی صورت میں حصہ بھتیجا حسین کو پہنچ سکتا ہے یا بھائی مالک ہے بینوا توجروا۔

الجواب بیان سائل سے معلوم ہوا کہ وہ نصف باغ بلا تقسیم عظیم بخش نے بھتیجے کے نام ہبہ کردیا تھا اور عظیم بخش نے اپنے انتقال کے بعد بھائی کے سوا کوئی وارث نہ چھوڑا تو وہ ہبہ جو بھتیجے کے نام تھا عظیم بخش کی موت سے باطل ہوگیا درمختار موانع رجوع میں ہے المیم موت احد العاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل تو کل باغ کا مالک خواجہ بخش ہوا جب اُس نے وقف کردیا وقف ہوگیا اب نہ اُسکا ہے نہ بھتیجے کا خالص ملک الٰہی ہے عزوجل۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از علیگڈھ محلہ دہلی دروازہ تکیہ بخشی کریم اللہ صاحب مسئولہ عبدالکریم وعبدالعزیز وغیرہ ۲۱ر رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں عالمان دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک تکیہ اور کچھ آراضی باڑہ کے نام سے کہ جو قدیم الایام سے واسطے فاتحہ حضرت فیض اللہ شاہ صاحب اور حضرت بانام شاہ صاحب کے وقف چلی آتی ہے اور اُس کے متولی اور متصرف ہمارے اجداد تھے اور اُسکی آمدنی سے فاتحہ اور عرس ہمیشہ ہوتا رہتا ہے اُسمیں پہلے یہ تصرف ہوا کہ اس زمین میں کچھ دوکانیں بنوادی گئیں اور پھر تکیہ کی زمین سے کچھ حصہ چند اشخاص کے ہاتھ بیع کردیا گیا اور باڑہ کی زمین میں ایک گنج آباد کراکے اُس کو رہن کردیا اب استفسار طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ بیع اور رہن اس آراضی موقوفہ کا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور یہ تصرف کیا حکم رکھتا ہے اس کا جواب بحوالہ کتب بیان فرمایا جائے بینوا توجروا

الجواب وقف کے رہن وبیع ناجائز ہیں درمختار میں ہے فاذا تم ولزم لایملک ولایملک ولایعار ولایرھن دوکانیں

اگر تکیہ میں بنائی گئیں تو قطعاً ناجائز ہیں اور باڑے میں متولی نے منفعت وقف کیلئے بنوائیں اور ان میں کوئی مخالفت شرط واقف و تغیر ہیئات وقف نہ تھی تو حرج نہیں ورنہ وہ بھی ناجائز ہیں کما نص علیہ فی فتح القدیر والفتاوی الھندیۃ وغیرھما واللہ تعالی اعلم

مسئلہ مرسلہ چودھری محمد رشید الدین صاحب اشرف صاحب تعلقدار و آنریری مجسٹریٹ از بیبار ضلع بارہ بنکی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قاضی امیر اشرف صاحب مرحوم نے وفات پائی اُن کے کاغذات سے ایک تحریر برآمد ہوئی جس کی نقل مطابق اصل شامل استفتا ہذا ہے جو اُن کے ہاتھ کی لکھی ہوئی نہیں ہے مگر جا بجا اُسکے حواشی وغیرہ پر عبارت اُن کے قلم کی لکھی ہوئی ہے آیا اس تحریر پر عملدرآمد شرعاً ہوسکتا ہے یا نہیں یہ وقف سمجھا جائیگا یا وصیت اور اُسکی پابندی ہر دو طریق سے کسی طریقہ پر ورثاء کے ذمہ لازم ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب یہ نہ وقف ہے نہ وصیت نہ کوئی شے نہ اس کی پابندی اصلاً کسی طرح وارث خواہ غیر پر کچھ لازم یہ ایک وقفنامہ ناکمل کا خاکہ ہے جو نہ قلم مورث سے ہے نہ دستاویزوں کے عنوان معروف (میں کہ فلاں بن فلاں الخ) سے اسکی ابتدا نہ اُس پر کوئی شہادت ایسا کاغذ ایک ردی پرچے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا خصوصاً اُسکا ختم اس پر ہے کہ لہذا وقفنامہ ہذا کو تکمیل و رجسٹری کرائے دیتا ہوں تاکہ سند رہے اور وقت پر کام آوے فقط۔ زیادہ سے زیادہ یہ گمان ہوسکتا ہے کہ مورث نے وقف کا قصد کیا اور کسی شخص سے اسکا مسودہ کرایا اور اُسمیں خود ترمیم کی پھر رائے نہ ہوئی اور اُسے موقوف رکھا و لہذا تکمیل نہ کی نہ رجسٹری کرائی۔ یہ اگر ہو بھی تو اسقدر سے کچھ نہیں ہوتا کہ ایک ارادہ تھا جو ہو کر رہ گیا۔ یہ بھی بفرض تسلیم ہے ورنہ ثابت اسقدر بھی نہیں کہ یہ کاغذ مورث نے لکھوایا یا مورث کی رائے سے لکھا گیا حواشی پر قلم مورث سے کچھ لکھا معلوم ہونا کوئی دلیل نہیں خط خط کے مشابہ ہوتا ہے بہر حال وہ ایک مہمل کاغذ ہے جس کا کچھ اثر نہیں اشباہ والنظائر میں ہے لایعتمد علی الخط ولا یعمل بمکتوب الوقف الذی علیہ خطوط القضاۃ الماضین عقود الدریہ میں ہے کتاب الوقف انما ھو کاغذ بہ خط وھو لا یعتمد علیہ ولا یعمل بہ کما صرح بہ کثیر من علمائنا ردالمحتار میں ہے اذا کان مصدرا معنونا فکالنطق اذا اعترف ان الخط خطہ بخلاف ما اذا لم یکن مصدرا معنونا وھذا ذکرہ فی الاخرس وذکر فی الکفایۃ آخر الکتاب عن الشامی ان الصحیح مثل الاخرس فاذا کان مستبینا مرسوما وثبت ذلک باقرارہ او بینۃ فھو کالخطاب اھ والمعنون لما ضو اذا کتب علی وجہ الصکوک یقول فلان الفلانی الخ اھ ملتقطا واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ از بمبئی مرسلہ قاضی شریف عبداللطیف صاحب قاضی بمبئی　　۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　حامدا ومصلیا　　　ماقولکم ایھا العلماء الکرام

قاضی شریف عبداللطیف صاحب مرحوم مغفور ۱۸۵۱ء میں بمقام شولاپور منجانب حکومت مفتی مقرر کئے گئے ۱۸۵۶ء میں بمقام رتناگری اسی عہدہ پر منتقل ہوگئے اُسی عرصہ میں محکمۂ افتا کے لئے کتابوں کا ذخیرہ جماعت المسلمین کی جانب سے مہیا کردیا گیا من بعد ۱۸۶۴ء میں گورنمنٹ نے عہدۂ مفتی موقوف کرکے صاحب موصوف کی پنشن مقرر کردی جو ان کے حین حیات تک جاری رہی ۱۸۶۶ء میں بمبئی کے جماعت المسلمین کے اہل حل وعقد ورؤسا نے بالاتفاق ان ذات ستودہ صفات کو عہدۂ قضا سپرد کیا۔ کتب خانہ محکمۂ افتا رتناگری بھی وہاں کے اکابر واصاغر مسلمین کی اجازت سے بمبئی منتقل ہوگیا بلکہ یہاں کے بزرگان اسلام نے اسکی مزید تکمیل فرمائی آج تک وہ کتب خانہ عطیہ قوم دارالقضا کے متعلق سمجھا جاتا ہے اس صورت سے کہ جو شخص مسند قضا پر متمکن ہوتا ہے

اُسکے قبض وتصرف اور نگرانی میں بطور امانت رہتا ہے قاضی کو اسمیں کسی قسم کی کمی کرنے یا کسی کتاب کے فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہے البتہ حسب ضرورت قومی پیسہ سے یا محکمہ قضا کی آمد سے اضافہ کرسکتے بلکہ کرتے رہتے ہیں قاضی شریف عبداللطیف مرحوم ومغفور کے رحلت فرمانے کے بعد اُن کا تمام ترکہ ورثہ میں تقسیم ہوا مگر کتب خانہ منجملہ عطایائے قوم مخصوص برائے مسند قضا نا قابل التقسیم قرار دیا گیا قاضی صاحب مرحوم کے بعد اُن کے چھوٹے صاحبزادے جناب شریف محمد صالح صاحب حسب استرضائے ارباب حل وعقد جماعت المسلمین بمبئی مسند قضا پر متمکن ہوئے اور کتب خانہ اُن کی نگرانی میں رہا ۱۳۳۶ھ میں انھوں نے بھی رحلت فرمائی اور بجائے ان کے جناب شریف عبداللطیف صاحب (ان کے فرزند اکبر) کے سپرد محکمہ قضا اور اُس کے متعلق کتب خانہ کیا گیا پس دریافت طلب صرف یہ امر ہے کہ یہ کتب خانہ جو دار القضا کے متعلق ہے اور عطیہ قوم وہ بھی مثل دیگر مال متروکہ کے ورثہ میں تقسیم ہوگا یا حسب دستور سابق محفوظ و مامون ان قاضی صاحب کے پاس رہے گا جو فی الحال خدمت قضا انجام دے رہے ہیں۔

الجواب جبکہ وہ کتابیں جماعت مسلمین نے محکمۂ افتا یا دار القضا کیلئے جمع کیں قاضی کو ان کا مالک نہ کیا جیسا کہ تعامل مذکور سوال سے واضح ہے تو ورثۂ قاضی کا اُن میں کوئی حق وراثت نہیں اگر جماعت نے وقف کیں تو ظاہر اور نہ کیں تو ملک جماعت ہیں یا نفاذ شرا علی المشتری کی صورت میں ملک مشتری اور وہ زرِ جماعت کا ضامن ہے بہرحال ملک قاضی نہیں غیر قاضی نے جو کتابیں جماعت کے لئے خریدیں اُن میں نفاذ علی المشتری کی صورت یہاں نادر ہے ہم نے اپنے فتاوٰی کتاب الوقف میں مبین کیا ہے کہ زرِ چندہ چندہ دہندوں کی ملک پر رہتا ہے اور اُن کی اجازت سے صرف ہوتا ہے خریداری کتب اگر اہل جماعت نے خود نہ کی تو معہود یہ ہے کہ دوسرا اُن کے امر سے کرتا ہے ثمن اُن کے روپے سے ادا کیا جاتا ہے جو انھوں نے خریداری کے لئے پہلے دیدیا یا بعد خریداری ادا کیا اس صورت میں اُس مشتری کے مالک کتب ہونے کے لئے یہ درکار کہ اوّلاً جماعت نے اُسے کسی کتاب معین مشخص کے شرا کا وکیل نہ کیا ہو یعنی کسی جلد خاص کی نسبت کہ بعینہ یہ جلد خرید دے (یہ کہنا کہ ہدایہ یا فلاں مطبع کی ہدایہ یا فلاں دکان سے مصری چھاپے کی ہدایہ یہ شے معین کے لئے توکیل نہیں جبکہ اُس دکان پر مصری طبع کے متعدد نسخے ہدایہ ہوں) کہ اس صورت میں وہ غیبت جماعت میں اسے اپنے لئے خرید ہی نہیں سکتا حیث لم یکن مخالفا دفعا للغرر درمختار وبین المخالفۃ فی البحر ولان فیہ عزل نفسہ فلا یملکہ الا بمحضر من الموکل ردالمحتار عن الباقانی عن الھدایۃ ثانیاً عقد ایجاب میں جماعت کی طرف مضاف نہ ہو مثلاً اس نے بائع سے کہا یہ کتاب میں نے تجھ سے جماعت کی طرف سے خریدی اُس نے کہا میں نے بیچی یا اُس نے کہا میں نے یہ کتاب جماعت کے ہاتھ بیع کی اُس نے کہا میں نے خریدی کہ اس صورت میں نفس عقد جماعت ہی کے لئے ہوگا اور مشتری پر نافذ نہیں ہوسکتا علی ما حققنا صورہ بتفاصیلھا فی کتاب البیوع من فتاوٰنا فی تحریر حافل کامل سمیناہ عطیۃ النبی فی الاشتراء للاجنبی بما لا یوجد فی غیرہ وباللّٰہ التوفیق ثالثاً عقد کو مال جماعت کی طرف بھی مضاف نہ کرے فقط جماعت کا روپیہ دکھا کر کہا اس روپے کی فلاں فلاں کتاب تجھ سے خریدی رابعاً خریداری میں جماعت کے لئے خریدنے کی نیت نہ کرے ورنہ وہ دیانۃً علی الاطلاق جماعت ہی کے لئے ہے۔ خامساً قیمت میں مال جماعت نہ دے ورنہ وہ جماعت ہی کے لئے ٹھہریں گی اگرچہ اپنے لئے خریداری کی نیت بتائے وتفصیل ذلک فی البحر ولخصناہ فی جد الممتار بقولی وبالجملۃ اذا کان وکیلا بشراء شیئ لا بعینہ فالاضافۃ قاضیۃ فان لم توجد فالنیۃ فان لم توجد فللعاقد عند محمد ان سلم الامر

ایضاعدہا النیۃ وان قال بل نوی لی حکّم النقد کما لو تخالفا فیہما وعند ابی یوسف یحکم النقد فی الوجہین وھو الراجح قدمہ قاضیخان واخّرد لیلہ فی الھدایۃ فتحصل ان الحکم للاضافۃ فان لم توجد فللنیۃ فان لم توجد او تکاذبا فیہما فللنقد واللہ تعالٰی اعلم یہاں اگرچہ نفاذ علی المشتری سے تین مانع اول کثیر الوقوع نہیں مگر خامس ہی غالب ہے اور کتابیں لاکر سپرد جماعت یا داخل کتبخانہ افتا وقضا کرنا رابع پر شاہد۔ یونہی وہ کتابیں کہ قاضی نے قومی پیسے یا آمدنی دار القضا سے خریدیں یہاں بھی ظاہر عبارت سوال یہ ہے کہ قاضی نے اپنے مال سے نہ خریدیں اگرچہ اسکی تنخواہ بھی اُسی پیسے یا آمدنی سے ہوتی ہو مگر عبارت اس سے ساکت ہے کہ قاضی کا شرا بھی بامر جماعت تھا یا بطور خود۔ اگر صورت اولٰی ہے کہ قاضی نے اُس مال عام سے کتابیں بامر جماعت خرید کر داخل کتبخانۂ مذکورہ کیں تو ان کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ وقف یا ملک جماعت ہوئیں کہ اب قاضی وہ مشتری ہے جس میں وجہ رابع وخامس مانع تملک ہیں اور اگر صورت ثانیہ ہے تو اب مانع نفاذ صرف وقت عقد ایجاب بیع میں اضافت بجماعت ہونا ہے وبس اگر یہ اضافت نہ ہو تو ایجاب میں مشتری کی طرف اضافت صراحۃً یا دلالۃً سے چارہ نہیں ورنہ بیع ہی نہ ہوگی تجنیس ناصری وتاتارخانیہ وہندیہ میں ہے لو قال من فروختم این بندہ را بہزار درم تو خریدی فقال مجیبا لہ خریدم تم البیع اما لو قال من فروختم این بندہ را بہزار درم فقال المشتری خریدم ولم یزد علی ھذا لایکون بیعا لعدم الاضافۃ اھ **اقول** ای اذا لم یجر بینھما المساومۃ والاکفی بہا دلالۃ کقولہ ھھنا تو خریدی فانہ ایضا لیس باضافۃ فی الایجاب انما فیہ دلالۃ علیہا وذلک اعنی الاکتفاء بدلالۃ الاستیام کما فی تجنیس الامام صاحب الھدایۃ ثم الفتح لو قال لاٰخر بعد ماجری بینھما مقدمات البیع بعت ھذا بالف ولم یقل منک وقال الاٰخر اشتریت صح ولزم اھ اور جب ایجاب میں مشتری غیر مامور کیطرف اضافت ہے اگرچہ اسیقدر کہ اول قول اسی نے کیا تو بیع اسیکے حق میں نافذ ہوگئی لان الشراء متی وجد نفاذا علی المشتری نفذ عام ازیں کہ قبول میں بھی اسی مشتری کی طرف اضافت ہو مثلا بائع کہے میں نے تیرے ہاتھ بیع کیں یہ کہے میں نے اپنے لئے خریدیں یا پہلے یہ کہے پھر وہ خواہ قبول میں کسی طرف اضافت نہ ہو مثلاً بائع کہے میں نے تیرے ہاتھ بیچیں یہ کہے میں نے لیں یا قبول کیں یا یہ کہے میں نے اپنے لئے خریدیں وہ کہے میں نے دیں یا بیچیں خواہ قبول میں جماعت کی طرف اضافت محتملہ قابل تاویل ہو جو عقد کو جماعت کے حق میں متعین نہ کردے کہ اس صورت میں بوجہ اختلاف ایجاب وقبول بیع ہی باطل ہوگی جیسے وہ کہے میں نے تیرے ہاتھ بیع کیں یہ کہے میں نے جماعت کی طرف سے قبول کیں خانیہ میں ہے لو قال الفضولی اشتریت ھذا لفلان بکذا وقال البائع بعت منک الصحیح انہ باطل بلکہ صورت یہ ہو کہ مثلاً وہ کہے میں نے تیرے ہاتھ بیچیں یہ اس نے ایجابا کہا اب یہ قبول میں کہے میں نے جماعت کے واسطے خریدیں کہ واسطہ لحاظ واطرد وتمتع بہت معانی کو محتمل ہے عنایہ وفتح میں ہے ان قال اشتریت منک ھذا العین لاجل فلان فقال بعت او قال المالک بعت منک ھذا العین لاجل فلان فقال اشتریت لایتوقف لانہ وجد نفاذا علی المشتری حیث اضیف الیہ ظاھرا فلا حاجۃ الی الایقاف علی رضا الغیر وقولہ لاجل فلان یحتمل لاجل رضاہ وشفاعتہ وغیر ذلک اس مسئلہ کی تحقیق بازغ وتنقیح بالغ ہمارے اسی رسالہ عطیۃ النبی فی الاشتراء للاجنبی میں ہے اس تقدیر پر قاضی کے دل میں وقت شرا جماعت کے لئے خریدنے کی نیت ہونی یا قیمت مال جماعت سے ادا کرنی کچھ مانع نفاذ علی المشتری نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ اذا لم یضفہ الی غیرہ فتاوی امام قاضیخان وخزانۃ المفتین ووجیز امام کردری میں ہے یقول المالک بعت ھذا منک بکذا فقال الفضولی قبلت او اشتریت ونوی الشراء لفلان فان الشراء یکون لہ وینفذ علیہ ولایتوقف فتاوی خیریہ میں ہے لایلزم من الشراء بمال الاب کون المشتری للاب اس صورت میں اگر کتب خانہ وقف ہے

توقاضی کا کتاب خرید کر اُسمیں داخل کردینا وقف کرنا ہی سمجھا جائے گا کہ اسکے لئے دلالت کافی ہے تصریحاً زبان سے لفظ وقف کہنا ضرور نہیں جسطرح لوگ مسجد میں لوٹے چٹائیاں رکھ جاتے ہیں اور اگر وقف نہیں اور یہ کتابیں قاضی نے خرید کر جماعت کو دیدیں تو اب ملک جماعت ہوگئیں کہ یہ دینا نہ عاریۃً تھا نہ بالمعاوضہ تو ہبہ قرار پائے گا اور بعد قبضہ مفید ملک ہوگا قال فی ردالمحتار نفذ علی المشتری فان دفع المشتری الیہ واخذ الثمن کان بیعا بالتعاطی بینھما اھ وکتبت علیہ **اقول** یعنی اذا کان الدفع علی جھۃ البیع کما قیدبہ فی الھدایۃ والدر المختار من الوکالۃ اما اذا دفع الیہ مجانا یکون ھبۃ کمن اشتری ثوبا وقطعہ قمیصا لتلمیذہ وسلمہ الیہ ملکہ التلمیذ کما سیأتی فی الھبۃ **اقول** مگر یہ اس وقت ہے کہ قاضی جانے کہ یہ شراء مجھ پر نافذ اور کتاب کا مالک میں ہوا ہوں ورنہ غلط فہمی کے حالت میں اسکا اپنی ملک سے اخراج کا قصد متحقق نہیں ہوسکتا کہ اپنے آپ کو مالک ہی نہ سمجھا تھا ولاعبرۃ بالظن البین خطؤہ اشباہ ومن دفع شیئا ظانا انہ علیہ ثم بان انہ لم یکن علیہ یسترد کما افادہ فی الخیریۃ والعقود الدریۃ قنیہ وہندیہ میں ہے ینبغی ان یحفظ ھذا فقد ابتلی بہ العامۃ والخاصۃ یستعینون بالناس فی الاحتطاب والاحتشاش فیثبت الملک للاعوان فیھا ولایعلم الکل بھا فینفقونھا قبل الاستیھاب بطریقہ او الاذن فیجب علیھم مثلھا او قیمتہا وھم لایشعرون اھ وعدم الاذن فیما ذکروان کان لانافیہ کلام بیناہ فی رسالتنا عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی لکنہ لایجدی ھھنا لان الاذن یطلق التصرف و یسقط الضمان لکن لایسقط ملک المالک وفیہ الکلام ھھنا اسیطرح اگر قاضی نے جماعت کو نہ دیں بلکہ کتب خانہ غیر وقفی میں آپ داخل کردیں اگرچہ اپنی ملک بھی جانتا ہو جب بھی اُسکی ملک سے خارج نہ ہوں گی کہ پرائے مال میں اپنا مال رکھدینا ملک زائل نہیں کرتا۔ بالجملہ صرف یہ دو صورتیں ایسی نکلیں گی جنمیں بعض کتب خریدۂ قاضی ملک قاضی میں رہیں مگر ازانجا کہ ثمن دوسرے کے مال سے دیا ہے اسکا تاوان ذمۂ قاضی رہا جن کتابوں کی نسبت یہ صورت ثابت ہو وارثان قاضی انھیں لیں اور جو قیمت ان کی قاضی نے قومی پیسے یا دارالقضا کی آمد سے ادا کی وہ واپس دیں ھذا ما ظھرلی والعلم بالحق عند ربی واللہ تعالٰی اعلم

جوّالُ العلو لتبیینِ الخلو ۱۳۳۶ھ

مسئلہ از قصبہ لاہرپور ضلع سیتاپور مکان سید شاہ ولایت احمد صاحب مرسلہ وحید الحسن صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

(۱) اوقاف میں کسی شخص کو کچھ اراضی بطور خلو جسکا ذکر شامی ج ۴ کتاب البیوع بحث خلو الحوانیت میں ہے زر پیشگی لیکر اس شرط پر دینا کہ وہ اجرمثل سال بسال اپنے زرپیشگی میں محسوب کرتا رہے جائز ہے یا ناجائز اور واضح رہے کہ اس حصہ اراضی موقوفہ کا لگان سالانہ جس موقوف علیہ کے واسطے مخصوص ہے اُس نے اپنی ضرورت کے واسطے زر پیشگی لیا ہے اور اُسی نے زر پیشگی لینے والے سے معاملت خلو کی ہے اور اُس موقوف علیہ کو اس حصہ موقوفہ پر حق متولیانہ بھی حاصل ہے۔

(۲) صاحب خلو کو یعنی جس کو ایسی اراضی دیگئی ہو اراضی کا لگان یعنی اجرمثل ادا کرکے جو منافع اُس اجرمثل سے زائد ہو لینا درست ہے یا نہیں۔

(۳) اگر صاحبِ خلو خود اپنی کاشت کرکے یا اپنی کوشش سے اجرِ مثل کی آمدنی سے زائد آمدنی اراضی مذکور کے اپنے مقابضت خلو کے زمانہ میں بڑھا دے تو اُس اضافہ کا صاحبِ خلو مستحق ہے یا نہیں۔

(۴) نمبر ۲ و نمبر ۳ کی صورت بظاہر رہن دخلی کی سی ہے اور رہن دخل کا منافع سود ہے پس خلو اور رہن دخلی میں کیا فرق ہوا اور جواز خلو کی کیا صورت ہے اور نفس خلو کونسا معاملہ ہے اور اُسکی کیا تعریف ہے۔

(۵) ایک وقف قدیمہ مشہورہ خاندانی میں اہل خاندان موقوف علیہم و متولیان نے ضرورت مصارف ضروریہ وقفی پر آمدنی وقف موجود نہ ہونے کی حالت میں اور مہاجنان سے بوجہ وقف قرضہ نہ ملنے کی وجہ سے اکثر اوقات یہ کیا کہ بعض حصص اراضیات وقف کو زرِ پیشگی لیکر زر مذکور دینے والے کے قبضہ میں دیدی اور دستاویز ٹھیکہ نامہ لکھدی کہ اسقدر سالانہ لگان اس اراضی کا ٹھیکہ دار اپنے زرِ پیشگی میں مجرا کرتا رہے اور بعد وصول کل زرِ پیشگی مذکور ایک حصہ میعاد بردہ اراضی صاحب خلو سے واپس ہوکر متولیان و موقوف علیہم کے قبضہ میں آگئی۔ اس کارروائی سے منکرین وقف عدم وقف کا استدلال کرتے ہیں یہ استدلال صحیح ہے یا نہیں اور معاملت ٹھیکہ داری مذکور معاملت خلو سے سمجھی جائیگی یا اُسکے علاوہ ناجائز سمجھی جائیگی اور ان واقعات وارتکاب سے وقف کالعدم ہوجائے گا یا باقی رہے گا اور ایسے فعل کا مرتکب قابل تولیت رہے گا یا نہیں اگر کسی کے مورث نے یہ فعل کیا ہو تو اُسکا وارث تولیت پائے گا یا نہیں۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی لاخلو لشیئ من کرمہ والصلوۃ والسلام علی من وقف علی الکون موائد کرمہ وعلی اٰلہ واصحابہ المتولین اجراء حُکمہ وحکمہ۔ **اوّلاً** خلو خود باطل و بے اصل ہے مذہب حنفی بلکہ نوسَو برس تک مذاہب اربعہ میں کہیں اس کا پتا نہیں دسویں صدی میں ایک عالم مالکی المذہب امام ناصر الدین لقانی قدس سرہ نے اسے جائز کیا اسی صدی کے نصف آخر میں صاحب اشباہ رحمہ اللہ تعالٰی نے اُسے برخلاف مذہب اعتبارِ عرف خاص پر مبنی قرار دیا اسی صدی اور اس کے بعد کے محققین مثل شیخ الاسلام علی مقدسی و علامہ حسن شرنبلالی و علامہ محمد آفندی زیرک زادہ و علامہ خیر الملۃ والدین رملی و علامہ سید احمد حموی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے اُسے رد فرمادیا۔ حاشیۃ الرملی علی الاشباہ میں ہے **قولہ** ویصیر الخلو فی الحانوت حقا لہ الخ اقول والفتوی علی خلاف ذلک مقدسی اسی میں ہے قد علمت ان التصحیح خلافہ بقولہ ان المذھب عدم اعتبار العرف الخاص شرح الاشباہ لزیرک زادہ میں ہے العرف لایجوز ما کان محظورا فی الشرع (واما بیع الخلو اذ الم یکن ملاصقا بالحانوت فجائز شرعا فانہ حق لمالکہ واما وضعہ فی الحانوت بالاجارۃ مشروع لکن الحانوت اذا کان ملکا یملک صاحبہا اخراجہ منہ اذا انقضی مدتہ المعروف) ان لم تکن لہ مدۃ معلومۃ تکون الاجارۃ فاسدۃ وکذا اذا کان الحانوت وقفا وقد نص الفقہاء علی انہ لاتجوز الاجارۃ فیہ فوق ثلاث سنین کما فی الوقایۃ فلا اعتبار للعرف سواء کان خاصا اوعاما حین وجد النص فی الشرع علی خلافہ وقد مرمنا تحقیقہ فتذکر اُسی میں اس سے ایک ورق قبل ہے انما یعتبر العرف والعادۃ فیما لم یرد نص الشرع علی خلافہ وسینقل فی السطر الثالث بعدھا ان الودیعۃ والعین المؤجرۃ غیر مضمونتین بحال فلا یعتبر فیہ العرف بعد النص علی خلافہ من الفقہاء اھ وھذا ما اشار الیہ بقولہ وقد مرمنا تحقیقہ) غمز العیون میں ہے (قولہ علی اعتبارہ (ای العرف الخاص) ینبغی ان یفتی بان ما یقع فی بعض اسواق القاہرۃ من خلو الحوانیت لازم ویصیر الخلو حقا لہ قیل علیہ) کیف ینبغی ان یفتی بہ مع کونہ مخالفا لقواعد الشرع الشریف (انتہی وقال شیخنا (یرید العلامۃ الشرنبلالی رحمہما اللہ تعالٰی)

فی رسالتہ مقیدۃ الحسنی بعد نقل کلام المصنف رحمہ اللہ تعالٰی قولہ ینبغی الخ ما لاینبغی فانہ لا مماثلۃ بین ما اعتبر من المسائل المبنیۃ علی العرف الخاص وبین الخلو لان اعتبار العرف الخاص علی ماقیل بہ فی جمیع تلک المسائل ضررھا التزم بہ فاعلھا مختارا لنفسہ او مقصرا فی استیفاء شرائط یمنع عنہ الضرر واما الوقف فمتعلق بہ لایملک اتلافہ ولا تعطیلہ وقد ثبت ان المذہب عدم اعتبار العرف الخاص اسی میں ہے وقد اشتہر نسبۃ مسألۃ الخلو الی مذہب عالم المدینۃ مالک بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ والحال انہ لیس فیھا نص عنہ ولا عن احد من اصحابہ حتی قال السید الحموی (ای المالکی) انہ لم یقع فی کلام الفقہاء التعرض بمسألۃ الخلو فیما اعلم وانما فیھا فتیا للعلامۃ ناصر الدین اللقانی بناھا علی العرف الخ ردالمحتار میں ہے للعلامۃ الشرنبلالی رسالۃ رد فیھا علی الاشباہ بان الخلو لم یقل بہ الا متأخر من المالکیۃ (حتی افتی بصحۃ وقفہ ولزم منہ ان اوقاف المسلمین صارت للکافرین بسبب وقف خلوھا علی کنائسھم وبان عدم اخراج صاحب الحانوت لصاحب الخلو یلزم منہ حجر الحر المکلف عن ملکہ واتلاف مالہ بل لایجوز ھذا فی الوقف) وفی منع الناظر من اخراجہ تفویت نفع الوقف وتعطیل ماشرطہ الواقف اھ ملخصا قلت وما ذکرہ حق خصوصا فی زماننا ھذا۔ **ثانیا** صورت سوال کو خلو سے بھی کچھ علاقہ نہیں، خلو اُس تحقیق وتنقیح پر جو بتوفیق اللہ تعالٰی ہم نے اپنی تعلیقات ردالمحتار میں کی یہ ہے کہ مکان یا دوکان یا زمین کا مستاجر بنا اجارہ ہمیشہ باقی رکھنے کو اُسمیں اپنے مال سے نہ اپنے لئے بلکہ اُسی شے مستاجر سے الحاق اور اُسکی حیثیت بڑھانے اُسکے فوائد کی تکمیل کے واسطے کچھ زیادت کرے خواہ متصل باتصال قرار پائے اسکے جیسے عمارت یا کواں یا روشنی کا سامان یا پانی کے نل وامثال ذلک یا خود نہ کرے موجر کو اسکے روپے دیدے جو اجرت کے علاوہ ہوں اس مال کے مقابل جو اسے ابقائے اجارہ کا حق ملتا ہے اسکا نام خلو ہے رسالہ تحریر العبارۃ للعلامۃ الشامی میں ہے قال العلامۃ الشامی فی رسالتہ تحریر العبارۃ فیمن ھو احق بالاجارۃ (**تنبیہ**) قد یثبت حق القرار لغیر البناء والغرس بان تکون الارض معطلۃ فیستاجرھا من المتکلم علیھا لیصلحھا للزراعۃ ویحرثھا ویکسبھا وھو المسمی بمشد المسکۃ فلا تنزع من یدہ مادام یدفع ما علیھا من القسم المتعارف کالعشر ونحوہ واذا مات عن ابن توجہ لابنہ فیقوم مقامہ فیھا وقد رأیت بخط شیخ مشایخنا خاتمۃ الفقہاء الشیخ ابراھیم السائحانی الغزی المسکۃ عبارۃ عن استحقاق الحراثۃ فی ارض الغیر وذکر فی الحامدیۃ انھا لاتورث وانما توجہ للابن القادر علیھا دون البنت اھ ثم افاض فی بیان الکردار والسکنی والجدک وانھا اعیان قائمۃ فی الارض الی ان قال وھذا (ای) الخلو الذی ذکرہ فی الاشباہ فانہ (بمنزلۃ مشد المسکۃ المار وھو) وصف لاعین قائمۃ فلا یجوز بیعہ ولا یورث وانما ینتقل الی الولد بطریق الاحقیۃ کما مر وما ذکرہ فی الاشباہ من جواز بیع الخلو ردہ علیہ وقد الف فی ردہ العلامۃ الشرنبلالی رسالۃ خاصۃ اھ کلام الشامی ملتقطا **اقول** ومن الدلیل القاطع علی کون الخلو معنی لاعینا انہ لما استدل محمد بن ھلال الحنفی علی جواز الخلو بما فی جامع الفصولین وغیرہ عن الذخیرۃ والکبری والخانیۃ والخلاصۃ وواقعات الضریری (اشتری سکنی وقف فقال المتولی ما اذنت لہ بالسکنی فامرہ بالرفع فلو اشتراہ بشرط القرار فلہ الرجوع علی بائعہ والا فلا یرجع علیہ بثمنہ ولا بنقصانہ اھ) ردوہ عن قوس واحدۃ انہ لم یفھم معنی السکنی لان المراد بھا عین مرکبۃ فی الحانوت وھی غیر الخلو ففی الخلاصۃ اشتری سکنی حانوت فی حانوت رجل مرکبا الخ کما فی ردالمحتار عن العلامۃ الشرنبلالی قال ثم نقل عن عدۃ کتب ما یدل علی ان السکنی عین قائمۃ فی الحانوت **قلت** وقد نقلہ فی العقود الدریۃ وفی رسالتہ المذکورۃ عن التجنیس ثم نفس العبارۃ المستدل بھا منادیۃ بذلک اعلی نداء کما اوضحہ السید الحموی مع غناہ عن الایضاح اذ قال

بعد نقل کلام العمادی اذا ادعی سکنی دار او حانوت وبین حدودہ لا یصح لان السکنی نقلی فلا یحد ذکرہ رشید الدین فی فتاواہ وان کان السکنی
نقلیا لکن لما اتصل بالارض اتصال تابید کان تعریفہ بما بہ تعریف الارض لان السکنی مرکب فی البناء ترکیب قرار فالتحقق بما لا یمکن نقلہ اصلا
اھ ما نصہ نقہ ہو ذلک بعلم ان السکنی ہو ما یکون مرکبا فی الحانوت متصلا بہ فہو اسم عین لا اسم معنی کما فہمہ البعض ولیس فی کلامہم
ما یفید ما توہمہ ہذا البعض الا تری تمام العبارۃ الذی نص فیہ علی حقیقۃ السکنی انہ شیئ مرکب یرفع فہل یستفاد منہ المعنی المعبر
عنہ بالخلو ایظن ان الخلو یرفع ثم یرد علی بائعہ ویقال لو اشتراہ بشرط القرار یرجع علی بائعہ بثمنہ ویرد علیہ والا فلا یرجع علیہ بثمنہ ولا
بنقصانہ الحاصل بالقلع من الدکان سبحنک ہذا بہتان عظیم اھ کلام الحموی فتبین ان الخلو وصف معنوی لا عین تقلع او ترفع وتنقل
اقول لکن فی حاشیۃ السیدین العلامتین ط وش علی الدر عن حواشی الاشباہ للعلامۃ السید ابی السعود رحمہم اللہ تعالٰی ان الخلو یصدق فی
بالعین المتصل اتصال قرار وبغیرہ (والمراد بالمتصل اتصال قرار ما وضع لا لیفصل کالبناء وبالمنفصل لا علی وجہ القرار کالخشب الذی یرکب بالحانوت
لوضع عدۃ الحلاق مثلا فان الاتصال وجد لکن لا علی وجہ القرار) و (کذا) یصدق فان بمجرد المنفعۃ المقابلۃ بالدراہم اھ وزاد ط عنہ قبل
ہذا اعلم ان الخلو یصدق بما اتصل بالعین کالبناء وبالارض المحتکرۃ و) یصدق بالدراہم التی تدفع بمقابلۃ التمکن من استیفاء المنفعۃ اذ ما
ذکرہ المصنف یعنی صاحب الاشباہ من ان السلطان الغوری لما بنی حوانیت الجملون اسکنہا التجار بالخلو وجعل لکل حانوت قدرا اخذہ
منہم الخ صریح فی ان الخلو فی حادثۃ السلطان الغوری عبارۃ عن المنفعۃ المقابلۃ للقدر المأخوذ من التجار فیرجع الی ما ذکرہ العلامۃ
الاجہوری من ان الخلو اسم لما یملکہ دافع الدراہم من المنفعۃ التی دفع الدراہم بمقابلتہا وعلی ہذا فلا یکون الخلو خاصا بالمتصل
بالعین اتصال قرار بل یصدق بہ وبغیرہ الخ فہذا یفید ان من الخلو ما ہو عین قائمۃ کالبناء والخشب المرکب **الا** ان نقول ان السید
الازہری لم یقل الخلو یصدق علی العین المتصل وانما قال یصدق بالعین وذلک ان یدفع صاحب الخلو دراہم للواقف مثلا لیبنی فی الوقف
للوقف ویکون لہ بازائہ منفعۃ استبقاء الاجارۃ فالخلو ہو ہذا المعنی لا العین نعم صدقہ بسبب العین وبہذا یفسر ما فسر بہ الا
جہوری الخلو فالمنفعۃ ہی حق الاستبقاء کما افادہ السید ابو السعود بقولہ تدفع بمقابلۃ التمکن من استیفاء المنفعۃ فہذا التمکن ہو المراد
بالمنفعۃ فی تفسیر الاجہوری **لکن** نقل السید الحموی فی الغمز عن فاضل متأخر مالکی انہ قال بعد نقل کلام العلامۃ نور الدین علی
الاجہوری المذکور ظاہرہ سواء کانت تلک المنفعۃ عمارۃ کان یکون فی الوقف اماکن آئلۃ الی الخراب فیکریہا ناظر الوقف لمن یعمرہا
یکون ما صرفہ خلوا لہ ویصیر شریکا للواقف بما زادتہ عمارتہ او کانت المنفعۃ غیر عمارۃ کوقید مصباح مثلا ولوازمہ خصوص العمارۃ خلا
فالمن خص المنفعۃ بہا اذ المعتبر انما ہو عود الدراہم لمنفعۃ فی الوقف عمارۃ کانت او غیرہا اھ **اقول** فہذا نص فی ان نفس العمارۃ خلو
ولا یمکن تاویلہ بما ذکر تانی کلام السید الازہری ان المراد ان یعمرہا للوقف لا لنفسہ کیف وانہ فسر بہ المنفعۃ الواقعۃ فی تفسیر العلامۃ
الاجہوری وہو یقول اسم لما یملکہ دافع الدراہم من المنفعۃ الخ **الا** ان یجعل من ہذہ للتعلیل والمنفعۃ المنفعۃ الآئلۃ الی الوقف وتنقسم
الی عمارۃ وغیرہا فیکون ما یملکہ ہو التمکن من استبقاء الاجارۃ لاجل تلک المنفعۃ التی اوصلہا الی الوقف **لکن** یکدرہ قول الاجہوری فی
مقابلتہا فان دفعہ الدراہم انما ہو بمقابلۃ ذلک التمکن لا بدل تلک المنفعۃ الآئلۃ الی الوقف وانما ہی حاصلۃ للوقف لا لہ بتلک الدراہم

فلا مخلص الاان یقال ان ھذا کلام متاخرمن المالکیۃ فیکون الخلوعندھم شاملا للعین والمعنی وعندنا لیس الا المعنی والعین تسمی باسم اٰخر کالسکنی **کیف** وقد قال ھذا المالکی بعدہ اما کونہ اجارۃ لازمۃ فھذا لانزاع فیہ (ای عندھم) ووجھہ ان الواقف لما یرید ان یبنی محلا للوقف یأتی لہ اناس یدفعون لہ دراھم علی ان یکون لکل شخص محل من تلک المواضع التی یرید الواقف بناء ھا فاذا قبل منھم تلک الدراھم فکانہ باعھم تلک الحصۃ بما دفعوہ لہ وکانہ لم یقف جزء من تلک الحصۃ التی لکل وغایتہ انہ وظف علیھم کل شھر کذا فلیس للواقف فیہ بعد ذلک تصرف الا بقبض الحصۃ الموظفۃ فقط ولیس لہ ان یوجھہ لغیرہ وکان رب الخلو صارشریکا للواقف فی تلک الحصۃ اھ فقد جعل الخلو عقارا وجزء من تلک الارض مبیعا من ھؤلاء مستثنی من الوقف ولذا قال وفائدۃ الخلوانہ کالملک تجری علیہ احکامہ من بیع واجارۃ وھبۃ ورھن ووفاء دین وارث ووقف الخ **اقول** ثم فی کلام ذلک الفاضل المالکی خدشۃ اخری فانہ جعل العمارۃ خلوا وقال فی بیانہ یکون ما صرفہ خلوالہ وانما المصروف الدراھم ھذا **وبقی** مااسلفناہ عن افندی زیرک زادہ من بیع الخلو اذا لم یکن ملاصقا بالحانوت وان وضعہ فی الحانوت بالاجارۃ مشروع **اقول** احسن مایعتذر عنہ انہ اطلق علیہ اسم الخلو تجوزا اوان الخلو یطلق علیھما وان ماکان منہ عینا مملوکۃ لصاحب الخلو فلا کلام فی جواز بیعہ بل ووقفہ ان تعورف وکانت الارض موقوفۃ او محتکرۃ والذی حدث وانکرہ المحققون ھو الخلو بمعنی المعنی واللہ تعالٰی اعلم وبہ یحصل التوفیق بین کلامی ابن بلال والمرادین علیہ بان کلامہ فی العین القائمۃ ولاشک ان الاستشھاد علیہ بفرع السکنی صحیح اذن لایرد علیہ شیئ مماذکر وکلامھم فی المعنی المعروف فلاخلف ان ساعدہ کلام ابن بلال فی رسالتہ والعلم بالحق عند علام الغیوب **ثم** من العجب قول العلامۃ المنقح فی العقود الدریۃ الخلوعبارۃ عن القدمیۃ ووضع الید اھ **اقول** سبحٰن اللہ مجرد کونہ واضع یدہ منذ زمان وھو المعبرعنہ فی مبتدعات قانون النصارٰی بحق موروثی کیف یصیر حقا **وکیف** یسوغ ان یقول بہ وبجواز بیعہ احد وقد قدم المنقح نفسہ قبیل ھذا مانصہ واما مافی القنیۃ یثبت حق القرار فی ثلاثین سنۃ فی الارض السلطانیۃ والملک وفی الوقف فی ثلاث سنین ولوباع حق قرارہ فیھا جاز وفی الھبۃ اختلاف ولوترکھا بالاختیار تسقط قدمیتہ حاوی الزاھدی اھ فالمراد بہ الاعیان المتقومۃ لامجرد الامر المعنوی لما علمت من عدم صحۃ بیعہ ویدل علی ذلک قولہ فی البزازیۃ ولاشفعۃ فی الکدار ای البناء ویسمی بخوارزم حق القرار لانہ نقلی اھ ثم ستسمع الاٰن نصہ الصریح علی انکارہ فسبحٰن من لاینسی ھذا وقال فی ردالمحتار قد یقال ان الدراھم التی دفعھا صاحب الخلو للواقف واستعان (ای الواقف) بھا علی بناء الوقف شبیھۃ بکبس الارض بالتراب فیصیر لہ حق القرار فلایخرج من یدہ اذا کان یدفع اجرالمثل (ومثلہ مالوکان یرمم دکان الوقف ویقوم بلوازمھا من مالہ باذن الناظر اما مجرد وضع الید علی الدکان ونحوھا وکونہ یستاجرھا عدۃ سنین بدون شیئ مما ذکر فھو غیر معتبر (الی ان قال) وممن افتی بلزوم الخلو الذی یکون بمقابلۃ دراھم یدفعھا للمتولی او المالک العلامۃ المحقق عبدالرحمٰن افندی العمادی صاحب ھدیۃ ابن العماد وقال فلایملک صاحب الحانوت اخراجہ ولااجارتھا لغیرہ مالم یدفع لہ المبلغ المرقوم فیفتی بجواز ذلک للضرورۃ قیاسا علی بیع الوفاء الذی تعارفہ المتأخرون احتیالا علی الربا الخ قلت وھو مقید (ایضا بما قلنا) بما اذا کان یدفع اجرالمثل والاکانت سکناہ بمقابلۃ مادفعہ من الدراھم عین الربا کما قالوا فیمن دفع للمقرض دارا لیسکنھا او حمارا لیرکبہ الی ان یستوفی قرضہ انہ یلزمہ اجرۃ مثل

الدار او الحمار علی ان ما یأخذہ المتولی من الدراھم ینتفع بہ لنفسہ فلو لم یلزم صاحب الخلو اجرۃ المثل للمستحقین یلزم ضیاع حقھم اللھم الا ان یکون ما قبضہ المتولی صرفہ فی عمارۃ الوقف حیث تعین ذلک طریقا الی عمارتہ ولم یوجد من یستأجرہ باجرۃ المثل مع دفع ذلک المبلغ اللازم للعمارۃ فحینئذ قد یقال بجواز سکناہ بدون اجرۃ المثل للضرورۃ ومثل ذلک یسمی فی زماننا مرصدا کما قدمناہ فی الوقف واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم اھ **اقول** قد قدم الکلام علی الوقف وانہ لابد ان یدفع اجر المثل فعودہ الیہ ثانیا وقولہ وھو مفید ایضا بما قلنا ان اراد بہ مسألۃ الوقف کما حط علیہ آخر کلامہ کان تکرارا ولم یکن محل لا یضا وان اراد بہ مسألۃ الملک لان کلام العمادی کان فیھما فلا حامل علی ایجاب اجر المثل الا ان یکون مال الیتیم بل لو نقص من اجر المثل فی الوقف لم یجز من جھۃ النقص لا لانہ عین الربا لان تلک الدراھم لا تدفع قرضا بل اعانۃ للوقف والصرف فی مایؤل نفعہ الیہ ولا تسترد ابدا الا ان یخرجہ الناظر فیستردھا کما ذکر المحقق العمادی وعن ھذا کانت کبیع الوفاء فالدراھم فیہ لیست قرضا عند مجوزیہ والا کان الانتفاع بہ عین الربا کما ھو المعتمد فیہ اما الدفع لیصرفہ المتولی الی نفسہ فحاش للہ لیس من الخلو فی شیئ بل عین رشوۃ ولیس لاحد من المسلمین ان یقول بجوازہ فضلا عن لزومہ واللہ تعالٰی اعلم پھر اگر خلو وقف میں ہو تو شرط ہے کہ یہ عقد خود واقف یا متولی کرے دوسرے کو اختیار نہیں نیز لازم کہ وہ روپیہ خاص وقف کی منفعت صحیحہ میں صرف ہو نہ کہ واقف یا متولی یا کسی اور کے کام میں نیز ضروری کہ وقف کو اس امداد مالی کی حاجت ہو اگر وقف خود اپنی اس منفعت کو پورا کرسکتا ہے تو خلو باطل ہے تنویر الابصار و درمختار میں ہے الموقوف علیہ الغلۃ او السکنٰی لا یملک الاجارۃ الا بتولیۃ او اذن قاض لان حقہ فی الغلۃ لا فی العین غمز العیون میں ہے شروط صحۃ الخلو ان یکون ما بذل من الدراھم عائدا علی جھۃ الوقف بان ینتفع بھا فیہ فما یفعل الآن من اخذ الناظر الدراھم من ذی الخلو ویصرفھا فی مصالح نفسہ ھو فھذا الخلو غیر صحیح ویرجع الدافع بدراھمہ علی الناظر وان لا یکون للوقف ریع یعمر منہ فان کان یفی لعمارتہ ومصاریفہ فلا یصح فیہ حینئذ خلو فلو وقع کان باطلا وللمستاجر الرجوع علی الناظر بما دفعہ من الدراھم وان یثبت ذلک الصرف علی منافع الوقف بالوجہ الشرعی فلو صدقہ الناظر علی الصرف من غیر ثبوت ولا ظھور عمارۃ ان کانت ھی المنفعۃ فلا عبرۃ بھذا التصدیق لان الناظر لا یقبل قولہ فی مصرف الوقف حیث کان لذلک الوقف شاھد اھ نقلہ عن ذلک الفاضل المالکی مقرا بل معتمدا حیث قال ھذا خلاصۃ ما حررہ بعض فضلاء المالکیۃ فی تالیف مستقل فی ذلک وانہ الھادی الی اقوم المسالک وانما اطنبنا الکلام فی ھذا المقام لکثرۃ دوران الخلو بین الانام والاحتیاج کثیر من القضاۃ الیھا وابتناء کثیر من الاحکام علیھا خصوصا قضاۃ الاوھام الذین لیس لھم شعور ولا الھام اھ ــــــــــ **اقول** ما ذکر من عدم تصدیق الناظر مسلم ان کان مسرفا مفسدا او کذبہ الظاھر کأن یدعی صرفھا الی العمارۃ ولا عمارۃ والا فلعلہ عند المالکیۃ اما عندنا فالناظر امین والقول قول الامین ما لم یکذبہ الظاھر قال فی الدرالمختار ادعی المتولی الدفع قبل قولہ الخ وفی ردالمحتار عن الاسعاف وعن شرح الملتقی عن شروط الظھیریۃ وعن البحر عن وقف الناصحی اذا آجر الواقف او قیمہ او وصیہ او امینہ ثم قال قبضت الغلۃ فضاعت او فرقتھا علی الموقوف علیھم وانکروا فالقول لہ مع یمینہ اھ وفیہ عن الحامدیۃ عن بیری زادہ عن احکام الاوصیاء القول فی الامانۃ قول الامین مع یمینہ الا ان یدعی امرا یکذبہ الظاھر فحینئذ تزول الامانۃ وتظھر الخیانۃ فلا یصدق اھ وفیہ عنھا عن المفتی ابی السعود

انہ ان کان مفسدا مبذرا لایقبل قولہ بصرف مال الوقف بیمینہ اھ بل استظھر السید الحموی نفسہ فی امانات الغمز قبول قولہ ولو بعد عزلہ مستندا بمسائل منھا ان الوصی لوادعی بعد موت الیتیم انہ انفق علیہ کذا یقبل قولہ وعللوہ بانہ اسندہ الی حالۃ منافیۃ للضمان اھ فکانہ سکت ھھنا معتمدا ظھورہ واللہ تعالٰی اعلم) ظاہر ہے کہ اولاً زر مذکور فی السوال نہ ضرورت وقف کے لئے لیا گیا نہ ثانیاً وقف میں صرف ہوا بلکہ ایک شخص کی اپنی ذاتی غرض میں اگرچہ وہ متولی بھی ہے ثالثاً نہ وہ روپیہ حق استبقائے اجارہ کے بدلے ہے رابعاً نہ اجرت مثل اس سے جدا ہے بلکہ اُسی میں محسوب ہوا کریگا تو کسی طرح خلو سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا بلکہ یقیناً وہ ایک قرض ہے کہ اس موقوف علیہ نے لیا اور اُس کے بدلے وقف کو رہن کیا اور منافع حرام کو مقرض پر مباح کردیا وقف کا رہن خود ہی باطل ہے تنویر الابصار میں ہے فاذا تم ولزم لایملک ولایملّک ولا یعار ولا یرھن نہ کہ رہن دخلی کہ ملک کا بھی حرام ہے تو یہ عقد حرام در حرام ظلم در ظلم ظلمات بر ظلمات ہے واجب الرد ہے گیرندہ پر جبتک نہ چھوڑے وقف کے لئے اجر مثل تو خود ہی لازم ہوگا فان منافع الوقف مضمونۃ مطلقا اور جو کچھ اس سے زائد حاصل کریگا وہ بھی اُسے حلال نہیں وقف کردے یا تصدق کرے اور اول اولٰی ہے کما فی الخیریۃ والعقود الدریۃ وغیرھما یہاں تک چار سوالوں کا جواب شافی ہوگیا اور پنجم کا بھی کہ اس معاملہ کو خلو سے علاقہ نہیں اگرچہ روپیہ ضروریات وقف ہی کے لئے لیا اور انھیں میں صرف کیا کہ یہ روپیہ بمقابلہ استبقائے اجارہ علاوہ اجر مثل نہیں بلکہ اتنا زر اجر پیشگی لیا ہے وقتاً فوقتاً اجرت میں محسوب ہوگا اس سے عدم وقف خواہ اب انعدام وقف پر استدلال صریح جہل وضلال۔ وقف ثابت کسی کی ناجائز کارروائی سے نہ غیر ثابت ہوسکتا ہے نہ زائل ورنہ ابطال اوقاف ظالموں کے اختیار میں ہوجائے جب چاہیں کوئی ناجائز کام کردیں اور وقف باطل وزائل ہوجائے۔ ہاں تفتیش طلب اس کارروائی کا جواز وعدم جواز ہے اسمیں مسئلہ شرعیہ یہ ہے کہ دیہات کا ٹھیکہ جس طرح ہندوستان میں رائج ہے کہ زمین مزارعوں کے اجارہ میں رہے اور توفیر ٹھیکے میں دی جائے بلاشبہ حرام ومردود وباطل ہے کما حققناہ بمالامزید علیہ فی کتاب الاجارۃ من فتاونا فتاوی خیریہ لنفع البریہ میں ہے قریۃ وقف اجار المتکلم علیھا ثلثھا الرجل سنۃ بمال لیتناول مایتحصل من الثلث المذکور من الغلال صیفیھا وشتویھا ھذہ الاجارۃ باطلۃ غیر منعقدۃ لما صرح بہ علماؤنا قاطبۃ ان الاجارۃ اذا وقعت علی اتلاف الاعیان قصدا لا تنعقد ولا تفید شیئا من احکام الاجارۃ فلیس للمستأجر ان یتناول شیئا من الغلال بل ذلک للوقف یصرف فی وجوھہ المعینۃ اُسی میں ہے الاجارۃ اذا وقعت علی اتلاف الاعیان قصدا کانت باطلۃ فلا یملک المستأجر ماوجد من تلک الاعیان بل ھی علی ماکانت علیہ قبل الاجارۃ فتؤخذ من یدہ اذا نادنھا ویضمنھا بالاستھلاک لان الباطل لایؤثر شیئا فیجب علیہ التصرف فیھا لعدم ملکہ وذلک کاستئجار بقرۃ یشرب لبنھا وبستان یاکل ثمرتہ ومافی ید المزارعین لاکل خراجہ (اسی میں ہے الالتزام والمقاطعۃ علی مایتحصل من قریۃ من خراج بمال معلوم من احد النقدین یدفعہ الملتزم ویکون لہ مایتحصل منھا قلیلا کان اوکثیرا لایجوز اذلا وجہ لھا شرعا لکونھا لا تتصور شرعا ان تکون بیعا اذ بعض المقاطع علیہ معدوم وبعضہ مجھول ولا ان تکون اجارۃ لانھا بیع المنافع والواقع علیہ المقاطعۃ المشروحۃ اعیان کالنافع فھی باطلۃ بالاجماع اُسی میں ہے اذا استأجر القری والمزارع لتناول خراج المقاسمۃ اوخراج الوظیفۃ فالاجارۃ باطلۃ باجماع علمائنا اُسی میں ہے قریۃ ضمنھا من لہ ولایتھا رجل بمال معلوم لیکون لہ خراجھا فالتضمین باطل اذلا یصح اجارۃ لوقوعہ علی اتلاف الاعیان قصدا

ولابیعا لانہ معدوم اسی میں ہے تیماری آجر المتصل من تیمارہ لآخر بمبلغ معلوم لاتصح وعلی کل منھما رد ما تناولہ اسی میں ہے قد اتفقت علماؤنا علی ان الاجارۃ اذا وقعت علی تناول الاعیان لا اتلافھا فھی باطلۃ فاجارۃ القری لتناول الخراج مقاسمۃ کان او وظیفۃ باطل وقد انتبت بذلک مرارا اسی میں ہے المقرر فی کلام مشایخنا باجمعھم ان الاجارۃ علی استھلاک الاعیان باطلۃ وجعل العین منفعۃ غیر متصور فالاجارۃ حیث لم تقع علی الانتفاع بالارض بالزرع ونحوہ بل علی اخذ الخراج والدراھم المضروبۃ فھو باطل باجماع ائمتنا اُسی کی کتاب الوقف میں ہے لاقائل من فقھاء الاسلام بصحۃ الالتزام فی اوقاف الامام لانک مھما اعتبرتہ کان باطلا وکیف ماقومتہ کان مائلا فان قدرتہ بیعا فھو بیع المعدوم او المجھول وان قدرتہ اجارۃ فھی واقعۃ علی استھلاک الاعیان المعدومۃ الآتیۃ فیما یؤل وھی فی الموجودۃ لاتجوز فکیف یستاجر منھا ما سیجوز وان اعتبرتہ ذھبا لما سیصرف ومتھبا لما استقبض فالھبۃ فی مال الوقف لاتجوز ولو بعوض اھ **اقول** خص الکلام بالوقف لان السوال عنہ فاستدل بدلیل یخصہ والا فھبۃ المعدوم بطلانہ معلوم ولو فی الملک قال فی الخیریۃ من الھبۃ وبھذا اعلم عدم صحۃ ھبۃ ما سیحصل من محصول القریۃ بالاولی لان الواھب نفسہ لم یقبضہ بعد فکیف یملکہ اھ) فتاوی علامہ تاجی بعلی تلمیذ صاحب درمختار میں ہے ھذا اذا لم تکن الاجارۃ واردۃ علی استھلاک الاعیان قصدا اما اذا کانت کذلک بان کانت اراضی القریۃ فی ایدی مزارعین وانما استاجرھا المستاجر لیاخذ ما یخصھا من خراج فھی باطلۃ کما صرح بذلک علماؤنا قاطبۃ عقود الدریہ میں ہے وانظر ما فی فتاوی الشیخ خیر الدین من الاجارات فقد افتی مرارا ببطلان ھذہ الاجارۃ المسماۃ بالمقاطعۃ والالتزام ردالمحتار کتاب السیر میں قبیل فصل جزیہ ہے الواقع فی زماننا ان المستاجر یستاجرھا لاجل اخذ خراجھا لا للمزارعۃ ویسمی ذلک التزاما وھو غیر صحیح تو یہ کارروائی قطعا اجماعا حرام وباطل واقع ہوئی جسکے مورث نے یہ فعل کیا اُسکے وارث پر تو کوئی الزام نہیں آتا نہ وہ اس وجہ سے قابلیت تولیت سے عاری ہو جبکہ فی نفسہ برعایت شرائط واقف لائق تولیت ہو قال تعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اخری محل نظر خود وہ متولی ہیں جو اس حرام کے مرتکب ہوئے یہاں ضرور فقیر اُن وقائع کا اظہار کرے جو ۳۴ برس سے آجتک کسی تحریر میں ذکر نہ کئے یہ مسئلہ کہ دیہات کا رائج ٹھیکہ حرام قطعی ہے جو کچھ محاصل ہو سب مالک قریہ کا ہے اگر گاؤں مملوک ہو یا وقف کا اگر موقوف ہو ٹھیکیدار کو اس میں سے ایک حبہ لینا حرام ہے اور جس سال نشست کم ہو تو ٹھیکیدار کو جتنا وصول ہوا اُسی قدر مالک یا متولی کو لینا حلال ہے پوری رقم قرار یافتہ لینا حرام ہے مثلاً ہزار روپے سال کو ٹھیکہ تھا اور بارہ سو تحصیل ہوئے تو یہ دو سو ٹھیکیدار کو حرام ہیں مالک یا واقف کا حق ہیں اور آٹھ سو ملے تو مالک و وقف کو اسی قدر حلال دو سو زیادہ حرام ہیں باوصف کمال وضاحت اس دار الفتن ہندوستان میں ایسا خفی مسئلہ ہے جس سے یہاں کے اکابر علما غافل محض اور خود اسمیں اور اسکی تحلیل میں مبتلا ہیں چودھویں صدی کے علما میں باعتبار حمایت، دین ونصرت سنت نیز بلحاظ تفقہ حضرت مولنا مولوی محمد عبد القادر صاحب بدایونی رحمہ اللہ تعالٰی کا پایہ اکثر معاصرین سے ارفع تھا ایام ندوہ میں اور اُسکے بعد جب فقیر نے سرگرم حامیان دین کے خطاب تجویز کئے ہیں حضرت مولنا مولوی محمد وصی احمد صاحب کو الاسد الاسد الاشد مولوی قاضی عبد الوحید صاحب فردوسی کو ندوہ شکن ندوی فگن مولنا ہدایت رسول صاحب لکھنوی کو شیر بیشہ سنت رحمہم اللہ تعالٰی حاجی محمد لعل خانصاحب قادری برکاتی مدراسی سلمہ اللہ تعالٰی کو حامی سنت ماحی بدعت اُسی زمانے میں حضرت

فاضل بدایونی قدس سرہ کو تاج الفحول سے تعبیر کیا جو آج تک اُن کے اخلاف میں مقول و مقبول ہے اور وہ بے شک باعتبارات مذکورہ اس کے اہل تھے رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ رحمۃ واسعۃ ایسے فاضل جلیل کے پاس ۱۳۲۰ھ میں جب فقیر کا فتوٰی اس ٹھیکے کی حرمت میں گیا جس میں اس وجہ سے کہ فقیر اس وقت اپنے دیہات میں تھا اور سوا خیریہ و ردالمحتار کے کوئی کتاب ساتھ نہ لیگیا تھا فقط فتاوی خیریہ کی بعض عبارات تھیں حضرت موصوف نے بعد تامل بسیار اُس پر صرف اس مضمون سے تصدیق تحریر فرمائی کہ نظر حاضر میں ان عبارات سے عدم جواز ہی معلوم ہوتا ہے جب فقیر شہر کو واپس آیا مفصل فتوٰی عبارات کثیرۂ کتب عدیدہ پر مشتمل لکھ کر بھیجا اب حضرت نے پورے وثوق سے تسلیم کیا اور یہ فرما بھیجا کہ اس کے جواز کے حیلہ سے اطلاع دو یہی حال اور علمائے اطراف کا ہے بعد سماع دلائل و وضوح تحریم یہی فرماتے پایا کہ حیلۂ جواز نکالو یعنی عادتیں مستحکم ہوگئیں خود بھی ابتلا ہوچکا اور اُسمیں آرام بھی ہے لہذا حیلۂ جواز کی تلاش ضرور ہوئی۔ مبارک ہیں وہ بندے کہ حکم پر مطلع ہو کر حق کی طرف رجوع لائیں اور اذانیان زمان کی طرح اپنے اور اپنے آباء و اساتذہ کی عادت کو شرع مطہر کے رد کے لئے حجت نہ بنائیں ردالمحتار کتاب الاجارہ میں ہے اذا تکلم احد بین الناس بذلک یعدون کلامہ منکرا من القول وھذہ بلیۃ قدیمۃ فقد ذکر العلامۃ قنالی زادہ ان المسألۃ کثیرۃ الوقوع فی البلد ان واذا طلب رفع اجارتھا یتظلم المستأجرون ویزعمون انہ ظلم وھم ظالمون وبعض الصدور الاکابر یعاونونھم ویزعمون ان ھذا تحریک فتنۃ علی الناس وان الصواب ابقاء الامور علی ماھی علیہ وان شرالامور محدثاتھا ولایعلمون ان الشر فی اغضاء العین عن الشرع وان احیاء السنۃ عند فساد الامۃ من افضل الجھاد واجزل القرب ردالمحتار و عقود الدریہ میں ہے وھذا اعلم فی ورق تحریر العبارۃ للعلامۃ الشامی عن نحی فعلم بھذا ان ھذہ علۃ قدیمۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ایسا غامض مسئلہ کہ یہاں کے فحول علماء پر مخفی ہو اور عوام کی دوڑ انھیں تک ہے اگر عوام قبل اطلاع حکم اُسمیں مبتلا ہوں تو یہ نہ کہنا چاہئے کہ انھوں نے قصدا ارتکاب حرام یا وقف کی بدخواہی کی جس سے قابل تولیت نہ رہیں واللہ یعلم المفسد من المصلح واللہ غفور رحیم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مرسلہ محمد ابراہیم کنکشیر بائی اسکول ضلع فریدپور رجب ۱۳۳۴ھ

(۱) اگر کوئی ہندو نے چند جگہ مسلمان کو فقط نماز جمعہ کے واسطے وقف کردے کہ تم لوگ اس میں قربانی مت کرنا اگر قربانی کے واسطے اجازت بھی دیدے تو ہندو کی وقف کردہ زمین میں مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں

(۲) اگر ہندو کی وقف کردہ زمین میں ۲ یا ۲۵ برس تک نماز جمعہ پڑھا بعد معلوم کی تو اس مسجد کو دوسری جگہ مسلمان کے لے جاکر بنا سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب (۱) مسجد کے لئے ہندو کا وقف نامحض نامقبول ہے وہ مسجد نہ ہوگی واللہ تعالٰی اعلم

(۲) وہ مسجد ہی نہیں مسلمان دوسری جگہ اپنی مسجد بنائیں واللہ تعالٰی اعلم

مصارف وقف

مسئلہ از احمد آباد گجرات محلہ کالوپور پنچ پولی دھنکوٹ مرسلہ شیخ محمد زین الحق عرف چھوٹو میاں ۴ محرم ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ زید کے پاس ایک رقم زر نقد وقف یا للہ کسی کار خیر کے لئے موجود ہے

مثلاً مسجد کی تعمیر وغیرہ مصارف کی یا کسی بزرگ کی روضہ یا مقبرہ یا عرس وغیرہ کے آمدنی اسکی مصارف پورے طور سے ہو کر اضافہ جمع رہتی ہے یا مسجد یا مدرسہ یا یتیم خانہ تعمیر کرنے کو وہ چندہ جمع کیا گیا ہے اور اسکا خرچ پورے طور سے تمام ہو کر باقی رقم اضافہ رہی ہے وغیرہ وغیرہ اس قسم کا پیسہ نقد یا ملک یا مثل مکان وزمین وغیرہ کے ایک کارِ خیر کے لئے فراہم ہوا ہے یا کیا گیا ہے اسکو دوسرے کارِ خیر میں للہ یعنی مسجد کا چندہ کیا ہوا یا اُسکی آمدنی میں سے بچا رہا ہوا مقبرہ یا مدرسہ یا یتیم خانہ کے کام میں یا مقبرہ و مدرسہ و یتیم خانہ کا پیسہ مسجد کے کام میں لے سکتے ہیں یا نہیں وہ از روئے شرع شریف مع حوالہ کتب مذہب اہل سنت والجماعت کے خلاصہ بیان فرماکے اپنی مہر و دستخط فرمادیں بینوا توجروا۔

الجواب وقف جس غرض کے لئے ہے اُسکی آمدنی اگرچہ اسکے صرف سے فاضل ہو دوسری غرض میں صرف کرنی حرام ہے وقف مسجد کی آمدنی مدرسہ میں صرف ہونی درکنار دوسری مسجد میں بھی صرف نہیں ہو سکتی نہ ایک مدرسہ کی آمدنی مسجد یا دوسرے مدرسہ میں درمختار میں ہے اتحد الواقف والجھۃ وقل مرسوم بعض الموقوف علیہ جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الاٰخر علیہ لانھما حینئذ کشیئ واحد وان اختلف احدھما بان بنی رجلان مسجدین اورجل مسجدا ومدرسۃ ووقف علیھما اوقافا لا یجوز لہ ذلک چندہ کا جو روپیہ کام ختم ہو کر بچے لازم ہے کہ چندہ دینے والوں کو حصہ رسد واپس دیا جائے۔ یا وہ جس کام کے لئے اب اجازت دیں اسمیں صرف ہو۔ بے ان کی اجازت کے صرف کرنا حرام ہے ہاں جب ان کا پتہ نہ چل سکے تو اب یہ چاہئے کہ جسطرح کے کام کے لئے چندہ لیا تھا اسی طرح کے دوسرے کام میں اٹھائیں مثلاً تعمیر مسجد کا چندہ تھا مسجد تعمیر ہو چکی تو باقی بھی کسی مسجد کی تعمیر میں اٹھائیں۔ غیر کام مثلاً تعمیر مدرسہ میں صرف نہ کریں اور اگر اُس طرح کا دوسرا کام نہ پائیں تو وہ باقی روپیہ فقیروں کو تقسیم کردیں درمختار میں ہے ان فضل شیئ رد للمتصدق ان علم والا کفن بہ مثلہ والا تصدق بہ اسی طرح فتاوی قاضی خاں و عالمگیری وغیرہما میں ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ ظہور حسین ساکن بریلی محلہ کٹگھر نالہ ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے ایک وقف نامہ غیر مستقل آمدنی کا بنام خدائے برتر لکھا اور وقفنامہ مذکور میں نسلاً بعد نسلاً تولیت کا تذکرہ نسبت ورثاء متولیان کے اور کسی کمیٹی یا انجمن کا دست انداز نہ ہونا تحریر ہے آمدنی مذکور بہ تعین تعداد و اسطے نذر و نیاز و کار خیر جاریہ کی مقرر کردی مگر جائداد موقوفہ کی آمدنی اخراجات معینہ واقف سے زائد ہو تو وہ زائد آمدنی کیا ہو گی اور وقف پر کیا اثر ہوگا اور اس پر وراثت جاری ہو سکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب وقف پر وراثت جاری نہیں ہو سکتی زائد آمدنی امانۃً جمع رہیگی جیسے زیادت ممکن ہے اور برسوں میں کمی بھی محتمل ہے وہ کمی اس سرمایۂ جمع شدہ سے وقتاً فوقتاً پوری کی جائے گی متولیان وورثہ بحال تولیت اگر صلح تولیت رہے تو بہتر ورنہ بحال جرم و خیانت و عدم لیاقت ضرور مسلمانوں کو دست اندازی پہنچے گی اور واقفہ کی اس شرط پر کچھ نظر نہ کیجائیگی نص علیہ فی الدرالمختار وغیرہ من معتمدات الاسفار درمختار ج ۳ ص ۵۵۴ پر ہے فیلزم فلا یجوز لہ ابطالہ ولا یورث عنہ وعلیہ الفتوٰی ابن الکمال وابن الشحنہ ردالمحتار میں ہے وعلیہ الفتوٰی کے تحت میں علامہ شامی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ای علی قولھما بلزومہ قال فی الفتح والحق ترجح قول عامۃ العلماء بلزومہ لان الاحادیث والاٰثار متظافرۃ علٰی ذلک واستمر عمل الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم علی ذلک فلذا ترجح علی خلاف قولہ اھ ملخصا

اشباہ والنظائر صفحہ ۱۹۲ میں ہے: وسئل ابوبکر عن رجل وقف دارا علی مسجد علی ان مافضل من عمارتہ فھو للفقراء فاجتمعت الغلۃ والمسجد لایحتاج الی العمارۃ ھل تصرف الی الفقراء قال لاتصرف الی الفقراء وان اجتمعت غلۃ کثیرۃ لانہ یجوز ان یحدث للمسجد حدث والدار بحال لاتغل۔ درمختار صفحہ ۵۹۲ میں فرمایا: وینزع وجوبا ولوکان المتولی غیرمامون اوعاجزا وظھربہ فسق لوان شرط عدم نزعہ وان ینزعہ قاضی ولاسلطان لمخالفتہ حکم الشرع فیبطل کالموصی اھ ملخصا ومختصرا۔

مسئلہ از پیلی بھیت مرسلہ مولٰنا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی ۲۸ جمادی الاخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ جو شخص مسجد میں عرصہ پانچ سال سے واسطے حفاظت مسجد اور کل انتظام مسجد کے مقرر ہے اور مسجد کے وقف مال سے وظیفہ پاتا ہے اگر یہ شخص ایک سال یا کم وبیش کی رخصت لیکر اپنے مکان کو چلا جائے تو اس مدت میں وظیفہ لینے کا مستحق ہے یا نہیں اگر بعلت بیماری جاوے تو بھی مستحق ہے یا نہیں فقط

الجواب اصل کلی شرعی یہ ہے کہ اجیر خاص پر حاضر رہنا اور اپنے نفس کو کار مقرر کے لئے سپرد کرنا لازم ہے جس دن غیر حاضر ہوگا اگرچہ مرض سے اگرچہ اور کسی ضرورت سے اُس دن کے اجر کا مستحق نہیں مگر معمولی قلیل تعطیل جسقدر اس صیغہ میں معروف ومروج ہو عادۃً معاف رکھی گئی ہے اور یہ امر باختلاف حاجت مختلف ہوتا ہے درس تدریس کی حاجت روزانہ نہیں بلکہ طلبہ بلا تعطیل ہمیشہ پڑھے جائیں تو قلب اس محنت کا متحمل نہ ہو لہذا ہفتہ میں ایک دن یعنی جمعہ اور کہیں دو دن منگل جمعہ تعطیل ٹھہری اور رمضان مبارک میں مطالعہ کرنا سبق پڑھنا یاد کرنا دشوار ہے وقد قال سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ان القلب اذا اکرہ عمی لہذا اس صیغہ میں رمضان مبارک کی چھٹی بھی معمول ہوئی بخلاف خدمتگاری کہ اس کی حاجت روزانہ ہے اگر خدمتگار رمضان مبارک کا عذر کرکے گھر بیٹھ رہے ہرگز ایک حبہ تنخواہ کا مستحق نہیں۔ انتظام وحفاظت مسجد بھی اسی قبیل سے ہے جس کی حاجت روزانہ ہے تو اس میں اتنی رخصت بھی نہیں ہوسکتی جتنی صیغہ تعلیم وتعلم میں ہے ولہذا ہمارے ائمہ نے تصریح فرمائی کہ متولی کو اگر فالج وغیرہ عارض ہو تو جتنے دن اوسکے باعث اہتمام مسجد سے معذور رہیگا اجرت نہ پائیگا بلکہ صیغہ تعلیم میں بھی تصریح فرمائی کہ مدرس معمول کے علاوہ غیر حاضری پر تنخواہ کا مستحق نہیں اگرچہ وہ غیر حاضری حج فرض ادا کرنے کے لئے ہو۔ یونہی تصریح فرمائی کہ طالب العلم جو وظیفہ پاتا ہو اگرچہ بضرورت حج فرض یا صلہ رحم اُسے سفر کی اجازت ہے یا شہر کے آس پاس دیہات میں کہ مدت سفر سے کم ہوں بضرورت طلب معاش دو ہفتہ یا زیادہ انتہا تین مہینے تک غیر حاضری کی رخصت ہے مگر اس رخصت کے یہ معنی کہ ان ضرورتوں کے سبب اتنی غیر حاضری کے باعث اس کا نام نہ کاٹا جائے گا معزول نہ کیا جائیگا نہ کہ ایام سفر یا دو ہفتہ خواہ زیادہ کی غیر حاضری بلاسفر پر وظیفہ بھی پائے وظیفہ ان سب صورتوں میں اصلاً نہ مل سکے گا اور اگر تین مہینے سے زیادہ غیر حاضر رہا اگرچہ حوالی شہر میں اگرچہ بضرورت دنیا جاری معزول بھی کردیا جائیگا جب صیغہ تعلیم میں یہ احکام ہیں تو صیغہ خدمت وحفاظت واہتمام وانتظام مسجد میں کسی غیر حاضری کی تنخواہ کیونکر پاسکتا ہے ہاں غایت درجہ حرج مرض کو سال میں ایک ہفتہ کی اجازت ہوسکتی ہے یا زیادہ چاہے تو اپنا عوضی یعنی نائب دے جائے بغیر اسکے نہ غیر حاضری کی اجازت نہ مہتمان وقف کو روا کہ اُسے ایسی طویل رخصت دیں اگر دی تو تنخواہ حلال نہیں نہ اُسے لینا جائز نہ اُن کو دینے کا اختیار، اگر دیں گے تو یہ خود مال وقف میں خائن ہوں گے اور اُسکے ساتھ یہ بھی معزول کئے جائیں گے اس بیان سے جواب سوال واضح ہوگیا اب مطالب مذکورہ پر عبارات علماء سنئے درمختار میں ہے نظم ابن الشحنۃ الغیبۃ المسقطۃ للمعلوم المقتضیۃ للعزل ومنہ ؎

وما لیس بد منه ان لم یزد علی　　　ثلثة شهور فهو یعفی ویغفر

وقد اطبقوا لا یاخذ السهم مطلقا　　　لما قد مضی والحکم فی الشرع یسفر

قلت وهذا کله فی سکان المدرسة وفی غیر فرض الحج وصلة الرحم اما فیهما فلا یستحق العزل والمعلوم کما فی شرح الوهبانیة للشرنبلالی ردالمحتار میں ہے قوله نظم ابن الشحنة حاصل ما فی شرحه تبعا للبزازیة انه لا یسقط معلومه ولا یعزل اذا کان فی المصر مشتغلا بعلم شرعی او خرج لغیره واقام دون خمسة عشر یوما بلا عذر علی احد قولین (ای والقول الاخر انه یسقط معلومه اذا خرج لرستاق بلاعذر ولو اقل من اسبوعین) او خمسة عشر فاکثر لعذر شرعی کطلب المعاش ولم یزد علی ثلثة اشهر وانه یسقط ولا یعزل لو سافر لحج ونحوه او خرج للرستاق لغیر عذر ولم یزد علی ثلثة اشهر وانه یسقط ویعزل لو خرج واقام اکثر من ثلثة اشهر ولو لعذر وقال الخیر الرملی وکل هذا اذا لم ینصب نائبا عنه والا فلیس لغیره اخذ وظیفته اھ و فی القنیة من باب الامامة امام یترک الامامة لزیارة اقربائه فی الرساتیق اسبوعا او نحوه او لمصیبة او لاستراحة لاباس به ومثله عفو فی العادة والشرع وقد ذکر فی الاشباه عبارة القنیة هذه وحملها علی انه یسامح اسبوعا والاظهر ما فی اٰخر شرح منیة المصلی للحلبی ان الظاهر ان المراد فی کل سنة ذکر الخصاف انه لو اصاب القیم فالج او نحوه فان امکنه الکلام والاخذ والاعطاء فله اخذ الاجر والا فلا قال الطرسوسی و مقتضاه ان المدرس ونحوه اذا اصابه عذر من مرض او حج بحیث لا یمکنه المباشرة لا یستحق المعلوم لانه ادار الحکم فی المعلوم علی نفس المباشرة فان وجدت استحق المعلوم والا فلا وهذا هو الفقه اھ ولا ینافی ما مر من المسامحة باسبوع ونحوه لان القلیل مغتفر کما سومح بالبطالة المعتادة اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از سورت عیدروس منزل خانقاہ عیدروسیہ مرسلہ حضرت سید علی بن زین بن حسن عیدروس سجادہ نشین خانقاہ مذکورہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں زید محض اس خیال سے کہ متولیان وقف کا مال غفلت وبے پروائی سے خورد برد کرجاتے ہیں گورنمنٹ کے سامنے بغیر مشورہ قرآن وحدیث کے اپنی ذاتی رائے پیش کرتا ہے کہ اوقاف رجسٹرڈ کرائے جائیں اور حساب کی جانچ پڑتال کی جائے حالانکہ گورنمنٹ نے ایڈوکیٹ جنرل کو اوقاف کے لئے محض اس غرض کے واسطے مقرر کیا ہوا ہے کہ اگر متولی نے متعلق کسی شخص کو اس قسم کی کوئی خرابی معلوم ہو تو وہ ایڈوکیٹ جنرل کو اسکی اطلاع دیکر اُسکی منظوری سے متولی پر دعوی کرسکتا ہے باوجود اس قاعدہ کے زید یہ چاہتا ہے کہ اوقاف رجسٹرڈ ہوں اور محکمہ کے کثیر اخراجات مثل رجسٹرڈ کرانے کی فیس اور کلرکوں وغیرہ کی تنخواہ وغیرہ وغیرہ جسقدر اخراجات ہوں وقف سے دیے جائیں حالانکہ واقف کی ان کے لئے وصیت نہیں کیا زید کا یہ بل از روئے شریعت حقہ جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا

الجواب زید کا وہ بل محض ناجائز وباطل ہے وہ نئے خرچ کہ زید نے بے حکم شرع وبے شرط واقف اپنے دل سے ایجاد کرکے کسی وقف پر ڈالے ہرگز وقف پر نہ پڑیں گے نہ کوئی وقف اُن کا ذمہ دار ہوگا زید تو زید حاکم وقاضی کو بھی وقف میں ایسے ایجاد کا شرعاً اختیار نہیں عقود الدریہ مصر جلد اول صفحہ ۱۹۲ اذا ثبت الاحداث لا یعمل بتقریره لان القاضی لیس له الاحداث بلا مسوغ شرعی فکیف المتولی وقد صرح فی الخیریة والولوالجیة وغیرهما بان القاضی اذا قرر فراشا للمسجد بغیر شرط الواقف لم یحل للقاضی ذلک ولم یحل للفراش تناول المعلوم ایضا واخذ القاضی واعوانه المال کاخذ اللصوص بحرالرائق مطبع مصر جلد پنجم صفحہ ۲۲۶ فی البزازیة المتولی لو امیا فاستأجر الکاتب لحسابه لا یجوز له

اعطاء الاجرۃ من مال الوقف ایضا ص۲۲۳ فان قلت فی تقریر الفراش مصلحۃ قلت یمکن خدمۃ المسجد بدون تقریرہ بان یستأجر المتولی فراشا لہ والممنوع تقریرہ فی وظیفۃ یکون حقالہ ولذا صرح قاضیخان بان للمتولی ان یستأجر خادما للمسجد باجرۃ المثل واستفید منہ عدم صحۃ تقریر القاضی فی بقیۃ الوظائف بغیر شرط الواقف کشھادۃ ومباشرۃ وطلب بالاولی وحرمۃ المرتبات بالاوقاف باولی ایضا ص۲۲۶ فقد علمت ان مشروعیۃ المحاسبات للنظار انما ھی لیعرف القاضی الخائن من الامین لالاخذ شیئ من النظار للقاضی واتباعہ والواقع بالقاھرۃ فی زماننا الثانی و قد شاھدنا فیھا من الفساد للاوقاف کثیرا بحیث تقدم کلفۃ المحاسبۃ علی العمارۃ والمستحقین وکل ذلک من علامات الساعۃ ہر زمانے کی حالت صدہا سال سے دگرگوں ہورہی ہے دیانت امانت اور روپے کے معاملے میں حلال وحرام کی پرواہ نادر رہ گئی ہے ابھی اسی عبارت بحرالرائق میں سن چکے کہ وہ اپنے زمانہ میں جسے چارسو برس ہونے آئے قاہرہ کے اوقاف کا کیا حال بتلاتے ہیں کہ اہلکاروں کی حساب فہیوں ہی نے وقف کے وقف تباہ کردیے ابھی تو متولی تنہا ہے اور اسے حساب کا خوف لگاہے اور ہر مسلمان کو اُسکی شکایت کا حق پہنچتا ہے اور تغلب کرے تو اُس کے ہاتھ میں اپنی برأت کی کوئی دستاویز نہیں اور جب اوقاف رجسٹرڈ کرائے گئے اور حساب فہی پر اہلکار مقرر ہوئے اور حساب رجسٹروں پر چڑھائے گئے متولیوں کو شکایت ومطالبہ سے تو اطمینان ہوگیا کہ ان کا جمع خرچ پاس ہولیا مگر اُن میں جو خائن ہیں اُن کا خیانت سے باز آنا معلوم۔ بلکہ وہ اپنی اغراض فاسدہ کے لئے حساب فہموں کو بھی راضی کرنا چاہیں گے اور اُنھیں بہت ایسے مل بھی سکیں گے اُس وقت وقف میں ایک کی جگہ دس حصے ہونیکا اندیشہ ہے اور اُس کا صاف وہی نتیجہ ہے جو بحر میں فرمایا کہ شاھدنا فیھا من الفساد للاوقاف کثیرا اور اُن کا وہ اعتراض تو ضرور لازم ہے کہ وہ خلاف شرع فیسیں قاہرہ میں خواہی نخواہی لی گئیں وقف کی عمارت اور اس کے مستحقوں کا پورا ہو یا نہ ہو نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ از سہسوان مسئولہ مولوی فضل احمد صاحب بدایونی ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۱۰ھ

اگر جائداد موقوفہ سے رجوع شرعاً ناجائز ہو تو ایسے میں توسیع خرچ کی کرسکتا ہے مثلاً پندرہ روپے ماہوار یا دس روپے ماہوار متولی کو ملتا ہے بوجہ تنگی عیال اطفال گذر مشکل ہے نوکری چاکری کی قوت یا ہمت نہیں اور کام آپ ہی کرتا ہے اگر اپنے خرچ میں توسیع کرے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب اللہ عزوجل فرماتا ہے من کان فقیرا فلیاکل بالمعروف جو حاجتمند ہے وہ موافق دستور کھائے اور فرماتا ہے واللہ یعلم المفسد من المصلح خدا خوب جانتا ہے کون بگاڑنے والا ہے اور کون سنوارنے والا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں رب متخوض فیما شاءت نفسہ من مال اللہ ورسولہ لیس لہ یوم القیمۃ الا النار بہت وہ کہ اللہ ورسول کے مال میں اپنی خواہش نفس کے مطابق دھنستے ہیں اُن کے لئے قیامت میں نہیں مگر آگ رواہ احمد والترمذی وقال حسن صحیح عن خولۃ بنت قیس والبیھقی فی الشعب عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنھم اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لوکان لابن اٰدم وادمن ذھب لابتغی الیہ ثانیا ولوکان لہ وادیان لابتغی الیھما ثالثا ولا یملؤ جوف ابن اٰدم الا التراب و یتوب اللہ علی من تاب اگر ابن آدم کے لئے ایک جنگل بھر سونا ہو تو دوسرا جنگل اور مانگے اور دو جنگل ہوں تو تیسرا اور چاہے اور ابن آدم کا پیٹ نہیں بھرتی مگر خاک اور تائب کی توبہ اللہ قبول کرتا ہے رواہ احمد والشیخان عن ابن عباس والترمذی عن انس والبخاری عن ابن الزبیر وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ واحمد عن ابی واقد والبخاری فی التاریخ والبزار عن بریدۃ رضی اللہ تعالی عنھم وقف سے

رجوع ناممکن پھر جو ماہوار مقرر ہوا اگر اُس کے صدق سعی و حسن خدمت کے لحاظ سے بقدر اجر مثل کے نہیں تو ضرور اجر مثل کی تکمیل کردی جائے گی اور اگر واقعی اجر مثل بھی اُس کے واجبی صرف کو کفایت نہ کرے تو وقف کی فاضلات سے تاحد کفایت ماہوار میں اضافہ بھی ممکن مگر نہ یوں کہ بطور خود کہ خود ہی مدعی اور خود ہی حاکم ہونا ٹھیک نہیں بلکہ وہاں کے افقہ اہل بلد عالم سنی دیندار کی طرف رجوع کرے یا متعدد معززمتدین ذی رائے مسلمانان شہر کے سپرد کرے وہ بعد تحقیقات کامل اجر مثل تک حکم دیں یا بشرط صدق حاجت و عدم کفایت تاقدر کفایت اضافہ کریں اس تقدیر پر اُن کو یہ بھی ملحوظ رہے کہ جب واقف خود ہی متولی ہوا اور خود ہی وقت وقف یہ ماہوار تجویز کیا تو اب کونسی بات حادث ہوئی کہ وہ ماہوار ناکافی ہوگیا۔ ردالمحتار میں ہے الناظر بشرط الواقف لہ ماعین الواقف ولو اکثر من اجر المثل کما فی البحر ولو عین لہ اقل فللقاضی ان یکمل لہ اجر المثل بطلبہ کما بحثہ فی انفع الوسائل ویاتی قریبا مایؤیدہ وھذا مقید بقولہ الاٰتی لیس للمتولی اخذ زیادۃ علی ماقرر لہ الواقف اصلا۔ درمختار میں ہے تجوز الزیادۃ من القاضی علی معلوم الامام اذاکان لایکفیہ۔ ردالمحتار میں ہے الظاھر انہ یلحق بہ کل من فی قطعہ ضرر اذا کان المعین لایکفیہ کالناظر والمؤذن و مدرس المدرسۃ والبواب ونحوھم اذالم یعملوا بدون الزیادۃ یؤیدہ مافی البزازیۃ اذا کان الامام والمؤذن لایستقر لقلۃ المرسوم للحاکم الدین ان یصرف الیہ من فاضل وقف المصالح والعمارۃ باستصواب اھل الصلاح من اھل المحلۃ لواتحد الواقف والجھۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ازرام پور محلہ چاہ شور، محمود الظفر خان عرف چھمن خان ۹ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائداد باین الفاظ وقف کی کہ تاحیات اپنی آمدنی جائداد موقوفہ کی اپنے مصارف میں لاتا رہوں بعد میرے اولاد اپنی ضروریات میں صرف کرتی رہے جب میرے اولاد میں سے کوئی شخص باقی نہ رہے تو علمائے صالحین محل مشروع میں صرف کرتے رہیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ عمرو دائن زید مدیون کی اُس آمدنی پر جو تاحیات اُس کو جائداد موقوفہ سے اپنے مصارف میں لارہا ہے اجرائے ڈگری چاہتا ہے تو وہ شرعاً کراسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب ہاں جائداد پر نہیں کرسکتا آمدنی جو زید کو ملتی ہے اس پر کرسکتا ہے کہ جائداد وقف ہے اور آمدنی زید کی ملک۔ ردالمحتار میں ہے الموقوف علیہ یملک المنافع بلابدل۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از ضلع سیتاپور۔ لاہرپور مدرسہ اسلامیہ مسئولہ ابومحمد یوسف متعلم مدرسہ اسلامیہ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ سہ شنبہ

والاجناب مستطاب اعلحضرت مجدد مائۃ حاضرہ لازال شموس افضالکم تسلیم مسنون کریم مشحون منظم مقرون گذارش ہے بصدر ورود الانامہ فیض شمامہ عزت افزائی ہوئی۔ جواب استفتا بیحد تسکین بخش صادر ہوگیا اللہ تعالٰی جناب والا کے بزرگ ذات کو ہمیشہ سلامت رکھے اور اس فیض عام سے مسلمانان عالم کو فیضیاب فرماتا رہے آمین بحرمۃ النبی والہ الامجاد۔ جناب مولنا خلیل الرحمن صاحب مرحوم مغفور کی خبر رحلت دریافت ہوکر بہت رنج ہوا۔ صرف ایک بات اور دریافت طلب ہے جو گذارش کیجاتی ہے زراہ شفقت بزرگانہ اسکے جواب سے بھی مطلع کیا جاؤں۔ بجواب استفتا مزامیر پر صرف ناجائز فرمایا بہت درست و بجا ارشاد ہے عین حکم شریعت ہے صرف اسقدر عرض ہے کہ صرف کسی قوال سے کوئی قصیدہ یا غزل نعتیہ یا توحید وغیرہ یا سلاماً وغیرہ سن کر عین حالت سماع میں یا بوقت رخصت حسب شرائط قوانین سابق اوقات اوقاف سے بطور زادراہ قلیل یا کثیر دینا جائز ہے

یانہیں جیساکہ مشائخ علیہ الرحمۃ کے مجالس عرس میں بزرگوں کا دستور ہے درانحالیکہ وہ مزامیر سے خالی ہوں اور اس پر حضور انور حیات رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اُس فعل سے سند لینا جو حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ حضور نے حضرت حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو قصیدہ سن کر ردائے مبارک عنایت فرمائی تھی ٹھیک ہے یانہیں امیدوار ہوں کہ اسی عریضہ پر یہ جواب بھی مرحمت ہوجائے عین ذرہ نوازی ہوگی فقط

الجواب قوال اگر نہ امرد ہو نہ عورت اور اشعار صحیحہ حمد و نعت و منقبت بلامزامیر خوش الحانی سے پڑھے یا خاص مجمع صالحین میں اُن کے ساتھ تغنی کرے بالجملہ نہ کسی فتنہ پر فی الحال اشتمال نہ آئندہ اُس کا صحیح احتمال تو صحیح یہ ہے کہ بلاشبہ جائز ہے اور اس پر دینا لینا بھی روا اور واقعہ کعب بن زہیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے قصیدہ نعتیہ استماع فرماکر ردائے مبارک عطا فرمائی اس پر استناد صحیح ہے اور جبکہ سدائد قدیم میں اس صورت جائزہ پر دینا چلا آیا ہے تو اب بھی دیا جائے گا بلکہ وہ صادرین وواردین میں داخل ہے اور قلیل وکثیر بھی معہود قدیم پر دائر رہے گا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ بدرالدین صاحب ۳۰ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ جامع مسجد بمبئی کے احاطہ میں ایک دفترخانہ ہے اور جس کے انتظام کے متعلق گیارہ اشخاص کو کمی جماعت المسلمین بمبئی کی جانب سے مشاور مقرر ہیں ان میں سے اکثرین کی رائے سے یہ قرارداد طے ہوا ہے کہ دفترخانہ مذکور میں ٹیلیفون لیا جائے باوجودیکہ نہ مسجد کے ساتھ کوئی تجارتی تعلقات ہیں اور نہ کوئی دوسرے اسباب ٹیلیفون کے بلکہ اس سے فقط تضیع مال وقف ہے پس ایسے ٹیلیفون کا لینا مال وقف سے شرعاً درست ہے یانہیں۔

دوسرا اسی کے ساتھ یہ قرارداد بھی طے ہوا کہ دفترخانہ مذکور میں جہاں مجلس منتظمہ مشاورین منعقد ہوتی ہے وہاں ایک برقی پنکھا اپنے آرام وتعیش کے واسطے لیا جائے آیا ایسا خرچ مال وقف میں سے کرنا جائز ہے یانہیں۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ دفترخانہ مذکور میں باوجودیکہ گیاس کی روشنی موجود ہے اُس کو رد کرکے اس کی جگہ برقی روشنی کے خرچ کا مال وقف کو زیر بار کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔ اطلاعاً یہ بھی گذارش ہے کہ مجلس منتظمہ کے اجلاس علی الدوام زمانہ قدیم سے دن کے وقت طے ہوتے ہیں اور اگر احیاناً رات کو ضرورت پڑی تو گیاس کی روشنی موجود ہے برقی روشنی کی بالکل ضرورت نہیں۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ ایسے مشاورین جو مال وقف سے ایسے فضول اور اسراف بیجا کریں ان کے متعلق شریعت غرا کا کیا حکم ہے پس ان مسائل مذکورہ کے جوابات کتب شرعیہ سے مدلل بیان فرمائیں جزاکم اللہ خیرا بینوا توجروا پانچواں سوال یہ ہے کہ مانعین متولیوں سے ایک نے کہا کہ اس باب میں یعنی مال اوقاف سے ان کاموں میں صرف کرنے سے علماء سے رائے لینا شرعاً ضرور ہے پس متولیان مجوزین سے ایک نے کہا کہ یہاں شریعت کی کچھ ضرورت نہیں اور دوسرے نے کہا کہ میں تو عالموں کے منہ میں پیشاب کرتا ہوں اس وقت اس سے کہا گیا کہ یہ کیا کلمہ کہتا ہے خدا سے ڈر تو اس نے کہا کہ خدا تو اوپر ہے اور ہم زمین پر اگر خدا یہاں آئے تو ہم اس کو درست کردینگے پس ایسے کلمات ناشایستہ کہنے والوں کا شرعاً کیا حکم ہے مفصل مدلل مع سندہائے کتب شرعیہ بیان فرمائیں جزاکم اللہ۔

الجواب صورت مستفسرہ میں یہ نئی بدعتیں کہ مشاورین وقف میں حادث کیا چاہتے ہیں ٹیلیفون اور برقی پنکھا اور برقی

روشنی مال وقف پر بار ڈالنا محض حرام ہے فتح القدیر میں ہے امرنا بابقاء الوقف علٰی ما کان یہ وہاں فرمایا ہے جہاں منافع وقف کیلئے مصارف مشروطہ پر زیادت کیجائے نہ کہ بے حاجت نہ کہ اپنا تعیش و ترفع یہ حرام در حرام ہے مال وقف حکم مال یتیم میں ہے اور رب عزوجل فرماتا ہے ان الذین یأکلون اموال الیتٰمٰی ظلما انما یأکلون فی بطونھم نارا یہ اسراف ہے اور اللہ مسرفوں کو دوست نہیں رکھتا ان اللہ لایحب المسرفین یہ تبذیر ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین وکان الشیطٰن لربہ کفورا بے شک مال بیجا اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے یہ اُن کو فرمایا جو اپنا مال بیجا اڑائیں نہ کہ وقف کا۔ ایسے متولی کو معزول کرنا واجب ہے درمختار میں ہے ینزع وجوبا ولو الواقف درر فغیرہ بالاولٰی غیر مامون یعنی اگر خود واقف کیطرف سے مال وقف پر کوئی اندیشہ ہو تو واجب ہے کہ اُسے بھی نکال دیا جائے اور وقف اُس کے ہاتھ سے لے لیا جائے تو غیر واقف بدرجہ اولٰی واللہ تعالٰی اعلم

۲ـ ایسے اقوال ملعونہ بکنے والا کافر مرتد ہے اُسکی عورت اُسکے نکاح سے نکل گئی مسلمانوں پر اس سے میل جول حرام ہے وقف مسلمانان میں اسے دخل دینا حرام ہے اُسکے پاس اٹھنا بیٹھنا حرام ہے وہ بیمار پڑے تو اُسکی عیادت کو جانا حرام مرجائے تو اُسکے جنازہ میں شرکت حرام ہے اُسے غسل دینا حرام ہے کفن دینا حرام ہے اُس پر نماز پڑھنا حرام ہے اُس کا جنازہ اٹھانا حرام ہے جنازہ کے ساتھ جانا حرام ہے اُسے مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام ہے اُس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام ہے اُسے کسی قسم کا ایصال ثواب کرنا کفر ہے قال اللہ تعالٰی ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ جو اُسے اب بھی مسلمان جانے یا اُسکے کافر مرتد ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اُس کے لئے بھی یہی احکام ہیں شفائے امام قاضی عیاض و بزازیہ و بحرالرائق و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مرسلہ حکیم محمد حیات خانصاحب آگرہ کوچہ حکیماں حیات منزل ۱۶ ربیع الاول شریف ۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر اوقاف بشمول مسجد جامع وغیرہ آگرہ میں ایک انجمن کے ماتحت و زیر نگرانی ہیں جس کے پانچ ممبر ہیں منجملہ ان پانچوں کے ایک ممبر صاحب انجمن ہلال احمر آگرہ کے بھی سکریٹری ہو گئے ہیں تھوڑا عرصہ ہوا کہ کچھ ترک قسطنطنیہ سے بغرض اظہار شکریہ مسلمانان آگرہ میں تشریف لائے اور با یماء ان ممبر صاحب کے جو ہلال احمر کے سکریٹری ہیں بلا دریافت دیگر ممبران کمیٹی ایک جلسہ مسجد جامع آگرہ میں منعقد ہوا اُس جلسہ کے متعلق جملہ انتظامات ممبر صاحب موصوف نے ملازمان مسجد سے کرائے اور جو کچھ روشنی میں خرچ ہوا وہ انجمن اوقاف متذکرہ صدر سے دلوایا اور یہ کہا کہ چونکہ مسجد جامع مسلمان آگرہ کی ہے اور یہ جلسہ مسلمانان آگرہ کا تھا اگر مسجد میں روشنی زائد نہ ہوتی تو باعث بدنامی مسلمانان تھا اس کارروائی پر دو ممبر معترض ہوئے اور ایک چوتھے ممبر صاحب نے وہ جو روشنی میں خرچ کیگئی تھی اپنے پاس سے ادا کر دی اور یہ کہا کہ میں رفع نزاع کئے دیتا ہوں پس امورات قابل استفساریہ ہیں۔

(۱) آیا اول ممبر صاحب کا یہ فعل کہ ملازمان وقف سے انجمن ہلال احمر کا کام لیں درست تھا۔

(۲) آیا ایسے ملازم جو ذی استعداد و علم دین سے بہرہ ور کہے جاتے ہیں اور انھوں نے خود و نیز اپنے ماتحت ملازموں سے بلا ایماء

انجمن اوقاف متذکرہ بالا کام کرائے ان ملازموں کا یہ فعل جائز تھا۔

(۳) جو صرفہ آمدنی وقف سے روشنی کا دلوایا گیا وہ جائز تھا۔

(۴) اگر دیگر ممبر نے اُس خرچہ کو ادا کردیا تو آمدنی وقف میں شامل کرلئے جانے میں کوئی امر مانع شریعت تو نہیں ہے۔

الجواب شرائط اوقاف پر نظر کیجائے اگر معاملہ مذکورہ اُن کے تحت میں داخل ہوتا ہو تو حرج نہیں ورنہ اُس ممبر کو ایسا کرنا جائز نہ تھا۔ کام کرنے والوں نے اگر کار اوقاف کا حرج کرکے کام کیا تو وہ بھی گنہگار ہوئے ممبر جس نے معاوضہ دیدیا اپنی حسن نیت پر اجر پائے گا اور اُس معاوضہ کو قبول کرلینا جائز ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از سہسرام ضلع گیا مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۳ جمادی الاخر ۳۶ھ

اکثر سجادہ نشینان و متولیان و منیجران و ممبران و ملازمان وقف آمدنی ہائے جائداد وقف کو اپنی ہی ملک اور اُسکی زیادہ تر آمدنی کو بھی اپنے ہی مصارف میں صرف کرنا درست و حق سمجھتے ہیں درانحالیکہ وقف جائداد منقولہ وغیر منقولہ کی آمدنی کا زیادہ تر حصہ مذہبی ثواب کے کاموں میں صرف ہونا چاہئے جیسا کہ کلکتہ مدراس بمبئی الٰہ آباد کی کونسلوں میں بھی تسلیم کیا ہے پس ان کا ایسا سمجھنا و کرنا برخلاف شرع کرنا ہے یا نہیں اگر ہے تو مذکورین کے لئے کوئی وعید بھی ہے یا نہیں اگر ہے تو عوام مسلمین کو ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے۔

الجواب وقف میں اتباع شرط واقف لازم ہے فقد قال علماؤنا ان شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل بہ اگر واقف نے یہی شرط کردی ہے کہ اکثر حصہ اُسکا سجادہ نشینوں متولیوں کے صرف میں آئے تو اُن کا ایسا کرنا بجا ہے اور اُن پر کچھ الزام نہیں اور اگر شرائط واقف کے خلاف وہ براہ تعدی مال وقف کو ظلما اپنے مصارف میں لاتے ہیں تو ظالم ہیں غاصب ہیں واجب الاخراج ہیں لازم ہے کہ وقف اُن کے ہاتھ سے نکال لیا جائے درمختار میں ہے ینزع وجوبا بزازیۃ ولو الواقف درر فغیرہ بالاولی لوغیر مامون مال وقف مثل مال یتیم ہے جس کی نسبت ارشاد ہوا کہ جو اسے ظلما کھاتا ہے اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے اور عنقریب جہنم میں جائیگا ان الذین یاکلون اموال الیتٰمی ظلما انما فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا اگر وہ لوگ اس حرکت سے باز نہ آئیں اُن سے میل جول چھوڑ دیں اُن کے پاس بیٹھنا روا نہ رکھیں قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بہرائچ سید واڑہ بدر لنکدہ حاجی احمد اللہ شاہ صاحب مرسلہ نواب علی مورخہ ۹ جمادی الاولٰی ۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں

کسی مقام پر ایک بزرگ کا مزار ہے اور اُسکے متعلق وقف کی معقول آمدنی ہے خادمان وقف کی بدنظمی سے عدالت نے اُس وقف کو خادموں کے ہاتھ سے نکال کر ایک کمیٹی کے سپرد کیا جو وقف کمیٹی کے نام سے موسوم ہے عدالت نے اُس کمیٹی کے ممبران کے لئے جو اُسمیں شریک ہوں سنی المذہب ہونا ضروری رکھا ہے اور عدالت نے اُس وقف کی نگرانی کے لئے قواعد وقف بھی مرتب کئے اور اُس قواعد میں اخراجات کے مدات قائم کئے اور یہ شرط کردی کہ بجز اُن مدات کے جو قواعد میں درج ہیں کسی دوسرے مدات غیر مندرجہ قواعد میں یہ رقم نہ صرف کیجاوے

(۱) ان اخراجات کے مدات میں ایک مد خیرات کی بھی ہے جسکے الفاظ وقف قواعد میں یہ ہیں دو خیراتی (الاؤنس) یعنی وظائف و خیرات

تقسیم کھانا کپڑا بغرض پرورش غربا۔ اگر ایسے خیراتی (الاؤنس) یعنی وظائف سے اُن مساجد میں مؤذنوں کو تنخواہ دینا جنکا کوئی تعلق اُس وقف سے نہیں ہے یا ایسے ہی دوسرے مصارف مثلاً مدارس اردو وانگریزی یا کسی انجمن کے اُس مدرسہ کو جس کا کوئی تعلق وقف سے نہیں ہے اُن کے مدرسین کو تنخواہ دینا شرعاً جائز ہے؟

(۲) اگر ممبران کمیٹی آمدنی وقف سے ایک مد کی رقم کسی دوسرے مد مندرجہ یا غیر مندرجہ مدات میں صرف کریں اُس وقت مسلمانوں کو اُن سے بازپرس کا حق ہے یا نہیں اور وہ لوگ اُس رقم صرف شدہ کے ادا کرنے پر شرع شریف سے مجبور ہیں یا نہیں؟

(۳) ایسے ممبران کا جو ہر کارروائی وقف کمیٹی کو عام مسلمانوں سے پوشیدہ کریں یا پوشیدہ رکھنے کی کوشش کریں یا اپنی خودرائی سے اُس وقف کا روپیہ کسی بیجا طور پر صرف کریں تو ایسے لوگوں کا اُس وقف کا ممبر رہنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور عام مسلمانوں کو اوقاف کی جانچ کا اختیار ہے یا نہیں؟

(۴) اگر وقف کمیٹی کے اکثر ممبران صدر انجمن وقف کے ہمخیال ہوں اور بوجہ اپنی کثرت رائے کے احکام شرعیہ ونیز قواعد وقف کمیٹی کے خلاف عملدرآمد کریں یا کرتے ہوں اور اُسی کمیٹی کا ایک ممبر زید جو اُن کا ہمخیال نہیں ہے محض اپنی ذاتی معلومات ووا قفیت واطمینان کے لئے متعلق وقف کاغذات وقف کو دیکھنا چاہے اور اُسکی اصلاح کرنا چاہے اُس وقت وہ ممبران جو ہمخیال صدر انجمن ہیں زید کو اُسکے ارادہ سے باز رکھیں یا جس کاغذ کو وہ دیکھنا چاہتا ہے اُس کو اُن کاغذات کے دیکھنے کی اجازت نہ دیں یا اُسکو اُسکے فرض منصبی ادا کرنے سے باز رکھیں تو اُن کا یہ فعل شرعاً جائز ہے؟ (بحوالۂ کتب فقہ)

(۵) قواعد وقف مرتبہ عدالت نے کمیٹی وقف کو اختیار دیا ہے کہ کمیٹی حسب ضرورت دوسرے قواعد علاوہ قواعد مرتبہ عدالت مرتب کرے۔ قواعد وقف ساختہ مرتبہ عدالت میں کسی ممبر کمیٹی کو جانچ پڑتال کاغذات عام نگرانی کی ممانعت نہیں ہے ایسی صورت میں کیا ممبران وقف وصدر وقف کو یہ اختیار شرعاً حاصل ہے کہ وہ جدید قواعد وقف ایسے مرتب کرلے کہ جس سے زید مذکور کاغذات وقف دیکھنے سے مجبور ہوجاوے یا یہ کہ وہ ممبران جو ہمخیال صدر انجمن ہیں اپنی کثرت رائے سے یہ قاعدہ پاس کردیں کہ کوئی ممبر وقف کمیٹی بغیر اجازت صدر انجمن وقف کوئی کاغذ نہیں دیکھ سکتا اُن کی یہ کارروائی شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں (بحوالہ کتب فقہ)

(۶) سامان روشنی، فرش فروش، خیمہ وقنات ودیگر فرنیچر مثلاً شامیانہ ومیز وکرسی وغیرہ وغیرہ جو وقف کی ملک ہیں اہالیان شہر کو اُن کی مشروع وغیر مشروع جلسوں میں دینا یا کسی رئیس کی رہائش کے سامان اُسی وقف سے دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں (بحوالہ کتب فقہ)

(۷) مذہبی تقریبات میں جو شیرینی بغرض تقسیم آتی ہے وہ اُس محفل کے حاضرین کے لئے مخصوص ہے یا مسلم اور غیر مسلم جو اُس تقریب میں شریک نہیں ہیں اُن کے گھروں پر وہ شیرینی بطور تبرک بھیجنا یا اہالیان شہر کی اُس اوقاف کے روپیہ سے دعوت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں (بحوالۂ کتب فقہ)

(۸) اگر کوئی شے یا کتاب جو وقف کی ملک ہے کسی ملازم وقف یا ممبر وقف کمیٹی سے یا کسی غیر شخص سے تلف ہوجاوے تو اُسوقت اُسکا معاوضہ لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور معاوضہ کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔

(۹) اگر ممبران وقف کمیٹی یا صدر انجمن وقف کمیٹی ملک وقف شدہ سے کوئی چیز کسی انجمن یا کسی مسجد میں جو غیر متعلق اوقاف ہے ہمیشہ کیلئے دیدیں تو اُن کا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں (بحوالہ کتب فقہ)

(۱۰) اگر جدید قواعد وقف مرتب کرنے کی ضرورت پیش آوے تو اُس وقت احکام شرعیہ کا لحاظ کرکے قواعد وقف مرتب ہوسکتے ہیں یا ممبران وقف کمیٹی کی کثرت رائے پر شرع شریف کس کے حق میں فیصلہ کرتی ہے (بحوالہ کتب فقہ)

الجواب (۱) وقف میں شرائط واقف کا اتباع واجب ہے اشباہ والنظائر میں ہے شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل بہ اگر ان مواقع میں صرف کرنا شرط واقف سے جدا ہے جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو یہ صرف محض ناجائز ہے اور اگر واقف نے ہی ان مواقع میں صرف کی اجازت دی ہے جو ان میں مصرف خیر ہو اُسمیں صرف کرنا جائز ہے اور اگر شرائط واقف معلوم نہ ہوں تو متولیوں کے عملدرآمد قدیم پر نظر ہوگی کما فی الخیریۃ وغیرہا

(۲) اس کا وہی جواب ہے جو اوپر گزرا جہاں انھوں نے صرف کیا اگر وہ موافق شرط واقف یا اُس کے معلوم نہ ہونے کی حالت میں موافق عملدرآمد قدیم متولیان ہے تو وہ صرف جائز ہوا اور اُن سے مطالبہ وباز پرس کی کوئی وجہ نہیں ورنہ ناجائز ہوا اور ضرور باز پرس ہے اور اُن پر لازم ہوگا کہ اُس کا تاوان وقف کیلئے ادا کریں

(۳) اگر روپیہ بیجا صرف کریں تو ضرور اُن کا معزول کرنا واجب ہے درمختار میں ہے ینزع وجوبا ولو الواقف بزازیہ فغیرہ بالاولی درر لو غیر مامون اور متولیوں کا وقف کی کارروائی پوشیدہ کرنا کوئی جرم نہیں نہ ہر شخص ان سے حساب کا مطالبہ کرسکتا ہے جبتک خیانت ظاہر نہ ہو کہ وہ منجانب امین ہیں اور امین پر اعتراض نہیں واللہ تعالٰی اعلم یوہیں جنکی تولیت بشروط واقف نہ ہو نہ شرط واقف کے خلاف ہو اور عام مسلمانوں نے انکو متولی کیا ہو یا اُن کی تولیت پر راضی ہوئے ہوں

(۴) اُن کا یہ فعل شرعاً جائز نہیں اور اُن پر صریح الزام ہے جبکہ وہ دربارۂ وقف مخالفت شرع کریں اور دوسرے کو اُسکی جانچ سے بھی باز رکھیں حدیث میں ہے من استرعی الذئب فقد ظلم

(۵) یہ کارروائی محض ناجائز ہے کہ اس سے دفع ظلم کا سدباب مقصود ہے متعلق وقف نئے قوانین احداث کرنے کا کسیکو اختیار نہیں جبکہ وہ شرع مطہر یا شرط واقف کے خلاف ہو نہ کہ ایسی صورت کہ مخالفت احکام شرعیہ کیجائے اور اُسکی ممانعت کا دروازہ بند کرنے کو یہ قوانین وضع ہوں ایسا قانون اگر خود شرط واقف میں ہوتا مردود ہوتا وہ ہرگز نہ مانا جاتا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مثلاً واقف نے کسیکو متولی مقرر کیا اور یہ شرط لگادی کہ اُسے کوئی معزول نہ کرسکے اور جو اُسے معزول کرے اُس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہو اور حالت یہ ہو کہ متولی شرعاً رکھنے کے قابل نہیں تو فوراً نکال دیا جائیگا اور واقف کی ایک نہ سنی جائیگی اور اُسکی وہ لعنت اُسی پر واپس جائیگی کما فی الدرالمختار

(۶) حرام ہے یہاں تک کہ ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد کو عاریۃً بھی دینا جائز نہیں کما فی العالمگیریۃ عن القنیۃ نہ کہ زید وعمرو کو نہ کہ نامشروع جلسوں کو۔ یہ سراسر وقف پر ظلم ہے جو ایسا کریں وقف سے اُن کا اخراج واجب ہے کما مر عن الوجیز والدرر والدر

(۷) غیر مسلم کو مال وقف سے بھیجنا تو کسی طرح جائز نہیں کہ وقف کار خیر کیلئے ہوتا ہے اور غیر مسلم کو دینا کچھ ثواب نہیں کما فی البحرالرائق وغیرہ رہا غیر حاضرین مسلمانوں کے گھروں پر بھیجنا اُسمیں وہی شرط واقف یا عملدرآمد قدیم کا لحاظ ہوگا بعض مسلمانوں کی دعوت اگر کسی مصلحت وقف کیلئے ہی تو جائز ہے جبکہ شرط واقف یا عملدرآمد کے موافق ہو یا کسی ضرورت خاصہ کیلئے ہو کما ذکر والدوصی فی مال الیتیم اور اگر بعض مہتمم اپنے بارات میں کسی کو کھلانا چاہیں جو اُن صورتوں سے جدا ہو تو کھانا بھی حرام ہے اور کھلانا بھی حرام اور کھلانے والوں پر اُس کا تاوان واجب۔

(۸) متولی وقف امینِ وقف ہے جبکہ اُس طرح کا متولی ہو جو اوپر مذکور ہوا اگر اُس سے اتفاقیہ طور پر بے اپنے تقصیر و بے احتیاطی کے وقف کی کتاب یا کوئی مال تلف ہوجائے اُس کا معاوضہ نہیں اور اگر قصداً تلف کردے یا اگرچہ اپنی بے احتیاطی سے ضائع کرے تو ضرور معاوضہ ہے یہی حکم ملازمانِ وقف کا ہے جبکہ وہ تصرف جو اُس نے کتاب میں کیا اُسکی ملازمت میں داخل اور اُسے جائز تھا ورنہ اگر وقف کے کسی اور صیغہ کا ملازم ہے کتب خانہ پر اُسکو اختیار نہیں اور اُس نے مثلاً کتاب کسیکو عاریۃً دیدی اور ضائع ہوگئی تو ضرور اُس پر معاوضہ ہے غیر شخص نے اگر وہ تصرف کیا تو منجانب وقف جس کی اُسے اجازت تھی اور بے اُسکی تقصیر کے کتاب ضائع ہوگئی مثلاً کتبخانہ وقف میں جاکر کتابیں دیکھنے کی اجازت ہو اور عام طور پر معمول ہو کہ کتابیں دیکھکر اُسی مکان میں رکھ آتے ہیں یا فلاں ملازم کو سپرد کردیتے ہیں اور یہ اس قاعدہ کو بجالایا اور کتاب گم ہوگئی تو اس پر بھی معاوضہ نہیں ورنہ اگر وہ تصرف کیا جس کی اُسے اجازت نہ تھی یا تھی مگر اُس کی تقصیر و بے احتیاطی سے کتاب گئی تو ضرور تاوان دیگا اور بہرحال معاوضہ اُس کتاب کی قیمت یعنی بازار کے بھاؤ سے جو اُسکے دام ہوں۔ کتاب کو علماء نے قیمتی ٹھہرایا ہے نہ مثلی مگر اُس وقت تک چھاپے نہ تھے اور کہہ سکتے ہیں کہ اگر کتاب اُسی چھاپے کی ہو یعنی اُسی بار کی چھپی ہو اور کاغذ بھی ایک ہو اور جلد نہ بندھی ہو تو عجب نہیں کہ مثلی ہوسکے یعنی کتاب کے معاوضہ میں ویسی ہی کتاب دینی آئے مگر تحقیق یہ ہے کہ چھاپے اور کاغذ کی وحدت بھی مستلزم مثلیت نہیں ایک کاپی ایک پتھر پر جمی ہوئی اُس کے ہزار کاغذ اٹھائے جاتے ہیں کوئی ہلکا ہے کوئی بھرا ہوا کوئی اڑا ہوا ہے کوئی بہا ہوا ہے کوئی صاف ہے تو بات وہی ہے جو علماء نے فرمائی کہ کتاب قیمتی ہے۔

(۹) حرام ہے اور وہ چیز وہاں سے واپس لیجائے گی اور نہ مل سکے تو اُن سے تاوان لیا جائے گا ہم بحوالہ عالمگیری لکھ آئے کہ ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد کو عاریۃً دینا بھی ناجائز نہ کہ غیر جگہ دے ڈالنا جو ایسا کرے واجب العزل ہے

(۱۰) وقف کیلئے نئے قوانین کے وضع کرنے کا حال اوپر گزرا کہ خلاف شرط واقف ہرگز جائز نہیں اور جہاں جواز ہو وہاں قطعاً احکام شرعیہ ہی کا لحاظ فرض ہوگا اُن کے خلاف جس کسی کا بھی کہنا ہو مردود ہوگا یہاں نہ کثرت رائے دیکھی جاسکتی ہے نہ اتفاق رائے اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الحکم الا للّٰہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی واقف جس کے لئے تصریح ہے کہ دربارہ وقف اُس کی شرط مثل نص شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام واجب العمل ہے اُس کا تو یہ حال ہے کہ اگر خلاف شرع شرط کرے مردود ہے ہرگز نہ مانی جائیگی پھر زید و عمرو کمیٹی کیا چیز ہے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں مابال اقوام یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللّٰہ من اشترط شرطا لیس فی کتاب اللّٰہ فھو رد وان کانت مائۃ شرط شرط اللّٰہ احق واوثق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر بمبئی کابیکر اسٹریٹ چھاج محلہ مرسلہ بدرالدین عبداللہ ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) شہر بمبئی کی جامع مسجد کے اکثر متولیوں نے یہ رائے قائم کی کہ ایک کرایہ کی زمین لیکر اس پر ایک مکان وقف کے سرمایہ سے بنایا جائے جس مکان کی لاگت ایک لاکھ چودہ ہزار روپیہ تک ہو اس حالت میں کہ شہر میں سیکڑوں مکانات دوامی بیعنامہ پر مل سکتے ہیں وقف کی اسقدر بڑی رقم ایک کرایہ کی زمین پر صرف کردینا شرعاً جائز ہے یا نہیں (۲) مذکورہ بالا زمین کے مالک نے کرایہ زمین کی یہ صورت قائم کی ہے کہ زمین مذکور کی ایک خاص رقم قرار دی جائے اور اس قیمت پر سالانہ فیصدی للعہ روپیہ کے حساب سے جو سود ہے

اس حساب سے زمین مذکور کا ماہواری کرایہ قرار دیا جائے ایا کرایہ کا یہ طریقہ شرعاً جائز ہے یا نہیں (۳) چونکہ فی الحال بوجہ جنگ مزدوری لکڑی اور دیگر عمارتی اشیا کی قیمت تین گنی بلکہ چار گنی ہوگئی ہے ایسے وقت میں وقف مسجد کے سرمایہ کو کرایہ کی زمین پر عمارت بنانے میں صرف کرنا اور تیار شدہ عمارتیں جو کثرت سے ملتی ہیں انھیں نہ خریدنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

الجواب سائل نے کچھ بیان نہ کیا کہ یہ عمارت زرِ مسجد سے کیوں بنائی جاتی ہے اور وہ غرض اغراض وقف مسجد میں داخل ہے یا نہیں اگر اُن اغراض سے خارج ہے تو نہ خریدنا جائز نہ کرایہ پر لینا اور اگر داخل ہے تو اُس غرض کا حصول خاص اس زمین سے تعلق رکھتا ہے جسے متولی کرایہ پر لیکر عمارت بنانا چاہتے ہیں یا اور مکانوں سے بھی حاصل ہو سکتا ہے اگر اور مکانوں سے بھی حاصل ہے اور وہ مول مل سکتے ہیں اور جدید عمارت بنانے اور کثیر کرایہ دینے سے خریداری میں نفع ہے تو متولیوں کو ہر گز جائز نہیں کہ یہ صورت کرایہ اختیار کرکے وقف کو نقصان پہنچائیں فان الولایۃ مشروطۃ بالنظر ولا نظر فی الضرر سود ملحوظ کرکے مقدار کرایہ معین کرنا ایک ناپاک بات اور گندہ لحاظ ہے لیکن اگر کرایہ معین ہو جائے تو اُس کرایہ میں حرج نہیں مثلاً ہزار روپیہ کی قیمت ہے تو وہ نجس حساب لگا کر پونے چار روپیہ مہینہ کرایہ قرار دیا تو وہ نجاست اُس لحاظ ہی میں رہی کرایہ میں نہ آئی یہ ایسا ہوا کہ ابتداءً کہتا کہ یہ زمین اتنی مدت کو پونے چار روپیہ کرایہ پر کردی تیسری بات کا جواب مضمون بالا میں آگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از سہسوان ضلع بدایوں قاضی محلہ مرسلہ سید پرورش علی صاحب ۱۴ رجب ۱۳۳۷ھ

حضور نے تنخواہ ماہوار متولی وقف کو اجر مثل کا فتوٰی لکھا ہے لہذا عرض ہے کہ مدرسہ اسلامیہ حنفیہ سہسوان کی زمین موقوفہ سہسوان سے تین کوس ہے متولی کو سواری و خوراک مع سپاہی فصل ہنگام تحصیل وقت سے ملیگی نذر، بھیٹ روپیہ، پٹہ وقبولیت بھی حسب رواج ہنگام ماہوار اُس کی تنخواہ کا روپیہ مناسب ہے کاشتکاروں سے وصول کرکے مدرسہ پر صرف کرنا مدرسوں کو ماہوار دینا تعمیر و مرمت وغیرہ میں خرچ کرنا مالگذاری گورنمنٹ ادا کرنا اُسکا کام ہے اتنے کام کی کتنی اجرت ہوگی۔

الجواب وقف سے سواری اور ایام کارگذاری کی تنخواہ ملیگی اور ضرورت ہو تو اُن ایام میں سپاہی کی تنخواہ بھی۔ تنخواہ کا تعین کام کی کمی بیشی اور ہر جگہ کے عرف پر ہے پٹہ اور قبولیت کا نذرانہ اور اس قسم کے زائد اور بے اصل رقوم کہ رائج ہو رہی ہیں شرعاً باطل ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر بریلی محلہ فراشی مسئولہ مولوی عبدالعزیز و قدرت اللہ خانصاحب ۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ کسی نے دو یا تین مسجدوں کے واسطے نام بنام الگ الگ روپیہ وصیت نامہ سے وقف کیا کہ فلاں مسجد کو اتنا اور فلاں کو اتنا ماہوار دیا جاوے اب خود اُس نے ایک مسجد کے نام کا روپیہ دوسری مسجد میں لگا دیا اور اس دوسری مسجد کے نام کا روپیہ بھی اُسی دوسری مسجد میں لگا دیا دونوں مسجدوں کے نام ماہوار وقف کیا ہے سوال یہ ہے کہ دوسری مسجد کے ماہوار میں سے پہلی مسجد کا روپیہ ادا کرنا چاہئے یا نہیں اور آئندہ بھی ایک مسجد کا ماہوار دوسری مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں اور جائز ہے تو اُس کو ادا کرنا فرض ہے یا نہیں یہ بھی واضح ہو کہ ہر ایک مسجد کے واسطے خاص خاص دکانوں کا کرایہ وقف ہے واقف زندہ ہے اور وصیت نامہ اُسی کے قبضہ میں ہے جو رجسٹری شدہ ہے۔

الجواب جب وقف کی وصیت کی ہے تو اُس کا نفاذ بعد موت واقف ہوگا زندگی میں اُسے اختیار ہے جو چاہے کرے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از فیض آباد چوک مسجد شاہ ٹاٹ مرسلہ حافظ عبدالرحمن صاحب پیش امام ۱۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

حضرات علمائے کرام سوالات ذیل میں از روئے شرع شریف کیا حکم فرماتے ہیں

(۱) مسجد کے متعلق مسجد کی ضرورت سے پاخانہ بنا ہوا تھا اور وہیں استنجا خانہ بھی تھا مسجد کے متعلق ایک تھوڑا سا صحن مسجد کے دکن جانب تھا جس کا حلقہ پختہ دیوار سے تھا اور اُسی حلقہ کے گوشہ میں مسجد کا استنجا خانہ تھا جس میں نمازیان مسجد اور مسافران طہارت اور رفع حاجت کرتے تھے۔ زید نے ایک مدرسہ بنانا چاہا جس کے واسطے عمرو نے اپنی ملک سے مدرسہ کے لئے مسجد کے خلف سے ملی ہوئی زمین دی تھی زید کو وہ حلقہ جو مسجد کے متعلق تھا اور پاخانہ دونوں وہ بھی زید نے کھود ڈالا اور تخمینا دو گز زمین چوڑان میں اور جتنی دور پاخانہ تھا اور اُسی سیدھ سے اتنی ہی زمین چوڑان میں ۵ خواہ ۶ گز تک لمبان میں سب بغیر عام مسلمانوں کی اجازت کے غصب کرکے اپنا مدرسہ بڑھا کر بنالیا اور تخمینا تین ہزار اینٹ اسی حلقہ کی جو کھود ڈالی تھی وہ بھی مدرسہ میں لگائی۔ عام مسلمانوں نے سکوت کیا بوجہ اس کے کہ چند مسلمان ہمخیال زید کے اُس کے شریک ہے۔ مسلمانوں نے چندہ کرکے یہ سب بنوایا تھا کچھ دخل نہ دیا۔ کیا شرعا زید کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ مسجد کا پاخانہ توڑ ڈالے اور معہ پاخانہ کی زمین کے بغیر اجازت عام مسلمانوں کے غصب کرکے مدرسہ بنالے اینٹ پاخانہ اور حلقہ کی مدرسہ میں لگائے شرعا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) ایسی حالت میں جبکہ وہ پاخانہ اور استنجا خانہ نمازیان مسجد اور مسافران مسجد کے لئے تھا جس کے کھود جانے سے نمازیوں کو برابر تکلیف رہی اور ہے۔ زید کا پاخانہ کھود ڈالنا اور مسجد کی ضروریات کا خیال نہ کرنا اور ایسی زمین کو مدرسہ میں داخل کرنا یہ سب شرعا جائز ہے یا نہیں اور زید اس سے گنہگار ہوا یا نہیں۔

(۳) زید نے مسجد کی پشت پر کا پختہ پشتہ ایک ثلث جو حفاظت دیوار مسجد کے لئے بنایا جاتا ہے کھود ڈالا اور پاخانہ غسل خانہ اور اُس کی بدرو کا حوض سب مسجد کے پشت دیوار سے بالکل ملا ہوا بلکہ ایک گز مٹی نکال کر بنایا جس سے مسجد میں بو بھی آوے گی دیوار پشت مسجد میں تونا بھی لگے گا مسجد کی بےحرمتی بھی ہے کہ پشت مسجد پر پاخانہ بنا ہے آیا یہ سب فعل زید کے شرعا جائز ہے یا نہیں شرع دیوار مسجد میں اجازت دیتی ہے کہ مسجد کا پشتہ و زمین پاخانہ کی ضرورت کو کھود ڈالا جائے کہ پاخانہ کی جگہ کچھ کم تھی یا پاخانہ بن نہ سکتا۔ مسجد کی پشت پر سے مہتر آویگا حوض کا پانی جو بالکل نجاست غلیظہ ہے پھینکے گا جس سے مسجد دیوار پر ضرور چھینٹ پڑے گی۔

(۴) زید نے یہ سب کچھ کیا خود اور چند مسلمانوں کی مدد سے مگر مسلمانان شہر جس میں ہر قسم کے لوگ ہیں زید کی ان تمام باتوں کے خلاف یہ سب زمین مسجد پاخانہ اور وہ زمین جو اس کے متصل مسجد کے متعلق ہے اور اُس کی اینٹ سب اپنے تحت تصرف میں لانا بھی سخت خلاف اور رنجیدہ ہیں اسکو جائز نہیں سمجھتے۔ لہذا شرعا ہم سب مسلمانوں کو سکوت کرنا چاہئے یا کہ دخل دینا چاہئے اور یہ سب زمین علیحدہ کرلینا چاہئے امید کہ تشفی بخش جواب ہم غریب مسلمانوں کو مرحمت ہووے معہ دلیل کے کیونکہ زید بھی مولوی ہے بغیر دلیل کے وہ ہم لوگوں کی کیوں مانے گا۔

(۵) کیا زمین متعلقہ مسجد یا استنجا خانہ وغیرہ وغیرہ مسلمانوں کی اجازت سے شرعا منہدم ہوسکتا ہے ایسی حالت میں جبکہ وہ مسجد کے کام میں نہ آوے بلکہ دوسرے کام میں آوے وہ اجازت کے مجاز ہیں۔

(۶) مسجد میں پاخانہ یا پیشاب خانہ بنانے میں کچھ پورب پچھم میں فرق ہے یا نہیں اور مسجد سے کتنی فاصلہ پر پاخانہ پیشاب خانہ بنانا چاہئے اس کی کوئی حد شرعا جو ہو حکم فرمایا جاوے اور نجاست کے پانی سے مسجد کی دیوار میں اگر اثر پہنچے تو شرعا کچھ حرج ہے یا نہیں۔

الجواب (۱ و ۲) یہ فعل زید کا حرام قطعی ہے ایک وقف جس غرض کے لئے وقف کیا گیا ہے اُسی پر رکھا جائے اُسمیں تو تغیر نہ ہو مگر ہیئت بدل دی جائے مثلاً دکان کو رباط کر دیں یا رباط کو دکان یہ حرام ہے عالمگیری میں ہے لایجوز تغییر ضیعۃ الوقف عن ھیئتہ نہ کہ سرے سے موقوف علیہ بدل دیا جائے متعلق مسجد کو مدرسہ میں شامل کر لیا جائے یہ حرام ہے اور سخت حرام ہے۔

(۳) یہ بھی زید کا ویسا ہی تصرف ہے حرام و ناجائز ہے مسجد کا پشتہ کھودنا حرام اور اُسے ماورائے مسجد دوسرے کام خصوصاً ایسے ناپاک کام میں صرف کرنا صریح ظلم و غصب و بے حرمتی مسجد ہے صحیح حدیث کا ارشاد ہے کہ جو ایک بالشت زمین غصب کریگا زمین کے ساتوں طبقوں تک اُتنا حصہ توڑ کر روز قیامت اس کے گلے میں طوق ڈالا جائے گا۔

(۴) مسلمانوں کو زید کی ایسا بیجا دست برد و ظلم پر سکوت حرام ہے اور چارہ جوئی فرض۔ لازم ہے کہ بذریعہ حکومت مسجد کی وہ پہلی زمین اور پشتہ کی زمین سب اُسکے قبضہ سے نکلوائی جائے اور پہلے جس حالت پر تھی اُسی حالت پر جبراً اُس سے کرائی جائے اور جتنی اینٹیں اُس نے تصرف میں کر لی ہیں وہ متمیز ہوں تو واپس لی جائیں ورنہ اُن کی قیمت لی جائے اور جتنے دنوں یہ استنجاخانہ و پشتہ وغیرہ کی زمین اس کے قبضہ میں رہی یا تا انفصال رہے اُس سب کا کرایہ اُس سے مسجد کیلئے لیا جائے کما قد نصوا علیہ قاطبۃ فی الکتب المعتمدۃ۔

(۵) مسلمانوں کو تغیر وقف کا کوئی اختیار نہیں تصرف آدمی اپنی ملک میں کر سکتا ہے وقف مالک حقیقی جل وعلا کی ملک خاص ہے اُس کے بے اذن دوسرے کو اُسمیں کسی تصرف کا اختیار نہیں۔

(۶) مسجد کو بو سے بچانا واجب ہے ولہذا مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام مسجد میں دیا سلائی سلگانا حرام حتی کہ حدیث میں ارشاد ہوا وان یمر فیہ بلحم نئ یعنی مسجد میں کچا گوشت لیجانا جائز نہیں حالانکہ کچے گوشت کی بو بہت خفیف ہے تو جہاں سے مسجد میں بو پہونچے وہاں تک ممانعت کیجائیگی۔ مسجد عام جماعت کیلئے بنائی جاتی ہے اور جماعت ہر مسلمان پر واجب ہے یہاں تک کہ ترک جماعت پر صحیح حدیث میں فرمایا ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق یہ کہ آدمی اللہ کے منادی کو پکارتا سنے اور حاضر نہ ہو صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث ہے لو صلیتم فی بیوتکم کما یصلی ھذا المتخلف لترکتم سنۃ نبیکم ولو ترکتم سنۃ نبیکم لضللتم وفی روایۃ ابی داود لکفرتم یعنی اگر مسجد میں جماعت کو حاضر نہ ہوگے اور گھروں میں نماز پڑھوگے تو گمراہ ہو جاؤگے بایں ہمہ صحیحین کی حدیث میں ارشاد ہوا من اکل من ھذہ الشجرۃ الخبیثۃ فلا یقربن مصلانا جو اس گندے پیڑ میں سے کھالے یعنی کچا پیاز یا کچا لہسن وہ ہماری مسجد کے پاس نہ آئے اور فرمایا فان الملائکۃ تتاذی مما یتاذی منہ بنو آدم یعنی یہ خیال نہ کرو کہ اگر مسجد خالی ہے تو اُسمیں کسی بو کا داخل کرنا اُس وقت جائز ہو کہ کوئی آدمی نہیں جو اس سے ایذا پائے گا ایسا نہیں بلکہ ملائکہ بھی ایذا پاتے ہیں اُس سے جس سے ایذا پاتا ہے انسان۔ مسجد کو نجاست سے بچانا فرض ہے واللہ تعالی اعلم

مسئلہ از بمبئی کامبیکر اسٹریٹ المعروف چھاج محلہ مرسلہ بدرالدین عبداللہ صاحب مشاورجامع مسجد کمیٹی ۱۶ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فقہائے شرع متین زادہم اللہ تعالی شرفا و تعظیما ان صور مسئولہ میں جو کہ ذیل حسب نمبر مندرج ہیں

اوّل یہ کہ شہر بمبئی میں ایک مسجد عظیم الشان رفیع البُنیان جامع مسجد ہے اور اُسکی بنا وسط شہر میں ایسی جگہ واقع ہے جس کے چوطرف کوئی مکان نہیں ہے اور اُسمیں ہوا بکثرت آتی ہے کیونکہ سب اطراف اُسکے فارغ ہیں بلکہ بعض اوقات بسبب کثرت ہوا مصلی دریچہائے مسجد کو بند کرتے ہیں اس مسجد کی بنا پہلے ہی سے نہایت عمدہ و شاندار تھی مگر قبل از چند سال حضرات مشاورین نے اپنی رائے سے اسمیں کسی قدر تبدل و تغیر کیا اور تخمیناً اس ترمیم و تبدیل میں تخمیناً تین لاکھ روپیہ سے زیادہ صرف مال وقف سے کیا گیا اس مسجد کی روشنی کے لئے قبل از چند سال بصرف مبلغ دس بارہ ہزار روپیہ ہانڈیاں و جھومر بلوری وغیرہ اسباب روشنی کا خرید کرکے نہایت اعلٰی پیمانہ پر مشاورین قدیم نے انتظام کیا تھا بعد از چند سال مشاورین جدید نے اس انتظام کو ناقابل و غیر مکتفی سمجھکر تخمیناً بیس ہزار روپیہ سے زیادہ صرف مال وقف سے گیس کے روشنی کی تجویز کی اور طبقہ زیریں و بالا پر گیس کے نل وغیرہ سقف و جدار مسجد میں نصب کئے گئے اور چند سال تک یہ گیس یعنی دخان کی روشنی کا مسجد میں انتظام رہا مگر جبکہ مسجد بطریق بیان بالا ترمیم و تغیر کرنے میں آئی اُس وقت یہ سب گیس کے روشنی کے نل وغیرہ جو کہ سقف و جدار میں نصب کئے گئے تھے ضائع و خراب و برباد ہوئے پھر تجدیداً حضرات مشاورین نے بکثرت رائے مشاورین نئے سرے گیس کے روشنی کا انتظام کیا اور طبقہ زیریں میں سقف و جدار نل نصب کئے اس امر کو ایک سال کا عرصہ منقضی نہیں ہوا ہے کہ مشاورین مذکور چاہتے ہیں کہ مسجد میں برقی روشنی اور برقی پنکھوں کا انتظام و اہتمام بصرف مال مسجد کیا جائے پس جملہ احوال سوال مذکور پر غور فرما کر بیان فرمادیں کہ یہ جو وقتاً فوقتاً دربارہ روشنی اخراجات کثیرہ کئے گئے ہیں یہ مال وقف میں تصرف بیجا و نازیبائے شرع ہیں یا نہیں بیان فرمائیں۔

ثانی یہ کہ جب مسجد ایسی جگہ واقع ہے جس کے چاروں طرف کوئی مکان نہیں ہے اور مسجد مذکور کے دیواروں میں دریچہائے کلاں بکثرت بنائے گئے ہیں اور ہر وقت ہوا وہاں موجود و متموج ہے بلکہ بعض وقت حسب بیان سوال اول کھڑکیاں بسبب کثرت ہوا کے بند کیجاتی ہیں پس ایسی صورت میں مال وقف سے برقی پنکھے مسجد میں نصب کرنا شرعاً درست ہیں یا نہیں۔

تیسرے یہ کہ تجربتاً یہ امر ظاہر ہے کہ جب برقی پنکھا چلایا جاتا ہے اُس وقت اُس سے ایک آواز آتی ہے جو ضرور مخل نماز و مبطل خشوع و خضوع ہے بنائً علیہ اسطرح کے پنکھے بلا ضرورت بصرف مال مسجد بنانا شرعاً جائز ہیں یا نہیں

۴۔ یہ امر بتحقیق تمام ثبوت کو پہنچا ہے کہ پنکھا چلانے کے ڈبے میں جو گریس ڈالا جاتا ہے وہ اشیاء ناپاک و نجس سے مخلوط ہے اس صورت خاص میں بھی ان پنکھوں کے مسجد میں لگانے کا بصرف مال وقف شرعاً کیا حکم ہے۔

۵۔ یہ کہ ماہرین فن الیکٹرسٹی سے یہ بات بخوبی معلوم ہوئی ہے کہ بہ نسبت گیس کے روشنی کے الیکٹرسٹی کے روشنی و برقی پنکھوں میں زیادہ تر خوف آتش زدگی ہے چنانچہ الیکٹرسٹی سے اس قسم کے آتشزدگی کے واقعات بہت ہوچکے ہیں جس سے بہت لوگ واقف ہیں پس صورت مذکور میں ایسے خوفناک و وحشت آمیز چیز کا نصب کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں۔

۶۔ یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ بقول اطبا روشنی برقی مضر بصارت ہے اور برقی پنکھوں کی ہوا بھی نقصان رساں صحت ہے چنانچہ اس قبیل کا ایک مضمون اخبار طبیب مورخہ یکم جون سنہ رواں مطبوع ہے جو اخبار کہ بسرپرستی جناب حاذق الملک مولوی حکیم اجمل خانصاحب بہادر رئیس اعظم دہلی نکلا کرتا ہے پس ایسی مضرت رساں صحت کا مسجد میں آویزاں کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب (۱) یہ تصرفات محض ظلم واسراف وتضییع مال اوقاف ہیں۔ علماء نے تو ایک چراغ وقف کے صبح تک روشن رکھنے کو ناجائز بتایا جبتک واقف سے نصاً یا عرفاً اس کی اجازت ثابت نہ ہو نہ کہ بار بار یہ ہزار ہا روپوں کا صرف بیکار۔ متولیوں کو کسی صرف جدید کے احداث کی اجازت نہیں ہوسکتی اگر بلا مسوغ شرعی اُسمیں مال وقف صرف کرینگے وہ صرف اُن کی ذات پر پڑے گا اور جتنا مال مسجد اُس میں خرچ کیا اُسکا تاوان اُن پر لازم ہوگا۔ واقف نے اگر مسجد میں کنگرے نہ بنائے تھے اور متولی مال وقف سے بنائے گا گنہگار ہوگا اور تاوان دیگا نمازیوں کو اگر بے منارہ کے اذان کی آواز پہنچ جاتی ہے تو متولی مال مسجد سے منارہ نہیں بنا سکتا بنائے گا تو اُس پر تاوان آئیگا۔ واقف نے فراش مسجد کا کوئی وظیفہ نہ رکھا تھا متولی تو متولی حاکم کو حلال نہیں کہ اُسمیں فراش کا وظیفہ حادث کرے نہ فراش کو وہ وظیفہ لینا حلال۔ بنائے مسجد جبکہ عمدہ ومحکم تھی تو متولیوں کو اُسکا شہید کرنا اور نقشہ بدلنا اور اُسمیں مسجد کے تین لاکھ روپے اڑا دینا اور اسکے سبب بیس ہزار کے نل برباد کرنا اور پھر گیاس کی روشنی جدید میں بیس ہزار اور اڑانا اور اب اسے بھی تباہ کرکے برقی روشنی کی کوشش کرنا اور اسمیں مال مسجد برباد کرنا یہ تمام افعال حرام تھے اور ہیں متولیوں پر اُن لاکھوں روپوں کا تاوان لازم ہے کہ اپنی گرہ سے ادا کریں اور واجب ہے کہ ایسے مسرف متولی معزول کئے جائیں اور ان کی جگہ مسلمان متدین ہوشیار کارگزار خدا ترس دیانت دار مقرر کئے جائیں۔ علمگیریہ میں ہے لووقف علی دھن السراج للمسجد لایجوز وضعہ جمیع اللیل بل بقدر حاجۃ المصلین ویجوز الی ثلث اللیل ونصفہ اذا احتیج الیہ للصلاۃ فیہ کذا فی السراج الوھاج ولایجوز ان یترک فیہ کل اللیل الافی موضع جرت العادۃ فیہ بذلک کمسجد بیت المقدس ومسجد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والمسجد الحرام اوشرط الواقف ترکہ فیہ کل اللیل کما جرت بہ العادۃ فی زماننا کذا فی البحر الرائق فتاوٰی قاضیخاں میں ہے لیس للقیم ان یتخذ من الوقف علی عمارۃ المسجد شرفا من ذلک ولوفعل یکون ضامنا خزانۃ المفتین میں ہے یجوز ان یبنی منارۃ من غلۃ وقف المسجد ان احتاج الیھا لیکون اسمع للجیران وان کانوا یسمعون الاذان بدون المنارۃ فلا عقود الدریہ میں ہے القاضی لیس لہ الاحداث بدون مسوغ شرعی فکیف المتولی وقد صرح فی الذخیرۃ والولوالجیۃ وغیرھما بان القاضی اذا قرر فراشا للمسجد بغیر شرط الواقف لم یحل للقاضی ذلک ولم یحل للفراش تناول المعلوم قال فی البحر فان قلت فی تقریر الفراش مصلحۃ قلت یمکن خدمۃ المسجد بدون تقریرہ بان یستاجر المتولی فراشالہ والممنوع تقریرہ فی وظیفۃ تکون حقالہ۔ ہندیہ پھر طحطاوی پھر شامی میں ہے مسجد مبنی اراد رجل ان ینقضہ ویبنیہ احکم لیس لہ ذلک لانہ لاولایۃ لہ "مضمرات" الا ان یخاف ان یتھدم تاتارخانیہ وتاویلہ ان لم یکن البانی من اھل تلک المحلۃ اما اھلھا فلھم ان یھدموہ ویجددوا بناءہ ولکن من مالھم لامن مال المسجد الابامر القاضی خلاصۃ تنویر الابصار میں ہے لاباس بنقشہ خلا محرابہ بجص وماء ذھب بمالہ لامن مال الوقف وضمن متولیہ لوفعل بحر الرائق پھر ردالمحتار میں ہے اما من مال الوقف فلا شک انہ لایجوز للمتولی فعلہ مطلقا لعدم الفائدۃ فیہ درمختار میں ہے الااذا کان الواقف فعل مثلہ لقولھم انہ یعمر الوقف کما کان فتح القدیر پھر شرح علامہ بیری پھر ابن عابدین میں ہے الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیہ دون زیادۃ ولاموجب لتجویزہ لان الموجب الشرط والضرورۃ ولاضرورۃ فی ھذا اذلاتجب الزیادۃ بل تبقیہ کما کان۔

(۲) اولاً ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے کہ مسجد میں فرشی پنکھا لگانا مطلقاً ناپسندیدہ ہے مدخل الی الشریعۃ میں ہے قد منع علماؤنا رحمہم اللہ تعالٰی المراوح اذان اتخاذھا فی المسجد بدعۃ ثانیاً جب یہ حالت ہے کہ حاجت اصلاً نہیں تو اپنے مال سے بھی جائز نہیں نہ کہ مال وقف

سے قال اللہ تعالٰی ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ تعالٰی کرہ لکم ثلثا قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال ثالثاً یہ وقف میں صرف جدید کا احداث ہے جس کی اجازت متولی کو نہیں ہوسکتی کما بینا رابعاً جب طبّاً اس پنکھے کی ہوا مضر صحت ہو تو اُس کا کسی مسلمان کے گھر میں بھی اپنے یا اس کے مال خاص سے بھی لگانا جائز نہ ہوگا نہ کہ مسجد میں نہ کہ مال وقف سے کما یاتی

(۳) بیشک مسجد میں ایسی چیز کا احداث ممنوع بلکہ ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے تنویر الابصار و درمختار میں ہے کرہ وقت حضور طعام تاقت نفسہ الیہ وکذا کل ما یشغل بالہ عن افعالہا ویخل بخشوعہا کائنا ما کان نیز شرح تنویر میں ہے ولذا تکرہ فی طاحون ردالمحتار میں ہے لعل وجہہ شغل البال بصوتہا

(۴) اس صورت میں وہ پنکھا مطلقاً خود ہی ناجائز ہے اگرچہ پہلی چار وجہ نہ بھی ہوتیں تنویر الابصار میں ہے کرہ ادخال نجاسۃ فیہ فلا یجوز الاستصباح بدھن نجس فیہ

(۵) یہ بھی کافی وجہ اُس روشنی اور پنکھے کی ممانعت کی ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا مر احدکم فی مسجدنا او فی سوقنا ومعہ نبل فلیمسک علٰی نصالہا بکفہ لا یعقر مسلما رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجۃ عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا نمتم فاطفئوا السراج فان الفارۃ تاخذ الفتیلۃ فتحرق اھل البیت رواہ احمد والطبرانی والحاکم بسند صحیح عن عبداللہ بن سرجس والحدیث فی الصحیحین من وجوہ

(۶) جب از روئے طب اُن کا مضر ہونا ثابت ہو تو یہ ایک اعلٰی وجہ عدم جواز ہے کہ اسمیں مسلمانوں کو ضرر رسانی ہے اور یہ حرام ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لاضرر ولا ضرار رواہ احمد وابن ماجۃ عن ابن عباس وابن ماجۃ عن عبادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم اسمیں مسلمانوں کی بدخواہی ہوئی اور یہ خلاف دین ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الدین النصیحۃ للہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم رواہ احمد ومسلم وابوداؤد والنسائی عن تمیم الداری رضی اللہ تعالٰی عنہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از بھاولپور ریاست سپرنٹنڈنٹ یتیم خانہ وسکریٹری اوقاف ۹ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ پنجشنبہ

حضور ایک کمیٹی ریاست بھاولپور میں منتظم آمدنی وخرچ اوقاف مساجد کی ہے اس کو دو مسئلہ کی اسوقت ضرورت ہے اس پر شرعی فتوے سے روشنی فرماکر بار احسان فرمائیں۔

اوّل مسجد کی جائداد وقف کی آمدنی کسی دوسری مسجد کے مصارف میں خرچ ہوسکتی ہے یا نہ۔

دوّم اگر کوئی شخص سال تمام کے وعدہ پر دکان وقف کو کرایہ پر لے اور درمیان سال میں بوجہ بیماری وغیرہ چھوڑ دیوے تو کیا ممبران اوقاف باقیماندہ کرایہ چھوڑ سکتے ہیں فقط

الجواب ۱؎ ہرگز جائز نہیں یہانتک کہ اگر ایک مسجد میں لوٹے حاجت سے زائد ہوں اور دوسری میں نہیں تو اسکے لوٹے اُسمیں بھیجنے کی اجازت نہیں۔

۲؎ اگر اُس نے عذر صحیح شرعی سے چھوڑا تو باقیماندہ کرایہ چھوڑا جائے گا ورنہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از انجمن اسلامیہ بریلی ۹ رجمادی الاولی ۱۳۲۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یتیم خانہ اسلامیہ بریلی میں وہ یتیم جنکی عمر ۱۶ سال ۲ ماہ کی ہے ان کی یہ دریافت طلب ہے کہ اس عمر والوں کو بموجب شرع شریف کے پرورش کرنے اور روٹی کپڑا دینے کا بار یتیم خانہ کے ذمہ ضروری ہے یا نہیں ان لڑکوں کی حالت یہ ہے کہ سردست یہ اس قابل نہیں ہوئے ہیں کہ یتیم خانہ سے نکلتے ہی وہ خود اپنے قوت بازو سے معاش حاصل کرسکیں اور اندیشہ ہے کہ ان کو اگر اسطرح چھوڑ دیا جائے گا تو یہ آوارہ گردی اور بداطواری میں مبتلا ہوجائیں گے اور امید ہے کہ ۶-۷ ماہ کوشش کرکے ان کو اس قابل کردیا جائیگا کہ وہ کوئی پیشہ یا صنعت سیکھ کر اپنی معاش وجہ حلال سے پیدا کرسکیں گے اور اس عرصہ میں ان کے واسطے کوئی صورت معاش حاصل کرنے کی پیدا کردی جائیگی۔ پس اس صورت میں اگر ان لڑکوں کو اس عرصہ تک جبتک کہ وہ معاش پیدا کرنے کے قابل ہوسکیں یتیم خانہ میں رکھا جائے اور اُن کے ضروری مصارف خورد ونوش کا تکفل یتیم خانہ سے کیا جائے تو عندالشرع یہ مصارف اسلامی چندہ کی امانت سے جو یتیموں ہی کے واسطے وصول کیا گیا ہے جائز ہوں گے یا ناجائز اور اس روپیہ کے اس مدت میں صرف کرنے کا مواخذہ عندالشرع مہتمان یتیم خانہ کے ذمہ ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب زرچندہ شرعاً ملک چندہ دہندہ پر باقی رہتا ہے کما حققناہ فی فتاوٰنا اسمیں اجازت چندہ دہندگان پر مدار ہے اگر قدیم سے معمول یتیم خانہ رہا ہو کہ جو یتیم حد یتیم شرعی سے نکل کر بالغ ہوجائیں اور وہ بھی اپنے لئے رزق حلال کسب کرنے کے قابل ہونے تک اُن کو یتیم خانہ میں رکھا جاتا اور زرچندہ سے ان کا خرچ کیا جاتا ہو چندہ دہندگان اس پر آگاہ ہوا کئے اور اس پر راضی رہا کئے تو اب بھی جائز ہے لان المعروف کالمشروط والاجازۃ دلالۃ کالاذن الصریح اور اگر پہلے سے یہ معہود اور معروف نہ رہا اور اب تمام چندہ دہندوں سے اجازت لینی ممکن ہو تو اجازت لیکر کرسکتے ہیں لان المال لھم فیصرف باذنھم ولیس ھذا خلاف سبیل البر حتی یکرہ لھم الرجوع عنہ بل ربما یؤیدہ ویرغب الیتامٰی فی دخولھم الجمعیۃ اور اگر سب سے اجازت نہ لیکر تو آئندہ مہینے کے چندے میں بقدر کفایت چند اشخاص سے اجازت لیلی جائے کہ تمھارا یہ چندہ جس حالت کے انقضا تک اس کام میں صرف ہوگا جو اجازت دیں اُن کا چندہ باقی زرچندہ سے جدا رکھ کر خاص اس کام میں صرف کریں یہاں تک کہ پورا ہو اور اگر کوئی اجازت نہ دے یا جسقدر پر اجازت پائی اُس سے زیادہ اس کام میں اٹھایا جائے تو ضرور حرام ہوگا اور اُس کا مواخذہ مہتموں پر رہیگا اور جن جن کا وہ چندہ تھا اُن سب کا تاوان اُن پر لازم آئے گا لانھم تعدوا علی اموالھم والمتعدی غاصب والغصب مضمون اور اگر وہ یتیم حالت یتم سے یتیم خانہ میں تھے۔ اور بعد ظہور بلوغ یا پندرہ سال کی عمر پوری ہونے کے یتیم خانہ سے اُن پر صرف کیا گیا اور اجازت مذکورہ نصاً یا عرفاً ثابت نہ تھی تو سال بھر سے زائد یہ مواخذہ ذمہ مہتمان لازم اور تاوان ادا کرنا واجب ہوچکا صرف آئندہ سے سوال کیوں واللہ الھادی برادران اسلام کو احکام اسلام سے اطلاع دینی خیرخواہی ہے اور مسلمانوں کی خیرخواہی ہر مسلمان کا حق ہے والدین النصح لکل مسلم واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ از اکبرآباد جامع مسجد مسئولہ جناب مولوی محمد رمضان صاحب ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ

حضرت مولانا بالفضل والمعرفۃ اولانا مجدد مائۃ حاضرہ دام مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک استفتا ارسال خدمت اقدس ہے امید ہے کہ جواب باصواب سے جلد سرفراز فرمایا جاؤں یہاں یہ مسئلہ درپیش ہے اور میری نظر سے ابھی کوئی نظیر ایسی نہیں گزری جس سے تشفی بخش جواب دیا جاسکتا خیال ہوتا ہے کہ زید وکیل بالقبض ہے مگر سارا باب وکالت کا دیکھ ڈالا یہ صورت ایسی انوکھی ہے کہ صاف جواب نہیں ملتا لہذا تصدیعہ دہ خدمت اقدس عالیہ ہوا زیادہ والتسلیم بہزار تعظیم عاجز محمد رمضان عفی عنہ واعظ جامع مسجد آگرہ

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ کیا گیا عمرو نے پانچ سو روپے کا ایک چک دیا جو نوٹ نہیں تھا بلکہ بنک کی کتاب کا ورق تھا جس کے ذریعہ سے بنک سے روپیہ وصول کیا جاسکتا ہے کہ بنک سے روپیہ وصول کرکے اس رقم میں شامل کرلیا جائے وہ چندہ زید کے پاس جمع ہوا جو اُس مسجد کے متولیوں میں سے ایک متولی تھا اُس نے چک کا روپیہ وصول نہیں کیا خواہ غفلت سے خواہ اُس چک میں بنک کی جانب سے کوئی اعتراض ہوا ازاں بعد زید کا انتقال ہوگیا اور ورثائے زید نے بھی روپیہ وصول نہیں کیا ازاں بعد عمرو کا بھی انتقال ہوگیا باقی متولیان مسجد مذکورہ نے ورثائے زید پر اُس جمع شدہ چندہ کی نالش کرکے ڈگری بھی حاصل کرلی ورثائے زید سے اُس چک کا روپیہ وصول کرنا کہ اُن کے مورث کی غفلت یا بنک کے کسی اعتراض کی وجہ سے وصول نہیں ہوا تھا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور ایسا روپیہ مسجد کی تعمیر میں لگانا درست ہے یا نادرست یہ ملحوظ رہے کہ وہ چک اب کسی کام کا نہیں رہا۔

بینوا بالکتاب توجروا عند اللہ احسن ثواب فقط

الجواب صورت مسئولہ میں متولیان مسجد کی وہ نالش محض باطل تھی اور ڈگری سراسر خلاف شرع ہوئی وہ روپیہ مسجد میں لینا نرا حرام ہے اور اگر لے لیا ہے تو ورثائے زید کو واپس دینا فرض ہے۔ ظاہر ہے کہ روپیہ جو کوئی شخص بنک میں جمع کرتا ہے وہ بنک پر دین ہوتا ہے عمرو نے جو وہ روپیہ تعمیر مسجد کو دیا اگر مسجد موجود تھی اور اُس کی تعمیر کو دیا تو یہ مسجد کے لئے ہبہ ہوا عالمگیریہ میں ہے رجل اعطی درھما فی عمارۃ المسجد او نفقۃ المسجد او مصالح المسجد صح لانہ ان کان لایمکن تصحیحہ وقفا یمکن تصحیحہ تملیکا بالھبۃ للمسجد واثبات الملک للمسجد علی ھذا الوجہ صحیح ویتم بالقبض کذا فی الواقعات الحسامیۃ اسی طرح خزانۃ المفتین وغیرہا میں ہے اس تقریر پر یہ ھبۃ الدین ممن غیر من علیہ الدین مع تسلیطہ علی القبض ہوا متولیان مسجد موہوب لہ کے نائب اور عمرو کی طرف سے وکیل بقبض الدین ہوئے اور اگر ہنوز مسجد موجود نہ تھی بلکہ بنانا چاہتے تھے اُسکے چندہ میں دیا تو ہبہ نہیں ٹھہراسکتے کہ معدوم کے لئے ہبہ ممکن نہیں متولی صرف وکیل بالقبض ہوئے۔ دونوں صورتوں میں جبتک قبضہ نہ ہوا روپیہ ملک عمرو پر تھا صورت ثانیہ میں تو ظاہر ہے کہ سرے سے ہبہ ہی نہ ہوا تو ملک مالک سے خروج کیا معنے وقد حققنا فی فتاونا ان ما یجمع من الناس لمصرف خیر یبقی علی ملک المعطین عالمگیری میں ذخیرہ سے ہے جمع مالا من الناس لینفقہ فی بناء المسجد فانفق من تلک الدراھم فی حاجتہ ثم ردبدلھا فی نفقۃ المسجد لایسعہ ان یفعل ذلک فان فعل فان عرف صاحب ذلک المال ردعلیہ اوسألہ تجدید الاذن فیہ الخ اور صورت اولٰی میں اسلئے کہ ہبہ بے قبضہ تمام ومفید ملک موہوب لہ نہیں ہوتا ابھی واقعات حسامیہ وہندیہ سے ہبۂ مسجد میں گزرا کہ یتم بالقبض اسعاف پھر بحرالرائق پھر عالمگیریہ میں ہے لو ان قوما بنوا مسجدا ففضل من خشبھم شیئ قالوا یصرف الفاضل فی بنائھا ولایصرف الی الدھن والحصیر ھذا اذا سلموا الی المتولی لیبنی بہ المسجد والا یکون الفاضل لھم یصنعون بہ ماشاؤا اشباہ میں ہے لایصح تملیکہ ای الدین من غیر من ھو علیہ الا اذا سلطہ علی قبضہ فیکون وکیلا قابضا للموکل ثم لنفسہ جامع الفصولین میں ہے ھبۃ الدین ممن لیس علیہ لم

تجز الا اذا سلطه علٰی قبضه فیصیر کانه وهبه حین قبضه ولا یصح الا بقبضه یہاں اگر موت عمرو سے پہلے چک بیکار ہوگیا تو ہبہ بوجہ ہلاک موہوب قبل القبض باطل ہوگیا اور اگر موت عمرو کے بعد بیکار ہوا تو بوجہ موت واہب قبل تسلیم کما فی الدر المختار وعامۃ الاسفار بہرحال مسجد کے لئے ملک اصلاً نہ ہوئی تو متولیان مسجد کو اُسکا مطالبہ کس بنا پر پہنچ سکتا تھا نہ کسی طرح اُن کی ڈگری ہوسکتی تھی نہ ہرگز اُنھیں اُسکا لینا حلال نہ مسجد میں خرچ کرنا حلال۔ معہذا غفلت اگر جرم ہے تو نہ صرف زید بلکہ سب متولیوں کا کہ جب عمرو نے وہ چک مسجد کو دیا تھا ہر متولی ہر مسجد کے لئے اُس کا حاصل کرنا تھا فقط زید کے پاس جمع کردینے سے کیا باقی سب تولیت مسجد سے خارج ہوگئے اگر خارج ہوگئے تو انھوں نے دعوٰی کس بنا پر کیا اور اگر خارج نہ ہوئے تو انھوں نے کیوں نہ وصول کیا یا کرایا کیوں مال ضائع ہونے دیا جرم ہے تو سبھی پر ہے بلکہ اگر چک بعد موت زید بیکار ہوا تو تنہا باقیوں پر الزام ہے کہ ورثۂ متولی متولی نہیں اِن متولیوں نے کیوں تلف ہونے دیا علاوہ بریں اگر یہ جرم تھا تو اتنا کہ ایک مال جو مسجد کی ملک ہوجاتا وصول نہ کیا نہ یہ کہ ایک مال جو مسجد کی ملک تھا تلف کردیا تو یہاں تملک سے امتناع ہے نہ کہ مملوک کا ضیاع تو ضمان کیا معنی اور جب ضمان نہیں تو زید ہی کے مال پر مطالبہ نہ آیا تو ورثہ سے مطالبہ کیسا قال اللہ تعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی یہ سب اس صورت میں ہے کہ بوجہ غفلت چک بیکار رہا ہو اور اگر بنک والوں نے اُسمیں کوئی نقص نکال کر روپیہ نہ دیا جب تو ظاہر ہے کہ زید بے قصور ہے بالجملہ دعوٰی بہرحال باطل و بے معنی ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ حافظ محمد ایاز صاحب از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان ۲۵ محرم الحرام ۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو روپیہ بطور چندہ کانپور کے بیوگان و یتیمان وغیرہ وغیرہ کے واسطے جمع کیا ہوا اور اب بعد فیصلہ کانپور وہ روپیہ اکثر مردمان کی رائے سے تعمیر مسجد میں لگا دیا جائے تو اُسکے بابتہ کیا حکم ہے۔

الجواب چندہ جس کام کے لئے کیا گیا ہو جب اُسکے بعد بچے تو وہ انھیں کی ملک ہے جنھوں نے چندہ دیا ہے کما حققناہ فی فتاوٰنا اُنکو حصہ رسد واپس دیا جائے یا جس کام میں وہ کہیں صرف کیا جائے اور اگر دینے والوں کا پتہ نہ چل سکے کہ اُن کی کوئی فہرست نہ بنائی تھی نہ یاد ہے کہ کس کس نے دیا اور کتنا کتنا دیا تو وہ مثل مال لقطہ ہے اُسے مسجد میں صرف کرسکتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر مرسلہ جناب حافظ میاں صاحب ۱۵ جمادی الاخرٰی ۲۷ھ یوم دوشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک ملک اور ایک باغ واسطے نیاز حضور جناب امام حسین علیہ السلام اور فاتحہ پیران عظام اور مرمت شکست ریخت زیارت بغرض بقائے نشان و نیز خیرات خالصاً للہ وقف کی آیا یہ وقف مذہب اہل سنت وجماعت میں جائز و صحیح ہے یا نہیں بحوالہ کتب با دلیل مشرح فرمائیے بینوا توجروا۔

الجواب خیرات خالصاً للہ کے لئے وقف، جائز و صحیح ہے یونہی نیاز و فاتحہ حضرت امام و اولیائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے لئے جبکہ اُسے مصرف خیر میں صرف کرنا ہو۔ یہی مرمت زیارت اگر اس سے مراد وہ مکان ہے کہ مسافرین، زائرین، حاضرین عرس کے آرام کو بنایا گیا تو وہ مثل سرائے و مسافرخانہ قربت ہے اور اُس کی مرمت مثل عمارت تو اُس پر بھی وقف جائز و صحیح ہے فی الدر المختار الوقف علٰی ثلثۃ اوجہ اما للفقراء او للاغنیاء ثم الفقراء او یستوی فیه الفریقان کرباط وخان ومقابر وسقایات وقناطر ونحو ذلک کمساجد وطواحین وطشت لاحتیاج الکل لذلک الخ اور اگر مراد عام قبر کی مرمت ہے تو وہ قربت نہیں اور وقف کے لئے قربت ہونا شرط ہے فی الدر المختار شرطه ان یکون قربۃ

فی ذاتہ معلوما منزجا الخ فتاوی قاضی وفتاوی سراجیہ وتنویر الابصار وغیرہا میں ہے اوصی بان یطین فھی باطلۃ مختصرا۔ ردالمحتار میں ہے الوصیۃ اما صلۃ اوقربۃ ولیست ھذہ واحدۃ منھما فبطلت ہاں قبور اولیاء کرام کے حفظ ونگہداشت کو جبکہ اُن کی تعظیم وتکریم کے تحفظ اور توہین وپامالی سے بچانے اور مسلمانوں کے وہاں حاضر ہوکر فیض ثواب وتبرکات پانے کے لئے ہو قربت کہنا اقرب لفقہ ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے ذلک ادنی ان یعرفن فلا یوذین درمختار میں ہے تطیین القبور لایکرہ فی المختار وقیل یکرہ وقال البزدوی لواحتیج لکتابتہ کیلا یذھب الاثر ولا یمتھن لاباس بہ عقود الدریہ میں ہے ان کان القصد بذلک التعظیم فی اعین العامۃ حتی لایحتقروا صاحب ھذا القبر الذی وضعت علیہ الثیاب ویجلب الخشوع والادب لقلوب الزائرین الغافلین کما ذکرنا من حضور روحانیتھم المبارکۃ عند قبورھم فھو امر جائز الخ اور شک نہیں کہ ہر مباح بہ نیت محمودہ محمود وقربت ہوجاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں انما الاعمال بالنیات ولکل امرئ مانوی اس صورت میں اس مرمت کیلئے تنہا بھی وقف صحیح ہوسکتا ہے لیکن یہاں جبکہ صرف مرمت قبر پر وقف نہیں بلکہ اسمیں مصارف قبر صراحۃً مذکور ہیں تو ایک مصرف جائز اگرچہ خود قربت اُن میں شامل کرنا وقف کو ناجائز نہیں کرسکتا غایت یہ کہ گویا اتنا روپیہ جسقدر کی حاجت کبھی مرمت قبر کے لئے واقع ہو مصارف خیر سے ایک مصرف جائز کے لئے مستثنٰی ہوا اور اُسمیں کچھ حرج نہیں ردالمحتار میں ہے اذا جعل اولہ علی معنیین صار کانہ استثنی ذلک من الدفع الی الفقراء کما صرحوا بہ فتاوی قاضی خاں وردالمحتار میں ہے لوقال ارضی صدقۃ علی من یحدث لی من الولد ولیس لہ ولد یصح لان قولہ صدقۃ موقوفۃ وقف علی الفقراء وذکر الولد الحادث للاستثناء بالجملہ صورت مذکورہ میں وہ وقف ضرور صحیح وجائز ولازم ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقف علی الاولاد ووقف علی النفس جائز ہیں یا نہیں اور اُن کے کیا معنی ہیں بینوا توجروا۔

الجواب

شرع مطہر میں وقف علی الاولاد ووقف علی النفس سب جائز ہے یعنی اپنی جائداد یوں وقف کرے کہ تاحیات کلیۃً خود اس سے متمتع رہوں تمام آمدنی اپنے مصارف ذاتی پر صرف کروں میرے بعد میری اولاد واولاد اولاد اولاد اُس سے بدیں تفصیل یا بحصہ مساوی (جسطرح چاہے کہے) متمتع ہوتی رہے جب نسل میں کوئی نہ رہے تو فلاں مدرسہ یا مسجد یا فقراء یا کار خیر کے لئے ہو جسطرح کہیگا اُسی طرح پابندی ہوگی اور جائداد بیع وہبہ وغیرہ انتقال کے اصلا قابل نہ رہیگی تولیت کا بھی اختیار ہے کہ اپنی حیات تک چاہے اپنے ہی نام رکھے یا اپنی اولاد کے نام اور بعد کو بھی جسطرح کی جائز شرطیں چاہے تولیت میں لگائے سب کی پابندی اُسی طرح ہوگی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

از بنارس محلہ پترکنڈہ مکان بوائن مرحومہ مرسلہ محمد مغل صاحب ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی ایک موضع میں ۴ حقیت زمینداری ہے جس سے انتفاع تخمینا مبلغ سنہ۳ روپیہ ماہوار کا ہے اور یہ اراضی ہندہ کو اپنے شوہر مرحوم سے دین مہر میں ملی ہے چونکہ ہندہ لاولد ہے اسوجہ سے اپنی جائداد مذکورہ اس طور سے وقف فی سبیل اللہ کرنا چاہتی ہے کہ جبتک وہ زندہ ہے خود متولی رہ کر اسکی آمدنی سے بطریق مناسب خیرات کرتی رہے گی بعد اُسکے مرنے کے چار شخص دیندار متدین جنکو کہ وہ نامزد کرے گی وہ لوگ متولی ہوں گے اور اُس آمدنی سے ایصال ثواب جس طریقہ سے وقف نامہ میں لکھے گی کرتے رہیں گے۔ ہندہ کی تین حقیقی بہنیں ہیں سوائے ان کے کوئی عزیز قریب نہیں ہے اور یہ ہر سہ بہنیں صاحب اولاد ہیں اور اُن کی ماہوار آمدنی

ہندہ کی آمدنی سے زیادہ ہے غرضکہ ہر سہ بہنیں محتاج نہیں ہیں۔ اکثر اشخاص یہ کہتے ہیں کہ یہ وقف از روئے شرع شریف ناقص و ناجائز ہوگا اس وجہ سے کہ حقیقی بہنیں موجود ہیں اور ہندہ پر حق العباد کا مواخذہ رہے گا، وراس کو بر د ثواب اسکا نہ ہوگا بلکہ گنہگار ہوگی کہ وہ حق تلفی کرتی ہے چونکہ ہندہ جائداد مذکورہ بالا کو ثواب و صدقہ جاریہ کے غرض سے وقف کرتی ہے پس اس صورت میں یہ وقف جائز ہوگا یا کہ ناجائز اور ہندہ وقف کرنے سے ثواب پائے گی یا حق العباد کی حق تلفی سے گنہگار ہوگی امید کہ جواب بحوالہ کتب تحریر فرمایا جائے بینوا توجروا۔

الجواب اُسے اپنی صحت میں وقف کا اختیار ہے جسطرح وقف کرے گی کل یا بعض وقف ہوجائے گی مگر نیت اگر یہ ہے کہ بہنوں کو ترکہ سے محروم کرے تو یہ اگرچہ حق العبد میں گرفتاری نہیں کہ صحت مورث میں کسی وارث کا کوئی حق اُسکے مال سے متعلق نہیں ہوتا مگر ایسی نیت ضرور مذموم و سخت شنیعہ ہے حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من فر عن میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ جو بلا وجہ شرعی اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالٰی جنت سے اُسکا حصہ قطع کردے بہنوں کا مالدار ہونا کوئی وجہ شرعی اُن کے محروم کرنے کی نہیں، راہ یہ ہے کہ یا تو وارثوں سے رضامندی سے لے وہ سچے دل سے اجازت دیدیں کہ تم اپنی جائداد مصارف خیر کے لئے وقف کردو یا وقف اہل کرے کہ وقف کا بھی ثواب پائے اور وارث بھی محروم نہ ہوں یعنی یوں وقف کرے کہ یہ جائداد میں نے اپنی زندگی بھر اپنے نفس پر وقف کی اور اپنے بعد اپنے ورثہ پر اور جب وہ اور اُس کا وارث کوئی نہ رہے تو فلاں فلاں مصارف خیر پر اس میں یہ بھی جائز ہوگا کہ جائداد میں سے جتنا چاہے اپنی حیات اور اپنے وارثوں کے حیات میں بھی مصارف خیر کے لئے معین کردے اُتنا اُن میں صرف ہوگا باقی اپنی زندگی بھر یہ لیگی اور اس کے بعد اس کے وارث۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از مدرسہ نعمانیہ دہلی مرسلہ مولوی محمد ابراہیم صاحب احمد آبادی ۲۳ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے مکان کو وقف علی الاولاد کرنا چاہتا ہے کہ اُسمیں وراثت جاری نہ ہو منشاء زید یہ ہے کہ مکان آبائی اُسیطرح قائم رہے حصہ بخرہ ہو کر خراب نہ ہو کہ ورثہ اپنے اپنے حصے بیع کردینگے اولاد ذرینہ اُسمیں رہا کرے اولاد اناث کو اگر ضرورت ہو یعنی اُن کی سسرال سے کسی ناچاقی کیوجہ سے یہاں آنا ہو تو وہ بھی رہے اور خرید و فروخت ہبہ وغیرہ کا کسیکو اختیار نہ رہے البتہ شکست و ریخت یا تعمیر جدید یا تغیر مکانیت مناسب کا ہمیشہ اختیار رہے زید کی ایک ہمشیرہ بھی ہے وہ اسوجہ سے کہ اُس کے لڑکے شاید ناراض ہوں تحریر نہیں دیتی زبانی خاص لوگوں کے روبرو اپنا معاف کرنا بیان کرتی ہے اس صورت میں زید کا وقف کرنا صحیح ہوگا یا نہیں۔

الجواب زید کو ایسے وقف کا اختیار ہے اور یہ وقف صحیح ہے اولاد ذرینہ کے سامنے ہمشیر کا کوئی حق نہیں اور ہوتا تو وقف پر کہ غیر مرض موت میں کیا جائے کسی وارث کو حق اعتراض نہیں نہ حصہ معاف کرنے کی ضرورت نہ کسی تحریر دینے کی۔ وہ یہ مضمون لکھدے کہ میں نے اپنا مکان محلہ بحدود چنیں و چناں اپنی زندگی بھر اپنے نفس پھر اپنی اولاد پھر فقرائے مسلمین اہل سنت و جماعت پر بایں شروط وقف صحیح شرعی لازم کیا (۱) اپنی حیات بھر خود اُسمیں رہونگا (۲) میرے بعد میری اولاد ذرینہ و اولاد ذرینہ و اولاد ذرینہ تا بقائے نسل اُسمیں رہیں (۳) اولاد و اولاد اولاد میں جو اناث ہوں جبتک شادی نہ ہو یا جو بیوہ ہوجائے اور وہاں ٹھکانا نہ رہے یا بوجہ ناچاقی وہاں نہ رہ سکے وہ بھی تا بقائے ضرورت اُس میں سکونت رکھے گی (۴) جب نسل میں اولاد ذکور نہ رہیں اولاد اناث کو حق ہوگا (۵) جب وہ بھی نہ رہیں مکان کرائے پر دیا جایا کرے گا اور کرایہ فقرائے مسلمین اہل سنت و جماعت مطابق عقائد علمائے حرمین شریفین پر صرف ہوا کرے گا (۶) شکست ریخت کا صرف میری زندگی میں میرے ذمہ پھر

اولاد ساکنین پھر کرایہ مکان سے ہوا کرے گا (۷) کسی وقت کسی کو اس کی بیع و ہبہ و انتقال وغیرہ کا اختیار نہ ہوگا۔ اور یہ جو مناسب ہوں شرائط لکھ کر وقف نامہ مکمل کردے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از آگرہ کٹرہ مسئولہ محمد نواب حسین کارخانہ دار کامدانی ۲ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) زید اپنی جائداد کو وقف علی الاولاد کرنا چاہتا ہے اور ایک ثلث آمدنی جائداد کا کارِ خیر میں دینا منظور ہے بعد منہائی دیگر اخراجات ضروری مرمت وغیرہ میں جو رقم باقی رہے اُسمیں سے ایک ثلث کارِ خیر میں صرف کرنا یا کل آمدنی میں سے (۲) جو رقم ثلث آمدنی کارِ خیر کے واسطے نکالی جاوے اُسمیں سے نیاز بزرگانِ دین کی و محفل میلاد شریف میں خرچ کرنا و کسی مدرسہ وغیرہ میں دینا مقصود ہے یہ جائز ہوگا اس حالت میں جدا گانہ زکوۃ کی تو ضرورت نہ رہے گی۔

الجواب (۱) یہ اُس کی زبان پر ہے اگر وقف میں یہ شرط لگائے گا کہ کل آمدنی بلا اخراج خرچ کا ثلث تو یہی واجب ہوگا اور منافع خالص کا ثلث کہے گا تو خرچ نکال کر جو بچا اُسکی تہائی اور اگر مطلق کہیگا تو حسبِ عرف منافع خالص کا ثلث سمجھا جائیگا واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) کارِ خیر میں جو کام متعین کردیگا مثلاً مسجد یا مدرسہ یا مساکین وہ ثلث اُسمیں صرف ہوسکے گا اور اگر نیاز بزرگانِ دین و محفل میلاد شریف بھی اُسی میں شامل کرے گا تو یہ بھی ہوسکے گا یہ ثلث کارِ خیر میں صرف کردینا بقیہ دو ثلث پر سے زکوۃ ساقط نہ کردیگا جبکہ اُسکے پاس حاجاتِ اصلیہ سے فارغ بقدر نصاب بچے اور سال گزرے واللہ تعالٰی اعلم۔

بَابُ المسجد

مسئلہ میمن محمد عبداللہ ابوبکر سوداگر از ورنگل بازار انتصار گنج ریاست حیدر آباد دکن ۱۲ شوال ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک چبوترہ پر عرصہ ۳۰ سال سے اذان و نماز باجماعت و جمعہ ہوا کرتی ہے اُس پر محراب و منبر بھی ہے زید کہتا ہے کہ محض چبوترہ پر نماز وغیرہ قائم ہونے سے حرمتِ مسجد نہیں ہوتی کیونکہ اس پر نہ چھت ہے نہ منارہ جو لوازمات مسجد ہیں۔ بکر کہتا ہے یہ لوازماتِ مسجد نہیں اذان و نماز پنجگانہ باجماعت و جمعہ کا قیام کافی ہے اب از روئے شرع کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب زید کا قول محض باطل و خلافِ شرع ہے مسجد کے لئے چھت منارہ دیواریں کوئی چیز لازم نہیں ایس میں تو منبر محراب موجود ہے یہ بھی نہ ہوتا تو بھی مسجدیت میں خلل نہیں، مسجد صرف اُس زمین کا نام ہے جو نماز کے لئے وقف ہو یہانتک کہ اگر کوئی شخص اپنی نری خالی زمین مسجد کو دے مسجد ہو جائیگی مسجد کا احترام اس کیلئے فرض ہو جائیگا فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے من جعل له ساحة لابناء فیها امر قوما ان یصلوا فیها بجماعة ابدا او امرهم بالصلاة مطلقا ونوی الابد صارت الساحة مسجدا کذا فی الذخیرة وهکذا فی فتاوی قاضیخان جبکہ اُس چبوترہ کا کوئی مالک و مدعی نہیں اور اُسمیں مدتوں سے نماز باجماعت ہوتی ہے جمعہ ہوتا ہے منبر ہے محراب ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کو مسجد نہ سمجھا جائے واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ از شملہ مسجد قطب خانساماں کوہ شملہ خورد مرسلہ عالم خاں ممبر و سکریٹری مسجد مذکور ملازم کوٹھی آرنا ڈیل ۴ شوال ۱۳۳۵ھ

ایک شخص قطب خانساماں نے تین مسجدیں مقام کوہ شملہ تین بازاروں میں بنوائی تھیں بازار کلاں و بازار بالوگنج و بازار چھوٹا شملہ خانساماں مرحوم نے خاص اپنی سعی و کوشش سے انگریز سے زمین بھی لی اور بنیاد بھی مسجد کی خود ہی ڈالی اور اپنے زر خاص سے مسجد کو بنوایا اور طیار ہونے پر بھی خانساماں مغفور نے اپنی حین حیات مسجد کی خدمت و خبر گیری کی اور مسجد کے ہمیشہ خرچ کے لئے کچھ جائداد بھی مسجد کے متعلق کی جو مسجد کے خرچ کو کافی ہے اب بعد گزر جانے خانساماں مرحوم کے بے انتظامی متولیان و منتظمان وقت کے سبب مسجد کے شہید ہوجانے پر اور پیشہ کے چند لوگوں نے چندہ جمع کرکے مسجد مذکور کو تعمیر کرایا اور انتظام دست بدست دیگراں رہا ثواب حق زیادہ مسجد پر پہلے بنانے والے اور اُسکے گروہ کا ہے یا بعد کے بنانے والوں کا اور اُسکے گروہ کا اور نام روشن ہونا مسجد پہ اور مسجد کی تمام چیزوں پہ کس کا ہونا چاہئے یا کسی کا بھی نہیں اور مسجد مذکور قطب خانساماں کے نام سے پکاری جاتی ہے بعد گزر جانے خانساماں مذکور کے انتظام مسجد دست بدست دیگراں رہا جو کہ منتظم یا متولی مانے جاتے رہے ہیں باین صورت ایک شخص بابو پندرہ بیس سال سے متولی یا منتظم قرار دیا ہوا تھا اور انتظام مسجد و آمدنی و خرچ سب اُسی کے سپرد تھا سو اُسکے انتظام و تولیت سے مسجد کو سراسر نقصان ہوا یہاں تک کہ مسجد مقروض بھی ہوئی اگرچہ اب نہیں ہے لیکن مسجد پہ خستگی اب بھی ظاہر ہے اور نمازیوں کو تکلیف سامان نماز سے ہمیشہ پہنچتی رہی لہذا متولی ہذا کو معزول کرکے بجائے اُسکے چند اشخاص معقول ممبر مقرر کرکے جو ایک پیشہ اور اُسی بازار کے تھے انتظام مسجد و آمدنی و خرچ اُن کے متعلق کیا گیا اب آئندہ انتظام دستور سابق کے موافق ہونا چاہئے جو متولی معزول کے وقت میں تھا اور اُسی روش پہ چلنا چاہئے یا نئے طریق سے جو مسجد کی آسودگی و نمازیوں کے آرام کی صورت ہو۔ جو کتابیں کہ اب انتظام مسجد کے حساب و کتاب کے واسطے نئی طیار ہوئیں ہیں اُن پر نام قطب خانساماں کا لکھا گیا ہے گروہ دوم کہتا ہے کہ ان پہ قطب خانساماں کا نام لکھنا شرک و بدعت ہے چونکہ پہلے نہ تھا اب کیوں لکھا گیا۔ گروہ خانساماں کہتا ہے کہ کتابوں پہ نام کا ہونا شرک و بدعت نہیں ہے پہلے کا دستور و قاعدہ جب لیں جو قواعد و طریق سابق سے مسجد کو آسودگی اور نمازیوں کو آرام پہنچا ہو۔ مسجد کی آمدنی کا روپیہ خانساماں کے گروہ کے پاس رہنا چاہئے یا گروہ دوم کے پاس اور زر مذکور زیادہ مالدار کے پاس رہے یا تھوڑے مالدار کے پاس۔

الجواب مسجد قیامت تک اصل بانی کے نام سے رہے گی اگرچہ اسکی شکست ریخت یا شہید ہوجانے کے بعد دوبارہ تعمیر اور لوگ کریں ثواب اُن کے لئے بھی ہے مگر اصل بنا بانی وقف کے واسطے خاص ہے فان اصل المسجد الارض والعمارۃ وصف ولایکون من اعاد الوصف کمن احدث الاصل کتابوں پر خانساماں کا نام لکھا جانا مناسب نہیں بلکہ بہتر ہے اور اُسے شرک و بدعت کہنا بدعت ہے اسعاف پھر ردالمحتار میں ہے من قصد الواقف نسبۃ الوقف الیہ وذلک فیما ذکرنا متولی مسجد بھی جبتک خانساماں کی اولاد یا کنبہ والوں میں کوئی شخص اُسکا اہل پایا جائے اور لوگوں میں سے نہ کیا جائیگا درمختار میں ہے مادام احد یصلح التولیۃ من اقارب الواقف لایجعل المتولی من الاجانب لانہ اشفق ومن قصدہ نسبۃ الوقف الیھم مسجد کا روپیہ اُسی متولی کے اختیار میں رہیگا اُسکے لئے دیانتدار کارگزار ہونا شرط ہے مالدار ہونا ضرور نہیں مالداروں کی سپردگی میں جبکہ مسجد کی بے انتظامی اور نمازیوں کو تکلیف رہی تو اُس انتظام کا بدلنا اور ہوشیار دیانتدار پرہیزگار مسلمانوں کی نگرانی میں دینا فرض تھا درمختار میں ہے ینزع وجوبا بزازیۃ لو الواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مامون او عاجزا او ظھر بہ فسق کشرب خمر ونحوہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از رامپور بیلا تالاب مسجد شاہ درگاہی صاحب مرسلہ مولوی عبدالقادر صاحب بنگالی ۵ صفر ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جگہ ایک مسجد چھپر کی تھی اب ایک شخص نے اُسکو توڑ کر اپنے پاس سے روپیہ دیکے اُسی جگہ میں ٹین کر دیا اب توڑا ہوا چھپر کو فروخت کرنا برائے خرچ مسجد کے یا بیٹھک خانہ بنانا درست ہے یا نہیں اور اگر بیٹھک خانہ بنانا درست ہے تو از روئے شرع شریف کے کس صورت پر جائز ہوگا فقط بینوا توجروا۔

الجواب حاکم اسلام اور جہاں وہ نہ ہو تو متولی مسجد واہل محلہ کو جائز ہے کہ وہ چھپر کہ اب حاجت مسجد سے فارغ ہے کسی مسلمان کے ہاتھ مناسب داموں کو بیچ ڈالیں اور خریدنے والا مسلمان اُسے اپنے مکان نشست یا باورچیخانے یا ایسے ہی کسی مکان پر جہاں بے تعظیمی نہ ہو ڈال سکتا ہے پاخانہ وغیرہ مواضع بیحرمتی پر نہ ڈالنا چاہئے کہ علماء نے اُس کوڑے کی بھی تعظیم کا حکم دیا ہے جو مسجد سے جھاڑ کر پھینکا جاتا ہے جواہر الاخلاطی وفتاوٰی ہندیہ میں ہے حشیش المسجد اذا کان لہ قیمۃ فلاھل المسجد ان یبیعوہ وان رفعوا الی الحاکم فھو احب ثم یبیعوہ بامرہ ھو المختار فتاوٰی خانیہ میں ہے قد ذکر ناان الصحیح من الجواب ان بیعھم بغیر امر القاضی لایصح الاان یکون فی موضع لاقاضی ھناک درمختار میں قبیل باب المیاہ ہے حشیش المسجد وکناستہ لایلقی فی موضع یخل بالتعظیم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ غرہ شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بارش کے دن مسجد میں بیٹھ کر وضو کرنا اس طرح پر کہ غسالہ صحن مسجد میں گرے جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو مع الکراہت یا بلاکراہت بینوا توجروا

الجواب صحن مسجد مسجد ہے کما حققناہ فی فتاونا بمالا مزید علیہ اور مسجد میں وضو حرام۔ واستثناء موضع اعد لذلک لا یصلی فیہ معناہ اذا کان الاعداد من الواقف قبل تمام المسجدیۃ اما بعدہ فلا یمکن منہ الواقف نفسہ فضلا عن غیرہ کما حققناہ فیما علی ردالمحتار علقناہ واذا کان ذلک کذلک لم یکن الثنیا الاصوریا منقطعا کما لایخفی یہاں تک کہ غیر معتکف کو اسکی بھی اجازت نہیں کہ مسجد میں بیٹھکر کسی برتن میں اسطرح وضو کرلے کہ مارستعمل برتن ہی میں گرے ہاں صرف معتکف کو اس صورت کی رخصت دی گئی ہے بشرطیکہ کوئی بوند برتن سے باہر نہ جائے درمختار میں ہے یحرم فیہ (ای فی المسجد) الوضوء الافیما اعد لذلک اشباہ میں ہے تکرہ المضمضۃ والوضوء فیہ الا ان یکون ثمہ موضع اعد لذلک لایصلی فیہ اوفی اناء غمز العیون میں ہے فی البدائع یکرہ التوضی فی المسجد لانہ مستقذر طبعا فیجب تنزیہ المسجد عنہ کما یجب تنزیھہ عن المخاط والبلغم اُسی میں ہے **قولہ** اوفی اناء **اقول** ھذا لیس علی العموم بل فی المعتکف فقط بشرط عدم تلویث المسجد بحرالرائق باب الاعتکاف میں ہے فی البدائع وان غسل المعتکف رأسہ فی المسجد فلا باس بہ اذا لم یلوث بالماء المستعمل فان کان بحیث یتلوث المسجد یمنع منہ لان تنظیف المسجد واجب ولو توضأ فی المسجد فی اناء فھو علی ھذا التفصیل انتھی بخلاف غیر المعتکف فانہ یکرہ لہ التوضی فی المسجد ولا فی اناء الا ان یکون موضعا اتخذ لذلک لایصلی فیہ اھ تو اگر خروج ممکن ہے مثلا بارش خفیف ہے یا چھتری وغیرہ آلات حفاظت پاس ہیں اور باہر نکلنے سے معذور نہیں تو واجب ہے کہ باہر ہی وضو کرے اور اگر عذر قوی قابل قبول ہے تو اگر کوئی برتن وغیرہ میسر ہے جس میں بلا تلویث مسجد وضو کرسکے جب بھی صحن میں وضو حرام ہے بلکہ چاہئے کہ اعتکاف کی نیت کرلے اور برتن میں اسطرح

وضو کرے کہ باہر چھینٹ نہ پڑے یا جو تدبیر ممکن ہو۔ ایک سال اعتکاف میں شب کے وقت بارش بشدت تمام ہو رہی تھی اور کوئی برتن اس اطمینان کا نہ تھا کہ وضو کرتے میں پانی قطرہ قطرہ سب اُسی میں جائے جاڑے کا موسم تھا فقیر نے توشک پر چادر چند تہہ کرکے رکھی اور اُس پر وضو کیا کہ سب پانی چادر ہی میں رہا غرض جو طریقہ تحفظ مسجد کا ممکن ہو بجالائے ورنہ بمجبوری بضرورت در میں بیٹھ کر اسطرح وضو کرے کہ خود سائے میں رہے اور پانی تمام وکمال موقع آب دمجرائے بارش میں گرے کہ ساتھ ہی مینھ اُسے بہا لیجائے لان من قواعد الشرع ان الضرورات تبیح المحظورات وقد قال تعالٰی ماجعل علیکم فی الدین من حرج وقد رخصت الشریعۃ لعذر المطر فی ترک الجماعۃ وحضور المسجد مع وجوبھما علی المعتمد کما حققناہ فی رسالۃ لنا فی حکم الجماعۃ بل فی ترک الجمعۃ مع انھا فریضۃ قطعیۃ اجماعیۃ تنویر الابصار میں ہے لاتجب (یعنی الجماعۃ) علی من حال بینہ وبینھا مطر وطین وبرد شدید ردالمحتار میں ہے اشار بالحیلولۃ الی ان المراد المطر الکثیر کما قیدہ بہ فی صلاۃ الجمعۃ وکذا الطین درمختار میں ہے شرط لافتراضھا (ای الجمعۃ) بلوغ وعقل عدم مطر شدید ووحل وثلج ونحوھا اھ ملتقطا وذلک ان اللہ رؤف بالعباد والحمد للہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں حدث کرنا جائز ہے یا نہیں اور معتکف کو حدث کرنا مسجد میں جائز ہے یا نہیں اور کوئی طالب العلم باوجود حجرہ ہونے کے مسجد میں کتب بینی کرے اور حدث بھی کرے تو اب اس صورت میں مسجد میں بیٹھنا افضل ہے یا حجرہ میں اور جو صاحب اسکو تسلیم نہ کریں ان کو کیا حکم ہے شریعت کا۔ بینوا توجروا۔

الجواب مسجد میں حدث یعنی اخراج ریح غیر معتکف کو مکروہ ہے اُسے چاہئے کہ ایسے وقت مسجد سے باہر ہوجائے پھر چلا آئے طالب علم کو مسجد میں کتب بینی کی اجازت ہے جبکہ نمازیوں کا حرج نہ ہو اور اخراج ریح کی حاجت نادر ہو تو اٹھ کر باہر چلا جائے ورنہ سب سے بہتر یہ علاج ہے کہ بہ نیت اعتکاف مسجد میں بیٹھے اور کتاب دیکھے جبکہ کتاب علم دین کی ہو یا اُن علوم کی جو علم دین کے آلہ ہیں اور یہ اسی نیت سے اُسے پڑھتا ہو جو شخص غیر معتکف کو اخراج ریح مسجد میں خلاف ادب نہیں جانتا غلطی پر ہے اُسے سمجھا دیا جائے۔ یہ طریقہ اعتکاف کہ اوپر بیان ہوا اُسکے لئے ہو جس کی ریح میں وہ بو نہ ہو جس سے ہوائے مسجد پر اثر پڑے بعض لوگوں کی ریح میں خلقی بوئے شدید ہوتی ہے بعض کو بوجہ سوئے ہضم وغیرہا عارضی طور پر یہ بات ہوجاتی ہے ایسوں کو ایسے وقت میں مسجد میں بیٹھنا ہی جائز نہیں کہ بوئے بد سے مسجد کا بچانا واجب ہے وان الملئکۃ تتاذی بما یتاذی بہ بنوادم جس بات سے آدمیوں کو اذیت پہنچتی ہے اُس سے فرشتے بھی اذیت پاتے ہیں قالہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ منشی عبدالصبور صاحب ۲۹ صفر مظفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک مسجد زید کے آباواجداد کی تعمیر ہے اور اسی بناپر زید اپنے کو متولی مسجد مذکور قرار دیتا ہے۔ یہ مسجد ویران رہتی تھی متولی ضروریات واقعی کا خبرگیراں نہیں ہوتا تھا اہل محلہ نے مرمت شکست ریخت کے واسطے متولی سے کہا کچھ بندوبست نہیں کیا تو اہل محلہ نے تعمیر شروع کرادی مسجد میں نماز وجماعت ہونے لگی تعمیر ناتمام تھی کہ متولی نے روکا کہ جب ہم کو مقدرت ہوگی خود بنوادیں گے تعمیر ناتمام رہی اس

مسجد میں کنواں بھی نہیں متصل شارع عام کے کوئیں سے کہ ہر کس ناکس پانی بھرتا ہے مسجد میں پانی آتا ہے ہنود کی بے احتیاطی دیکھ کر اب اہل محلہ کا قصد ہے کہ مسجد میں ہی کنواں تعمیر ہوجائے اور ایک حجرہ بھی سکونت جاروب کش ومؤذن کے واسطے تعمیر ہوجائے مگر متولی مانع ہوتا ہے کہ اور کوئی نہ بنوائے جب ہم کو استطاعت ہوگی خود بنوا دینگے ایسی حالت میں تولیت تعمیر کا حق متولی کو شرعاً حاصل ہے یا نہیں اور تعمیر سابق بدون اجازت متولی جائز ہوئی یا نہیں اور ممانعت متولی باطل تھی یا صحیح اب بدون اجازت اہل محلہ تعمیر کراسکتے ہیں یا نہیں اور متولی مذکور پابند صوم وصلوٰۃ بھی نہیں ہے اور تعمیر ضروریات میں مانع ومزاحم ہوتا ہے شرعاً متولی رہ سکتا ہے یا تولیت سے معزول ہوسکتا ہے بینوا توجروا۔

الجواب صورت مستفسرہ میں واقعی متولی کو بھی ہرگز حق نہ تھا کہ تعمیر مسجد سے اہل محلہ کو روکتا نہ کہ یہ شخص جو صرف اس بنا پر کہ مسجد اُسکے بزرگوں کی تعمیر ہے اپنے آپکو متولی ٹھہراتا ہے۔ تعمیر سابق کہ مسلمانان اہل محلہ نے بے اجازت شخص مذکور کی ضرور جائز ہوئی کہ وہ باجازت قرآن عظیم ہے اللہ عزوجل کی اجازت کے بعد زید وعمرو کی اجازت وعدم اجازت کیا چیز ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے انما یعمر مسٰجد اللّٰہ من اٰمن باللّٰہ والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللّٰہ خدا کی مسجدیں وہی عمارت کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز برپا رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں من بنی للّٰہ مسجدا بنی اللّٰہ لہ بیتا فی الجنۃ جو اللہ کے لئے مسجد بنائے اللہ عزوجل اُس کے لئے جنت میں مکان تعمیر فرمائے۔ شخص مذکور کی ممانعت محض باطل ونامسموع تھی اب بھی اہل محلہ بے اُسکی اجازت کے تعمیر کرسکتے ہیں درمختار میں ہے اراد اھل المحلۃ نقض المسجد وبناءہ احکم من الاول ان البانی من اھل المحلۃ لھم ذٰلک والالا بزازیہ فتاوٰی امام قاضیخاں پھر ردالمحتار میں ہے لیس لورثتہ منعھم من نقضہ والزیادۃ فیہ ولاھل المحلۃ تحویل باب المسجد محیط امام سرخسی پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے رجل بنی مسجدا ثم مات فاراد اھل المسجد ان ینقضوہ ویزیدوا فیہ فلھم ذٰلک ولیس لورثۃ المیت منعھم شخص مذکور جبکہ ضروریات مسجد کا خبرگیراں نہیں ہوتا اور اہل محلہ کی درخواست پر بھی درستی مسجد کا کچھ بندوبست نہ کیا اور جب اہل محلہ نے تعمیر شروع کی اور مسجد میں نماز وجماعت ہونے لگی تو روکنے کو آموجود ہوا اور وہ روکنا بھی یوں نہیں کہ آپ تعمیر کرنا شروع کرتا بلکہ نرا وعدہ کہ ہم بنوا دینگے اور وعدہ بھی کیسا محض موہوم کہ جب ہمیں مقدرت ہوگی بنوائیں گے تو ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ شخص مذکور آبادی وعمارت مسجد میں خلل انداز ہے اور وہ ضرور مناع للخیر معتد اثیم میں داخل ہے آپ تعمیر نہ کرتا ہے نہ کرسکتا ہے کہ خود اپنی مقدرت سے انکار رکھتا ہے اور مسلمانوں نے جو تعمیر کی جس سے نماز وجماعت ہونے لگی اُسے روکتا ہے تو صاف ویرانی مسجد کا خواستگار اور ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا کی وعید شدید کا سزاوار ہے۔ شخص مذکور کو اگر متولی فرض بھی کرلیں تو اور مسلمانان محلہ کی تعمیر میں اُسکی کوئی اہانت نہیں نہ ہرگز شرع مطہر میں متولی کو حق دیا گیا ہے کہ بوعدۂ موہومہ مقدرت آپ تعمیر کرنے کے لئے مسجد کو خراب رکھے اہل محلہ کو تعمیر سے روکے۔ فرض کیجئے اُسے مقدرت کبھی نہ ہوئی تو کیا ہمیشہ مسجد ویران رکھیں یا اُسے استطاعت دس برس یا دس مہینے یا دس دن ہی بعد ہوگی تو کونسی شریعت نے فرض کیا ہے کہ اُسکی مقدرت کا انتظار کرو اور اتنی مدت مسجد خراب رکھو۔ جو شخص دعوٰی کرتا ہے کہ بسبب وعدہ اور لوگوں کو اُس کے طیار کرانے کا انتظار کرنا ہوگا اگر اپنی ہوائے نفس کا حکم دیتا ہے تو مسلمانوں پر اُس کا اتباع نہیں اور اگر اسے شرع مطہر کا حکم ٹھہراتا ہے تو صراحۃً شریعت غرا پر افترا کرتا ہے شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں کہیں نہیں کہ ایسے مہمل وعدوں کا انتظار مسلمانوں کو کرنا ہوگا انتظار انتظار

میں مسجد کو خراب رکھنا ہوگا مسجد متولی یا اُسکے بزرگوں کی ملک نہیں قال اللہ تعالٰی وان المسٰجد للہ فرضی یا واقعی متولی کو کیا حق حاصل ہے کہ مسلمانوں کو اپنے وعدۂ فردا کے انتظار پر مجبور کرے اور تاتریاق از عراق کے لئے مسجد کو خراب رکھے ایسے انتظار کا فتوٰی دینا صریح جہالت و ضلالت ہے خصوصاً جبکہ مسلمان آنکھوں دیکھ چکے کہ وہ ضروریات مسجد کی خبرگیری نہیں کرتا اور باوصف درخواست اُس نے کچھ پرواہ نہ کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لایلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین اور اگر بفرض باطل تسلیم بھی کرلیں کہ اوروں کی تعمیر میں بخیال عوام اسکی کوئی اہانت ہے تو بیت اللہ کی اہانت و خرابی سے اُسکی یہ نفسانی اہانت آسان تر ہے۔ بھلا متولی تو متولی، علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اگر خود اصل بانی مسجد اور اہل محلہ میں دربارۂ امام و مؤذن نزاع ہو اور جسے اہل محلہ چاہیں وہ زیادہ مناسب ہو تو اصل بانی کے اختیار پر اہل محلہ ہی کے اختیار کو ترجیح دیجائے گی اشباہ والنظائر میں ہے ان تنازعوا فی نصب الامام والمؤذن مع اھل المحلۃ ان کان ما اختارہ اھل المحلۃ اولٰی من الذی اختارہ البانی فما اختارہ اھل المحلۃ اولٰی جب اصل واقف پر اہل محلہ کو صرف اس وجہ سے کہ ان کا پسند کردہ زیادہ مناسب ہے شرع مطہر نے ترجیح عطا فرمائی تو یہاں کہ آبادی و ویرانی کا اختلاف ہے اور شخص مذکور خود واقف بھی نہیں اور خود عمارت کرتا بھی نہیں کرے وعدہ ہی پر ٹالتا ہے اور وہ وعدہ بھی ایک غیبی بات پر موقوف کہ خدا جانے ہوئی یا نہ ہوئی کیونکر اہل محلہ کی کارروائی کے آگے جو سراسر نافع مسجد ہے کوئی چیز ٹھہر سکتی ہے۔ اور جب اُس ترجیح اہل محلہ میں خود واقف کی اہانت نہ تھی یا فرضاً ہو تو شرع مطہر نے اصلاً اس پر لحاظ نہ فرمایا اور محض ایک انسب بات کے لئے اہل محلہ ہی کو ترجیح بخشی تو یہاں اس غیر واقف کی اہانت کیا ہوگی یا ہو تو اُس پر شرع کیا لحاظ فرمائے گی ایسے بیہودہ مخیلات کو مدار فتوٰی قرار دینا سخت عامیانہ سفاہت ہے جس کے لئے شرع الٰہی میں اصلاً اصل نہیں۔ معہذا ظاہر ہے کہ اہل محلہ کا مقصود آبادی مسجد ہے نہ اُس شخص کی اہانت ولہذا پہلے خود اُسی سے درخواست کی جب اُس نے کان نہ رکھا مجبوراً نہ خود عمارت شروع کی تو اہل محلہ کی یہ غرض ٹھہرا لینی کہ شخص مذکور کو ذلت پہنچے کس قدر شدید سوئے ظن و جہالت ہے کیا وہ اس قول رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ لاینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم کے مستحق نہیں کیا صحیح حدیث میں ارشاد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث کا مخالف فاسق نہیں؟ ضرور ہے۔ اور شخص مذکور جبکہ تعمیر ضروریات کا مانع و مزاحم ہے تو بدخواہی مسجد کے سبب اگر متولی بھی ہوتا اُسکا معزول کرنا واجب تھا نہ کہ فقط اولاد بانی سے ہونا کہ ہرگز موجب تولیت نہیں کما لایخفٰی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از میرٹھ کوٹھی اتانش غیر نگر دروازہ مرسلہ ولایت اللہ خاں ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۲۲ھ

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وقت میں مسجدوں کے اوپر مینار اور برج نہیں تھے اب کیونکر بنائے جاتے ہیں؟

الجواب واقعی زمانہ اقدس حضور سرور عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں مساجد کے لئے برج کنگرے اور اسطرح کے منارے جن کو لوگ مینار کہتے ہیں ہرگز نہ تھے بلکہ زمانۂ اقدس میں پکے ستون نہ پکی چھت نہ پکا فرش نہ گچکاری یہ امور اصلاً نہ تھے کما فی صحیح البخاری فی ذکر مسجدہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلکہ حدیث میں ہے ابنوا المساجد واتخذوھا جما مسجدیں بناؤ اور انھیں بے کنگرہ رکھو رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ والبیھقی فی السنن عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم دوسری حدیث ہے ابنوا مساجدکم جما وابنوا مدائنکم مشرفۃ اپنی مسجدیں مُنڈی بناؤ اور اپنے شہر کنگرہ دار رواہ ابن ابی شیبۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلے اللہ

تعالی علیہ وسلم مگر تغیر زمانہ سے جبکہ قلوب عوام تعظیم باطن پر تنبہ کے لئے تعظیم ظاہر کے محتاج ہوگئے اس قسم کے امور علما و عامہ مسلمین نے مستحسن رکھے اسی قبیل سے ہے قرآن عظیم پر سونا چڑھانا کہ صدر اول میں نہ تھا اور اب بہ نیت تعظیم و احترام قرآن مجید مستحب ہے یونہی مسجد میں گچکاری اور سونے کا کام و ما رأہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن درمختار میں ہے جاز تحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش المسجد تبیین الحقائق میں ہے لایکرہ نقش المسجد بالجص وماء الذھب عالمگیری میں ہے لاباس بنقش المسجد بالجص والساج وماء الذھب والصرف الی الفقراء افضل کذا فی السراجیۃ وعلیہ الفتوی کذا فی المضمرات وھکذا فی المحیط اور ان میں ایک منفعت یہ بھی ہے کہ مسافر یا ناواقف منارے کنگرے دور سے دیکھ کر پہچان لیگا کہ یہاں مسجد ہے تو اسمیں مسجد کے طرف مسلمانوں کو ارشاد و ہدایت اور امر دین میں اُن کی امداد و اعانت ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے تعاونوا علے البر والتقوی تیسری منفعت جلیلہ یہ ہے کہ یہاں کفار کی کثرت ہے اگر مسجدیں سادی گھروں کی طرح ہوں تو ممکن ہے کہ ہمسایہ کے ہنود بعض مساجد پر گھر اور مملوک ہونے کا دعوی کردیں اور جھوٹی گواہیوں سے جیت لیں بخلاف اس صورت کے کہ یہ ہئیات خود بتلائے گی کہ یہ مسجد ہے تو اسمیں مسجد کی حفاظت اور اعدا سے اُسکی صیانت ہے وباللہ التوفیق واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ از ملک بنگالہ ضلع نواکھالی ڈاک خانہ قاضی ہاٹ متصل بختیار منشی کے بازار مرسلہ مولوی عبدالعلی صاحب ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی ہندو مشرک زمیندار نے اپنی زمین میں نماز پنجگانہ وجمعہ کے لئے ایک مسجد بنادیوے یا مسلمان کی بنائی ہوئی مسجد کو درست یا پختہ کردے یا از روئے حیلہ کے دوسو یا چارسو کسی شخص کو مسجد بنوانے کی نیت سے دیوے وہ شخص زر دادہ سے مسجد بنادے شرعا اسمیں نماز پڑھنا درست ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب اگر اس نے مسجد بنوانے کی صرف نیت سے مسلمان کو روپیہ دیا یا روپیہ دیتے وقت صراحۃً کہہ بھی دیا کہ اس سے مسجد بنوادو مسلمان نے ایسا ہی کیا تو وہ مسجد ضرور مسجد ہوگئی اور اسمیں نماز پڑھنی درست ہے لانہ انما یکون اذنا للمسلم بشراء الآلات للمسجد بمالہ ویجیر دھذا الایصیر وکیلا وان فرض التوکیل فحیث لم یعین جنس المشتری لایقع الشراء الا للمسلم لان الجھالۃ الفاحشۃ تبطل الوکالۃ فی الدر المختار الاصل انھا ای الوکالۃ ان جھلت جھالۃ فاحشۃ وھی جھالۃ الجنس کدابۃ بطلت اھ ومعلوم ان الشراء متی وجد نفاذا علے المشتری نفذ علیہ فعلی کل کانت الآلات ملک المسلم وقد جعلھا مسجدا فصح یونہی مسجد قدیم کی درستی و مرمت اگر کافر کرے تو اُسکی مسجدیت میں نقصان نہ آئے گا لان المسجد اذا تم مسجدا لایعود غیر مسجد ابدا اسیطرح کچی مسجد کو اگر پکی کرادے فرش اور دیواریں پختہ بنوادے جب بھی اس کی مسجدیت میں حرج نہیں اور اُسمیں نماز درست ہے کہ یہ دیواریں اگرچہ ملک کافر رہیں گی کہ وہ مسجد کے لئے وقف کرنے کا اہل نہیں مگر دیواریں حقیقت مسجد میں داخل نہیں حتی لو لم تکن اور فعت لم یتطرق الی المسجد خلل الاتری ان المسجد الحرام لاجدران فیہ اصلا وان بناء الکعبۃ لو رفع کما وقع فی زمن سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالی عنہما لصحۃ الصلاۃ الیھا کما نصوا علیہ یونہی مسالہ کہ فرش پختہ کرنے کو ڈالا چٹائی کی طرح ایک شئے زائد ہے اور جواز نماز یوں کہ اگرچہ وہ مسالہ ملک کافر پر رہے گا مگر اُس پر نماز اُسکے اذن سے ہے فکان کالصلاۃ فی ارض الکافر باذنہ بل اولی ہاں ایسی چیز کا قبول کرنا مسلمانوں کو نہ چاہئے کہ مسجد کو ملک کافر سے آلودہ کرنا ہے وقد قال رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم انا لانستعین بمشرک اور اس میں یہ بھی قباحت ہے کہ جب وہ فرش ملک کافر پر

باقی ہے تو اگر کسی وقت وہ یا اُسکے بعد اس کا وارث اُس پر نماز سے منع کردے تو نماز ناجائز ہوجائے گی جبتک فرش کھود کر زمین صاف نہ کرلیں یہی پہلی صورت کہ مشرک اپنی زمین میں مسجد بنوادے اگر مشرک نے وہ زمین کسی مسلمان کو ہبہ کردی اور مسلمان نے مسجد بنوائی تو جائز ہے اور اُس میں نماز مسجد میں نماز مسجد میں نماز ہے اور اگر بے تملیک مسلم اپنی ہی ملک رکھ کر مسجد بنوائی تو وہ مسجد شرعاً مسجد نہ ہوئی لان الکافر لیس اھل وقف المسجد فی جواھر الاخلاطی جعل ذمی دارہ مسجد اللمسلمین وبناہ کما بنی المسلمون واذن لھم بالصلاۃ فیہ فصلوا فیہ ثم مات یصیر میراثا لورثتہ وھذا اقول الکل اُسمیں نماز ایک کافر کے گھر میں نماز ہے جس پر نماز مسجد کا ہرگز ثواب نہیں مگر جبکہ اُسکے اذن سے ہے نماز درست ہے اگر منع کردیگا تو اب اجازت نہ رہے گی اور زمین غصب میں نماز کی طرح مکروہ ہوگی للتصرف فی ملک الغیر بغیر اذنہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از کانپور مرسلہ مولوی عبید اللہ صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ ہندہ نے اپنے شوہر سے علٰحدگی اختیار کرکے کسب ناجائز اختیار کرلیا اور مال میں ہزار یا نسو کی تجارت بھی کرتی رہی چنانچہ اس نے اسی مال سے چند دن میں متعدد مکان وغیرہ بھی خرید کئے اور وہ مال اسکے پاس کچھ بطور حلال حاصل ہوا تھا اور کچھ بطور حرام لیکن یہ امر کہ مال حلال کسقدر تھا اور مال حرام کس قدر کچھ معلوم نہیں خلاصہ یہ کہ وہ مال اسکے پاس مخلوط تھا۔ اسکے بعد اس مال کی وارث اس کی ماں بنی۔ ہندہ کی ماں نے محض اپنی رائے سے ایک مسجد کی تعمیر کی اب اس مسجد میں لوگ نماز پڑھنے سے پرہیز کرتے ہیں پس یہ فرمایا جائے کہ ایسی مسجد کو حکم مسجد کا دیں گے یا نہیں اور یہ وقف شرعاً صحیح ہے یا نہیں اور یہ بھی ارشاد ہو کہ مال مخلوط وراثۃ اگر شخص کو نہ ملا ہو بلکہ خود اسکے پاس مخلوط اپنا ذاتی ہو جیسا آج زمانے میں بکثرت لوگوں کے پاس ہے اگر ایسے مال سے مسجد بنوائی جائے تو کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب مال مخلوط کہ مورث وجوہ مختلفہ سے جمع کرے اور وارث کو اُسکی کچھ تفصیل کا پتہ نہیں چل سکا کہ کتنا حلال ہے کتنا حرام ہے جو حرام ہے کس کس سے لیا ہے تو امر مجہول کا مطالبہ اُس سے نہیں ہوسکتا ایسی ہی جگہ ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ الحرمۃ لا تتعدی بیان المسئلۃ فی الدر المختار ورد المحتار وغیرھما من الاسفار تو مسجد مذکور ضرور مسجد ہے اور اسکا وقف صحیح اور اُسمیں نماز جائز۔ اور اگر خود اپنا روپیہ مخلوط بلکہ حرام ہو اور اُس سے مسجد یوں بنائے کہ زمین وخشت وغیرہا آلات کی خریداری میں زر حرام پر عقد ونقد جمع نہ ہو تو مذہب امام کرخی پر کہ اب وہی مفتی بہ ہے ان خریدی ہوئی اشیاء میں خباثت اثر نہ کرے گی بل استحسن فی الطریقۃ المحمدیۃ الافتاء بما اوسع من ھذا وھوان الخبث لایسری فی الابدال مطلقا اذا کان ذٰلک فیما لایتعین فی البیع کالدراھم والدنانیر حرام پر عقد کے یہ معنی کہ زر حرام دکھا کر کہے اس کے عوض فلاں شے دیدے اور نقد کے یہ معنی کہ پھر زر حرام ہی اُسکے معاوضہ میں دے اور اگر مطلقاً بغیر روپیہ دکھلائے کوئی چیز خریدے اور پھر زر حرام عوض میں دیا تو یہ دینا اگرچہ اسے حرام تھا لانہ فیہ باداءہ الی من کان لہ وان لم یبق ھو ولا وارثہ اولم یعرف فالتصدق وھذا اعدل عنھما فلا یجوز بلکہ بائع کو بھی لینا حرام تھا جبکہ اُسے معلوم ہو کہ یہ روپیہ عین حرام اور اسکے پاس بلا ملک ہے جیسے غصب ورشوت واجرتِ زنا وغیرہ کا روپیہ مگر جبکہ حرام پر عقد نہ ہوا فرد مطلق پر ہوا خریدی ہوئی شے میں خبث نہ آیا یوہیں اگر زر حرام دکھا کر کہا اسکے عوض فلاں شے دیدے جب اس نے دی اس نے وہ روپیہ ثمن میں نہ دیا بلکہ زر حلال دیا تو اب

اگرچہ عقد حرام پر ہوا مگر نقد اُس کا نہ ہوا ان دونوں صورتوں میں مذہب مفتی بہ پر ابدال یعنی خریدی ہوئی چیزیں حلال رہتی ہیں اور ظاہر ہے کہ یہاں عام خریداریاں اُسی صورت اولٰی پر ہوتی ہیں کہ حرام پر عقد نہیں ہوتا اور اگر بالفرض بعض آلات پر اتفاقاً ایسا ہوا ہو تو اسکا حال معلوم نہیں وقد قال فی الاصل بہ ناخذ مالم نعرف شیأ حراما بعینہ تو ایسی مساجد کی مسجدیت اور ان میں نماز کی صحت میں شک نہیں وقد فصلنا المسألۃ فی فتاوٰنا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر کہنہ ۲۳ محرم شریف ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چھوٹی مسجد کو مسلمانوں نے بڑھایا جو زمین اندر آئی اُسمیں ایک محراب ہوتی ہے کسی حساب سے پانچ در نہیں ہوسکتے نہ تو زمین زیادہ ہے کہ دو در بن کر پانچ ہوجائیں نہ اتنا روپیہ کہ سامنے کی محرابیں توڑ کر اس زمین کو شامل کرکے تین در بنائے جائیں اب اگر ایک در طیار ہوجائے اور سب مل کر چار در ہوجائیں تو کسی طرح کا نماز میں فتور آئیگا یا نہیں شرع شریف نے کیا اجازت دی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب اتنا ضرور ہے کہ طاق عدد اللہ عزوجل کو محبوب ہے ان اللہ وتر یحب الوتر اور یہاں عام مسلمانوں میں مسجد کے در طاق ہی رکھنے کا رواج ہے وقد نص العلماء ان الخروج عن العادۃ شہرۃ ومکروہ تو جہاں تک ممکن ہو مخالفت عادت مسلمین سے احتراز کریں اور ناممکن ہو تو کوئی حرج اور نماز میں تو کسی طرح دروں کے طاق یا جفت ہونے سے کوئی فضیلت یا فتور اصلاً نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴ صفر ۱۳۲۳ھ مرسلہ عنایت حسین

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع میں ایک مسجد چھوٹی ہے اور ایک جانب اس کے قبرستان ہے دو جانب تالاب ہے اور ایک جانب راستہ ہے اور مرمت طلب ہے ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ میں ایک مسجد بناؤں مگر شرط یہ ہے کہ اس مسجد سے بڑی ہو اور اُس میں حجرہ وغیرہ اور وہیں چاہ بھی ہو اور پیش امام اور مؤذن کے واسطے بھی انتظام جائداد سے کردیا جائے اور یہ جو مسجد ہے اُسکے آس پاس بڑھانے کی گنجائش نہیں ہے اگر دوسری مسجد اس موضع میں تعمیر ہوئی تو یہ مسجد ویران ہوجائیگی اس میں کوئی نمازی نماز کے واسطے نہیں آئیگا اس وجہ سے کہ اس مسجد میں کوئی امام نہیں ہے اور نمازی بھی ایسے نہیں کہ اس میں امامت کرکے جماعت کرلیں ایسی حالت میں مسجد تعمیر کرنا چاہئے یا نہیں اور یہ مسجد شہید کرکے اینٹ وغیرہ اس مسجد کی اُس مسجد میں لگائیں یا کیا کریں۔

الجواب مسجد بنانا باعث اجر عظیم ہے جسطرح ممکن ہو کوشش کیجائے وہ مسجد بھی آباد رہے اور یہ بھی آباد ہو ثواب لینا چاہتا ہے تو اُسکے لئے بھی امام مقرر کرے اگر کسی طرح یہ ممکن ہو بلکہ معلوم ہو کہ اس مسجد کا بننا اُسے ویران کردے گا تو ہرگز نہ بنائے کہ مسجد کا ویران کرنا حرام قطعی ہے اور اُسے شہید کرنا حرام قطعی اور آباد مسجد کی اینٹ وغیرہ دوسری مسجد میں لگادینا حرام قطعی قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بدایون ۲۰ صفر ۱۳۲۳ھ

زید نے قبرستان قدیم اہل اسلام کو پاٹ کر اُن قبروں کی چھت پر مسجد بنانا اور اُسکو ایک مسجد قدیم کے صحن میں داخل کرنے کا قصد کیا ہے

اور دروازہ قدیم مسجد کو بھی پاٹ کر اسکے نیچے دکان یا حجرہ بنانا اور چھت کو مسجد کرنا چاہتا ہے ایا شرعاً زید کو یہ منصب ہے اور یہ سقف فوق مسجد ہوجائے گی اور مصلی کو ثواب مسجد ملیگا یا نہیں۔ بینوا توجروا عند اللہ تعالٰی

الجواب دروازہ پاٹ کر اُسکے نیچے دکان بنانا ہرگز جائز نہیں علمگیری میں ہے قیم المسجد لایجوز لہ ان یبنی حوانیت فی حد المسجد اوفی فنائہ اور حجرہ بنانے کی اجازت ہے جبکہ زمین مسجد سے اُسمیں کچھ نہ لیا جائے نہ مسجد پر راہ وغیرہ کسی امر کی تنگی لازم آئے اور یہ تغیر دروازہ کرنے والے خود اہل محلہ ہوں یا اُن کے اذن سے ہو فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے لاھل المحلۃ تحویل باب المسجد اور اس صورت میں حجرہ کی چھت مسجد ہوجائے گی جبکہ برضائے اہل محلہ ہے خلاصہ میں ہے ارض وقف علی مسجد والارض بجنب ذٰلک المسجد وارادوا ان یزیدوا فی المسجد شیئا من الارض جاز الخ فتاوٰی کبرٰی پھر جامع المضمرات شرح قدوری پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے مسجد اراد اھلہ ان یجعلوا الرحبۃ مسجدا اوان یحولوا الباب عن موضعہ فلھم ذٰلک فان اختلفوا نظر ایھم اکثروا فضل فلھم ذٰلک اھ بتلخیص اور اُس کے نیچے حجرہ ہونا کچھ منافی مسجدیت سقف نہ ہوگا قول بحر شق ط کونہ مسجدا ان یکون سفلہ وعلوہ مسجدا یہاں وارد نہ ہوگا کہ اُس سے مراد یہ ہے کہ جمیع جہات میں حقوق مالکانہ عباد سے منقطع ہو مصالح مسجد توالع مسجد ہیں خود بحر میں تتمہ عبارت مذکورہ یہ ہے لینقطع حق العبد عنہ لقولہ تعالٰی وان المسجد للہ بخلاف ما اذا کان السرداب والعلو موقوفا لمصالح المسجد کسرداب بیت المقدس ھذا ھو ظاھر الروایۃ ہدایہ میں ہے من جعل مسجدا تحتہ سرداب او فوقہ بیت وجعل باب المسجد الی الطریق وعزلہ عن ملکہ فلہ ان یبیعہ وان مات یورث عنہ لانہ لم یخلص للہ تعالٰی لبقاء حق العبد متعلقا بہ ولو کان السرداب لمصالح المسجد جاز ہاں اگر زید بطور خود یہ کارروائی بے رضائے اہل محلہ کرے تو وہ چھت مسجد نہ ہوجائے گی اور اُسمیں نماز اگرچہ جائز ہے مگر اُس پر نماز مسجد کا ثواب نہ ہوگا علمگیریہ میں ہے متولی مسجد جعل منزلا موقوفا علی المسجد مسجدا وصلی الناس فیہ سنین ثم ترک الناس الصلٰوۃ فیہ فاعید منزلا مستغلا جاز لانہ لم یصح جعل المتولی ایاہ مسجدا کذا فی الواقعات الحسامیۃ رہا مسلمانوں کا قبرستان قدیم کہ وہ ضرور دفن موتٰے کے لئے موقوف ہوتا ہے اُسمیں دو صورتیں ہیں اگر وہ قبرستان ہنوز قابل کار ہو کہ اُسمیں دفن اموات کو جگہ بھی ہے اور کسی اور وجہ کے باعث اُس سے استغنا بھی نہ ہوگیا نہ داخل حدود شہر ہونے کے سبب اُسمیں دفن کی ممانعت انگریزی طور پر ہوگئی جب تو اُسے پاٹ کر دفن سے روک دینا سرے سے ناجائز و حرام ہے کہ یہ ابطال غرض وقف ہے اور وہ اصلا روا نہیں علمگیریہ میں ہے لایجوز تغییر الوقف فتح القدیر میں ہے الواجب ابقاء الوقف علٰی ما کان علیہ اور اگر وہ قابل کار نہ رہا یا اُس سے استغنا ہوگیا یا وہاں دفن کی ممانعت ہوگئی جس کے سبب اب وہ اس کام میں صرف نہیں ہوسکتا یا مسجد قدیم لب مقبرہ واقع ہے یہ بیرون حدود مقبرہ ستون قائم کر کے اوپر کافی بلندی پر پاٹ کر چھت کو صحن مسجد سابق سے ملا کر مسجد کر دینا چاہتا ہے اس طرح کہ زمین مقبرہ نہ رُکے نہ اُسمیں دفن موتی کرنے اور اُس کی غرض سے لوگوں کے آنے جانے کی راہ رکے نہ اس چھت کے ستون قبور مسلمین پر واقع ہوں بلکہ حدود مقبرہ سے باہر ہوں تو اسمیں حرج نہیں جبکہ وہ زمین جس میں ستون قائم کئے گئے متعلق مسجد ہو اور کارروائی اہل محلہ کی یا اُن کے اذن سے ہو یا وہ زمین اس بانی سقف یا کسی دوسرے مسلمان کی ملک ہو اور مالک اُسے ہر کام کے لئے وقف کر دے یا وہ زمین افتادہ بیت المال کی ہو اور اُسمیں اس کارروائی سے مسلمانوں کے راستے وغیرہ کو ضرر نہ ہو کہ ان حالتوں میں اسنے کوئی بیجا تصرف

نہ کیا نہ وقف کو روکا نہ اُس کی زمین کو کسی دوسرے کام میں صرف کیا صرف بالائی ہوا میں کہ نہ موقوف تھی نہ مملوک ایک تصرف غیر مضر نفع مسلمین کیلئے کیا عالمگیریہ میں ہے ذکر فی المنتقی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی الطریق الواسع بنی فیہ اھل المحلۃ مسجدا وذٰلک لایضر بالطریق فمنعھم رجل فلا باس ان یبنوا کذا فی الحاوی خزانۃ المفتین میں ہے قوم بنوا مسجدا واحتاجوا الی مکان لیسع المسجد واخذوا من الطریق وادخلوہ فی المسجد ان کان یضر باصحاب الطریق لایجوز وان کان لایضر بھم رجوت ان لایکون بہ باس کذا فی المضمرات وھو المختار نیز ہندیہ میں حق عام کی شے پاٹ کر اُس پر مسجد اسطرح بنانے کا جس سے اُن حقوق کو ضرر نہ پہنچے جزئیہ یہ ہے فی نوادر ھشام سألت محمد بن الحسن عن نھر قریۃ کثیرۃ الاھل لایحصی عددھم وھو نھر قناۃ او نھر واد لھم خاصۃ وارادقوم ان یعمروا بعض ھذا النھر ویبنوا علیہ مسجدا ولایضر ذٰلک بالنھر ولا یتعرض لھم احد من اھل النھر قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی یسعھم ان یبنوا ذٰلک المسجد للعامۃ او المحلۃ کذا فی المحیط اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ وہ سقف بھی جلد ہو جائے گی اور اُسمیں نمازی کو ثواب مسجد ملیگا اور اُس کے نیچے قبریں ہونا اس بنا پر کہ ہمارے علماء نے قبروں کے سطح بالائی کو حق میت لکھا ہے فی العلمگیریۃ عن القنیۃ قال علاء الترجمانی یأثم بوطئ القبور لان سقف القبر حق المیت اور مسجد کا جمیع جہات میں حقوق العباد سے منقطع ہونا لازم ہے کما تقدم ہرگز مانع مسجدیت نہ ہوگا کہ اس حق سے مراد کسی کی ملک یا وہ حق مالکانہ ہے جس کے سبب وہ اس مسجد میں تصرف سے مانع آسکے کہ جب ایسا ہوگا تو وہ خالص لوجہ اللہ نہ ہوئی اور مسجد کا خالص لوجہ اللہ ہونا ضرور ہے ولہذا فتح القدیر میں عبارت مذکورہ ہدایہ کی شرح میں فرمایا المسجد خالص للہ سبحٰنہ لیس لاحد فیہ حق وھو منتف فیما ذکر اما اذا کان السفل مسجدا فان لصاحب العلو حقا فی السفل حتی یمنع صاحبہ ان ینقب فیہ کوۃ اویتد فیہ وتدا واما اذا کان العلو مسجدا فلان ارض العلو ملک لصاحب السفل بخلاف ما اذا کان السرداب او العلو موقوفا لصالح المسجد فانہ یجوز اذ لاملک فیہ لاحد اھ مختصرا مطلقا حق العبد کا تعلق اگر مانع مسجدیت ہو تو کوئی مسجد مسجد نہ ہو سکے کہ ہر مسجد میں ادائے نماز واعتکاف وغیرہ عام مسلمانوں یا خاص اس کے اہل کا بخصوصیت زائدہ حق ہے جس کے باعث وہ بحال تنگی اوروں کو اپنی مسجد محلہ میں نماز سے منع کر سکتے ہیں عالمگیریہ میں ہے اذا ضاق المسجد کان للمصلی ان یزعج القاعد عن موضعہ لیصلی فیہ وان کان مشتغلا بالذکر او الدرس او قراءۃ القراٰن او الاعتکاف وکذا لاھل المحلۃ ان یمنعوا من لیس منھم عن الصلاۃ فیہ اذا ضاق بھم المسجد کذا فی القنیۃ بلکہ حق میت کہ قبر و سقف قبر میں ہے اگر اُن حقوق عباد سے ہو جنکا تعلق خلوص لوجہ اللہ تعالٰی سے مانع ہو تو سرے سے مقبرہ موقوفہ ہی محال ہو جائے کہ مسجد کیطرح مقبرہ میں بھی محض خلوص وانقطاع جملہ حقوق عباد شرط ہے ولہذا بالاجماع مسجد کی طرح اُس میں بھی افراز شرط ہوا ہدایہ میں ہے وقف المشاع جائز عند ابی یوسف الا فی المسجد والمقبرۃ فانہ لایتم ایضا عند ابی یوسف لان بقاء الشرکۃ یمنع الخلوص للہ تعالٰی اھ مختصرا فتح القدیر میں ہے انما اتفقوا علی منع وقف المشاع مطلقا مسجدا ومقبرۃ لان الشیوع یمنع خلوص الحق للہ تعالٰی بلکہ میت تو کوئی حق مالکانہ نہیں رکھتا لان الموت ینافی الملک نہر عام کی طرح نہر خاص اہل محلہ کا جزئیہ گزرا کہ اس کے اوپر پاٹ کر مسجد بنا دینا جائز ہے جبکہ اُن کی نہر کو ضرر نہ پہنچے نہ وہ مانع آئیں تو اوپر مسجد ہے اور نیچے نہر بہتی ہے جس میں خاص قوم کا حق مالکانہ ہے مگر از انجا کہ ان کے حق میں کوئی تصرف نہ کیا نہ انھیں بالائے نہر اس پٹی ہوئی عمارت میں نماز سے ممانعت پہنچتی ہے کہ اُن کا حق نہر میں ہے نہ کہ ہوا میں وہ مسجد صحیح وجائز ہوگئی بلکہ حق مالکانہ درکنار خاص زمین مسجد جس پر عمارت بنا کر مسجد کی گئی اگر ملک غیر ہو

مگر اُسے حق مزاحمت اصلا نہ رہا ہو تو مذہب مفتی بہ پر وہ خالی عمارت بھی مسجد ہو جائے گی درمختار میں ہے بنی علی ارض ثم وقف البناء قصدا بدونھا ان الارض مملوکۃ لا یصح وقیل صح وعلیہ الفتوی وان موقوفۃ علی ما عین البناء لہ جاز تبعا اجماعا وان الارض لجھۃ اخری فمختلف فیہ والصحیح الصحۃ کما فی المنظومۃ المحبیۃ اھ باختصار ردالمحتار میں ہے قولہ والصحیح الصحۃ ای اذا کانت الارض محتکرۃ وعن ھذا قال فی انفع الوسائل انہ لو بنی فی الارض الموقوفۃ المستأجرۃ مسجدا انہ یجوز اھ ہذا ما عندی واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ

غرہ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی عنایت اللہ نے حجرہ مسجد کی دیوار پر ایک دیوار بنا کر مکان بنالیا ہے اور اسی دیوار کو سائبان کرلیا ہے اور مسجد کی محراب اور دیوار سے ملا کر ایک پیل پایہ کھڑا کرکے خاص دیوار مسجد میں سوراخ کرکے ایک کڑی ڈال کر چھت بنائی اور پرنالہ مسجد کی دیوار سے ملا ہوا رکھا جس سے مسجد کا ضرر ہے اور ایک کھڑکی بھی اُس دیوار میں جو حجرہ پر بنائی گئی ہے واسطے آمد ورفت چھت حجرہ کے رکھی عنایت اللہ کو اس طریقہ سے مکان بنانا کیسا ہے بینوا توجروا۔

الجواب حرام حرام حرام سخت گناہ سخت کبیرہ۔ وہ شخص شرعا اشد سزا کا مستحق۔ اُس پر فرض ہے کہ حجرہ مسجد پر جو دیوار بنائی ہے ابھی ابھی ابھی فوراً فوراً ڈھادے مسمار کردے اور اس میں جو کچھ نقصان حجرہ مسجد یا دیوار حجرہ مسجد کو پہنچے اُسے اپنے داموں سے ویسا ہی بنوادے جیسا پہلے بنا ہوا تھا فان کل ضر ببناء یضمن بالقیمۃ ما خلا بناء الوقف فیومر باعادۃ کما کان فی الاشباہ والنظائر والدرالمختار دیوار مسجد میں جو سوراخ کیا ہے وہ سوراخ اس کے ایمان میں ہوگیا اس پر فرض قطعی ہے کہ اس ناپاک کڑی کو ابھی ابھی فوراً نکال لے اور دیوار مسجد کی ویسی ہی اصلاح کردے جیسی تھی اور اسکے سبب اس کی چھت گر پڑے اور گرانا ہی فرض ہے اور وہ ناپاک پرنالہ کہ دیوار مسجد سے ملا ہوا بلا استحقاق شرعی رکھا ہے اور اسمیں مسجد کا ضرر ہے لازم ہے کہ فوراً اُسے اکھیڑ دے اور بند کردے۔ اور حجرہ کی چھت پر آمد ورفت کا اُسے کوئی استحقاق نہیں۔ یہ ناپاک دیوار تو گرائی ہی جائے گی اگر اُسے ڈھا کر خاص اپنی زمین میں کوئی دیوار اُسکے متصل بنائے تو اُسے اصلا اختیار نہیں کہ حجرہ کی چھت پر آنے جانے کو اُسمیں کھڑکی رکھی۔ یہ سب اُسکی طرف سے ظلم اور سخت ظلم ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس لعرق ظالم حق عنایت اللہ اگر ان سب احکام شرعی کو فوراً مانے اور اپنے یہ سب ناپاک تصرفات فوراً ڈھادے مسمار کردے فبہا ورنہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اُسکی چارہ جوئی کریں اگر انہیں کمی یا دیر کرینگے تو وہاں کے سب مسلمان جو اس پر قادر تھے اور چارہ جوئی میں دیر لگائی عذاب شدید کے سزاوار ہوں گے والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

از ریاست رامپور مرسلہ شاہ مفتاح الاسلام صاحب پانی پتی ۹ شوال المکرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کبوتر بازی بٹیر بازی وغیرہا حرکات نامشروعہ مسجد میں کرنا اور کسی غیر کا کبوتر منار یا دیوار مسجد پر بیٹھ جائے اُسکے پکڑنے کے لئے اپنے کبوتر چھوڑ کر اور دانہ پانی صحن مسجد میں ڈال کر پکڑنا جائز ہے یا نہیں اور ایسی بے حرمتی مسجد سے فاعل ایسے فعل کے لئے اور نیز متولی و دیگر متعلقین مسجد کے واسطے جو اس امر سے مانع نہ ہوں اور سکوت کریں یا شرکت اسمیں کریں یا ان افعال سے رضامند ہوں پس ان کے لئے شارع علیہ الصلوۃ والسلام سے کوئی وعید ہے یا نہیں اور وہ سب گنہگار ہوتے ہیں یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب پرایا کبوتر پکڑنا حرام ہے اور اسکا فاعل فاسق وغاصب وظالم ہے بلکہ خالی کبوتر اڑانے والا کہ اوروں کے کبوتر

نہیں بکڑتا مگر اپنے کبوتر اڑانے کو ایسی بلند چھتوں پر چڑھتا ہے جس سے مسلمانوں کی بے پردگی ہوتی ہے یا اُن کے اڑانے کو کنکریاں پھینکتا ہے جن سے لوگوں کو مالی یا جسمانی ضرر پہنچتا ہے تو اُس کے لئے بھی شرع مطہر میں حکم ہے کہ اُسے نہایت سختی سے منع کیا جائے تعزیر دی جائے اس پر بھی نہ مانے تو احتساب شرعی کا عہدہ دار اُس کے کبوتر ذبح کرکے اُس کے سامنے پھینک دے درمختار میں ہے یکرہ امساک الحمامات ولوفی برجھا ان کان یضر بالناس بنظر اوجلب فان کان یطیرھا فوق السطح مطلعا علی عورات المسلمین ویکسر زجاجات الناس برمیہ تلک الحمامات عزر ومنع اشد المنع فان لم یمتنع ذبحھا المحتسب وصرح فی الوھبانیۃ بوجوب التعزیر وذبح الحمامات ولم یقیدہ بما مر ولعلہ اعتمد عادتھم **اقول** بلکہ اُن کا خالی اڑانا کہ نہ کسی کی بے پردگی ہو نہ کنکریوں سے نقصان خود کب ظلم شدید سے خالی ہے جبکہ رواج زمانہ کے طور پر ہو کہ کبوتروں کو اڑاتے ہیں اور ان کا دم بڑھانے کے لئے (جس میں اصلاً کوئی دینی یا دنیوی نفع نہیں فی صدی کا خیال کہ اگلے زمانہ میں تھا اب خواب وخیال وافسانہ ہوگیا ہے نہ ہرگز یہ ان جہال کا مقصود نہ کبھی اُن سے یہ کام کوئی لیتا ہے) محض بے فائدہ اپنے بیہودہ بے معنی شوق کے واسطے اُنھیں اترنے نہیں دیتے وہ تھک تھک کے نیچے گرتے ہیں یہ مار مار کر پھر اڑا دیتے ہیں صبح کا دانہ دیر تک کی محنت شاقہ پرواز سے ہضم ہوگیا بھوک سے بیتاب ہیں اور یہ غل مچا کر بانس دکھا کر آنے نہیں دیتے خالی معدے شہپر تھکے اور کسی طرح نیچے اترنے دم لینے دانہ پانی سے اوسان ٹھکانے کرنے کا حکم نہیں یہاں تک کہ گھنٹوں اور گھنٹوں سے پہروں اُنھیں اسی عذاب شدید میں رکھتے ہیں یہ خود کیا کم ظلم ہے اور ظلم بھی بے زبان بے گناہ جانور پر کہ آدمیوں کی ضرر رسانی سے کہیں سخت تر ہے کما سیاتی وکان ھذا انشاء اللہ تعالٰی ملحظ اطلاق العلامۃ ابن وھبان واللہ المستعان بے درد کو پرائی مصیبت نہیں معلوم ہوتی اپنے اوپر قیاس کرکے دیکھیں اگر کسی ظالم کے پالے پڑیں کہ وہ میدان میں ایک دائرہ کھینچ کر گھنٹوں اُن سے کاوا کاٹنے کو کہے یہ جب تھکیں پست ہو کر رکیں کوڑے سے خبر لے ان کا دم چڑھ جائے جان تھک جائے بھوک پیاس بیحد ستائے مگر وہ کوڑا لئے طیار ہے کہ رکنے نہیں دیتا اس وقت ان کو خبر ہو کہ ہم بے زبان جانور پر کیسا ظلم کرتے تھے۔ دنیا گزشتنی ہے یہاں احکام شرع جاری نہ ہونے سے خوش نہ ہوں ایک دن انصاف کا آنے والا ہے جس میں شاخدار بکری سے منڈی بکری کا حساب لیا جائے گا حالانکہ جانور غیر مکلف ہے تو تم مکلفین کہ تمھارے ہی لئے ثواب وعذاب وجنت وجہنم طیار ہوئے ہیں کس گھمنڈ میں ہو وہاں اگر نار سقر میں کاوا کاٹنا پڑا کہ وہاں جزاء وفاقاً ہے تو اُس وقت کیلئے طاقت مہیا کر رکھو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں دخلت امرأۃ النار فی ھرۃ ربطتھا فلم تطعمھا ولم تدعھا تأکل من خشاش الارض فوجبت لھا النار بذلک ایک عورت جہنم میں گئی ایک بلی کے سبب کہ اُسے باندھ رکھا تھا نہ خود کھانا دیا نہ چھوڑا کہ زمین کا گرا پڑا جو جانور ملتا کھاتی اسوجہ سے اُس عورت کے لئے جہنم واجب ہوگئی رواہ البخاری عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وجملۃ فوجبت من روایۃ الامام احمد عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما اور جب کبوتر بازی بیرون مسجد اپنے گھر میں بھی حرام ہے تو مسجد میں کس درجہ اشد سخت تر حرام ہوگی۔ بادشاہ جبار قہار کی ایک نافرمانی اپنے گھر بیٹھکر کیجئے اور ایک نافرمانی خاص اسکے دربار میں کہ یہ نافرمانی کے علاوہ دربار کی توہین اور بادشاہ کو معاذ اللہ بے قدر سمجھنے پر دال ہے۔ اگر واقعی دل میں یہی ہو کہ مسجد کیا محل ادب ہے جس میں گناہ سے رکئے جب تو خالص کفر ہے ورنہ جرم پہلے سے اضعافاً مضاعفہ ہوجانے میں شک نہیں۔ وہ مسجد جس میں دنیا کی مباح باتیں کرنے کو بیٹھنا نیکیوں کو کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو فتح القدیر میں ہے الکلام المباح فیہ مکروہ یاکل الحسنات **اشباہ** میں ہے انہ یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب امام ابوعبداللہ نسفی نے مدارک شریف

میں حدیث نقل کی کہ الحدیث فی المسجد یاکل الحسنات کما تاکل البھیمۃ الحشیش مسجد میں دنیا کی بات نیکیوں کو اسطرح کھاتی ہے جیسے چوپایہ گھاس کو۔ غمز العیون میں خزانۃ الفقہ سے ہے من تکلم فی المساجد بکلام الدنیا احبط اللہ تعالٰی عنہ عمل اربعین سنۃ جو مسجد میں دنیا کی بات کرے اللہ تعالٰی اُسکے چالیس برس کے عمل اکارت فرمادے اقول ومثلہ لایقال بالرأی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں سیکون فی اٰخر الزمان قوم یکون حدیثھم فی مساجدھم لیس للہ فیھم حاجۃ آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کریں گے اللہ عزوجل کو اُن لوگوں سے کچھ کام نہیں رواہ ابن حبان فی صحیحہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے کلام الدنیا اذا کان مباحا صدقا فی المساجد بلاضرورۃ داعیۃ الی ذٰلک کالمعتکف یتکلم فی حاجتہ اللازمۃ مکروہ کراھۃ تحریم ثم ذکر الحدیث وقال فی شرحہ لیس للہ تعالٰی فیھم حاجۃ ای لایرید بھم خیرا وانما ھم اھل الخیبۃ والحرمان والاھانۃ والخسران یعنی دنیا کی بات جبکہ فی نفسہٖ مباح اور سچی ہو مسجد میں بلاضرورت کرنی حرام ہے ضرورت ایسی جیسے معتکف اپنے حوائج ضروریہ کے لئے بات کرے پھر حدیث مذکور ذکر کرکے فرمایا معنی حدیث یہ ہیں کہ اللہ تعالٰی اُن کے ساتھ بھلائی کا ارادہ نہ کریگا اور وہ نامراد و محروم وزیاں کار اور اہانت وذلت کے سزاوار ہیں۔ اُسی میں ہے وروی ان مسجدا من المساجد ارتفع الی السماء شاکیا من اھلہ یتکلمون فیہ بکلام الدنیا فاستقبلتہ الملئکۃ وقالوا بعثنا بھلاکھم یعنی مروی ہوا کہ ایک مسجد اپنے رب کے حضور شکایت کرنے چلی کہ لوگ مجھ میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں ملائکہ اُسے آتے ملے اور بولے ہم ان کے ہلاک کرنے کو بھیجے گئے ہیں اُسی میں ہے وروی ان الملئکۃ یشکون الی اللہ تعالٰی من نتن فم المغتابین والقائلین فی المساجد بکلام الدنیا یعنی روایت کیا گیا کہ جو لوگ غیبت کرتے ہیں (جو سخت حرام اور زنا سے بھی اشد ہے) اور جو لوگ مسجد میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں اُن کے مونھ سے وہ گندی بدبو نکلتی ہے جس سے فرشتے اللہ عزوجل کے حضور اُن کی شکایت کرتے ہیں۔ سبحٰن اللہ جب مباح وجائز بات بلاضرورت شرعیہ کرنے کو مسجد میں بیٹھنے پر یہ آفتیں ہیں تو حرام وناجائز کام کرنے کا کیا حال ہوگا مسجد میں کسی چیز کا مول لینا بیچنا خرید وفروخت کی گفتگو کرنا ناجائز ہے مگر معتکف کو اپنی ضرورت کی چیز مول لینی وہ بھی جبکہ مبیع مسجد سے باہر ہی رہے مگر ایسی خفیف و نطیف وقلیل شے جس کے سبب نہ مسجد میں جگہ رکے نہ اُس کے ادب کے خلاف ہو اور اسی وقت اسے اپنے افطار یا سحری کے لئے درکار ہو استثنیتہ تفقھا لانہ ماذون لہ فی احضار ھذا قطعا ولایؤمر بالخروج للاکل والشرب اور تجارت کے لئے بیع وشرا کی معتکف کو بھی اجازت نہیں اشباہ میں ہے یمنع من البیع والشراء لغیر معتکف ویجوزلہ بقدر حاجتہ ان لم یحضر السلعۃ ردالمحتار میں ہے بشرط ان لایکون للتجارۃ بل یحتاجہ لنفسہ او عیالہ بدون احضار السلعۃ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وشراءکم وبیعکم وخصوماتکم ورفع اصواتکم اپنی مسجدوں کو بچاؤ اپنے ناسمجھ بچوں اور مجنونوں کے جانے اور خرید وفروخت اور جھگڑوں اور آواز بلند کرنے سے رواہ ابن ماجۃ عن مکحول عن واثلۃ وعبدالرزاق فی مصنفہ عن مکحول عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہما رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا رأیتم من یبیع او یبتاع فی المسجد فقولوا لا اربح اللہ تجارتک واذا رأیتم من ینشد ضالۃ فی المسجد فقولوا لا ردّاللہ علیک جب تم کسی کو مسجد میں کچھ بیچتے یا مول لیتے دیکھو تو اُس سے کہو اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے اور جب کسی کو دیکھو کہ اپنی کوئی گم شدہ چیز مسجد میں لوگوں سے پوچھتا ہے تو اُس سے کہو اللہ تجھے تیری چیز نہ ملائے رواہ الترمذی وقال حسن صحیح والنسائی وابن خزیمۃ والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ دوسری صحیح روایت میں ہے ارشاد فرمایا اُس سے کہو لاردھا اللہ علیک فان المساجد لم تبن لھذا اللہ تجھے

گم شدہ چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اسلئے نہیں بنی ہیں کہ ان میں آکر گمشدہ چیزوں کی تفتیش کرو۔ رواہ مسلم عنہ رضی اللہ تعالی عنہ سبحن اللہ جب دوسرے کا مال بخوشی برضا ورغبت دام دیکر مول لینے کی بات چیت کرنے پر یہ احکام ہیں تو پرایا مال بلا رضا بلا اجازت غصباً پکڑ لینے کے لئے مسجد میں اپنے کبوتر چھوڑنا دانہ پانی ڈالنا قابو چلے تو پکڑ لینا کس درجہ سخت اشد عظیم وبالوں کا موجب ہوگا اور بٹیر بازی کہ اُن کے لڑانے سے عبارت ہے اس سے بھی سخت تر ہے کہ وہ محض بلا فائدہ بلاوجہ اپنے ناپاک شوق کے لئے جانوروں کو ایذا دینی ہے حدیث صحیح میں ہے نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عن التحریش بین البھائم رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے منع فرمایا جانوروں کو باہم لڑانے سے رواہ ابوداود والترمذی وقال حسن صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما علما فرماتے ہیں مسلمان پر ظلم کرنے سے ذمی کافر پر جو پناہ سلطنت اسلام میں رہتا ہو ظلم کرنا سخت تر ہے اور ذمی کافر پر ظلم کرنے سے بھی جانور پر ظلم کرنا سخت تر ہے درمختار میں ہے جاز رکوب الثور وتحمیلہ والکراب علے الحمیر بلا جھد وضرب اذظلم الدابۃ اشد من الذمی وظلم الذمی اشد من المسلم اس مسئلہ کی کمال تحقیق وتفصیل فقیر کے فتاوی مجلد چہارم کتاب الحظر والاباحۃ میں ملاحظہ ہو۔ جو لوگ ان افعال شنیعہ میں شریک ہوں وہ تو ظاہر شریک ہیں اور جو شریک نہ ہوں راضی ہوں وہ بھی شریک ہیں اور گناہ وعذاب میں حصہ دار بلکہ اگر راضی بایں معنی ہوں کہ ان افعال کو خوب وپسندیدہ جانتے ہوں تو اُن کا حکم سخت تر ہے کہ گناہ گناہ ہے اور اُسے اچھا جاننا کفر۔ اور جو لوگ باوصف قدرت منع نہ کریں انسداد نہ کریں متولی مسجد ہو خواہ اہل محلہ خواہ غیر وہ سب بھی گنہگار دماخوذ وگرفتار ہیں اس کی مثال رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ ایک جہاز میں کچھ لوگ سوار ہیں تہ والے چھتری پر پانی بھرتے آتے چھتری والے تکلیف پاتے تہ والوں نے کہا ہم نیچے جہاز میں سوراخ کرلیں کہ یہیں سے پانی بھر لیا کریں کہ اوپر جانے میں چھتری والوں کو ایذا نہ ہو اب اگر چھتری والے اُنھیں نہ روکیں اور سکوت کریں تو تہ والے ہی نہ ڈوبیں گے بلکہ یہ اور وہ سب ڈوبیں گے اور روک دیں تو یہ اور وہ سب نجات پائیں گے یہی حال گناہ کرنے والوں اور باوصف قدرت اُنھیں نہ روکنے والوں کا ہے رواہ البخاری والترمذی عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہما اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پہلا نقص بنی اسرائیل میں یہ آیا کہ اُن میں ایک گناہ کرتا دوسرا اُسے منع تو کرتا مگر اُس کے نہ ماننے پر اُسکے پاس اٹھنا بیٹھنا اُسکے ساتھ کھانا پینا نہ چھوڑتا اس کے سبب اللہ تعالی نے اُن سب کے دل یکساں کردئے اور اُن سب پر لعنت اتاری اور فرمایا کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ماکانوا یفعلون یعنی اُن پر لعنت اس لئے ہوئی کہ آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے روکتے نہ تھے بیشک یہ اُن کا بہت ہی برا کام تھا رواہ ابوداود والترمذی وحسنہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ اللہ تعالی مسلمانوں کو توفیق توبہ نصیب فرمائے آمین واللہ تعالے اعلم۔

مسئلہ از کٹھور ضلع سورت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمانان ہندوستان بہ تلاش معاش جنوبی افریقہ کے علاقہ ٹرنسوال میں جاکر آباد ہوئے انھوں نے اس ملک میں مسجدیں بنائیں اب وہاں کی گورنمنٹ نے ان پر طرح طرح کے ظلمی قانون نافذ کر رکھے ہے جن کی وجہ سے ان کا رہنا وہاں مشکل ہوگیا ہے پس اگر یہ لوگ وہاں سے نقل مکان کریں تو دوسرے مذہب کے لوگ یقیناً مسجدوں کے مالک بن کر اُن کو اپنے تصرف میں لائیں گے لہذا اُس جگہ سے اثاث مسجد کو منتقل یا فروخت کرکے دوسری جگہ جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے اس سے مسجدیں بنائی جائیں تو درست ہے یا نہیں۔

بینوا توجروا۔

الجواب اگر گڑنسوال میں کبھی سلطنت اسلامی نہ ہوئی تھی جیساکہ یہی ظاہر ہے یا ہوئی تھی اور پھر ایسی غیر قوم کا تسلط ہوگیا جس نے شعائر اسلام مثل جمعہ وجماعت واذان وغیرہا کی یکسر بندش کردی اگرچہ بعد کو اُسی قوم یا اُس کے بعد کسی اور قوم نامسلمان نے اجازت بھی دیدی ہو جب تو نہ مسلمان کو اُسمیں وطن بنانے کی اجازت ہے نہ وہ مسجدیں مسجدیں ہوئیں کمن بنی مسجد افی بریتہ کما فی الفتاوی العلمگیریۃ بل اضعف واَبطل اس حالت میں بلاتکلف اُن مکانات کو جنھیں مسجد سمجھے ہوئے ہیں مع زمین وعملہ سب بیچ ڈالیں اور بیچ نہ سکیں تو عملہ توڑ کر جہاں چاہیں لیجائیں یہ عملہ یا قیمت بانیوں کی ملک ہیں اور اگر اُس علاقہ میں پہلے سلطنت اسلام ہوچکی تھی اور بعد کی قوموں نے کبھی جملہ شعائر اسلام کی بندش نہ کی بلکہ بعض ہمیشہ جاری رہے اور اب جاری ہیں تو اس صورت میں اگر مسلمانوں کو اُن میں توطن وبنائے مسجد کی اجازت تھی مگر جب حالت وہ ہے جو سوال میں مذکور ہوئی تو عملہ بیچ کر یا بعینہ دوسری جگہ لیجانے اور وہاں اُس سے مسجد بنانے کی ضرورت ہے علی ما فصلہ والفقیہ العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالٰی فی ردالمحتار وذکرنا امتہ علی افتائہ من قبل بخلاف ذلک فلیراجع الیہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں ا ب ج د ہ ایک مسجد ہے ا مسجد ب صحن مسجد ج نالی مسجد برائے وضو د نالی مسجد ہ متعلق صحن مسجد صورت یہ ہے کہ مقام ہ پر نماز پڑھنا اسی قدر ثواب رکھتا ہے جس قدر مکان پر نماز پڑھنے سے ثواب ہے مقام ہ جمیع اہل محلہ کی رائے سے بڑھایا گیا ہے۔

الجواب جبکہ وہ زمین متعلق مسجد تھی اور جمیع اہل محلہ کی رائے سے جزو مسجد کرلی گئی تو اب وہ مسجد ہوگئی اور اُسمیں نماز کا وہی ثواب ہے جو مسجد میں۔ فی الھندیۃ عن المضمرات عن الکنز مسجد اراد اھلہ ان یجعل الرحبۃ مسجدا الھم ذلک اھ وفیھا عن الخلاصۃ ارض وقف علی مسجد والارض بجنب ذلک المسجد وارادوا ان یزید وافی المسجد شیئا من الارض جاز لکن یرفعون الامر الی القاضی لیاذن لھم مستغل الوقف کالدار والحانوت علی ھذا اھ ومثلہ فی ش عن البحر عن الخانیۃ وفیہ عن الفتح ولوضاق المسجد وبجنبہ ارض وقف علیہ حانوت جاز ان یوخذ ویدخل فیہ اھ ومعلوم ان الجماعۃ کالقاضی حیث لاقاضی وفی الدرالمختار لم یختص ثواب الصلاۃ فی مسجدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بما کان فی زمنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از ضلع کبرے ڈاکخانہ مونڈا سوداران مقام مجیب نگر مسئولہ سردار مجیب رحمان خان تعلقہ دار ۱۹ ر شوال ۱۳۲۷ھ

عالیجناب حاجی مولوی احمد رضا خانصاحب زاد فیوضکم۔ پس از تسلیم مسنون نیاز مشحون

گذارش مدعا یہ ہے کہ راقم نے جو مسجد جدید تعمیر کرائی اُسمیں ایک مختصر سا باغیچہ ہے جس میں اکثر اشجار ثمردار ہیں اور چیں وغیرہ بھی ہوتی ہیں۔ آپ کی خدمت میں التماس ہے کہ براہ کرم حکم شرع شریف سے معزز فرمائیے کہ ان اشیاء کا استعمال جائز ہے یا نہیں اگر استعمال جائز ہے تو کس طریقہ سے۔ جواب سے معزز کیا جاؤں۔

الجواب خاص مسجد میں باغیچہ ہونے کے تو کوئی معنی ہی نہیں۔ اگر یوں ہے کہ جس زمین کا ایک قطعہ مسجد کیا ہے اُس کے دوسرے قطعہ میں باغیچہ ہے تو اس صورت میں اگر باغیچہ مسجد پر وقف نہ کیا گیا تو وہ ملک اصل مالک پر باقی ہے اُسے اختیار ہے کہ اُسکے پھل جو چاہے کرے اور اگر وہ بھی مسجد پر وقف کردیا ہے تو اب اپنے صرف میں لانا اُسے جائز نہیں بلکہ پھل بیچ کر مسجد کے صرف میں لائے اور اگر واقف

نے یہی کیا ہے کہ جس زمین میں باغیچہ ہے خود اُسی کو مسجد کردیا ہے یعنی باغیچہ کو وقف علی المسجد نہ کیا بلکہ خود اُس کی زمین کو مسجد کردیا تو اُس کے پھل توڑ کر اپنے صرف میں لائے اور درخت کاٹ کر زمین ہموار کرکے مسجد بنائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ منشی حاجی محمد ظہور صاحب ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اہل سنت وجماعت تابع شرع دین محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک مسجد لب سڑک شارع عام جس کے تین طرف راستہ اور دو دروازے شرقی وجنوبی متصل بازار ہے اس کے بانی جو تھے وہ جوار رحمت میں ہیں اب مرمت وسفیدی ونگرانی اہل محلہ کرتے ہیں چند عرصہ ہوا جو ایک مسماۃ نے از قوم پنجابیان اس قدر مسجد میں اور اضافہ کیا ہے یعنی ایک درجہ مع مسافر خانہ زیر وبالا وچاہ اندرون مسجد ودو غسل خانہ سقف وسقایہ ودو کار در دروازہ مسجد وبلندی مینار ہائے مع کلس طلائی واز سرِ نو فرش واسترکاری والماریاں و حجرہ ودکانات زیریں برائے صرف مسجد تعمیر کرائیں ملحقہ مسجد مکان ایک شخص کا ہے جس نے بعد اس نو تعمیر کے چند عرصہ کے بعد اپنے مکانات کو بلند کیا اور دیوار پا کھائے مسجد پر اپنے بالاخانہ کی دیواریں اور دروازے لگائے جس میں مینار مسجد کے آگئے اور بذریعہ ایک دروازہ کے جو چھت مسجد پر ہے آمد ورفت آدمیوں اور کتوں کی اکثر چھت مسجد پر رہتی ہے اور مسافر خانہ کی چھت پر اپنی کھپریل رکھ لی اور حجرہ مسجد کی چھت کو اپنے بالاخانہ کی صحن میں ڈال لیا اس شخص کو ہر چند منع کیا مگر نہ مانا زبانی اور تحریر کے ذریعہ سے اُس نے ظاہر کیا کہ یہ مسجد وقف نہیں ہے یہ مسجد دار کا حکم رکھتی ہے مثل حمام اور چاہ کے میرے مورثان کی ہے اور اب میری ہے یہ مال موقوفہ نہیں ہے میری جائداد ہے حالانکہ اس مسجد میں نمازیں باجماعت پنجگانہ اور تراویح رمضان شریف وختم قرآن مجید ونماز جمعہ وعیدین بہ ہجوم نمازیان محلہ ودیگر مسلمانان مدام پڑھتے ہیں اور پابندی امامت ومؤذنی وقیام طلبا ومسافران کی رہتی ہے تو ایسی صورتوں میں یہ مسجد حکم وقف کا رکھتی ہے یا مکان کا جو وراثۃً پہنچ سکتا ہے مع حوالہ کتاب وصفحہ کے جواب عطا فرمایا جائے۔

الجواب وہ مسجد یقیناً مسجد ہے شخص مذکور کا اُسے حکم دار میں بتانا اور اپنے مورثوں کی ملک ٹھہرانا صریح ظلم وغصب ہے اور واحد قہار کی ملک دبا بیٹھنا ہے جب وہ عام طور پر مسجد مشہور ہے مدتوں سے پنجگانہ جماعتیں جمعے عیدین تراویح وغیرہا مثل عام مساجد ہوتی ہیں کوئی حق ملک اسمیں غیر خدا کے لئے ثابت نہیں تو اُسے مسلمان تو مسلمان جو غیر مذہب والا بھی دیکھے گا مسجد ہی جانے گا شخص مذکور کے باپ دادا کی دار ہونیکا اصلاً گمان بھی نہ کرسکے گا صورت مسجد کی صفت مسجد کی برتاؤ مسجد کا شہرت مسجد کی ایسے روشن ثبوتوں کے بعد بھی کسی غاصب کا دعوٰی مالکیت سن لیا جائے تو ظالم لوگ تمام جہان کی مسجدیں دبا بیٹھیں جس کے گھر کے پاس جو مسجد ہو وہ کہدے کہ اُس کے باپ کی دار یا دادا کا حمام ہے آجکل دو چار آنے تک گواہیاں سستی ہوگئی ہیں آٹھ آنے میں دو گواہ دیدے چلئے فراغت شد اللہ واحد قہار کی مسجد ان کے باپ دادا کا ترکہ ہوگئی تمام ہندوستان میں وہ گنتی کی ہی مسجدیں ہیں جن کے باضابطہ وقفنامے لکھے گئے ہیں اور وہ دستاویزیں محفوظ ہوں اور اُن کے شاہد موجود ہوں تو یہ وہ ظالمانہ طریقہ ہے جس سے دنیا بھر کی تمام مسجدیں ظالموں غاصبوں کا گھر بن جائیں اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا اور ظلم بھی کیسی حماقت کا جسے مسلمین تو مسلمین کوئی سمجھ دار غیر مذہب بھی قبول نہیں کرسکتا۔ بھلا مسجد تو مسجد ہے جس کی صورت جس کی محراب جس کے منارے وغیرہا خود دور سے گواہی دیتے ہیں کہ یہ اللہ واحد قہار کا گھر ہے تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ عام وقفوں کے ثبوت کو صرف شہرت کافی ہے پھر اس سے زیادہ اور شہرت کیا ہوگی کہ تمام مسلمان اسے مسجد جانتے ہیں مسجد کہتے ہیں اذانیں ہوتی ہیں پنجگانہ جماعتیں ہوتی ہیں جمعہ عیدین

تراویح ختم کی امامتیں ہوتی ہیں مسلمان اپنے مصارف سے اُس کی مرمت اُس میں اضافہ اُسکی عمارت کرتے ہیں ایسی حالت میں اُسکے مسجد ہونے میں وہی شبہ کرسکتا ہے جو نرا مجنوں ہو یا اُن کا تازہ بگڑا ہوا جس نے کبھی مسجد کا نام نہ سنا یا پکا بددین بے حیا جو ساری دنیا کی آنکھوں پر اندھیری ڈالکر خدا کا مال غصب کرنا چاہے والعیاذ باللہ تعالٰی درمختار صفحہ ۴۲۴ میں ہے تقبل فیہ الشھادۃ بالشھرۃ حفظا للاوقاف القدیمۃ عن الاستھلاک فتاوی قاضیخاں جلد چہارم صفحہ ۲۳۳ میں ہے اذا شھد الشھود بما تجوز بہ الشھادۃ بالسماع وقالوا لم نعاین ذلک ولکنہ اشتھر عندنا جازت شھادتھم فتاوی عالمگیری جلد سوم صفحہ ۱۳۷ میں ہے وفی فتاوی رشید الدین تقبل الشھادۃ فی الوقف بالتسامع وان صرحا بہ لان الشاھد ربما یکون سنہ عشرین سنۃ وتاریخ الوقف مائۃ سنۃ فتیقن القاضی ان الشاھد یشھد بالتسامع لا بالعیان فاذن لافرق بین السکوت والافصاح اشار ظھیر الدین المرغینانی الی ھذا المعنی کذا فی الفصول العمادیۃ فتاوی خیریہ جلد دوم صفحہ ۲۷ میں ہے فی الکنز لایشھد بما لم یعاینہ الا فی النسب والموت والنکاح والدخول وولایۃ القاضی واصل الوقف ومثلہ فی المختار وتنویر الابصار والکل من ھؤلاء الملق فعم المتقادم وغیرہ الخ ہدایہ جلد دوم صفحہ ۱۰۴ و ۱۰۵ میں ہے اما الوقف فالصحیح انہ تقبل الشھادۃ بالتسامع فی اصلہ دون شرائطہ لان اصلہ ھو الذی یشتھر بالجملہ شخص مذکور کا قول محض مدفوع وسخت باطل ونا مسموع ہے اُس پر فرض ہے کہ مسجد کے مناروں دیواروں اور اُسکی اور اُسکے حجرہ وغیرہ کی چھتوں کو اپنے ظالمانہ تصرفوں سے فوراً پاک کردے جو کچھ عمارت مسجد کے پکھے وغیرہ کسی پر بنائی ہے فوراً ڈھادے جتنی راہیں اس کے پاکتوں سے آنے جانے کی مسجد یا حجرہ مسجد کی سقف پر ہیں فوراً بند کردے وہ نہ مانے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ باضابطہ چارہ جوئی کرکے اُسکا دست تعدی مسجد سے کوتاہ کریں اور بالجبر اُن ناپاک تصرفات کو مسجد سے دور کرادیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مرسلہ حکیم سراج الحق صاحب بریلی مسجد بدر الاسلام ۲۰ جمادی الآخر ۱۳۲۸ھ دوشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عرصہ ۴۵ سال سے خارج از مسجد یعنی حوالی مسجد کی اراضی میں مکان بنالیا ہے اُسمیں رہتا ہے اُس نے چند عرصہ سے یعنی پانچ چھ ماہ سے اُس مکان میں کچھ مرغیاں کے بچے واسطے اپنے کھانے کے خرید کرکے پرورش کری جب اُسکو فہمائش کی گئی تو اُس نے فوراً مرغیوں کو علحدہ کردیا اور بحضوری قلب اللہ تعالٰی سے توبہ بھی دل سے کی علاوہ اس کے اور جو جو الزام کہ جھوٹے ذمہ زید کے لگائے گئے تھے اُن سے زید توبہ کرتا ہے اور کہا کہ یہ محض مجھ پر جھوٹا اتہام ہے آیا اس توبہ حضوری قلب سے نزدیک خداوند عالم کے پاک ہوگیا یا نہیں

الجواب اللہ توبہ قبول کرتا ہے اگر اُس نے سچے دل سے توبہ کی ہے تو اللہ تعالٰی کے نزدیک اُس گناہ سے پاک ہوجائیگا مگر حوالی مسجد یعنی فنائے مسجد میں جدید مکان بطور خود بنالینا اور اُسکو اپنا مسکن کرلینا اور وہیں پاخانہ پیشاب کرنا یہ بھی حرام ہے اُسکی توبہ سچی جب ہے کہ اپنے ان تصرفات کو بھی زائل کرے اور مسجد کو گھر نہ بنائے حوالی مسجد کا حکم بھی مثل مسجد ہوتا فتاوی عالمگیری میں ہے المسجد اذا جعل حانوتا او مسکنا تسقط حرمتہ وھذا لایجوز والفناء تبع للمسجد فیکون حکمہ حکم المسجد کذا فی محیط السرخسی یعنی مسجد کو اگر دکان یا مکان بنالیا جائے تو اسکی حرمت ساقط ہوگی بے ادبی بے حرمتی ہوگی اور یہ حرام ہے اور فنائے مسجد تابع مسجد ہے تو اسکا حکم بھی مثل حکم مسجد ہے ایسا ہی محیط امام شمس الائمہ سرخسی میں ہے اور یہ خیال کہ بہت مساجد میں مکان پیش امام ومؤذن کی سکونت کو بنے ہوتے ہیں نفع نہ دیگا علمائے تصریح فرمائی ہے کہ مسجد بن جانے سے پہلے اگر بانی مسجد ایسا کوئی

مکان بنادے تو جائز ہے اور اسکے بعد خود بانی مسجد آئے اور بنانا چاہے تو اجازت نہ دینگے اگرچہ وہ یہ ظاہر کرے کہ اول ہی سے میری نیت اسکے بنانے کی تھی در مختار میں ہے لو بنی فوقہ بیتا للامام لایضر لانہ من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع لو قال عنیت ذٰلک لم یصدق تاتارخانیۃ فاذا کان ھذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ھدمہ ولو علی جدار المسجد۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از احمد آباد گھیسا محلہ خماشہ مرسلہ عبدالرحمٰن صاحب مع جماعت ۱۰ شعبان ۲۹ سنہ ھ

حضرت مولانا و مخدومنا فاضل اجل عالم بے بدل مولوی احمد رضا خاں صاحب بعد آداب و تسلیمات کے آپ کی خدمت فیضدرجت میں دست بستہ ملتمس ہوں کہ یہاں احمد آباد میں اسلام میں رخنہ اندازی ہورہی ہے آپکو اللہ عزوجل نے وارث انبیاء کیا ہے واسطے اسلام میں اتفاق رکھنے کے بجائے اسکے اسلام میں نفسانیت کی وجہ سے نااتفاقی از حد پھیل رہی ہے کئی فتووں پر آپ کی مہر دیکھی جس سے معلوم ہوا کہ آپ ہر دو جانب کی گفت و شنید نہیں سنتے ایک ہی طرف کی بات سنکر حکم لگانا نا انصافی ہے خیر یہاں ایک جھگڑا پڑا ہے مسجد ایک مدت سے بن گئی ہے اور ایک مسجد اب بن رہی ہے ہر دو جانب کے فتوے نکلے ہیں مذکور دو فتوے آپکی خدمت اقدس میں روانہ ہیں بغور ملاحظہ فرماکر جو حکم صحیح ہو روانہ کریں آپکی حق تحریر آنے سے انشاء اللہ العزیز شرمٹ جائے ایسی امید ہے والسلام

نقل فتوائے بریلی

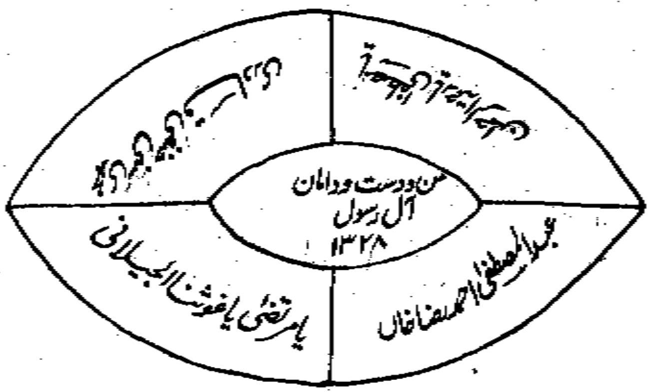
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر احمد آباد میں محلہ تاجپور پانچ پیلی میں سُنت جماعۃ چھیپوں کی جماعت میں عرصہ چند روز کا ہوا اختلافات دنیویہ کی وجہ سے دو ٹکڑے ہو گئے ہیں ایک طرف آٹھ سو گھر ہیں اور ایک طرف پچاس گھر ہیں دونوں فرقوں نے مکان مسجد بنانے کے لئے خرید کئے چھوٹی جماعت نے مسجد کی بنیاد ڈالنی شروع کی ان کو بڑی جماعت کی جانب سے سمجھایا گیا کہ تمھاری مسجد کی مغرب کی جانب بڑی جماعت کا مکان ہے ان دونوں مکانوں کو مسجد بناؤ اور بنانے میں ہم مال کی مدد میں شریک رہینگے انھوں نے یہ وعدہ کیا کہ ہم فی الحال مسجد بناتے ہیں اور جب مغرب کی جانب مسجد بڑی جماعت والوں کی بنے گی تو ہم بیچ کی دیوار توڑ ڈالیں گے اب بڑی جماعت کی بھی مسجد قریب تیار ہونے کے ہے اب چھوٹی جماعت کو کہا جاتا ہے کہ بیچ کی دیوار توڑ کر دونوں مسجدوں کو ایک کردو اب چھوٹی جماعت کے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ بیچ کی دیوار توڑ کر دونوں مسجدوں کو ایک کرنا ناجائز ہے۔ اب علمائے اہلسنت عم فیوضہم کی خدمات عالیہ میں عرض ہے کہ بیچ کی دیوار توڑ کر دونوں مسجدوں کو ایک کرنے سے نمازیوں کو گنجائش نماز کی اچھی طرح سے ہوجائے گی اب اس صورت میں بیچ کی دیوار کو توڑ کر مسجد کو ایک کرنا جائز ہے یا نہیں اور مسجد کی دیوار چھوٹی جماعت والے توڑنے کا انکار کریں تو انکی مسجد میں نماز جائز ہوگی یا نہیں

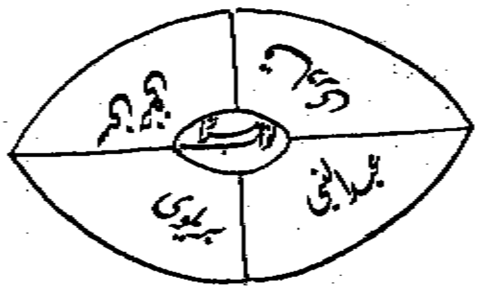
الجواب :- ہاں اہل محلہ کو اختیار ہوتا ہے کہ نماز کے لئے دو مسجدوں کو ایک کر دیں اسکو ناجائز کہنا محض غلط و باطل ہے در مختار میں ہے لھم ای لاھل المحلۃ نصب متولی وجعل المسجدین واحدا وعکسہ لصلاۃ لا لدرس اوذکر فی المسجد اھ مگر چھوٹی جماعت والے اگر خوف نزاع وجدال وغیرہ کسی مصلحت صحیحہ شرعیہ کے باعث دیوار توڑ کر مسجدیں ایک کرنے سے انکار کریں تو ان پر جبر بھی نہیں پہنچتا کہ جب ایک مسجد کو دو کرلینا جائز ہے کما تقدم عن الدر ان لھم جعل مسجد واحد مسجدین تو دو کو دو رکھنا کیونکر ممنوع ہوسکتا ہے ہاں اگر اصلاً کوئی وجہ شرعی نہ ہو صرف ضد کے سبب تفریق

جماعت کریں تو اُن کی بات نہ سنی جائے گی کہ اس صورت میں وہ متعنت یعنی بیجا ہٹ کرنے والے ہیں اور متعنت کا قول مسموع نہیں ہوتا فی الھدایۃ وغیرھا من القسمۃ الاول متنفع بہ فاعتبر طلبہ والثانی متعنت فلم یعتبر درمختار میں قبیل استصناع ہے الاصل ان من خرج کلامہ تعنتا فالقول لصاحبہ بالاتفاق تو حسب جواب دیدا کثر اہل جماعت اُس دیوار فاصل کو علیحدہ کر دیا جائے گا ردالمحتار میں ہے فی التتارخانیۃ سئل ابو القاسم عن اھل مسجد اراد بعضھم ان یجعلوا المسجد رحبۃ والرحبۃ مسجدا او یتخذ والہ بابا او یحولوا بابہ عن موضعہ وابی بعض ذلک قال اذا اجتمع اکثرھم وافضلھم لیس للاقل منعھم یوں ہی اگر اُس دیوار و تعدد کے باعث اہل محلہ پر یہ مسجدیں تنگی کرتی ہیں کہ ایک تو دیوار نے جگہ گھیری دوسرے دو اماموں کے باعث کمی ہوئی کہ خود امام ایک صف کامل کی جگہ لیتا ہے اس وجہ سے اہل محلہ دونوں مسجدوں میں پورے نہیں آتے اور دیوار توڑ کر ایک جماعت کر دینے سے وسعت ہو جائے گی تو اس صورت میں وہ دیوار خواہی نخواہی جدا کر دی جائے گی کہ تنگی مسجد کی ضرورت سے اُس کے قریب کی زمین یا مکان یا دکان مملوک بلا رضامندی مالک بقیمت لینے کا اختیار حاکم کو ہے تو مسجد کو مسجد میں ملا لینا بدرجۂ اولٰی۔ درمختار میں ہے توخذ ارض و دار و حانوت بجنب مسجد ضاق علی الناس بالقیمۃ کرھا درر و عمادیۃ اور بہر حال چھوٹی جماعت والوں کے انکار کرنے سے اُن کی مسجد میں نماز ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں خواہ ان کا انکار سنا جائے یا نہیں کہ آخر وہ مسجد ہی ہے واللہ تعالٰی اعلم

کتبہٗ عبد النبی نواب مرزا عفی عنہ

الجواب صحیح واللہ تعالٰی اعلم





نقل فتوائے دھلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جسمیں پنجگانہ نماز ۳ ماہ سے ہو رہی تھی متصل اُسکے اور ثانی مسجد بنائی گئی اس قصد پر کہ محلہ والوں کے دو گروہ ہو جائیں اور آپس میں تفرقہ پڑ جائے اور اگلی مسجد کی آبادی میں فرق آئے پس اس ثانی مسجد کے لئے کیا حکم ہے آیا اسمیں نماز جائز ہے یا نہیں اور اُسکو مسجد کی تعمیر کا حکم دیا جائے یا نہیں۔

الجواب صورت مسئولہ میں مسجد ثانی مسجد ضرار کا حکم رکھتی ہے یعنی اُسمیں نماز پڑھنا منع ہے اور حاکم وقت کو چاہئے کہ اُسکو مسجد کی صورت میں نہ رہنے دے خواہ اسکو ہدم کرا دیا جائے یا کوئی مکان دوسرا بنا دے جیسا کہ تفسیر جامع البیان میں آیۂ والذین اتخذوا

مسجد اضرارا الخ کی تفسیر میں لکھاہے عبارت اسکی بلفظہٖ یہ ہے فلما التسوا بناءہ اتوا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین رجع من تبوک وقالوا انما مسجد اللضعفاء واھل العلۃ واللیلۃ المطیرۃ فلمتس ان تصلی فیہ وتدعوبالبرکۃ فنزلت فی تکذیبھم فامر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھدمہ فھدموہ واحرقوہ لاتقم فیہ ذلک المسجد ابدا للصلوٰۃ۔ محمد عبدالحق

نقل فتوائے ایرانی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص محض بغرض نفسانیت اور عداوت اور ضرر مسجد مقیم (یعنی جو پہلے بنی ہوئی ہو) مسجد بنائے وہ مسجد ضرار کے حکم میں ہے یا نہیں اور ایسی مسجد بنائی جائے یا نہیں۔

الجواب ھو اللہ تعالٰی اعلمھم بالحق والصواب

بلاشبہ جو مسجد بغرض نفسانیت وعداوت کے ضرر مسجد قدیم کے تیار کیجائے حکم مسجد ضرار رکھتی ہے اور ایسی مسجد کی بنا موجب ثواب نہیں بلکہ موجب نکال ہے۔ چنانچہ تفسیر مدارک وکشاف میں اس آیت کے نیچے مرقوم ہے والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المومنین وارصادا لمن حارب اللہ ورسولہ من قبل ولیحلفن ان اردنا الا الحسنی واللہ یشھد انھم لکذبون اور جنھوں نے بنائی ہے ایک مسجد ضد پر اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں اور تھانگ اس شخص کی جو لڑ رہا ہے اللہ سے اور رسول سے آگے کا اور اب قسمیں کھائیں گے کہ بھلائی چاہتے تھے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں قیل کل مسجد بنی مباھاۃ وریاء وسمعۃ اولغرض سوی ابتغاء وجہ اللہ او بمال غیر طیب فھو لاحق بمسجد الضرار انتہٰی اور کشاف میں ہے عن عطاء لما فتح اللہ الامصار علی ید عمر امر المسلمین ان یبنوا المساجد وان لایتخذوا فی المدینۃ مسجدین یضار احدھما صاحبہ انتہٰی اور صاحب تفسیر احمدی میں لکھاہے فالعجب من المشائخین المتعصبین فی زماننا فی کل ناحیۃ طلبا للاسم والرسم واستعلاء شانھم واقتداء باماھم ولم یتاملوا فی ھٰذہ الایۃ والقصۃ من شناعۃ حالھم وسوء افعالھم انتہٰی کتبہ العبد بدیع الدین ابن سید شرف الدین صاحب مشہدی ثم الاحمد آبادی عفا اللہ تعالٰی عنہما۔

الجواب بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مکرم کرمفرمایان سلمکم، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ مع فتاوای فریقین ملا۔ فقیر نے آپ کے فرمانے سے یہاں کے فتوے پر مکرر نظر کی اور اُس طرف کے فتاوی کو بھی دیکھا۔ جو یہاں سے لکھا گیا خالص حق وصحیح ہے اُسمیں بحمداللہ تعالٰی کسی کی طرف داری نہیں حکم شرعی بیان کیا ہے کسی کے مخالف موافق ہو اس سے بحث نہ کی نہ کی جاسکتی ہے کیا آپ نے اُس میں یہ لفظ نہ دیکھے کہ چھوٹی جماعت والے اگر خوف نزاع وجدال وغیرہ کسی مصلحت شرعیہ کے باعث دیوار توڑ کر مسجدیں ایک کرنے سے انکار کریں تو اُن پر جبر بھی نہیں پہنچتا کیا آپ نے اُسمیں یہ لفظ نہ دیکھے کہ بہرحال چھوٹی جماعت والوں کے انکار سے اُن کی مسجد میں نماز ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں اُن عبارات کو دیکھ کر آپ حضرات نے فریق اول کی طرف داری سمجھی ان عبارات کو دیکھ کر وہ فریق آپ کی طرف داری سمجھے خلاصہ یہ ہوگا کہ دونوں فریق کی طرفداری ہے یعنی کسی کی طرفداری نہیں صرف بیان حکم سے غرض ہے

والحمد للہ رب العلمین۔ اور یہ الزام کہ آپ ہر دو جانب کی گفتگو نہیں سنتے ایک ہی طرف کی بات سن کر حکم لگانا نا انصافی ہے اگر آپ انصاف فرمائیں تو محض بے اصل ہے یہاں فتوٰی دیا جاتا ہے دار القضا نہیں کہ فریقین کے بیان سننا تحقیقات امر واقع کرنا لازم ہو مفتی تو صورت سوال کا جواب دیگا اِس سے اُسے بحث نہیں کہ واقع کیا ہے نہ فریقین کا بیان سننا اُس پر لازم نہ اُسکا کام ہاں اتنا ضرور ہے کہ سوال اگر ظاہر البطلان ہو تو اُسکا جواب نہ دے اور دے تو اُسکی غلطی ظاہر کردے تاکہ وہ اپنے فتوے سے باطل کا مددگار نہ بنے یہاں بحمدہ تعالٰی اسکا لحاظ رہتا ہے جس سوال پر بریلی سے جواب گیا اُسمیں کوئی امر ایسا نہ تھا کہ صورت سوال کو غلط سمجھا جاتا مگر افسوس کہ اُسطرف کے فتووں میں اس امر اہم کا لحاظ اصلاً نہ ہوا اُن کے سوالوں میں صورت یہ فرض کی تھی کہ دوسری مسجد کی بنا ضد سے کہ آپس میں تفرقہ ہو اور اگلی مسجد کی آبادی میں فرق آئے محض نفسانیت وعداوت وضرر مسجد قدیم کے لئے بنائی ہے ظاہر ہے کہ یہ بنانے والوں کے قلب پر حکم تھا کہ اُن کی نیت یہ ہے اور نہ صرف یہ بلکہ صرف یہی ہے حالانکہ نیت کا جاننا اللہ عزوجل کا کام ہے اور مسلمان پر بدگمانی سخت حرام ہے تو مفتی کا منصب نہ تھا کہ اس صورت باطلہ کی تقدیر مان کر مسجد کے بنانے کو موجب عذاب ٹھہرائے اور حاکم وقت کو معاذ اللہ خانہ خدا کے ڈھانے پر ابھارے ایسی جگہ صرف صورت پر حوالہ کا حیلہ یا اس کہہ دینے کی آڑ کہ جو چیز ایسی ہے اسکا حکم یہ ہے اہل عقل وعلم وواقعات حال زمانہ کے نزدیک ہرگز کافی نہیں جبکہ صراحۃً معلوم ہے کہ ایک فریق بنا واقعی حکم شرع وہ صورت گمان یا فرض کرکے فتوے لینا چاہتا ہے جس کے فرض وگمان کا شرعاً اُسے اصلاً حق نہیں نہ دوسرے کو جائز کہ اُسکی بدگمانی مقرر رکھے لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنت بانفسھم خیرا اور وہ اپنے اس فرض باطل کے ایک فریق مسلمانان کو بذریعہ فتوی ضرر پہنچانا چاہتا ہے تو صرف اس صورت کا حکم بتانا اور اُسکا حکم نہ بتانا صراحۃً باطل کو مدد دینا ہے جو ایک جاہل مسلمان کے لائق بھی نہیں نہ کہ مفتی تو مفتی ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل اور حقیقت یہ کہ نہ صرف فریق دیگر بلکہ خود اس فریق کی بھی بدخواہی ہے بلکہ اس کی بدخواہی سخت تر ہے فریق اول کی نیت اگر صحیح ہے تو ان کے فرض باطل یا نافہم مفتیوں کے اقوال ہائل سے اُسکا کیا ضرر مگر اُس فریق کو جو بدگمانی اور مسلمانوں کو ایذا رسانی کی بیماری تھی وہ مفتیوں کی تقریر وعدم انکار سے بعد پختہ ہوگئی فھلکوا واھلکوا وانما الدین النصح لکل مسلم اسکی مثال یوں سمجھئے کہ ایک مریض نے براہ ناواقفی اپنا مرض الٹا تشخیص کیا اور اُس کے لئے طبیب سے دوا پوچھی طبیب اگر اُسکا اصل مرض جانتا اور سمجھتا ہے کہ یہ دوا اُسے نافع نہیں بلکہ اور مضر ہوگی تو اُسے ہرگز حلال نہیں کہ اس الٹے مرض کی اُسے دوا بتاکر اُسکی غلطی کو اور جما دے اور اُس کے ہلاک پر معین ہو اور یہاں اتنا کہہ دینے سے کہ مرض مسئول کی دوا یہ ہے یا جسے یہ مرض ہو اُسکی دوا یہ ہے طبیب الزام سے بری نہیں ہوسکتا جبکہ وہ جانتا ہے کہ اسے نہ یہ مرض نہ یہ اُسکی دوا بلکہ یہ اسکے مرض کو اور محکم کرے گی حاشا یہ وہی کریگا جو یا تو خود ہی طب نہیں جانتا اور خواہی نخواہی لوگوں کا گلا کاٹنے کو طبیب بن بیٹھا یا دیدہ ودانستہ مریض کی غلط تشخیص مقرر رکھ کر خلاف مرض دوا دیکر اُسے ہلاک کیا چاہتا ہے دونوں صورتیں سخت بلا ہیں ایک دوسرے سے بدتر تو صاف روشن ہوا کہ انھیں فتووں میں سخت نا انصافی اور نہ ایک فریق بلکہ دونوں کی سخت بدخواہی ہوئی اگرچہ بظاہر فریق دوم کی طرفداری نظر آئے اگر کسی ذی علم عاقل خیر خواہ مسلمین سے یہ سوال ہوتا تو وہ یوں جواب دیتا کہ بھائیو اس کی بنا محض نیت پر ہے اور نیت عمل قلب ہے اور قلب پر اطلاع اللہ عزوجل کو۔ تم نے کیونکر جانا کہ اُس فریق نے یہ مسجد اللہ کے لئے نہ بنائی بلکہ محض نفسانیت وعداوت واضرار مسجد سابق کا ارادہ اُسکے دل میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں افلا شققت عن قلبہ تونے اُسکا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا باہم تفرقہ کے بعد اُسکی بنا سے غایت یہ کہ تفرقہ باعث بنا ہو نہ کہ غایت بنا۔ باعث وغایت میں زمین آسمان کا

فرق ہے جس کی تفصیل ہمارے فتاوی کے کتاب الوقف میں ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام قطعی اس بیان ضروری کے بعد چاہتا تو یہ بھی لکھتا کہ ہاں اگر دلیل صحیح شرعی سے ثابت ہو جاتا کہ ان کی نیت اضرار تھی اور اسی غرض سے انھوں نے مسجد بنائی تو ضرور اُس کے لئے مسجد ضرار کا حکم ہوتا مگر حاشا اُس کے ثبوت کا کیا طریقہ اور اُسکی طرف راہ کیا آپکے سوال کا جواب یہ تھا نہ وہ جو ایرانی دہلوی صاحب نے دیا بہرحال فقیر آپ صاحبوں کا ممنون احسان ہے کہ اپنے نزدیک جو عیب اپنے بھائی مسلمان یعنی اس فقیر میں سمجھا اُس سے مطلع فرمایا مجھ پر فرض تھا کہ بات ٹھیک ہوتی تو تسلیم کرتا اب کہ باطل ہے اُسکا بطلان آپ کو دکھا دیا ماننا آپ صاحبوں کا کام ہے سنیوں بھائیوں کو آپس میں ایک رہنا لازم ہے سنیوں پر دشمنان دین کے لام کیا تھوڑے بندھ رہے ہیں کہ آپس میں بھی خانہ جنگی کریں اور نہ ہو سکے تو اتنا ضرور ہے کہ دنیوی رنجش کو دین میں دخل نہ دیں فقیر کو بحمد اللہ تعالے تمام سنی بھائیوں کی خدمتگاری کا شرف حاصل ہے لہذا دونوں فریق سے دست بستہ عرض ہے کہ رنجش جانے دیں انما المؤمنون اخوۃ پر نظر فرماکر گلے مل لیں فریق اول کو اپنی نیت معلوم ہے اور اللہ تعالی اُس سے زائد اسکی نسبت جانتا ہے اگر واقع میں مسجد انھوں نے محض براہ نفسانیت بقصد اضرار مسجد سابق بنائی ہے تو ضرور وہ مسجد ضرار ہے اُسے دور کریں اور تائب ہوں مگر فریق دوم کو ہرگز حلال نہیں کہ مسلمانوں پر اتنی سخت بدگمانی کرکے معاذ اللہ مسجد ڈھانا چاہیں اور ایسے بے معنی نام کے فتووں کی آڑلیں جو اس سے زیادہ اور کیا ظلم کرینگے کہ مسجد گرانے کا حکم دیتے اور حاکم وقت کو بربادی خانہ خدا پر ابھارتے ہیں والعیاذ باللہ رب العالمین ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم فقیر اپنے اس خط کی نقل فریق اول کو بھی بھیجے گا کہ میں نے دونوں کی خدمت میں دست بستہ عرض کی ہے اور اصلاح کی توفیق دینے والا خدا ہے والسلام علی جمیع اخواننا اہل السنۃ والجماعۃ فقط فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ۔ ۱۱ شعبان معظم یوم الاحد ۱۳۲۹ھ ہجریہ قدسیہ علی صاحبہا وآلہ افضل الصلاۃ والتحیۃ آمین

مسئلہ از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ مسئولہ جناب سید علی شاہ حسن میاں صاحب غرہ ماہ مبارک ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد مسقف میں شدت گرما کے سبب مصلیوں کو تکلیف ہوتی ہے اور پسینہ کی کثرت وحبس کی وجہ سے ادائے فرض میں نقصان اور خلل ہوتا ہے ایسی حالت میں اسکے انسداد کیلئے اگر مسجد میں سقفی بادکش لٹکایا جائے تو یہ بھی جو بحالت معذوری ومجبوری کیا گیا ہے خلاف آداب مسجد ومنافی احکام شریعت تو نہ ہوگا بینوا توجروا۔

الجواب موسم گرما ہمیشہ سے آتا ہے اور عرب شریف میں بھی آتا تھا اور مکہ معظمہ میں گرمی یہاں سے سخت تر تھی اور ہے اسمیں نہ کوئی معذوری ہے نہ مجبوری ورنہ ہر زمانے اور ہر مقام میں اُسکا علاج ملحوظ ہوتا کہ انسان سے معذور ومجبور کبھی نہیں رہا جاتا نماز عبادت وبندگی ہے اور بندگی کمال تذلل وفروتنی نہ کہ مخدوم بننا اور عین دربار بے نیاز میں خادم کو مقرر کرنا کہ ہم کو پنکھا جھلے کچہریوں میں جو فرشی پنکھے ہوتے ہیں اسمیں اصل مقصود حاکم ہوتا ہے کہ خود وہ ایک عاجز محتاج ہے جسے گرمی سردی سب کچھ ستاتی ہے بلکہ اور بہت سے جفاکشوں کی نسبت وہ زیادہ محتاج ہے پنکھا اُس کیلئے لگاتے ہیں خادم اُسکے لئے کھینچتا ہے حاضرین بالتبع اُس سے ہوا پاتے ہیں اس سبب سے وہ بے ادبی وخلاف ادب دربار نہیں گنا جاتا۔ یوں نہ دیکھئے بلکہ یوں کہ کوئی شخص دربار شاہی میں حاضر ہو اور اپنا خادم مقرر کرے کہ بادشاہ کے سامنے مجھے دستی پنکھا جھل کیا اُسے بے ادب نہ کہا جائیگا بیشک کہا جائیگا اور اب مسئلہ میں قدرے زیادہ بیان اور ادائے فرض میں عذر خلل ونقصان کا جواب فقیر کے فتاوی میں ہے

واللہ تعالے اعلم

مسئلہ از احمد آباد محلہ پانچ پیلی تاجپور ۱۴ رمضان ۱۳۲۹ھ

ایک مسجد جنگل میں ہے جس کی تولیت چھیپوں کی جماعت کرتی ہے اور وہ منہدم ومسمار ہوگئی ہے اور اُسکی صرف ایک محراب ہی باقی ہے اور اُس مسجد کے تمام پتھر لوگ چرا گئے اب اس صورت میں وہ محراب دوسری مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب جبکہ اُس مسجد شہید شدہ کا آباد کرنا فرض ہے ناممکن ہوگیا ہو اور اُسکی طرف کوئی راہ متیسر نہ ہو اور چور اُس کے مال پر دست درازی کررہے ہیں تو ایسی صورت میں اس ضرورت میں اُسکی محراب دوسری مسجد میں لگادینے کی اجازت ہوگی کما بینہ العلامۃ الشامی فی ردالمحتار وفصلناہ فی فتاونا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از الہ آباد بنگلہ ۱۶ مہابلی پرشاد سوداگر بنا ہی مرسلہ حاجی منشی محمد ظہور صاحب جوہری بریلوی ۷ صفر مظفر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ مسجد میرے مورثان نے بغرض نماز اپنے اور اپنے خاندان کے یا آشنا عورات کے بنوائی اور اُسکے ساتھ متصل اُس کے اپنا مکان بنوایا اور ایک طرف کی کڑیاں مسجد کے ایک سمت کی دیوار پر اُسی وقت میں رکھ لیں اب تیس سال ہوئے جو اُس نے اجازت عام نمازیوں کو واسطے نماز کے دیدی اب نماز پنجگانہ اور نماز عیدین ہوتی ہے اب اُس کی اولاد میں ایک شخص نے اپنے مکان کی نیچی چھت کو ڈیڑھ گز اونچا کیا اور وہاں کڑیاں یا شہتیر اٹھا کر دیوار پر دیوار کو بلند کرکے ڈال لیں اور بجائے ایک کھڑکی کے دو کھڑکی جانب مسجد اضافہ کی اور دیوار کو اونچا کرکے سائبان ٹین کا اپنی طرف کو ڈال لیا جسکا مگر مسجد کے دیوار پر رہا (خلاصہ) جب خانہ خدا وہ مسجد عام نمازیوں کے واسطے وقف ہوگئی تو وہ دیوار مسجد جس پر کڑیاں یا شہتیر رکھا ہو اور دو مینار بھی اسی دیوار پر ہوں تو وہ دیوار بھی وقف ہوئی یا نہیں اور اُس دیوار سے کڑیاں اٹھا کر اور دیوار بلند کرکے پھر دوبارہ کڑیاں رکھنے یا دیوار مسجد پر دیوار بنانے یا اضافہ کرنے کا کوئی حق ہے یا نہیں وارثان بانی مسجد کو از روئے شرع شریف اور وہ حق یا تعلق جو بانی مسجد نے رکھا تھا بعد علیحدہ کرنے کے باقی رہا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب وہ مسجد روز اول سے عام مسلمانوں کے لئے خانۂ خدا ہوگئی خاص ایک قوم کے لئے نیت کرنے سے خاص نہیں ہوسکتی نہ بانی کو اُسمیں اپنے لئے کوئی حق یا تعلق رکھنے کا اختیار ہے فتاوی عالمگیری جلد ۳ صفحہ ۱۳۷ میں ہے اتفقوا علی انہ لو اتخذ مسجد اعلی انہ بالخیار جاز الوقف وبطل الشرط کذا فی مختار الفتاوی فی وقف الخصاف اذا جعل ارضہ مسجد او بناہ واشہد ان لہ ابطالہ وبیعہ فہو شرط باطل ویکون مسجدا کما لو بنی مسجد الاہل محلۃ وقال جعلت ھذا المسجد لاہل ھذہ المحلۃ خاصۃ کان لغیر اہل تلک المحلۃ ان یصلی فیہ ھکذا فی الذخیرۃ یعنی سب علماء کا اتفاق ہے کہ اگر مسجد بنائی اس شرط پر کہ مجھے اختیار رہے تو مسجد صحیح ہوگئی اور وہ شرط جو لگائی باطل و بے اثر ہے ایسا ہی مختار الفتاوی میں ہے۔ وقف خصاف میں ہے جب اپنی زمین کو مسجد کیا اور مسجد تعمیر کی اور لوگوں کو گواہ کرلیا کہ اسکا باطل کرنا اور بیچنا مجھے جائز ہوگا تو یہ شرط باطل ہے اور وہ مسجد ہوجائے گی اسیطرح اگر مسجد کسی محلہ والوں کے لئے بنائی اور کہا کہ میں نے خاص اس محلہ والوں کے لئے اسے مسجد کیا تو یہ شرط بھی باطل ہے اور وہ عام مسجد ہوجائے گی ہر شخص کو اسمیں نماز کا اختیار ہوگا اگرچہ وہ غیر محلہ کا ہو۔ اور جب وہ دیوار مسجد کی ہے خود بیان کرنے والا کہہ رہا ہے کہ مسجد کی دیوار پر کڑیاں رکھ لیں اور اس دیوار پر مسجد کے دو منارے ہونا روشن دلیل ہے کہ وہ مسجد کی دیوار ہے تو اس دیوار کے وقف مسجد ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے بانی مسجد کو حرام تھا کہ مسجد کی دیوار پر اپنی کڑیاں رکھے یونہی اس وارث نے جو تصرفات مذکورہ کئے سب حرام ہیں اور واجب ہے کہ کڑیاں

اتار دی جائیں اور ٹین جدا کر دیا جائے مسجد کی دیوار ان ظالمانہ تصرفات سے پاک کر دی جائے۔ درمختار مطبع قسطنطنیہ جلد ۳ صفحہ ۵۷۳ میں ہے لوبنی فوقہ بیتا للامام لایضرلانہ من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیہ فاذا کان ھذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ھدمہ ولو علی جدار المسجد یعنی اگر مسجد کی چھت پر امام کے لئے گھر بنایا تو نقصان نہیں کہ یہ بھی مصالح مسجد سے ہے مگر مسجد پوری ہونے کے بعد اگر امام کے لئے بھی گھر بنانا چاہیگا نہ بنانے دینگے اور اگر کہے گا میری پہلے سے یہی نیت تھی جب بھی نہ مانیں گے یہ تاتارخانیہ میں ہے تو جب یہ حکم خود بانی مسجد پر ہے تو دوسرے کا کیا ذکر تو اُسکا ڈھا دینا واجب ہے اگرچہ مسجد کی فقط دیوار ہی پر کچھ بنایا ہو بحر الرائق مطبع مصر جلد ۵ صفحہ ۲۷۱ میں ہے اذا کان ھذا فی الواقف فکیف بغیرہ فمن بنی بیتا علی جدار المسجد وجب ھدمہ یعنی جب خود بانی مسجد کو ممانعت ہے تو غیر بانی کیا چیز ہے تو جو شخص مسجد کی دیوار پر کوئی عمارت بنائے اُس کا ڈھا دینا واجب ہے۔ ردالمحتار مطبع استنبول جلد ۳ صفحہ ۵۷۳ میں ہے نقل فی البحر قبلہ ولا یوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من اوقافہ اھ قلت وبہ علم حکم مایصنعہ بعض جیران المسجد من وضع جذوع علی جدارہ فانہ لایحل ولو دفع الاجرۃ یعنی بحر الرائق میں اس سے پہلے نقل فرمایا ہے کہ مسجد کی دیوار پر کڑی نہ رکھی جائے اگرچہ وہ کڑی خود مسجد ہی کی کسی وقفی مکان کی ہو اور یہیں سے معلوم ہوا کہ مسجد کے زیر سایہ رہنے والے بعض لوگ جو مسجد کی دیوار پر کڑیاں رکھ لیتے ہیں یہ حرام ہے اگرچہ وہ کرایہ بھی دیں جب بھی اجازت نہیں ہوسکتی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ مولوی صلاح الدین صاحب عرف حاجی دادا ساکن ضلع پشاور ۲۱ صفر ۱۳۲۰ھ

مسجد میں درخت بونا جائز ہے یا نہیں اگر بو لیا گیا تو وہ کس کی ملک شمار ہوگا

الجواب مسجد میں درخت بونا ناجائز ہے اگرچہ مسجد وسیع ہو اگرچہ درخت پھلدار ہو سوا اس ضرورت کے کہ زمین مسجد سخت نمناک ہو جس کے باعث اُسکی عمارت کو ضرر پہنچے ستون نہ ٹھہریں یا دیواریں پھولیں اسلئے بوئے جائیں کہ اُن کی جڑیں پھیل کر رطوبت کو جذب کرلیں) خلاصہ میں ہے غرس الاشجار فی المسجد لاباس بہ اذا کان فیہ نفع للمسجد بان کان المسجد ذا نز والاسطوانات لاتستقر بدونھا وبدون ھذا لایجوز اھ ونفظ الامام ظہیر الدین بعد ذکر الحاجۃ المذکورۃ فحینئذ یجوز والافلا اھ قال فی منحۃ الخالق قولہ والافلا دلیل علی انہ لایجوز احداث الغرس فی المسجد ولا ابقاءہ وفیہ لغیر ذلک العذر ولو کان المسجد واسعا ولو قصد بہ الاستغلال للمسجد الخ ہاں اگر درخت مسجد کے مسجد ہونے سے پہلے رکھا گیا تو عدم جواز مذکور کے تحت میں داخل نہیں کہ اس تقدیر پر یہ درخت مسجد میں نہ بویا گیا بلکہ مسجد زمین درخت میں بنائی گئی اس صورت میں اگر درخت بونے والا وہی مالک زمین و بانی مسجد ہے تو درخت مسجد پر وقف ہوگا نہ کسی شخص کی ملک فی ردالمحتار یدخل فی وقف الارض مافیھا من الشجر والبناء الخ اور اگر درخت دوسرے کا ہے تو اُسکی اجازت پر موقوف رہے گا اگر مسجد پر اُسکا وقف تسلیم کرلیگا تو وقف ہوجائیگا ورنہ تفریغ مسجد کا حکم کیا جائیگا رہا یہ کہ مسجد میں درخت بویا علماء نے فرمایا کہ درخت مسجد کے لئے ہوگا ردالمحتار میں خانیہ سے ہے لوغرس فی المسجد یکون للمسجد لانہ لایغرس فیہ لنفسہ ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے اذا غرس شجرا فی المسجد فالشجر للمسجد اُسی میں محیط سے ہے سئل نجم الدین عن رجل غرس تالۃ فی مسجد وکبرت بعد سنین فاراد متولی المسجد ان یصرف ھذہ الشجرۃ الی عمارۃ بئر فی ھذہ السکۃ والغارس یقول ھی لی فانی ما وقفتھا علی المسجد قال الظاھر ان الغارس جعلھا للمسجد فلا یجوز صرفھا الی البئر ولا یجوز للغارس صرفھا الی حاجۃ نفسہ

درمختار میں ہے لوغرس فی المسجد اشجارا تثمر ان غرسہا للسبیل فلکل مسلم الاکل والا فتباع لمصالح المسجد۔ ردالمحتار میں ہے ای وان لم یغرسہا للسبیل بان غرسہا للمسجد اولم یعلم غرضہ بحر عن الحاوی۔ اصل یہ ہے کہ بنایا غرس زمین وقف میں اگر متولی کرے تو مطلقاً وقف کے لئے ہے مگر یہ کہ اپنے ذاتی مال سے کرے اور بنا وغرس سے پہلے گواہ کرلے کہ اپنے نفس کے لئے کرتا ہوں یا یہ کہ متولی خود واقف ہو اور وقف کے لئے اُسکی نیت نہ کرے اور اگر غیر متولی باذن متولی کرے تو وقف کے لئے ہے اور بے اذن ہو تو بانی وغارس کے لئے ہے مگر اُس صورت میں کہ وقف کیلئے نیت کرے اور مسجد میں بونا دلالۃً مسجد کے لئے بونا ہے کہ کوئی مسجد میں اپنے لئے نہیں بوتا یہ اُس فرع کی تفصیل ہے درمختار میں ہے المتولی بناؤہ وغرسہ للوقف مالم یشہد انہ لنفسہ قبلہ۔ ردالمحتار میں ان کان البانی المتولی بمال الوقف فوقف سواء بناہ للوقف اولنفسہ او اطلق وان من مالہ للوقف او اطلق فوقف الا اذا کان ھو الواقف واطلق فھو لہ ذخیرۃ وان من مالہ لنفسہ واشہد انہ لہ فلہ قنیۃ ومجتبٰی وان لم یکن متولیا فان بنی باذن المتولی لیرجع فوقف والا فان بنی للوقف فوقف وان لنفسہ او اطلق فلہ رفعہ ان لم یضر اشباہ میں ہے وان اضر فھو المضیع لمالہ فلیتربص الی خلاصہ۔ اقول مگر یہ بنا وغرس جائز میں ہے ناجائز کے لئے حکم ہدم وقلع ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس لعرق ظالم حق۔ درمختار میں ہے لو بنی فوقہ بیتا للامام لایضر لانہ من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذٰلک لم یصدق تاتارخانیۃ فاذا کان ھذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ھدمہ ولو علی جدار المسجد۔ ردالمحتار میں ہے فی فتاوٰی قاری الہدایۃ استاجروا ارض وقف وجعلوہا طاحونا ان لم یکن انفع ولا اکثر ریعا الزم بھدم ماصنع اھ مختصراً اور ہم بیان کرچکے کہ بلا ضرورت مذکورہ مسجد میں پیڑ بونا جائز نہیں لشغلہ موضع الصلاۃ ولتشبہ البیع والکنائس اور یہ کہ اُسکا باقی رکھنا جائز نہیں تو یہ فروع خانیہ صورت جواز پر محمول ہوں گی الا تری انہ ممنوع والوقف قربۃ وانہ مقطوع والوقف مؤبد فذلک برھان ان انہ لایکون للمسجد اور فرع مذکور بحر وحاوی ودرمختار فنائے مسجد میں غرس پر بھی محمول ہوسکتی ہے اور اگر ثابت ہو کہ فنائے مسجد میں بونا بھی دلالۃً مسجد میں بونا بتاتا ہے تو جملہ فروع مذکورہ کا یہ دوسرا عمدہ محمل ہے ھذا ماظھر لی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ازمیرٹھ ۸ جمادی الآخر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک رنڈی نے اپنے پیشہ کے ذریعہ سے کچھ دکانیں خریدیں چند روز کے بعد وہ رنڈی مرگئی بعد مرنے کے وہ دکانیں وراثۃً اُسکی بہن کو پہنچیں جو اپنے پیشہ سے تائب اور کسی کے نکاح میں ہے اب اُسکی بہن اپنی طرف سے اُس جائداد کو جو وراثۃً اُسکو ملی ہے کسی مسجد کے نام وقف کرنا چاہتی ہے اس صورت میں مہتمان مسجد کو ان دکانوں کا لینا اور اُن کے کرایہ سے مسجد کے مصارف میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں جائز۔ بینوا توجروا

الجواب جبکہ وہ دکانیں بعینہا رنڈی کو اجرت زنا یا غنا میں نہ ملی تھیں بلکہ اُس نے خریدیں اگرچہ خریداری اُسی زرخبیث سے ہو تو ازانجا کہ عامہ عقود رائجہ میں یہ قاعدہ نہیں کہ روپیہ دکھا کر کہا جاتا ہو اس روپے کے عوض بیع کرے یا خریدے بلکہ مطلق بیع ہوتی ہے تو عقد ونقد زرحرام پر جمع نہیں ہوتی اور مذہب کرخی مفتی بہ پر ایسی حالت میں اُس شے مشتری میں خباثت بھی نہیں آتی تو وہ دکانیں خود اُس رنڈی کیلئے اس صورت میں حرام نہ ہوں گی نہ کہ بعد انتقال وراثت۔ لہٰذا وقف مذکور نہ فقط صحیح بلکہ جائز وموجب ثواب ہوگا اور متولیوں کو اُن کا لینا اور

اُن کا کرایہ مسجد میں صرف و خرچ کرنا ہر طرح جائز ہوگا والمسئلۃ قد فصلناھا فی فتاونا ثم ان کان خبث بالاجتماع لو فرض لم یکن فیہ الاکرا ھۃ والوراثۃ ناقلۃ والوقف اخراج عن الملک والابحاث طویلۃ الاذیال وانما یفتی فی الوقف بما ھو انفع لہ کیف والصحۃ لاشک فیما قطعا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از موضع ملکی پور تھانہ کٹرہ ضلع شاہجہان پور مسئولہ جملہ مسلمانان موضع ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو عیدگاہ کہ موضع ملکی پور میں ہے وہ بہت چھوٹی ہے اور عیدین میں بفضلہ تعالٰی اس قدر مسلمان جمع ہوجاتے ہیں کہ نماز پڑھنے اور کھڑے ہونے کی جگہ نہیں رہتی عیدگاہ سے باہر نماز کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں اور عیدگاہ قبرستان میں واقع ہے اگر یہاں وسعت دی جائے تو قبریں اندر آنیکا احتمال ہے اور جگہ بھی تحفظ کی نہیں ہے مولیشی وغیرہ پیشاب وغیرہ کرتے ہیں ایسی حالت میں عیدگاہ قدیمی چھوڑ کر دوسری جگہ اگر بہت بلند ہے اور فضا کی جگہ ہے اور ہر قسم کا تحفظ ہے مولیشی وغیرہ بھی وہاں نہیں جاسکتے وسعت دیکر تعمیر کرائی جاوے یا نہیں اور عیدگاہ قدیمی میں بحالت چھوڑنے قبرستان بناسکتے ہیں یا نہیں از روئے شرع شریف معزز و ممتاز فرمائیے بیّنوا توجروا۔

الجواب بیان سائل سے معلوم ہوا کہ یہ موضع ایک گاؤں ہے اور ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب میں گاؤں میں عیدین جائز نہیں تو وہاں عیدگاہ وقف نہیں ہوسکتی کہ محض بے حاجت و بے قربت بلکہ مخالف قربت ہے تو وہ زمین و عمارت ملک بانیان ہیں اُنھیں اختیار ہے اُسمیں جو چاہیں کریں خواہ اپنا مکان بنائیں یا زراعت کریں یا قبرستان کرائیں اور اب وہاں دوسری عیدگاہ بنائیں گے اُسکی بھی یہی حالت ہوگی درمختار میں ہے فی القنیۃ صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای اشتغال بما لایصح اُسیکی کتاب الوقف میں ہے شرطہ ان یکون قربۃ فی ذاتہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از اسکول بنام اسلامی مرسلہ مولوی یعقوب علی ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا پیشہ ڈھولک فروخت کرنے کا ہے مڑھے ہوئے اور بغیر مڑھے دونوں قسم کے ڈھولک فروخت کرتا ہے۔ عمرو کا پیشہ حکمت طبابت بید حکیمی کا کرتا ہے اور قمار بازی بھی کرتا ہے اور دھوکا دہی کرکے مریضوں سے روپیہ لیتا ہے زید و عمرو یہ لوگ کچھ روپیہ مسجد کی مرمت یا مسجد بنوانے میں دیں تو ان کا روپیہ لیکر مسجد میں صرف کیا جاوے یا نہیں بیّنوا توجروا۔

الجواب جبتک ہمیں معلوم نہ ہو کہ یہ خاص روپیہ جو ہمکو دیتا ہے وجہ حرام سے ہے اُسکا لینا اور مسجد میں صرف کرنا جائز ہے کچھ حرج نہیں بہ نأخذ مالم نعرف شیأ حراما بعینہ کما فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن الامام محمد واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شمس آباد ضلع رکمل پور پنجاب علاقہ　　مرسلہ مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۱۰ رجب مرجب ۱۳۳۱ھ

الاستفتاء فی حضرت مجدد المائۃ الحاضرۃ الفاضل البریلوی غوث الانام مجمع العلم والحلم والاحترام امام العلماء و مقدام الفضلاء لازال بالافادۃ والافاضۃ والعز والاکرام۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید ایک مسجد کا امام تھا بعد اُسکی موت کے اُسکا برادر حقیقی ایک مدت تک امام رہا جب وہ بھی انتقال کرگیا تو زید کا بیٹا بکر امام ہوا مگر چونکہ وہ دوسری مسجد میں امامت کرتا تھا اس مسجد میں اُس نے برضائے مقتدیان اپنا خلیفہ مقرر کیا اور اُس کے لئے معلومات امامت سے ایک شئے قلیل مقرر کی اور باقی کا خود لینا ٹھہرایا چنانچہ کئی برس تک جو خلیفہ

یکے بعد دیگرے آیا اسی شرط کا پابند رہا یہاں تک کہ خالد نام مولوی زید کے شاگرد علم دینی نے اپنے استاد زادے بکر سے کہا کہ مجھ کو اس مسجد میں آپ امام مقرر کیجئے میں آپ کا خلیفہ رہونگا اور آپ کے وظائف مقررہ معہودہ میں کوئی نقصان نہ کرونگا پس بکر نے خالد کو اس اقرار پر خلیفہ مقرر کیا اور تخمینا سترہ اٹھارہ برس تک خالد بہ پابندی شرط مذکور امامت کراتا رہا اور امور مقررہ میں کبھی چون وچرا نہ کی اب چونکہ بکر کا بیٹا بالغ ہوگیا ہے اور علم امامت سے بہرہ مند ہے لہذا بکر خالد کو برطرف کرکے اپنے بیٹے کو امام کرنا چاہتا ہے اور ابتدائے تقرر خالد کے وقت خالد نے تسلیم کرلیا تھا کہ آپ کے بیٹے جب بالغ قابل امامت ہوں یا اور کسی امر سے جب کبھی آپ مجھکو موقوف کردینگے تو مثل خلفائے سابقین کے مجھکو عذر نہ ہوگا اب خالد اپنے اقرار سے فرار کرکے کہتا ہے کہ میں تمہارا کوئی خلیفہ نہیں کیونکہ جب میں نماز فرض وتراویح وعیدو غیرہ خدمات مسجد ومراعات اہل محلہ ختم دعا درود سب بذات خود کرتا رہا تو میں امام مستقل ہوگیا تم کو میرے عزل کا کوئی اختیار نہیں اور قبل ہی سے جو کچھ میں نے تم کو دیا یا لینے دیا وہ شرم وحیا کی وجہ سے تھا ورنہ تمہارا کوئی استحقاق نہیں ہے کہ امامت تو میں کراؤں اور منافع تم لو خلافت اور اصالت کے کیا معنی پس بکر نے علمائے اطراف کو جمع کیا تھا کہ خالد سے تحقیق کریں اور فہمائش کرکے اُسکو برطرف ہونے کا حکم دیں مگر خالد ذرا چالاک آدمی ہے علماء سے کبھی امامت کی تعریف کبھی خلیفہ کے معنی کبھی وظیفہ امامت کا معنی دریافت کرتا ہے کبھی کہتا ہے کہ امام کی تعریف میرے پر صادق آتی ہے یا کہ بکر پر غرض کہ ایسی باتوں میں وقت ٹال دیتا ہے یہاں کے علماء کو یہ مسئلہ مصرح طور پر اور مفصل کسی کتاب میں نہیں ملتا اور ایسی طاقت نہیں کہ اجزائے مسئلہ کو ابواب مختلفہ ونظائر متفقہ سے استنباط کرکے فیصلہ کریں۔ چونکہ حضور پر نور بفضلہ تعالٰی مذہب مہذب حنفی کے بلکہ جمیع مذاہب حقہ کے مجتہد ہیں اور موافق ومخالف سب کے مسلم ہیں لہذا التماس کہ خالد باوجود دینے وظائف امامت کے بکر کو بہ اقرار خلافت سولہ سترہ برس تک مثل خلفائے پیشین کے شرعاً مستقل امام متصور ہوگا حالانکہ مقتدی لوگ کل سوائے دوچار آدمیوں کے خالد کے اس فرار عن الاقرار سے سخت ناخوش ہیں یا مثل خلفائے پیشین کے خالد بھی خلیفہ ہی ہوگا۔ واضح ہو کہ اس ملک میں کئی جگہ دستور ہے کہ ایک شخص ایک مسجد کا امام ہوتا ہے اور باقی مساجد میں خود امامت کیا کرتا تو نہیں ہوتا مگر ایسا تصرف رکھتا ہے کہ اُن مساجد کے عمدہ عمدہ منافع خود لے لیا کرتا ہے اور معمولی قسم کی آمدنی خلیفہ کو دیا کرتا ہے اور چاہتا ہے تو اُسے موقوف کردیتا ہے اور دوسرا اُسکی جگہ قائم کردیتا ہے اور چونکہ اول ہی سے یہ بات قرارداد بین الاصل والخلیفہ ہوا کرتی ہے اور مقتدی لوگ بکر کے اس تصرف پر کسی طرح کے معترض نہیں ہوتے۔ کچہری انگریزی میں بھی ایک آدھ مقدمہ اس امر کا کیا گیا جس میں اصل ہی کامیاب ہوا بینوا توجروا۔

الجواب یہ مسئلہ تین مسائل پر مشتمل **اول** آیا امام دوسرے کو اپنا نائب مقرر کرسکتا ہے **دوم** اگر کرسکتا ہے تو وظائف امامت کا مستحق وہ اصل ہوگا اور نائب صرف اسیقدر لے سکے گا جو اصل نے اس کے لئے بتایا یا ازانجا کہ فعل وخدمات امامت یہ نائب بجالاتا ہے یہی جملہ معلومات کا مستحق ہوگا اور اصل معزول سمجھا جائے گا **سوم** اگر اصل معزول نہیں بلکہ وہی اصل امام اور یہ اسکا مقرر کیا ہوا نائب ہے تو آیا امام اصل کو اس نائب کے معزول کردینے اور اُسکی جگہ دوسرا نائب مقرر کرنے کا اختیار ہے یا نہیں بحمد اللہ تعالٰی یہ تینوں مسائل واضح ومصرح ہیں **مسئلہ اولٰی** ہاں امام دوسرے کو اپنا نائب مقرر کرسکتا ہے فتاوٰی خلاصہ میں ہے الامام یجوز استخلافہ بلا اذن بخلاف القاضی وعلی ھذا لاتکون وظیفۃ شاغرۃ وتصح النیابۃ **مسئلہ ثانیہ** وظائف امامت کا مستحق اصل ہوگا اور نائب صرف اُسقدر لے سکے گا جو اصل نے اس کے لئے معین کیا فتاوٰی خیریہ میں ہے یجب العمل لما علیہ الناس وخصوصا مع العذر وعلی ذلک جمیع المعلوم

للمستنیب ولیس للنائب الا الاجرۃ التی استأجرہ بھا **مسئلہ ثالثہ** صورت مذکورہ میں وہ نائب جبکہ اُسکے لئے اصل کچھ مقرر کرے اصل کا اجیر ہوتا ہے پھر اگر وہ اجرت معینہ ہے تو اجارہ صحیح ورنہ فاسدہ اور اگر کچھ مقرر نہ کرے نہ نصاً نہ عرفاً تو اجیر بھی نہیں محض بیگاری ہوتا ہے صورت اخیرہ میں تو ظاہر ہے کہ نائب کوئی استحقاق اصلاً نہیں رکھتا اُس کا کام اصل کی طرف سے ایک مفت استخدام تھا اصل جس وقت چاہے اُسے منع کرسکتا ہے نہ اس صورت میں وہ کسی معاوضہ کا مستحق ہوتا ہے ایسی ہی صورت پر قنیہ میں ہے ان النائب لایستحق شیئا من الوقف لان الاستحقاق بالتقریر ولم یوجد اور صورت سابقہ میں وہ نائب اجیر ہے بحر الرائق میں ہے النائب وکیل بالاجرۃ پس صورت ثانیہ میں کہ اجارہ فاسدہ ہے آپ ہی ہر وقت اختیار فسخ ہونا درکنار خود وجوب فسخ ہے کہ اجارہ فاسدہ معصیت ہے اور معصیت کا ازالہ فرض یہاں تک کہ اصل و نائب باہم فسخ نہ کریں تو حاکم پر فرض ہے کہ جبراً اُسے فسخ کردے کما عرف ذٰلک فی البیوع درمختار میں ہے ولذا لایشترط فیہ قضاء قاض لان الواجب شرعا لایحتاج للقضاء درر اور صورت اولٰی میں جبکہ عام رواج یہی ہے کہ کوئی مدت اجارہ معین نہیں کی جاتی کہ سال بھر کے لئے تجھے امام کیا یا چھ مہینے کے لئے بلکہ صرف امامت اور اُس کے مقابل ماہوار دینا پانے کا بیان ہوتا ہے تو اجارہ صرف پہلے مہینے کے لئے صحیح ہوا اور ہر سر ماہ اجیر و مستاجر ہر ایک کو دوسرے کے سامنے اُس کے فسخ کردینے کا اختیار ہوتا ہے درمختار میں ہے اٰجرحانوتا کل شھر بکذا صح فی واحد فقط وفسد فی الباقی لجھالتھا واذا مضی الشھر فلکل فسخھا بشرط حضور الاٰخر لانتھاء العقد الصحیح بہرحال اصل کو ہر سر ماہ پر اس نائب کے معزول کردینے اور دوسرے کو اُسکی جگہ نائب کرنے کا اختیار ہے۔ مسئلہ مسئولہ سائل کا تو جواب یہ ہے اور یہاں ایک امر ضروری اللحاظ یہ ہے کہ بعض جگہ معلومات و وظائف امامت ایسے مقرر ہوتے ہیں جو شرعاً جائز یا صحیح نہیں اُن کا استحقاق نہ اصل کو ہوگا نہ نائب کو بلکہ صرف اجرت مثل کا، مگر نائب ان میں بھی اصل سے اپنے لئے منازعت نہیں کرسکتا کہ وہ اسے بھی حلال نہیں صرف اپنی اجرت مثل لے سکتا ہے فلیتنبہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از نینی تال ٹرا بازار مرسلہ فدا حسین صاحب سادہ کار ۱۶ رمضان مبارک ۱۳۳۱ھ

بعالیخدمت جناب مولنا احمد رضا خاں صاحب۔ جناب من یہاں مسجد نینی تال میں گیس کے لالٹین روشنی کی گئی ہے خاص اندرون مسجد جس وقت وہ روشن کی جاتی ہے اسپرٹ شراب ڈال کر گرم کی جاتی ہے تب وہ روشن ہوتی ہے اور ایک ہندو اُن کو جلانے کے واسطے اندر جاکر جلاتا ہے جس کے پیر دھلائے جاتے ہیں اور ناپاکی سے اُسکی کچھ مطلب نہیں یہ کام جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب اسپرٹ شراب ہے اور شراب ناپاک ہے اور ایسی ناپاک چیز مسجد میں لیجانا منع ہے ہرگز اجازت نہیں ولہذا فتاوٰی عالمگیری و درمختار وغیرہ معتبر کتابوں میں تصریح فرمائی کہ تیل کسی طرح ناپاک ہوگیا ہو تو مسجد میں اُسے جلانا ہرگز جائز نہیں تنویر الابصار میں ہے یکرہ الوطی فوقہ والبول والتغوط وادخال نجاسۃ فیہ فلا یجوز الاستصباح بدھن نجس فیہ اور کافر کا اُسمیں جانا بھی بے ادبی ہے کما حققناہ فی فتاونا بتوفیقہ تعالٰی وھو تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸ رمضان مبارک ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی سالار بخش نے محلہ بانخانہ میں مسجد تعمیر کرائی اور اُس کا فرش تھوڑا درست کراکر چھوڑ دیا اور چہار دیواری وغیرہ بھی ٹھیک طور پر درست نہ کرائی عرصہ قریب چھ سال کے گزر گیا مگر

چند مرتبہ سالار بخش سے کہا گیا انھوں نے کچھ خیال نہ کیا اب اور چند لوگوں نے یہ رائے قائم کی کہ یہ مسجد ہنوز ایسی نہیں ہے کہ اس میں نماز پڑھی جاوے چنانچہ اُسکو درست کریں تاکہ نماز پڑھی جاوے مسمی سالار بخش کو یہ بات ظاہر ہوئی کہ اور لوگ اس مسجد کو درست کرانا چاہتے ہیں فوراً اُن لوگوں سے یہ لفظ کہا کہ اُسکو میں خود درست کراؤں گا آپ لوگ اس میں ایک حبہ نہیں لگا سکتے ہیں اور نہ میں کسی کو روپیہ لگانے دوں گا جس وقت میرے پاس روپیہ ہوجاوے گا میں خود درست کرادوں گا اب وہ مسجد اسیطرح پر ہے نہ تو کسی کو مرمت کرانے دیتے ہیں اور نہ خود درست کراتے ہیں امیدوار کہ بعد ملاحظہ جو کچھ حکم شرع شریف ہو تحریر فرماکر مہر ثبت کردیجاوے۔

الجواب اگر سالار بخش نے مسجد کی بنا ڈالی ہے اور ابھی یہ نہ کہا کہ میں نے اسے مسجد کردیا جب تو وہ ابھی وقف نہ ہوئی سالار بخش کی ملک ہے دوسروں کو اُس میں دست اندازی نہیں پہنچتی اور اگر اُسے وقف کرچکا یہ کہہ چکا ہے کہ میں نے اسے مسجد کردیا جب بھی اس کے بنانے کا حق اُسیکو ہے اُسے چاہیئے کہ خود بنائے ورنہ جو مسلمان بنانا چاہتے ہیں اُن کو اجازت دے اور اگر باہم راضی ہوں تو یوں کریں کہ اُن مسلمانوں سے کہے تم بناؤ اور جو کچھ اس میں صرف ہو وہ میرے ذمہ ہے اُس کا حساب لکھتے رہو میں ادا کردوں گا یوں مسجد بن بھی جائے گی اور وہ سب مسلمان بھی اُس کے بنانے کا پورا ثواب پائیں گے اور ساری مسجد اسی کے روپے سے بنے گی سب مطلب حاصل ہوجائیں گے والله تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از مارہرہ شریف سرکار خورد مرسلہ حضرت سید شاہ میاں صاحب ۹ رمضان مبارک ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جس کا صحن مسقف ہے اور اُس سقف کے نیچے سو دو سو برس سے نماز ہوتی ہے اب اُس سقف کو بالائی حصہ مسجد میں بطور صحن شامل کرلیا ہے ایسی حالت میں حسب مذہب اہلسنت وجماعت اُس مسقف صحن میں نماز جائز ہے یا نہیں اور حصہ زیریں جو مرتب ومسقف ہے بدستور رکھا جائے یا پھر اُدھیڑ ڈال کر صحن بنالیا جائے ایسی صورت میں کہ سقف نہ رکھی جائے اور ایک بنی بنائی عمارت مسمار کردی جائے شرعاً خلاف ہے یا نہیں۔ بحوالہ کتب وروایات جواب لکھا جائے بینوا توجروا۔

الجواب سوال میں حصہ بالائی وحصہ زیریں کہنے سے ظاہر کہ مسجد دو طبقہ ہے علو وسفل یعنی بالاخانہ ومنزل زیریں۔ اور یہ الفاظ کہ ایک مسجد جس کا صحن مسقف ہے اور اُس سقف کے نیچے سو دو سو برس سے نماز ہوتی ہے بظاہر اس طرف جاتے ہیں کہ سرے سے بانی مسجد نے طبقہ سفل کا کوئی صحن نہ رکھا بلکہ اُس کے دونوں درجہ اندرونی وبیرونی مسقف ہی بنائے اور بعد کے الفاظ کہ اب اُس سقف کو بالائی حصہ مسجد میں بطور صحن شامل کرلیا ہے یہ بھی سقف کا حدوث نہیں بتاتے بلکہ اُس کا پہلے سے ہونا اور اُسے طبقہ علو کے لئے بجائے صحن قرار دینے کا حدوث۔ لیکن سفل جب اصل سے دو درجہ مسقف ہوا اور درجہ اندرونی پر علو ہو تو درجہ بیرونی کی سقف خود ہی اُس علو کے لئے بجائے صحن ہوگی۔ اب بطور صحن شامل کرلیا ہے کا کیا محصل ہوگا یہ ظاہراً حدوث سقف کی طرف ناظر ہے مگر یہ کہ اس سقف پر نماز پہلے نہ پڑھی جاتی ہو اب پڑھنے لگے بایں معنی شامل کرنے کا حدوث بتایا ہو نیز صحن کا مسقف کہنا بھی حدوث سقف کا پتہ دیتا ہے کہ صحن کبھی مسقف نہیں ہوتا نہ مسقف کو صحن کہیں مگر بایں معنی کہ پہلے جو صحن تھا بعد کو مسقف کرلیا ہے۔ اسیطرح عبارت سوال کہ اُس مسقف صحن میں نماز جائز ہے یا نہیں

نظر بالفاظ اُسی درجہ بیرونی منزل زیریں سے سوال ہے کہ وہی صحن مسقف ہے اور اوپر اُسکو اس لفظ سے تعبیر کیا بھی تھا اگر وہاں تو سو دو سو برس سے نماز ہوتی ہے اور اُسمیں عدم جواز کا کوئی منشا بھی نہیں ہاں سقف کو جو حصۂ بالا میں اب شامل کیا گیا اُسے صحن حادثات بتایا اور یہاں سوال کے لئے منشا ابھی ہے شاید اسے مسقف بایں معنی کہا ہو کہ یہ درجۂ زیریں کی سقف کیا گیا ہے نہ یہ کہ اس پر سقف بنائی گئی بہرحال ہم ہر احتمال پر کلام کریں۔ یہ سقف اگر حادثات ہے بانی مسجد نے منزل زیریں کے سامنے صحن رکھا تھا بعدہ کسی نے اسے بھی مسقف کردیا جب تو ظاہر ہے کہ اس درجہ بیرونی میں جو پہلے صحن تھا اور اب مسقف ہے عدم جواز نماز کی کوئی وجہ نہیں کہ وہ بدستور مسجد ہے سقف نے اسے مسجدیت سے خارج نہ کیا ہاں اس سقف پر بلاضرورت نماز کی اجازت نہیں کہ سقف مسجد پر بے ضرورت چڑھنا ممنوع و بے ادبی ہے اور گرمی کا عذر مسموع نہ ہوگا ہاں کثرت جماعت کہ طبقہ زیریں کے دونوں درجے بھر جائیں اور لوگ باقی رہیں سقف پر اقامت نماز کی اجازت دیگی فتاوی علمگیریہ میں ہے الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولھذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لایکرہ الصعود علی سطحہ للضرورۃ اور اگر یہ سقف قدیم ہے خود بانی مسجد ہی نے طبقۂ زیریں کے دونوں درجے مسقف بنائے تو اب نظر لازم ہے اگر ثابت اور تحقیقاً معلوم ہو کہ بانی نے اصل مسجد علو کو رکھا اور نیچے یہ دو درجے وقت ضرورت کے لئے بنادئے کہ اگر جماعت کثیر ہو تو ان میں قیام کریں تو اس صورت میں ظاہراً سقف پر نماز مطلقاً جائز ہے کہ درجۂ زیریں حسب نیت بانی اصل مسجد نہیں بلکہ تابع و معین مسجد ہے اور زیر سقف تو مطلقاً جواز خود ظاہر ہے کہ وقت ضرورت کی نیت اُس کے غیر میں ممانعت نہیں کما لایخفی اور اگر ثابت ہو کہ بانی نے اصل مسجد طبقہ زیریں کو کیا اور طبقۂ بالا وقت ضرورت یا وقت گرمی کے لئے بنایا یا دونوں کو اصل مسجد کیا مثلاً اختلاف موسم کے خیال سے طبقہ زیریں بالکل مسقف اور طبقہ بالا مع صحن بنایا یا کچھ ثابت نہ ہو تو ان تینوں صورتوں کا حکم مثل اُس سب سے پہلی صورت حدوث سقف کے چاہئے کہ دو صورت پیشیں میں تو طبقۂ زیریں کا مسجد ہونا خود ہی ثابت و مراد ہے تو یہ سقف سقف مسجد ہوئی اور سقف مسجد پر بے ضرورت صعود ممنوع اور صورت اخیرہ میں اگرچہ نصاً ثبوت نہ ہو عرفاً ثبوت ہے کہ منازل میں منزل زیریں ہی اصل ہے اور بالاخانہ تابع کہ اس کا قیام اس پر موقوف اور صحن نہ رکھنا عدم ارادۂ اصالت کا موجب نہیں جیسے صورت لحاظ مواسم میں گزرا بالجملہ زیر سقف نماز پڑھنا مطلقاً جائز ہے اور چھت پر بحال ضرورت تو مطلقاً اور بلاضرورت صرف اُس صورت میں کہ بانی سے تحقیق طور پر ثابت ہو کہ مسجد صرف علو کو کیا اور اُسے تابع رکھا۔ باقی صورتوں میں چھت پر نماز سے احتراز ہو۔ رہا بھراؤ ڈال کر حصۂ زیریں کو نیست ونابود کردینا یہ کسی صورت جائز نہیں جن صورتوں میں یہی مسجد یا یہ بھی مسجد ہے جب تو ظاہر کہ یہ مسجد کا اعدام اور معاذ اللہ اس وعید شدید پر اقدام ہوگا ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا اور اگر نہیں تو لااقل وقف صحیح تابع مسجد ہے اور وقف کی ہیئت بدلنا تو جائز نہیں نہ کہ بالکل مسدود و مفقود کردینا علمگیریہ میں سراج وہاج سے ہے لایجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا الا اذا جعل الواقف الی الناظر ما یری فیہ مصلحۃ الوقف اھ ھذا کلہ ماظھر لی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰ ذی القعدہ الحرام ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک زمین مسجد کہ اسمیں اور مسجد میں راہ وغیرہ کوئی فاصل نہیں کثرت جماعت کے وقت اُسمیں نماز بھی ہوتی ہے اور ویسے وضو وغیرہ ضروریات مسجد کے لئے ہے کیا متولی یا دیگر مسلمین کو یہ جائز ہے کہ اُسے مسجد سے توڑ کر

شارع عام میں شامل کردیں یا بالعوض خواہ بلاعوض اُسے سڑک بنانے کے لئے دیدیں اور ایسا کرنا حقوق مسجد پر دست درازی کرنا ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب بیشک ایسا کرنا حرام قطعی اور ضرور حقوق مسجد پر تعدی اور وقف مسجد میں ناحق دست اندازی ہے شرع مطہر میں بلاشرط واقف کہ اُسی وقف کی مصلحت کے لئے کی ہو وقف کی ہیئات بدلنا بھی ناجائز ہے اگرچہ اصل مقصود باقی رہے تو بالکل مقصد وقف باطل کرکے ایک دوسرے کام کے لئے کردینا کیونکر حلال ہوسکتا ہے سراج وہاج وفتاوی علمگیری وغیرہما میں ہے لایجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا الا اذا جعل الواقف الی الناظر مایری فیہ مصلحۃ الوقف فتح القدیر شرح ہدایہ وغیرہ کتب میں ہے الواجب ابقاء الوقف علی ماکان خصوصا ایسی تبدیلی جس سے خاص مسلمانوں کا حق عام آدمیوں مسلم غیر مسلم سب کے لئے ہوجائے جب وہ سڑک ہوئی تو اُسمیں مسلم کافر سب کا حق ہوجائیگا اور پہلے وہ صرف حق مسلمانان تھی تو کیوں کر جائز ہو کہ مسلمانوں کا حق چھین کر عام کردیا جائے کیا کوئی ہندو گوارا کرسکتا ہے کہ اُس کے شوالے یا مندر کا کچھ حصہ توڑ کر مسلمانوں کو اُس میں حقدار کردیا جائے تو عجب اُس مسلمان سے کہ اپنے دین پر ایسے ظلم کا مرتکب ہو۔ یا اگر کوئی مسلمان کسی زمین مندر یا ہندو کسی زمین مسجد کے ساتھ ایسا کرے تو گورنمنٹ اُسے روا رکھے گی ہرگز نہیں بلکہ ضرور اُسے اُس مسلم یا ہندو کی جبر وتعدی اور مذہبی دست اندازی قرار دے گی۔ علی الخصوص ایسی زمین کہ اگر عین مسجد نہیں فنائے مسجد ہے غنیہ میں ہے فناء المسجد ھو المکان المتصل بہ لیس بینہ طریق اور فنائے مسجد کی حرمت مثل مسجد ہے فتاوی علمگیری کتاب الوقف باب ۱۱ میں محیط امام شمس الائمہ سرخسی سے ہے قیم المسجد لایجوز لہ ان یبنی حوانیت فی حد المسجد اوفی فنائہ لان المسجد اذا جعل حانوتا ومسکنا تسقط حرمتہ وھذا لایجوز والفناء تبع المسجد فیکون حکمہ حکم المسجد جب فنائے مسجد میں خود مصلحت مسجد کے لئے دکان بنانا متولی مسجد کو حرام اور مسجد کی بے ادبی اور اُس کی حرمت کا ساقط کرنا ہے تو فنائے مسجد کو عام سڑک کے لئے دے دینا کس درجہ سخت حرام اور مسجد کی بے حرمتی اور اُس کی عظمت کا منہدم کرنا ہوگا۔ وہ جو بعض کتب میں ہے کہ ضرورت ومجبوری کے وقت مسجد کو راستہ بنانا جائز ہے اُس کے معنی یہ ہیں کہ بضرورت مسجد میں ہوکر دوسری طرف کو نکل جانا جائز ہے کہ مسجد میں دوسری طرف جانے کے لئے چلنا حرام ہے مگر بضرورت کہ راستہ گھرا ہوا ہے اور مسجد ہی میں سے ہوکر جاسکتا ہے جیسے موسم حج میں مسجد الحرام شریف میں واقع ہوتا ہے اس کی اجازت دی گئی ہے وہ بھی جنب یا حائض یا النفساء کو نہیں نہ گھوڑے یا بیل گاڑی کو نہیں ہوکر نکل جانے کے لئے بھی ان کا جانا لیجانا ہرگز جائز نہیں نہ یہ کہ معاذاللہ اُسے مسجدیت سے خارج کرکے گزرگاہ عام کردیا جائے کہ مسلم کافر جانور پاک ناپاک سب کے لئے شارع عام ہوجائے یہ ہرگز حلال نہیں ہوسکتا اشباہ والنظائر احکام المسجد میں ہے لایجوز اتخاذ طریق فیہ للمرور الالعذر اُس کی شرح غمز العیون والبصائر میں ہے قولہ ولایجوز اتخاذ طریق فیہ للمرور یعنی بان یکون لہ بابان فاکثر فیدخل من ھذا ویخرج من ھذا فتاوی علمگیریہ وفتاوی خلاصہ میں ہے رجل یمر فی المسجد ویتخذہ طریقا ان کان لغیر عذر لایجوز وبعذر یجوز ثم اذا جاز یصلی فی کل یوم مرۃ لافی کل مرۃ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للامام الزیلعی وفتاوی ہندیہ میں ہے اذا جعل فی المسجد ممرا فانہ یجوز لتعارف اھل الامصار فی الجوامع وجاز لکل واحد ان یمر فیہ حتی الکافر الا الجنب والحائض والنفساء ولیس لھم ان یدخلوا فیہ الدواب محیط امام برہان الدین وفتاوی علمگیریہ میں ہے ان ارادوا ان یجعلوا شیئا من المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لھم ذلک وانہ صحیح اسی طرح فتاوی امام فقیہ ابواللیث پھر فتاوی تاتارخانیہ وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ از محلہ کوٹ پرگنہ سنبھل ضلع مراد آباد مکان مولوی لئیق احمد صاحب مرسلہ مطہر حسین صاحب ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ

جلسہ چندہ واسطے مصارف خیر کے مساجد میں خصوصاً جامع مسجد میں جائز ہے یا نہیں۔

الجواب جائز ہے جبکہ چپقلش نہ ہو اور کوئی بات خلاف ادب مسجد نہ ہو واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از گونڈہ محلہ نبی گنج مکان مولوی نوازش احمد صاحب مرسلہ حافظ محمد اسحاق صاحب ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ

مسجد قدیم کہنہ کو شہید کرکے اُسی مقام پر یا کچھ فاصلہ سے ہٹ کر دوسری جگہ مسجد جدید کوئی بنوا دے تو اس بارے میں شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب مسجد کو اس لئے شہید کرنا کہ وہ جگہ ترک کردیں گے اور دوسری جگہ مسجد بنائیں گے مطلقاً حرام ہے قال تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا اور اگر اس لئے شہید کی کہ یہیں ازسرِ نو اس کی تعمیر کرائے تو اگر یہ امر بے حاجت و بلا وجہ شرعی صحیح ہے تو لغو و عبث و بے حرمتی مسجد و تضییع مال ہے اور یہ سب ناجائز ہے قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ تعالٰی کرہ لکم ثلٰثًا قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال وقال تعالٰی ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین ہدایہ میں ہے العبث حرام اور اگر مصلحت شرعی ہے مثلاً اگر اُسمیں اور زمین شامل کرکے توسیع کی جائے گی یا بنا کمزور ہوگئی ہے محکم بنائی جائے گی تو اصل بانی مسجد ورنہ اہل محلہ کو اس میں اختیار ہے کما فی الھندیۃ والدر المختار وغیرہما واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از علیگڈھ سوسائٹی کارڈن مسئولہ حمید الدین خاں بی۔ اے ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ معرفت سید برکت علی صاحب

معظمی زاد عنایتہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تھوڑا عرصہ ہوا جب مجھے آپ کے ہمراہ جناب مولٰنا صاحب قبلہ سے شرف قدمبوسی حاصل ہوا تھا اُس روز میں نے مولٰنا صاحب کی خدمت میں یہ عرض کیا تھا کہ ایک صاحب نے مسجد کے متعلق چند کتب احادیث کی اسناد پر یہ مواد جمع کیا ہے کہ راستہ کے فراخی کے لئے مسجد میں سے کچھ حصہ بشرط گنجائش لینا جائز ہے جس میں آں جناب مولٰنا صاحب قبلہ نے یہ فرمایا تھا کہ وہ غلطی پر ہیں بلکہ اُس مسئلہ کا منشا بحالت ہجوم مسجد کے کسی حصہ میں سے گزرنے کا جواز ہے اس پر میں نے اُن صاحب کو اُن کی غلطی پر بذریعہ خط متنبہ کیا عرصہ کے بعد اُن کا جواب آیا افسوس ہے کہ وہ اپنے جائے قیام پر نہیں ہیں اس وجہ سے اُن کے پاس وہ ان کا رسالہ اور وہ کتب جن سے مواد جمع کیا تھا موجود نہ تھیں مگر جو انھوں نے مجھے اپنی یادداشت سے لکھا بجنسہٖ نقل کرکے ارسال خدمت کررہا ہوں۔

نام کتاب جس میں سے مواد حاصل کیا

اشباہ والنظائر مصنفہ امام ابراہیم باب فوائد شتے صفحہ ۴۰۴ - ۴۰۵ مطبوعہ ۱۲۸۳ھ مطبع نظامی یا مصطفائی کانپور

عبارت خط

جو حوالہ میں نے آپ کو لکھا تھا وہ اس طرح ہے۔

لوضاق الطریق علی المارۃ والمسجد واسع فلھم ان یوسعوا الطریق من المسجد اور دوسری جگہ ماضاق المسجد ولوکان مسجدا اواسعا یجوزانہ امہ قریب قریب ایسی ہی عبارت جو مجھے مل اور اچھی طرح یاد نہیں ہے عبارت بالا اشباہ والنظائر میں صاف لکھی ہے

اور صاحب ردالمحتار نے اسی کو مرجح اور معتمد لکھا ہے حکم بالا میں مسجد کے متعلق ہے فنائے مسجد یعنی وضو خانہ حجرہ غسل خانہ میں تو بحث ہی فضول ہے۔ یہ عبارت انھوں نے مجھے لکھ کر بھیجی ہے غالباً یہ کتاب آنجناب مولنا صاحب کے وسیع کتب خانہ میں ضرور موجود ہوگی اور اُسکو دیکھ کر آنجناب ضرور اس کی صحت اور موقع پر غور فرماسکیں گے والسلام۔ دیگر گذارش یہ ہے کہ جناب مولنا صاحب قبلہ کے فیصلے سے مجھے بھی مطلع فرمائیں تو باعث کمال عنایت ہوگا علاوہ اضافہ معلومات مجھے اُن حضرت کو بھی لکھنے کا موقع مل سکے گا میرا پتہ حسب ذیل ہوگا۔

محمد حمید الدین خاں بی۔ اے سوسائٹی کارڈن علیگڈھ

الجواب

استغفر اللہ العظیم ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الحکیم ذکتاب مستطاب اشباہ والنظائر کے مصنف امام ابراہیم نہ اشباہ میں معاذاللہ کہیں ان کا پتہ کہ لوکان مسجد اواسعا یجوزاتمہدامہ نہ کوئی مسلمان ایسا کہہ سکے نہ کوئی عربی داں ایسی عبارت لکھے نہ کہ علامہ زین بن نجیم مصری مصنف اشباہ اُن کی نسبت یہ محض تہمت ہے یا نرا اشتباہ۔ کسی شخص کے اپنے تخیل میں یہ لفظ پیدا ہوئے ہوں گے جس کی عربیت فاسد اور معنی باطل کوئی آدمی ابراہیم نامی وہاں موجود یا مخیل ہوگا اور کتاب اشباہ کہیں رکھی ہوگی سب تصورات جمع ہو کر یہ یاد رہا کہ امام ابراہیم نے اشباہ میں ایسا لکھا اگرچہ نظر بواقع وہی مثال ہے کہ

چہ خوش گفتست سعدی درزلیخا۔ الا یا ایھا الساقی ادرکاسا وناولھا

بلکہ اُس سے بھی ہزارہا درجہ بدتر ہے کہ اگرچہ نہ کتاب زلیخا شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالٰی کی تصنیف نہ مصرع دوم اُن کا نہ اُس کتاب کا مگر آخر ہے تو ایک عارف کا قول بخلاف اس کے کہ مسجد ڈھانے کی حلت اور اشباہ کی طرف اُس کی نسبت۔ افسوس کہ ناقل نے جس کتاب کے صفحہ ۲۹ سے پہلی عبارت نقل کی اُس سے گیارہ ہی ورق اوپر صفحہ ۳۸ میں اُسکے معنی کی صریح تشریح نہ دیکھی کہ لایجوز اتخاذ طریق فیہ للمرور یعنی بان یکون لہ بابان فاکثر فید خل من ھذا ویخرج من ھذا یعنی مسجد میں راستہ بنانا جو ناجائز ہے اور عذر کی صورت میں جس کی اجازت دی گئی ہے اُس کے معنی یہ ہیں کہ مسجد کے دو یا زیادہ دروازے ہوں ایک سے داخل ہو کر دوسرے سے نکل جائے۔ بحمداللہ تعالٰی اس یعنی نے معنی کو صاف کردیا اور عجب خود اسی کتاب میں جو عبارت تھی نظر نہ آئی اور جو نہ تھی وہ متشکل ہوگئی تو اس کی کیا شکایت کہ خود انھیں امام مصنف اشباہ کی دوسری جلیل وعظیم کتاب بحرالرائق نہ دیکھی جس میں انھوں نے صاف طور پر واضح کردیا ہے کہ مسجد کو راستہ بنانے سے یہی مراد ہے کہ مسجد بحال خود قائم وبرقرار رہے اور کسی کام کے لئے اُس میں ہو کر نکل جائے اور صریح تصریح فرمادی ہے کہ یہ ناپاک مرد یا عورت کے لئے حلال نہیں نہ اُس میں گھوڑا یا بیل وغیرہ جانور لے جاسکتے ہیں عبارت یہ ہے بحرالرائق مطبع مصر جلد پنجم صفحہ ۲۷۶ ومعنی قولہ کعکسہ انہ اذا جعل فی المسجد ممرا فانہ یجوز لتعارف اھل الامصار فی الجوامع وجاز لکل واحد ان یمر فیہ حتی الکافر الا الجنب والحائض والنفساء لما عرف فی موضعہ ولیس لھم ان یدخلوا فیہ الدواب یعنی مسجد کے کسی حصہ کو راستہ بنانے سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں ہو کر مرور کے لئے جگہ ٹھہرالے تو روا ہے کہ شہروں کی جامع مسجدوں میں اس کا عام رواج ہو رہا ہے اور اُس میں ہو کر ہر شخص کو گزر جانے کی اجازت ہوگی یہاں تک کہ کافر کو مگر جنابت والے مرد وعورت اور حیض والی عورت اور نفاس والی ان میں کسی کو وہاں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوسکتی کہ مسجد میں ان کا جانا حرام ہونا اپنی جگہ یعنی کتاب الطہارۃ میں معلوم ہوچکا ہے اور یہ بھی انھیں اختیار نہیں کہ اُس جگہ جانور

یونہیں بعینہ اسی طرح تبیین الحقائق امام فخر الدین زیلعی و درر الحکام و درمختار و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے۔ اس ارشاد علماء کو ایمان کی نگاہ سے دیکھنے والے پر آفتاب کی طرح روشن ہوجائیگا کہ مسجد کو راستہ بنانے کے معنی خود انھوں نے کیا ارشاد فرمائے اور کیا مراد بتائی آیا یہ کہ معاذ اللہ مسجد توڑ کر سڑک میں ڈال لو جس میں آدمی جنب حائض نفساء گھوڑے گدھے غلیظ کی گاڑیاں سب گزریں اور سب کا حق مساوی ہو اور کسی کو منع نہ کرسکو نہ وہاں منڈھی ڈال کر بیٹھ سکو کہ جو آدمی گزرے اُس سے پوچھو تجھے نہانے کی حاجت تو نہیں جو عورت گزرے اُس سے دریافت کرو تجھے حیض تو نہیں اور جو ایسا کرے بھی تو مجنون کہلائے اور فائدہ کچھ نہیں کہ کسی کو روک سکو اور روکو تو روز فساد ہو استغفر اللہ کیا ایسی بے معنی بیہودہ بات علماء نے اپنی مراد بتائی یا یہ کہ مسجد اپنے حال پر قائم و برقرار رہے اُسکے تمام آداب بدستور فرض و مقرر رہیں نہ اُس میں کوئی جانور جاسکے نہ جنب نہ حائض نہ نفاس والی اور اُن کے علاوہ اور آدمی ہوکر گزر جائے۔ یہ بھی پیش نظر رہے کہ وہ جس امر کی اجازت دے رہے ہیں اُسے صاف بتا رہے ہیں کہ عام شہروں کی جامع مسجدوں میں اس کا رواج ہے اب یہ دیکھ لیجئے کہ جامع مسجدوں کا عام دستور کیا ہے آیا یہ کہ مسجدیں توڑ کر سڑک میں ڈال لی جاتی ہیں۔ حاشا کوئی اندھا بھی ایسا نہیں کہہ سکتا تو بس جتنی بات کا عام شہروں کی جامع مسجدوں میں رواج چلا آتا ہے اُسی کی وہ اجازت دے رہے ہیں اور وہی اُن کی مراد ہے اُس سے زیادہ باطل و ایجاد ہے واللہ یقول الحق ویھدی السبیل وھو حسبی ونعم الوکیل واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ محمد علاؤالدین صاحب مالگزار رئیس تحصیل ملتائی ضلع بیتول ملک متوسط ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ اس مختصر قصبہ ملتائی میں قریب سو سال سے ایک مسجد کہ ترین کے بزرگوں کی تعمیر کرائی ہوئی موجود ہے جس میں نماز پنجگانہ و جمعہ ہوا کرتا ہے یہاں مسلمانوں کی آبادی بہت کم ہے قریب ستر بہتر مکان ہوں گے ان میں بھی صوم و صلوٰۃ کے پابند صرف معدودے چند اشخاص ہیں تاہم تفرقہ انداز نفوس موجود ہیں امسال رمضان شریف میں روزہ جلد افطار کرنے کی کٹ حجتی پر یعنی متولی مسجد کے یوم غیم میں کچھ دیر کرکے روزہ افطار کرنے کی تنبیہ پر زید و بکر و خالد و عمرو نے مسجد قدیمی سے کنارہ کشی اختیار کرکے اور دس بیس آدمیوں کو ورغلا کر مسجد میں تراویح پڑھنے و قرآن شریف سننے سے جو حافظ صاحب نماز تراویح میں پڑھتے تھے خود بھی باز رہے اور دیگر لوگوں کو بھی باز رکھا اور ترک جماعت کرکے ایک دوسری جگہ نماز پنجگانہ و تراویح و نماز جمعہ پڑھنے لگے اور اپنی ضد و تفرقہ اندازی کی غرض سے اور چند جاہل مسلمانوں کے اُکسا و ورغلا کر اپنا ہم خیال بنا کر جابجا سے چندہ وصول کرکے ایک دوسری مسجد تعمیر کرانے کی فکر کر رہے ہیں بلکہ ایک ویران خانگی مسجد کو جو ایک خاندان کے لئے مخصوص تھی جس میں اب کوئی علامت مسجد کی باقی نہیں نہ دیوار و در ثابت ہیں نہ ممبر وغیرہ کا نشان نظر آتا ہے پچاس ساٹھ برس سے بالکل ویران پڑی ہوئی ہے اُسکو باجازت اُس کے متولیوں کے از سر نو تعمیر کرا کر مسجد حال کو ویران کرنے کی نیت سے اس مسجد سے بالکل کنارہ کش ہو بیٹھے ہیں اور اس اپنی منافقانہ و کافرانہ حرکت و ضد کو قرین ثواب و جائز قرار دیکر اسی پر اڑے ہوئے ہیں کہ ہم دوسری مسجد بنا کر رہیں گے حالانکہ سب کے سب علم دین سے محض نابلد و جاہل مطلق ہیں کہ آیہ کریمہ قرآن پاک رکوع دوم میں جو اس قسم کی مسجد ضرار کے بارہ میں احکام الٰہی صاف روشن ہیں اُس کا ترجمہ دیکھکر اُسکے معنی اُلٹے سمجھتے ہیں کہ یہ یہود و نصارٰی سے متعلق ہے انھیں کیلئے نازل ہوئی ہے لہذا اُن کے منافقانہ تفرقہ اندازی سے باز رہنے کے لئے علمائے دین موجودہ حال لکھنؤ کے مواہیر سے مثبتہ فتوی

درکار ہے اور رفع شر کے لئے ایسے فتوے کی اشد ضرورت ہے۔ اللہ جل شانہ نے آپ صاحبوں کو علمی فضیلت دی ہے نہایت عاجزی سے ملتجی ہوں کہ براہ عنایت و تحصیل ثواب فتوی مسندہ جلد ارسال فرماکر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں گے۔

(۱) کیا مذکورہ بالا اشخاص کا ایک مسجد قدیمی کی ضد پر جو موجودہ حال و آبادی سے قریب و متصل ہے اور اس میں پوری گنجائش نمازیوں کی کافی طور سے ہوتی ہے اور جس میں عرصہ قریب سو سال سے نماز پنجگانہ و جمعہ ادا ہوتی ہے بلکہ مذکورہ بالا اشخاص و بستی کے مسلمان صرف اُسی ایک مسجد کو بھی پورے طور سے آباد نہیں رکھ سکتے ہیں باہم نفاق ڈالنے کی نیت سے بلاضرورت دوسری مسجد تعمیر کرانا اور چند ناواقف مسلمانوں کو ترغیب دیکر اُس قدیمی مسجد سے باز رکھنا اور اپنی ایک جداگانہ جماعت قائم کرنا یہ فعل ان کا منافقانہ داخل کفر و نارواہے یا نہیں۔

(۲) دیگر بے شرو بے لوث مسلمانوں کے لئے ان کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے یا کیا۔

(۳) ان سے راہ و رسم سلام مسنون یا ان میں سے بطور قاضی کے کسی کا نکاح پڑھانا جائز ہے یا کیا۔

(۴) مسجد ضرار جو ایک مسجد کی ضد پر بنائے فساد قائم کیجائے اُسکے گرادینے و منہدم کرنے کا حکم ہے یا نہیں۔

(۵) کیا ایسا شخص مذکورۂ بالا جو ایسے شر و نفاق کا بانی مبانی ہو امامت کے قابل ہوسکتا ہے کیا اُسکی امامت جائز ہے۔

(۶) کیا ایسی مسجد کی تعمیر کے لئے جس کی بنا ضد و نفاق پر ہو اور جو ضرار کی تعریف میں داخل ہو کچھ چندہ دینا یا دیگر طریقہ سے مدد دینا جائز ہے

(۷) کیا ذابح بقر و غنم کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یعنی جو شخص اجرت لیکر ذبیحہ کرتا ہو وہ امامت کرسکتا ہے یا نہیں۔

(۸) کیا نماز جمعہ ایسی جگہ جہاں مسلمانوں کے ستر پچہتر مکان ہوں اور نمازی بمشکل تیس چالیس جمع ہوتے ہوں نماز جمعہ دو جگہ ہوسکتی ہے۔

(۹) جو شخص بستی و قوم میں ہر طرح معزز و رئیس ہو اور وہ متولی مسجد بھی ہو اُسکے خلاف و برگشتہ ہو کر معمولی حیثیت کے مسلمانوں کا ایسا شر پیدا کرنے کا طرز عمل جائز ہے۔ بینوا توجروا یا اولی الابصار۔

الجواب (۱) اگر فی الواقع اُن کی نیت جماعت مسلمین کی تفریق اور مسجد قدیم کی تخریب ہو تو ضرور وہ مرتکب سخت کبیرہ ہیں اور اس تقریر پر اُن کی مسجد مسجد ضرار ہوگی مگر اتنی بات پر حکم تکفیر نا ممکن ہے واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جب اُن پر حکم کفر نہیں تو اُن کے ہاتھ کا ذبیحہ کیوں نادرست ہوگا

(۳) جو لوگ اس تقدیر پر فساق و مرتکب کبائر ہیں اُن سے ابتداءً بسلام ناجائز ہے اور بغرض زجر و تنبیہ ترک راہ و رسم بہتر ہے اور جب راہ و رسم نہ ہوگی تو اپنی شادیوں میں بلانا اور نکاح پڑھوانا بھی نہ ہوگا لیکن اگر وہ نکاح پڑھائیں تو اُس نکاح میں کوئی جرم لازم نہ آئے گا

(۴) ضرور ہے مگر جبکہ ضرار ہونا یقیناً ثابت ہو۔ دو جماعتوں میں رنجش ہوئی اور ایک جماعت دوسری کی مسجد میں بخوف فتنہ آنا نہ چاہے اور مسجد میں نماز پڑھنا ضرور لہٰذا وہ اپنی مسجد جدا بنائے تو اُسے مسجد ضرار نہیں کہہ سکتے مسجد ضرار اُسی صورت پر ہوگی کہ اُس سے مقصود مسجد کو ضرر دینا اور جماعت مسلمین میں تفرقہ ڈالنا ہو۔ نیت امر باطن ہے محض قیاسات و قرائن کا لحاظ کرکے ایسی سخت بات کا حکم نہیں دے سکتے خصوصاً اُس حالت میں جبکہ وہ جدا مسجد بنانا نہیں چاہتے بلکہ جو مسجد پہلے موجود تھی اُس کا احیا چاہتے ہیں۔

(۵) ایسے شخص کو امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی جبکہ صورت واقعہ یہ ہو جو سائل نے ذکر کی واللہ تعالٰی اعلم

(۶) اگر امر مذکور ثابت ہو تو اُس میں کسی طرح مدد دینا جائز نہیں

(۷) یہ مسئلہ لوگوں میں غلط مشہور ہے ذبح بقر کوئی جرم نہیں نہ اُس پر اجرت لینا ممنوع تو اس وجہ سے امامت میں کیا حرج ہو سکتا ہے۔

(۸) نماز جمعہ کے شرائط سے ایک شرط یہ ہے کہ خود سلطان اسلام پڑھائے یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون اور جہاں یہ نہ ہوں وہاں بضرورت مسلمانوں کا کسی کو مقرر کرلینا معتبر رکھا ہے ایسی بستی میں جبکہ جمعہ قائم ہے اور ایک امام مقرر کردہ مسلمین موجود ہے تو بلاوجہ شرعی چند شخصوں کا دوسرے کو امام جمعہ مقرر کرنا صحیح نہ ہوگا اور وہاں نماز جمعہ ادا نہ ہو سکے گی

(۹) شر بپا کرنا کسی کو کسی کے مقابل جائز نہیں اور دینی معظم کی بلاوجہ شرعی مخالفت اور بدتر ہے ہاں جو فقط دنیوی وجاہت رکھتا ہو اُسے معززاور اُس کے مقابل اور مسلمانوں کو معمولی مسلمان کہنا یہ بھی جائز نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ سید کمال الدین احمد صاحب جعفری وکیل ہائیکورٹ الہ آباد ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

عیدگاہ یا مسجد میں وعظ یا چندہ اسلامی مذہبی کاموں کے لئے کرنا عام مسلمانوں کو جائز ہے متولی کو اُس کے روکنے کا حق ہے یا نہیں۔

الجواب مسجد میں کار خیر کے لئے چندہ کرنا جائز ہے جبکہ شور و چپقلش نہ ہو خود احادیث صحیحہ سے اس کا جواز ثابت ہے مسجد میں وعظ کی بھی اجازت ہے جبکہ واعظ عالم دین سنی صحیح العقیدہ ہو اور نماز کا وقت نہ ہو ان دونوں باتوں کو کہ منکرات سے خالی ہوں متولی یا کوئی منع نہیں کرسکتا ہاں اگر چندہ امر شر کے لئے ہو اگرچہ اُسے کیسا ہی امر خیر کہا جائے جیسے نیچریوں کے کالج یا وہابیوں کے مدرسہ کے لئے یا اُس میں شور وغل ہو یا واعظ بدمذہب یا بے علم یا روایات موضوع کا بیان کرنے والا ہو یا لوگ نماز پڑھ رہے ہوں اور اُس نے وعظ شروع کردیا کہ اُن کی نماز میں خلل آتا ہو تو ایسی صورت میں متولی اور ہر مسلمان کو روک دینے کا اختیار ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از موضع منصور پور متصل ڈاک خانہ قصبہ شیش گڈھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خاں ۳۰ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک دیوار شمال وجنوب کے ہے اُس کی بنیاد سے ملا کر کسی قدر اونچائی مثل چبوترہ قائم کیا گیا اور اُس دیوار پر چھپر رکھوا کر وہ جگہ نماز کے واسطے مخصوص کردی گئی چنانچہ جگہ مذکور پر بلاناغہ اذان ونماز ایک مدت سے ہو رہی ہے یہاں تک کہ نماز جمعہ بھی ہوتی ہے منبر لکڑی کا برائے خطبہ جگہ معینہ پر موجود ہے بایں صورت فرمائیے کہ اُسکو مسجد کیا جائے یا کیا۔

الجواب مالک زمین نے اگر کہا کہ میں نے اسکو مسجد کردیا اور اُس میں نماز پڑھ لی گئی تو وہ مسجد ہوگئی اگرچہ اُس میں عمارت اصلا نہ ہو خالی زمین ہو یوہیں اگر اُسکے کلام سے مسجد کردینے پر دلالت پائی گئی مثلاً کہا میں نے یہ زمین مسلمانوں کی نماز کے لئے کردی کہ ہمیشہ اس میں نماز ہوا کرے جب بھی مسجد ہوجائے گی اور اگر ایک مدت خاص کی تحدید کی مثلاً سال دو سال نماز پڑھنے کے لئے دیتا ہوں تو مسجد نہ ہوگی اور اگر زبان سے لفظ نہ ہمیشہ کا کہا نہ کسی وقت محدود کا تو دل میں اگر نیت ہمیشہ کی ہے مسجد ہوگئی ورنہ نہیں عالمگیری میں ہے رجل لہ ساحۃ لابناء فیھا امر قوما ان یصلوا فیھا بجماعۃ فھذا علی ثلثۃ اوجہ احدھا اما ان امرھم بالصلوۃ فیھا ابدا نصا بان قال صلوا فیھا ابدا او امرھم بالصلوۃ مطلقا ونوی الابد ففی ھذین الوجھین صارت الساحۃ مسجدا لومات لایورث عنہ واما ان وقت الامر بالیوم او الشھر او السنۃ ففی ھذا الوجہ لایصیر الساحۃ مسجدا لومات یورث عنہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ عبدالرحیم وکریم احمد صاحبان متولیان مسجد مچھلی بازار کان پور ۱۴ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو روپیہ مسجد مچھلی بازار کانپور فنڈ میں تین عنوانوں سے آیا ہے (۱) کچھ تو امداد مجروحین ومقتولین کے لئے (۲) کچھ مقدمہ مسجد کے لئے (۳) کچھ حفاظت اور تعمیر حصہ منہدمہ مسجد کی غرض سے۔ اب بعد ختم ہوجانے مقدمہ کے اس کا صحیح مصرف ازروئے شرع شریف کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب امداد مجروحین ومقتولین مقدمہ ختم ہونے سے ختم نہیں ہوجاتی امداد مقتولین سے اُن کی بیوں اور یتیموں کی امداد مراد ہے اور وہ ہنوز باقی ہیں مقدمہ اگر ختم ہوا تو ماخوذین کا نہ مسجد کا کہ اُس کا جو فیصلہ مولوی صاحب فیصلہ کنندہ نے کیا محض باطل وخلاف شرع ہے مسلمانوں کو اُس پر سکوت جائز نہیں فرض ہے کہ اپنے تحفظ حقوق مذہبی کے لئے گورنمنٹ سے جائز چارہ جوئی کو انتہا تک پہنچائیں۔ اُس کے مصارف میں یہ روپیہ اٹھائیں اس کا روشن بیان ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبدالباری میں ہے جو اصل رسالہ چھپ گیا اور زمیندار میں بھی شائع ہوچکا اور اُس کا ذیل زیر طبع ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ مولوی نور احمد صاحب ہزاروی از کانپور مدرسہ الٰہیات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد اہل محلہ پر تنگ ہے اور اُس کے گرداگرد جگہ نہیں مل سکتی یا مل سکتی ہے لیکن لوگوں میں اس قدر طاقت نہیں کہ وہ اتنا روپیہ دے سکیں اور پھر مسجد بنوادیں کیونکہ روپیہ بہت خرچ ہوتا ہے اور وہ طاقت نہیں رکھتے اور وہ دوسری جگہ مسجد وسیع تیار کرسکتے ہیں بشرطیکہ پہلی مسجد کی لکڑی وغیرہ دوسری مسجد میں لگادیں ورنہ دوسری بھی بمشکل تمام نہیں ہوسکتی کیا اس صورت میں اہل محلہ دوسری جگہ نئی مسجد اپنے محلہ میں پہلی مسجد کے سامان سے اور زائد روپیہ لگا کر بناسکتے ہیں یا نہ اگر کرسکتے ہیں تو پہلی مسجد کی جگہ کی کس طور سے حفاظت رکھی جائے مدلل ومبرہن طور پر تحریر وبیان فرمایا جائے۔

الجواب مسجد جبتک مسجد ہے قرآن عظیم کی نص قطعی ہمارے ائمہ کرام کے اجماع سے اُسے ویران کرنا سخت حرام وکبیرہ ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا اولٰئک ماکان لھم ان یدخلوھا الا خائفین لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اُن میں نام الٰہی کی یاد سے روکے اور اُن کی ویرانی میں کوشش کرے ایسوں کو اُن میں جانا ہی نہ پہنچتا تھا مگر ڈرتے ہوئے اُن کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور اُن کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔ ہمارے ائمہ کرام نے بلاخلاف تصریح فرمائی کہ مسجد اگر تنگی کرے اور اُس کے قریب اگر کسی شخص کی زمین ہو اور وہ دینے پر راضی نہ ہو تو بحکم سلطان بے اُس کی مرضی کے لے کر مسجد میں داخل کرلیجائے اور مالک کو بازار کے بھاؤ سے قیمت دے دی جائے گی کما نص علیہ فی البزازیۃ والفتح والبحر والدر وغیرھا اگر تنگی کی وجہ سے یہ مسجد ویران کرکے دوسری جگہ مسجد بنالینا جائز ہوتا تو جبر ہرگز حلال نہ ہوتا اور وہ صورت کہ سوال میں فرض کی گئی اُس کی بنا خود ہی متزلزل ہے جب وہ دوسری مسجد اس سے بڑی بناسکتے ہیں اگرچہ اُس میں اس کے عملے سے بھی مدد لینا چاہتے ہیں تو مہربانی فرماکر بڑی نہیں ایک چھوٹی ہی مسجد دوسری بنالیں کہ دونوں مسجدیں مل کر حاجت پوری کردیں۔ کس نے واجب کیا ہے کہ سب ایک ہی مسجد میں نماز پڑھیں غرض جو اللہ سے ڈرے اور اُس کی حرمتوں کی تعظیم کرے اللہ اُس کے لئے آسانی کی راہ نکال دیتا ہے اور جو

بے پروائی کرے تو اللہ تمام جہان سے بے پرواہ ہے ۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ومن یتول فان اللہ غنی حمید ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئولہ قاضی سید احمد علی مدنی مہتمم مدرسہ اسلامیہ از بمبئی بھنڈی بازار ۲ ربیع الاول ۳۲ھ

۱؎ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین ایسی صورت میں کہ ایک درگاہ شریف کے قریب ایک مسجد واقع ہے مسجد کے متولی صاحب نے درگاہ شریف کی زمین جبرًا دبالی ۔ اس کو شامل مسجد کرنا چاہتے ہیں متولی درگاہ نے روکا کہ شرع شریف میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے ۔ مگر نہیں مانتے ۔ سوال ایسا کرنا جائز ہے ؟ ۲؎ کیا ایسی جبرًا مغصوبہ زمین پر مسجد بنانا درست ہے اور کیا اس میں نماز درست ہوگی حالانکہ متولی صاحب درگاہ برابر معترض ہوا کئے ہیں ۳؎ کیا ایسے متولی مسجد جو خلاف شرع زمین غصب کر کے اس پر مسجد بنا دے تو وہ عند الشرع قابل تدارک و گنہگار رہیں یا نہیں ۔ جواب صحیح از روے کتب فقہ صاف بخشا جائے ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب :۔ سوال بہت مجمل ہے کچھ نہ لکھا کہ متولی اس زمین کو مسجد میں کس وجہ سے شامل کرنا چاہتے ہیں آیا مسجد نمازیوں پر تنگ ہوگئی ہے یہ ضرورت لاحق ہوئی ہے یا کچھ اور ۔ نہ یہ لکھا کہ وہ زمین درگاہ پر وقف ہے یا نہیں اور ہے تو کس طرح وقف ہے جسے وقف صحیح شرعی کہا جا سکے گا یا نہیں ۔ نہ یہ لکھا کہ اس زمین کے شامل مسجد کر لینے سے درگاہ میں کیا نقصان ہوگا اگر مسجد نے تنگی نہ کی تو متولیوں کو اس زمین کے لینے کا کوئی اختیار نہیں وہ غاصب ہوں گے اور اتنے پارہ زمین پر نماز ناجائز ہوگی اور اگر مسجد تنگ ہوگئی ہے اور اس کے اپنے متعلقات کی زمینوں سے بڑھانے کی گنجائش نہیں تو اگر وہ زمین درگاہ وقف صحیح شرعی نہیں یا اس کے لے لینے سے درگاہ کو ضرر نہیں پہنچتا تو بقیمت لے سکتے ہیں ورنہ نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ مسئولہ مولوی صابر علی صاحب از مدرسہ رفاہ المسلمین فرنگی محل لکھنؤ ۱۲ ربیع الاول شریف ۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ایک مسجد قدیم کسی شیعہ کی تھی مگر کچھ عرصے سے ویران پڑی تھی اسی حالتِ ویرانی میں چند قدم کے فاصلے پر ایک سنی نے دوسری مسجد بنوائی اور اس نئی سنی کی مسجد میں سلمان سنی نماز پنجوقتہ پڑھنے لگے اس کے ۵ ۔ ۶ برس کے بعد پرانی شیعہ کی مسجد کو ایک شخص نے ایک سنی کے ہاتھ فروخت کر ڈالا تو اس سنی نے اس کی مرمت وغیرہ کرا کے پنجوقتہ اذان وجماعت کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کر دیئے ۔ اس کو بھی ۵ ۔ ۶ برس کا عرصہ گذر گیا اب اس سنی مشتری مذکور نے اپنا ایک مکان مسجد کے مدرسہ اسلامیہ کے لئے وقف کر دیا ہے اور مسجد مذکور میں بیٹھ کر لڑکوں کو قرآن پڑھنے کی اجازت دیتا ہے ۔ اور مسجد مذکور میں بہت سی زمین ایسی پڑی ہے جس پر جوتا پہن کے چلتے ہیں تو اس زمین پر مدرسہ کے لئے کمروں کے بنانے کی بھی اجازت دیتا ہے تو ایسی صورت میں حسب ذیل سوالات کے جوابات مرحمت ہوں ۔ اول یہ دونوں مسجدیں حکم مسجد میں ہیں یا نہ ۔ اور مسلمانوں کو دونوں مسجدوں میں نماز پڑھنے سے ثواب مسجد حاصل ہوگا یا نہ ۔ اور اگر نہ حاصل ہوگا اور پھر اس مسجد کو کس کام میں لا سکتے ہیں ۔ دوم طلبہ مدرسہ اسلامیہ کا اس مسجد کے اندر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے یا نہ ۔ سوم احاطہ مسجد کے اندر جو زمین صحن مسجد کے علاوہ جہاں جوتا پہن

کے چلتے ہیں اس پر مدرسہ کے روپیہ سے کوئی کمرہ وغیرہ طلبہ کی تعلیم کے لئے یا دفتر مدرسہ کے لئے یا طلبہ کے رہنے کے لئے بنانا جائز اور اس میں ان کاموں میں سے کوئی کام کرنا جائز ہے یا نہ چہارم مشتری مسجد کی یہ بھی تجویز ہے کہ مسجد کے اندر سے جہاں جوتا پہن کے چلتے ہیں ایک راستہ مدرسہ کے اندر جانے کا نکالا جائے کہ طلبہ و ملازمین مدرسہ کو مدرسہ میں جانا آسان ہوجائے ورنہ چکر کھا کے گلیوں میں سے جانا ہوگا تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں۔ جواب جلد اور مدلل تحریر فرمایا جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: وہ مسجد کہ سنی نے بنوائی تھی بلاشبہ مسجد ہے اور اس کا رکھنا فرض ہے اور اس میں نماز کا ثواب وہی ہے جو مسجد میں نماز کا ثواب ہے روافض زمانہ مرتد ہیں۔ کما حققنافی رد الرفضۃ تو وہ مسجد بنانے کے اہل نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ما کان للمشرکین ان یعمروا مسٰجد اللہ شٰھدین علٰی انفسھم بالکفر الی قولہ تعالیٰ انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر خصوصًا بعد موت کے مرتد کے سب اوقاف باطل ہوجاتے ہیں کما فی درالمختار وغیرہ تو وہ مسجد کہ سنی نے خریدی اسے مرمت وغیرہ کرا کے اگر اس خیال سے نماز کے لئے دیا کہ یہ پہلے سے مسجد ہے تو وہ خیال باطل تھا اور وہ مسجد بدستور ایک مکان ہے جس میں ان تمام تصرفات مذکورہ فی السوال کا اختیار ہے اور اگر سنی نے خرید کر از سر نو اپنی طرف سے اسے مسجد کر دیا یعنی یہ سمجھ کر کہ یہ مسجد نہیں میں اسے مسجد کرتا ہوں نہ یہ سمجھ کر کہ یہ مسجد تھی اسے کار مسجد کے لئے چھوڑتا ہوں اس صورت میں اگر شرائے صحیح سے سنی کے لئے اس کی ملک ثابت ہوگئی تھی تو یہ بھی مسجد ہوگئی مگر یہ بہت بعید ہے اس کے لئے صرف ایک صورت ہے کہ غالبًا وہ واقع نہ ہوئی ہوگی وہ صورت یہ کہ زمین جسے رافضی نے مسجد کیا اس کے زمانہ اسلام کی ملک تھی۔ اسکے بعد اسنے رفض اختیار کیا یہ مسجد بنائی اور مرگیا اور اس کے قریب و بعید وارثوں میں کوئی شخص سنی مسلمان ہے کہ وہی اس کے کسب اسلام کا وارث ہوکر اس مکان کا مالک ہے اور اس نے اس سنی کے ہاتھ بیچ ڈالا تو یہ شرا صحیح ہوا اور یہ سنی اس مکان کا مالک ہوگیا اور اب جو اس نے اسے اپنی طرف سے مسجد کیا مسجد ہوگئی اس صورت بعیدہ پر وہ تصرفات مذکورہ سب ناجائز ہوں گے۔ فانہ لایجوز تغییر الوقف عما ہو لہ مگر طلبہ کا پڑھنا جبکہ اطفال نہ ہوں اور نماز کے وقت نماز کی جگہ نہ گھیریں نہ ان کے پڑھنے سے نمازیوں کو تشویش ہو اور اگر یہ صورت نہیں بلکہ وہ مکان اس کے زمانہ رفض ہی کی ملک تھا تو بیع جس شخص نے کی ہرگز مثبت ملک مشتری نہیں کہ بائع خود ہی مالک نہ تھا مرتد کے زمانہ ارتداد کی ملک اس کی موت کے بعد فی للمسلمین ہوجاتی ہے اس کے کسی وارث کو نہیں پہنچ سکتی اگرچہ اس کا بیٹا ہو مسلم ہو خواہ اسی کی طرح مرتد یا اور قسم کا کافر تو جب شرا صحیح نہ ہوا تو اس سنی کا اسے مسجد کرنا صحیح نہ ہوا بلکہ وہ بدستور ایک زمین علما مسلمانوں کی ہے، مسلمانوں کی مرضی سے اس میں مسلمین کی منفعت کے تصرفات کر سکتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں مبسوط سے ہے المرتد اذا قتل او مات اولحق بدار الحرب فما اکتسبہ فی حال اسلامہ ھو میراث لورثۃ المسلمین اما ما اکتسبہ فی حالۃ الردۃ یکون فیأ یوضع فی بیت المال واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از علی گڑھ محلہ مدار دروازہ مرسلہ محمد احمد سوداگر پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

۱۔ ایک مسجد ہے جو زمین سے ۳ گز اونچی ہے اور اونچائی ٹھوس ہے اور صحن مسجد کا کل چوڑائی میں ۱۳ فٹ ہے جس میں ۵ فٹ چوڑائی میں زینہ اور جوتیوں کی جگہ سقاوا اور غسل خانہ ہے اور ۸ فٹ جگہ میں نماز ہوتی ہے اس مسجد میں کنواں نہیں ہے سقہ سقاوے کو پانی باجرت ڈالتا ہے اور نہ کوئی آمدنی مسجد کی ہے جو تیل وغیرہ میں صرف ہو۔ اس مسجد سے ۷۰ قدم کے فاصلہ پر ایک اور مسجد ہے اس کے

۱۰ قدم پر ایک کنواں ہے گویا اس مسجد سے ۴۸ قدم پر ہوا۔ زید کہتا ہے کہ صحن مسجد جو ٹھوس ہے اس کو شہید کرکے اسمیں دو دکانیں نکالی جائیں اس کی چھت صحن مسجد ہو جائے گا۔ اور وہ تیل بتی کو اس کی آمدنی کافی ہوگی۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ ناجائز ہے کیونکہ صحن مسجد تحت الثریٰ تک حکم مسجد رکھتا ہے اگر دکانیں سابق سے بنائی جاتیں تو درست تھیں عمرو کی رائے ہیکہ ۵ فٹ جگہ جسمیں زینہ وغیرہ ہے۔ اس میں کنواں و زینہ وغیرہ بن سکتا ہے۔ اور ایک چھوٹی دکان بھی نکل آوے گی اور صحن مسجد بھی برقرار رہے گا اس میں عمرو کو زیادہ ثواب ہوگا کیونکہ نمازیوں کو پانی کی تکلیف جاتی رہیگی۔ کیا حکم شریعت ہے اور کیا کرنا چاہئے

۲ کنواں بننے کی حالت میں زمین سے ۴ گز اونچا ہو کر مسجد میں ملے گا۔ زید کہتا ہے کہ زمین پر بھی ایک کھڑکی رکھی جائے جس سے عوام پانی بھریں اور مسجد کو اوپر سے پانی ملے۔ عمرو کہتا ہے کہ اوپر ہی رکھنا چاہئے کیونکہ نیچے کھڑکی رکھنے سے ہندو بھی پانی بھریں گے شاید ہندو کا پانی بھرنا ناجائز ہو۔ شریعت کا کیا حکم ہے اور کس میں زیادہ ثواب ہے۔

الجواب: دکانیں بنانے کی اجازت نہیں ہے اگر پہلے سے ہوتیں حرج نہ تھا اب نہیں بن سکتیں۔ کما نص علیہ فی النوازل والتجنیس والخانیۃ والمحیط السرخسی وتھذیب الواقعات والاسعاف والبحر والنھر والھندیۃ وغیرہا ۴۸ قدم کا فاصلہ کچھ ایسا دور نہیں اگر بغیر کنوئیں کے کارروائی چل سکے تو یونہی چلنے دیں اور اگر نہ چل سکے اور اس کی وجہ سے ویرانی مسجد کا احتمال قوی ہو تو اس پانچ فٹ میں ایک کنارہ کو کنواں بنالیں۔

۲ نیچے کھڑکی نہ رکھیں کہ مسجد کے کنوئیں میں ہندو کی شرکت سخت معیوب ہے ان کی نجاست سے کنوئیں کی طہارت ہمیشہ معرض خطر شدید میں رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شیرپور ڈاکخانہ خاص تحصیل پورن پور ضلع پیلی بھیت مرسلہ ظہیر الدین خاں ۲۲ ربیع الاول شریف ۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک چھوٹے موضع میں ایک مسجد قدامت سے تھی اور عرصہ دس بارہ سال سے ایک دوسری مسجد اور تیار ہوگئی اور اب دونوں مسجدیں چھپر پوش اور بوسیدہ حالت میں ہیں اب مسلمانوں کی یہ رائے ہے کہ بجائے دو مسجدوں کے ایک مسجد پختہ چندہ سے تعمیر کرائی جاوے اور ایک مدرسہ کے واسطے دیدی جائے۔ اس کی بابت شرع کیا حکم دیتا ہے اور سرمایہ بہت قلیل ہے جس سے دونوں مسجدیں تیار نہیں ہوسکتیں ہیں۔ لہٰذا آپ بموجب شرع احکام صادر فرمایئے۔

الجواب: مسجدوں کا پختہ کرنا فرض نہیں۔ اور ان کا آباد رکھنا فرض ہے مسجد نہ مدرسہ کو دیجاسکتی ہے نہ دوسرے کام میں صرف ہوسکتی ہے یہ سب ناجائز وحرام ہیں۔ عالمگیری میں ہے۔ لایجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰ ربیع الثانی ۳۲ھ

علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ مسجد کا فرش اور لکڑیاں جو خراب ہوجاتی ہیں سوا مسجد کے اور کسی کام میں تصرف کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں آخر کیا کرنا چاہئے تحریر فرماکر مشرف فرمائیں۔ فقط۔

الجواب: فرش جو خراب ہوجائے کہ مسجد کے کام کا نہ رہے جس نے وہ فرش مسجد کو دیا تھا وہ اس کا مالک ہوجائے گا جو چاہے کرے اور اگر مسجد ہی کے مال سے تھا تو متولی بیچ کر مسجد کے جس کام میں چاہے لگا دے اور مسجد کی لکڑیاں یعنی چوکھٹ کواڑ کڑی تختہ یہ بیچ کر خاص عمارت مسجد کے

کام میں صرف ہو۔ لوٹے رسی، چراغ بتی، فرش چٹائی کے کام میں نہیں لگا سکتے۔ پھر ان چیزوں کی بیع کافر کے ہاتھ نہ ہو بلکہ مسلمان کے ہاتھ۔ اور مسلمان ان کو بے ادبی کی جگہ استعمال نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مرسلہ مولوی عبدالمطلب صاحب از بانٹوہ کاٹھیاوار ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

چہ میفرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ (۱) ایک شخص مرگیا اور اپنی ایک عورت اور ایک لڑکی اور باقی وارث چھوڑے اور اس متوفی کی عورت نے وارثوں کے حق کو تلف کرکے ایک مسجد تعمیر کرائی اور جس زمین پر اس نے مسجد تعمیر کرائی ہے وہ زمین بیز وراثت میں داخل ہے اور اس میں نماز پڑھنا اور اس کو مسجد کہنا شرعاً درست ہے یا نہ (۲) اور اگر اب بعضے وارث انھیں میں سے اپنے حق کو معاف کردیویں اور بعضے نہ کریں تو نماز پڑھنا اس مسجد میں درست ہوجائیگا یا نہ (۳) اور اگر وہ وارث جانتے ہیں کہ اب جو پیسہ تھا وہ مسجد میں خرچ ہوگیا اب ہمیں ملنے والا نہیں ہے اور لوگوں کی شرم سے معاف کردیویں تو درست ہے (۴) اور اگر شرع حکم دیوے کہ نماز اس میں درست نہیں ہے تو اس میں رہنا گھر بناکر یا کرایہ وغیرہ سے دینا درست ہوگا۔ بحوالہ کتب معتبرہ جواب سے سرفراز کریں۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں باجماع مسلمین وہ ہرگز مسجد نہیں بلکہ ایک زمین ہے بدستور اپنے مالکوں کی ملک پر باقی۔ کہ جب یہ عورت تنہا اس کی مالک نہیں جیسا کہ بیان سائل ہے تو وہ ساری زمین اس کے وقف کئے سے وقف نہیں ہوسکتی۔ لان شرط الوقف الملک کما فی الھندیۃ وغیرھا نہ یہ ممکن کہ اس میں سے اس کے حصہ کو مسجد ٹھہرادیں باقی ملک دیگر ورثہ سمجھیں کہ جب وہ غیر منقسم ہے تو اس کا حصہ متعین نہیں اور مسجد بالاجماع مشاع نہیں ہوسکتی۔ لان من شرطہ انقطاع حقوق العباد عن جمیع جوانبہ فضلا عن نفسہ کما فی الھدایۃ وغیرھا قال تعالٰی وان المسٰجد للہ ہاں اگر باقی ورثہ سب عاقل بالغ ہوں اور سب بالاتفاق اس وقف مسجدیت کو جائز کردیں تو اب جائز ہوجائیگی اور کسی کی شرم سے ایسا کرنا مانع صحت نہ ہوگا فان الحیاء لیس بالاکراہ جب تک ایسا نہ کریں وہ ایک مکان ہے کہ مالکوں کو اس میں رہنا بسنا کرایہ پر دینا سب جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے عظام اس مسئلہ میں کہ زید نے (مسلمان کہلائے جانے کی حالت میں) کچھ قطعہ زمین صحن مسجد اپنے مکان کی بنا میں دبا لیا بعض لوگ مانع آئے مگر نہ مانا ایسی صورت میں زید کے ساتھ کیا معاملہ شرعاً کیا جائے اور متولیان مسجد و دیگر اہل اسلام کو مواخذہ کا حق حاصل ہے یا نہیں اگر ہے تو ان پر یہ حق واجب اور ضروری ہے جس کے ترک سے عاصی ہوں گے یا کیا۔ یا زید بعوض زمین مغصوبہ بہ زر نقد بطور جرمانہ ادا کرے تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں دریں صورت زید مواخذہ عنداللہ سے بری ہوسکتا ہے۔ جو شخص ربوا خوار مطلق ہے زکوٰۃ بھی نہیں دیتا اس کا کیا حکم اور اس سے مخالطت و مرابطت و مشاربت و مواکلت مکروہ ہے کہ نہیں بینوا مصرح اور رعایۃ الفہم عبارت میں جواب ارشاد فرماکر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔

الجواب: اس صورت میں زید سخت گناہ کبیرہ و ظلم شدید کا مرتکب اور اس آیہ کریمہ کے وعید کا مستوجب ہے۔ ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا اولئک ماکان لھم ان یدخلوھا الا خائفین لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں اللہ کا نام لئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں سعی کرے انھیں روا نہ تھا کہ اس میں قدم رکھیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے۔ اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔ مسجد کا ہر ٹکڑا مسجد ہے تو جتنا پارہ زمین اس

نے دبالیا اسے نماز سے روکا اور اس کی ویرانی میں ساعی ہوا اور دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب عظیم کا استحقاق لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیثوں میں فرمایا ہے کہ جو بالشت بھر زمین ناحق دبالے گا قیامت کے دن اُتنا حصہ زمین کے ساتوں طبقے توڑ کر اس کے گلے میں طوق ڈالے جائیں گے ہر مسلمان خصوصًا متولیان مسجد کو اس پر حق ہوا خذہ حاصل ہے اور فرض ہے کہ ہر جائز چارہ جوئی اس سے زمین نکال کر شامل مسجد کرنے کے لئے حد کو پہنچائیں جو باوصف قدرت اس سے باز رہے گا شریک عذاب ہوگا تا حد قدرت ہرگز حلال نہیں کہ اس سے کچھ روپیہ اس کے عوض لے کر چھوڑ دیں کہ یہ مسجد کا بیچنا ہوگا اور مسجد کی بیع باطل و حرام و ناممکن ہے قال اللہ تعالٰی وان المسٰجد للہ اگر وہ لاکھ روپے ہر گز کے بدلے دے جب بھی لینا حرام ہے۔ نہ ہرگز زید کسی طرح عنداللہ مواخذہ سے بری ہوگا جب تک زمین مسجد مسجد کو واپس نہ دے۔ زید اگر ایسا نہ کرے تو مسلمان اس سے میل جول سلام کلام نشست برخاست قطع کردیں قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین یوہیں ارلو نوار علن بھی اسی آیہ کریمہ کے حکم میں داخل ہے تفسیر احمدی میں ہے۔ والقعود مع کلھم ممتنع اس سے بھی قطع علاقہ چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مرسلہ حاجی سیٹھ یوسف بن ابراہیم بمقام گونڈل علاقہ کاٹھیاوار ۲۷ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ چہارشنبہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس معاملہ میں کہ بعض لوگوں نے مسجد بڑھانے یا پرانے کو نئے سرے سے تعمیر کرنے کے لئے مسلمان جماعت کو روپیہ دیئے ہیں اور کہا ہے کہ جس طور چاہیں مسجد میں خرچ کریں مگر فی الحال مسجد میں خرچ کرنے کی ضرورت نہیں اور وہ روپیہ امانۃً پڑے ہیں۔ اب مذکورہ روپیہ بیوپار کی کمپنی میں ڈال کر ان کا نفع بڑھادیں تو جائز ہے یا نہیں۔ مگر یہاں کی کمپنیوں میں لین دین سود کا ہوتا ہے تو ان کا کیا حکم ہے اگر اس طور وہ روپیہ بڑھ نہ سکتے ہوں تو اور کوئی طریقہ ان روپیوں کے بڑھنے کا ہے اور بڑھ سکتے یا نہیں یا اسی طرح سے جماعت کسی امین شخص کے پاس امانت رہنے دے اور امانت رکھنے میں چوری ہونے کا خوف ہے کہ مبادا مسجد کے روپے ضائع ہوجائیں اور ان روپیوں کا مکان خرید کر کے اس کے کرایہ سے نفع اٹھایا جائے اور وقت ضرورت روپیہ وہ مکان فروخت کیا جائے۔ مگر ان میں جماعت والوں کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ صورت نہ کرنی چاہئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس طور کیا جائے تو ان کا حکم کیا ہے وہ براے مہربانی مفصل طور سے ارقام فرماکر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں گے۔

الجواب: چندہ کے روپے چندہ دینے والوں کے ملک پر رہتے ہیں ان سے اجازت لی جائے جو جائز بات وہ بتائیں اس پر عمل کیا جائے وبیان المسئلۃ وتحقیقھا فی کتاب الوقف من فتاوٰنا ایسی کمپنی میں کہ سود کا لین دین کرتی ہو شامل کرکے بڑھانا حرام ہے اگرچہ چندہ دہندہ اجازت دیں۔ فلیس لاحد ان یحل ماحرم اللہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مرسلہ محمد صابر مدرس مدرسہ دارالعلوم قصبہ مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ۔ ۱۸ صفر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ کئی سو برس سے آباد ہے وہاں کے مسلمانوں کی مردم شماری فی الحال تقریبًا آٹھ ہزار ہے اور وہاں مسجدیں تخمینًا اسّی کے قریب آباد ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی مساجد ہیں۔ وہاں کے کل مسلمان بجز چند شیعہ کے ابتدا سے حنفی المذہب متفق الخیال متحد العقائد والمسائل باہم شیر وشکر کی طرح ملے جلے رہتے تھے ان میں کسی قسم کا مذہبی جنگ وجدال وتخالف نہ تھا مگر تقریبًا تیس بتیس برس سے چند لوگ (غالبًا فی الحال ان کی تعداد دو ڈھائی سو ہوگی) منکر مذہب ہوکر غیر مقلد ہوگئے اور باہم سخت منافرت ومخالفت

پیدا ہوگئی حتی کہ بارہا فوجداری اور عدالت کی نوبت پہنچ گئی غیر مقلدین نے اپنی عیدگاہ اور جامع مسجد نئی بنو لئے تھے مگر بعض بعض ایسے ہی مسجدیں ہیں جن میں دونوں فریق نماز پڑھتے ہیں ایسی مسجدوں پر اکثر مذہبی جھگڑے ہوجایا کرتے ہیں چنانچہ ان دنوں موجودہ ۱۳۳۲ھ ۱۴ محرم کو ایک مسجد میں دونوں فریق جمع ہوگئے اور اسی میں مارپیٹ لٹھم لٹھا گھوسم گھوسا کر بیٹھے بلکہ ان کے ذریعہ سے دو فوجداریاں اور بھی ہوگئیں جس سے قصبہ میں ہلچل مچ گیا۔ پولیس اگر روک تھام نہ کرتی تو نہیں معلوم کیا ہوجاتا آئے دن کی مذہبی فوجداری سے دونوں فریق تنگ آگئے۔ اب فریقین اس امر پر راضی ہیں کہ باہم صلح کرکے جھگڑے کو مٹا دیں۔ چنانچہ برضامندی فریقین چند اشخاص حکم مقرر کئے گئے ہیں اور باتفاق فریقین اقرار نامہ ثالثی میں مضمون لکھا گیا ہے کہ ثالثان حسب شریعت وقانون ودیانتداری جو فیصلہ کردیں گے ہم فریقین کو منظور ہے۔ اب علمائے حقانی سے یہ استفسار ہے۔

(۱) چونکہ تیسوں برس کے تجربہ ومشاہدہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس قصبہ میں جب دونوں فریق ایک نزاعی مسجد میں جمع ہوجاتے ہیں تو اکثر مذہبی شروفساد کر بیٹھتے ہیں اگر اس شروفساد وفتنہ وپرخاش کے مٹانے کے لئے ثالثین دونوں کو الگ کردیں اور فریقین کے لئے خاص خاص مسجدیں نامزد کردیں تو کیا یہ فیصلہ خلاف شریعت ہوگا (۲) اگر کسی نمازی کے ذریعہ سے حفظ امن میں خلل واقع ہوتا ہو اور شروفساد کا اندیشہ ہو یا عام نمازیوں کو کسی قسم کی تکلیف اور اذیت پہنچتی ہو تو ایسے شخص کو بغرض حفظ امن وانسداد شروفساد جماعت روک دینا کیا شرع کے خلاف ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: (۱) جو مساجد غیر مقلدوں کی بنائی ہوئی ہیں ان کے نامزد کردی جائیں مگر جو مساجد اہل سنت کی بنائی ہوئی ہیں ان میں سے کوئی مسجد غیر مقلدوں کے لئے خاص کردینا اور اہلسنت کو ان سے ممنوع کرنا شرعاً محض ظلم وحرام ہے۔ قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ

ان یذکر فیھا اسمہ۔ جبکہ وہ مسجدیں اہلسنت کی ہیں اور انکی بنائی ہوئی ہیں تو انپر قبضہ چاہنا اور اسکے لئے فتنہ اٹھانا غیر مقلدوں کا فساد ہوگا اور کوئی مجبور نہیں ہوسکتا کہ دوسرے کے شورش بےجا کے سبب اپنے حق سے دست بردار ہو فتنہ غیر مقلدوں کا انسداد اگر یوں نہ ہوسکتا ہو تو کچہریاں کھلی ہوئی ہیں اور وہ اسی واسطے رکھی گئی ہیں کہ فتنہ والوں کا دستِ تعدی کوتاہ کریں اور دوسروں کے حقوق پر دست درازی نہ کرنے دیں۔ جو شخص یہ رائے یا فتوٰی دے کہ دفع فتنہ کے لئے اپنی مسجد چھوڑ دو۔ کل اگر غیر مقلدین یا اور مفسدین ان کی جائداد اموال متاع مکانوں پر قبضہ چاہیں اور نہ دیجئے تو فساد اٹھائیں کیا دفع فتنہ کو وہ لوگ اپنے گھر بار مال متاع اسباب جائداد سے دست بردار ہوجائیں گے ہرگز نہیں۔ تو وجہ کیا ہے یہ کہ آنکھوں میں دنیا کی قدر ہے دل میں دنیا کی محبت ہے جگر میں دنیا کا درد ہے۔ وہاں دفع فتنہ کو یہ تدبیر نہ سوجھے گی نہ آیات دفع فساد کے یہ معنی ذہن میں آئیں گے اور نہ دین کی قدر نہ محبت نہ درد۔ لہذا گھاس کی طرح کتر دیں گے کہ میاں ہاں اپنی مسجدیں چھوڑ دو اپنے دینی حقوق سے دست بردار ہوجاؤ کسی طرح جھگڑا تو مٹے حالانکہ اوروں کے فتنہ فساد پر اگر اپنی جائداد مکانات مال اسباب چھوڑ دو تو صرف دنیوی نقصان ہے اور یہاں علاوہ اپنی دینی حق تلفی کے اس آیہ کریمہ کی وعید شدید میں داخل ہونا اور حرام کا ارتکاب اور بحکم قرآن عظیم استحقاق رسوائی وخواری وعذاب ہے۔ قال اللہ تعالٰی لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم والعیاذ باللہ

(۲) ہاں شرعاً حکم ہے کہ ایسے لوگ مسجد سے باز رکھے جائیں قال اللہ تعالٰی اولٰئک ماکان لھم ان یدخلوھا الا خائفین درمختار میں ہے یمنع منہ کل مؤذ ولو بلسانہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث فلا یقربن مصلانا بحر ردالمحتار میں ہے والحق بالحدیث کل من اٰذی الناس بلسانہ وبہ افتی ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وھو اصل فی نفی کل من یتاذی بہ مگر طریقہ تحفظ کا لحاظ ضروری ہے اگر خود منع کرنے میں اندیشہ فساد ہو چارہ جوئی کرکے بند کرادیں وباللہ التوفیق۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مرسلہ نثار احمد زمیندار وساکن موضع گوپال نگر ڈاکخانہ امریہ ضلع پیلی بھیت ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں ایک موضع جس میں پانچ چار گھر مسلمانوں کے اور پندرہ بیس گھر اہل ہنود کے ہیں اور قدیم الایام سے ایک مسجد تعمیر خام خس پوش موجود ہے کسی وقت میں یہ مسجد مسلمانوں کی آبادی کے اندر واقع تھی اور اس کے گرد ونواح میں مسلمان آباد تھے رفتہ رفتہ تغیر وتبدل ہوتے ہوتے مسلمانوں کی آبادی اس مقام سے ہٹتی گئی اب صورت یہ ہے کہ مسجد کے گرد ونواح کوئی مسلمان کا گھر نہیں ہے اور وہ مسجد بالکل مسلمانوں کی آبادی سے ایک جانب ہنود کی آبادی کے ساتھ متصل ہے اور ہمیشہ خراب وخستہ اور ویران پڑی رہتی ہے اور عرصہ دس بیس سال سے نہ وہ آباد ہوئی اور نہ آبادی کی امید ہے۔ اب بفضلہ تعالٰی اہل اسلام میں سے ایک شخص کو خداوند تعالٰی نے توفیق عطا فرمائی ہے۔ وہ مسجد پختہ بنانا چاہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ مسجد پختہ اسی مسجد قدیم کی جگہ تعمیر کی جاوے کہ جو ایک مدت دراز سے غیر آباد ہے۔ اور نہ آئندہ آبادی کی امید ہے۔ یا یہ کہ اس کو کسی طرح محفوظ محدود کرکے دوسری جگہ مسلمانوں کی آبادی کے درمیان میں مسجد پختہ تعمیر کی جاوے کہ جس سے اس مسجد پختہ جدید میں نمازیوں کا پہنچنا بھی آسان ہو اور مسجد آباد رہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: حتی الامکان مسجد کا آباد کرنا فرض ہے اور ویران کرنا حرام اللہ تعالٰی فرماتا ہے: ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا۔ ہندوستان کی آبادی کا قاعدہ یہ ہے شہر ہو یا گاؤں کہ مکانات قریب قریب ہوتے ہیں۔ بیس پچیس گھر کا گاؤں اتنے فاصلہ کی آبادی نہ رکھے گا کہ مسلمانوں کو مسجد قدیم تک جانا دشوار ہو تو جو صاحب پختہ بنانا چاہتے ہیں اسی کو پختہ کریں اور آباد کریں جدا مسجد بنانے میں نفل کا ثواب پائیں گے اور اس مسجد کے آباد کرنے میں فرض کا ثواب۔ نفل کے ثواب کو فرض کے ثواب سے کچھ نسبت نہیں ہوسکتی۔ بڑے گاؤں میں جو لوگ رہتے آبادی میں ہیں اور ان کی کاشت کے نمبر گاؤں کے دُھری پر ہیں روزانہ جوتنے بونے کاٹنے کے لئے دو دو میل جاتے آتے ہیں اپنے رب کے فرض ادا کرنے کو دس قدم آگے جانا کیا دشوار ہے۔ اصل حکم یہ ہے اگر عمل اس پر واقعی ناممکن ہو تو وجوہ دشواری سے مفصل اطلاع دیں اگر معقول ہوئیں تو چارہ کار بتایا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ حاجی محمد رمضان وابراہیم پیرزادہ وغیرہما انصاری سکنہائے قصبہ پالی مارواڑ کیریہ محلہ ناڈی ۴ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ پالی مارواڑ محلہ ناڈی میں فقیر ٹونڈے شاہ نے اپنے مکان میں ایک چھوٹی سی مسجد خاص اپنے ہی واسطے نماز پڑھنے کے لئے بنوالی اور تا زیست خود اسی میں وہ نماز پڑھتا رہا عام لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دی۔ جب ٹونڈے شاہ لاوارث مر گیا تو اس مکان کا قبالہ یعنی پٹہ سرکار راج مارواڑی نے بصیغہ لاوارثی بنام حاجی اعظم شاہ صاحب مرحوم کردیا جس کا مضمون یہ ہے کہ ٹونڈے شاہ تونا اولاد گیا لہٰذا اس کے مکان کا پٹہ یعنی قبالہ حاجی اعظم شاہ کے نام کردیا گیا ہے۔ سو اب اس مکان پر قابض اور متصرف حاجی اعظم شاہ کی آل اولاد رہے گی کسی دوسرے کا کوئی حق اور ملکیت اس مکان پر نہیں ہے چنانچہ تخمیناً سو برس کا عرصہ ہوا آج تک اولاد حاجی اعظم شاہ صاحب مرحوم اس مکان پر قابض اور متصرف ہے تھوڑا عرصہ ہوا کہ چند اشخاص ناحق شناس نے عدالت میں مسجد کو اپنے قبضہ وتصرف میں لانے کی غرض سے دعوٰی کیا مگر بروئے پٹہ سرکار کے عدالت نے حق اور ملکیت اس مکان اور مسجد پر اولاد حاجی اعظم شاہ صاحب مرحوم ہی کا بدستور قدیم قائم رکھا اب

وہی اشخاص مذکورین اولاد حاجی اعظم شاہ صاحب مرحوم کو تنگ کرتے ہیں کہ یا تو مسجد کو چھوڑ دو اور نہیں تو تم کو اسلام سے خارج کرا دیں گے۔ لہٰذا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر اس مسجد کو اولاد حاجی اعظم شاہ صاحب مرحوم سے جبراً لے لی جائے تو اس مسجد میں نماز عندالشرع صحیح و درست ہوگی یا کیا۔ دوم اگر اولاد حاجی اعظم صاحب مرحوم مسجد کو نہ چھوڑیں تو مخالفین ان کو اسلام سے خارج بحکم شرع شریف کر سکتے ہیں یا کیا۔ اور یہ امر بھی واضح رہے کہ مسجد متنازعہ عام مسلمانوں پر وقف نہ ہونے کی وجہ سے سرکار راج مارواڑ نے اس کا پٹہ بصیغہ لاوارث بنام حاجی اعظم شاہ صاحب مرحوم کر دیا ہے۔ اور جو مسجدیں کہ عام مسلمانوں پر وقف کی گئی ہیں ان کا یہ سرکار راج مارواڑ بصیغہ لاوارث نہیں کرتی ہے۔ لہٰذا امیدوار کہ اس صورت میں جو امر حق ہو ارشاد فرمائیں اور عنداللہ و عندالناس ماجور و مشکور ہو دیں۔ فقط۔

الجواب:- اس سوال میں چند باتیں معلوم ہونے کی ضرورت ہے (۱) وہ مسجد مکان کے اندر کس حیثیت سے ہے (۲) مسجد تک راستہ مکان کی زمین مملوک میں ہے یا کس طرح ہے (۳) ٹونڈے شاہ کے وقت میں اور بھی لوگ اس میں نماز پڑھتے تھے یا تنہا وہی پڑھتے تھے۔ اگر اور لوگ بھی پڑھتے تھے تو کون اس محلہ کے یا عام راہگیر یا کیا۔ (۴) اس مسجد کی کیفیات کیا ہے اس میں محراب منبر برجیاں منارے وغیرہ ہیں یا نہیں۔ بہتر ہو کہ اس مسجد اور مکان کا شارع عام تک پورا مفصل واضح نقشہ بنا کر بھیجئے (۵) اس کا کیا ثبوت ہے کہ ٹونڈے شاہ نے وہ مسجد خاص اپنے لئے بنائی اور کسی کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دی۔ ان باتوں کا مفصل جواب اسی ورق کی پشت پر مع نقشہ لکھ کر یہ ورق واپس کیجئے تو جواب دیا جائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئولہ یعقوب علی خاں نقشبندی قادری مقام کٹھری ضلع کوڑگاؤں ڈاکخانہ وصنیہ اسٹیشن مالوسانہ ۴ ذوالقعدہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں یعنی مسجد میں تیل خرچ سے زاید قریب بیس آثار کے عرصہ سے جمع ہے اس تیل کو فروخت کر کے قیمت اس کی اخراجات مسجد میں لائی جائے یا کہ اس کو محتاجوں کو تقسیم کیا جاوے۔

الجواب:- اگر مسجد کے لئے روزانہ تیل دوسری جگہ سے آتا ہے مسجد کو خریدنا نہیں ہوتا جس کے باعث یہ تیل مسجد میں کام آنے کی امید نہیں یا اس کی حفاظت میں وقت ضائع ہونے کا اندیشہ ہے تو اسے متولی و اکثر متدین اہل محلہ امانت دیانت و اعلان کے ساتھ بیچ کر اخراجات مسجد میں صرف کریں محتاجوں پر تقسیم کرنا جائز نہیں ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

بروز سہ شنبہ ۸ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ اولاً ایک مسجد کے ایک پہلو میں فرش صحن کے نیچے دکانات کے آثار تھے۔ مگر ان کی چھت کی بلندی صحن مسجد کی عام سطح سے کہیں ممتاز نہیں تھی۔ یعنی دکانات کی چھت اور مسجد کا بقیہ صحن سب ایک سطح مستوی تھی اور یہ کل رقبہ ایک فصیل سے محاط تھا۔ اس فصیل کے اندر اندر کل اراضی مسجد اور مصلی تھی اب وہ دکانات دوبارہ تعمیر ہوئیں فصیل گرا دی گئی صحن مسجد کا وہ جزو جو دکانات کی چھت بنا ہوا تھا۔ دکانات میں ڈال دیا گیا اور وہ اتنی اونچی پائی گئیں کہ بقیہ صحن سے ایک قدم آدم سے زیادہ بلند ہیں اس چھت کے پرنالے دکانات کے پچھیت پر یعنی صحن مسجد میں اتارے گئے اور صحن مسجد کے کنارے پر پچھیت کی جڑ میں ایک عرض حد و دکر دیا گیا جس پر وہ پرنالے گرتے ہیں اور اس نالے میں بھی لوگ وضو کرنے لگے اس چھت سے ملحق ایک بالاخانہ اور چھت کل کو ایک مکان کی حیثیت سے کرایہ پر اٹھا دیا گیا تاکہ مسجد کی آمدنی میں اضافہ ہو سوال یہ ہے کہ اب یہ چھت مسجد کے حکم میں ہے یا خارج از مسجد۔ اور اس پر ایسے تصرفات جائز ہیں یا نہیں جو مسجد پر ناجائز ہوتے ہیں۔ مثلاً بود و

بانس رکھنا نجاست ڈالنا وغیرہ اور مذکورہ بالا پرنالے اور نالی قابل قائم رکھنے کے ہیں یا نہیں۔ ثانیًا۔ ایک مسجد کے صحن کا ایک جز متصلے کاٹ کر روڑ پر سے محدود کر دیا گیا۔ بدیں غرض کہ نمازی اس جگہ جوتا اتارا کریں۔ یہ تصرف اور اس جگہ جوتے اتارنا جائز ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: وہ چھت مسجد ہے اسے مسجد سے توڑ کر دکان میں ڈال دینا ایک حرام اور اسے بالاخانہ حجرہ کا صحن و گزرگاہ کر دینا دوسرا حرام اور اسے کرایہ پر اٹھا دینا تیسرا حرام اور اس کی آمدنی کے لئے مسجد کا ایک اور حصہ توڑ لینا محدود کر دینا اور اس میں وضو ہونا چوتھا حرام۔ غرض یہ افعال حرام در حرام در حرام ہیں۔ فرض ہے کہ ان تمام تصرفات باطلہ کو رد کرکے مسجد مثل سابق کر دیں۔ درمختار میں ہے لو بنی فوقہ بیتا للامام لایضر لانہ من مصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال اردت ذلک لم یصدق تاتارخانیۃ فاذا کان ھذا فی الواقف فکیف لغیرہ فیجب ھدمہ ولو علی جدار المسجد ولا یجوز اخذ الاجرۃ منہ ولا ان یجعل شیئا منہ مستغلا ولا سکنٰی بزازیۃ اسی طرح دوسرے سوال میں جو تصرف کیا گیا اور مسجد کے ایک حصہ کو مسجد سے خارج کر دیا گیا۔ اور اسے جوتا اتارنے کی جگہ بنانا یہ بھی تصرف باطل و مردود و حرام ہے۔ اوقاف میں تبدیل و تغیر کی اجازت نہیں لایجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ مسجد کہ جمیع جہات حقوق العباد سے منقطع ہے۔ قال اللہ تعالٰی وان المسجد للہ یہاں بھی وہی حکم ہے کہ فورًا فورًا اس ظلم کی منڈیر کو دور کرکے زمین مسجد شامل مسجد کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مرسلہ سعید الرحمٰن ناظم انجمن اتحاد و منتظم کمیٹی جامع مسجد بیلی بھیت ۸ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ چہار شنبہ

کیا حکم ہے شریعت غرا کا مسائل مندرجہ ذیل میں۔ جواب شافی سے مطمئن و معزز فرمایا جائے۔ ۱؎ مسجدوں میں اپنے لئے سوال کرنا کسی سعد دیوہ یا کسی مسجد یا خاص اسی مسجد کی ضروریات کے لئے یا کسی قومی یا مذہبی ضرورت کے لئے چندہ و خیرات مسجدوں میں مانگنا جائز ہے یا نہیں۔

۲؎ جو مکان و زمین وغیرہ کہ وقف ہے یعنی کسی مسجد و مدرسہ کی ضروریات کے لئے وقف کی گئی ہے۔ مرور ایام یا کسی اور وجہ سے اس میں ایسا تغیر واقع ہو گیا ہے کہ اس کو رکھنے میں فی الجملہ نقصان ہے اس کو اس نیت سے کہ آئندہ اور نقصان ہوگا فروخت کرکے اس کی قیمت اس مسجد و مدرسہ میں داخل کرنا یا بجائے اس کے اس سے زیادہ نفع کی کوئی چیز اس مسجد و مدرسہ کے لئے خریدنا درست ہے یا نہیں نیز مستعمل و بیکار چیزیں نیلام کرنا یا فروخت کرنا کیسا ہے۔

۳؎ مقامی حالت کا اندازہ کرکے کسی مسجد وغیرہ کے انتظام و نگہداشت کے لئے چند مسلمانوں کو منتخب کرکے دوسرے لوگوں کو جو اس انتظام کے لئے مخصوص نہیں کئے گئے ہیں روکنا کہ وہ بطور خود مسجدوں میں دست اندازی نہ کریں جس سے مقررہ انتظام میں ابتری و برہمی پیدا ہونے کا خیال ہے یا بغیر امتیاز کے ہر شخص کو وعظ کہنے کی اجازت نہ دینا درست ہے یا نہیں۔

الجواب: ۱؎ مسجدوں میں اپنے لئے مانگنا جائز نہیں اور اسے دینے سے بھی علماء نے منع فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ امام اسمٰعیل زاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے اسے چاہئے کہ ستر پیسے اللہ تعالٰی کے نام پر اور دے کہ اس پیسہ کا کفارہ ہوں۔ اور کسی دوسرے کے لئے مانگنا یا مسجد خواہ کسی اور ضرورت دینی کے لئے چندہ کرنا جائز اور سنت سے ثابت ہے۔

۲؎ وقف کو بیع کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ جب تک واقف نے استبدال کی شرط نہ لگائی ہو۔ فی الجملہ نقصان یا آئندہ اس کا احتمال اس کی اجازت کا کفیل نہیں ہو سکتا۔ مسجد کی مستعمل چیزیں مثلًا چٹائیاں، دریاں، لوٹے صرف مستعمل ہونے کی وجہ سے بیچنے کے کوئی معنی نہیں اور ایسی اشیاء

میں سے جو بیکار ہوجائے وہ دینے والے کی ملک کی طرف واپس ہوجاتی ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔

۲: بغیر امتیاز وعظ کی اجازت دینا جائز نہیں اور روکنا واجب ہے۔ ان کا انتظام اگر صحیح ومطابق شرع وموافق مصالح مسجد ہو تو دوسروں کو اس میں دست اندازی کی وجہ نہیں اور وہ روکے جاسکتے ہیں اور اگر ان کا انتظام خلاف شرع ہو تو ہر مسلمان اس میں دست اندازی کرسکتا ہے۔ اور اس کو روکنے کا حق کسی کو نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ آہود ملک مارواڑ متصل ابر پتوار پیر محمد امیر الدین روز یکشنبہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

پیش امام میں کون کون صفت ہونی چاہئے ایا کی مسجد کا تیل وہ گھڑے وروٹی وغیرہ فروخت کرنا جب ان لڑکوں سے مار پیٹ کر روٹی منگا وہ روکھی لادیں تو ان کو مارنا اور جمعہ کے روز بھی لڑکوں کو اسی واسطے بلوانا کی میری ریاض کی روٹی یوں میں فرق نہ پڑجائے اور مسافر بھو نکار ہے تو رہا ہو مگر روٹی سکر وہ نافروخت ہوے تو دوسری موضع جاکر فروخت کرنا اور پانی کی گھڑے جو مسجد میں وضو کی واسطے ہو ہلے والے لیکر الوں تو امام اپنے مکان پر پانی پہنچادے وضو والے تکلیف اٹھانے اور مسافر وغیرہ سب تکلیف وضو کے واسطے اٹھاتے تو ایسے امام کی رہنا جائز ہے یا نہیں اور ہی ساتھ دلے ہو کر یہ بات کرے تو جائز ہے۔

الجواب ۱: امام مسجد صحیح العقیدہ، صحیح الطہارۃ، صحیح القراءۃ، غیر فاسق معلن، عالم احکام نماز وطہارت ہونا چاہئے جس میں کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے جماعت کی قلت ونفرت پیدا ہو۔ مسجد کے گھڑے اپنے لئے فروخت کرنا حرام ہے اور مسجد کا تیل اگر تیل دینے والوں کی اجازت ہو کہ جو خرچ سے بچے اسے امام یا مؤذن یا مسجد کا خادم لے لیا کرے تو وہ بچا ہوا جمع کرکے بیچنا جائز ہے مسجد کی روٹی دینے والے نے جسے دی تھی اگر بطور تملیک دی تھی تو اس کے بیچنے کا اختیار ہے اور اگر بطور اباحت دی جیسے کھانا سامنے لاکر رکھتے ہیں کہ جتنا پیٹ میں آئے کھالو اسے صرف کھانا جائز ہے بیچنا یا دوسرے کو دینا حرام۔ جبراً روٹی منگانا حرام ہے مگر جب کہ وہی نوکری کی اجرت قرار پائی ہو اور اس کے لئے لڑکوں کو مارنا جائز نہیں۔ مگر جب کہ وہی اس واجب شدہ روٹی کے لانے میں قصور کرتے ہوں اور مارنا ہاتھ سے ہو نہ لکڑی سے اور تین بار سے زائد نہ ہو اور منہ پر نہ ہو اور جمعہ کو بھی روٹی منگا سکتا ہے جب کہ وہ اجرت میں ٹھہری ہو۔ اور روٹی کہ اس کی ملک ہوجائے اسے اس کے بیچنے کا اختیار ہے خواہ وہاں بیچے یا دوسری جگہ جو پانی مسجد میں وضو کے لئے رکھا گیا اسے اپنے گھر لے جانا جائز نہیں اگرچہ کسی کو تکلیف نہ ہو اور تکلیف ہو تو دہرا حرام۔ جو باتیں ان میں ناجائز بتائی گئی ہیں جو امام ان کا ارتکاب کرے اور باز نہ آئے اسے امام نہ رکھنا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ابوتراب محمد اسمٰعیل موضع پنچم سینگ ڈاکخانہ جعفر گنج۔ چہار شنبہ ۸ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ گاؤں میں چار کنارہ پر چار مساجد مدت بیس بائیس برس سے جاری ہیں اور ہر مسجد میں تخمیناً بیس یا پچیس آدمی نماز جمعہ کا پڑھتے چلے آئے ہیں اور ان چار مساجد میں سے ایک قدیم ہے لیکن وہ بھی موضع کے ایک کنارہ پر واقع ہے اب کوئی عالم صاحب بنظر ہدایت واصلاح دین ودنیا ورضائے خدا ورسول اہل موضع کو بلاکر کہا کہ بحسب حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم وید اللہ فوق الجماعۃ ان چاروں جماعت کو اکٹھا کرکے نماز جمعہ کا بطور اکمل واشرف ادا کیا کرو۔ اہل موضع بالاتفاق بایں شرط اس بات میں راضی ہوئے کہ گاؤں کے بیچا بیچ میں جامع مسجد ہو بعدہ مسجد قدیم والے کچھ پس وپیش کرنے لگے کہ یہاں سب کیوں نہیں آتے مسجد قدیم کو کس طرح توڑ دوں مابقی تین مساجد والے

بوجہ حرج مسافت وبعد مسجد قدیم کے اس میں راضی نہیں۔ اس سوال میں یہ تین باتیں ضرورت طلب ہیں ۱اوّل عالم صاحب مذکورۃ الصدر کو ان چاروں مسجدوں کے ٹین وستونوں کو اکھیڑ کے موضع کے بیچ میں ایک مسجد جامع بناکر چاروں جماعت کو لے کے اس مسجد جامع میں نماز جمعہ کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور وہ عالم اس امر میں مستحق ثواب ہوگا یا عذاب ۲دوم۔ ان چاروں مسجدوں کا متروکہ بیٹ یعنی جاگیروں کا کیا حکم۔ سوّم۔ مسجد قدیم والے کا عذر مذکورہ مکتوبہ از روئے شرع شریف ودین منیف مسموع یا غیر مسموع مستحسن یا غیر مستحسن۔ بینوا توجروا۔

الجواب: سائل نے گاؤں کے لفظ سے تعبیر کیا اگر وہ واقع میں گاؤں ہے شہر یا قصبہ نہیں جب تو سرے سے بنائے سوال باطل ہے کہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں اور اگر گاؤں سے بستی مراد ہے اور وہ بستی کم از کم قصبہ ہے جب یہ حرام ہے کہ اور مسجدوں کو برباد کرکے جامع مسجد بنائی جائے نہ ان مسجدوں کے ٹین وستون اس کی طرف منتقل ہوسکتے ہیں درمختار میں ہے۔ لایجوز نقله ولانقل ماله الی مسجد اٰخر نہ ان مسجدوں کی زمینوں کا کسی دوسرے تصرف میں لانا حلال ہوسکتا ہے جو ایسا کرے گا سخت ظالم ومستحق سخت عذاب ہوگا قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اور جب کہ بعد مسافت کی وجہ سے حرج ہے تو لوگ مجبور نہیں کئے جاسکتے کہ جمعہ ایک ہی جگہ پڑھیں کہ مذہب صحیح معتمد مفتی بہ میں شہر میں تعدد جمعہ مطلقاً جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ حاجی کریم نور محمد جنرل مرچنٹ انوار طوک ناگپور شہر ناگپور ۹صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

مسجد کا جو پیسہ جمع ہے اسے کسی منفعت پر خرید وفروخت تجارت کرسکتے ہیں۔ مسجد کے جمع مال افزود کے لئے۔

الجواب: تجارت میں نفع نقصان دونوں کا احتمال ہے اور کارکنوں میں امین وخائن دونوں طرح کے ہوتے ہیں اور مال وقف میں شرط واقف سے زیادت کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از برٹش گائنا ڈمرارا پترس ہال دیخ ایسٹ بنک مسئولہ عبدالغفور ۲۴صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں عالم ہوں اور مجرد مسجد ہونے کے ایک مکان میں پنجوقتی نماز اور عید کی نماز اور جمعہ کی نماز ادا کرتا ہے۔ تو اس کا حکم کیا ہے اور حال یہ ہے کہ اس مکان کے مالک نے عام اجازت دیدی ہے کہ جس کی خوشی ہو وہ آکر نماز پڑھے جمعہ اور عید اور پنجوقتی کی ایا اس مکان کو پھر اپنے تصرف میں لانا جائز ہے۔ یا نہیں فقط

الجواب: اگر اس نے اس مکان کو نماز کے لئے وقف کردیا تو وہ مسجد ہی ہے اسے اس میں رہنا جائز نہیں تمام آداب مسجد لازم ہیں اور اس میں نماز کا وہی ثواب ہے جو مسجد میں ہے اور اگر صرف اتنا کہا کہ نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہوں۔ مگر وقف نہیں کرتا تو اس میں نماز جائز ضرور ہے اگرچہ جمعہ وعیدین کی کہ ان کے لئے بھی مسجد شرطاً نہیں مگر بلاعذر شرعی عیدین میں ترک سنت اور فرائض میں ترک واجب ہے یہ کہنا کہ میں عالم ہوں اگر کسی وقت کسی ضرورت ومصلحت شرعی کے سبب ہے حرج نہیں قال سیدنا یوسف علٰی نبینا الکریم وعلیہ الصلٰوۃ والتسلیم انی حفیظ علیم اور اگر بلاضرورت ہے تو جہل اور خود نمائی ہے خودستائی کے لئے ہے تو سخت گناہ ہے قال اللہ تعالٰی لاتزکوا انفسکم حدیث میں ہے من قال انا عالم فھو جاھل واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از مدرسہ مظہر العلوم کچی باغ بنارس مسئولہ امان اللہ مدرس۔ یکشنبہ ۲۵صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

زید نے چند مسلمانوں سے کچھ روپیہ بطور چندہ مجمتع کیا یہ کہہ کر کہ اس روپیہ سے زمین مسجد بنانے کو خرید کی جائے گی۔ اس نیت سے لوگوں نے چندہ دیا اور روپیہ چندہ کے ایک زمین خریدی گئی۔ وقت بنائے مسجد قطب نما وغیرہ سے سمت قبلہ درست کرنے میں منجملہ زمین خرید شدہ چند ہاتھ زمین بسبب کجی کے احاطہ مسجد سے باہر رہ گئی مسجد بہمہ وجوہ طیار ہوگئی اس میں جمعہ جماعت جاری ہے لیکن کسی مسلمان نے نہ زبانی اب تک ایسا کہا کہ یہ سب زمین خرید شدہ ہم نے وقف کیا۔ نہ ایسی تحریر کسی منتظم مسجد یا چندہ دہندگان کی طرف سے ہوئی ایسے حال میں علمائے دین سے سوال ہے کہ وہ زمین جو احاطہ مسجد سے باہر رہ گئی ہے۔ زمین مسجد سمجھی جائے گی اور اس کا حکم مسجد کا ہوگا یا فقط زمین موقوفہ سمجھی جائے گی حکم مسجد میں نہ ہوگی اور بہرحال اس زمین کا بیع وشرا یا اس میں تصرف مالکانہ کرنا جائز ہوگا یا ممنوع۔ ونیز منتظم مسجد نے اس زمین کو خارج مسجد سمجھ کر ہمسایہ کے ایک مسلمان سے کچھ روپیہ لے کر اس کو دے دیا اور اس روپیہ کو مسجد کے متعلق خرچ کیا اور اس مسلمان نے اس زمین سے زینہ اپنے مکان کے چھت کا بنایا اس سے عام مسلمان ناراض ہیں کہ زمین مسجد یا زمین وقف میں کیوں ایسا تصرف کیا گیا۔ اب اس صورت میں حکم شرع کیا ہے۔ آیا وہ زینہ توڑوا کر زمین واپس لے لی جائے یا اس کے عوض میں جو روپیہ وہ مسلمان دے چکا ہے اس سے وہ زمین اس کی مملوکہ ہوگئی۔ زینہ توڑوانے اور زمین واپس لینے کا حق شرعًا مسلمانوں کو حاصل نہیں ہے اور اگر وہ مسلمان بلا نالش کرنے کے عدالت حاکم وقت میں زینہ توڑنا اور زمین واپس دینا نہ چاہے تو مصارف نالش ذمہ منتظم ہوگا جس نے روپیہ لے کر زینہ بنانے کی اجازت دی ہے یا عام مسلمانان کے ذمہ وہ خرچ ہوگا۔ ہر شش سوال کا جواب عام فہم مفصل مع دلائل ونقل عبارت مستندات درکار ہے۔ بدون اس کے تشفی عام مسلمانان وصورت رفع نزاع متصور نہیں۔ فقط

الجواب: اگر چندہ دینے والے سب یا ان کا وکیل ماذون بعد خریداری زمین یہ کہہ دیتا کہ اس زمین کو مسجد کیا تو وہ کل مسجد ہوجاتی اور اس میں سے کسی جزو کی بیع یا کوئی تصرف مالکانہ مطلقًا حرام ہوتا لیکن ظاہرًا یہاں ایسا واقع نہ ہوا بلکہ زمین خریدی گئی کہ اس میں مسجد بنائی جائے گی اور بنانے میں تصحیح سمت کے سبب ایک حصہ چھوٹ گیا جس قدر میں مسجد بنی وہی مسجد سمجھی گئی اور اس میں نماز جاری ہوئی حصہ متروکہ کو اگر چندہ دہندوں یا ان کے وکیل ماذون نے وقف علی المسجد کر دیا تو اب بھی اس کی بیع ناجائز ہوئی مگر سوال سے اس صورت کا وقوع بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ صرف اتنا ہوا کہ وہ چندہ دے کر اس روپے اور زمین سے بے تعلق ہوگئے اور یہ ملک سے خارج ہونے کا موجب نہیں جب تک وقف شرعی نہ پایا جائے یہ بیع اور اس روپے کا مسجد میں صرف کرنا اگر اجازت مالکان سے تھا یا بعد وقوع۔ انھوں نے اجازت دیدی تو دونوں تصرف صحیح ہوگئے اور اگر مشتری کی خریداری اور زینہ بنالینے کو ایک کافی زمانہ گزرا اور مالکوں نے تعرض نہ کیا تو یہ بھی اجازت سمجھی جائے گی۔ فقط۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از مقام قاضی کیری ڈاکخانہ نولسی ضلع بھاگلپور مکان شیخ شمس الدین صاحب ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ روز شنبہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد خام تخمینًا بیس۲۰ برس سے تھی بمشورہ مسلمان موضع پختہ بنانے کی رائے ہوئی جس وقت نیو دیوار کھودی گئی قبر نکلی دریافت کرنے سے جو ضعیف موضع تھے معلوم ہوا ان سے کہ ہم نے اپنے والد وغیرہ سے سنا ہے کہ یہ سب قبرستان ہے بلکہ کل بستی قبرستان پر آباد ہے۔ اکثر مکانوں میں بھی قبر نکلتی ہے۔ نماز اس مسجد میں جائز ہے یا نہیں اور یہ مسجد کسی صرف میں آسکتی ہے یا پرتی میدان رہیگا۔ میدان رہنے میں ممکن ہے زمیندار کسی کو دیدے پھر اس کی حفاظت کی کیا صورت کی جائے۔

۲؎ اس موضع کا مالک ایک کافر راجہ ہے وہ حتی الامکان دوسری جگہ مسجد بنانے سے مانع ہوگا اور یہاں رعیت کو اختیار بیع وفروخت ہے راجہ کچھ نہیں کرسکتا ہے صرف مال گزاری کا مستحق ہے اگر خلاف مرضی راجہ دوسری جگہ مسجد بنائی جائے تو مال گزاری جو مقرر ہے نہیں چھوڑے گا پس اس صورت میں جب کہ

مال گزاری برابر زمیندار لیتا رہا حکم میں مسجد کے ہوگا یا نہیں۔ بصورت عدم جواز مسجد اس طرح ہی ہو کیا حکم ہے۔ منہدم کردیں یا کیا کریں۔

۳؎ جب کہ کل موضع قبرستان پر آباد ہے تو جو لوگ نماز گھر میں پڑھیں جائز ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ خبر کہ یہ سب قبرستان ہے بلکہ کل بستی قبرستان پر آباد ہے۔ بہت بعید و شنیع امر کی خبر اور خود اپنے مخبروں کی بے اعتباری ورد شہادت پر دلیل روشن ہے۔ جن اشخاص نے ایسا بیان کیا اگر بے نمازی ہیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا فسق و در شہادت درکار۔ اور اگر نمازی ہیں تو قبروں پر نماز حرام ہے یہ حرام خصوصًا علی الدوام کرکے بھی فاسق و مردود الشہادۃ ہوئے۔ بلکہ جب سب بستی قبروں پر آباد ہے تو مقابر پر چلنا، پھرنا، سونا، بیٹھنا، پاخانہ، پیشاب کرنا کس نے حلال کیا۔ دانستہ مدام ان کے ارتکاب سے بھی فسق ظاہر ہے۔ بہر حال خبر مردود و نامسموع ہے۔ بلکہ بالفرض اگر یہ لوگ ان محرمات کے ارتکاب سے خود محفوظ بھی ہوتے تو اور مسلمان کو ان میں مبتلا دیکھ کر مدتوں یہ شہادت ادا نہ کرنا اور اب بتانا یہ خود کیا فسق کے لئے کافی نہیں اشباہ و درمختار وغیرہما میں ہے۔ یجب الاداء بلاطلب لو الشہادۃ فی حقوق اللہ تعالٰی ومتی اخر شاھد الحسبۃ شہادتہ بلاعذر فسق فترد۱؎ غرض ان کے پر کچھ نظر نہ کی جائے۔ مسجد بنائی جائے اگر اور قبریں نکلیں تو وہ ضرور مسجد ہے اور اس میں نماز جائز اور اس کی حفاظت واجب۔ قبر جو نکلی ہے اس پر نماز نہ پڑھیں نہ اس کی طرف پڑھیں اس کے برابر آگے داہنے بائیں پڑھنے میں حرج نہیں بلکہ اگر قبر کسی مقبول بندے کی ہے تو اس کی قربت سے نماز میں اور برکت آئے گی۔ کما فی اللمعات ومجمع البحار وکثیر من الاسفار وقد بیناہ فی فتاونا قبر کے شرقی جانب آدھ گز بلند ایک اینٹ کا سترہ قائم رکھیں پھر اس طرف بھی نماز جائز ہوجائے گی اور اگر ان لوگوں کا اس مسجد کی نسبت بیان صحیح نکلے کہ اس میں جابجا قبور برآمد ہوں تو وہ بیشک مسجد نہیں۔ فان الوقف لایوقف اخری ولا یحل اتخاذ القبور مساجد ولاتباح الصلٰوۃ علیہا اس صورت میں دوسری جگہ مسجد بنانی لازم، اور راجہ اگر مالگذاری نہ چھوڑے تو اس سے مسجدیں کچھ خلل نہ آئے گا۔ فان غایتہ الظلم والظلم لایبطل الحق اور پچھلی صورت میں پہلی عمارت کہ حقیقۃً مسجد نہیں ضرور منہدم کردی جائے کہ بوجہ قبور اس میں نماز جائز نہیں اور صورت مسجد باقی رہے گی تو ناواقف کو دھوکا دے گی وہ اس میں نماز پڑھے گا نماز بھی خراب ہوگی اور قبور پر چڑھنے سے ان کی بھی بے حرمتی ہوگی۔ یہ دو سوالوں کا جواب ہوا۔ تیسرے کی بنا اس پر ہے کہ وہ کل موضع قبرستان پر آباد مان لیا جائے اور ہم اوپر ثابت کرچکے کہ یہ خبر مدفوع و نامسموع ہے۔ اگر تسلیم کی جائے تو نہ صرف نماز وہاں چلنا پھرنا رہنا بسنا پاخانہ پیشاب سب حرام ہوجائے گا کما بیناہ فی الامر باحترام المقابر واللہ اعلم

مسئلہ از ڈھاکہ محلہ مولوی بازار کوٹھی ۱۰ مسئولہ برکات احمد سوداگر ۱ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسجد پختہ چندہ کرکے بنانا کیسا ہے اور چندہ دینے والوں کو اس کا اجر کیا ملے گا والسلام سنت اسلام۔

الجواب: صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا من بنی للہ مسجدا زادفی روایۃ ولو کمفحص قطاۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ زاد فی روایۃ من درو یاقوت جو اللہ عزوجل کے لئے مسجد بنائے اگرچہ ایک چھوٹی سی چڑیا کے گھونسلے کے برابر، اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں موتی اور یاقوت کا محل طیار فرمائے گا۔ اور اس میں ہر وہ شخص جو کسی قدر چندہ سے شریک ہوا داخل ہے۔ ساری مسجد بنانے پر یہ ثواب موقوف نہیں۔ مدینہ طیبہ میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بنائی پھر امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس میں زیادت فرمائی۔ پھر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی

نے جب اس کی تعمیر میں افزائش فرمائی اس پر یہی حدیث روایت کی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ روز شنبہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان خس پوش پیش مسجد وملکیت مسجد واقع ہے اس کو توڑ کر اراضی مسجد میں شامل کرلیا جائے اور امورات نیک مثل نماز جنازہ وغیرہ کے واسطے محدود کردیا جائے۔ دوسرے ہر شخص کو وقت آمد ورفت مسجد کواڑ دروازہ مسجد بھیڑ کر آنا جانا چاہئے یا نہیں پس صورت مسئولہ میں حکم شرع شریف کا کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جائز ہے اگر خلاف شرط واقف نہ ہو۔ مسجد کے کواڑ کبھی نہ بھیڑے جائیں۔ مگر بعد فراغت نماز عشا جب کہ کسی کے آنے کی امید نہ رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ عبدالرب مرالجہلیا اعاطہ امریا ضلع پیلی بھیت ۱۶ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

گرد مسجد کس قدر زمین جنت ہے پیمائش ہر سے گز یا فٹ والے کی لکھی جائے۔ فقط۔

الجواب: مسجد کی نسبت ایک حدیث روایت کی جاتی ہے روز قیامت تمام مساجد کی زمین جمع کرکے داخل جنت کی جائے گی "تذھب الارضون کلہا یوم القیمۃ الا المساجد فانہا ینضم بعضہا الی بعض" قال الشامی ونقلہ المقدسی الجنۃ۔ اور یہ تو صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قیل وما ریاض الجنۃ یارسول اللہ قال المساجد قیل وما الرتع قال سبحٰن اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جنت کی کیاریوں پر گزرو تو ان میں چرو۔ ان کا میوہ کھاؤ۔ عرض کی گئی یارسول اللہ جنت کی کیاریاں کیا ہیں۔ فرمایا مسجدیں۔ عرض کی گئی وہ چرنا کیا ہے فرمایا یہ کہنا سبحٰن اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ رواہ الترمذی وغیرہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ مگر یہ حدیث محتمل تاویل ہے اور پہلی روایت میں سخت تعلیل ہے اور مسجد کے قریب اصلاً کسی حصہ کا جنت سے ہونا وارد نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مرسلہ سید محمد حسین علی قاضی سید پور علاقہ اندور محلہ جمال پورہ اورنگہ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد پرانی ہے اور اس کو بنانے کے لئے اس کا پرانا سامان لکڑی وغیرہ نکالا کچھ سامان تو اس میں لگ گیا اور کچھ سامان لکڑی بچ رہے اب اس کو کس کام میں لانا چاہئے اور اس میں بہت سی لکڑی ایسی ہے کہ وہ جلانے کے سوا اور کچھ کام میں نہیں آسکتی ہے سو اس لکڑی کا جلانا جائز اور درست ہے یا نہیں اور باقی جو کہ اچھی لکڑی ہے اس کو دوسرے شخص معتبر کے فروخت کرنا جائز اور درست ہے یا نہیں۔ خلاصہ جواب تحریر فرمائیے گا۔

الجواب: مسجد کا عملہ جو بچ رہے اگر کسی دوسرے وقت مسجد کے کام میں آنے کا ہو اور رکھنے سے بگڑے نہیں تو محفوظ رکھیں ورنہ بیع کردیں اور اس کے دام مسجد کی عمارت ہی میں لگائیں۔ لوٹے، بوریہ، تیل، بتی وغیرہ میں صرف نہیں ہوسکتا۔ یہ سب کام متولی اور دیانت دار اہل محلہ کی زیر نگرانی ہو بیع کسی ادب والے مسلمان کے ہاتھ ہو کہ وہ اسے کسی بے جا یا ناپاک جگہ نہ لگائے۔ لکڑی کے جلنے کے سوا کسی کام کی نہ رہی سقایہ مسجد کے صرف لائیں اور اگر بیع کردیں تو خریدنے والا بھی اس کو جلاسکتا ہے مگر اُپلے کی صحبت سے بچائیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مرسلہ اسمٰعیل خاں کارندہ موضع ریونڈہ ڈاکخانہ نونڈہ تحصیل وضلع مراد آباد ۲۳ جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص گانے بجانے کا کام کرتا ہے اور فونوگراف باجا بھرنے پر بھی اجرت و تنخواہ پاتا ہے اور کوئی ہندو جو زمیندار بھی ہے اور سود وغیرہ کی آمدنی بھی اس کو ہوتی ہے ایسے ایسے دونوں قسم کے اشخاص کے روپیہ سے مسجد کا وضوخانہ بنانا یا مسجد پر کلس چڑھانا شرعیہ قاعدہ سے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جو مال بعینہٖ حرام ہو وہ ان کاموں کے لئے لینا بھی حرام ہے اور جس کی نسبت یہ معلوم نہ ہو کہ یہ خاص مال حرام ہے اس کے لینے میں مضائقہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از راندیر ضلع سورت مسئولہ محمد اعظم ناخدا بروز شنبہ ۱۱ رجب ۱۳۳۶ھ

ماقولکم رحمکم اللہ اندریں صورت کہ مسجد کے نقد روپے (۲۵۰۰۰) پچیس ہزار جمع یعنی موجود تھے اور اسی روپوں سے مسجد کی تعمیر کرنے کو محلہ والوں نے یعنی اہل محلہ نے ٹھہراؤ یعنی مقرر کیا ہوا تھا۔ مگر نصف کام ہو کر روپے تمام ہوگئے لہٰذا مسجد کی آمد کے لئے جو ملکیت واقف نے وقف کی ہوئی ہوں اس کی آمد سے دوسری ملکیت زیادہ کی ہوں یعنی آمد سے دوسری ملکیت خریدی ہو ان کو متولی یعنی مہتمم مسجد اہل محلہ کی صلاح سے فروخت کرکے مسجد کو تمام کردے یا بستی کے مسلمانوں کو بھی کمیٹی کرکے صلاح لے اور حاکم وقت کی منظوری درکار ہے کہ نہیں بروقت نہ ہونے قاضی کے اور واقف کی کوئی شرط یا لکھان ایسا نہیں ہے جسے کوئی بیچ سکے۔

دیگر سوال: مسجد کی تعمیر کی کوئی ضرورت نہ ہو اور مسجد کے خرچ و اخراجات سے آمد بہت زائد ہو تو کیا متولی یعنی مہتمم مسجد اہل محلہ سے اجازت لے کر کے مدرسہ اس فاضل آمدنی سے کھول سکتا ہے کہ نہیں یا مہتمم مسجد اہل محلہ سے اجازت لے کر یا اہل بستی کے مسلمانوں کی کمیٹی کرکے ان کی رائے لے کرکے مدرسہ مدرسہ کھولے اور حاکم وقت کے حکم کی منظوری ملانا ضروری ہے کہ نہیں کیونکہ واقف کی نیت فقط یہ تھی کہ مرے وقف شدہ ملکیت کی آمدنی مسجد میں خرچ ہو اور کوئی دلیل نہیں کہ مدرسہ کھولیں تو اس وقت میں حاکم وقت کی منظوری کی ضرورت ہوگی کہ نہیں بروقت نہ ہونے قاضی شرع کے فقط۔

سوال سوم: بنا برازیں زائد آمدنی اس مسجد کی سے دوسری مسجد میں خرچ کرسکتے ہیں کہ نہیں۔ فقط۔

الجواب: (۱) جائداد کہ واقف نے مسجد پر وقف کیا ہے اسے کوئی نہیں بیچ سکتا، نہ متولی نہ اہل محلہ نہ حاکم نہ کوئی، ہاں اس کی آمدنی سے جو جائداد متولی نے وقف کے لئے خریدی وہ مسجد کے لئے بیع ہوسکتی ہے۔ متولی اور اہل محلہ اور سنی دیندار عالم اور دیانتدار مسلمانوں کے مشورہ سے جس میں غبن اور تغلب کا احتمال نہ رہے۔ (۲) جبکہ واقف نے صرف مسجد کے لئے وقف کیا تو وہ مسجد ہی میں صرف ہوگا اس سے مدرسہ نہیں کھول سکتے۔ نہ خود، نہ باجازت حاکم۔

(۳) نہیں کرسکتے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مرسلہ محمد ابراہیم ڈاک خانہ کنکشیر ہائی اسکول ضلع فرید پور، رجب ۱۳۳۶ھ

مسجد کے پرانے اسباب یعنی خام اور ٹین اور بانس وغیرہ اپنے گھر کے کاروبار میں لگا سکتا ہے۔ یا نہیں۔ اگر لگا سکے تو کس کام اور کس طور پر لگایا جائے۔

الجواب: ستون اور ٹین کہ مثل سقف تھا اور بانس کہ سقف میں تھے اسی طرح کڑیاں اور اینٹیں غرض جو اجزائے عمارت مسجد ہوں وہ اگر حاجت مسجد سے زائد ہوجائیں اور دوبارہ ان کے اعادہ کی امید نہ رہے تو متولی و معتمدین اہل محلہ کی اجتماع رائے سے انہیں بیچ کر قیمت عمارت مسجد ہی کے کام میں صرف کی جائے۔ مسجد کے بھی دوسرے کام میں صرف نہیں ہوسکتی خریدنے والا انہیں اپنے صرف میں لاسکتا ہے مگر بے ادبی کی جگہ سے بچائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از رائے بریلی لکھنؤ حبیب اللہ خاں بروز شنبہ ۲۵ رجب ۱۳۳۴ھ

(۱) جو شخص حافظ کسی مسجد میں واسطے امامت وحفاظت کے مقرر ہو وہ مسلمانان اہل محلہ سے جو مسجد میں نماز کو آدیں ان سے ایسی کج خلقی کا برتاؤ کرے جس کی وجہ سے مسجد میں آنا ترک کردیں اور جماعت میں خلل پڑجائے اس کے واسطے کیا حکم ہے۔

(۲) وہ شخص حافظ جو امام وحافظ مسجد کا ہو اور مسجد میں پنجگانہ اذان خود کہے نہ کہلوائے نہ روزانہ صفائی مسجد کی کرے اور دوسرے نمازیوں کو جو صفائی مسجد میں کریں ان کو مسجد کی خدمت کرنے سے منع کرے اور یہ کہے کہ مسجد کی خدمت کرکے کیا مسجد میں قبضہ کرنا چاہتے ہو اس مسجد میں ہم جو چاہیں کریں تم لوگ کچھ نہیں کرسکتے ہو۔ اس پر کیا حکم ہے۔

(۳) جو شخص حافظ امام مسجد ہو اس حق سے مسجد کے درخت اور گملے جو عرصہ دراز سے مسجد کی زیبائش ورونق کے واسطے لگائے ہوئے ہوں اٹھا کر اور اکھیڑ کر اپنے گھر کو لے جاوے اور اپنا قبضہ ہر چیز پر جو مسجد میں ہو اس پر ظاہر کرے اس پر کیا حکم ہے۔

(۴) وہ حافظ جو امام مسجد ہو اور مسجد میں جو بمبا پانی کا نمازیوں کے آرام اور خرچ مسجد کے واسطے لگا ہوا ہو اس کو اکھڑوا دے اور منع کرنے سے نمانے اور دوسرے مسلمان کو جو مسجد میں بمبا لگوانا چاہیں ان کو منع کرے اور نہ لگانے دے اور نمازیوں کی تکلیف پیش نظر رکھے اس پر کیا حکم ہے۔

(۵) مسجد میں مٹی کا تیل ٹین کی ڈبیہ میں جلا دے جس سے مسجد میں بدبو اور سیاہی ہو اور چھت سیاہ ہو جائے اس پر کیا حکم ہے۔

(۶) موسم گرما میں نمازی صحن مسجد میں نماز پڑھنے کو چٹائی بچھانے کی خواہش کریں اور حافظ مسجد چٹائی حجرہ میں بند کردے بچھانے کو نہ دے اور نمازی باہم چندہ کرکے بخیال رفع تکلیف وآسائش نمازیوں کے چٹائی منگا کر بچھانا چاہیں تو ان کو نہ بچھانے دے اور یہ کہے کہ جو کوئی اس مسجد میں چٹائی رکھے گا تو ہم اس چٹائی کو باہر مسجد کے پھینک دیں گے جس کی خوشی ہو اندر مسجد کے یا صحن مسجد میں بحالت موجودہ خواہ گرد ہو یا کچھ ہو نماز پڑھے یا نہ پڑھے اپنی چٹائی نہیں بچھا سکتا ہے کیا مسجد میں چٹائی بچھا کر مسجد پر نمازی اپنا قبضہ کرنا چاہتے ہیں جن کے بزرگوں کی مسجد بنوائی ہوئی ہے ان کی طرف سے ہم مقرر ہیں بچھائیں چٹائی مسجد میں ڈالیں یا نہ ڈالیں دوسروں کو ڈالنے کا اختیار وجواز نہیں ہے اس پر کیا حکم ہے۔

(۷) جو حافظ امام مسجد ہو اور اس طرح کا عمل مذکورہ بالا کرے جس سے نمازیوں کو تکلیف ہو اور جماعت میں خلل پڑے اور ان کی وجہ سے مسجد میں آنا چھوڑ دیں اور وہ شخص مسجد کو اپنا مقبوضہ خیال کرے وہ شخص امام رہنے کے قابل ہے یا نہیں۔ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اور اس کو کیا خطاب کرنا چاہئے اور اس پر حد شرع کیا ہے۔ فقط۔

الجواب (۱) اس صورت میں وہ گنہگار ومستحق عذاب ہے کج خلقی وغیرہ تو بڑی بات ہے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی مسجد میں ایک بار نماز عشاء کی قراءت طویل کی وہ ایک مقتدی کو ناگوار ہوئی اس کا حال حضور میں عرض کیا گیا اس پر ایسا غضب فرمایا کہ ایسی شان جلال کم دیکھی گئی تھی اور معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا افتان انت یا معاذ افتان انت یا معاذ افتان انت یا معاذ .... اے معاذ کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے ہو کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے ہو کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے ہو۔

(۲) اذان سنت مؤکدہ اور شعار اسلام ہے اور بغیر اس کے جماعت مکروہ، یہاں تک کہ اگر امام مسجد آہستہ اذان کہلوا کر جماعت پڑھ جائے وہ جماعت اولٰی نہ ہوگی بعد کو جو لوگ آئیں انہیں حکم ہے کہ اعلان کے ساتھ اذان کہیں اور پھر از سر نو جماعت قائم کریں اس کا تارک اور لوگوں کو اس سے منع کرنے والا

صریح گمراہ و فاسق ہے یوں ہی مسجد کی تنظیف کا بھی شرع میں حکم ہے سنن ابی داؤد میں ہے امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدور وان تطیب وتنظیف جو نہ خود کرے اور نہ اوروں کو کرنے دے مسجد کا بدخواہ ہے۔

۳؎ مسجد میں پیڑ بونا ممنوع ہے اور ان کا اکھیڑنا جائز مگر اگر اس کے لگائے ہوئے نہیں تو اپنے گھر لے جانے کا کوئی معنی نہیں۔ قبضہ اگر مسجد کے اشیاء پر متولیانہ ظاہر کرے تو حرج نہیں جبکہ متولی ہو اور مالکانہ ہو تو حرام۔

۴؎ مسجد ہی کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ فنائے مسجد یعنی اس کے متعلق زمین اس کا بلا وجہ شرعی زائل کرنا اور نمازیوں کو تکلیف پہنچانا شرعاً ممنوع ہے۔ دوسرے یہ کہ عین مسجد میں یہ اگر قبل تمام مسجدیت واقف نے لگایا تو باقی رکھا جائے گا اور اس کا ازالہ بھی ممنوع ہے اور اگر بعد تمام مسجدیت بانی نے خواہ اور کسی نے لگایا تو وہ لگانا حرام اور اکھاڑ دینا واجب۔

۵؎ یہ حرام ہے اور اس کا ازالہ فرض اور کرنے والا مسجد کا بدخواہ اور دربار الٰہی کے ساتھ گستاخ۔

۶؎ اس پر استحقاق لعنت ہے اور وہ خود ہی مسجد پر قبضہ مالکانہ کرنا چاہتا ہے دوسروں پر جھوٹا الزام رکھتا ہے۔

۷؎ شنائع مذکورہ کا مرتکب فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی منع اور پڑھ لی تو پھیرنا واجب، اور مسجد پر سے اس قبضۂ ظالمانہ کا اٹھا دینا لازم، اور شرعاً وہ ہر اس تعزیر کا مستحق ہے جو سلطان اسلام تجویز فرماتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ سیٹھ آدم جی بر در دولت اعلٰحضرت۔ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

۱؎ مسجد میں چراغ تمام شب جلانا چاہئے یا جہاں تک نمازیوں کی آمد و رفت ہو وہاں تک۔

۲؎ محراب مسجد کو یا دیوار قبلہ کو نقش و نگار اور سونے کا پانی چڑھانا اور رنگ دینا مکروہ ہے یا نہیں فقط

الجواب ۱؎ وہاں کے عرف معہود پر عمل کیا جائے جہاں شب بھر روشن رہتا ہے جیسے مساجد طیبہ، مدینہ طیبہ، و مکہ معظمہ و بیت المقدس وہاں شب بھر روشن رکھنا چاہئے۔ ورنہ نصف شب کے قریب تک۔

۲؎ مکروہ ہے کہ باعث شغل قلب نمازیان ہے مگر واقف نے کیا ہو تو ویسا ہی کیا جائے گا اور اس میں نیت تعظیم مسجد ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ مسجد شیخ لعل نور عالم امام مسجد یکشنبہ ۱۶ شعبان ۱۳۳۴ھ

بخدمت حامی سنت قامع بدعت عالم اہلسنت والجماعت مرجع علماء و فضلاء جناب مولینا مولوی احمد رضا خاں صاحب سلمہ اللہ تعالٰی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

ہماری مسجد بسبب کہنہ ہونے کے شہید کرا کر از سر نو تعمیر کرائی جارہی ہے بعض اصحاب کا خیال ہے کہ نیچے دکانیں اور اوپر مسجد تعمیر ہو، تاکہ دکانوں کا کرایہ مسجد کے مصالح و مصارف پر وقتاً فوقتاً خرچ ہوتا رہے اور بعض اس کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ مسجد کا احاطہ تحت الثرٰی سے عرش معلی تک قابل احترام ہے دکانیں بنانے میں احترام نہیں رہتا کیونکہ مسجد کا گرد اگرد بھی قابل احترام ہے۔ ہاں اگر ابتدا بنا میں دکانیں بنائی جاتیں تو جائز تھا جیسا کہ لاہور میں مسجد وزیر خاں اور سنہری مسجد۔ مجوزین کہتے ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مسجد کے اوپر امام کے لئے بالاخانہ جائز ہے۔ اور مسجد کا احترام جیسا کہ نیچے کے حصہ کا ویسا ہی اوپر کا، جب بالاخانہ بنانے سے احترام میں فرق نہیں آتا تو دکانیں بنانے میں کیا حرج ہے۔ حالانکہ فائدہ ہے۔ نیز مسجد تنگ ہو تو راہ کا کچھ

حصہ اس میں ملا لینا اور راہ تنگ ہو تو مسجد کا کچھ حصہ راہ میں ملا دینا جائز ہے جب ضرورت کے وقت بالمحاظ احترام ایسا تغیر تبدیل جائز ہے تو دکانیں بنانے میں بھی چونکہ مسجد کے مصلحت کی ضرورت ہے کیوں جائز نہیں ہے اور عدم جواز کی کیا وجہ ہے۔ اور آج کل ضلع گوجرانوالہ میں ایک مسجد شہید کرا کر نیچے دکانیں بنائی گئی ہیں اکثر علماء نے فتوی جواز کا دے دیا ہے۔ حتی کہ فیصلہ عدالت حکام میں بطور نظیر رکھا گیا ہے اور فتوی جواز عند العلماء مسلم ہو چکا ہے۔ غیر مقلدین جواز کے قائل ہیں مگر ہمارا اطمینان نہیں ہوتا کیوں کہ کتابوں میں عدم جواز ہی دیکھا ہوا ہے۔ البتہ تذبذب و تشتت ہو گیا ہے۔ لہذا خدمت میں گزارش ہے کہ خدا کے واسطے مطابق کتاب و سنت اس مسئلہ کی تحقیق فرما کر جلد مرحمت فرمائیں تاکہ اس جھگڑے سے ہمیں نجات ملے۔ جواز یا عدم جواز جو حق ہو دلائل قاطعہ سے مدلل فرما کر جلد روانہ فرما دیں کیوں کہ عمارت رکی ہوئی ہے اور دیر ہونے میں حرج ہوتا ہے۔ جزاکم اللہ فی الدنیا والاخرہ۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں وہ دکانیں قطعی حرام اور وہ بالاخانہ بھی قطعی حرام، ہاں وقت بنائے مسجد قبل تمام مسجدیت نیچے مسجد کے لئے دکانیں یا اوپر امام کے لئے بالاخانہ بانی بنالے اور اس کے بعد اسے مسجد کرے تو جائز ہے اور اگر مسجد بنا کر بنانا چاہے اگرچہ مسجد کی دیوار کا صرف اسارا اس میں لے اور کہے میری پہلے سے یہ نیت تھی ہرگز قبول نہ کریں گے اور اس عمارت کو ڈھا دیں گے درمختار میں ہے۔ لوبنی فوقہ بیتا للامام لایضر لانہ من المصالح اما لوتمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیہ فاذا کان ھذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ھدمہ ولو علی جدار المسجد ولا یجوز اخذ الاجرۃ منہ ولا ان یجعل شیئا منہ مستغلا ولا سکنی بزازیہ وقت ضرورت راہ کا حصہ مسجد میں ملا لینے کے یہ معنی نہیں کہ راہ بدستور راہ ہے اور اسے مسجد کر لیا جائے جس سے مخالفت احترام لازم آئے بلکہ اس پارۂ راہ کو جب مسجد میں شامل کر لیا جائے گا وہ تمام احکام میں مسجد ہو جائیگا اور اسے گزرگاہ بنانا ناجائز ہوگا اور مسجد کو باین معنی راہ بنانا کہ وہ مسجدیت سے خارج اور اس کا احترام ساقط اور راہ میں شامل ہو جائے ہرگز جائز نہیں مسئلہ کہ بعض کتب میں لکھا ہے اس کے معنی اور ہیں جس کی تفصیل و تحقیق دیکھنی ہو تو فقیر کا فتاوی یا ردالمحتار کا حاشیہ یا رسالہ مطبوعہ فاسع الواہبات لجامع الجزئیات ملاحظہ ہو۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ: از راجپوتانہ ریاست کوٹہ مدرسہ انجمن اسلامیہ یوسف خاں مہتمم شنبہ ۱ر شوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں معاملہ کہ یہاں پر قریب تین سو گھر کے آبادی مسلمانوں کی ہے اور یہاں کی جامع مسجد میں علاوہ نماز جمعہ کے پنج وقتی نماز جماعت کے ساتھ ادا ہوتی ہے اس میں مسافر لوگ باہر کے نمازی و غیر نمازی آکر ٹھہرا کرتے ہیں اور دن رات وہاں پر رہتے سوتے ہیں۔ یہ عمل قریب عرصہ تین چار سال سے جاری ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ حالت خواب میں انسان کو اپنے جسم کا خیال نہیں رہ سکتا۔ ایسے میں اگر احتلام بھی ہو جاتا ہو تو کیا عجب ہے اس کے دفع کے لئے بہت سی کوشش کی مگر ناکامیابی ہوئی حتی کہ ایسا عمل کرنے میں ان کے دیکھا دیکھی قصبہ کے مسلمانان بھی پورے طور پر عادی ہو گئے ہیں۔ ایسی حالت دیکھ کے پر منع جو کیا گیا تو جواب ملا کہ بڑے بڑے شہروں میں یہ عمل ہوتا ہے اگر منع ہوتا تو وہاں پر لوگ ایسا نہیں کرتے ہم نہیں مان سکتے۔ جب تک کہ ہم کو کسی کتاب سے یا حدیث صحیح سے اس کے عدم جواز کے بارہ میں صاف طور پر آگاہ نہیں کرا دیا جائے علاوہ ازیں ایک حافظ صاحب نابینا الٹونک کے رہنے والے ہیں ان کی تو یہ حالت ہے کہ صبح سے چار بجے تک حالت خواب میں رہتے ہیں کبھی پیر قبلہ کی اور کبھی ادھر کی جانب رہتے ہیں گاہ بگاہ نماز جمعہ تک کے بھی ہاتھ نہیں آتے اور یہ صاحب طلبہ خورد سالہ کو جن کو اپنے پیروں کے ناپاکی سے بچانے کا خیال تک نہیں رہتا جامع مسجد ہی میں درس دیتے ہیں اور طلبہ صبح سے لے کر ۴ بجے تک وہاں پر ہی حاضر رہتے ہیں ان کو منع کیا گیا کہ آپ بجائے یہاں کا سونا اور

بچوں کو اس جگہ تعلیم دینا بند کریں کیوں کہ ان کے پیر ناپاکی میں آلودہ رہتے ہیں اور سونا مدرسہ اسلامیہ یا جس صاحب کے مکان پر رہتے ہیں یا جہاں پر علاوہ مسجد کے آپ پسند فرمائیں اختیار کریں جس سے نہایت غصہ میں آکر جواب دہ ہوئے کہ ہم نہیں مان سکتے تمہارا جو جی چاہے کرو ایسی شکل میں ہمارے واسطے مسجد میں سونا درست ہے یا نہیں۔ اب قصبہ میں یہ مرض مسلمانوں میں دیکھا دیکھی زیادہ ترقی پر ہے مسجد میں بکثرت رہتے ہیں ایسی صورت بنا رمذکورہ بالا میں ہمارے مذہب حنفی میں کیا حکم ہے اس کا جواب بحوالہ کتب معتبرہ بحوالہ حدیث صحیح کے نہایت شرع سے دیا جاوے۔ فقط

الجواب: صحیح راجح یہ ہے کہ معتکف کے سوا کسی کو مسجد میں سونے کی اجازت نہیں۔ درمختار وغیرہ میں ہے کرہ النوم فیہ الا المعتکف الخ واستثنٰی بعضہم الغریب ولاحاجۃ الیہ لانہ ینبغی لہ ان ینوی الاعتکاف وبذلک اللہ تعالٰی قد رواہ تیسوثم یشغل ما یشاء مسجد میں ناسمجھ بچوں کے لے جانے کی ممانعت ہے حدیث میں ہے جنبوا مساجد کم صبیانکم ومجانینکم ...... خصوصًا اگر پڑھانے والا اجرت لے کر پڑھاتا ہو تو اور بھی زیادہ ناجائز ہے کہ اب کار دنیا ہو گیا اور دنیا کی بات کے لیے مسجد میں جانا حرام ہے نہ کہ طویل کام کرنے کے لیے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر مظفر پور محلہ کلیانی حکیم ظہور الحق شنبہ ۱۸ شوال المعظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک محلہ میں شہر کے ایک مسجد پختہ مدت دراز سے قائم ہے اور کوئی معتبر شخص نہیں کہتا ہے کہ یہ مسجد زر حلال یا حرام سے کس طرح روپیہ سے بنی ہے اور بنانے والا کون ہے مگر بعض اشخاص غیر معتبر کہتے ہیں کہ یہ مسجد ایک عورت کی بنوائی ہوئی ہے جس نے ایک ملازم سرکاری سے عقد کیا تھا اور بعد عقد کے ظروف گلی کے بیچنے کا پیشہ کرتی تھی اور اسی ظروف فروشی کے حلال روپیہ سے اس نے یہ مسجد بنوائی ہے چنانچہ قبر اس عورت کی صحن مسجد کے دالان میں موجود ہے اب مرمت وغیرہ مسجد مذکور کی مسلمانان محلہ کے خرچ و اہتمام سے ہوتی ہے اور برابر نماز پنجگانہ جماعت سے اس میں ہوتی ہے اور ایک شخص بشورہ مسلمانان محلہ ان دنوں اس کا متولی ہے اور اذان دیتا ہے اور نمازیں پڑھاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ مسجد ہماری نانی کی بنوائی ہوئی ہے مگر عندالناس یہ شخص شریف النسب نہیں ہے پس اس صورت میں اس مسجد کو مسجد کا حکم دیا جائے گا یا نہیں اور نمازیں اس میں جائز ہوں گی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: مسجد ضرور مسجد ہے اور اس میں نمازیں بے شک جائز، اور بنانے والے کا شریف النسب نہ ہونا اگر ثابت بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ بانی کی شرافت نسب کوئی شرط مسجد نہیں۔ قال اللہ تعالٰی انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ الاٰیۃ اور جب زر حرام سے ہونا معلوم نہیں تو شبہ و وہم کو دخل دینا بے معنی ہے فتاوٰی عالمگیریہ میں فتاوٰی ذخیرہ سے ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا بہ نأخذ مالم نعرف شیئا حرامًا بعینہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از بریلی بازار صندل خاں مسئولہ نواب نثار احمد خاں صاحب یکشنبہ ۱۹ شوال ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان صورتوں میں کہ

۱؎ دو شخصوں نے ایک ... چاہ و مسجد بخیال آرام و آسائش ادائے نماز اپنی کے تعمیر کرائی۔ اور وقف نہ کی، نیز دیگر مکانات بھی اس میں پہلے بنانے وا ۔ کے ملک مسجد واقع تھے اور اب بھی ہیں۔ بنانے والے کے ورثا ہمیشہ سے یکے بعد دیگرے انتظام مسجد کرتے چلے آئے ہیں اور اب بھی کرتے ہیں مگر اس میں دیگر اشخاص نماز ادا کرنے لگے اب چند اہل محلہ ان مکانات وغیرہ کو متعلق مسجد خیال کرکے اس کی آمدنی اپنی رائے سے صرف و خرد برد کرنا چاہتے ہیں اور ورثان ہر دو اشخاص جن کے مورثوں نے مسجد و چاہ تعمیر کرا کر وقف نہ کی وہ ان کے خرد برد سے آمدنی کو باز رکھنا چاہتے ہیں۔

پس عندالشرع ایسے شخص غیر متعلق دار اپنی رائے سے آمدنی مسجد صرف وخرد برد کرسکتا ہے یا نہیں۔ انتظام کس کی رائے سے ہونا چاہئے اور کس کی رائے سے نہ ہونا مناسب ہے۔ ایا غیر شخص کی رائے یا ان مورثوں کے ورثا کے ہاتھ سے جنھوں نے مسجد وچاہ تعمیر کرائی ہے۔ اور اب بھی حسب ضرورت خرچ مسجد وامام وغیرہ وہی کرتے ہیں صورت بالا میں مسجد بلا ایما رجوانے والے کے وقف بھی جائے گی یا نہیں اور بلا ایما رجوانے والے کے یا اس کے ورثا کے غیر اشخاص کے ادائے نماز میں کوئی سقم واقع ہوگا یا نہیں۔

۲ اگر کوئی شخص امام مسجد مثلاً طالب علم یا دیگر اہل محلہ سے مسجد میں اگر جھگڑا کرے اور تحکمانہ برتاؤ کرے ایسی باتیں کرے جس میں کہ تمام اہل محلہ وامام مسجد نالاں ہوکر مسجد میں آنا ترک کردیں تو ایسے شخص کو مسجد میں آنے دیا جائے یا نہیں باوجود مدد کرنے زرنقد وروٹی وغیرہ کے اس پر اور اس کے ہم خیال وغیرہ پر کیا حکم شرع ہے۔

۳ کانا ولوٹا ورسی وغیرہ سامان مسجد سوائے اپنے یا اپنے میل کے اشخاص کے کسی دوسرے شخص کو دینا پسند نہ کرے اور اگر لیں تو جھگڑا کرے تو ایسے شخص پر کیا حکم شرع ہے۔ ۴ عام پانی بھرنے والوں کو جو چاہ مسجد میں بھریں برا کہے اور روکے برخلاف اپنے میل کے اشخاص کے، تو ایسے شخص پر کیا حکم شرع ہے۔

الجواب: ۱ مسجد اگر صورت مسجد پر بنائی اور راستہ اس کا شارع عام تک جدا کردیا اور مسلمانوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دے تو بلاشبہ وہ مسجد ہوگئی۔ اس کا یہ کہنا کہ بانی نے وقف نہ کی قابل قبول نہیں یونہی اگر کنواں بنا کر متعلق مسجد کردیا اس میں نماز وارثان بانی کی محتاج اجازت نہیں ہاں اگر ثبوت شرعی نہ ہو کہ بانی نے کہا تھا یہ مسجد میں اپنے لئے بناتا ہوں وقف نہیں کرتا یا اس کا راستہ اسی کی ملک میں ہوکر ہو اور اس نے مسجد کے لئے راہ جدا نہ کی تو وہ مسجد نہ ہوئی اگرچہ صورت اخیرہ میں اس نے یہ بھی کہہ دیا ہو کہ میں نے اس کو وقف کیا یوں اسمیں نماز مسجد کا ثواب نہیں، نہ بے اجازت مالکان وہ مسجد ہوگی دیگر املاک متصل مسجد ثبوت شرعی سے ان کا مسجد پر وقف ہونا درکار ہے بے اس کے کوئی ان میں تصرف نہیں کرسکتا وہ وارثوں کی ملک ہے ان کو اختیار ہے۔

۲ جو شخص ناحق فتنہ اٹھاتا ہو اور اس کے سبب لوگ مسجد میں آنا ترک کردیں اسے مسجد سے روکنا جائز ہے جب کہ باعث اثارت فتنہ نہ ہو درمختار میں ہے۔ ویمنع منہ کل موذ ولو بلسانہ اور اگر وہ کسی امر ضروری حق کی طرف بلاتا ہو اور لوگ اپنی جہالت کے سبب اس سے ناراض ہوں تو وبال انھیں پر ہے نہ کہ اس پر۔

۳ مال وقف پر کوئی اپنا قبضہ نہیں کرسکتا اگر ایسا کرے اور نمازیوں کو مسجد کی اشیاء سے انتفاع نہ کرنے دے تو وہ بھی موذی اور قابل اخراج ہے ۴ کوئیں پر سے کسی مسلمان کے روکنے کا کسی کو حق نہیں جب تک کوئی خاص وجہ شرعی نہ ہو اور جو ایسا فساد کرتا ہو بطرز مناسب اس کا انسداد واجب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از الٰہ آباد مدرسہ سبحانیہ محمد نصیر الدین محلہ سرائے گڈھا پنجشنبہ ۲۳ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد شاہی زمانہ کی لب سڑک تھی اس میں ایک درجہ پچھم جانب گنبد دار تھا اور مسجد کے پورب ودکھن جانب دکانات ہیں جن کی چھت مسجد کے فرش صحن سے اب مسجد ہذا کی از سر نو تعمیر اس طور پر کی گئی کہ پچھم کی جانب بجائے ایک درجہ قائم کئے گئے اور دکانات کی بھی چھت پر عمارت بنائی گئی جس کے ہر چہار طرف بڑے بڑے دروازے جواب بنائے گئے اور مسجد کی کرسی بھی اتنی بلند کی گئی کہ

دوکانوں کی چھت اور فرش مسجد سے برابر ہوگیا صرف چھ انگشت بمقدار درسہ دکانات کی چھت فرش مسجد اونچی ہے مسجد ہی کی طرف سے اس چھت پر آمد و رفت ہے۔ رمضان المبارک کے جمعوں میں اس قدر لوگوں کی کثرت ہوتی تھی کہ لوگ مسجد میں نہیں سماتے تھے سڑکوں پر صف قائم کرنے کی نوبت آتی تھی۔ اس ضرورت سے مسجد دو منزلہ بنائی گئی مسجد کے اندر کے درجہ کی چھت پر ایک درجہ گنبدی بنایا گیا اور اس برابر آگے کا درجہ اور تمام صحن مع عمارت بالائے سقف دکانات پاٹ دیا گیا۔ گویا کہ نیچے اوپر دو مسجدیں ہوگئیں نیچے کی مسجد مع صحن واپنے حوالی کے پٹی ہوئی ہوگئی اور اوپر ایک درجہ پٹا ہوا گنبدی اور اس کے ساتھ بہت بڑا صحن کھلا ہوا نکل آیا اوپر کے درجہ کے سامنے جو صحن ہے وہ محاذات مسجد سے دکھن جانب بڑھا ہوا ہے کیونکہ دکانات کی چھت کی عمارت کی سقف بھی شامل کرلی گئی ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اوپر کی مسجد کا جو صحن بغرض وسعت دکھن کی طرف بالائے سقف دکانات بڑھا ہوا ہے وہ مسجد ہے یا نہیں۔ دوم یہ کہ دکانات مذکورہ کی چھت پر یا اس کے بالائے عمارت کے سقف پر معتکف جاسکتا ہے یا نہیں۔ سوم یہ کہ اوپر کی مسجد پر صحن میں جب امام محراب کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو دکھن کی جانب صف بڑھ جاتی ہے ایسی حالت میں امام کچھ ہٹ کر دکھن کی جانب کھڑا ہوتا ہے کہ دونوں جانب صف برابر رہے یا خود محراب کے سامنے کھڑا ہو اور مقتدیوں کو زائد حصہ میں دکھن کی جانب کھڑے ہونے سے روکے اور اپنے پیچھے دونوں طرف صف برابر قائم کرنے کا حکم دے کیونکہ امام کے پیچھے دور تک بہت جگہ باقی رہتی ہے۔ فقط۔

الجواب: اگر وہ دکانیں متعلق مسجد اور اس پر وقف ہیں اور مسلمانوں نے ان کی سقف کو داخل مسجد کرلیا تو وہ سقف بھی مسجد ہوگئی۔ ولا یضر کون

الحوانیت تحتہ لکونھا وقفا علیہ وجاز اخذ ملك الناس کرھا بالقیمۃ عند ضیق المسجد فکیف بما ھو وقف علیہ کما فی ردالمحتار ان دوکانوں

کی چھت پر اور ان کی بالائی عمارت کی سقف پر معتکف جاسکتا ہے۔ لانھا کانت من فناء المسجد ولا طریق فاصل بینھما فکیف وقد صارت من المسجد

اگر امام محراب کے سامنے کھڑا ہو اور اپنے توسط کے لئے صف پوری نہ کرنے دے تو گناہ و ناجائز ہے۔ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من وصل صفا وصلہ

اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ اور خود محراب کے سامنے کھڑا ہو اور صف پوری ہو کر ایک جانب بڑھ جائے تو مکروہ اور خلاف سنت ہے لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

توسطوا الامام بلکہ یہ چاہیے کہ صف پوری کی جائے اور صف کا جہاں وسط ہو امام محراب چھوڑ کر وہاں کھڑا ہو اس بیرونی حصہ کے لئے یہی جگہ محراب ہے۔

نص علیہ فی ردالمحتار والتفصیل فی فتاونا مگر یہ معلوم رہے کہ مسجد کی چھت پر بلا ضرورت جانا منع ہے اگر تنگی کے سبب کہ نیچے کا درجہ بھر گیا اوپر نماز

پڑھیں جائز ہے اور بلا ضرورت مثلاً گرمی کی وجہ سے پڑھنے کی اجازت نہیں۔ کما نص علیہ فی الفتاوی عالمگیریۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ شمس الدین۔ از نصیرآباد ضلع اجمیر شریف مسجد گوردام مرم۔ دوشنبہ ۱۷ ذوالقعدہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص ایک مسجد میں خلاف تہذیب و ناشائستہ حرکات کرتے ہیں مثلاً کسی وقت آپس میں گالی گلوج تک نوبت پہنچی اور بہت شور و شغب کیا کسی وقت مسخرہ پن کیا ایک نے دوسرے کا تہبند کھول دیا بعض وقت کسی کی مقعد میں انگلی کردی کبھی مؤذن کی آواز پر ہنسے قہقہے اڑائے ان سب بات کو دیکھ کر کے ایک شخص نے ناصحانہ حیثیت سے محض نصیحت اور سمجھانے کے طور پر کہا کہ بھائیو مسجد خانۂ خدا ہے اس کے اندر تم کو یہ افعال جائز نہیں ہے اور غور کرو کہ مسجد کی حرمت اور تعظیم ہم پر اور تم پر اور ہر مسلمان پر ہر وقت ضروری اور فرض ہے تو ان لوگوں نے اس کی بات کو نصیحت اور خیرخواہی نہ دیکھ کر تعصب اور نفسانیت تصور کرکے خلاف منشاء ناصح کے جواب دیا اس پر ناصح مذکور نے کہا کہ مسجد نماز اور ذکر خدا کے لئے بنائی گئی ہے بیہودہ باتوں کے لئے نہیں ہے۔ مسخرہ پن کرنا چاہتے ہو تو دوسری مسجد تلاش کرو۔ اس بات پر اکڑ گئے کہ

تم نے مسجد پر مالکانہ دعوٰی کیا اور ہم کو مسجد سے نکال دیا اور اب دوسری مسجد بنانا چاہتے ہیں اور مسجد اول کی ویرانی اور جماعت کم ہوجانے کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ کیا باوجود تخریب مسجد اول او تقلیل جماعت ان کو مسجد ثانی بنانا جائز ہے یا دوسری مسجد ضرار کہلائے گی۔ فقط

الجواب: اگر یہ واقعہ اسی طرح ہے اور ان کی نیت فاسد ہے تو ضرور دوسری مسجد بنانے کی ان کو اجازت نہیں۔ بوجہ فساد نیت وہ مسجد حکم ضرار میں ہوگی۔ واﷲ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مرسلہ عبدالغنی حاجی کریم بخش صاحب از مقام کپ ڈیسہ علاقہ ریاست پالن پور ۸ صفر ۱۳۳۵ھ

حضرات علمائے دین کی خدمت میں مسائل شرعی دریافت طلب پیش ہیں۔ مسئلہ اوّل۔ قدیمی جامع مسجد کو ترک کرکے دوسری مسجد کو مسجد جامع قرار دے سکتے ہیں یا نہیں۔ اور قدیمی جامع مسجد ترک کرنے کا سبب یہ ہے کہ اس کی نسبت یہ اندیشہ ہے کہ کچھ عرصہ میں خود بخود منہدم ہوجائے کیونکہ اس کے دو جانب برساتی نالے فراخ ہوتے جاتے ہیں اور مسلمان اس قدر مقدرت نہیں رکھتے کہ نالوں کو پٹوا کر مسجد کو محفوظ کرسکیں اور اس کے علاوہ ان نالوں کو سوائے سرکار انگریزی کے دوسرے شخص کو بند کرانے کا مجاز بھی نہیں اور جس مسجد کو مسجد جامع قرار دینا چاہتے ہیں وہ جامع مسجد سے قکم اور فراخ بھی ہے تو ایسی صورت میں دوسری مسجد کو جامع قرار دینا جائز ہے یا نہیں۔

دوسرا مسئلہ۔ کسی ایسے ہندو یا انگریز حاکم کا روپیہ جو اسلام کی طرف قلبی توجہ رکھتا ہو مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب:[1] جائز ہے اور اس مسجد اول کی محافظت تاحد قدرت فرض ہے۔

[1] ایسی ضرورت کی حالت میں جیسی اوپر مذکور ہوئی کہ مسجد شہید ہوجائے گی اور مسلمانوں میں طاقت نہیں جائز ہے۔ لان الضرورات تبیح المحظورات واﷲ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از کالا کاکر ضلع پرتاب گڑھ ۲۲ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید مسلمان ایک مسجد کی بنا ایسی جگہ ڈالی ہے جہاں کبھی مسجد نہ تھی اور وہاں کے ہنود باشندے مسجد کے بننے کو روکتے۔ لیکن زید مسلمان نے اپنی خوشامد سے مسجد کی بنیاد قائم کردی لیکن اسی مقام کا عمرو خود اس امر کی کوشش اہلکاروں زمینداروں سے کی اور ملازم زمیندار کو اس موقع پر لاکر حاضر کیا کہ اس مسجد کی بنیاد میرے گھر کی طرف چھ انگل بڑھی ہوئی ہے اس مسجد کی دیوار چھ انگل ادھر بنائی جائے لیکن باقی مسجد زید نے اپنی خوشی سے اور خوشامد کے باعث اپنے منزل مقصود کو پہنچے اور جب عمرو مسلمان اپنے مقصد کو نہ پہنچا تو ایک ہندو کو ورغلا کر اس امر پر آمادہ کیا کہ مسجد کی دیوار تیرے مکان کی دیوار کی طرف بڑھا کر اٹھائی جارہی ہے تو روک دے ورنہ تجھ کو اس مسجد کی دیوار کی وجہ سے بڑا نقصان ہوگا لیکن زید مسلمان نے اپنی چالاکی سے بمقابلہ ہندو اور عمرو مسلمان مسجد قائم ہی کردے اور عمرو مسلمان کی کچھ نہ چلی۔ ایسے شخص کے ساتھ از روئے حکم خدا و رسول کیا برتاؤ رکھا جائے اور اس کے یہاں کا کھانا پینا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: سائل نے بتایا کہ واقع میں زید نے چھ انگل ملک عمرو زمین میں شامل کرکے اسے مسجد کرنا چاہا ہے یا واقع میں ایسا نہیں اور عمرو کا دعوٰی جھوٹا ہے اگر فی الواقع صورت اولٰی ہے تو مسجد مسجد نہیں اور عمرو نے جو کچھ برتاؤ برتے اس صورت میں اس پر الزام نہیں اور اگر ایسا نہیں تو بلاشبہ عمرو بدخواہ مسجد اور سخت سے سخت ظالموں میں ہے۔ قال اﷲ عزوجل ومن اظلم ممن منع مسٰجد اﷲ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اولٰئک

ماکان لہم ان ید خلوھا الا خائفین لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں یادِ الٰہی ہونے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ایسوں کو نہیں پہنچتا تھا کہ اس میں جاتے مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔ اس حالت میں اس کے ساتھ کھانا پینا میل جول نہ چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مرسلہ محمد حسن فاروقی ضلع پورنیہ ڈاکخانہ اسلام پور رھوجا گاؤں ۲۲ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد زمانہ دراز سے قائم تھی جس کو زید نے توڑ کر جگہ سابق سے دوسری جگہ پر یعنی دس بارہ ہاتھ یا ایک رسی کے فاصلہ پر بنادی ہے اور اس مسجد کی جو لکڑی پرانی ہوگئی تھی اس کو اپنا کھانا پکانے میں جلادی ہے تو کیا مسجد ایک جگہ سے توڑ کر دوسری جگہ بنادینا اور اس کی لکڑی کو اپنے تصرف میں لانا درست ہے یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ جس جگہ پر وہ مسجد پہلی قائم تھی بعد توڑ دینے مسجد کے وہ جگہ جہاں پر وہ مسجد تھی ویسا ہی خالی پڑی رہے یا کہ اگر کوئی چیز پیدا ہو تو بوئی جائے۔

الجواب: یہ فعل کہ زید نے کیا حرام محض ہے مسجد نہ توڑی جاسکتی ہے نہ بدلی جاسکتی ہے نہ اس کی لکڑی وغیرہ کوئی چیز اپنے مصرف میں لائی جاسکتی ہے۔ قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اولٰئک ماکان لہم ان ید خلوھا الا خائفین لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم۔ ردالمحتار میں ہے لایجوز نقلہ ولانقل مالہ الی مسجد اٰخر نہ اس میں کچھ بونا اور کوئی تصرف کسی طرح حلال ہوسکے بلکہ زید پر فرض ہے کہ اسے بدستور پہلی طرح بنادے فان الضمان فی بناء الوقف باعادتہ کما کان بخلاف سائر الابنیۃ کما فی الدر وغیرہ دوسری مسجد جو اس نے بنائی اگر اپنی زمین میں بنائی اور اسے مسجد کردیا تو یہ بھی مسجد ہوگئی اس کا بھی باقی رکھنا فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مرسلہ سعادت خاں نابینا مسجد ندی قصبہ جھابوہ ریاست اندور ملک مالوہ۔ یکم ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

مسجد کے احاطہ کے اندر کے درختوں میں سے یا مسجد کی ملک کے درختوں میں سے کسی درخت کا پھل یا پھول بلاادائے قیمت کھانا یا لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر وہ پیڑ مسجد پر وقف ہیں تو بلاادائے قیمت جائز نہیں ورنہ مالک کی اجازت درکار ہے اگرچہ اسی قدر کہ اس نے اسی غرض سے لگائے ہوں کہ جو مسجد میں ہو ان سے تمتع کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مرسلہ محمد نصیر الحق امام مسجد شہر مالدہ ڈاکخانہ مالدہ محلہ بی بی گاؤں ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قدیم جامع مسجد میں نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے جگہ میں اضافہ کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی ایک قطعہ زمین اسی مسجد کے ملحق ایک مسلمان زمیندار کا تھا اور اس کو زمین دار نے ایک شخص کے ساتھ دامی بندوبست کچھ خزانہ معینہ پر کردیا تھا خزانہ باقی رہنے کی وجہ سے زمین دار نے نالش کرکے اس زمین کو نیلام کرایا اس کو ایک مسلمان نے خرید لیا اور پھر اس خریدار نے ایک حصہ اس زمین کا وقف کرکے مسجد کے ساتھ ملحق کردیا کیا وہ حصہ ملحقہ مسجد کے حکم میں ہوا یا نہیں۔ یہاں کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسجد کے حکم میں نہیں ہوا حالانکہ خریدار کو اس زمین پر ہر قسم کے تصرف کرنے کا مجاز ہے۔ زمیندار کو بجز زرخزانہ معینہ کے نہ توحق انتزاع رکھا ہے نہ اپنی حقیقت زمینداری کے باعث اس زمین پر کسی قسم کا تصرف کرسکتا ہے اگر زمیندار اسی قطعہ زمین میں مسجد یا کنواں یا مسافر خانہ بلامرضی خریدار کے بنانا چاہے تو بالکل نہیں بناسکتا اور خریدار کو یہ سارے حقوق حاصل ہیں۔ ایسی صورت میں جو حکم شرع شریف ہو بحوالہ کتب وعبارت تحریر کیا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورتِ مستفسرہ میں وہ وقف صحیح اور وہ قطعہ مسجد ہوگیا۔ ردالمحتار میں ہے الصحیح الصحۃ اذا کانت الارض محتکرۃ کما علمت و عن ھذا قال فی انفع الوسائل انہ لو بنی فی الارض الموقوفۃ المستاجرۃ مسجدا انہ یجوز قال واذا جاز فعلی من یکون حکرہ والظاہر انہ یکون علی المستاجر مادامت المدۃ باقیۃ فاذا انقضت ینبغی ان یکون من بیت مال الخراج واخواتہ ومصالح المسلمین اھ فاذا کان ھذا فی ارض مستاجرۃ وما جعل مسجدا غیر بناء مجرد فما ظنک بارض مشتراۃ وقد جعلت ھی مسجدا فالحکر اذ الدفع ثم فہما بالاولٰی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ مرسلہ حافظ عبدالستار صاحب مچھلی بازار کانپور ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کانپور کی ایک مسجد میں پاخانہ متعلق مسجد واقع ہے اور ایک کمرہ متعلق مسجد ہے اس کی نالیاں پانی بہنے کی اور پاخانہ کی سنڈاس کمانے کا راستہ سرکاری گلی میں جانب پچھم ہمیشہ سے جاری تھا میونسپل بورڈ نے جانب پچھم اور دکھن کے مکانات توسیع سڑک کے لئے کر راستہ بطور سڑک بنالی اور وہ گلی جانب پچھم کی کالعدم کردی اور مسجد کے پچھم کی بقایا زمین بعد نکالے جانے سڑک کے فروخت کردی اب میونسپل بورڈ متولی مسجد کو حکم دیتی ہے کہ جس قدر جگہ جانب پچھم پاخانہ کا سنڈاس کمانے کو اور نالیاں جاری رکھنے کو درکار ہے جانب دکھن میونسپل بورڈ دیتی ہے متولی مسجد سنڈاس کا رخ دوسری طرف پھیرے اور نالیاں بھی اس طرف سے جاری رکھی جائیں اگر متولی کے پاس روپیہ مسجد کا نہ موجود ہو تو صرف رضامندی دیدی جائے تاکہ میونسپل بورڈ اپنے صرفہ سے نالیاں اور سنڈاس بنادیوے اور کسی قسم کا حرج مسجد کا نہ ہونے پائے۔

۱۔ کیا متولی شرع کے مطابق ایسی رضامندی دے سکتا ہے کہ سرکار کی طرف سے بنائی جائے۔

۲۔ کیا پچھم کی طرف سے جو نالیاں یا سنڈاس کمانے کا دروازہ ہے اس کے بدلے جانب دکھن سرکاری زمین لے کر مسجد کی آمدنی سے متولی اس کو درست کراسکتا ہے اگر مسجد کی آمدنی نہیں صرف کرسکتا ہے تو چندہ کرکے اس کام کو انجام دے سکتا ہے۔

الجواب: صورتِ مذکورہ میں جیسا کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے زمین وقف میں کوئی تبدیل نہیں، صرف رخ پھیرنا ہے اور کمانے کا راستہ اور پانی کا نکاس پہلے بھی زمین وقف میں نہ تھا اس تبدیل کا جواز جائے تامل نہیں، مگر مسجد کی آمدنی مصالح مسجد کے لئے ہوتی ہے اور یہ کام مصالح شارع عام کے لئے ہے مصلحت مسجد اس سے متعلق نہیں لہٰذا آمدنی مسجد اس میں صرف نہیں ہوسکتی، چندہ کا اختیار ہے اور اس میں حرج نہیں کہ میونسپلٹی کے سڑکوں کے مصالح اس سے متعلق ہیں اپنے صرف سے بنادے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مرسلہ منشی ابراہیم صاحب قصبہ گودھرہ ضلع پنچ محل مدرسہ فیض عام ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۵ھ

حضرت مولانا ومقتدانا مولوی احمد رضا خانصاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ایک فتوٰی تصحیح کے لئے دو سوال جواب کے لئے خدمت والا میں بھیجے تھے ان کا جواب نہیں ملا معلوم نہیں کہ یہ مرسلہ خطوط جناب تک پہنچے یا نہیں۔ صاحب تفسیر بیان القرآن نے والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا کے تحت میں مسئلہ کرکے یہ لکھا ہے کہ بعض علماء نے جو فخر وریا سے مسجد بنائی جائے اس مسجد کو مسجد کہنا نہ چاہئے ان بعض علماء پر مجھ کو کلام ہے بعض علماء سے مراد کشاف و مدارک احمدی وغیرہ ہیں اور اسی بنا پر یہ جواب لکھا گیا ہے جو مرسلہ خدمت والا ہے صاحب بیان کا اعتراض درست ہے یا نہیں۔ کیا صاحب کشاف وغیرہ کے قول پر ان کے قول کو ترجیح دی جائے گی جواب کا منتظر ہوں مرسلہ سوال وجواب میں حضور کی کیا رائے ہے

تحریر فرمائیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک محلہ کی مسجد میں عرصہ پندرہ بیس سال سے ایک امام مقرر تھا بعض لوگوں نے بعض وجوہ سے اس کو برطرف کیا بعض لوگوں کو امام قدیم کا برطرف کرنا ناگوار معلوم ہوا۔ ہر چند اس فریق نے یہ چاہا کہ امام قدیم کو قائم رکھا جائے لیکن فریق اول نے جنھوں نے امام قدیم کو برطرف کیا تھا نہ مانا۔ بنابریں جھگڑے نے ترقی پکڑی یہانتک کہ فریق اول نے جھگڑے کے اندیشہ کی وجہ سے مسجد کے دروازہ پر پولیس کو لاکے بٹھا دیا تاکہ کسی قسم کا فتنہ نہ ہونے پائے۔ فریق ثانی نے پولیس کے خوف کے مارے اس وقت نماز وہاں نہ پڑھی۔ دیگر مساجد میں پڑھی اور بعد میں بھی وہ کچھ عرصہ تک دیگر مساجد میں پڑھتے رہے اس لئے کہ یہ فریق جدید امام کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہتے تھے آخر کار ایک قدیم مسجد کو جو ویران پڑی ہوئی تھی (اس میں کبھی کبھی نماز باجماعت ہوتی ہے) اور یہ مسجد اتنی بڑی تھی کہ جس میں سو سوا سو آدمی نماز پڑھ سکیں غرضیکہ مسجد مذکور کو آباد کیا اور کچھ دنوں کے بعد اس مسجد کی قدیم بنا کو گرا کر اور کچھ زمین گرد سے لے کر کچھ وسعت کے ساتھ طیار کیا۔ اب اول فریق یہ کہتا ہے کہ مسجد مذکور ملک غیر میں بنی ہے اور حسد سے بنی ہے اس وجہ سے یہ مسجد ضرار ہے اور فریق ثانی یہ کہتا ہے کہ یہ مسجد وقف ہے۔ پس کیا یہ مسجد ضرار ہوسکتی ہے اور اس کی بنا کو کھود کر پھینک دیا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت سوال ملاحظہ ہوئی اس مسجد کو ضرار سے علاقہ ہونے کے کوئی معنی نہیں۔ انھوں نے مسجد کا احداث بھی نو نہ کیا بلکہ مسجد قدیم کا احیا کیا ہے اور مسجد قدیم معاذ اللہ ویران ہو جائے حتی الوسع اس کا احیا فرض ہے کہاں فرض اور کہاں ضرار، اور اگر بالفرض نئی مسجد بناتے جب بھی اسے ضرار سے کوئی تعلق نہ ہوتا کہ مسجد اللہ ہی کے لئے بنائی اور نماز ہی پڑھنی مقصود ہے نہ کہ دوسری مسجد کو نقصان پہنچانا اور جماعت مسلمین میں تفرقہ ڈالنا اس کی تحقیق تام ہمارے فتاوٰی میں ہے جو شخص بنام مسجد کوئی عمارت طیار کرے جس سے تقرب الی اللہ مقصود نہ ہو بلکہ محض ریا و تفاخر کی نیت ہو تو وہ بیشک مسجد نہیں ہوسکتی کہ مسجد وقف ہے اور اس کا قربت مقصودہ کے لئے ہونا ضرور، اور ریا وتفاخر قربت الی اللہ نہیں بلکہ بعد عن اللہ ہیں۔ امام نسفی صاحب مدارک نے ایسی ہی مسجد کو حکم ضرار میں فرمایا ہے اور اگر مسجد بنائی اللہ ہی کے لئے اور وہی مقصود ہے اگرچہ اس کے ساتھ ریا و تفاخر کا خیال آگیا تو وہ ضرور مسجد ہے اگرچہ اس کے ثواب میں کمی ہو یا نہ ملے۔ صاحب بیان کا شبہ اسی صورت پر محمول ہے۔ والتفصیل فی فتاوٰنا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ اپنا مسجد کی دیواریں ہمسایوں کے ساتھ مشترک کرنا شرعًا جائز ہے۔

(الف) نصف لاگت دیواروں کی ہمسائے لگا دیں اور نصف لاگت مسجد کا خرچ ہو (ب) کل لاگت مسجد کی ہو۔ مسجد قدیمہ کی دیواروں پر ایک ہمسایہ کی شہتیر رکھی ہوئی تھی اور (الف) اور نشانات اشتراک نہ تھے۔ (ب) اور نشانات اشتراک تھے کہنہ مسجد کو مسجد کی لاگت پر گرایا گیا اور مسجد کے روپیوں کا امین وہی ہمسایہ تھا جس کی شہتیر مسجد کی دیواروں پر تھے۔ اس نے مسجد کی لاگت سے کل دیواریں اسی طرح بنوائیں جس سے بداہۃً اشتراک معلوم ہوتا ہے یعنی اپنی طرف جالی اور الماریاں حسب مرضی خود بلا رضامندی دیگر مصلیان کے رکھوائے۔ کیا یہ فعل ہمسایہ کا شرعًا جائز ہے۔ بصورت (الف) وبصورت (ب) کیا ان دیواروں پر ہمسایہ مذکور بالاخانہ ہائے تیار کرسکتا ہے اور بطور ملکیت خود ان دیواروں کو استعمال کرسکتا ہے۔ بصورت (الف) وبصورت (ب) کیا بقول ہمسایہ نصف دیوار اس کی ہے نصف دیوار کی تختہ زمین چھوڑ کر از سر نو دیواریں واحد ملکیت

مسجد بلااشتراک تحریری چڑھانا جائز ہے یا ضروری ہے کیا ایسے مشترک دیوار والی مسجد پر "الوقف لا یملک" صادق آتا ہے اور ایسی مسجد میں نماز ادا کرنے سے ثواب جو مسجد میں ادا کرنے پر وارد ہوا ہے ملتا ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب: اللہ عزوجل فرماتا ہے وان المسجد للّٰہ مسجدیں خاص اللہ کے لئے ہیں۔ مسجد ہونے کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی شش جہت میں جمیع حقوق عباد سے منزہ ہو اگر اس کے کسی حصہ میں بھی ملک عبد باقی ہے تو مسجد نہ ہوگی۔ ہدایہ میں ہے من جعل مسجدا تحتہ سرداب او فوقہ بیت وجعل باب المسجد الی الطریق وعزلہ عن ملکہ فلہ ان یبیعہ وان مات یورث عنہ لانہ لم یخلص للّٰہ تعالٰی لبقاء حق العبد متعلقا بہ ای بہ وکذلک ان اتخذ وسط دارہ مسجدا واذن للناس بالدخول فیہ یعنی لہ ان یبیعہ ویورث عنہ لان المسجد ما لا یکون لاحد فیہ حق المنع (الی ان قال) فلم یصر مسجدا لانہ ابقی الطریق لنفسہ فلم یخلص للّٰہ تعالٰی

پس اگر اس مسجد کی دیواریں واقع میں مشترک ہیں ان میں کچھ حصہ عبد کا بھی ہے تو وہ مسجد سرے سے مسجد ہی نہیں نہ اس میں پڑھنے سے مسجد کا ثواب وہ بانی کی ملک ایک مکان ہے جسے وہ بیچ سکتا ہے اور مرجائے تو ترکہ میں تقسیم ہوگا۔ کما مرعن الہدایہ۔ اور اگر واقع میں مشترک نہیں، اس متولی نے غاصبانہ اشتراک کر رکھا ہے تو فرض ہے کہ اسے تولیت سے خارج کردیں اور وہ نشانات جو اس نے اپنے اشتراک کی علامات بنائے ہیں سب مٹادیں اور شہتیر وغیرہ جو کچھ اس کا مسجد کی دیوار پر رکھا ہے سب گرادیں اور جتنے برسوں رکھا رہا اتنے کا کرایہ دیوار مسجد کا اس سے وصول کریں اور اب اگر کوئی عمارت دیوار مسجد پر بنانا چاہے نہ بنانے دیں اور اگر بنالی ہو بجبر حکومت فوراً منہدم کرادیں۔ درمختار میں ہے لو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانہ من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیہ فاذا کان ھذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ھدمہ ولو علی جدار المسجد۔ ردالمحتار میں ہے، فی البحر لا یوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من اوقافہ اھ قلت وبہ علم حکم ما یصنعہ بعض جیران المسجد من وضع جذوع علی جدارہ فانہ لا یحل ولو دفع الاجر

مسئلہ از گونڈل کاٹھیاوار مرسلہ عبدالستار اسمٰعیل رضوی ۸ صفر ۳۶ھ

ایک مسجد میں قریب ایک صدی سے فرش پتھر کا بچھا ہوا تھا جس کو اب لوگوں نے نکال کر دوسرا فرش بچھایا ہے اب اس نکلے ہوئے فرش کے پتھر کو کسی اور کام میں لاسکتے ہیں یا نہیں یا کوئی اور مسجد کے کسی کام میں استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں۔ اگر اس پتھر کی ضرورت کسی اور مسجد میں بھی نہ ہو اور ان کو حفاظت سے رکھنے کیلئے جگہ کی بھی تنگی ہو یا ان کو سنبھال رکھنے میں اور اخراجات ہوتے ہوں تو ایسی صورت میں ان کو فروخت کرکے ان کی قیمت اس مسجد کے کام میں خرچ کرسکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب: انھیں فروخت کرکے وہ قیمت خاص اسی مسجد کے خاص عمارت میں صرف کی جائے تیل بتی وغیرہ میں نہیں اور اس وقت مسجد کو عمارت کی حاجت نہ ہو تو اس کی آئندہ ضرورت کے لئے محفوظ رکھی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از رنگون مغل اسٹریٹ ۲۴۲ پوسٹ بکس ۳۴۲ مال کمپنی مرسلہ سید فضل اللہ ولد سید غلام رسول صاحب ۱۹ ربیع الاول ۳۶ھ

(۱) ایک قصبہ میں مثلاً تین مسجد آباد ہیں اور نماز جمعہ وعیدین مسجد جامع میں ادا ہوتی ہیں اور اس جامع مسجد میں تمام ضروری اشیاء مثلاً فرش، دری، چٹائی، جھومر، قنادیل، لیمپ وغیرہ اہل قصبہ چندہ فراہم کرکے خاص مسجد کے لئے خرید کر جمع رکھتے ہیں اور اسی قصبہ کے بعض تجار دوسرے ملک سے مسجد کے لئے بھیجتے رہتے ہیں اور بھیجنے والوں کے حسب منشا وہ چیز خرید کرکے مسجد میں رکھ دی جاتی ہے یا بعض وقت خاص مال مسجد سے مذکورہ بالا چیزیں خرید لی جاتی ہیں اور یہ کل چیزیں مسجد جامع ہی میں رہتی ہیں اور بوقت ضرورت رمضان المبارک وشب قدر وشبہائے متبرکہ میں استعمال ہوتا ہے اور فرش

چٹائی وغیرہ کا عیدین میں اسی مسجد میں کام آتا ہے اور جملہ اسباب اسی جگہ پر رہتا ہے نہ کرایہ پر دینے کے لئے ہے کیوں کے چندہ دینے اور لینے والوں نے خاص اس جامع ہی مسجد میں اشیائے مذکورہ کے لئے چندہ دیا ہے پس جس کو جو میسر آیا وبلا قید وشرط وبلا تصریح دے دیا اب اہل قصبہ یا اور کوئی جس نے چندہ دیا ہو یا نہ دیا ہو خود اپنے کسی کام یا کسی تقریب میں مثلاً وعظ مولود یا شادی وغیرہ میں مسجد کی کوئی شے مثل بتی لیمپ فرش دری چٹائی وغیرہ اپنے کام میں برتنے کے لئے کرایہ سے یا بے کرایہ سے لے جائے تو یہ مسجد کی چیزوں کا دوسری جگہ میں استعمال جائز ہے یا نہیں۔

۲؎ اس قصبہ میں ۲۰ رسال کے بعد امسال عید اضحٰی عیدگاہ میں ہوا کرتی تھی اس وقت تمام فرش ومنبر وغیرہ تمام حاجت کی چیزیں ریاست بچین سے نواب صاحب کی طرف سے آیا کرتی تھیں اور اختتام نماز پردہ کل چیزیں واپس ہمراہ لے جایا کرتے امسال جدید عیدگاہ قائم ہو جانے سے عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھی اور جامع مسجد کی چٹائی وغیرہ لاکر بچھائی گئی بعد نماز ختم جو چیز جہاں کی تھی وہاں بلا نقص پہنچا دی گئی تو یہ فعل جائز ہے یا نہیں۔

۳؎ مسجد کے متصل مسجد ہی کی زمین ہے اس میں کوئی آدمی خود فائدہ اٹھانے کی غرض سے درخت لگائے اور جب وہ بڑے ہوں اور پھل پھول سے بار آور ہوں تو اس وقت یہ درخت زمین کے اعتبار سے مسجد کی ملکیت میں داخل ہوں گے یا لگانے والے کے۔ یا مسجد کا اور مسجد کی زمین میں اس طرح درخت لگا دینے کا غیر کو حق حاصل ہے۔

۴؎ مسجد کے متصل مسجد کا بوسیدہ مکان یا حجرہ ہے اس پر کوئی شخص کم یا زیادہ اپنا روپیہ لگا کر کوئی تعمیر کرے اور بلا کرایہ اپنے تصرف اور قبضہ میں لائے تو یہ فعل جائز ہے یا نہیں۔

۵؎ اس مسجد جامع کے لئے امام ہے مگر اوقات کی پابندی سے اکثر نماز نہیں پڑھاتے کبھی وقت بے وقت آجاتے ہیں اور اکثر اور لوگ نماز پڑھاتے ہیں اس لئے امام سے مسجد کی آبادی بھی نہیں ہوتی بلکہ ان کے نہ ہونے سے مسجد کی زیادہ آبادی کی امید ہے چونکہ دانت نہ ہونے کی وجہ سے مخارج اوصاف اور تلفظ سامع کی سمجھ میں نہیں آتے۔ امام صاحب غریب خود عاجز محض ہیں اور دیندار متقی بھی نہیں۔ علاوہ اس کے مسجد بھی غریب ہے اور ضروری تعمیر کی محتاج ہے اس لئے مسجد کے مال سے امام صاحب کو تنخواہ دینے پر بھی لوگ راضی نہیں مگر مجبوراً اور رعایت امام صاحب کے بزرگوں کی قدر کی وجہ سے چون وچرا سے عاجز ہیں۔ اس صورت میں امام صاحب کو غریب مسجد سے تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں۔

۶؎ مسجد میں بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے جس سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے تمام بچے ننگے پیر آتے جاتے ہیں۔ اس صورت میں بچوں کو تعلیم دینی جائز ہے یا نہیں۔

الجواب ۱: استعمال مذکور حرام ہے چندہ دہندہ کرے یا کوئی، مال وقف خود واقف کو حرام ہے کہ اپنے صرف میں لائے۔ یہاں تک کہ اگر نفس وقف میں اس نے شرط کرلی ہو کہ اپنی حیات تک میں اپنے صرف میں لاسکوں گا تو شرط باطل ہے اور تصرف حرام۔ فتاوٰی خلاصہ جلد دوم صفحہ ۴۲۴ رجل جعل

فرسہ للسبیل علی ان یمسکہ مادام حیا ان امسکہ للجہاد لہ ذلک لانہ لو لم یشترط کان لہ ذلک لان لجاعل السبیل ان یجاہد علیہ وان اراد ان ینتفع بہ فی غیر ذلک لم یکن لہ ذلک وصح

جعلہ للسبیل بتی کا کرایہ پر دینا تو مطلقاً حرام ہے اگرچہ بتی وقف کی نہ ہو خود اپنی ملک ہو۔ شرع مطہر نے عقد اجارہ اس لئے رکھا ہے کہ شے باقی رہے اور مستاجر اس کو برت کر ختم اجارہ پر واپس دے نہ اس لئے کہ خود اس شے کو خرچ وفنا کرے اور ظاہر ہے کہ بتی جب کام میں لائی جائے گی خود اس کے اجزا فنا ہوں گے۔ ایسا اجارہ حرام وباطل ہے۔ فتاوٰی خیریہ علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار رحمہما اللہ تعالٰی جلد دوم صفحہ ۱۰۱

الاجارۃ المذکورۃ باطلۃ غیر منعقدۃ لما صرح بہ علماؤنا قاطبۃ ان الاجارۃ اذا وقعت علی اتلاف الاعیان قصدا لاتنعقد ولا تفید شیئا من الاحکام الاجارۃ بالتی ہی ۔ مثلاً لیمپ فرش دری چٹائی اور دیوبین بتی بھی اگر اس سے مراد خالی شمعدان ہو اگرچہ اپنی ذات میں قابل اجارہ ہیں مملوک ہوں تو مالک اجارہ پر دے سکتا ہے کرایہ پر دینے کیلئے وقف ہوں تو متولی دے سکتا ہے مگر وہ جو مسجد پر اسکے استعمال میں آنیکے لئے وقف ہیں انھیں کرایہ پر دینا حرام لینا حرام کہ جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا ناجائز ہے اگرچہ وہ غرض بھی وقف ہی کے فائدہ کی ہو کہ شرط واقف مثل نص شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واجب الاتباع ہے۔ درمختار کتاب الوقف فروع فصل شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل بہ ولہذا خلاصہ میں تحریر فرمائی کہ جو گھوڑا قتال مخالفین کے لئے وقف ہوا ہو اسے کرایہ پر چلانا ممنوع و ناجائز ہے۔ ہاں اگر مسجد کو حاجت ہو مثلاً مرمت کی ضرورت ہے اور روپیہ نہیں تو مجبوری اس کا مال اسباب اتنے دنوں کرایہ پر دے سکتے ہیں جس میں وہ ضرورت رفع ہوجائے۔ جب ضرورت نہ رہے پھر ناجائز ہوجائے گا۔ خلاصہ جلد ۲ صفحہ ۵ ولایؤاجر فرس السبیل الا اذا احتیج الی النفقۃ فیؤاجر بقدر ما ینفق وھذہ المسألۃ دلیل علی ان المسجد اذا احتاج الی النفقۃ تؤاجر قطعۃ منہ بقدر ما ینفق علیہ۔

عـ۲ یہ فعل ناجائز و گناہ ہے ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد میں بھی عاریت دینا جائز نہیں نہ کہ عیدگاہ میں کہ اتصال صف کے سوا اور احکام میں وہ مسجد ہی نہیں ولہذا جنب کو اس میں جانا منع نہیں۔ فتاوٰی عالمگیریہ جلد پنجم صفحہ ۱۲۲ یجوز للقیم شراء المصلیات للصلاۃ علیہا ولا یجوز اعارتہا لمسجد اٰخر۔ درمختار علی ہامش ردالمحتار مطبع قسطنطنیہ جلد اول صفحہ ۴۸۷ المتخذ لصلاۃ جنازۃ او عید مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس لا فی حق غیرہ بہ یفتی نہایہ فحل دخولہ لجنب وحائض کفناء مسجد ورباط ومدرسۃ۔

عـ۳ مسجد کی زمین میں اپنے لئے درخت لگانا حرام ہے کہ وقف میں تصرف مالکانہ ہے۔ والوقف لایملک۔ پھر اگر یہ مال اس نے مسجد کے مال سے لگایا تو مسجد کا ہے اور اپنے مال سے لگایا اور یہ متولی ہے تو مسجد کا ہے مگر یہ کہ لگاتے وقت لوگوں کو گواہ کرلیا ہو کہ یہ میں اپنے لئے لگاتا ہوں۔ اور اگر غیر متولی ہے تو خود اس کا ہے مگر یہ کہ اقرار کرے کہ میں نے مسجد کے لئے لگایا۔ اب جس صورت میں پیڑ لگانے والے کا ٹھہرے اگر اس کے اکھیڑنے میں زمین وقف کا نقصان نہیں جبراً اکھڑوا دیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس لعرق ظالم حق اور اگر اس میں زمین وقف کا ضرر ہو تو درخت مسجد کی ملک کرلیا جائے گا اور اندازہ کریں گے کہ اس وقت اس درخت کی قیمت زیادہ ہے اکھیڑ کر بیچنے میں کم ہوجائے گی یا جل کرکے بیچنے میں دام زیادہ اٹھیں گے اس وقت قیمت کم آئے گی دونوں حالتوں میں جس صورت پر کم قیمت اٹھے وہ کم قیمت مسجد کے مال سے لگانے والے کو دی جائے گی۔ فتاوٰی خلاصہ جلد ۲ صفحہ ۵ فی الحاوی سئل ابوالقاسم عمن غرس فی الوقف من مالہ ومات قال ان غرس من غلۃ الوقف فہو للوقف وان لم یذکر شیئا فہو عنہ میراث۔ ایضا جلد مذکور صفحہ ۵۰۳ المتولی اذا بنی فی عرصۃ الوقف ان کان من مال الوقف یکون للوقف وکذا من مال نفسہ لکن بنی للوقف فان بنی لنفسہ ان اشہد کان لہ ذلک وان بنی ولم یذکر شیئا فہو للوقف بخلاف الاجنبی عقود الدریہ جلد اول صفحہ ۱۶۵ حیث کان غرس المذکور لنفسہ بلا اذن الناظر فللناظر ان یامرہ بقلعہ ان لم یضر فان اضر یتملکہ الناظر باقل القیمتین للوقف مقلوعا وغیر مقلوع ۔ ہمال الوقف عـ۴ حرام ہے اور جتنے دنوں اسنے اپنے تصرف میں رکھا اتنے دنوں کا کرایہ جو حصہ وقف کا نرخ بازار سے ہوا اتنا تاوان اس پر لازم ہوگا کہ وقف کے لئے ادا کرے اور اپنا روپیہ لگا کر جو کچھ اس نے بنایا اگر وہ کوئی مالیت نہیں رکھتا تو وہ وقف کا مفت قرار پائے گا۔ اور اگر مالیت ہے تو وہی حکم ہے کہ اگر اس کا اکھیڑنا وقف کو مضر نہیں جتنا اس نے زیادہ کیا اکھیڑ کر پھینک دیا جائے گا وہ اپنا عملہ اٹھا کر لے جائے اور اگر اس کے بنانے میں اس نے وقف کی کوئی دیوار منہدم کی تھی تو اس پر لازم ہوگا کہ اپنے صرف سے وہ دیوار ویسی ہی بنادے اور اگر ویسی نہ بن سکتی ہو، بنی ہوئی

دیوار کی قیمت ادا کرے اور اگر اکھیڑنا وقف کو مضر ہے تو نظر کریں گے کہ اگر یہ عملہ اکھیڑا جاتا تو کس قیمت کا رہ جاتا اتنی قیمت مال مسجد سے اسے دے دیں گے اگر فی الحال اس درخت یا اس عملہ کی قیمت مسجد کے پاس نہیں تو بیریا اور کوئی زمین متعلق مسجد یا دیگر اسباب مسجد کرایہ پر چلا کر اس کرایہ سے قیمت ادا کریں گے اس کے لئے اگر برس درکار ہوں اسے تقاضے کا اختیار نہیں کہ ظلم اس کی طرف سے ہے یہ سب اس حال میں ہے کہ وہ عمارت اس شخص کی ٹھہرے یعنی متولی تھا تو بناتے وقت گواہ کرلئے تھے کہ اپنے لئے بناتا ہوں یا غیر تھا تو یہ اقرار نہ کیا کہ مسجد کیلئے بناتا ہوں ورنہ وہ عمارت خود ہی ملک وقف ہے اور یہ جو ہم نے قیمت لگانے میں اکھڑے ہوئے عملہ کا لحاظ کرنا کہا اس بنا پر ہے کہ غالباً بعد انہدام عملہ کی قیمت گھٹ جاتی ہے اور اگر حالت موجودہ ہی قیمت حالت ہدم سے کم ہو تو یہی کم لازم آئے گی عقود الدریہ جلد اول صفحہ ۱۵۶ اذا ثبت کونہ وقفا وجبت الاجرۃ لہ فی تلک المدۃ لان منافع الوقف مضمونۃ علی المفتی بہ اشباہ والنظائر مع الغمز صفحہ ۳ من ھدم حائط غیرہ یضمن نقصانہا ولایؤمر بعمارتہا الا فی حائط المسجد کما فی کراھیۃ الخانیۃ رد المحتار جلد پنجم صفحہ ۱۲۶ فی شرح البیری اما الوقف فقد قال فی الذخیرۃ اذا غصب الدار الموقوفۃ فھدم بناء الدار المقیم ان یضمنہ قیمۃ البناء اذا لم یقدر الغاصب علی ردہا ویضمن قیمۃ البناء مبنیا لان الغصب ورد ھکذا اھ ومقتضاہ انہ اذا امکنہ رد البناء کما کان وجب ولم یفصل فیہ بین المسجد وغیرہ من الوقف ولذا قال البیری فیما سبق وھذا فی غیر الوقف وفی فتاوی قاری الھدایۃ استاجر دارا وقفا فھدمہا وجعلہا طاحونا الخ امر بھدمہ واعادتہ الی الصفۃ الاولی اھ فظہر ان لافرق بین المسجد وغیرہ من الوقف بخلاف الملک اھ مختصرا عقود الدریہ جلد ۱ صفحہ ۱۵۹ غصب عرصۃ وقف وزاد فیہا زیادۃ من عند نفسہ فان کانت شیئا لیس بمال ولا لہ حکم المال تؤخذ منہ بلا شیئ وان کانت مالا قائما کالغراس والبناء امر الغاصب برفعہ وقلعہ الا اذا کان یضر بالوقف فیمنع عنہ لو اراد ان یفعل ویضمن القیم او القاضی قیمۃ ذلک من غلۃ الوقف ان کانت والا یؤاجر الوقف ویعطی من اجرتہ اھ ومثلہ فی الفصولین من ۱۳۱ ۳ جبکہ امام التزام امامت نہیں کرتا کبھی وقت بے وقت آجاتا ہے اور حرف بھی صاف مسموع نہیں ہوتے اور سائل کا بیان ہے کہ وہ دیندار متقی بھی نہیں تو نہ خدمت پوری کرتا ہے نہ خدمت کے مناسب ہے ضرور مستحق معزولی ہے بلکہ دو امر اخیر اگرچہ بھی ہوتے تو صرف پہلی بات سے تنخواہ مال مستقر لینا اور مسجد سے دینا دونوں کے حرام کرنے کو کافی ہے۔ درمختار کتاب الوقف فروع فصل نہر الفائق سے یجب علیہ خدمۃ وظیفۃ او ترکہا لمن یعمل والا اثم جتنی مدتوں وہ کبھی کبھی آیا اور تنخواہ پوری دی گئی حساب کرکے اوقات غیر حاضری کی تنخواہ مجرا کرنا لازم ہے اس پر فرض ہے کہ واپس دے اور متولی پر فرض ہے کہ واپس لے فتاوی خیریہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۳ سئل فی رجل بیدہ وظیفۃ امامۃ علی مسجد کل یوم بعثمانی وقد تناول جمیع المعلوم من قیم الوقف والحال انہ کان ام فی بعض الاوقات دون بعض فھل لایستحق المعلوم الا بمقدار ما باشر والباقی یرجع علیہ بہ ویکون موفرا فی الجہۃ الوقف اجاب الذی تحصل من کلام البحر ان مقتضی کلام الخصاف انہ لایستحق الا بمقدار ما باشر وبہ صرح ابن وھبان فی المسائل التی او صلۃ الرحم حیث قال لاینعزل ولایستحق المعلوم مدۃ سفرہ مع النعماف اھ ملخصا بلکہ الضافا وہ متولی یا مہتمم کہ اس حالت پر اسے پوری تنخواہ دیتا رہا وہ بھی مستحق عزل ہے کہ بلا استحقاق دینے سے مال مسجد پر متعدی ہے۔

۶ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جنبوا مساجدکم مجانینکم ورفع اصواتکم اپنی مسجدوں کو بچوں اور مجنونوں اور آوازیں بلند کرنے سے محفوظ رکھو رواہ ابن ماجہ عن واثلۃ بن الاسقع وعبدالرزاق فی مصنفہ بسند امثل منہ عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما اگر نجاست کا ظن غالب ہو تو انہیں مسجد میں آنے دینا حرام اور حالت محتمل ومشکوک ہو تو مکروہ اشباہ فن الغمز صفحہ ۳۸۰ و درمختار اواخر مکروہات الصلٰوۃ یحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسہم والا فیکرہ اھ یونہی اگر بچے بلکہ بوڑھے بھی بے تمیز نامہذب ہوں غل مچائیں بے حرمتی کریں مسجد میں نہ

آنے دیے جائیں، درمختار محل مذکور میں ہے: فیه السؤال ویکرہ الاعطاء مطلقا وانشاد ضالة او شعر الا ما فیه ذکر ورفع صوت بذکر الا للمتفقهة ویمنع منه کل مؤذ ولو بلسانه۔
اور اگر ایسے نہ ہوں تو انہیں مسجد میں غیر اوقات نماز میں پڑھانا مضائقہ نہیں رکھتا جبکہ معلم بلا تنخواہ محض لوجہ اللہ پڑھاتا ہو ورنہ ہرگز جائز نہیں اگرچہ جوان یا بوڑھے ہی پڑھیں کہ اب یہ اور پیشوں کی طرح دنیا کمانا ہے اور مسجد میں اس کی اجازت نہیں۔ فتاوٰی عالمگیری جلد ۵ صفحہ ۱۲۲ لو جلس المعلم فی المسجد والوراق یکتب فان کان المعلم یعلم للحسبة والوراق یکتب لنفسه فلا باس به لانه قربة وان کان بالاجرة یکرہ الا ان تقع لهما الضرورة کذا فی محیط السرخسی۔ اشباہ والنظائر صفحہ ۳۸۹ تکرہ الصناعة فیه من خیاطة وکتابة باجر وتعلیم صبیان باجر لا بغیرہ الا لحفظ المسجد فی روایة۔ غمز العیون صفحہ ۳۸۹ فی الفتح معلم الصبیان القرآن کالکاتب ان کان باجر لا یجوز وحسبة لا باس به انتهی وفی شرح الجامع الصغیر للتمرتاشی لا یجوز تعلیم الصبیان القرآن فی المسجد للمروی جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم انتهی وهو صریح فی عدم الجواز سواء کان باجر اولا اھ اقول وبالله التوفیق ما اشرنا الیه ان لو کانوا غیر مامونین علی المسجد لم یجز مطلقا والا جاز حسبة لا باجر والدلیل علیه استدلاله بالحدیث وقد قرنوا فیه بالمجانین فالمراد فی الحدیث من لا یعقل اولا یؤمن علیه وفی فرع التمرتاشی غیر المأمونین خاصة اذ من لا یعقل لا یلیق والله سبحٰنه اعلم۔

مسئلہ از قصبہ حسن پور ضلع مرادآباد تحصیل حسن پور مرسلہ اشرف علی خاں ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

ایک شخص کے سپرد مسجد کی روشنی کا اہتمام ہے اور اس کو دوسرا شخص تیل کے لئے صرف دیتا ہے اب پہلے شخص نے جس کو روپیہ صرفہ کے لئے دیا جاتا ہے اس نے روشنی میں کمی کرکے یا زیادہ صرفہ لے کر اور رکم صرف کیا اور کچھ دام بچا کر وہ اپنے ذاتی صرفہ میں لایا اور اب وہ شخص جو اپنے صرفہ میں لایا ہے اس مقام سے چلا آیا اور دوسرے مقام پر موجود ہے اب اس کا خیال ہے کہ میں نے جو کچھ بچایا تھا اور صرف کیا وہ ادا کروں اور میرا یہ گناہ معاف ہوجائے تو اب اس کو کیا کرنا چاہئے آیا وہ اسی مسجد میں اور اسی تیل روشنی کے کام میں دے یا وہ دوسری مسجد میں جہاں وہ اب موجود ہے وہاں پر کسی مسجد شکستہ یا قلعی وغیرہ کے لئے دے دے جس سے اس کا گناہ معاف ہو۔

الجواب: اس پر توبہ فرض ہے اور تاوان ادا کرنا فرض ہے جتنے دام اپنے صرف میں لایا تھا اگر یہ اس مسجد کا متولی تھا تو اسی مسجد کے تیل بتی میں صرف کرے دوسرے مسجد میں صرف کردینے سے بری الذمہ نہ ہوگا اور اگر متولی نہ تھا تو جس نے اسے دام دیئے تھے اسے واپس کرے کہ تمہارے دیئے ہوئے داموں سے اتنا خرچ ہوا اور اتنا باقی رہا تھا کہ تمہیں دیتا ہوں۔ لانه ان کان متولیا فقد تم التسلیم والا بقی علی ملک المعطی والله تعالٰی اعلم

مسئلہ از کانپور مدرسہ امداد العلوم محلہ بانسمنڈی مرسلہ شمس الہدیٰ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت نے ایک مسجد تیار کرائی حالانکہ وہ اور اولاد سب اس کی سود ورشوت کھاتے ہیں اور قبل ان افعال ناجائز کے وہ مفلس تھے اور ۷، ۸، ۱۰ آدمی جو پرہیزگار و متقی ہیں اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ مسجد حرام کے مال سے تیار کرائی گئی لیکن بانی مسجد اور اس کے دو چار تبع کہتے ہیں کہ حلال کے مال سے تیار بنائی گئی بنابراں صورتوں کے چند مسلمانوں نے اتفاق ہوکر دوسرے محلہ میں ایک مسجد جدید بنائی ہے بناء علیہ کہ اس میں نماز نہیں ہوگی پس ان صورتوں میں کس میں نماز شرعًا ناجائز۔ اگر ناجائز تو کون سی ناجائز اور کس میں شرعًا بہتر واولٰی۔ بینوا توجروا

الجواب: اس بارے میں صاحب مال کا قول شرعًا معتبر ہے اگر وہ کہے یہ مال مجھے وراثۃً ملا تھا یا میں نے قرض لے کر لگایا تو مانا جائے گا اور اس سے کوئی دلیل اس پر نہ طلب کی جائے گی کما نص علیه فی العالمگیریة وغیرها ان ستر اشارہ کا کہنا اگر صرف اس بنا پر ہے

کہ ان لوگوں کے پاس مال حرام ہے تو وہی لگایا ہوگا جب تو محض بے دلیل ہے ان کے پاس صرف مال حرام کب ہے سائل سود کھانا بتاتا ہے سود بلاشبہ حرام ہے مگر اس کے لئے اصل درکار ہے اصل نہ ہوگی تو سود کاہے پر لیگا سود کے حرام ہونے سے اصل کیوں حرام ہونے لگی اور بالفرض ان کے پاس صرف مال حرام ہی ہو تو کیا یہ لوگ شہادت دیں گے کہ ان کے سامنے ان لوگوں نے اپنا مال حرام بائعوں کو دکھایا اور ان سے کہا کہ ان روپوں کے عوض ہم کو اینٹ کڑی تختہ دے دو جب انھوں نے دی وہی زر حرام انھوں نے ثمن میں دے دیا اور اس طرح کا اینٹ کڑی تختہ خریدا ہوا مسجد میں لگایا یوں ہی مسجد کی زمین اپنا مال حرام بائع کو دکھا کر خاص اس کے عوض خریدی اور وہی ثمن میں دیا اور ایسی خریدی ہوئی زمین کو مسجد کیا۔ ان ستر، اٹھارہ میں ایک بھی ایسی شہادت نہ دے سکے گا اور جب اس طرح خریداری نہ ہو تو ان کا مال حرام ہی اینٹ کڑی تختہ زمین جو کچھ خریدا رحلال تھا کما حققہ فی الطریقۃ المحمدیۃ والحدیقۃ الندیۃ بل رجح فوق ذلک قد بیناہ فی فتاونا لہٰذا اس مسجد کا آباد کرنا مسلمانوں پر لازم اور وہ دوسری مسجد جو اللہ عزوجل کے لئے بنائی وہ بھی مسجد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر مرسلہ حافظ بخشش محلہ ذخیرہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک ہندو کے مبلغ ۹ روپیہ سود کے ایک مسلمان پر چاہیے ہیں مسلمان روپیہ دینے سے انکار کرتا ہے کیونکہ اس کے پاس روپیہ نہیں ہے وہ ضامن طلب کرتا ہے ضامن بھی نادہند ہے کچھ مسلمانوں نے اس ہندو سے کہا کہ یہ روپیہ مسجد کے نام تو اگر کر دے تو ہم وصول کر لیں گے۔ لہٰذا یہ روپیہ مسجد میں جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب: جب کہ اس میں سود بھی شامل ہے تو اتنا تو حرام قطعی ہے اور اگر پہلے یہ کچھ سود دے چکا ہو تو اتنا اصل میں مجرا ہونا لازم ہے۔ جتنا باقی رہا اتنا اگر وہ ہندو اپنی خوشی سے کسی مسلمان کو دے اور اسے وصول کرنے کا اختیار دے تو اب وہ روپیہ اس مسلمان کا ہے اسے مسجد میں لگا دینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر وہ کسی مسلمان کو نہ دے بلکہ یہی کہے کہ وصول کرکے میری طرف سے مسجد میں لگا دو تو نہ لیا جائے۔ حدیث میں فرمایا انی نھیت عن زبد المشرکین نیز فرمایا انا لانستعین بمشرک واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از موضع سرنیا ضلع بریلی مرسلہ شیخ امیر علی صاحب قادری رضوی ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کنواں سرراہ ہے اس سے سب قوم پانی پیتی ہے۔ ہندو، مسلمان اور مسجد بھی قریب ہے مسجد کے خرچ میں اسی کنوئیں کا پانی آتا ہے اس وقت وہ کنواں مرمت کرنے کے لائق ہے اگر ہندو اس کی مرمت کرائے تو کچھ حرج ہے یا نہیں۔

الجواب: سائل نے بیان کیا کہ وہ کنواں مسجد کا نہیں، نہ وہاں کوئی آبادی ہے مسافر لوگ مسجد میں نماز پڑھتے۔ کنواں راہگیروں کے لئے ہے ہندو اس کی مرمت کرانا چاہتا ہے، کرائے۔ جب کہ وہ اس کی وجہ سے کوئی استحقاق اپنا ایسا نہ کرے کہ وضو و غسل میں مزاحم ہو سکے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از سہسرام ضلع گیا مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

فرق درمیان فضائل مسجد و مدارس کے کیا ہیں حضور آقائے نامدار رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کوئی مدرسہ بھی تعمیر کیا تھا یا نہیں۔

الجواب: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کوئی مدرسہ تعمیر نہ فرمایا نہ صدر اول میں کوئی عمارت بنام مدرسہ بنانے کا دستور تھا اور ان کی مساجد ان کی مجالس یہی مدارس ہوتی تھیں۔ ہاں تعلیم علم دین ضرور فرض ہے اسی لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوتی ہے۔

قال صلی اللہ علیہ وسلم انما بعثت معلما وقال صلی اللہ علیہ وسلم انما انا لکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم وقال عزوجل یعلمھم الکتٰب والحکمۃ مساجد کی تعمیر واجب ہے اور مدرسہ کے نام سے کسی عمارت کا بنانا واجب نہیں ہاں تعلیم علم دین واجب ہے اور مدرسہ بنانا بدعت مستحبہ تعمیر مسجد کی فضیلت بیشمار ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من بنی للہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ وفی روایۃ من در ویاقوت جو اللہ عزوجل کے لئے مسجد بنائے۔ اس کے لئے اللہ عزوجل جنت میں موتیوں اور یاقوت کا گھر بنائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از وجیانگرم ضلع وزیگاپٹم مرسلہ حاجی علی محمد عثمان ۲۰ جمادی الاخرہ ۱۳۳۶ھ

یہاں کی جامع مسجد میں اندر کے طاقوں والے ستونوں پر یہ تاریخ لکھی ہے

از حکم مہاراج عالی لقب۔ محمد علی حاجی خوش لقب؛ باحداث مسجد سعی نمود۔ کز ان مومنان راشدہ صد طرب بتاریخ او گشت الہام حق۔ کہ وا مسجد بدرگاہ رب واقترب؛ ز لطف خداوندی و صمد۔ محمد براہیم خوئے لقب بتعمیر مسجد چوں بنمود عزم۔ دوبارہ پئے قرب درگاہ رب؛ پئے تاریخش آمد بگوش۔ بحکم رب واسجد واقترب۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ پہلی مرتبہ اس مسجد کی بنا حاجی محمد علی نے یہاں کے ہندو راجہ کے حکم سے کی اور حاجی محمد علی شیعہ مذہب کا تھا۔ بعد میں اس مسجد کو گرا کر دوسری مرتبہ اسی جگہ پر سنی مسلمانوں نے چندہ کرکے پھر نئے سرے سے تعمیر کی گئی جس چندہ میں زیادہ حصہ محمد ابراہیم خوئے لقب نے لیا جو شیعی مذہب کا ہے جس کا نام تاریخ میں لکھا ہے مگر اس مسجد میں شیعوں کا تصرف کسی قسم کا ہے نہ ان میں سے کوئی نماز کو آتا ہے۔ امام و مؤذن کی تنخواہیں راجہ کے خزانہ سے ملتی ہیں جن میں سے مسجد کے چراغ بتی بھی ہوتی اب ان کے احکام بیان فرمائیں کہ اس مسجد میں نماز ہوسکتی ہے یا نہیں۔ یہ مسجد مسجد جامع کا حکم رکھتی ہے یا نہیں ہندو راجہ کے پیسہ سے مسجد کے چراغ بتی کا کیا حکم ہے۔

الجواب: نماز اس میں ہوسکتی ہے یہ تو اصلا محل اشتباہ نہیں۔ نماز ہر پاک جگہ ہوسکتی ہے جہاں کوئی ممانعت شرعی نہ ہو اگرچہ کسی کا مکان یا افتادہ زمین ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جعلت لی الارض مسجدا وطھورا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلاۃ فلیصل اور جب وہ تقریبًا سو برس سے مسجد کہلاتی، مسجد سمجھی جاتی ہے اس میں جمعہ و جماعت و اذان ہوتی ہے اس کے لئے امام و مؤذن مقرر ہیں تو اب اسے مسجد سمجھنے میں شبہ پیدا کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہندو راجہ کے حکم سے بنا اس کو مستلزم نہیں کہ اس کی مملوک زمین میں اسی کی ملک پر بنی ہے کہ مسجد نہ ہوسکے بلکہ غالب یہی ہے کہ شہر کی زمین پر جس کا کوئی شخص مالک نہیں ہوتا اور والیان ملک اس میں بطور خود تصرف کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں جو چاہتے ہیں بنواتے ہیں۔ ایسی زمین پر باجازت راجہ بنی ملک کی غیر مملوک زمین اللہ عزوجل کی ملک ہوتی ہے۔ بیت المال کی کہلاتی ہے۔ راجہ اس کا مالک نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں عادی الارض للہ ورسولہ اور رافضی کے اہتمام سے بنا بھی اس کے مسجد ہونے میں مخل نہیں اگر اس کا رفض حد کفر تک نہ تھا جب تو ظاہر ورنہ غایت یہ کہ اس کے مسجد کرنے سے مسجد نہ ہوئی۔ مگر جب مسلمانوں نے اسے مسجد قرار دیا اس میں نمازیں مسجد سمجھ کر پڑھیں مسجد ہوگئی۔ فان الارض کانت لبیت المال فجاز جعلھم ایاھا مسجدا والبناء ان کان من مال المسلمین فبھا او من مال المرتد فاذا مات علی ارتدادہ فصار فیئا للمسلمین او من خزانۃ الوالی فالخزانۃ لبیت المال علی ان ما کان لکافر ذمی ولا مستامن وحصل للمسلمین لغیر غدر او نقض عہد صار لھم علی ان بینا دلیلا ظاھرا یثبت بہ الوقف شیئا وھی الشہرۃ فدعوی خلاف ردہا الاحتمال کما بینا فی فتاونا بتوفیق اللہ یہیں ظاہر ہوا کہ بانیوں میں کسی شیعی کا چندہ میں زیادہ حصہ لینا اس معنی پر ہے کہ تحصیل چندہ میں زیادہ کوشش کی جب تو ظاہر اور اگر اسی معنی پر ہو کہ زیادہ چندہ

اس نے خود اپنے مال سے دیا تو مسجدیت ثابت ہو کر قیامت تک زائل نہیں ہوسکتی الا تری ان لو انھدم مسجد فاعاد بناءہ غاصب فانہ لم یخرج عن المسجدیۃ وان لم یقبل بناءہ لکونہ غیر اہل للتولی علی المسجد ھذا اذا لم یکن مرتدا اما ھو فیتوقف الامر علی ان یسلم فیصح کما فی ردالمحتار عن البحر او یموت علی ردتہ والعیاذ باللہ فیعود فیہ السؤال غیر مسلم کا عطیہ کہ اس کے اپنے مال سے ہو خصوصًا اپنے اسلامی کام میں نہ لینا چاہیے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں انی نھیت عن زبد المشرکین۔ رواہ ابوداؤد والترمذی عن عیاض بن حمار رضی اللہ تعالٰی عنہ وھو حدیث حسن صحیح اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انی لا اقبل ھدیۃ مشرک۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح، اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا لا نقبل شیئ من المشرکین رواہ احمد والحاکم عن حکیم بن حزام رضی اللہ تعالٰی عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا لا نستعین بمشرک رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ اور حدیثیں جواز واجازت میں بھی ہیں اور توفیق بتوفیق اللہ تعالٰی ہمارے فتاوٰی میں۔ مگر یہاں ضرور وہ خرچ خزانہ سے ملتا ہوگا نہ کہ راجہ کی جیب سے، اور خزانہ والی ملک کی ذاتی ملک نہیں ہوتا تو اس کے لینے میں حرج نہیں جب کہ کسی مصلحت شرعیہ کا خلاف نہ ہو۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ از پوکھرایرا رائے پور ضلع مظفرپور محلہ نورالحلیم شاہ شریف آباد مرسلہ شریف الرحمن صاحب ۴ شعبان ۱۳۳۶ھ

زید سندی عالم ہے مالدار ہے پانچ ساٹھ ہزار روپے کی مالیت رکھتا ہے چندہ یعنی مانگ کر مسجد بنواتا ہے شرعًا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: جائز ہے۔ امور خیر کے لئے چندہ کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے مالدار پر واجب نہیں کہ ساری مسجد اپنے مال سے بنائے۔ امر خیر میں چندہ کی تحریک دلالت خیر ہے ومن دل علی خیر کان لہ مثل اجر فاعلہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از اجمیر شریف درگاہ معلی مرسلہ نذیر احمد خاں صاحب رامپوری ۳ رمضان ۱۳۳۶ھ

ایک وقفی جاگیر چند منتظمان کے سپرد کی گئی جس میں ایک شاہی مسجد اور اس کی جائداد بھی شامل ہے منتظمان وقف خاص نے جائداد مسجد کی کافی آمدنی کو مجموعی سرمایہ وقف میں جمع کیا اور علاوہ اس مسجد کے جس کے لئے یہ جائداد وقف تھی دوسرے ابواب وقف میں صرف کر دیا اور اس مسجد کو ویران رکھا۔ امام مؤذن نماز واذان پنجگانہ کا انتظام کیا نہ پانی روشنی کا اہتمام، حتی کہ مسجد کی ضروری مرمت وصفائی تک نہیں کرائی جاتی۔ اول ایک وقف کی آمدنی باوجود اس کی ضروریات موجود ہونے کے غیر آباد رکھ کر دوسرے ابواب میں صرف کر دینا جائز ہے یا نہیں اگر ناجائز ہے تو صرف شدہ مال مسجد کو ابواب مصروف فیہا (خواہ وقفی ہی ہوں) سے واپس لے کر اس مسجد میں صرف کرانے کا مسلمانان کو حق حاصل ہے یا نہیں۔ دوم منتظمان وقف اس صورت میں شرعًا کس تعزیر وسزا کے مستوجب ہیں اور واجب العزل ہیں یا نہیں۔

الجواب: مسجد کی آمدنی دوسرے اوقاف میں صرف کرنا حرام ہے اگرچہ مسجد کو حاجت بھی نہ ہو نہ کہ بحالت حاجت کہ حرام اشد حرام ہے۔ مال مسجد اگر بعینہ موجود ہو واپس لیا جائے اگرچہ دوسرے وقف یا مسجد دیگر میں ہو اور جو صرف ہوگیا اس کا تاوان منتظمین پر لازم ہے ان سے وصول کیا جائے اور ان کا معزول کرنا واجب ہے کہ وہ غاصب وخائن ہیں اگر صورت مذکورہ واقعیہ ہے درمختار میں ہے۔ اتحد الواقف والجھۃ وقل مرسوم بعض الموقوف علیہ جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الاخر علیہ وان اختلف احدھما بان بنی رجلان مسجدین او رجل مسجدا ومدرسۃ ووقف علیھما اوقافا لایجوز لہ ذلک[1] امین یعزع وجوبا بزازیۃ ولو الواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مامون[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ سؤال آفتاب الدین از مدرسہ منظر اسلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ زمین ہندو زمیندار سے مول لے کر مسجد کے لئے وقف کریں مگر وہ زمیندار مسلمانوں کے ہاتھ نہیں بیچتا ہے تو اس صورت میں مسجد بنانے کے لئے کیا حکم ہے، آیا کہ موروثی زمین پر مسجد بناکر نماز پڑھیں یا اپنے اپنے گھر نماز پڑھیں اور نماز جمعہ کے بابت کیا حکم ہے جب ہندو زمین دار اپنی زمین نہ بیچے۔

الجواب: ہندو اگر بیچتا نہیں اس سے کوئی مسلمان اپنے نام ہبہ کرالے پھر یہ مسلمان اسے مسجد کردے موروثی ہونے سے زمین ملک مزارعان نہیں ہوجاتی اور وقف کرنے کے لئے ملک ضرور ہے اگر وہ ہبہ بھی نہ کرے تو گھروں ہیں یا جہاں مناسب تر ہو نماز پڑھیں اور جمعہ بھی۔ اگر وہ جگہ شہر یا فنائے شہر ہو۔ گاؤں میں جمعہ خود ہی جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

ایک مسجد نہایت تنگ ہے کہ اس میں بیس آدمی سے زائد نمازی نماز نہیں پڑھ سکتے۔ یہاں کا زمیندار ہندو ہے وہ عرض و طول میں بھی گنجائش بڑھانے کی اجازت نہیں دیتا ہے ایسی صورت میں مسجد کو بحیثیت دو منزلہ تعمیر کرکے اور نیچے اس کے دکانیں بناکر اس کو کرایہ پر دے سکتا ہے یا نہیں اور اس کرایہ کو مسجد کے صرف میں لانے کا خیال ہے اور مسجد کو دو کانوں کے اوپر بنا سکتا ہے یا نہیں۔ ایسی صورت میں اس وقت سجدہ گاہ نیچے ہے اور پھر دکانوں کے اوپر ہو اس کے واسطے جو حکم ہو مع حوالہ حدیث قوی و مستند کے دیا جائے۔

الجواب: مسجد کو دکانیں کردینا حرام قطعی ہے۔ توسیع کے لئے یہ ہوسکتا ہے کہ دو منزلیں کردی جائیں وقت ضرورت بالاخانہ پر بھی نماز ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از الہ آباد سرائے گڈھا دار الطلبہ مرسلہ محمد نصیر الدین صاحب ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

سوال اول: ایک مسجد کے متعلق کچھ دکانیں ہیں اور مسجد کے وقفنامہ کا کچھ پتہ نہیں ہے البتہ اس کی آمدنی متولی سابق اپنے وقت میں مسجد کے ضروری اخراجات میں صرف کرتے تھے ان کے زمانہ میں زیر باری بہت ہوگئی تھی تاہم رمضان المبارک تراویح میں قرآن شریف ختم ہونے کے بعد شیرینی منگا کر تقسیم کرتے تھے اور ان سے پیشتر جو متولی تھے وہ علاوہ ان اخراجات کے رمضان شریف میں روزانہ افطاری بھی منگا کر نمازیوں کو تقسیم کرتے تھے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مسجد کی آمدنی سے اب مٹھائی اور افطاری منگانا درست ہے یا نہیں۔

الجواب ہو الموفق والصواب: صورت مسئولہ میں ختم کی مٹھائی اور رمضان شریف میں افطاری منگانا ناجائز ہے اس لئے کہ مسجد کی آمدنی کے متعلق پیشتر وقف نامہ کے شرائط کے مطابق عملدرآمد کرنا چاہیے۔ اور اگر وقف نامہ موجود نہ ہو تو متولیان سابق کے تعامل کے مطابق عمل کرنا چاہیے اور اگر تعامل کا بھی حال معلوم نہ ہو تو جو مسجد کے ضروری اخراجات شرعًا ثابت ہوں اس میں خرچ کرنا چاہیے۔

جیسا کہ شامی کتاب الوقف میں مذکور ہے وفی الخیریۃ ان ثالثا الوقف کتابًا فی دیوان القضاۃ المسمی فی عرفنا بالسجل وھو فی ایدیھم اتبع ما فیہ استحسانا اذا تنازع اھلہ فیہ والاینظر الی المعھود من حالہ فیما سبق من الزمان من ان قوامہ کیف کانوا یعملون وان لم یعلم الحال فیما سبق رجعنا الی القیاس الشرعی وھوان من اثبتہ بالبرھان دقاحکمنا لہ بہ اھ فقط واللہ تعالٰی اعلم کتبہ محمد عبد الکافی

سوال دوم۔ ایک مسجد کے سابق متولی سید تھے وہ بہت نیک وسادہ طبیعت تھے ان کی سادگی سے کچھ لوگوں نے مسجد کو نقصانات پہنچادیئے ان وجہوں سے ان کی مسجد سے علیحدگی بھی ہوگئی۔ اب ان کی بے عنوانیوں کو پتھر پر کندہ کراکے مسجد میں نصب کرانا جس سے ان کو صدمہ روحی ہوگا جائز ہے یا نہیں گو ان کا نام مذکور نہیں ہے بلکہ بجائے نام متولی سابق لکھا گیا ہے جن کو اس لقب کے ساتھ شہر کے لوگ جانتے ہیں۔

الجواب ۲: جب کہ سید صاحب کی علیحدگی ہوگئی اور ان کو مسجد سے کوئی تعلق نہ رہا تو ان کی برائیاں کا کندہ کرکے نصب کرانا نہ چاہئے اس لئے کہ جو کچھ ان سے غفلت ہوئی اس کا عوض ان کو مل چکا اب ہمیشہ کے لئے علانیہ پتھر پر ان کی بے عنوانیاں کندہ کراکے نصب کرانا جائز نہیں بلکہ یہ غیبت میں داخل ہے جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے۔ فی کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع (وکما تکون الغیبۃ باللسان) صریحا (تکون ایضا بالفعل) وبالتعریض وبالکتابۃ وبالحرکۃ وبالرمز والغمز بالعین والاشارۃ بالید وکل مایفہم منہ المقصود فہو داخل فی الغیبۃ وھو حرام[1] الخ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۸

الجواب اللّٰھم ہدایۃ الحق والصواب: ۱۔ ایک دو شخص کے کرنے سے تعامل ثابت نہیں ہوتا اگر یہ معلوم ہو کہ قدیم سے یہ مصارف متولیان مسجد مال مسجد سے کرتے آئے اب بھی کئے جائیں گے ورنہ نہیں جب کہ اور کوئی ذریعہ ثبوت شرعی نہ ہو فتاوٰی خیریہ میں ہے اذا وجد شرط الواقف فلا سبیل الی مخالفتہ واذا فقد عمل بالاستفاضۃ والاستیمارات العادیۃ المستمرۃ من تقادم الزمان الی ھذا الوقت ورنہ تمام مجہول الشرائط اوقاف ہر متولی کے استعمال وتابع افعال ہوجائیں کہ ایک کے فعل سے تعامل ثابت اور سابق سے عدم ثبوت، ثبوت عدم نہیں وھذا لایتفوہ بہ من لہ ادنی ترعرع من العامیۃ کما لایخفی۔

۲۔ اگر ان باتوں میں ان کا قصور نہ تھا بلکہ اور لوگوں نے نقصان پہنچائے تو ان افعال کی ان کی طرف نسبت بہتان وافترا ہے اور اس کی اشاعت اشاعت فاحشہ ہے اور وہ حرام ہے قال تعالٰی ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ اور اگر ان کا قصور تھا اور اس پر ان کی علیحدگی بھی ہوگئی اور اب ان بے اعتدالیوں کا پتھر پر کندہ کراکے نصب کرنا کوئی مہم مصلحت شرعیہ نہ رکھتا ہو تو اگر چہ اس حالت میں کہ وہ باتیں معروف ومشہور ہوچکی ہوں اہل شہر ان وقائع پر مطلع ہوں ان کا لکھ کر نصب کرنا غیبت نہیں ہوسکتا خصوصًا منظر عام میں نصب کہ اشتہار چھاپ کر عام تقسیم کی طرح حد غیبت میں اس کا آنا دشوار نہ تاحیات متولی مذکور اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ جب کہ منجر بفتنہ نہ ہو ہاں بعد موت متولی اس پتھر کا معدوم کردینا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لاتذکروا موتاکم الا بخیر فانھم قد افضوا الی ماقدموا بایں ہمہ جب کہ بلا مصلحت شرعیہ ہے عبث ہے اور عبث سے ویسے ہی بچنا چاہئے نہ کہ وہ جس سے کسی مسلمان کو تکلیف ہو اور اگر وہ افعال وقف میں خیانت واضرار تھے اور متولی کو پھر عود کی ہوس ہے اور اس کی قوت یا بعض کی حمایت سے عود کا اندیشہ ہے اور اس پتھر کا نصب کرنا مانع ہوگا غرض اس کے نصب میں اس کا عزل ہے یا اسی طرح اور کوئی مصلحت مہمہ شرعیہ ہے تو نصب میں حرج نہیں بلکہ حاجت ہو تو اجر ہے نظیر مافی الحدیث اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ازموضع سیاکھ تھانہ چومکہ تحصیل میرپور ریاست جموں مسئولہ محمد ابراہیم ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

ایک قطعہ اراضی جو مسجد کے قریب واقع ہے آباواجداد سے خادم آب مسجد سے اس کی کاشت کرتے ہیں اور ماحصل اس کا کھاتے ہیں اور خراج اس کا ادا کردیتے ہیں اگر خدمت مذکورہ چھوڑ دیں تو اہل دیہہ دوسرے خادم آب مسجد کو دیتے ہیں اسی طریق پر قبضہ اراضی مذکورہ کا بدلتا جاتا ہے

معلوم نہیں ہوتا کہ آباو اجداد اہل دیہہ نے کس طرح اراضی بالا کو مقرر کیا مسجد کی تعمیر کے ساتھ ہی وقف کیا یا بعدہ وقف کیا ہے یا بوجہ احتمال بطور خدمت مذکور ردی گئی اور ملک خود باقی اگر اب موجودہ اہل دیہہ اراضی مملوکہ مشترکہ سمجھ کر اس کے کسی گوشہ پر تعمیر مکان امام مسجد کرادیں اور یہ کہیں کہ یہ اراضی مشترکہ مملوکہ ہمارے آباو اجداد کی ہے ہم کو اختیار ہے جو کریں خادم اب مسجد صرف مزدوری کا مالک ہے اس کی مزدوری نقد وغیرہ سے ادا کریں۔ بالاتفاق تعمیر مذکور کرادیں ایا یہ عمارت اس قطعہ اراضی میں جائز ہے یا نہیں چونکہ ہمارے ہاں لوگ جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے شروط اور ارکان وقف سے واقف نہیں پس یہ اراضی بالا کس امر پر محمول ہوگی۔ وقف سمجھی جائے گی یا مملوکہ اہل دیہہ متصور ہوگی یا کسی اور طریق پر محمول ہوگی ہر ایک قید قیود مدنظر فرماکر بالتعجیل جواب باصواب سے ممتاز فرمائیں ہمارے لوگ اکثر جواہائے سوال دیوبندیوں سے منگواتے ہیں چونکہ بہ فقیر دل کی جانب سے بعض مسائل اعتقادی عمل میں گراں خاطر ہیں اسواسطے حضرت کو تکلیف دی گئی۔

الجواب: اگر وہ زمین بنام وقف مشہور رہو تو بلاشبہ وقف ہے کہ وقف شہرت سے ثابت ہوجاتا ہے اگرچہ پتہ نہ چلے کہ کب اور کس نے وقف کیا جیسے قدیم مساجد کہ بلاشبہ وقف ہیں اگرچہ نہیں بتاسکتے کہ کس نے کب بنائیں۔ درمختار میں ہے تقبل فیہ الشہادۃ بالشھرۃ ردالمحتار میں ہے فی الاسعاف من الخانیۃ وتصح دعوی الوقف والشھادۃ بہ من غیر بیان الواقف اور اگر بنام وقف مشہور نہ ہو نہ اور کسی ذریعہ شرعیہ سے اس کا وقف ہونا ثابت ہو اور یہ ثابت ہو کہ فلاں شخص کی ملک تھی اور یہ ثبوت گواہان عادل سے ہو تو وہ اس شخص کا ترکہ اور اس کے وارثوں کی ملک ہے جو چاہے کریں اور اگر اس کا بھی ثبوت نہ ہو تو جس طرح سے قدیم سے خادمان آب کے قبضے میں چلی آتی ہے یونہی رہے گی۔ اہل دہ بلاثبوت شرعی اس پر دعوی ملک یا کوئی تصرف جدید نہیں کرسکتے۔ امام ثانی مذہب سیدنا ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں۔ لیس للامام ان یخرج شیئا من ید احد الا بحق ثابت معروف بلکہ قدیم سے اس کا یونہی چلا آنا اور کسی کا دعوی ملک نہ کرنا حال کے لوگوں کے دعوی ملک کو ناقابل سماعت کرتا ہے۔ ردالمحتار شتی میں ہے۔ فی الحامدیۃ عن الولوالجیۃ رجل تصرف زمانا فی ارض ورجل اخر یری الارض والتصرف ولم یدع ومات علی ذلک لم تسمع بعد ذلک دعوی ولدہ فتترک علی ید المتصرف اور جب کہ کسی کی ملک ثابت نہیں نہ اب دعوی ملک سنا جائے اور متعلق مسجد ہونا قطعًا معلوم کہ اسی کے خادمان آب کے تصرف میں رہتی ہے اور وہ مسجد کے لئے اس کا خراج ادا کرتے ہیں تو مسجد پر وقف ہی سمجھی جائے گی اور یہ طریقہ کہ اجرت آب میں ان کو دی جاتی ہے کہ خراج دیں اور باقی محاصل اپنی مزدوری میں لیں حرام ہے کہ اجرت مجہولہ بلکہ غرور وخطر میں ہے اور مسلمانوں کا کام حتی الامکان صلاح پر محمول کرنا واجب کما نصوا علیہ قاطبۃ فی غیر مامقام تو یہ تعامل قدیم یوں سمجھا جائے گا کہ واقف ہی نے زمین اسی شرط پر وقف کی کہ خادمان آب مسجد اس کی کاشت کریں اور محاصل کھائیں اور خراج مسجد کو دیں تو اس طریقے کی تبدیل کسی کے اختیار میں نہیں فان شرط الواقف کنص الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از ریاست گوالیار محلہ چوک بازار جامع مسجد مرسلہ عبدالغفور صاحب ۳ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۱۳۱۹ھ میں شہر گوالیار میں یہاں کے شرفا اور ذی علم اور معزز حضرات کی ایک انجمن قائم ہوئی گوالیار کی جامع مسجد نہایت شکستہ حالت میں بکفالت سرکار تھی۔ اراکین انجمن نے واگذاشت کرانے کی کوشش کی ریاست نے بکمال رعایا پروری جامع مسجد مع دکانات اراکین انجمن کے سپرد فرمادی۔ اراکین انجمن نے علاوہ انتظام جامع مسجد کے اور انتظام

دینی خدمات کے بھی اپنے ذمہ لئے ستائس ہزار روپیہ جامع مسجد مذکور کی مرمت وتعمیر میں صرف کیا جس میں دس ہزار عطیہ ریاست ہے اراکین انجمن نے ایک امام مسمی زید کو بشاہرہ مبلغ عہ؎ ماہوار مقرر کیا مگر زید نے اپنے فرائض منصبی یعنی نماز وغیرہ کی پابندی نہیں کی، علاوہ عدم پابندی نماز وغیرہ کے اور بہت سی بے عنوانیاں ظاہر ہوئیں جس پر اراکین انجمن نے بہت فہمائش کے بعد زید کو کئی برس کا عرصہ ہوا برخاست کردیا اور دوسرے امام صاحب کو بیس۲۰ روپیہ ماہوار تنخواہ پر مقرر کیا سوال یہ ہے کہ از روئے شرع شریف ایسے امام کو جیسا کہ زید تھا اور جس کو عہدہ امامت پر اراکین انجمن نے مقرر کیا تھا برخاست کرنے کا اختیار اراکین انجمن کو تھا یا نہیں اور ایسی صورت جب کہ کل انتظام جامع مسجد کا اراکین انجمن کا اختیار میں سترہ اٹھارہ برس سے ہے اراکین انجمن جس کو چاہیں امام بنا سکتے ہیں یا نہیں۔ زید کا یہ خیال ہے کہ منصب امامت ایک دائمی اور موروثی عہدہ ہے اور باوجود عدم پابندی نماز اور بہت سی بے عنوانیاں کے امام کسی حال میں معزول نہیں ہوسکتا۔ کیا درحقیقت شرعاً منصب امامت کوئی دائمی اور موروثی عہدہ ہے زید یہ بھی کبھی کبھی کہتا ہے کہ عوام الناس سے مشورہ میری معزولی کے وقت میں نہیں لیا گیا لہٰذا میں معزول نہیں ہوا۔ کیا شرعاً اس کی معزولی کے لئے عوام الناس کا مشورہ ضروری تھا اور کیا بغیر عوام الناس کے مشورہ کے انجمن انتظامیہ جامع مسجد جو عرصہ سے جامع مسجد کی متولی اور منتظم ہے اور جس نے بغیر مشورہ عوام الناس کے زید کو دس روپیہ ماہوار پر امام مقرر کیا تھا اس کو معزول نہیں کرسکتی۔ بینوا توجروا۔

الجواب: امامت میں میراث جاری نہیں ورنہ امام متوفی کے بعد آٹھویں دن اس کی زوجہ امامت کرے جو نماز کا پابند نہ ہو لائق امامت نہیں اسے معزول کرنا واجب ہے اگر معزول نہ کرتے گنہگار رہتے تبیین الحقائق میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً انجمن کو ایسے شخص کے معزول کرنے میں کسی سے کچھ مشورہ کی حاجت نہ تھی بلکہ بحالت مذکورہ اگر تمام عوام الناس اس کا بحال رکھنا چاہتے تو ان کا کہنا ماننا جائز نہ تھا اور معزول کرنا واجب تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی زید کا یہ عذر عجیب ہے انجمن کی کارروائی بے مشورہ عوام اس کے نزدیک صحیح ہے یا باطل، اگر صحیح ہے تو عذر کیا ہے اور اگر باطل ہے تو معزولی درکنار اس کا تقرر ہی باطل تھا کہ وہ بھی انجمن نے بے مشورہ عوام کیا تھا اور جب تقرر باطل تھا تو جتنے دنوں مسجد کے مال سے عہ؎ ماہوار لیا۔ واپس دے۔ اب کہے گا کہ وہ تقرر صحیح تھا تو یہ معزولی بھی کہ بوجہ شرعی ہے صحیح ہوئی۔ ہاں بلاوجہ شرعی مقبول نہ ہوتی۔ بحرالرائق و ردالمحتار میں ہے واستفید من عدم صحۃ عزل الناظر بلاجنحۃ عدمھا لصاحب وظیفۃ فی وقف بغیر جنحۃ وعدم اھلیۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

۱۸ ربیع الآخر ۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان سرکاری عہدہ ممبری کے ملنے کے لئے جو لوگوں کی کوشش پر موقوف ہے مسلمانوں سے کوشش کرانا چاہتا ہے کوشش کنندگان یہ کہتے ہیں تم تعمیر مسجد میں اس قدر روپیہ دو بر تقدیر ممبر ہوجانے کے۔ تو ہم لوگ طیار کوشش پر ہیں پس یہ رقم جو حق الاجرت ہے مسجد کی تعمیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: اسے حق الاجرۃ کہنا صحیح نہیں کہ ممبر کردینا ان کا کام نہیں اور کوشش مجہول القدر ہے اور وقت معین نہ کیا تو یہ کسی طرح اجارہ جائزہ میں نہیں آسکتا۔ ہاں اگر یوں کرے کہ وہ ان کو مہینے پندرہ روز کے لئے بتعیین تنخواہ وتعیین وقت مثلاً تم کو دس دن کے لئے ہر روز صبح کے آٹھ بجے سے شام کے چار بجے تک اتنے معاوضہ پر اگرچہ وہ دس ہزار روپے ہوں نوکر رکھا پھر وقت مقرر میں جو کام چاہے لے

ازانجملہ یہ کوشش تو اس صورت میں اجارہ صحیح ہوجائے گا وقد افاد ھذہ الحیلۃ فی الخانیۃ والخلاصۃ وغیرھما مگر اس صورت میں وہ بات کہ برتقدیر ممبر ہوجانے کے ہے حاصل نہ ہوگی بلکہ یہ تنخواہ واجب الادا ہوگی اگرچہ ممبری نہ ملے اور اگر یہ شرط کرلیں کہ ممبری ملنے پر یہ تنخواہ دی جائے گی تو پھر اجارہ فاسد و حرام ہوجائے گا۔ معہذا جب کہ یہ روپیہ ان کا حق الاجرۃ ہوگا ان کی ملک ہوگا اگر مسجد میں نہ دیں ان پر الزام نہ ہوگا۔ ایک صورت یہ ہے کہ مسجد کی کوئی اینٹ یا لوٹا کپڑے میں سی کر مثلاً دو ہزار کو اس کے ہاتھ متولی مسجد بیع کرے اور وہ قیمت اور چیز کسی امین کے پاس رکھ دی جائیں اور یہ لوگ کوشش کریں اگر ممبری ہوجائے امین وہ چیز ممبر کو دے دے اور وہ روپیہ مسجد میں اور اگر ممبری نہ ہو تو یہ طالب ممبری اس چیز کو کھول کر اب دیکھے اور بحکم خیار رؤیت بیع رد کردے امین وہ چیز مسجد کو دیدے اور قیمت اس شخص کو پھیر دے۔ اس میں یہ بھی ہوگیا کہ روپیہ برتقدیر ممبری دیا جائے گا ورنہ نہیں اور جب دیا جائے گا تو مسجد ہی کی ملک ہوگا۔ دوسرا اس میں تصرف نہ کرسکے گا مگر اس میں یہ خامی ہے کہ ممبری ہوجانے پر بھی اسے اختیار ہوگا کہ چیز دیکھ کر بیع رد کردے تو ممبری بھی ہوگئی اور روپیہ بھی دینا نہ آیا۔ اور اگر یوں ہو کہ طالب ممبری کہے میں اللہ کے لئے منت مانتا ہوں کہ اگر ممبر ہوگیا تو دو ہزار روپے فلاں مسجد کی تعمیر میں دوں گا تو یہ بھی اس کے اختیار پر رہے گا کہ تعمیر مسجد کی نذر صحیح و لازم نہیں بدائع و ردالمحتار میں ہے من شرطہ ان یکون قربۃ مقصودۃ فلا یصح النذر بالوضوء والاذان وبناء الرباطات والمساجد اور اگر وہ یوں کہے کہ ممبری ملنے پر اسی دن دو ہزار فلاں مسجد کو دوں گا نہ دوں تو دس ہزار روپے فقرائے مسلمین کو دوں۔ اگرچہ نذر مسجد لازم نہ ہوئی یہ نذر تو یقیناً نذر صحیح ہے اس کے خوف سے مسجد کو دو ہزار دے گا تو یہ بھی کافی نہیں کہ یہ نذر معنیً میں قسم ہے اگر مسجد کو روپیہ نہ دے تو اسے اختیار ہوگا کہ صرف قسم کا کفارہ دیدے اور بری الذمہ ہوگیا۔ درمختار میں ہے ان المعلوم فیہ تفصیل ان علقہ بشرط یریدہ کان قدم غائبی یوفی وجوبا ان وجد الشرط وان علقہ بما لم یردہ کان زنیت فحنث وفی بنذرہ او کفر لیمینہ علی المذھب لانہ نذر بظاہرہ یمین بمعناہ فیخیر ضرورۃ اور اسکے بدلے یوں کہلوائیں کہ نہ دوں تو میرا مکان اور جائداد مسجد مذکور پر وقف ہے تو یہ بھی بیکار ہے کہ وقف کسی شرط پر معلق نہیں ہوسکتا۔ ردالمحتار میں ہے الوقف لایحتمل التعلیق بالخطر ہاں باندی غلام ہوتے تو یہ بندش پوری تھی کہ بشرط ممبری مثلاً ایک ہفتہ کے اندر اتنا روپیہ اگر فلاں مسجد کو نہ دوں تو میرے سب غلام و کنیز آزاد ہیں مگر یہاں باندی غلام کہاں۔ اور ایسی قسم طلاق کی نہ کھانی جائز نہ کھلانی جائز۔ اور حدیث میں ارشاد ہوا ماحلف بالطلاق مؤمن وما استحلف بہ الا منافق طلاق کی قسم نہیں کھاتا مسلمان نہ اس کی قسم لے مگر منافق۔

بالجملہ ایسی صورت کہ ممبری نہ ہونے پر روپیہ نہ دینا ہو اور ہونے پر مجبوراً دینا پڑے اور وہ مسجد ہی کا حق ہو کوئی نظر نہیں آتی سوا اس کے کہ طالب ممبری وہ روپیہ کسی امین کو دیدے اور اسے وکیل کردے کہ اگر ممبری ہوجائے تو یہ روپیہ فلاں مسجد میں دیدینا۔ اب اگر ممبری نہ ہو تو وکیل اسے روپیہ واپس دے اور ہوجائے تو فوراً وہ روپیہ متولی مسجد کو دیدے قبل اس کے کہ مؤکل اسے معزول کرسکے اس صورت میں جب وکیل وہ روپیہ مسجد کو دے چکے گا مؤکل کو اس کی واپسی کا کچھ اختیار نہ رہے گا فان الصدقۃ اذا تمت لزمت ہاں بعد ممبری وکیل ابھی روپیہ مسجد کو نہ دینے پایا کہ مؤکل نے منع کردیا اور اس ممانعت کی اطلاع وکیل کو ہوگئی تو وکالت سے معزول ہوجائے گا اور مسجد میں نہ دے سکے گا اور اگر اس نے منع کیا اور وکیل کو ابھی اطلاع نہ ہوئی اور روپیہ مسجد کو دیدیا تو دینا صحیح ہے اور مؤکل واپس نہیں کرسکتا لان الوکیل لاینعزل بالعزل مالم یعلمہ لہذا بعد ممبری وکیل فوراً متولی کو دیدے یہ سب صورتیں شرعاً مجبور رہنے کے متعلق تھیں اور اگر اطمینان ہو تو عند اللہ وہ اتنے وعدہ ہی سے کہ ممبری ہوجائے تو اتنا روپیہ فلاں مسجد کو دوں گا دینے پر مجبور رہے کہ اللہ واحد قہار سے وعدہ کرکے پھرنا بہت سخت ہے اور اس پر شدید وعید قال تعالٰی

فاعقبہم نفاقا فی قلوبہم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللّٰہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر علیگڈھ مرسلہ محمد اسمٰعیل و محمد یوسف سوداگران موتی مسجد ۱۰ رجب المرجب ۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زمانہ سلف کی ایک مسجد جس کی کرسی اونچی ہے ایک محلہ میں واقع ہے اس محلہ میں متعدد آدمی نمازی ہیں اور وہ بھی ناداری کی وجہ سے مسجد کے کسی خرچ کے کفیل نہیں ہوسکتے ہیں اس مسجد میں کنواں نہیں تھا کچھ عرصہ ہوا کہ ایک کنارے سے کنواں بنوایا گیا ہے جو زینہ سے اور صحن کے میل میں ہے رائے یہ ہوئی کہ اس کا زینہ کنوئیں کی طرف کردیا جائے اور زینہ کے نیچے ایک آدھ گز زمین فرش میں سے لے لی جاوے اس آدھ گز زمین میں دیوار اٹھا کر بنوادی جاوے اور بجائے زینہ کے دکان بنوادی جاویں جس کا کرایہ مسجد کے خرچ میں صرف کیا جاوے آدھ گز زمین فرش میں سے لے لینے کے لئے دیوار کاٹی جارہی تھی کہ بجائے مٹی کے راکھ نکل پڑی اور یکایک جو حصہ صحن کا چھوڑا تھا وہ بھی آن پڑا اس طرح سے کل کرسی صحن مسجد کی آن پڑی صرف اندرونی مسجد باقی ہے اب یہ رائے ہے کہ صحن مسجد میں ایک صف کی جگہ ٹھوس کرادی جائے اور باقی صحن میں دکانات بنوادی جاویں اور ان دکانات کا کرایہ مسجد کے صرف میں لایا جاوے اور ان دکانات کی چھت ہموار کرکے بیرون صف مسجد کے ساتھ جو ٹھوس ہوگی ملادی جاوے۔ تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ وجوہات مندرجہ بالا کے لحاظ سے جو دکانات کا طیار کرانا اور چھت کا ہموار کردینا اور بیرون صف سے ملا دینا اس میں شرعاً تو کوئی امر مانع نہ ہوگا اور دکانات کی چھت جو ہموار ہوکر صحن مسجد ہوجاوے گا اس میں نماز کی ادائے گی درست ہوگی اس کے متعلق جو اتفاق علماء کا ہو قطعی طور پر مفصل بتایا جاوے اور شرعی مسئلہ کے موافق مشورہ موجودہ صورت میں تعمیر مسجد کا دیا جاوے۔

الجواب: جو زمین مسجد ہوچکی اس کے کسی حصہ کسی جز کا غیر مسجد کردینا اگرچہ متعلقات مسجد ہی سے کوئی چیز ہو حرام قطعی ہے قال اللہ تعالٰی وان المسٰجد للّٰہ پہلے جو ایک حصہ فرش کا زینہ میں شامل کرنا چاہا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام فرش گر گیا اب فرش مسجد کو دکانیں کرنا چاہتے ہیں۔ یہ حرام اور سخت حرام ہے ان دکانوں میں بیٹھنا حرام ہوگا ان سے کوئی چیز خریدنے کے لئے جانا حرام ہوگا فنائے مسجد میں دکانیں کرنے کو تو علمائے منع فرمایا نہ کہ معاذ اللہ نفس مسجد میں بزازیہ۔ اور درمختار میں ہے لایجوز ان یتخذ شیئ منہ مستغلا مبسوط السرخسی اور عالمگیریہ میں ہے قیم یرید ان یبنی حوانیت فی فناء المسجد لایجوز لہ ذلک لانہ یسقط حرمۃ المسجد لانہ فناء المسجد لہ حکم المسجد واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از سکندرہ راؤ ضلع علیگڈھ محلہ نوخیل مرسلہ ایز دبخش ۱۳ رمضان المبارک ۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حدود جامع مسجد میں فرش مسجد سے ملحق ایک درجہ وضو خانہ کے نام سے جس کے بیرونی دروازہ عام راہ پر اور اندرونی در جن کے فرش مسجد پر نصب ہیں اور نالی واسطے خارج ہونے پانی وضو درمیان فرش مسجد و صحن و وضو خانہ مسقف تعمیر ہے جس میں وقت بارش و دھوپ نمازی وضو کرتے ہیں اب ان کے در جو جانب فرش مسجد ہیں بند کرکے ایک ہندو وکیل کو جو پیشہ وکالت کرتا ہے۔ واسطے کرنے دکالت کرایہ پر دے سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب: حرام، حرام، حرام بوجوہ حرام اگرچہ مسلمان کو جائز کار دنیوی کے لئے کرایہ پر دیتے ہیں عالمگیری میں ہے۔ لایجوز تغییر الوقف عن ہیأتہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ازپدارس پور ضلع بریلی ڈاکخانہ صدر کیمپ مرسلہ سنو خاں ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کالے خاں اس کی اینٹ تخمیناً قریب چار ہزار کے تھیں اس کو ایک ڈگری دار نے قرق کرایا اور بجائے چار ہزار کے ڈھائی ہزار کا تخمینا کیا گیا اور ان اینٹوں کو بضرورت مسجد نیلام میں خرید کیں اور خرید بنام سنو خاں کے لیں بعد خرید نیلام کے جب اس کا شمار کیا گیا تو چار ہزار ہوئیں اور آپس میں یہ مشورہ ہوگیا کہ اس کے اوپر کوئی دام نہ بڑھا دے یہ واسطے مسجد کے خرید کی جائیں تو اب مسجد میں ڈھائی ہزار دینا چاہئے یا کل دیجائیں اور اگر ڈھائی ہزار دی گئیں مسجد میں تو باقی ڈیڑھ ہزار تخمیناً بچیں تو اسکا مالک کالے خاں ہے؟ مسجد کی ہوئیں؟

الجواب: جو باقی بچیں ان کا مالک تو یقیناً کالے خاں ہے اس کو دیجائیں اور سائل نے بیان کیا کہ یہ نیلام ڈگری دار نے کرایا اور اس کا مطالبہ پورا بھی نہ ہوا نہ کچھ بچتا اور کالے خاں کو دیا جاتا اور وہ لیتا تو وہ ڈھائی ہزار بھی مسجد میں صرف کرنی جائز نہیں۔ ہاں اگر کالے خاں بخوشی مسجد کو ہبہ کردے تو جائز ہے چاہے یہ ڈیڑھ ہزار بھی ہبہ کردے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ازمقام فتح گڈھ ضلع فرخ آباد مرسلہ حسین خاں گھڑی ساز سابق متولی مسجد گولا ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جس کے متعلق کچھ دکانات ہیں مگر بوجہ ناکارہ حالت میں ہونے کے آمدنی ضروریات مسجد کے لئے کافی نہ تھی اس لئے ایک شخص اس نیت سے مدت مدیدہ تک جد وجہد کرتا رہا کہ دکانات اچھی حالت میں ہوجائیں تو بصورت اضافہ آمدنی مسجد اپنے اخراجات کی خود کفالت کرسکے اس کی سعی وحسن نیت سے یہ نتیجہ ہوا کہ مسجد کی آمدنی بجائے چار پانچ ۴/۵ روپیہ ماہانہ ہوگئی اور جملہ اخراجات مثل شکست وریخت وتنخواہ پیش امام نیز بماہ صیام انتظام روزہ کشائی جو بہ روزانہ کے حساب سے رہا ختم کلام اللہ پر تقسیم شیرینی وروشنی عرصہ دس بارہ سال سے برابر عمل میں آتی رہی لیکن چند سال سے بعض علماء جو ایک ہی دارالعلم کے سرچشمہ سے سیراب ہیں اور ایک مدرسہ سے تعلق رکھنے کے باعث رونق افروز بمقام ہذا ہیں اور اس مسجد سے اس وجہ سے واسطہ رکھتے ہیں کہ کچھ رقم پیش امام کے نام سے مدرسہ کے لئے بطور امداد لیجاتی ہے اور فرائض امامت مدرسہ ہی کے کوئی نہ کوئی مولوی صاحب ہی ادا کرتے رہتے ہیں یہ حضرات آمدنی مسجد سے روزہ کشائی کرانا اور ختم قرآن مجید پر تقسیم شیرینی وروشنی وغیرہ کرنا ناجائز بتاتے ہیں چنانچہ گذشتہ چوتھے سال ختم قرآن مجید پر حسب طریق قدیم جب تقسیم شیرینی عمل میں نہ آئی جس کی بندش کی صورت ایسے طریقے پر کی گئی تھی جو شان عالم کے خلاف کیا بلکہ ایک دنیا دار کے واسطے بھی موجب شرم تھی تو اہل اسلام میں اختلاف رونما ہو کر ایک فتنہ برپا ہونے کا احتمال ہوا۔ اگر مولوی صاحب علیحدہ نہ کر دیئے جاتے تو یقیناً تباہ کن نتائج مرتب ہوتے امسال دوسرے مولوی صاحب نے آمدنی مسجد سے روزہ کشائی ناجائز قرار دے کر مغرب کے وقت مسجد کی رونق جو بوجہ کثرت نمازیاں ہوجایا کرتی تھی۔ اس میں اس قدر کمی پیدا کردی جو گذشتہ سال کی تعداد چالیس وپچاس کے بجائے آج کل دس بارہ ہوتی ہے کیونکہ ایک دو روز تک پابند صوم نمک کی ڈلی وپانی سے روزہ کشائی کرتے رہے بعدہ دیگر مسجد میں جہاں یہ اہتمام ہوتا ہے مکدر خاطر ہو کر چلے گئے پس کیا امورات مرقومہ بالا آمدنی مسجد سے تکمیل کو پہنچانے جائز ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

ایضاً

مسئلہ از فتح گڈھ کیمپ ضلع فرخ آباد محلہ منگت مرسلہ محمد ایوب ومحمد یعقوب سوداگران پنجابی ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا مال موقوفہ یعنی دکانیں جن کی آمدنی مسجد کے اخراجات کو کافی نہیں ہوسکتی تھی لہٰذا اخراجات کے پورا کرنے کے واسطے مسلمانان شہر سے چندہ وصول کرکے ایک شخص کی زیرنگرانی عمارت جدید بنائے سابقہ پر تیار ہوئی بفضلہ تعالٰی ان کی آمدنی اخراجات مسجد کو کافی ہونے ہوئے قدرے پس انداز ہوتا رہا بایں سبب بعض جاہل اور ناخواندہ جنھوں نے رمضان المبارک میں ختم قرآن پاک شیرینی اور افطاری کا سامان اسی میں سے کیا اب اس مسجد کی تولیت اور اہتمام کا کام ایسے لوگوں کے سپرد ہوا جو ان سے ذی علم ہیں چنانچہ ختم قرآن پاک کی شیرینی اور افطاری کا سامان اپنے پاس سے کیا اور کر رہے ہیں ان کا یہ خیال ہے کہ اس رقم کو جو پس انداز ہوتی رہی ہے اس کو زمین افتادہ موقوفہ زیر مسجد میں ایک مدرسہ تعمیر کرایا جاوے اور اس آمدنی کو اس میں صرف کیا جاوے چنانچہ آج کل میں تعمیر شروع ہونے والی ہے امسال بوجہ اغوائے شیطانی وہ شخص جس کے زیرنگرانی کچھ عرصہ تک یہ مسجد رہ چکی ہے وہ یہ کہتا ہے کہ میری نگرانی کے زمانے میں توسیع آمدنی ہوئی ہے۔ لہٰذا مجھے حق حاصل ہے کہ ختم قرآن مجید کی شیرینی اور افطاری کا سامان اسی سے کروں یہاں کی افطاری کی یہ صورت ہے کہ کہ مختلف قسم کی مٹھائی اور مختلف قسم کی اشیاء نمکین جن کی تعداد دس بارہ سے کم نہیں ہوتی اس میں شرکت کرنے والے نصف روزہ دار اور نصف بے روزہ۔ روزہ داروں میں فیصدی پچھتر مرفہ الحال تو پچیس غریب اس صورت میں ختم قرآن پاک کی شیرینی اور افطاری کا سامان مال موقوفہ سے اس صورت خاص میں بایں ہیئت کذائی کرسکتے ہیں یا نہیں اور متولیان اور مہتممان سابق بعد علیحدہ ہوجانے تولیت اور اہتمام کے مال موقوفہ میں مجاز ہوسکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: دارالافتاء میں یہ سوال فریقین کی طرف سے آیا فریق اجازت خواہ ان مصارف کا آمدنی اوقاف مسجد سے ہونا ایک جگہ دس بارہ سال سے کہتا ہے دوسری جگہ طریق قدیم اور فریق منع طلب اسے محض احداث جدید اور فعل جہال کہتا ہے اور اس کے بدلے زمین موقوفہ مسجد میں مدرسہ بناکر فاضل آمدنی مسجد اس میں صرف کرنا چاہتا ہے۔ یہاں حکم شرعی یہ ہے کہ اوقاف میں پہلی نظر شرط واقف پر ہے یہ زمین دکانیں اس نے جس غرض کے لئے مسجد پر وقف کی ہوں ان میں صرف کیا جائے گا اگرچہ وہ افطاری و شیرینی و روشنی ختم ہو اور اس کے سوا دوسری غرض میں اس کا صرف کرنا حرام حرام سخت حرام اگرچہ وہ بنائے مدرسہ دینیہ ہو۔ فان شرط الواقف کنص الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی کہ اگر اس نے صرف تعمیر مسجد کے لئے وقف کی تو مرمت شکست ریخت کے سوا مسجد کے لوٹے چٹائی میں بھی صرف نہیں کرسکتے افطاری وغیرہ درکنار اور اگر مسجد کے مصارف رائجہ فی المساجد کے لئے وقف ہے تو بقدر معہود شیرینی و روشنی ختم میں صرف جائز افطاری و مدرسہ میں ناجائز۔ نہ اسے تنخواہ مدرسین وغیرہ میں صرف کرسکتے ہیں کہ یہ اشیاء مصارف مسجد سے نہیں۔ ولایجوز احداث مرتبۃ فی الواقف فضلا عن الاجنبی البحت اور اگر اس نے ان چیزوں کی بھی صراحۃً اجازت شرائط وقف میں رکھی یا مصارف مسجد کے سوا مصارف خیر کی تعمیم کردی یا یوں کہا کہ دیگر مصارف خیر حسب صوابدید متولی تو ان میں بھی مطلقاً یا حسب صوابدید متولی صرف ہوسکے گا۔ غرض ہر طرح اس کے شرائط کا اتباع کیا جائے گا اور اگر شرائط معلوم نہیں تو اس کے متولیوں کا قدیم سے جو عملدرآمد رہا اس پر نظر ہوگی اگر ہمیشہ سے افطاری و شیرینی و روشنی ختم کل یا بعض میں صرف ہوتا رہا اس میں اب بھی ہوگا ورنہ اصلاً نہیں اور احداث مدرسہ بالکل ناجائز۔ فتاوٰی خیریہ وغیرہا معتمدات میں ہے ان کان للوقف کتاب فی دیوان القضاۃ وھو فی اید یھم اتبع مافیہ استحسانا والا ینظر الی المعھود من حالہ فیما سبق من الزمان من ان قوامہ کیف کانوا یعملون

قدیم سے ہونے کے یہ معنی کہ اس کا حدوث معلوم نہ ہو اور اگر معلوم ہے کہ یہ بلا شرط واقف بعد کو حادث ہوا تو قدیم نہیں اگرچہ سو برس سے ہو اگرچہ نہ معلوم ہو کہ کب سے ہے۔ یہاں بحال عدم علم شرائط واقف زمین دو کانیں اگر صورت حسب بیان فریق دوم ہے کہ چند سال سے بعض بے علموں نے افطاری و شیرینی و روشنی کا احداث کیا جسے حسب بیان فریق اول دس بارہ برس ہوئے تو ناجائز ہے اور مدرسہ بنانا اور اسمیں صرف کرنا بھی حرام اور اگر بیان فریق اول کے یہ معنی کہ قدیم سے یہ مصارف ہوتے آئے بیچ میں بوجہ قلت آمدنی قطع ہوگئے تھے کہ بعد اضافہ دس بارہ سال سے پھر جاری ہوئے اور واقع اس کے مطابق ہو تو بلاشبہ اس سے افطاری و روشنی و شیرینی ختم جائز ہیں اور افطاری میں غیر روزہ دار اگر روزہ دار بن کر شریک ہوتے ہیں متولیوں پر الزام نہیں بہتیرے غنی فقیر بن کر بھیک مانگتے اور زکوٰۃ لیتے ہیں دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی کہ ظاہر پر حکم ہے اور لینے والے کو حرام قطعی ہے یونہی یہاں ان غیر روزہ داروں کو اس کا کھانا حرام ہے۔ وقف کا مال مثل مال یتیم ہے جسے ناحق کھانے پر فرمایا انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور عنقریب جہنم میں جائیں گے۔ ہاں متولی دانستہ غیر روزہ دار کو شریک کریں تو وہ بھی عاصی و مجرم و خائن و مستحق عزل ہیں۔ رہا اکثر یا کل مرفہ الحال ہونا اس میں کوئی حرج نہیں۔ افطاری مطلق روزہ دار کے لئے ہے اگرچہ غنی ہو جیسے سقایہ مسجد کا پانی ہر نمازی کے غسل و وضو کو ہے اگرچہ بادشاہ ہو۔ انتظامات متولیوں کے ہاتھ سے ہوں گے جب کہ وہ صالح ہوں۔ متولی معزول معزول ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر جالندھر چوک حضرت امام ناصر الدین صاحب مرسلہ ملک محمد امین صاحب ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بازاری عورت مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے چٹائی وغیرہ اور روزہ افطار کرنے کے لئے دودھ وغیرہ بھیجے تو اس کے لئے کیا حکم ہے۔

الجواب: اگر وہ کہے کہ قرض لے کر اس سے یہ چٹائی یا افطاری خریدی ہے جب تو اصلاً جائے سخن نہیں کما افادہ فی العالمگیریۃ عن الحظر ورنہ زر حرام کے عوض خریدی ہوئی چیز میں خباثت جب آتی ہے کہ عقد و نقد دونوں زر حرام پر جمع ہوں کہ حرام روپیہ دکھا کر کہے اس کے عوض دیدے پھر قیمت میں وہی زر حرام دے ایسا بہت کم ہوتا ہے تو عام خریداریوں میں خبث آنا معلوم نہیں تو منع حکم نہیں۔ سیدنا امام محمد فرماتے ہیں بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ حکم یہ ہے پھر بھی ان کے یہاں کے کھانے اور افطاری سے بچنا انسب کہ باعث طعن و فتح باب غیبت ہے نیز نظر عوام میں ان کے حرام کی خفت اور یہ وجہ چٹائی وغیرہ کو بھی شامل مگر جہاں بذریعہ حلال مثل قرض وغیرہ ہونا بتا دیا جائے یا عرفاً معہود ہو جیسے بنائے مساجد میں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از بریلی شہر کہنہ مسئولہ محمد ظہور صاحب ۱۰ شوال ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) زید نے مسجد کے خرچ کے لئے لکڑی اینٹ وغیرہ دی ہے اور کام کے وقت کوئی شے صرف میں نہیں آتی رکھے رکھے سے احتمال خراب ہوجانے کا ہے ایسی صورت میں جس شخص نے کہ وہ شے دی تھی واپس لے سکتا ہے یا نہیں اور یا وہ شے فروخت کرکے اس کی قیمت مسجد کے صرف میں ہو سکتی ہے یا نہیں۔

(۲) مسجد کا مال جو فضول و بیکار جان کر فروخت کیا جاوے مسلمانوں کو خرید کرنا لازم ہے یا نہیں زید کا خیال ہے کہ مسجد کا کوئی مال خفیف ہو یا زیادہ اس کو قیمت یا بلاقیمت کسی صورت سے لینا نہیں چاہیئے۔

(۳) مسجد کا روپیہ بطور امانت بغرض تعمیر وغیرہ کسی شخص کے پاس جمع ہو وقت ضرورت وہ شخص اپنے خرچ میں بطریق قرض لاسکتا ہے یا نہیں اگر خرچ کرلیا ہو اور پھر دیدیا ہو تو اس کو اب کیا کرنا چاہئے یعنی وہ قصور وار رہا یا نہیں۔

الجواب: (۱) وہ شخص واپس نہیں لے سکتا جب کہ مسجد کے لئے مہتمان مسجد کو سپرد کرچکا ہو بلکہ وہ اشیاء حاجت مسجد کے لئے محفوظ رکھی جائیں۔ اور اس میں دقت ہو تو بیچ کر قیمت خاص تعمیر و مرمت مسجد کے لئے محفوظ رکھیں۔ تیل بتی لوٹے چٹائی میں اسے صرف نہیں کرسکتے۔ اسعاف پھر بحرالرائق پھر عالمگیریہ میں ہے لو ان قوما بنوا مسجدا وفضل من خشبھم شیئ قالوا یصرف الفاضل فی بنائہ ولایصرف الی الدھن والحصیر ھذا اذا اسلموا الی المتولی لیبنی بہ المسجد والالایکون الفاضل لھم یصنعون بہ ما شاؤا۔ (۲) مسجد کا مال کہ مسجد کے کام کا نہ رہا ہو اور مہتمان مسجد جن کو اس کے بیچنے کی شرعًا اجازت ہے مسجد کے لئے بیچیں اس کا خریدنا ہر مسلمان کو جائز ہے۔ فان اجازۃ البیع اجازۃ الشراء اذ لایتحقق البیع الا بالشراء۔ ہاں اسے بے تعظیمی کی جگہ نہ لگائے۔

(۳) مسجد خواہ غیر مسجد کسی کی امانت اپنے صرف میں لانا اگرچہ قرض سمجھ کر ہو حرام و خیانت ہے توبہ و استغفار فرض ہے اور تاوان لازم پھر دینے سے تاوان ادا ہوگیا وہ گناہ نہ مٹا جب تک توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از جے پور رسولہ محمد ہدایت علی خاں سید عبدالوکیل سید معشوق حسین صاحبان سکنائے شہر جے پور ۲۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو دکانیں لب سڑک بازار میں خریدکیں دونوں کی درمیانی دیوار توڑ کر ایک کرلیا ان میں ایک ممبر ایک سقایہ بھی بنایا ایک شخص مؤذن مقرر کردیا وہی امامت بھی کرتا رہا سات برس سے زیادہ عرصہ تک پنجگانہ نماز باجماعت اذان و اقامت سے ہوتی رہی نمازیوں کی کثرت اور جگہ کی قلت کے باعث زید نے پھر ان دوکانوں کی پشت پر ایک اور زمین خرید کر کے اونچی کرسی کی جامع مسجد بنوائی اور ان دوکانوں میں سے جامع مسجد میں جانے کے لئے زینہ نکالا۔ اس کے بعد راج سے حکم ہوا کہ ان دوکانوں میں نماز نہ ہوا کرے اور ان دوکانوں میں جو کر زینہ نہ رہے جو زینہ پہلے سے بنا ہوا ہے اس میں سے بدستور راستہ مسجد کا رہے اور دکانیں جیسی تھیں ویسی ہی تجارت کے کام کی کردی جائیں۔ جو شخص مؤذن و امام تھا وہ شہادت دیتا ہے کہ میں نے سات برس سے زیادہ عرصہ تک نماز باجماعت و اقامت پڑھائی پچیس تیس آدمی شہادت دیتے ہیں کہ ہم نے ان دونوں دکانوں میں مسجد سمجھ کر نماز جماعت سے پڑھی اور مسجد مشہور تھی اور سات آٹھ آدمی یہ شہادت دیتے ہیں کہ زید نے اپنی حیات میں ہم سے ان دکانات کا وقف ہونا ظاہر کیا تھا اور راج کے کاغذات نقشہ آبادی شہر اور خسرہ میں بھی مسجد درج ہے اور دونوں دکانوں کی یکجائی پیمائش ایک نمبر درج ہے پس ان حالات میں یہ دکانیں زید کی ملک قرار پائیں گی یا بوجہ مسجد ہوجانے کے وقف متعلقہ مسجد قرار دی جائیں گی۔ بینوا توجروا۔

الجواب: حاش للہ نہ وہ زید یا کسی مخلوق کی ملک نہ وہ وقف متعلق مسجد بلکہ خود مسجد ہیں۔ **اوّلاً** پچیس تیس شہادتوں سے ثابت کہ وہ مسجد مشہور تھی اور وقف شہرت سے ثابت ہوجاتا ہے۔ درمختار میں ہے تقبل فیہ ای فی الوقف الشھادۃ بالشھرۃ لاثبات اصلہ عامہ مساجد و اوقاف کو مسجد و وقف ماننے کا ذریعہ یہی شہرت ہے اگر یہ کافی نہ ہو وہ سب باطل ہوجائیں جامع الفصولین میں ہے تقبل فی الوقف الشھادۃ بسماع ولو صرحا بہ اذ الشاھد ربما یکون سنہ عشرین سنۃ وتاریخ الوقف مائۃ سنۃ سات آٹھ شہادتیں واقف کے اقرار وقف کی ہیں اور دربارۂ وقف یہ شہادت کہ ہمارے سامنے زید نے اسے وقف کیا اور یہ شہادت کہ ہمارے سامنے زید نے اس کے وقف کا اقرار کیا دونوں یکساں ہیں جامع الفصولین میں ہے شھدا انہ اقرانہ وقف جمیع حصتہ یصیر جمیع حصتہ وقفا اسی طرح ذخیرہ و ظہیرہ و ہندیہ وغیرہا میں ہے اور سالہا سال تک اس میں ممبر و مؤذن و امام و جماعت پنجگانہ جہت وقف یعنی مسجدیت

کی تعیین کرتی ہے بحرالرائق میں ہے بنی فی فنائہ فی الرستاق دکانا لاجل الصلٰوۃ یصلون فیہا بجماعۃ واذن وقت فلہ حکم المسجد ثالثا اس لئے کہ سمجھنے کو اس کے کاغذات میں مسجد درج ہونا ہی بس ہے۔ شرح الاشباہ للمحقق ہبۃ اللہ البعلی میں ہے لو وجد فی الدفاتر ان المکان الفلانی وقف علی المدرسۃ الفلانیۃ مثلا یعمل بہ من غیر بینۃ وبذلک یفتی مشائخ الاسلام کما ہو مصرح بہ فی بہجۃ عبداللہ افندی وغیرہا فلیحفظ اس پر وارثان زید خواہ کسی کو کوئی دعوٰی نہیں پہنچتا اور اسے دوبارہ دکان تجارت کردینا حرام حرام سخت حرام اور مذہب اسلام میں دست اندازی ہے جیسے راج وغیرہ کوئی روا نہ رکھے گا۔ اس میں کسی کا رو نیاکے لئے بیٹھنا یا اس کا کرایہ لینا دینا یا اس میں کوئی چیز بیچنا خریدنا یا بیچنے خریدنے کے لئے اس میں جانا سب حرام قطعی ہے درمختار میں ہے لایجوز اخذ الاجرۃ منہ ولا ان یجعل شیئا منہ مستغلا ولا سکنی بزازیہ اسی میں ہے یحرم فیہ السوال ویکرہ کل عقد الا لمعتکف بشرطہ والکلام المباح وقید فی الظہیریۃ بان یجلس لاجلہ ردالمحتار میں ہے قولہ کل عقد الظاہر ان المراد بہ عقد مبادلۃ قولہ بشرطہ وہو ان لایکون للتجارۃ ※اس کا زینہ بنایا یہ بھی ناجائز ہے کہ مسجد بعد تمامی مسجدیت کسی تبدیل کی متحمل نہیں۔ واجب ہے کہ اسے بھی زائل کرکے اسے خاص مسجد ہی رکھیں درمختار میں ہے اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لایصدق تاتارخانیہ فاذا کان ہذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ہدمہ ولو علی جدار المسجد مسلمانوں پر اسے مسجد باقی رکھنا اور تاحد قدرت ہر جائز طریقہ سے اسے مسجد رہنے میں پوری کوشش کرنا فرض قطعی ہے جو اس میں کوتاہی کرے گا سخت عذاب الٰہی کا مستحق ہوگا قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اولٰئک ما کان لہم ان یدخلوہا الا خائفین لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں ذکر الٰہی ہونے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے انہیں روا نہ تھا کہ ان میں جاتے مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔ والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

※ خود بانی نے کہ جامع مسجد بناکر اس مسجد کے ایک حصہ زمین میں

مسئلہ

از شہر الٰہ آباد زیر مسجد جامع چوک، مرسلہ مرزا واحد علی خوشبو ساز ۲۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد شاہی زمانہ کی بنی ہوئی تھی اس کے متعلق خام دکانیں بھی تھیں جس کے کرایہ کی آمدنی تیس پچاس روپے ماہوار تھی۔ وہ آمدنی متولی سابق جو کہ اس مسجد میں امامت بھی کرتے تھے ان کے خرچ میں، اور موذن وتیل بتی وپانی وختم تراویح کی مٹھائی وغیرہ مصالح مسجد میں صرف ہوتی تھی چونکہ مسجد اور اس کی دکانیں بہت بوسیدہ ہوگئی تھیں لہٰذا ایک صاحب نے بمشورہ اہالیان مسجد اپنے ذاتی روپے سے دکانیں پختہ کرائیں جس سے کرایہ قریب ڈیڑھ سو کے ہوگیا اسی کرایہ سے وہ صاحب قسط وار اپنا روپیہ بھی وصول کرتے رہے اور مسجد بھی چندہ سے از سر نو تعمیر کرائی گئی اور انتظام مسجد کے لئے ایک کمیٹی قائم کی گئی اور متولی سابق علیحدہ کئے گئے جن لوگوں کی کوشش سے دکانیں پختہ کرائی گئیں ان لوگوں میں نمازی مسجد اور اہل محلہ بھی شریک ہیں ان سب کے اور ممبران کمیٹی کے مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ وہ اخراجات جو سابق میں مسجد کی آمدنی سے ہوتے تھے بدستور قائم رہیں اس کے علاوہ کچھ افطاری رمضان شریف میں نمازیوں کے واسطے بھی دی جائے دس بارہ برس ہوئے کہ اس پر عملدرآمد چلا آرہا ہے زید کہتا ہے کہ جو اخراجات مصالح مسجد میں شامل ہیں وہ قائم رہنا چاہئے اور جو اخراجات مصالح مسجد میں نہیں ہیں مثلاً شیرینی ختم تراویح افطاری رمضان شریف وہ جائز نہیں ہیں بند ہونا چاہئے بکر کہتا ہے کہ جن اوقاف کا وقف نامہ موجود نہ ہو اور وقف کے شرائط معلوم نہ ہوں جیسے صورت مسؤلہ میں تو اس میں عمل درآمد سابق پر کاربند ہونا چاہئے چونکہ شیرینی ختم قرآن شریف کی ہمیشہ متولیان سابق کے زمانے میں برابر آتی رہی لہٰذا اب بھی ویسا ہی آنا چاہئے اور بے تکلف جائز ہے باقی رہا افطاری جو دس بارہ برس سے ممبران کمیٹی جو تمام مسلمانوں کی طرف سے قائم ہے ان کی تجویز سے

آنے لگی ہے گو کہ یہ ایک امر جدید ہے لیکن اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں ہوتا کیونکہ جیسے بانی اول کو اوقاف کے اخراجات کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ ویسے ہی بانیان ثانی کہ جس میں نمازی مسجد و اہل محلہ روپیہ خرچ کرنے والے سب شریک ہیں اور انھوں نے کوشش کرکے آمدنی بڑھائی اور مسجد از سر نو بنوائی تو اس کو بھی اپنی بڑھائی ہوئی آمدنی میں ضرور اخراجات کے بڑھانے کا اختیار ہونا چاہیے کیونکہ اہل محلہ و نمازیوں کے تصرفات بہت وسیع ہیں اور کمیٹی انھیں کی طرف سے قائم ہے تو کمیٹی کا فعل عین ان کا فعل ہے غرض اخراجات کے بڑھانے کا اختیار اول کو بھی ہونا چاہیے بالخصوص ایسے موقع میں کہ باوجود ان سب اخراجات بالا کے پھر بھی آمدنی مسجد میں بچت ہوتی ہے پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا۔

الجواب: جہاں شرط واقف معلوم نہ ہو عملدر آمد قدیم کا اعتبار ہے خیریہ میں ہے ینظر الی المعہود من حالہ فیما سبق من الزمان من ان قوامہ کیف کانوا یعملون ——— قدیم کے یہ معنی جس کا حادث ہونا معلوم نہ ہو دس بارہ برس یا سو دو سو برس سے جو بات بعد واقف بے شرط واقف حادث ہوئی، حادث ہی ہے اس پر عمل ناجائز ہے۔ فتح القدیر میں ہے الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ دون زیادۃ اُخرٰی قدیم اگر اسی معنی پر قدیم ہے کہ اس کا حادث ہونا معلوم نہیں۔ وہ اب بھی دیجائے گی اور افطاری کہ دس بارہ برس سے نوایجاد ہے نہ ہو سکے گی۔ مسجد از سر نو بنوانے والوں کو تو دکانات وقف سے کچھ تعلق نہیں کہ ان کو اس میں اختیار ہو اور دکانیں پختہ کرنا اسی وقف کی چنگی ہے نہ کہ وقف جدید خصوصاً جب کہ وہ اپنا لگایا ہوا روپیہ وصول بھی کر رہا ہے تو قرض دینے والا ہے نہ کہ واقف۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از احمد آباد مرسلہ حکیم مولوی عبدالرحیم صاحب ۲۲ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قوم نے چندہ کرکے ہزار دو ہزار روپیہ جمع کیے ہیں اب اس کے بعد تدبیر یہ کی کہ اس مال سے کپڑا سفید خریدتے ہیں اور اس کو ادھار نفع چڑھا کر بیچتے ہیں اور اس سے جو نفع پیدا ہوتا ہے اس کو بھی جمع کرتے جاتے ہیں اور مقصود ان حضرات کا یہ ہے کہ یہ رقم چار پانچ ہزار روپیہ کی جمع ہو جاوے اس سے مکان قریب مسجد کے خریدنا ہے اور مسجد کو بڑھانا ہے اب اس مسجد کے چندہ سے اس قسم کی تجارت شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جب کہ وہ روپیہ انھوں نے متولیان مسجد کو ابھی سپرد نہ کیا تو ان کی ملک ہے اس میں ہر تصرف جائز کا انھیں اختیار ہے قرضوں بیچنے میں نقد بیچنے سے دام زائد لینا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا یہ باہمی تراضی بائع و مشتری پر ہے۔ قال تعالٰی الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر بریلی مسئولہ شوکت علی فاروقی ۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس مسجد میں درخت ہیں بیلا گلاب وغیرہ ہو اور بوجہ تعمیر ہونے حجرہ و غسل خانہ کے ان درختوں کو کاٹا جاوے تو کوئی شخص ان درختوں کو کھود کر اپنے مکان میں لگا سکتا ہے یا نہیں دوسرے یہ کہ پیال یا رسی موسم سرما میں جو مسجدوں میں ڈالی جاوے اور بعد گزر جانے موسم سرما کے اس کو نکال کر پھینک دیتے ہیں تو جو شخص اس پیال یا رسی یا چٹائی کہنہ قابل پھینک دینے کے ہو اس کو اپنے صرف میں مثل پانی گرم کرنے کے لا سکتا ہے یا نہیں تیسرے یہ کہ منڈیر یا فصیل مسجد جس پر وضو کرتے ہیں یا اذان دیتے ہیں وہ مسجد کے حکم میں داخل ہے کیا مثل مسجد کے بات وغیرہ کرنے کی وہاں بھی ممانعت ہوگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب: ان درختوں کو مسجد سے واجبی و مناسب قیمت پر مول لے کر لگا سکتا ہے۔ پیال یا چٹائی بیکار شدہ کہ پھینک دی جائے لے کر صرف کر سکتا

ہے تفصیل مسجد بعض باتوں میں حکم مسجد میں ہے معتکف بلاضرورت اس پر جاسکتا ہے اس پر تھوکنے یا ناک صاف کرنے یا نجاست ڈالنے کی اجازت نہیں بیہودہ باتیں قہقہے سے ہنسنا وہاں بھی نہ چاہئے اور بعض باتوں میں حکم مسجد نہیں اس پر اذان دیں گے اس پر بیٹھ کر وضو کرسکتے ہیں جب تک مسجد میں جگہ باقی ہو اس پر نماز فرض میں مسجد کا ثواب نہیں دنیا کی جائز قلیل بات جس میں چپقلش ہو نہ کسی نمازی یا ذاکر کی ایذا اس میں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

۲۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد نیار یاں شکستہ ہے چھت اس کی بالکل خارج ہے اور کڑیاں ٹوٹ گئی ہیں اور بعض بعض خمیدہ ہوگئیں ہیں منارے بھری دے گئے ہیں لہذا ہم اہل محلہ یہ بات چاہتے ہیں کہ از سر نو تعمیر کریں۔ اراضی مسجد کی اوفتادہ اتر و پچھم کی بڑھانا منظور ہے۔ چنانچہ کچھ روپیہ جمع ہے اور باقی جو روپیہ زائد صرف ہوگا چندہ جمع کرکے انجام دیں گے اس واسطے کہ موسم بارش میں نمازیوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے موجودہ بنیاد کو نکال کر دوسری بنیاد قائم کریں۔

الجواب: مسجد کی مرمت واجب ہے بارش کی تکلیف کہ چھت ٹپکنے سے سائل نے بتائی اس سے دفع ہوجائے گی اس قدر کے لئے اگر موجودہ روپیہ کافی نہ ہو چندہ کریں باقی اصل مسجد کی بنیادیں نکال کر شمال ومغرب کی زمین متعلق مسجد میں مسجد بڑھانے کے لئے جدید بنیادیں قائم کرنا اگر اس توسیع کی مسجد کو صحیح ضرورت ہے کریں ورنہ بے ضرورت بڑھانا اور مسلمانوں پر چندہ کا بار بلاوجہ بہت بڑھا دینا کس لئے ہر مسجد میں جمعہ وعیدین قائم کرنا کوئی شرعی ضرورت نہیں۔ فتح القدیر میں ہے۔ انما امرنا بابقاء الوقف کما کان لا بزیادتہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کبیر محلہ میں بوجہ ضعف اسلام وتساہل الناس قدرے گر پھوٹ گئی ہے اور بعد کو بعون خداتعالٰی مرمت کاملہ کرادی گئی ہے اور پیش امام وغیرہ نیز بدستور مقرر کئے گئے ہیں اور صلوۃ خمسہ جمعہ اذان اس میں پڑھی جاتی ہے۔ پس بوقت غیر آبادی وشکستگی مسجد مذکور بالا کے ایک مرد مسلم نے ایک مسجد صغیر عنقریب ومتصل اس کے چار گز کے فاصلہ پر بنائی تھی جو کہ ابتک آباد ہے اور اس میں بھی اذان صلوۃ بالفعل ہورہے ہیں کیا اس شخص کو مسجد جدید بنانی عندالشرع جائز تھی یا نہ۔ اور اب اس کا گرانا جائز ہے یا نہ۔

الجواب: حاشا اس کا گرانا بھی جائز نہیں دونوں کا آباد رکھنا واجب ہے اسے مناسب یہ تھا کہ مسجد قدیم ہی کی تعمیر کرتا اور اتنے قریب دوسری مسجد نہ بناتا اب کہ بن گئی ہدم حلال نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از موضع سرولی ڈاکخانہ کچھا ضلع نینی تال مرسلہ محمد حسین خورد ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کی صف دوسری مسجد میں لاکر نماز فرض یا واجب پڑھی جائے تو ہوسکتی ہے یا نہیں جیسے کہ نماز الوداع میں اکثر صفوں کی ضرورت ہوتی ہے تو جس جگہ موضع میں دو مسجدیں ہوتی ہیں تو مسجد جامع میں دوسری مسجد کی صفیں لاکر نماز پڑھتے ہیں یا عید کی نماز پڑھی جائے تو از روئے شرع شریف نماز دوسری مسجد کی صفوں پر ہوسکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: ایک مسجد کی صفیں دوسری مسجد میں لے جانا ممنوع وناجائز ہے۔ نماز مکروہ وناقص ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از بریلی مسئولہ مولوی میر احمد صاحب بنگالی طالبعلم مدرسہ منظر اسلام ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا پاخانہ پشت مسجد سے ملحق تھا اس کو بوجہ مسجد منہدم کرادیا اور کوئی عرصہ دو ماہ سے کچھ لوگ وہاں پر کوڑا وغیرہ ڈالنے لگے اب زید یہ چاہتا ہے کہ اس ملحق پشت مسجد زمین کی اپنی نشست گاہ بنوادے اور مسجد کے دو پرنالوں کا پانی اپنی چھت پر لے یا اس اراضی کو اپنی ڈیوڑھی بنائے اس صورت میں ایک پرنالہ اپنی ڈیوڑھی پر لے اور دوسرے پرنالے کا پانی باہر نکال دے اور ساتھ ہی اس کے یہ واضح رہے کہ مسجد کا کوئی پشتہ نہیں اور نہ پشتہ اس جگہ ہے جہاں مسجد کے دو پرنالوں کا پانی گرتا ہے اس صورت میں کیا حکم شرع ہے نشست گاہ یا ڈیوڑھی وغیرہ بننے سے مسجد کی حفاظت بھی ہوتی ہے اور پانی مسجد کا کسی صورت میں روکا نہیں جاتا۔

الجواب: مسجد کا پشتہ نہ ہو آبچک کے لئے زمین مسجد نے چھوڑی ہوگی اسے اپنے تصرف میں لانا حرام ہے ہاں اگر ثابت ہو کہ مسجد کی کوئی زمین نہ چھوٹی تھی صرف پانی بہانے کا اس کی زمین میں حق تھا تو یہ اس میں عمارت بناسکتا ہے جب کہ مسجد کا پانی نہ روکے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از الہ آباد دائرہ شاہ اجمل صاحب آوردہ مولینا مولوی سید نذیر احمد صاحب ۱۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

سوال بعینہٖ مثل سوال ثانی ۲۹ شوال ۱۳۳۷ھ مذکور باب احکام المسجد

الجواب: اس سوال کا جواب جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ پھر رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ پھر شوال ۱۳۳۷ھ میں تین بار یہاں سے جاچکا۔ اس بار اس کے ساتھ ایک اور تحریر طویل بایں خلاصہ ہے کہ اس سوال میں زید مستفتی نے اخفائے حق کیا حقیقت امر یہ ہے کہ ان لوگوں نے دکانات مسجد کی چھت پر ایک مدرسہ بلا معاوضہ قائم کرلیا اور کمیٹی سے اس کی بقا کا اقرار نامہ لکھالیا ہے یہ حالت دیکھ کر تحفظ آئندہ کے لئے یہ پتھر لگایا گیا جس میں دکانات وحمام کے وقف علی المسجد ہونے کا تذکرہ ہے کہ آئندہ کوئی متولی سابق کی طرح ان دکانوں پر دعوٰی نہ کر بیٹھے۔ اعلان میں معلن کا نام ضرور ہے گمنام اعلان ایسا نہیں ہوتا لہٰذا بکر نے اپنا نام لکھانہ بقصد ریا نہ طلب دعا۔ یہ پتھر سجدہ کی جگہ سے دس فٹ بلند ہے تو نمازی کا سامنا نہیں ہوگا اور اندر کی محراب پر نہیں بلکہ بیرونی محرابی دروں پر۔ وہی لوگ جن سے اندیشہ ہے اس پتھر کا انعدام چاہتے ہیں کہ اس کی بقا میں تحفظ واستحکام وقف ہے انتہی ملخصًا۔

فریق ثانی کی طرف سے بھی سوال مع جواب آیا تھا کہ اس پتھر کا نصب جائز نہیں بلکہ غیبت میں داخل ہے اور اس کا جواب بھی رمضان مبارک ۱۳۳۶ھ[عہ] میں گیا کہ اگر وہ افعال متولی سابق سے صادر ہوئے اور اہل شہر ان وقائع پر مطلع تو ان کا لکھ کر نصب کرنا غیبت نہیں ہوسکتا خصوصًا منظر عامہ میں نصب کہ اشتہار چھاپ کر عام تقسیم کی طرح حد غیبت میں اس کا آنا دشوار نہ تاحیات متولی مذکور اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ جب کہ منجر بفتنہ نہ ہو ہاں اس کا نصب کوئی مہم مصلحت شرعیہ نہ رکھتا ہو تو بعد موت متولی اس پتھر کا معدوم کردینا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لاتذکروا موتاکم الا بخیر فانھم قد افضوا الی ما قدموا۔ بایں ہمہ جب کہ بلا مصلحت شرعیہ ہو عبث ہے عبث سے ویسے ہی بچنا چاہئے نہ کہ وہ جس سے کسی مسلمان کو تکلیف ہو اگر وقف میں خیانت واضرار کا اندیشہ ہے اور اس پتھر کا نصب کرنا مانع ہوگا یا اسی طرح اور کوئی مصلحت مہمہ شرعیہ ہے تو نصب میں حرج نہیں بلکہ حاجت ہو تو اجر ہے یہ اس جواب کا خلاصہ ہے جو فریق ثانی کو یہاں سے گیا۔ اب بھی یہی کہا جاتا ہے کہ محض بلا مصلحت ہو تو جدا کردیں اور مصلحت شرعیہ ہے تو قائم رکھیں۔ پھر اگر موضع نظر سے اتنا بلند ہو کہ جب تک نظر اوپر کو اٹھا کر نہ دیکھیں نظر نہ آئے تو کسی طرح نقش دیوار قبلہ کی کراہت میں نہیں آتا نہ خود اس نمازی کا قصور ہے۔ اسے نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا کب جائز تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لینتھین اقوام یرفعون ابصارھم الی السماء فی الصلٰوۃ اولتخطفن ابصارھم وہ جو نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں یا

[عہ] مندرجہ صفحہ ۴۱۱

تو وہ اپنی اس حرکت سے باز آئیں گے یا ان کی نگاہ اچک لی جائے گی۔ رواہ مسلم اور اگر اتنا بلند نہیں تو ضرور موقع کراہت میں ہے اور اس میں اندرونی وبیرونی محراب کا تفرقہ نہیں مسجد کا درجہ سقفہ وصحن دونوں مسجد ہیں اس حالت میں چاہئے کہ اس تحریر پر نمازوں کے اوقات میں غلاف ڈال دیں ہم نے فتوٰی سابقہ میں سنن ابن داؤد کی حدیث نقل کی کہ دیوار غربی کعبہ معظمہ میں (اس) مینڈھے کے (جو سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ ہوا) سینگ نصب تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خمرھما فانہ لاینبغی ان یکون فی قبلۃ البیت شیئ یلھی المصلی انہیں ڈھانک دو کہ نمازی کے سامنے کوئی ایسی چیز نہ چاہئے جس سے دل بٹے۔ نام کا جواب بھی فتوٰی سابقہ میں تھا کہ ریا کو حرام مگر بلا وجہ شرعی مسلمان پر قصد ریا کی بدگمانی بھی حرام اور بنظر دعا ہے تو حرج نہیں۔ نہ کفایت اجمال منافی طلب خصوص۔ اور یہ مصلحت کہ اس تحریر میں بانی ضرور قابل لحاظ ہے۔ جب کہ اس کا نام دربہ اعتبار اعلان یا زیادت اعتبار ہو وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی دکانات مسجد پر اقامت مدرسہ کے بارے میں بھی سوال آیا اور مفصل جواب جاچکا ہے مگر فریق ثانی کے سوال میں یہ تھا کہ مسجد میں ایک مدرسہ ہے جس میں تعلیم کلام مجید وتفسیر وفقہ وحدیث کی ہوتی ہے بعض منتظمین نے چاہا کہ تعلیم مسجد سے اٹھادی جائے اور ان شرائط پر اس کے قیام کا فیصلہ ہوا۔ اس تحریر تازہ میں یہ ہے کہ بلا استحقاق وبلا معاوضہ سقف وقف پر مدرسہ کرلیا ہے۔ ایسا ہے تو بلا شبہ حرام ہے اور منتظمین مسجد کی اس پر رضامندی مردود اور اب تک کا کرایہ مدرسہ قائم کرنے والوں پر حق مسجد لازم کما ھو منصوص علیہ فی عامۃ الکتب واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از بمبئی نشان پاڑا کراس روڈ بوساطت سید غوث پیران صاحب مرسلہ میمن آدم عبدالرحمٰن صاحب ۲ جمادی الاخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک حنفی المذہب عورت نے انتقال کیا جس نے اپنی جائداد کے ساتھ ایک شوہر دو بیٹیاں ایک حقیقی بھائی اور ایک عمزاد بہن کا بیٹا چھوڑا اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔ قبل از تقسیم ترکہ مرحومہ کی وفات کے دو سال بعد اس کے شوہر نے جائداد مذکورہ سے زمین کا ایک قطعہ مسجد بنانے کے لئے وقف کردیا جس پر بتوسل جماعت مسجد تعمیر کی گئی اور پنجوقتہ نماز بھی قائم ہوگئی۔ لیکن بعض لوگ اس میں عدم جواز نماز کے قائل ہیں کہ وقف صحیح نہ ہوا۔ مرحومہ کا شوہر یہ کہتا ہے کہ مجھ سے مرحومہ نے یہ وصیت کی تھی کہ مسجد کی عمارت کے لئے ایک قطعہ زمین وقف کرے اگر شرعًا یہ وقف صحیح نہ ہوگا تو میں اپنے حصہ رسدی سے اس وقف کو برقرار رکھوں گا۔ صورت مذکورہ میں وقف اول صحیح ہوکر نماز پڑھنا اس میں درست ہے یا نہیں۔ بصورت عدم جواز اپنے حصہ میراث سے وقف کا برقرار رکھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب ترکہ متوفی حسب شرائط فرائض بارہ سہام ہوکر تین سہم شوہر چار چار ہر دختر ایک برادر کو ملے گا عمزاد بہن کا بیٹا محروم ہے اگر صحیح ہے کہ مورثہ نے یہ وصیت کی تھی اور یہ قطعہ (بعد ادائے دین اگر ذمہ مورثہ ہو) ثلث متروکہ سے زائد نہیں تو وقف صحیح ونافذ ہوگیا اور وہ قطعہ مسجد اور اس میں نماز مسجد میں نماز۔ یونہی اگر ثلث متروکہ سے زائد ہو اور باقی ورثہ یعنی بیٹیاں اور بھائی سب عاقل بالغ اور سب نے اس وصیت کو قبول کیا۔ اور جائز رکھا جب بھی یہی حکم ہے یونہی اگر وصیت ثابت نہ ہو اور شوہر نے ایک قطعہ معینہ جس میں باقی ورثہ کے بھی حصے تھے تعمیر مسجد کے لئے وقف کردیا اور باقی سب ورثہ نے بشرط عقل وبلوغ اسے جائز رکھا جب بھی یہی حکم ہے۔ ان سب صورتوں میں وہ مسجد ہوگیا وذلك لانہ فی الاخیر فضولی فی حصصھم وقد صدر منہ مالہ مجیز حین صدورہ وقد اجازوا فنفذ ولم یمنع الشیوع لعدمہ عند احتماعھم علی تجویزہ قال فی رد المحتار لو بینھما ارض وقفاھا اودفعاھا

الی قیم واحد جاز اتفاقا لان المانع من الجواز عند محمد ھو الشیوع وقت القبض لا وقت العقد ولم یوجد ھھنا ہاں اگر کوئی وارث غیر عاقل یا نابالغ ہے یا ان میں بعض نے اس تصرف کو جائز نہ رکھا یا وصیت مطلقاً او ربحال وصیت جب کہ ثلث سے زائد ہو تو البتہ وہ مسجد مسجد نہیں اور اس سبب سے کہ اس میں ایسے کی ملک ہے جس کی اجازت نہیں یا جس کی اجازت شرعاً اجازت نہیں اس میں نماز ناجائز۔ یہ حکم بھی متفق علیہ ہے کہ مسجد میں شیوع بالاجماع ممنوع لان بقاء الشرکۃ یمنع الخلوص ﷲ تعالٰی کما فی الفتح عن الظہیریۃ ان اگر شوہر تقسیم صحیح شرعی کرائے اور یہ قطعہ اس کے حصہ میں اس کے بعد اسے یہ مسجد کرے تو اب مسجد ہو جائے گی لزوال المانع واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ سید مصباح القیوم صاحب ساکن شہر رائے پور محلہ تو پارہ مدرسہ اصلاح المسلمین صوبہ سی پی ۵ رجادی الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کے متعلق طہارت خانہ وغیرہ بنانے کی غرض سے مسجد کے روپیہ سے ایک قطعہ زمین کا مسجد سے علیحدہ مگر قریب میں خریدا کیونکہ زمین بہت ہے مسجد کی ضرورت کی چیزیں بن جانے پر بھی باقی رہ گئی اور مسجد کی کوئی منفعت مقصود نہیں اور اہل سنت نے ایک مدرسہ قائم کیا ہے۔ اس کے لئے مکان کی ضرورت ہے تو کچھ مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ زمین مذکور پر مدرسہ تعمیر کرادیں اور قیمت زمین کی مدرسہ کی آمدنی سے لے کر مسجد میں داخل کیا جائے تو شرعاً یہ جائز ہے کہ نہیں اور درصورت عدم جواز کوئی حیلہ اس کے جواز کا ہو سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب: جائز ہے کہ وہ باقیماندہ حاجت مسجد سے زیادہ زمین (کہ سابق سے وقف نہ تھی بلکہ مسجد کے روپیہ سے مسجد کے لئے خریدی تھی) مدرسہ کے لئے بیع بقیمت مناسب کرکے زرثمن داخل مسجد کیا جائے جب کہ احتیاط وامانت کاملہ سے کام لیا جائے۔ عالمگیری میں ہے متولی المسجد اذا اشتری بمال المسجد حانوتا او دارا ثم باعھا جاز اذا کانت لہ ولایۃ الشراء ھذا بناء علی ان ھذہ الدار والحانوت ھل تلتحق بالحوانیت الموقوفۃ علی المسجد معناہ ھل یصیر وقفا المختار لا کذا فی المضمرات ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محلہ قاضی ٹولہ پرانا شہر میں ایک مسجد قاضی زادوں کی تعمیر کردہ ہے اور اس کا دروازہ پہاڑ رخ قدیمی ہے اور اس میں کچھ قبریں پختہ قاضی زادوں کے آباؤ اجداد کی تھیں۔ اور ایک کنواں بنجاروں کا بنایا ہوا مسجد سے پہلے کا ہے جس سے سوائے نمازیان اور کئی محلوں کو اس کے پانی سے نفع پہنچتا ہے اس مسجد میں کئی قوم کے لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ قصائی، نداف۔ ان کے مکان بھی وہیں ہیں۔ قصابوں نے مسجد میں جو قبریں تھیں انھیں کھود کر بالکل نیست و نابود کر دیا۔ درخت مولسری کا جس کے سایہ سے نمازیوں کو آرام ملتا تھا کاٹ ڈالا۔ کول در شمال کی جانب جس سے نمازیوں کو بارش سے آرام ملتا تھا بند کر دیا۔ کنواں جس سے مخلوق کو نفع تھا اس کی ایک سیڑھی کا راستہ بند کر دیا گویا ایک رخ بالکل بند کر دیا جس سے بہشتیوں کو از حد تکلیف ہے۔ انھوں نے پانی بھرنا بند کر دیا۔ دو دیواریں بنا کر اس میں گھری لگا دی ہے جس سے کچھ نفع نہیں یہ لوگ کس سزا کے مستحق ہیں۔ یہ کام اچھے کئے یا برے۔ ندافوں میں سے ایک شخص سے کسی نے پوچھا یہ کنویں پر دو دیواریں کیا ہیں اس نے اپنی جہالت سے کہا کہ یہ میرا ــــ بنایا ہے لوگوں کے تکلیف دینے کو۔ تو کیا یہ شخص کافر ہو گیا۔ حالانکہ ان دیواروں کو وہ مسجد نہیں سمجھتا ہے بلکہ یہ شرارت کی دیواریں سمجھتا ہے کس سزا کا مستحق ہے۔

الجواب: اگر یہ بیانات واقعی ہیں تو مسلمانوں کی قبروں کا کھود ڈالنا ہرگز جائز نہ تھا اس سے وہ توہین مسلمین کی سزا کے مستحق ہیں سزا یہاں کون دے سکتا ہے اور اگر یہ قبریں اس لئے کھودیں کہ اس جگہ پر نماز پڑھی جائے تو یہ نماز کو بھی خرابی میں ڈالنا ہے۔ قبور کی جگہ نماز جائز نہیں

جب تک اندر تک کھود کر میت کے سب اجزا نکال دیئے جائیں اور مسلمان میت کے ساتھ ایسا کرنا حرام حرام سخت حرام۔ درخت جو قدیم سے تھا اس کے کاٹنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ بلاوجہ شرعی نمازیوں کو تکلیف دینا سخت بد ہے۔ شمالی دروازہ کہ قدیم سے تھا اور اس سے نمازیوں کو آرام اس کے بند کرنے کا بھی کوئی اختیار نہ تھا۔ کوئیں کی ایسی روک جس سے پانی بھرنے والوں کو تکلیف ہو اور وہ بھرنا چھوڑ دیں ہرگز جائز نہیں یہ سب کام برے ہوئے۔ اس نداف نے بیہودہ لفظ کہا برا کیا مگر اس کے سبب کافر نہیں ہوسکتا کہ اس میں مسجد کی کوئی توہین نہیں۔ نہ وہ دیواریں مسجد کی ہیں۔ اس کے لئے اتنی سزا کافی ہے کہ تو نے بیہودہ بکا۔ آئندہ احتیاط کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ شیخ عظمت اللہ کوتوالی شہر بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ ایک مسجد شریف قدیم مٹوس تھی اہل اسلام نے اس کو منہدم کراکر مغرب کی جانب میں مسجد بنوائی اور مسجد قدیم کو اس کا صحن قرار دیا اور مسجد جدید اور صحن یعنی مسجد قدیم ہر دو کی کرسی بلند کی اور نیچے تہ خانے بنائے اور مسجد قدیم کا تہ خانہ کے حصے کو مسجد کی دکانوں میں شریک کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس صحن میں نماز پڑھنے والوں کو ثواب مسجد کا ملے گا۔ یا نہیں۔ اور اگر یہ جائز ہے تو اس طرح مسجد جدید کے تہ خانے کو بھی کرایہ پر دے سکتے ہیں یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: مسجد مسجد ہوجانے کے بعد دوسرے کام کے لئے کرنا حرام حرام سخت حرام ہے ان پر فرض ہے کہ مسجد قدیم کا تہ خانہ بدستور سابق بند کردیں اور اب کہ مسجد جدید کو مسجد کرچکے اس کے تہ خانے کو بھی کرایہ پر دینا حرام ہے ہاں مسجد کردینے سے پہلے دکانیں وقف مسجد کے لئے بناتے اور اس کے بعد ان کی چھت کو مسجد کرتے تو جائز تھا اب ہرگز حلال نہیں مسجد قدیم کو جدید کا صحن کرلیا اس میں حرج نہیں وہ بدستور مسجد ہے اور اس میں نماز مسجد میں نماز ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر کہنہ محلہ کوٹ مسئولہ شیخ انعام اللہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ مسجد امام باڑہ متصل زیارت کے شاہ صاحب ایک گوشہ میں واقع ہے اور گزشتہ زمانے کے شیعہ مذہب کے لوگ جو لکھنؤ کے پیرو تھے ان کی تعمیر کردہ ہے لیکن اب مسجد مذکور اہلسنت کے قبضہ میں ہے اور کواں مذکور سے ۴۲-۴۳ گز کے فاصلہ پر ہے کنویں اور مسجد کے درمیان بوجہ کوڑے اور گھاس کیڑہ وغیرہ کا احتمال رہتا ہے اسی لئے مسجد مذکور آباد نہیں ہوتی اہل محلہ چاہتے ہیں کہ مسجد مذکور کا ملبہ لب سڑک متصل کو آں اٹھالائیں اور یہاں مسجد تعمیر کرائیں تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: اگر اس مسجد کا بانی رافضی تبرائی روافض حال کا ہم عقیدہ تھا اور اسی مذہب پر مرا تو مسلمانوں کو جائز ہے کہ اس کا عملہ دوسری مسجد میں لے جائیں۔ نیز جائز ہے کہ اس مسجد کی زمین کو بیچ کر جدید مسجد میں لگائیں فی الدرالمختار لو وقف المرتد فقتل او مات او ارتد المسلم بطل وقفہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ حافظ عبدالمجید از ضلع مرادآباد قصبہ کھمریالوں محلہ چودھریان۔ ۱۸۹۹ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرے باپ جناب قبلہ وکعبہ حاجی عبدالرحمٰن صاحب نے ۲۰ جولائی کو اپنی حقیقت موضع کھا دگوجر پرگنہ سانپور ضلع مرادآباد تعدادی مواضع چار بسوہ کو اور میرے بھائی حاجی عبداللطیف خاں صاحب اور

مجھ حافظ عبدالمجید خاں نے اپنی حقیقت سوا سوا البسوہ موضع کافورپور رچک کافورپور پرگنہ بانسہ ضلع بجنور کو بنابر صرف مسجد وچاہ وپیاؤ وقف کردیا مگر وہ جگہ جہاں مسجد وکنواں تیار کرانے کا خیال تھا وہ جگہ آبادی قصبہ جھیرالیوں سے ڈیڑھ سوگز کے فاصلے پر جنگل میں جانب مشرق اور مسجد لب سڑک سے جو آبادی میں بنی ہوئی ہے دو سوگز کے فاصلہ پر ہے بعد وقف ہوجانے کے جو میری غیبت میں تکمیل ہوا تھا یہ خیال پیدا ہوا کہ اس جگہ مسجد کا بنانا کارآمد نہیں ہے کیونکہ اس موقع پر بوجہ نہ ہونے آبادی کے آباد نہیں رہ سکتی مگر یہ خیال جناب والد بزرگوار صاحب سے ظاہر نہ کرسکا تھا کہ میرٹھ اپنی ملازمت پر تشریف لے گئے وہاں سے ان کا والانامہ صادر ہوا کہ فوراً مسجد کی تعمیر کردیں میں نے بخوف ان کی ناراضی کے اپنا خیال تو ظاہر نہ کیا مگر بموجب ارشاد تعمیل یہ کردیا کہ دیہات سے چار بیگاری جمع کرکے مسجد کی نومعین بنیاد کھدوا کرائی اور زمین برابر نیو چنوا دی چونکہ موسم برسات آنے والا تھا والد بزرگوار قبلہ کو بطور عریضہ یہ عرض کیا کہ بنیاد بھروادی گئی اور تعمیر مسجد بعد برسات شروع کیا جائے گا اس کے بعد میں خود جناب والد صاحب قبلہ کے پاس پہنچا اور ان سے اپنا خیال ظاہر کیا کہ مسجد تو بموجب ارشاد عالی بنادی جائے گی مگر اس کی آبادی کی کون صورت ہے اول جناب والا وہاں پر اس کا زنانہ ومردانہ بنادیں اور میں وہاں محلہ آباد کرلوں تب مسجد تیار ہونی چاہئے الغرض انہوں نے اس بات کو بخوبی منظور فرمالیا اس عرصہ میں ان کا انتقال ہوگیا مگر کنواں و پیاؤ تیار ہوگیا تھا اور بدستور جاری ہے نہ مکان تھا نہ وہ آباد ہوا۔ ہم دونوں بھائی آپس میں جدا ہوگئے اور اس وقف کا بعد جناب قبلہ کے میں متولی رہا۔ ایک مسجد درمیان آبادی منہدم ہوگئی تھی میں نے اس روپیہ سے وہ مسجد از سرنو بنوائی۔ اور وہ بنیاد مسجد جو جنگل میں بیگاروں سے بھروادی تھی اکھڑوا کر اس کی اینٹیں بھی اس میں لگوا کر طیار کروادیا اب اس وقف کی رقم جمع ہے اور **ایک مسجد محلہ جو میرے مردانہ مکان کے پیش دروازہ ہے** ازحد مرمت طلب ہورہی ہے اور کوئی صاحب اس کی طرف توجہ نہیں کرتے میرا خیال ہے کہ اگر شرع شریف اجازت دے تو میں اس مسجد کی اس روپیہ سے مرمت کرادوں دوسرے یہ کہ وہ مسجد جہاں جنگل میں پہلے بنیاد بھروادی تھی اور وہ اس وجہ سے کہ یہ کسی وقت کارآمد وآباد نہیں ہوسکتی اکھڑوا ڈالی گئی تھی اس کا بنانا ضروری ہے یا اس مسجد کی مرمت کرادینا ضرور ہے۔

الجواب: جب کہ یہ صحیح ہو کہ وہ جگہ آباد نہیں ہوسکتی اور وہ مسجد کام میں بھی نہ آئے گی تو وہ مسجد نہ ہوئی ان اینٹوں اور روپے کو دوسری مسجد میں صرف کرسکتے ہیں۔ عالمگیری میں ہے رجل بنی مسجدا فی مفازۃ حیث لایسکنہا احد وقل مایمر بہ انسان لم یصر مسجدا لعدم الحاجۃ الی صیرورتہ مسجدا کذا فی الغرائب۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر محلہ باغ احمد علی خاں مسئولہ منشی فتح محمد صاحب ۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد اہل سنت وجماعت کی تعمیر ہورہی ہے اور اس کا چندہ جمع ہورہا ہے اس مسجد میں کس کس مذہب کا پیسہ لگانا جائز ہے اور کس کس مذہب کا ناجائز

(۲) ایک مسجد رافضی کی طیار کرائی ہوئی ہے جو اس وقت ایک گوشہ میں ویران پڑی ہے اس میں اہلسنت وجماعت کی یہ رائے ہے کہ اس مسجد کو شہید کرکے دوسری جگہ مسجد تعمیر کرائی جائے اس کی زمین کا پیسہ دوسری مسجد اہل سنت وجماعت میں لگایا جائے تو جائز ہے یا ناجائز۔ اور اس مسجد کا اب کوئی فساد کرنے والا نہیں۔

الجواب: مسجد میں صرف اہلسنت کا پیسہ لیا جائے کافروں یا مرتدوں کا ناپاک مال نہ لیا جائے۔ رافضی جو ایسا ہی مذہب رکھتا ہے جیسا آجکل کے رافضیوں کا ہے اگر اس نے مسجد بنائی اور مر گیا تو اس مسجد کی زمین اور عملہ بیچ کر دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں جب کہ فساد کا اندیشہ نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از حصار محمد عبدالرشید مدرسہ انجمن محاسن الاسلام احاطہ عبدالغفور خاں ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دکان مرہونہ مسجد کے نام کسی صورت میں جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: دکان کہ مسجد پر وقف کی گئی اور واقف نے شروط وقف میں اس کے بدلنے کی اجازت نہ لکھی وہ کسی طرح نہیں بک سکتی مگر یہ کہ تباہ و ویران ہو جائے۔ اور کوئی صورت اس کی آبادی کی نہ رہے تو اسے بیچ کر دوسری جگہ دکان خرید کر متعلق مسجد کر دے یا دکان پر کسی ظالم کا قبضہ ہو گیا اور اس سے کسی طرح رہائی نہیں ہو سکتی مگر دام دینے پر راضی ہے تو لیں اور دوسری دکان اس کی جگہ قائم کریں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر کہنہ درگاہ شاہ دانا صاحب قدس سرہ مسئولہ رحمت علی صاحب ۱۳ جمادی الاخرٰی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہ دانا صاحب کا مزار شریف ایک چھوٹے سے احاطہ کے اندر نور افروز ہے اور اسی احاطہ میں ایک مسجد اور ایک خانقاہ جانب شمال دو تین گز کے فاصلہ سے واقع ہے خانقاہ قدیم الایام یعنی مزار شریف کی تعمیر کے زمانہ سے اب تک واسطے ٹھہرنے سیاحین زائرین مقرر ہے۔ چنانچہ اکثر اولیاء اللہ سابق درویش اور سالکین استقامت کیش جو وقتاً فوقتاً واسطے زیارت اور حاصل کرنے مراد اور برکات کے دور دراز سے سفر کرکے آتے ہیں تو اسی خانقاہ میں ٹھہرا کرتے ہیں اور جو کہ ایام عرس میں تخمیناً ایک ہزار مرد و عورت و لڑکی لڑکے جوان بڈھے مزار اقدس پر جمع ہوتے ہیں اور یہ بھیڑ بھاڑ تقریباً ایک ماہ تک رہتی ہے تو اس ہنگامہ میں سوا اس مکان کے دھوپ اور بارش وغیرہ کے بچاؤ کے لئے اور کوئی مکان مطلق نہیں ہے اگر وہ مکان نہ ہو تو زائرین کو از حد پریشانی اور تکلیف ہو دوسرے یہ کہ اس خانقاہ کے اندر دو ایک قبریں بھی ہیں اور ایک قبر خلیفہ ولایت علی صاحب کی بھی ہے کہ اس قبر کو ہموار کرکے اس پر لڑکے پڑھتے ہیں۔ اب اس خانقاہ اور شرقی حصہ صحن مزار شریف کو عرصہ تقریباً دو ایک ماہ سے بلا اجازت متولی صاحب و بغیر منشا خادمین جو نسلاً بعد نسل پشت سے اس پر بطور مالکانہ قبضہ رکھتے ہیں چند اشخاص وہابی محلہ شاہ دانا نے بتقریب تکلم مصلیان جدید اس میں جدید مدرسہ قائم کیا ہے۔ مدرسہ کے اکثر طلبہ صحن خانقاہ میں قبریں ہیں ان پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور صحن مزار شریف میں سوئے ادبی اور بازی اور رسا کشی کرتے ہیں اور چھوٹے لڑکے ساتھ مسجد میں جا کر فرش مسجد اور لوٹوں کو ناپاک کرتے ہیں اس صورت میں اسلامی قانون نبوی مقام مذکور پر مدرسہ رکھ سکتا ہے یا نہیں جب کہ بانی مبانی عمارت شریف کی یہ نیت اور منشا نہ ہو اور متولی ان حرکات سے اور مدرسہ کے قیام سے قطعاً راضی نہ ہو اور مسافرین اور زائرین کی جگہ جبراً چھین لی ہو۔ اور لڑکے اس مقام متبرک پر گندہ بادسے بے ادبی کرتے ہوں اور قبروں کو نشستگاہ بنایا ہو بینوا توجروا۔

الجواب: اگر خانقاہ میں عاقل بالغ باادب باتمیز اور قریب بلوغ متادب لڑکوں کے لئے درس دینے کی اجازت دی جاتی اور قبور کی بے حرمتی نہ کی جاتی اور حاضرین پر ٹھہرنے کی جگہ تنگ نہ ہوتی اور ایام عرس شریف میں خانقاہ ان کے لئے خالی رہتی اور یہ سب کچھ عاریۃً ہوتا نہ کہ خانقاہ یا مسجد پر مالکانہ قبضہ تو حرج نہ تھا۔ مگر مسجد کی بے حرمتی حرام اور اس میں بچوں کا جانا ممنوع۔ ابن ماجہ کی حدیث ہے۔ نبی

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم ورفع اصواتکم اور مسلمان کی قبر پر بیٹھنا یا چلنا ناجائز ہے حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لان اطأ علی جمرۃ حتی تخلص الی جلدی احب الی من ان اطأ علی قبر مسلم اوما ھذا معناہ مجھے چنگاری پر پاؤں رکھنا یہاں تک کہ وہ جوتہ توڑ کر کھال تک پہنچ جائے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہوا لان امشی علی سیف احب الی من ان امشی علی قبر مسلم اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تلوار پر چلنا مسلمان کی قبر پر چلنے سے زیادہ پسند ہے فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے یکرہ القعود علی القبر لانّ سقف القبر حق المیت فتح القدیر و درمختار و ردالمحتار میں ہے المرور فی سکۃ حادثۃ فی المقابر حرام اور مسلمان کی قبر کو ہموار کر دینا اور بھی سخت حرام۔ حاضرین کے لئے جگہ تنگ کرنا جن کی اصل وضع خانقاہ ہے وقف میں تصرف بیجا اور مخالفت غرض واقف ہے کہ شرعًا ناجائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از ضلع بردوان مقام رانی گنج مسئولہ میر ضامن سکریٹری مدرسہ دارالعلوم ۹ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین (۱) مسجد کی موقوفہ جائداد کا متولی مسجد یا مسجد کے متعلق مکان میں تنہا اپنی رائے سے کسی قسم کی ترمیم کر سکتا ہے یا نہیں ایسی صورت میں کہ مصلیان مسجد اس ترمیم کے سخت مخالف ہوں۔

(۲) مسجد کی کوٹھری یا حجرہ یا مسجد کا مدرسہ آیا متولی موصوف کی ملکیت ہے یا ان کا نظم ونسق وغیرہ۔ امام وموذن کی تقرری وبرخاستگی عام مصلیان مسجد کے اتفاق پر موقوف ہے مصلیان مسجد کو اس کے متعلق کوئی باز پرس کرنے کا اور جمع خرچ کے سمجھنے کا اختیار ہے یا نہیں۔

(۳) مصلیان مسجد کے خلاف میں اگر کسی مسجد کا متولی دوسری مسجد کے نمازیوں کو اپنے ساتھ ملا کر مخالفت سے اس مسجد میں کوئی ناپسندیدہ کام کرنا چاہے اور اس کی قابل مرمت چیزیں خراب ہو رہی ہوں تو مصلیان مسجد کو اس پر رکاوٹ کا مجاز اور متولی کو ان کا متفق الرائے کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: (۱) اگر اس ترمیم کا اختیار اسے واقف نے دیا تھا تو کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ یہ بات ملاحظہ شرائط وقف سے ظاہر ہو سکتی ہے۔

(۲) مسجد اور اس کے متعلق کوئی شے نہ متولی کی ملک ہے نہ مصلیوں کی نہ کسی غیر خدا کی وہ سب خالص ملک الٰہی ہے اوقاف مسجد کا انتظام متولی کے سپرد ہے اور امام وموذن کا نصب وعزل بانیٔ مسجد یا اس کی اولاد پھر مصلیوں کے تعلق ہے متولی جو بات خلاف شرائط وقف کرے مصلی بلکہ عامۂ مسلمین اس سے باز پرس کر سکتے ہیں، متولی امین ہے جب تک اس کی خیانت کا صحیح مظنہ نہ پیدا ہو وہ جمع خرچ سمجھانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ درمختار میں ہے سئل قارئ الھدایۃ عن طلب محاسبۃ شریکہ فاجاب لایلزم بالتفصیل ومثلہ المضارب والوصی والمتولی نہر ردالمحتار میں ہے محلہ اطلاقہ علی غیر المتھم (۳) سائل نے ناپسندیدہ کام کی تفصیل نہ کی ان کو ناپسندیدہ ہے یا شرعًا جو شرعًا ناپسندیدہ ہے اس کا اختیار کسی کو نہیں نہ وہ کسی کے متفق الرائے ہونے سے ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مولوی غلام محی الدین صاحب راندیری۔ ۱۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ جام نگر (علاقہ کاٹھیاوار) میں دو مسجدیں ایسی مسلمان بائیوں (عورتوں) کے نام سے بنی ہوئی ہیں کہ کافر راجہ نے ان کو باوجود اسلام پر قائم رہنے کے اپنی ہی مجامعت میں ہمیشہ کے لئے قائم دائم زبردستی کر کے رکھا

ایک فاطمہ بائی کی مسجد راجہ سے مال کثیر لے کر اصل پرانی مسجد پر اپنے مسلمان ناظر نوکر کے مال حوالہ کرکے مسجد بنائی ہے۔ اسی طرح دوسری امرت بائی کی مسجد تو تعمیر ہوکر امرت بائی کے نام سے مشہور ہے دوسرے راجہ کے وقت میں قصبہ ہذا ہی میں سات مسجدیں سات بائیوں کے نام سے پچاس سال ہوئے بنائی ہیں۔ ایک دھن بائی کی مسجد جو جامع مسجد دھن بائی کی مشہور ہے پرانی مسجد پر اس کی تعمیر ہوئی۔ دوسرے ناتھی بائی کی مسجد رافضی پورہ محلہ میں پرانی مسجد کو شہید کرکے نئی بنائی گئی ہے۔ تیسری جان بائی کی ٹھاور کی مسجد یہ بھی ایک پرانی مسجد کو شہید کرکے نئی بنائی گئی ہے چوتھی والیائی کی مسجد جو پرانی جیل کے قریب بالکل نئی تعمیر کی گئی ہے۔ پانچویں رتن بائی کی مسجد لنگھا واڑہ میں نئے سرے سے بنائی گئی ہے قبل ازیں یہاں کوئی مسجد نہ تھی چھٹی ہنس بائی کی مسجد جو ملک لوگوں کی مسجد تھی۔ اس کو شہید کرکے وسیع پیمانے پر بنائی گئی ہے٭ یہ عورتیں مسلمان صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ اور کافر راجاؤں کے جبر سے مرتے دم تک ان کے مکان میں رہیں اور راجاؤں سے ان عورتوں نے مال حاصل کرکے اپنے نوکر مسلمان ناظر کو مال حوالہ کر دیا اور ان ناظروں نے مسجدیں بنواکر مسلمانوں کے قبضہ میں کر دیں اور تا اینندم مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔ یہ عورتیں مرچکی ہیں۔ ان کی ہر ایک کی قبر ہر مسجد کے فنا میں بنی ہوئی ہیں اور ان میں سے جو مسجدیں سابق پرانی مسجدوں کو شہید کرکے تعمیر کی گئی ہیں ان کے فنا میں اولیاء کے مزار بھی ہیں ان مسجدوں کے ان بائیوں کے نام سے موسوم ہونے پر کافر کا روپیہ لگنے کے باعث اگرچہ ان عورتوں نے ہر ایک نے اپنے نوکر ناظر مسلمان کو حوالہ کرکے مسجد کی تعمیر کرائی ہے اور مسلمانوں کے قبضہ میں کر دی گئی ہیں باوجود اس کے مسلمانوں کے دو گروہ ازاں دم تا ایں دم چلے آتے ہیں ایک گروہ ان مسجدوں میں نماز پڑھنا جائز سمجھتا ہے اور دوسرا گروہ بوجوہ بالا ناجائز سمجھ کر ان میں نماز نہیں پڑھتا اور پڑھنے والے کو روکتا ہے معترض گروہ اپنے استدلال میں ایک عربی رسالہ بھی لکھا ہے جو منسلک استفتاء ہذا ہے۔ قائلین جواز اکثر فتاوی کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ یہ مسجدیں اپنے مصارف کے لئے قطعاً کسی کی محتاج نہیں ہیں۔ کیونکہ ہر مسجد اپنے تعلق میں دکانیں رکھتی ہیں۔ موجودہ کافر راجہ کو اگر یہ معلوم ہوجائے کہ ان مسجدوں میں بحکم شرع شریف نماز ناجائز ہے تو وہ ان کے انہدام میں ایک لمحہ دیر نہ لگائے اور مسجدیں دکانیں جن کی عمارت تقریباً ۵ لاکھ بلکہ زائد ہوگی مسلمانوں کے قبضہ وتصرف سے نکل جائیں گی اور مزارات اولیاء کرام جو ان مسجدوں کی فنا میں واقع ہیں مسمار کر دیئے جائیں گے۔ آپ نہایت تفصیل سے عام فہم زبان میں ارشاد فرمائیں کہ حکم شرع شریف کیا ہے تاکہ مسلمانوں میں فساد مذکورہ بالا کی بیخ کنی ہوجائے۔ بینوا توجروا۔

٭ ساتویں چھوٹی دھن بائی کی مسجد جو مرادی واڑہ میں ہے قدیم مسجد کو شہید کرکے اسی کی جگہ بنائی گئی ہے٭

الجواب: وہ مسجدیں شرعاً مساجد ہیں اور ان میں نماز قطعاً جائز۔ اور ان کا ہدم ظلم شدید اور ان میں نماز پڑھنے سے روکنا ان کی ویرانی میں کوشش کرنا حرام قال اﷲ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اﷲ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اﷲ کی مسجدوں کو ان میں نام الٰہی لینے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کی۔ عربی رسالے میں اجرت زنا کی حرمت کا بیان ہے اس میں کسے کلام ہے مگر اسے یہاں سے کیا علاقہ اور ان مسجدوں کی ابطال مسجدیت سے تو اسے اصلاً مس نہیں۔ یہاں نہ اجارہ ہوا نہ وہ مال کہ ان عورتوں نے پایا اجرت تھا۔ نہ ان کے لئے حکم حرمت تھا اور بالفرض ہوتا تو ان مسجدوں کو مسجد نہ ماننا جہالت تھا **اوّلاً** اجارہ کہ بیع منافع ہے مثل بیع محتاج ایجاب وقبول وتراضی طرفین ہے اور سوال میں ہے زبردستی کرکے رکھا۔ کافر راجاؤں کے جبر سے رہیں تو نہ کوئی اجارہ تھا نہ ایجاب وقبول۔ خود رسالہ عربیہ میں اقرار کیا ہے کہ صورت مبحوث عنہا میں عقد اجارہ نہیں تو مسئلہ اجرت زنا کی بحث بیکار تھی۔ رہا رسالہ کا یہ گمان کہ جب بے عقد ہے تو بدرجہ اولٰی حرام ہے کہ اب اس کی حرمت پر اتفاق ہے۔ ذخیرۃ العقبٰی میں ہے ما اخذتہ الزانیۃ ان کان بعقد الاجارۃ فحرام عندھما وان کان بغیر عقد فحرام اتفاقا

لانها اخذته بغیر حق کذا فی المحیط[ف] تو یہی وہ نافہمی ہے جس نے غلطی میں ڈالا۔ بلاوجہ کسی کا مال لے لینا کہ بالاتفاق حرام ہے مال معصوم میں ہے کہ مسلمان یا ذمی یا مستامن کا مال ہے ان کے غیر کا مال کہ بلاغدر لے خصوصاً جو خود اس کی رضا سے ہو اس کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں اگرچہ بلاوجہ محض بلکہ بنام وجہ فاسد و ناجائز مثل ربا و قمار وغیرہما ہو۔ ہدایہ و فتح القدیر میں ہے (مالهم مباح) واطلاق النصوص فی مال محظور وانما یحرم علی المسلم اذا کان بطریق الغدر (فاذا لم یاخذ غدرا فبای طریق یاخذه حل) بعد کونه برضا۔ مبسوط میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا کفار مکہ سے نصرت مسلمین پر شرط بد کر مال لینا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسے جائز رکھنا بلکہ خود بحکم حضور شرط میں اضافہ کرنا مذکور۔ محقق علی الاطلاق فرماتے ہیں وهو القمار بعینه بین ابی بکر ومشرکی مکة وکانت مکة دار شرک ثانیاً جب ان کا رہنا بجبر و اکراہ تھا تو عقد درکنار شرط زنا پر لینا بھی نہ ہوا تو رسالہ عربیہ کا کہنا کہ ما اخذته الزانیة علی الزنا بغیر عقد الاجارة حرام اتفاقا وهو المبحوث عنه۔ یوں بھی صحیح نہیں اور اب مال کافر کی بھی قید نہ رہی ففی الھندیة عن المحیط عن المنتقی عن ابراهیم عن محمد فی امرأة نائحة او صاحب طبل او مزمار اکتسب مالا ان کان علی شرط رده علی اصحابه لانه اذا کان الاخذ علی الشرط کان المال بمقابلة المعصیة فکان الاخذ معصیة والسبیل فی المعاصی ردها وذلک ههنا برد الماخوذ ان تمکن من رده بان عرف صاحبه وبالتصدق به ان لم یعرفه لیصل الیه نفع ماله ان کان لایصل الیه عین ماله اما اذا لم یکن الاخذ علی الشرط لم یکن الاخذ معصیة والدفع حصل من المالک برضاه فیکون له ویکون حلالا له۔ ثالثاً حقیقت امر یہ کہ نواب و راجہ جو عورتیں رکھتے اور انہیں اپنا پابند کرتے ہیں اپنے زعم مردود میں انہیں مثل ازواج و کنیزان رکھتے ہیں اور جو کچھ ادرار و ماہوار انہیں دیتے ہیں نہ بعوض زنا ہوتا ہے نہ بشرط زنا بلکہ نفقہ ازواج کی طرح جزاء احتباس سمجھ کر دیتے ہیں ولہذا اگر ان میں بعض کی صورت بھی مہینوں نہ دیکھنے میں آئی ادرار میں فرق نہیں آتا یہ حبس ضرور ظلم و حرام ہے اور اگر برضائے زناں ہو تو قطعاً یہ بھی عاصیہ کہ رضا بالحرام حرام ہے لیکن جب بالجبر ہے تو اس کی طرف سے معصیت نہیں۔ قال تعالٰی ومن یکرههن فان اللہ من بعد اکراههن غفور رحیم تو وہ ان کے لئے کسی طرح مقابل معصیت نہیں اور امام محمد کا ارشاد بلادقت صادق کہ مال برضائے مالک ملا تو ان کے لئے حرام نہیں۔ علاوہ ماہوار بعض منظورات نظر کو وہ اموال جو زائد دیتے ہیں مسلم کی طرف سے ہوتے ہیں ضرور حرام ہوتے کہ رشوت تھی۔ والراشی والمرتشی کلاهما فی النار لینے والی مالک نہ ہوتی اور ان کا دینے والے کو واپس دینا فرض ہوتا۔ ہندیہ میں قنیہ سے ہے المتعاشقان یدفع کل واحد منهما لصاحبه اشیاء فهی رشوة لایثبت الملک فیها وللدافع استردادها[ف] یہاں کہ دینے والا حربی غیر مستامن ہے اور ان کی طرف سے غدر نہیں بلکہ برضائے مالک ہے تو بحکم استیلا ان کی ملک ثابت اور ہدایہ کا ارشاد صادق کہ بای طریق اخذه المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیه غدر مسلمان جس طرح بھی لے ایک مال مباح لیتا ہے۔ جب کہ اس میں غدر نہ ہو۔ خصوصاً وہ روپیہ کہ راجہ سے مسجد کے لئے مانگ کر لیا اور اس نے بخوشی دیا اسے زیر کسی زیر حرمت مان لینا کیا معنی رابعاً بالفرض یہ روپیہ حرام ہی ہوتا تو امام کرخی کے مذہب مفتی بہ پر مسجد کی طرف اس کی خباثت سرایت نہ کرسکتی جب تک اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوتے یعنی وہ روپیہ دکھا کر بائعوں سے اینٹ کڑیاں زمین وغیرہا خریدی جاتیں کہ اس روپے کے عوض میں دے پھر وہی زر حرام ثمن میں ادا کیا جاتا ظاہر ہے کہ عام خریداریاں اس طور پر نہیں ہوتیں تو اب بھی ان مسجدوں میں اثر حرام ماننا جزاف و باطل تھا۔

تنویر الابصار میں ہے تصدق بالغلة لو تصرف فی المغصوب والودیعة وربح اذا کان متعینا بالاشارة او بالشراء بدراهم الودیعة او الغصب ونقدها وان اشار الیها ونقد غیرها او الی غیرها او اطلق ونقدها لا وبه یفتی۔ خامساً پر تنزل کے بعد بالفرض سرایت خبث بھی سہی تو یہ خبث بوجہ فساد ملک ہوگا نہ بوجہ عدم ملک کہ بسبب استیلا ملک زناں میں کچھ شبہہ نہیں۔ درمختار میں ہے دخل مسلم دار الحرب بامان حرم تعرضه لشیئ منهم فلو اخرج شیئا ملکه ملکا

حر اما اللغو لا فيصدق به تو اس صورت میں بھی صحت مسجدیت و جواز نماز کے لئے روایات کثیرہ جلیلہ موجود ہیں متفرقات وقف عالمگیریہ میں محیط سے ہے لو اشتری ارضا شراء فاسدا فقبضها واتخذها مسجدا وصلی الناس فیه ذکر هلال رحمه الله تعالٰی فی وقفه انه مسجد وعلی المشتری قیمتها ولا یرد الی البائع قال هلال هذا قول اصحابنا فی المسجد والوقف علی قیاسه فتاوٰی قاضی خان نیز ہندیہ اوائل الوقف میں ہے لو اشتری رجل دارا شراء فاسدا وقبضها ثم وقفها علی الفقراء والمساکین جاز ویصیر وقفا علی ما وقف وعلیه قیمتها تنویر الابصار احکام البیع الفاسد میں ہے فان وقفه وقفا صحیحا نفذ درمختار میں ہے لانه استهلکه حین وقفه واخرجه عن ملکه وما فی جامع الفصولین علی خلاف هذا غیر صحیح کما بسطه المصنف ردالمحتار میں ہے فی جامع الفصولین لو وقفه او جعله مسجدا لایبطل حق الفسخ ما لم یبن اھ ای فالمانع من الفسخ هو البناء وحمله فی النهر علی احدی روایتین وهو اولی من التغلیط وحمله فی البحر علی ما اذا لم یقض به قلت لکن المسجد یلزم بدون القضاء اتفاقا اسی کے اوائل وقف میں ہے صح وقف ما شراه فاسدا بعد القبض نظر بحالت مذکورہ سوال انھیں پر فتوٰی واجب ہوتا اذ لا یفتی فی الوقف الا بما هو انفع له نہ کہ ان مباحث عظیمہ کے ساتھ جو ہم نے ابتداءً ذکر کیں جنکے بعد شبہہ کو اصلا گنجائش نہیں ولله الحمد۔ والله تعالٰی اعلم

مسئلہ از لکھنؤ جھوائی ٹولہ بادشاہ محل کی ڈیوڑھی مسئولہ منشی انور علی ۱ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مؤذن مسجد ہے اور اس شخص مؤذن نے حجرہ مسجد جو وقف تھا اُس میں اپنا دخل اور تصرف مالکانہ کرکے ایک مکان اوپر اس حجرہ کے بنایا ہے اور حجرہ وقف کو اپنے مالکانہ تصرف اور ماتحت میں لاتا اور اس میں خانہ داری وسکونت کرتا ہے آیا عند الشرع الشریف یہ جائز ہے یا نہ اور اہل محلہ اس کو خارج کرسکتے ہیں یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب: حجرہ اگر سکونت مؤذن کے لئے واقف نے وقف کیا تھا اور اس نے اس کے اوپر کوئی عمارت اپنے روپے سے وقف کے لئے بناکر اس میں سکونت کی تو اس پر الزام نہیں نہ یہ کوئی تصرف مالکانہ ہے بلکہ مطابق شرط واقف ہے اور اگر حجرہ مسجد کے دیگر مصارف کے لئے وقف ہوا تھا جن میں سکونت مؤذن داخل نہیں تو بے شک ناجائز ہے اور مہتممان مسجد اسے خارج کرسکتے ہیں۔ والله تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از گرواڑہ ریاست بڑودہ مسئولہ یوسف علی خاں بہادر ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عرصہ دس سال سے اپنی کتابیں جامع مسجد بڑودہ میں فی سبیل اللہ وقف کردی ہیں عرصہ دس سال سے انجمن اصلاح اہلسنت وجماعت کے قبضے میں ہیں اب وہ شخص رافضی کی طرفداری میں ہوکر کتب خانہ موقوف کو واپس اپنے قبضہ میں کرنا چاہتا ہے تو وہ شخص اس بات کا مستحق ہے کہ انجمن اہل سنت وجماعت کا قبضہ چھڑا کر اپنا قبضہ کرے یا کتابوں کو دوسری مسجد یا مدرسہ کی طرف منتقل کردے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر اس نے کتابیں مسجد جامع پر وقف کیں تو جائز نہیں کہ وہ کسی مدرسہ یا دوسری مسجد کی طرف منتقل کی جائیں۔ ردالمحتار میں ہے ظاهره انه یکون مقصورا علی ذلک المسجد وهذا هو الظاهر حیث کان الواقف عین ذلک المسجد قنیہ میں ہے سبل مصحفا فی مسجد بعینه للقراءة لیس له بعد ذلک ان یدفعه الی اخر من غیر اهل تلک المحلة للقراءة درمختار میں ہے وبه عرف حکم نقل کتب الاوقاف من محالها للانتفاع بها والفقهاء بذلک مبتلون فان وقفها علی مستحقی وقفه لم یجز نقلها وان علی طلبة العلم وجعل مقرها فی خزانته التی فی مکان کذا ففی جواز النقل تردد ردالمحتار میں ہے الذی تحصل من کلامه انه اذا وقف کتبا وعین موضعها فان وقفها علی اهل ذلک الموضع لم یجز نقلها منه لا لهم ولا لغیرهم وظاهره

انہ لایحل لغیرہم الانتفاع بہا وان وقفہا علی طلبۃ العلم فلکل طالب الانتفاع بہا فی محلہا واما نقلہا منہ ففیہ تردد ناشیئ مما قدمہ عن الخلاصۃ من حکایۃ القولین من انہ لو وقف المصحف علی المسجد ای بلا تعیین اہلہ قیل یقرأ فیہ ای یختص باہلہ المترددین الیہ وقیل لایختص بہ ای فیجوز نقلہ الی غیرہ وقد علمت تقویۃ القول الاول بما مر عن القنیۃ۔ واقف کتب اگر کتابیں اسی مسجد میں رکھنا چاہتا اور قبضۂ انجمن سے نکال کر اپنا قبضہ متولیانہ رکھتا تو اس کے جواز کی طرف راہ تھی امام ابویوسف کے نزدیک جائز تھا اشباہ میں فرمایا بہ یفتی اور امام محمد کے نزدیک ناجائز تھا جب تک وقت وقف یہ شرط نہ کرلیتا کہ متولی کے بدلنے کا مجھے اختیار رہے۔ امام صاحب ہدایہ نے تجنیس میں فرمایا الفتوی علی قول محمد اور اسی پر علامہ قاسم نے تصحیح القدوری اور خود صاحب اشباہ نے اپنے رسائل میں جزم فرمایا کہ ناجائز ہے لیکن اگر وہ قبضہ اس لئے چاہتا ہے کہ کتابیں دوسری جگہ منتقل کردے تو اس کی اجازت نہ دیں گے اور اگر رافضی کو متولی کرنے کے لئے یہ حیلہ کرتا ہے۔ تو بالاتفاق ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ رافضی کا متولی کرنا حرام محض ہے کما حققناہ فی الفتوی الاولٰی اس صورت میں اگر واقف خود پہلے سے متولی ہوتا فوراً وہ خود نکال دیا جاتا کہ اس سے وقف کی بدخواہی ثابت ہوئی ہے۔ کما تقدم عن الدر ینزع وجوبا ولو الواقف لو غیر مامون واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از اودے پور میواڑ ہمارانی ہائی اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب ۱۸ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کافر اگر اپنی خوشی سے زمین دیوے کہ اس زمین میں مسجد بنالو یا کوئی سامان دیوے کہ مسجد میں لگالو۔ یا روپیہ دیوے کہ اس کو بھی مسجد میں لگانا تو اس کی یہ چیزیں مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: کافر اگر زمین اپنی ملک رکھ کر مسلمانوں کو اس پر مسجد بنانے کی اجازت دے تو وہ مسجد مسجد ہی نہ ہوگی فان الکافر لیس اہلا لوقف المسجد۔ ہاں اگر کافر کسی مسلمان کو اپنی زمین ہبہ کرکے قبضہ دیدے کہ مسلمان مالک ہوجائے اور وہ مسلمان اپنی طرف سے اسے مسجد کرے تو صحیح ہے سامان اگر کافر نے ایسا دیا کہ بعینہٖ مسجد میں لگایا جائے گا جیسے کڑیاں یا اینٹیں تو جائز نہیں کہ وہ مسجد کے لئے وقف کا اہل نہیں وہ مال اسی کی ملک رہیگا اور مسجد میں ملک غیر کا خلط صحیح نہیں۔ ہاں یہاں بھی اگر مسلمان کو تملیک کردے اور مسلمان اپنی طرف سے لگائے تو حرج نہیں۔ مسجد میں لگانے کو روپیہ اگر اس طور پر دیتا ہے کہ مسجد یا مسلمانوں پر احسان رکھتا ہے یا اس کے سبب مسجد میں اس کی کوئی مداخلت رہے گی تو لینا جائز نہیں اور اگر نیاز مندانہ طور پر پیش کرتا ہے تو حرج نہیں جب کہ اس کے عوض کوئی چیز کافر کی طرف سے خرید کر مسجد میں نہ لگائی جائے بلکہ مسلمان بطور خود خریدیں یا راجوں مزدوروں کی اجرت میں دیں اور اس میں بھی اسلم وہی طریقہ ہے کہ کافر مسلمان کو ہبہ کردے مسلمان اپنی طرف سے لگائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئولہ مولوی رمضان علی بنگالی۔ ۲۰ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) ایک محلہ میں دو مسجدیں اور دونوں مسجد کے متولی ایک ہی آدمی ہیں فی الحال محلہ کے سب آدمی بالاتفاق دونوں مسجد کے اسباب سے ایک مسجد تیار کرنی چاہتے ہیں شرعاً دونوں مسجد کو ایک مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) کسی مسجد میں کڑی چونا اینٹ وغیرہ زائد ہے کوئی کام میں صرف نہیں ہوتا اگر بہ رائے سب مصلی کے اس اسباب کو دوسری مسجد میں بھیجے یا کوئی شخص اپنے کام کے لئے خرید کر کے لیجائے یا محلہ کے آدمی تقسیم کرکے لے جائیں تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: اگر یہ چاہتے ہیں کہ دونوں مسجدوں کو معدوم کرکے تیسری جگہ مسجد بنائیں تو یہ حرام حرام سخت حرام اشد ظلم ہے۔

قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابھا اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام لئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ایسوں کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب۔ اور اگر دونوں مسجدیں متصل ہیں یہ چاہتے ہیں کہ بیچ کی دیوار ہٹا کر دونوں کو ایک کرلیں تو یہ جائز ہے۔ اشباہ و درمختار میں ہے لاھل المحلۃ ان یجعلوا المسجدین واحدا۔

(۲) اہل محلہ یا کوئی اسے اپنے تصرف میں کرلے یہ حرام اسے دوسری مسجد کو دیدیں یہ حرام۔ اسے بیچ کر اس کی قیمت اسی مسجد کی تعمیر و مرمت کے لئے محفوظ رکھیں یہ جائز۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از ریاست گوالیار محلہ حویلی پچواڑہ مسئولہ نور محمد خاں ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کیا کسی مجبوری کی حالت میں بموجب شریعت یہ جائز ہے کہ عمارت مسجد پختہ یا خام دوسری جگہ منتقل کردی جائے اور زمین مسجد پر مکان یا راستہ وغیرہ بنالیا جائے اور اس کے عوض میں دوسری جگہ مناسب زمین لے کر اس پر مسجد بنوادی جائے اور اس کا ملبہ وغیرہ سب اسی میں لگادیا جائے اور خوبصورت بنوادی جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنا اور اس کی زمین پر راستہ یا مکان بنانے سب اشد حرام قطعی ہے اگرچہ اس کے عوض دوسری جگہ سونے کی مسجد بنوادی جائے۔ مجبوری کی تفصیل لکھی جائے کہ اس پر جواب ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بیسلپور ضلع پیلی بھیت مرسلہ مولوی عرفان علی صاحب رضوی سلمہ ۱۱ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندوؤں کو مسجد کے کنوئیں سے پانی بھرنے کی اجازت دینے کا کیا حکم ہے اور کیا شرعًا وہ مسجد کے کوئیں سے پانی بھر سکتے ہیں۔ یہاں خلافت کمیٹی والوں نے ہندو مسلم اتحاد کی بنا پر کچہری کلکٹری کی مسجد کے کنوئیں سے ہندوؤں کو پانی بھرنے کی اجازت دی ہے کنواں مسجد میں ہے تین طرف عین مسجد یعنی فرش مسجد ہے اور ایک جانب فصیل اور وضو کے پانی کی نالی ہے۔ خلافت کمیٹی والے کہتے ہیں کہ فنا مسجد یعنی نالی اور فصیل کی جانب سے داخل ہو کر ہندو پانی بھرسکتے ہیں اگرچہ آنکھوں سے دیکھا گیا کہ اہل ہنود برابر عین مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور پانی بھرتے ہیں کیا مسلمانان شہر پر فرض ہے کہ حتی الامکان مسجد کو اہل ہنود کی دسترس سے بچائیں۔

الجواب: بلاشبہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ مسجد کو مشرکین کی بے حرمتی سے محفوظ کریں اور خلافت کمیٹی کی ہندو پرستی پر لحاظ نہ کریں۔ ان لوگوں نے مسجد میں جا کر پانی بھرنا درکنار بارہا مساجد میں ہندوؤں کو لے جا کر مسلمانوں کا واعظ بنایا ہے فصیل مسجد بھی حکم مسجد میں ہے فتاوٰی عالمگیری میں ہے الفناء تبع المسجد فیکون حکمہ حکم المسجد کذا فی محیط السرخسی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از محمد پور وڈہرہ والا تحصیل احمد پور ڈاکخانہ خاص مسئولہ مولوی غلام فرید ۱۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ (۱) ایک مسجد کہنہ مسقف جس کے صحن شمال و شرق میں میدان پڑا ہے جس کے جوانب محدود دیواریں کچی پختہ ہیں گنبد ہائے مسجد گرگئے ہیں اور دیوار جنوبی بھی گرگئی ہے جس کی خشتہائے پختہ بہت عرصہ سے خراب ہو رہی ہیں کیا بموجب شرع شریف یا خشتہا کسی دوسری مسجد پر یا ان کو بیچ کر اسی مسجد کہنہ کی تعمیر پر رقم صرف کرنا جائز ہے ورنہ مسجد بھی یوں ہی منہدم رہیگی اور خشتہا بھی ضائع ہوجائیں گی۔

(۲) سامان مسجد شریف مثل خشتہائے پختہ کہنہ و کڑی ہائے کہنہ وغیرہ آوارہ پڑی ہیں اور مسجد شریف بھی اس سامان سے مستغنی ہے تو کیا وہ سامان

مسجد کا دوسری مسجد پر لگایا جائے یا نہیں اگر لگایا جائے تو کسی کی اجازت سے قیمت لی جائے یا بغیراتی بینوا توجروا۔

الجواب: (۱) ان اینٹوں کا دوسری مسجد میں دینا حرام ہے اسی مسجد کی تعمیر میں صرف کی جائیں اور اگر اس مسجد کی تعمیر میں ان کی حاجت نہ ہو مثلاً دیوار شکستہ بن چکی یا اور مضبوط اینٹوں یا پتھروں سے بنانے کا ارادہ ہے تو انھیں متولی یا متدین جماعت محلہ بکمال امانت و دیانت بیچ کر اسی مسجد کی تعمیر ہی میں صرف کریں مسجد کے دوسرے کام میں اس قیمت کا خرچ کرنا حرام ہوگا والتفصیل الکامل فی فتاوٰینا۔

(۲) ان انقاض کا دوسری مسجد میں دیدینا حرام ہے کسی کی اجازت سے نہیں دے سکتے ہاں جب کہ یہ مسجد ان سے مستغنی ہے تو بیع کیے جائیں اور دوسری مسجد کے ہاتھ بیع کرنا اولٰی ہے کہ بدستور معظم رہیں گے وہ قیمت اسی مسجد کی تعمیر میں صرف ہو اور اس وقت تعمیر کی حاجت نہ ہو تو متولی امین متدین کے پاس اسی مسجد کی حاجت تعمیر کے لئے امانت رہے اور کام میں صرف کرنا ہرگز جائز نہیں بیع متولی کرے اور وہ نہ ہو تو امین متدین جماعت محلہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از سررشتہ اسلام کمیٹی آگرہ جامع مسجد مسئولہ عبدالرشید سررشتہ دار کمیٹی ۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ نمازیان مسجد کی رائے ہے کہ صحن مسجد کی توسیع کے لئے دکانات متعلقہ مسجد کی چھت پر ایک کمرہ تعمیر کیا جائے تاکہ اوپر کی چھت پر مسجد کا صحن ہوجائے اور نیچے اس کے ایک کمرہ ہوجائے مسجد بہت اونچی ہے جب دکانوں پر کمرہ بنے گا تو کمرہ کی چھت صحن مسجد سے برابر ملے گی۔ اس طرح توسیع صحن کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں اور مسجد جب بھر جائے تو اس کمرے کی چھت پر پڑھنے والوں کو بھی مسجد ہی کا ثواب ملے گا۔ اگرچہ وہ کمرہ صرف وقف علی المسجد رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از دوکوہہ ڈاکخانہ چھاؤنی جالندھری مسئولہ سید حاجی منور شاہ ۲۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں ایک مسجد تقریباً پچاس برس سے موجود ہے جس کو اس گاؤں کے اہل سنت نے مل کر تعمیر کیا تھا جب سے اب تک ہر نماز اس میں ادا کرتے ہیں چند سال سے اس گاؤں میں چند لوگ رافضی ہوجانے کے سبب اہل سنت سے ہمیشہ چھیڑ چھاڑ رکھتے ہیں کچھ عرصہ سے ان لوگوں نے اس بنا پر کہ اس مسجد کی تعمیر میں ہمارے آباواجداد بھی شامل تھے اس لئے ہمیں بھی اذان و نماز کا حق حاصل ہے قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد پر قبضہ کرلینا چاہتے ہیں اور سنیوں کو بے تعلق کرنا منظور ہے جھگڑے فساد کا یقین کامل ہے۔ استفتاء یہ ہے کہ مسجد مذکور میں اہل سنت و روافض اذان و نماز ادا کرسکتے ہیں یا نہیں اور روافض کے سنی آباواجداد کے تعمیر مسجد میں شریک ہونے سے انھیں مسجد پر دخل و تصرف کا حق حاصل ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: روافض زمانہ علی العموم کفار مرتدین ہیں۔ کما حققناہ فی رد الرفضۃ بما لامزید علیہ فتاوٰی خلاصہ و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے۔ الرافضی اذا کان یسب الشیخین اویلعنھما العیاذ باللہ فھو کافر ان کا مسجد میں کوئی حق نہیں۔ قال اللہ تعالٰی ان اولیاؤہ الا المتقون نہ ان کی اذان، اذان نہ ان کی نماز، نماز قال اللہ تعالٰی وقدمنا الٰی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھباءً منثورا اور ان کے باپ دادا جب کہ اہل سنت تھے اور انھوں نے مذہب رفض اختیار کیا تو نہ وہ ان کے باپ رہے نہ یہ ان کی اولاد، نہ ان کے ذریعہ سے انھیں کوئی دعوٰی پہنچتا ہے

قال اللہ تعالٰی انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صٰلح واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

۱۲ محرم الحرام ۱۳۴۲ھ

عبدالکریم خاں نے جو وارث چھوڑے وہ حسب تفصیل ذیل ہیں: عبدالشکور خاں وعبدالحکیم وعبدالنبی خاں وکالے خاں پسران وسماۃ منڈھو زوجہ اپنے کو چھوڑا۔ ایک منزل مکان عبدالکریم خاں نے اپنے زوجہ کو بعوض دین مہر کے دیا اور اس کا بیعنامہ سماۃ منڈھو کے نام تحریر کر دیا۔ سماۃ منڈھو نے اس مکان کو بدست فدا حسین خاں ولد کالے خاں کے بیع کر دیا جس کا لادعوٰی سماۃ مشہدی سے لکھوایا گیا۔ سماۃ منڈھو نے جو وارث چھوڑے حسب تفصیل ذیل ہیں: عبدالشکور خاں وعبدالحکیم خاں وعبدالنبی خاں وکالے خاں پسران۔ عبدالنبی خاں فوت ہوئے اس کے وارث حسب تفصیل ذیل ہیں: عبدالغنی خاں وعلی محمد خاں وولی محمد خاں پسران عبدالنبی خاں وسماۃ کنا وسماۃ اولیا بیگم زوجہ عبدالنبی خاں اور دختران عمراؤ واقبال کو چھوڑا۔ عبدالحکیم خاں فوت ہوئے اس کے وارث حسب تفصیل ذیل ہیں: حاجی عبدالرحمٰن وعبدالرحیم خاں ننھے خاں پسران عبدالحکیم خاں ولاینی بیگم وچھوٹی بیگم دختران عبدالحکیم خاں وزوجہ نامعلوم کو چھوڑا۔ کالے خاں فوت ہوئے۔ ان کے وارث حسب تفصیل ذیل ہیں۔ فدا حسین خاں پسر کالے خاں کو اپنا وارث چھوڑا۔ فدا حسین خاں فوت ہوئے ان کے وارث حسب تفصیل ذیل ہیں۔ زوجہ اولٰی کا انتقال فدا حسین خاں کے سامنے ہوگیا تھا۔ یہ نہیں معلوم کہ دین مہر ادا ہوا یا معاف ہوا اور زوجہ اولٰی کے فوت ہونے کے بعد زوجہ ثانی کے ساتھ عقد ہوا جس کا نام مشہدی بیگم ہے۔ سماۃ مشہدی بیگم نے مہر معاف نہیں کیا ہے۔ زوجہ مشہدی بیگم لاولد اور زوجہ اولٰی بھی لاولد اور ایک چچا حقیقی عبدالشکور خاں وعبدالمجید خاں وعبدالوحید خاں وعبدالعزیز خاں پسران عبدالشکور خاں اور چچا زاد بھائی حاجی عبدالرحمٰن خاں وعبدالرحیم خاں وننھے خاں پسران پسران عبدالحکیم خاں مرحوم اور چچا زاد بھائی عبدالغنی خاں وعلی محمد خاں، وولی محمد خاں پسران عبدالنبی خاں مرحوم یہ وارث چھوڑے۔ یہ جائداد جس قدر وقف ہوئی علاوہ مکان سماۃ منڈھو کے یہ کالے خاں کی پیدا کی ہوئی تھی اور مکان جس کا بیعنامہ سماۃ منڈھو نے بنام فدا حسین خاں کا پیدا کردہ ہے جس سے سماۃ مشہدی بیگم سے لادعوٰی لکھوا دیا گیا ہے۔ اقرار نامہ پیش کرتا ہوں۔

منکہ سماۃ مشہدی بیگم زوجہ فدا حسین خاں مرحوم وعبدالشکور خاں ولد عبدالکریم خاں مرحوم وحاجی عبدالرحمٰن خاں وننھے خاں وعبدالرحیم خاں پسران عبدالحکیم خاں ساکن بریلی محلہ بہاری پور کے ہیں۔ جو کہ جائداد مفصلہ ذیل مالیتی دو ہزار روپے حاجی کالے خاں مرحوم مورث اعلٰی ہمارے واقع محلہ بہاری پور بریلی کے ہیں اس کا تصفیہ باہمی رضامندی ہم سب ورثائے کالے خاں کے یہ قرار پایا کہ جائداد مذکور الصدر تا حیات سماۃ مشہدی بیگم زوجہ فدا حسین خاں کے قبضہ اور تصرف میں رہے گی اور اس کی آمدنی وہ تصرفات اپنے کرتی رہے اور علاوہ آمدنی کرایہ جائداد موقوفہ کے ایک روپیہ ماہواری تاحیات اپنی عبدالشکور خاں وایک روپیہ ماہواری تاحیات سماۃ حاجی عبدالرحمٰن دیا کریں اگر سماۃ مشہدی بیگم دوسرا نکاح کریں یا عفت وعصمت سے گزربسر نہ کریں تو اس کو حق قبضہ اور آمدنی کرایہ جائداد مذکور اور وصول از ماہوار مقررہ عبدالشکور خاں وحاجی عبدالرحمٰن خاں باقی نہیں رہے گا اور بحالت عقد ثانی اور فوت سماۃ کے یہ جائداد واسطے مصارف مسجد بی جی صاحبہ واقع بریلی محلہ بہاری پور وقف متصور ہوگی۔ سماۃ خواہ دیگر ورثا کو حق وصول زر کرایہ دکانات ومکانات کا حاصل نہ ہوگا۔ جو شخص متولی مسجد ہے یا آئندہ کو

ہوگا۔ وہی متولی جائداد مذکور کا ہوگا ہم مقران یا کسی متولی کو منصب انتقال جائداد بذریعہ بیع و رہن وغیرہ کے نہ ہوگا مرمت شکست ریخت دکانات ومکانات کے مسماۃ اپنے پاس سے کرتی رہے گی اگر خدانخواستہ کوئی دکان ومکان بالکل منہدم ہوجائے تو اس کی تعمیر مسجد بی بی جی صاحبہ اپنے سرمایہ سے بذریعہ متولی مسجد کے کرے گی مکان خام موروثی مسکونہ عبدالشکور خاں وعبدالرحیم خاں ونھنّے خاں وغیرہ میں مسماۃ مذکور کو کچھ تعلق اور دعوٰی نہ ہوگا لہٰذا ان سب مراتب پر اقرار لاکر یہ اقرار نامہ لکھ دیا کہ سند ہو۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فدا حسین خاں ولد کالے خاں نے زوجہ مشہدی بیگم اور چچا عبدالشکور خاں چھوڑ کر انتقال کیا عبدالحکیم خاں فدا حسین خاں کے دوسرے چچا تھے جو فدا حسین خاں سے پہلے گزر گئے جائداد کہ فدا حسین خاں کی پیدا کردہ ہے اور مکان کہ فدا حسین خاں نے اپنی دادی مسماۃ سے خریدا جو اسے اس کے شوہر نے دین مہر میں دیا تھا ان متروکات فدا حسین خاں کے نسبت ایک اقرار نامہ مشہدی بیگم و عبدالشکور خاں اور پسران عبدالحکیم خاں حاجی عبدالرحمن خاں وعبدالرحیم خاں و نھنّے خاں نے اس مضمون کا لکھا کہ جو کہ جائداد مفصلہ ذیل حاجی کالے خاں مرحوم ہمارے مورث عالی کی ہے اس کا تصفیہ برضامندی ہم سب ورثائے کالے خاں کے یہ قرار پایا کہ جائداد مذکور الصدر تاحیات مشہدی بیگم کے قبضہ وتصرف میں رہے گی اس کی آمدنی سے وہ اپنے تصرفات کرتی رہے اور علاوہ آمدنی کرایہ جائداد موقوفہ کے ایک روپیہ ماہوار تاحیات اپنے عبدالشکور خاں اور ایک روپیہ ماہوار تاحیات مسماۃ حاجی عبدالرحمٰن خاں دیا کریں اگر مشہدی بیگم دوسرا نکاح کریں یا عفت و عصمت سے گزر نہ کریں تو ان کو قبضہ اور آمدنی کرایہ جائداد مذکور اور وصول ماہوار مقررہ نہ رہے گا اور بحالت عقد ثانی اور فوت مسماۃ کے یہ جائداد واسطے مصارف مسجد بی بی جی صاحبہ کے وقف متصور ہوگی مسماۃ خواہ دیگر ورثا کو حق وصول زر کرایہ دکانات کا حاصل نہ ہوگا مرمت شکست ریخت مکانات ودکانات کی مسماۃ اپنے پاس سے کرتی رہے گی اگر کوئی دکان مکان بالکل منہدم ہوجائے اس کی تعمیر مسجد اپنے سرمایا سے کرے گی مکان خام موروثی مسکونہ عبدالشکور خاں وعبدالرحیم خاں وغیرہ میں مسماۃ کو کچھ دعوٰی نہ ہوگا فقط۔

اس صورت میں یہ دکان ومکان وقف ہوگئے یا نہیں۔ مشہدی بیگم کس چیز کی مستحق ہے اگر وہ نکاح ثانی کرے تو اس کا کیا اثر ہے مکان خریدکردہ فدا حسین خاں جس سے لادعوٰی لکھایا گیا ہے وہ صحیح ہوا یا نہیں مشہدی بیگم ماہوار مذکور عبدالشکور خاں وحاجی عبدالرحمٰن خاں سے پانے کی مستحق ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب: عبارت اقرار نامہ عجب مختل ہے صورت واقعہ اگر وہ ہے کہ سوال میں مذکور ہوئی تو وہ جائداد حاجی کالے خاں کی ہے۔ نہ عبدالشکور خاں و پسران عبدالحکیم خاں حاجی کالے خاں کے وارث ہیں اس کا وارث تنہا فدا حسین خاں تھا اور جائداد اس کی بھی نہیں فدا حسین خاں کی ذاتی یا خریدکردہ ہے بہرحال اس کا مالک صرف فدا حسین خاں تھا جس کے وارث فقط مشہدی بیگم زوجہ اور عبدالشکور خاں چچا ہیں۔ مگر ان کا اس اقرار میں شریک ہونا قضاءً ان پر حجت ہوگا اور جائداد متروکہ کالے خاں قرار پائے گی لیکن اس سے بھی پسران عبدالحکیم خاں کو اس سے تعلق ثابت نہ ہوگا کہ کالے خاں کا بیٹا فدا حسین خاں موجود تھا اس کے ہوتے بھتیجوں کا وارث ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا پھر جائداد کی نسبت ابتدا میں بطور اشارۃ النص لفظ موقوفہ واقع ہوا مذہب مفتی بہ میں اگرچہ صرف اسی قدر سے وقف ہوجاتا ہے۔ درمختار میں ہے اکتفی ابویوسف بلفظ موقوفۃ فقط قال الشھید ونحن نفتی بہ للعرف مگر آگے عبارۃ النص یہ ہے کہ اگر مشہدی بیگم دوسرا نکاح کریں یا عفت سے گزر نہ

کریں تو یہ جائداد وقف منصور ہوگی یہ صراحۃً وقف کی تعلیق ہے اور دستاویز واحد کا اول وآخر کلام واحد ہے کما نص علیہ فی الخیریۃ تو وہ لفظ موقوفہ کا اطلاق اس شرط سے مقید ہوا اور وقف کا کسی شرط پر تعلق کرنا اسے باطل کر دیتا ہے درمختار میں ہے شرطہ ان یکون منجزا لا معلقا الا بکائن ردالمحتار میں ہے اذا جاء غد او اذا کلمت فلانا او اذا تزوجت فلانۃ فارضی ھذہ صدقۃ موقوفۃ او ان شئت او احببت یکون الوقف باطلا لان الوقف لایحتمل التعلیق بالخطر لانہ من الوقف من اواخر البیوع لیکن آگے یہ عبارت ہے کہ مرمت سماۃ اپنے پاس سے کرتی رہے گی منہدم کی تعمیر مسجد کرے گی یہ اس صورت سے متعلق نہیں کہ شہدی بیگم نکاح کرے یا مر جائے موت کے بعد مرمت ناممکن اور بعد نکاح اسے جائداد سے بالکل بے تعلق ٹھہرایا گیا ہے اس کے ذمہ مرمت رکھنے کے کیا معنی تو یہ ضرور اس کی حیات قبل نکاح کا ذکر ہے اور اس وقت کے لئے کہا کہ منہدم کی تعمیر مسجد اپنے سرمایہ سے کریگی اگر مسجد پر وقف نہیں تو تعمیر منہدم ذمہ مسجد ہونے کے کیا معنی تو بعد تنقیح تام اس مختل عبارت کا محصل یہ نکلا کہ مقرین نے یہ تمام جائداد فی الحال وقف کی اور مصارف میں یہ شرط لگائی کہ تاحیات شہدی بیگم کے تصرف میں رہیں بشرطیکہ وہ بعفت بسر کرے اور دوسرا نکاح نہ کرے اس وقت تک آمدنی اس کے لئے ہے اور شکست ریخت کی مرمت اس کے ذمہ ہے منہدم کی تعمیر مسجد خود کرے تو اگرچہ جائداد فی الحال وقف ہے مگر آمدنی سے حق شہدی بیگم شرط مذکور متعلق ہے اگر یہ شرط مفقود ہو یعنی شہدی بیگم نکاح کرلے یا عفت سے بسر نہ کرے تو اس وقت یہ جائداد ذات ومنافع دونوں کے لحاظ سے خالص مسجد پر وقف منصور ہوگی یعنی آمدنی سے بھی شہدی بیگم کو کوئی تعلق نہ رہے گا یہ اس اقرار نامہ کا محصل منقح ہے وتصحیح الکلام اولی من اھمالہ مھما امکن کما نصوا علیہ فی الاشباہ وغیرھا لہٰذا جائداد مذکور تمام وکمال مسجد بی بی جی صاحبہ پر وقف صحیح تام نافذ ہوگی شہدی بیگم تاحیات وپابندی شرط مذکور صرف آمدنی کی مستحق ہے اور شرط مذکور کی پابندی نہ کرے تو آمدنی بھی خالص صرف مسجد کی ہوگی شہدی بیگم تو اس سے تعلق نہ رہے گا ماہوار کہ عبدالشکور خاں وحاجی عبدالرحمٰن خاں نے مقرر کیا وہ ایک وعدہ ہے جس کا نباہنا ان کو مناسب ہے مگر شہدی بیگم انہیں مجبور نہیں کرسکتی اگرچہ وہ شرط مذکور کی پابند بھی رہے مکان سے لادعوی صحیح نہیں لان الابراء عن الاعیان باطلۃ اگر وہ داخل وقف نہ تھا تو حسب شرائط فرائض بعد ادائے مہر وغیرہ اس کا چہارم شہدی بیگم کا اور تین حصے عبدالشکور خاں کے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ہدایت یار خاں از شاہ پور جہلم رسالہ چھاؤنی ۵۵ ڈاکخانہ چک ۲۸ رسالہ براہ ملک پنجاب ۹ جمادی الثانی ۱۳۲۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یا فتاح بخدمت فضیلت پناہ عالی درگاہ جناب فیض مآب پیر صاحب۔ دام اللہ تعالٰی فیضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیکم واضح رائے عالی ہو کہ ایک مسجد شریف ایک آبادی میں تھا۔ اب وہ لوگ وہاں سے چلے گئے اور وہ مسجد جنگل میں رہ گئی اس مسجد قدیم کا اسباب اٹھا کر دوسری مسجد جو بنائی جائے درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ خداوند تعالٰی سایہ رحمت تادیر بر سر ما غریباں قائم رکھے آمین ثم آمین۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ۔ اگر اس مسجد کے آباد رکھنے حفاظت کرنے کا کوئی طریقہ نہ ہو اور یوں جنگل میں چھوڑ دی جائے گی تو چور اور متغلب لوگ اس کا مال لے جاویں گے تو جائز ہے کہ اس کا اسباب وہاں سے اٹھا کر دوسری آباد جگہ مسجد بنائیں اور یہ کام ہوشیار اور دیانتدار مسلمانوں کی نگرانی میں ہو۔ وھو تعالٰی اعلم۔ فقط۔

مسئلہ ۱۳ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ جب میت کو ... کرنے کے لیجاؤ اور دفن کردو تو

اجازت متولی قبرستان کی واسطے دفن کرنے میت کے لینا ضرور ہے اور عمرو کہتا ہے کہ قبرستان اور مسجد وقف ہیں وہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتے ہیں اجازت لینے کی کچھ ضرورت نہیں اگر قبرستان میں اجازت کی ضرورت ہوگی تو مسجد میں بھی بلا اجازت نماز پڑھنا درست نہ ہوگا متولی صرف مسجد کے جھاڑو وغیرہ دینے کو ہوتا ہے ایسے ہی تکیہ میں واسطے صفائی کے ہوتا ہے جس کو تکیہ دار کے نام سے پکارتے ہیں تکیہ اور مسجد عام مسلمانوں پر وقف ہے جس کا دل چاہے جس مسجد میں نماز پڑھے اور جس قبرستان میں چاہے اپنا مردہ دفن کرے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: زید غلط کہتا ہے اس کا قول شرع شریف پر محض افترا ہے مقبرہ عام مسلمانوں کے لئے وقف ہوتا ہے۔ ہر مسلمان کو اس میں دفن کا حق پہنچتا ہے مقبرہ کا متولی کوئی چیز نہیں نہ اس کی اجازت کی حاجت نہ ممانعت کی پرواہ ہے عالمگیری میں ہے لافرق فی الانتفاع فی مثل ھذہ الاشیاء بین الغنی والفقیر حتی جاز لکل النزول فی الخان والرباط والشرب من السقایۃ والدفن فی المقبرۃ کذا فی التبیین اسی میں ہے لوبنی مسجدا لاھل محلۃ وقال جعلت ھذا المسجد لاھل ھذہ المحلۃ خاصۃ کان لغیر اھل تلک المحلۃ ان یصلی فیہ ھکذا فی الذخیرۃ بلکہ مقبرہ کا عموم مسجد کے عموم سے بھی بہت زیادہ ہے بہت لوگ ہیں جنھیں مسجد سے روکنے کا حکم ہے مثلاً جذامی اور ابرص جس کا برص شائع ہو یا جس کے منہ یا بدن یا لباس میں بدبو ہو یا بدزبان یا جس کے آنے سے فتنہ اٹھے جیسے غیر مقلد وہابی یا رافضی وغیرہم درمختار میں ہے اکل نحو ثوم یمنع منہ (ای من المسجد) کذا کل مؤذ ولو بلسانہ ردالمحتار میں ہے قال الامام العینی فی شرحہ علی صحیح البخاری یلحق بالحدیث کل ما لہ رائحۃ کریھۃ ماکولا اوغیرہ وکذلک الحق بعضھم من بفیہ بخر اوبہ جرح لہ رائحۃ وکذلک القصاب والسماک والمجذوم والابرص اولی بالالحاق وقال سحنون لاارٰی الجمعۃ علیھما واحتج بالحدیث والحق بالحدیث کل من اذی الناس بلسانہ وبہ افتی ابن عمر وھو اصل فی نفی کل من یتأذی بہ اھ باختصار مگر مقبرۂ اہلسنت میں کسی سنی مسلمان کو ممانعت نہیں ہوسکتی لعدم الوجہ وحصول الاذن من جہۃ الشرع واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بانٹوہ ملک کاٹھیاوار مرسلہ مولوی محمد عبدالمطلب ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۰ھ

چہ میفرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ ایک مرد نے مقبرہ بنایا یعنی گنبد پختہ سطح دار اور اس میں صندوقیں تیار کرائیں اور ایک مسجد نیز اس مقبرہ کے اندر بنائی اور اب وہ چاہتا ہے کہ اس مقبرہ مذکور کو مسجد کے سطح کے ساتھ ملاکر برائے بانگ ونماز وقف کردیا جائے اب ایسے مقبرہ کی سطح پر نماز پڑھنا درست ہے کہ جس میں حالاً دو تین میت مدفون کی گئی ہیں اور آئندہ نیز ہوں گی اور اس کی سطح کو مسجد سے ملانا اور وقف کرنا برائے بانگ نماز شرعاً درست ہے یا نہ۔ بحوالہ کتب معتبرہ جواب سے مشکور وممنون فرمادیں۔

الجواب: اگر زمین مقبرہ اس کی ملک ہے اور اب تک اس نے وقف نہ کی اگرچہ بعض اموات اس میں دفن ہوگئی تو اگر صرف اس کی چھت کو وقف کرے گا اور زمین بدستور اپنی ملک رکھے گا تو وہ چھت وقف نہ ہوگی لکونہ وقف منقول قصدا من دون تبعیۃ اور اگر زمین کو بھی مسجد کے لئے وقف کردیگا تو چھت کا وقف بھی صحیح ہوجائیگا اور اگر زمین [illegible]
※ تو عمارت مقبرہ قبل از وقف بنائی ہے یا بعد اگر قبل از وقف بنائی ہے تو کچھ حرج نہیں چھت کو اذان ونماز کے لئے وقف کردے ہوجائے گی لحصول التابید بوقفیۃ الاخری وان کانت موقوفۃ علی جھۃ اخری علی ماھو الاصح ووقف البناء علی المقابر لایصح کما فی الخانیۃ والھندیۃ وغیرھما فھو علی ملکہ ولہ فعلی ما یشاء اور اگر بعد وقف بنائی ہے تو یہ عمارت خود ہی ناجائز ہے کہ مقابر موقوفہ میں عمارت بنانے کی اجازت نہیں تو اس پر اذان وغیرہ کے لئے بھی چھت بنانا بھی نہیں ہوسکتا۔ لانہ یستحق الازالۃ لا الادامۃ اسی طرح وہ زمین مقبرہ اس کی ملک نہ تھی بلکہ وہ قبرستان وقفی تھا جس میں اس نے عمارت بنائی جب بھی حکم عدم جواز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ سید مظفر علی صاحب مدرس مدرسہ کریمیہ خانقاہ سلون ضلع رائے بریلی ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و واقفان شرع متین اس مسئلہ میں قبرستان کہ جس میں بہت سی قبریں مومنین و مومنات سلون سقف کرکے کہ سب قبریں چھت کے نیچے رہیں اس چھت پر چلے پھرے اور بیٹھے اٹھے اور دوسرے حوائج انسانی ادا کرے تو عندالشرع جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا۔

الجواب: اگر وہ قبرستان وقف ہے جیسے کہ عام مقابر ہوتے ہیں تو زمین وقف میں اس کے خلاف تصرف کی اجازت نہیں ہوسکتی فی الھندیۃ عن ھمایۃ لایجوز تغییر الوقف اور اگر ملک غیر ہے تو اس میں بے اجازت مالک تصرف ناجائز ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم لیس لعرق ظالم حق اور اگر اس کی اپنی ملک ہے تو اس طرح سقف کرنا کہ دیوار یا پایہ عین کسی قبر پر نصب ہو جائز نہیں کہ اس میں میت کی ایذا ہے کما نطقت بہ احادیث اوردناھا فی الامر باحترام المقابر اور مسلمان کی ایذا حیا ہو یا میتا ہر طرح حرام ہے قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انزل من ھذا القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک وفی حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اذی المؤمن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ مگر اس صورت میں کہ قبور بے اجازت کے غصباً بنی ہوں تو اسے اختیار ہے کہ زمین خالی کرے یا صبر کرے یہاں تک کہ میت بالکل خاک ہو جائے اور اس کے لیے بہت زمانہ دراز درکار ہے اس وقت ان قبور پر عمارت بنا سکتا ہے کما فی الدر جاز زرعہ والبناء علیہ وقد حققناہ فی اھلاک الوھابیین علی توھین قبور المسلمین اور اگر زمین اس کی ملک ہے اور قبور کے باہر باہر دیواریں یا ستون قائم کرکے سقف کرتا ہے تو جائز ہے اور اس چھت پر چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا وغیرہا افعال کی بھی اجازت ہے کہ یہ سقف مکان ہے سقف قبر نہیں کما نصوا بجواز الصعود علی سطح بیت فیہ مصحف کما فی الدر وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از جاود ضلع نیمچ مرسلہ عبدالمجید خلف الرشید حافظ عبدالکریم صاحب مرحوم پیش امام مسجد چھیپان ۵ رجب ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ مسلمانان قصبہ جاود میں سکونت پذیر ہوئے اس وقت فرمانروائی قصبہ مذکور میں راناصاحب والی ریاست اودے پور تھی مسلمانوں کے قبرستان کے واسطے دو سو بیگہہ اراضی نسلاً بعد نسل از روئے سند کے مرحمت کی بعد حصول سند پختہ کے جملہ اقوام اہل اسلام نے بطور ملکیت کے اپنا قبضہ پاکر قبرستان تجویز کیا ہے اور مردے اپنے اس میں دفن کرتے رہے اور اسی سند کی رو سے اس وقت موتی دفن ہوتے ہیں اور بامید ثواب اس قبرستان میں درخت ثمری وغیر ثمری لگائے جاتے ہیں اور بارش میں گھاس اگتا ہے بعد خشک ہونے گھاس کے اور بیکار ہونے لکڑی قبرستان کے محافظ قبرستان یعنی فقیر کو بتلادی گئی اور جملہ اہل اسلام کی اجازت سے یہ صدقہ قدیم سے لے رہا ہے بعد حکومت راناصاحب کے گورنمنٹ دورقائم ہوا بعد ازاں سیندھیا صاحب بہادر کا تسلط ہوگیا لیکن موافق عطائے سند قبرستان میں عمل درآمد مسلمانوں کا چلا آتا ہے اور اسی طریق سے تمام ممالک ہند میں مسلمان قبرستان کی اراضی پر ملکیت کے زمرہ میں اپنا قبضہ حاصل کیے ہوئے ہیں کسی غیر مذہب کو اس میں دخل نہیں ہے قصبہ جاود کے زمیندران ہنود نے چند عرصہ کے بعد اپنی حقیقت دملکیت زمینداری قبرستان مسلموں میں اراضی بشمول موضع قرار دے کر لکڑی و گھاس قبرستان سے حاصل کرنے کے واسطے دعویدار ہوئے بعہد راناصاحب یہ زمینداری قائم نہ تھی اس عہد کے بعد ٹھیکہ ہوا ہے لیکن کبھی قبرستان کی لکڑی وگھاس غیر مذہب کو نہیں دیا گیا اور نہ غیر مذہب اس کا مستحق ہے کیونکہ یہ شئی بطور صدقہ کے ہے اب زمینداروں کا یہ دعوٰی ہے کہ مسلمان اپنے مردے قبرستان میں دفن کرتے رہیں لکڑی وگھاس قبرستان سے ہم زمیندار لیں گے اور مویشیاں چرائیں گے اسی صورت غیر مذہب کی مداخلت سے بے حرمتی قبرستان اور مویشیوں کے چرنے سے منہدم ہونا قبروں کا ظاہر ہے شرعاً اس بات میں کیا حکم ہے اور ہنود کا قبرستان کی

لکڑی و گھاس پر حقیقت جدید قائم کرکے لیناکیسا ہے بغرضِ رفع فساد یا ناواقفیت مسئلہ ما بین تنازعہ کے فریقین نے اس امر کا اقرار نامہ لکھا کہ افتادہ زمین میں بلحاظ راستہ قبرستان کے کاشتکاری نہ کی جاوے گی صرف اس اراضی میں مسلمان اپنے مردے دفن کرتے رہیں اور زمیندار اپنی مویشی چراتے رہیں اب وہ اراضی بھی افتادہ نہ رہی مردے دفن ہوگئے قبریں تعمیر ہوگئیں اس ہیئت پر مویشی چرائیں جائیں تو تمام قبریں منہدم ہوجائیں گی اقرار نامہ قابل فسخ کے ہے یا اسی پر عملدرآمد ہوگا۔

الجواب: جب وہ زمین مسلمانوں کو نسلاً بعد نسل ہمیشہ کے لئے دے دی گئی اور مسلمانوں نے اس پر بطور مالک قبضہ کرکے اسے قبرستان کر دیا اور مردہ دفن ہوا وہ زمین ہمیشہ ہمیشہ قبرستان مسلمین کے لئے وقف ہوگئی کسی زمیندار کا اس پر کوئی حق و دعوٰی نہ رہا ہندو ہو یا مسلمان۔ زمیندار اگر مسلمان ہو تو عام مسلمانوں کی طرح اتنا حق اسے بھی ہوگا کہ اپنے مردے دفن کرے اس سے زیادہ اسے اپنی حقیقت و ملکیت وہ بھی نہ ٹھہرا سکتے۔ تمام جہان جانتا ہے کہ وقف کسی کی ملک نہیں ہوتا خالص ملک الٰہی جل جلالہ ہوتا ہے الوقف لا یملک عام و خاص نزد حکم ہے جسے بچے بھی جانتے ہیں۔ درمختار میں ہے عندھما

هو حبس العين على حكم ملك الله تعالٰى وصرف منفعتها على من احب ولو غنيا فيلزم فلا يجوز له ابطاله ولا يورث عنه وعليه الفتوى ابن الكمال وابن الشحنة۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے في العيون واليتيمة ان الفتوى على قولهما كذا في شرح الشيخ ابي المكارم للنقاية۔ فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے عندهما الوقف لازم بغير هذه التكلفات والناس لم يأخذوا بقول ابي حنيفة رضي الله عنه في هذا للآثار المشهورة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم والصحابة وتعامل الناس باتخاذ الرباطات والخانات اولها وقف الخليل صلوات الله وسلامه عليه

اور جب اس زمین میں زمینداروں کا اصلاً کوئی حق نہیں تو اس کی لکڑی اور گھاس پر ان کو کیا دعوٰی پہنچ سکتا ہے زمین خالص خدا کی ملک ہے اور گھاس بھی اور لکڑی کے مالک پیڑوں کے بونے والے ہیں جو انھوں نے فقیر پر تصدق کر دیئے بہرحال زمینداروں کا ان میں کچھ دعوٰی نہیں فتاوٰی قاضیخان میں ہے مقبرة فيها اشجار ان علم غارسها كانت للغارس اھ مختصرًا قبرستان میں جو گھاس اگتی ہے جب تک سبز ہے اسے کاٹنے کی اجازت نہیں۔ جب سوکھ جائے تو کاٹ کر جانوروں کے لئے بھیج سکتے ہیں مگر جانوروں کا قبرستان میں چرانا کسی طرح جائز نہیں مطلقاً حرام ہے قبروں کی بے ادبی ہے مذہب اسلام کی توہین ہے کھلی مذہبی دست اندازی ہے ردالمحتار میں بحرالرائق اور دررالحکام اور غنیہ اور امداد الفتاح اور فتاوٰی قاضیخاں سے ہے۔

يكره قطع النبات الرطب من المقبرة دون اليابس فتاوٰی عالمگیری میں ہے لو كان فيها حشيش يحش ويرسل الى الدواب ولا ترسل الدواب فيها كذا في البحر الرائق

زمینداروں سے معاہدہ افتادہ زمین کی بابت ہوا تھا جب وہاں قبریں ہوگئیں زمین افتادہ کب رہی اور اگر کوئی غلط و باطل و خلاف شرع حق متعلق اموات مسلمین کا معاہدہ کسی نے اپنی جہالت سے خواہ دیدہ و دانستہ کر لیا تو وہ معاہدہ مردود ہے اس پر عملدرآمد ہرگز نہ ہوگا نہ اس کے فسخ کی ضرورت ہے فسخ تو جب کیا جائے کہ وہ معاہدہ سمجھا بھی جائے وہ معاہدہ ہی نہیں ایک بیہودہ و بے معنی تحریر ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما بال اناس يشترطون شروطا ليست في كتاب الله من اشترط شرطا ليس في كتاب الله فليس له (وفي رواية فهو باطل) وان شرط مائة مرة شرط الله احق واوثق رواہ الشیخان عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از قصبہ جائس ضلع رائے بریلی محلہ غوریاں کلاں مرسلہ محمد حسن صاحب ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

اہالیان جائس کا دستور قدیم رہا ہے کہ اپنے مقابر میں مساجد بھی بنا دیا کرتے تھے جس پر مسافران و خود اہالیان قصبہ وقت بے وقت نماز ادا کیا کرتے تھے زمانہ کے دستبرد سے بعض ایسی مسجدیں تو دو خشت بن کر رہ گئیں اور بعض اب بھی موجود ہیں ایسے تودہائے خاک و خشت کو فضیلت مسجد حاصل ہے

یا نہیں اور وہ مسجد کے حکم میں ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو آیا وہاں کی اینٹوں کو فروخت کرکے اپنے صرف میں لانا یا اس قطعہ زمین میں اپنا مسکن بنانا یا مزرعہ کرکے کاشت میں لانا درست ہے یا نہیں اور اگر کسی نے ایسا کیا ہے تو اس کے لئے کیا حکم ہے۔

الجواب: مقبرہ اگر وقف ہے اور مقابر عامہ غالباً وقف ہی ہوتے ہیں تو جو مسجد واقف نے قبل وقف بنائی کہ اتنے حصہ کو مسجد اور باقی کو مقبرہ کیا وہ ابد الآباد تک مسجد ہے اگرچہ ویران ہوجائے ہوا لصحیح و بہ یفتی اس حالت میں تو اس کا آباد کرنا واجب اور اس میں آداب مسجد لازم اور اسے زراعت وغیرہ سے اپنے تصرف میں لانا حرام اور اگر زمین مقبرہ کے لئے وقف ہوچکی تھی اس کے بعد اس کے کسی حصہ کو مسجد کیا اگرچہ خود واقف نے تو وہ مسجد نہیں ہوسکتا نہ آداب مسجد کا مستحق مگر ذاتی تصرف زراعت وغیرہ اس میں بھی حرام کہ وہ مقبرہ کے لئے وقف ہے اور مقبرہ تصرفات سے آزاد اور اگر وہ مقبرہ وقف نہیں جیسے دیہات میں مالکان دیہہ کی اجازت سے لوگ دفن ہوتے ہیں بے اس کے کوئی قطعہ مقابر کے لئے معین کرکے وقف کیا جائے اس میں اگر مالک نے مسجد بنائی یا دوسرے نے اور مالک نے اسے جائز کیا تو وہ مسجد ہوگئی اور اس کا وہی حکم ہے جو پہلے گزرا کہ اس کا ادب لازم اور اس میں تصرف حرام۔ بشرطیکہ وہ زمین خالی میں بنائی گئی ہو نہ قبور پر کہ قبروں کی زمین صالح مسجدیت نہیں اور اگر غیر مالک نے بنائی اور مالک نے جائز نہ کیا تو وہ مسجد نہیں مالک کو اس میں تصرف کا اختیار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر محلہ بہاری پور مسئولہ غلام ربانی صاحب　　۴ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ قبرستان کی آمدنی کا روپیہ مسجد میں صرف کرنا چاہئے یا نہیں اور قبرستان کی مالک مسجد ہوسکتی ہے یا نہیں۔ ہماری شریعت مطہرہ کیا حکم دیتی ہے۔

تفصیل آمدنی:۔ (۱) میت کی چادروں کی قیمت (۲) چادر کے ہمراہ مالک میت نقد دیتا ہے (۳) قبرستان میں جو درخت ہیں ان کی لکڑی کی قیمت۔ تفصیل خرچ:۔ مسجد کے کسی حصہ کی تعمیر میں فرش، لوٹے، روغن، رسی یا رمضان المبارک کے اخراجات میں یہ روپیہ لانا۔

الجواب: نہ مسجد قبرستان کی مالک ہوسکتی ہے نہ قبرستان کسی مال کا مالک ہوتا ہے سائل نے بیان کیا کہ اہل میت اہل محلہ میں کسی کو چادریں اور کچھ نقد دیتے ہیں اور دینے والوں کو معلوم ہے کہ یہ مسجد کے لئے لیتے ہیں اور درخت بہت قدیم ہے بونے والے کا پتہ نہیں جو لکڑی سوکھ جاتی ہے گر پڑتی ہے مسجد کے سقایے وغیرہ میں صرف کی جاتی ہے اس صورت میں ان سب چیزوں سے مسجد کے وہ سب صرف جائز ہیں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از موناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ محلہ الہداد پورہ مسئولہ صابر حسین صاحب ۴ رمضان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ قبرستان کا مسلمانوں کے کیا حکم ہے اور کیا کرنا چاہئے کوئی شخص اس پر کوئی کام دیدہ و دانستہ زیادتی کرے۔ مثلاً تجارت اور اصرار کرے کہ ہم قبرستان ہی پر کاروبار کریں گے دوسری جگہ نہیں کریں گے یہ کسی کو برا معلوم ہو یا بھلا اور ساتھ اس کے ہنود کو ملا کر زور دے کہ اس کو کھیت بنائیں یا اور کسی مصرف میں لے لیں اور مسلمانوں کو بے قبضہ کردیں اور وہاں کے اشجار پر بھی قبضہ کرلیں اور یہی کوشش کررہے ہوں اور بصورت انکار قبر کو عند التحقیقات کھدوادیں وغیرہ وغیرہ تو اس شخص کے ایمان کا کیا حال ہے اور ایسے شخص کی ناحق پر تائید کرنا کیا ہے اور کس جرم کا مرتکب ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: مسلمانوں کا عام قبرستان وقف ہوتا ہے اور اس میں سوا دفن کے اور تصرف کی اجازت نہیں اسے تجارت گاہ بنانا یا اس پر کھیت

کرنا سب حرام ہے فتاوی عالمگیریہ میں ہے لایجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ اشباہ وغیرہا میں ہے شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل اور مسلمان کی قبر کو کھودنا تو نہایت سخت شدید جرم ہے اسلامی سلطنت ہو تو ایسا شخص سخت تعزیر کا مستحق ہے یہاں تک کہ سلطان اسلام کی اگر رائے ہو تو جو ایسی حرکات کا مرتکب ہوا کرتا ہو اسے سزائے قتل دے سکتا ہے۔ جو شخص ناحق پر اس کی تائید کرتے ہیں سب اسی کی طرح مرتکب جرم و مستحق سزا ہیں قال تعالٰی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خلع من عنقہ ربقۃ الاسلام جو دانستہ کسی ظالم کی امداد کو چلے اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی نکال دی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ احمد نبی خاں صاحب از مراد آباد ۲۴ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین سوالات مفصلہ ذیل میں ۱؎ جزو جائداد اراضی موقوفہ کا روپیہ معاوضہ سرکار انگریزی سے متولی جائداد کو ملا۔ اس روپیہ کو متولی کو کیا کرنا چاہئے آیا جائداد خرید کرکے شامل جائداد موقوفہ کرنا چاہئے یا کسی مصارف خاص میں یا عام مصارف جائز میں اس رقم کا صرف کرنا جائز ہے۔ ۲؎ متولی فوت ہوگیا اور اس نے اپنے زمانہ حیات میں اس روپیہ معاوضہ مذکور سے کوئی جائداد خرید کرکے شامل جائداد موقوفہ نہیں کی اور روپیہ معاوضہ مذکور کا کوئی مصرف جائز بھی کسی قسم کا اس کی حیات میں ظاہر نہیں ہوا اور اکثر اوقات متولی متوفی اور اس کے مختار عام اور سربراہ کار یہ ظاہر کرتے رہے کہ ہنوز کوئی جائداد متصل جائداد موقوفہ کے دستیاب نہیں ہوئی ہے کوشش کی جاتی ہے جس وقت کوئی جائداد فروخت ہوئی خرید کرکے شامل وقف کی جائے گی۔

۳؎ متولی متوفی نے اپنی جائداد مملوکہ و مقبوضہ چھوڑی ہے جس پر اس کے وارثان قابض و دخیل ہیں۔

۴؎ متولی حال کا بکالت موجودہ کیا فرض ہے آیا وارثان متولی متوفی سے روپیہ مذکور طلب کرتے اور اس کی جائداد متروکہ سے وصول کرنے کا عندالشرع مستحق ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں متولی سابق پر اس زر معاوضہ کا تاوان لازم ہے جو اس کی جائداد متروکہ سے وصول کیا جائے گا متولی حال پر لازم ہے کہ اسے وصول کرے اور اس میں سستی کو راہ نہ دے بعد وصول جب کہ وہ روپیہ خود عین اراضی موقوفہ کا بدل ہے کسی مصرف میں صرف نہیں ہوسکتا بلکہ لازم ہے کہ اس سے ویسی ہی جائداد خرید کی جائے کہ جائداد رفتہ کی جگہ وقف ہو درمختار و عقود الدریہ میں ہے الناظر لومات مجھلا لمال البدل ضمنہ کما فی الاشباہ ای ثمن الارض المستبدلۃ نیز درمختار و ردالمحتار میں ہے لایجوز استبدال العامر الافی اربع الاولی لو شرطہ الواقف الثانیۃ غصبہ غاصب واجری علیہ الماء حتی صار بحرا فیضمن القیمۃ ویشتری المتولی بہا ارضا بدلا الثالثۃ ان یجحدہ الغاصب ولا بینۃ واراد دفع القیمۃ فللمتولی اخذہا لیشتری بہا بدلا اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔

وقف [illegible]

مسئلہ مسئولہ مجید اللہ صاحب بتوسط عطا احمد صاحب مولوی محلہ بدایوں ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی ایک جائداد بلاتخصیص مقام ہر جگہ کے مسلمانوں کی تعلیم کے لئے وقف کی اور ایک خاص قصبہ کو مدرسہ بنانے کے لئے نامزد کر دیا کہ اس قصبہ میں تعلیم گاہ بنائی جائے لیکن کوئی خاص اراضی تعمیر مدرسہ کے لئے وقف نہیں کی گئی اب کسی مجبوری و نیز اس وجہ سے کہ جو قصبہ مدرسہ بنانے کے لئے وقف نامہ میں معین کیا گیا تھا عام مسلمانوں کی تعلیم میں وہاں سہولت نہیں ہے دوسری جگہ بھی غرض تعلیمی کے لئے وہ مدرسہ بنانا چاہتا ہے جہاں عام مسلمانوں کے لئے سہولت ہو پس یہ تبدیلی مقام شرعاً جائز ہے یا نہیں یعنی اگر اس تبدیل شدہ

جدید مقام پر مدرسہ بناکر جائداد موقوفہ کی آمدنی اس پر خرچ کی جائے تو جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ۱: واقف کو ایسی تغییر جائز ہے جب کہ مصلحت وقف اس میں نہیں اس کے خلاف میں ہے ردالمحتار میں ہے فی فتاوی مؤید زادہ اذا لم یکونوا اصلح او فی امرہم تھاون فیجوز للواقف الرجوع عن ھذا الشرط اھ وھکذا نقلہ عنہا فی شرحہ علی الملتقی ثم نقل عن الخلاصۃ لایجوز الرجوع عن الوقف اذا کان مسجدا ولکن یجوز الرجوع عن الموقوف علیہ وتغییرہ وان کان مشروطا کالمؤذن والامام والمعلمان لم یکونوا اصلح او تھاونوا فی امرھم فیجوز للواقف مخالفۃ الشرط اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شیخ پورہ مرسلہ شیخ امین الدین حیدر رئیس ۲۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ۱ وقفنامہ ہر شتہ کے کسی شرط کو واقفان بذریعہ تتمہ دستاویز تبدیل یا ترمیم کرسکتے ہیں یا نہیں۔ ۲ اگر واقفان کسی مصلحت سے مدرسہ کا مقام رقبہ شیخ پور سے کسی دوسرے موضع یا شہر کے رقبہ میں تبدیل کردیں اور مصرف وغرض وقف فوت نہ ہو تو وقف میں نقصان نہ واقع ہوگا

الجواب ۱: وقفنامہ میں واقفوں نے اگر شرط کردی ہوتی کہ ہم کو تبدیل شرائط کا اختیار ہے، تو اختیار ہوتا اب کہ یہ شرط نہ کی بلاضرورت صحیحہ واجازت شرعیہ کسی تبدیل وترمیم کا اختیار نہیں ردالمحتار میں حموی سے ہے الوقف اذا لزم لزم ما فی ضمنہ من الشروط۔

۲ اگر شیخوپور میں ہونا اغراض وقف کے لئے مفید نہ ہو اور دوسری جگہ مصلحت شرعی ہو تو واقفوں کو اس تبدیل کی اجازت ہے عالمگیریہ میں ہے اشتراط الاستبدال بارض من البصرۃ لیس لہ ان یستبدل من غیرہا ولیس ینبغی ان کانت احسن ان یجوز لانہ خلاف الی خیر کذا فی فتح القدیر ردالمحتار میں بحوالہ درمنتقی خلاصۃ الفتاوی سے ہے یجوز الرجوع عن الموقوف علیہ وتغییرہ وان کان مشروطا کالمؤذن والامام والمعلم ان لم یکونوا اصلح او تھاونوا فی امرھم فیجوز للواقف مخالفۃ الشرط۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ بدرالدین صاحب ۱۲ر محرم الحرام ۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس صورت میں کہ جامع مسجد بمبئی کے گیارہ مشاورین ہیں سے اکثرین نے یہ قرار داد منظور کی کہ مسجد کے اوقاف کی آمد سے مسجد کے احاطہ میں جو کھلی جگہ ہے وہاں باغیچہ قائم کیا جائے اور درخت اور کنڈیاں نصب کئے جائیں اور اس کے انتظام کے لئے ایک باغبان مشاہرہ سے رکھا جائے اطلاعاً گذارش ہے کہ جس زمین پر باغیچہ تیار کرنا منظور ہے وہ جگہ ہمیشہ سے نماز پڑھنے کے لئے عیدین اور یوم الجمعہ میں استعمال کی جاتی ہے پس اس حالت میں مشاورین مسجد کو اوقاف مسجد سے ایسا خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں اور جس زمین پر زمانۂ قدیم سے نمازیں ہوتی تھیں اس پر باغیچہ بناکر لوگوں کو ادائے نماز سے روکنا مشاورین مسجد کے لئے شرعاً جائز ہے یا نہیں بناء علی عدم جواز محرکین اس فعل کے اپنے عہدہ ہائے مفوضہ سے معزول ہوں گے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ۱: وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا جائز نہیں اگرچہ مقصود واحد ہو مثلاً کسی مسجد پر دکانیں وقف ہیں کہ ان کا کرایہ مسجد میں صرف ہوتا ہے انھیں حمام کردیا جائے اور اس کا کرایہ مسجد کو دیا جائے یا حمام کا کرایہ مسجد پر وقف تھا اسے دکانیں کردیا جائے یہ ناجائز ہے حالانکہ مقصود یعنی کرایہ واحد ہے عالمگیریہ میں ہے لایجوز تغییر الوقف عن ضیعتہ فلایجعل الدار بستانا الخ نہ کہ خلاف مقصود اور وہ بھی محض بے سود ومردود باغیچہ امراء کے مکانوں کی زینت ہوتا ہے۔ بیت اللہ کی زینت ذکر اللہ ہے ولہٰذا علماء نے مساجد میں پیڑ لگانا منع فرمایا اور فرمایا کہ مساجد کو یہود ونصاریٰ کے کنیسوں

گرجوں سے مشابہ نہ کرو پھر اس میں نمازیوں پر جمعہ وعیدین میں تنگی ہے اور جو مسلمانوں پر تنگی کرے اللہ اس پر تنگی کرے گا من ضیق ضیق اللہ علیہ اس میں منع خیر ہے اور مناع للخیر کی مذمت کلام اللہ میں ہے اس میں زمین متعلق مسجد کو نماز سے روکنا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اولٰئک ماکان لہم ان یدخلوہا الا خائفین لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام الٰہی لئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ان کو اس زمین میں قدم دھرنا نہ تھا مگر ڈرتے ہوئے ایسوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔ ایسے متشاور اگر باز نہ آئیں واجب العزل ہیں۔ من استرعی الذئب فقد ظلم جس نے بھیڑیے کو چرواہا بنایا اس نے بکریوں پر ظلم کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ منشی خلیل الرحمن صاحب پارچہ فروش از نگینہ ۳۰ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ایک محلہ کے اندر واقع ہے کہ جس میں کچھ اراضی زائد فرش سے ہے اور اس اراضی میں ایک مزار شریف بھی ہے اس مسجد کی خبر گیری اہل محلہ جس میں چند قوم کے آدمی ہیں کرتے ہیں منجملہ چند اقوام کے ایک قوم ایک مدرسہ خاص قومی اس اراضی موقوفہ میں بنانا چاہتی ہے کہ جس میں دوسری قوم کا تعلیم نہیں پائے گا احیاناً کسی وقت میں اس اراضی موقوفہ کی ضرورت مسجد کو ہوئے تو وہ تعمیر مدرسہ اٹھوا کر اپنے تصرف خواہ کسی قسم کا تصرف ہو لاسکتے ہیں یا نہیں جس قوم کا مدرسہ تعمیر ہوتا ہے اس قوم کے چند لوگ مہتمم ومتولی ہیں وہ ایک اقرار نامہ بدیں مضمون لکھتے ہیں کہ اگر کسی وقت میں مسجد کو ضرورت اراضی کی ہو تو وہ نہیں لے سکتی یہ اقرار ان کا لکھنا جائز ہوگا یا نہیں علاوہ اس قوم کے دیگر اقوام یا دیگر محلہ یہ چاہیں کہ مدرسہ قومی خاص نہ رہے تو وہ اس عمارت میں مدرسہ ہذا رہنے دے سکتے ہیں یا نہیں اور یہ مدرسہ خصوصیت قوم کے ساتھ تعمیر کیا جاتا ہے اور اسی قوم کے بچے مستفیض ہوں گے جواب خلاصہ وشرح مرحمت فرمایا جائے مکرر عرض ہے جواب کے ارسال میں دیر نہ فرمائی جائے مکرر عرض ہے کسی وجہ سے کل کو وہاں مدرسہ نہ رکھا گیا تو اس تعمیر کی مالک قوم یا اہل مدرسہ ہوگا یا نہیں یا مسجد کی ہی ملکیت ہوجائے گی مدرسہ کو اختیار اس کے کرایہ پر دینے کا رہے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جو زمین متعلق مسجد ہے وہ مسجد ہی کے کام میں لائی جاسکتی ہے اور اس کے بھی اسی کام میں جس کے لئے واقف نے وقف کی وقف کو اس کے مقصد سے بدلنا جائز نہیں شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب الاتباع* واقف نے اگر یہ مدرسہ بنانے کی اجازت نہ دی تو اس میں نہ کہ خاص اور اگر عام مدرسہ کی اجازت دی ہے جب بھی کسی قوم کو خاص اپنا قومی مدرسہ کرنے کی اجازت نہیں اگر خلاف اجازت ایسا تصرف کریں گے غاصب ہوں گے اور وہ عمارت منہدم کرادینے کے قابل ہوگی اور بعد انہدام جو کچھ اینٹیں کڑیاں ہوں اس کے مالک وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے عمارت بنوائی تھی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از مارہرہ شریف ضلع ایٹہ مرسلہ حافظ عبدالحمید امام مسجد کبوہ ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی زمینداری کے ایک قطعہ کو جو بست بگہہ خام ہے اور اس کا سالانہ منافع ہے اس تصریح کے ساتھ کہ للعہ سالانہ اس محلہ کی مسجد میں جس میں واقف رہتا ہے صرف ہوا کریں اور عہ سالانہ غربا ومساکین کے لڑکوں کی تعلیم جو قرآن شریف اور دینیات پڑھتے ہیں قرآن شریف یا متفرق پارہ اور کتب دینیہ خرید کر امداد کی جادے اور اس مصرف میں ہمیشہ صرف ہوتے رہیں اور عہ سالانہ

یتیماں و بیوگان کی تیاری پارچہ سرما وغیرہ صرف کئے جائیں اپنے دل میں مذکورہ مصارف کی نیت کرکے وقف کردیا اور ایک سال سے اس کا منافع بھی کاشتکار سے وصول نہیں کیا اور وقف کی کوئی تحریر بھی نہیں لکھی اب زید یہ چاہتا ہے کہ قطعہ اراضی مذکورہ بالا سے جس کے وقف کی نیت کی ہے بہتر اور عمدہ اور زیادہ منافع کی دیگر اراضی کو جو اس کی ملکیت ہے بجائے اس کے وقف کردے اور بموجب شرع شریف کے تحریر تکمیل کردے اور متولی اس کا مقرر کرکے اس کے قبضہ میں اس زمین کو دیدے کہ منافع اس کا مصارف مذکورہ میں صرف کیا کرے اور آئندہ متولی اس کا زید کے رشتہ داران اور نمازیان مسجد محلہ کے مشورہ سے مقرر ہوا کرے گا اس صورت میں امید ہے کہ ۵۰ سالانہ سے زیادہ منافع سالانہ وقف کا ہوگا صرف نیت وقف کرلینے سے جو خاص قطعہ اراضی کی نسبت کی ہے اور اس کی تحریر بھی نہیں لکھی اور اراضی جو اس سے بہتر اور عمدہ زیادہ منافع کی ہے۔ وقف کرکے تحریر کردے شرع ممانعت تو نہیں کرتی۔

الجواب: تحریر تو شرعاً کوئی ضروری چیز نہیں نہ اس پر وقف موقوف اگر اس نے زبان سے کہہ دیا تھا کہ میں نے اس کو اللہ کے لئے وقف کردیا تو وقف ہوگئی اب اس سے رجوع نہیں کرسکتا مگر یہ کہ وقت وقف شرط استبدال کرلی ہو یعنی مجھے اختیار ہے کہ جب چاہوں اس زمین کے بدلے اور زمین وقف کردوں تو البتہ اس حالت میں تبدیل کا اختیار ہے اور اگر زبان سے بھی نہیں کہا تھا صرف دل سے نیت کی تھی تو وہ زمین وقف نہ ہوئی اگر واقعی اس سے بہتر اور زیادہ منافع کی زمین وقف کرنا چاہتا ہے تو اس پر کچھ الزام نہیں قال اللہ تعالیٰ ما علی المحسنین من سبیل واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہر سونر محمد خلیل اللہ صاحب ۴ رشعبان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ ایک موقع پر ایک جائداد موقوفہ متعلق مسجد واقع ہے تو علاوہ بیع کے جو ہر طرح ناجائز ہے آیا اس موقع پر جائداد مذکورہ سے تبادلہ کا جواز اسی قلیل قیمت اور حیثیت کی جائداد سے یا کسی دیگر نوع سے کسی صورت میں بھی ہوسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب: اس خاص وقف کرتے وقت واقف نے استبدال کی شرط نہ کرلی ہو تو ہرگز کسی حال میں جائز نہیں جب تک اس سے انتفاع ممکن ہے اگرچہ دوسری کہ اس کے بدلے میں ملے اس سے قیمت و حیثیت و منفعت میں بہت زائد ہو فانا امرنا بابقاء الوقف کما کان لا بزیادۃ کما حققہ المحقق فی الفتح واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰ رجمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

وصیت کا بیان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ منشی کریم الدین کی دو بیویاں تھیں اور دونوں سے اولاد ہے پہلی بیوی سے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا اور دوسری بیوی سے دو لڑکیاں تھیں منشی صاحب مرحوم نے ایک باغ ایک موضع ایک مدرسہ اور کچھ دکانیں پہلی بیوی کے انتقال ہونے کے بعد وقف کیا اسطرح پر کہ میرے بعد میری زوجہ متولی رہے اور زوجہ کے بعد لڑکا جو کہ پہلی بیوی سے تھا اور لڑکے کے بعد ان کی اولاد چونکہ لڑکا ان کی حیات میں فوت ہوگیا اور لڑکے کی اولاد میں ایک لڑکی تھی وہ لڑکی ناقابل انتظام تھی اور اس کا شوہر بوجہ بدچلنی کے ناقابل انتظام تھا اس وجہ سے منشی صاحب نے ایک اقرار نامہ وقفنامہ کی تحریر کے بارہ سال بعد اس طرح تحریر کردیا کہ میرے بعد میری دوسری زوجہ متولی رہے اور اس کے بعد اس کی بڑی لڑکی اور لڑکی کے بعد اس کی اولاد میں بڑا لڑکا جو لائق ہو

متولی رہے اسی طرح سلسلہ برابر جاری رہے اس اقرار نامہ کی تحریر کو عرصہ دو سال ہوگیا اور وقفنامہ کو چودہ سال اس وقت منشی صاحب مرحوم کی دوسری زوجہ حیات ہے اور منشی صاحب نے جائداد مذکورہ مفصلہ ذیل اخراجات کے واسطے وقف کی ہے. مولود شریف، گیارہویں شریف، فاتحہ حسنین، خرچ مدرسہ ومسجد وتکیہ وغیرہ چونکہ پہلی بیوی کی لڑکیاں اور منشی صاحب کے لڑکے کی لڑکی حیات ہیں اور وہ سمجھتی ہیں کہ بروئے وقفنامہ کے جائداد مذکورہ کے ہم متولی ہیں اس لئے التماس ہے کہ شرعًا اس وقت جائداد مذکورہ کا متولی کون شخص قرار دیا جاویگا اور اس کے بعد کون اقرار نامہ کا قانونًا بھی داخل خارج ہوگیا ہے بموجب حکم شرع شریف تحریر فرمایا جاوے۔ فقط۔

الجواب: تولیت کوئی ترکہ نہیں کہ ہر وارث کا اس میں حق ہو تو واقف کے اختیار کی ہے جسے متولی کردے وہی ہوگا درمختار میں ہے۔ ولایۃ النصب القیم الی الواقف۔ تو اس میں شک نہیں کہ فی الحال وقف کی متولی صرف زوجہ ثانیہ ہے کہ وقف نامہ اور اقرار نامہ دونوں میں اپنے بعد اس کو متولی لکھا ہے اور جب زوجہ کا انتقال ہو تو حسب شرط اقرار نامہ اس زوجہ کی بڑی لڑکی پھر اس کے بعد اس لڑکی کی اولاد میں جو بڑا لڑکا لائق ہو ورنہ جو لائق ہو۔ بہرحال پہلی بیوی کی لڑکیوں کا تو کوئی استحقاق تولیت میں سرے سے نہ تھا کہ وقف نامہ اقرار نامہ کسی میں ان کی تولیت نہیں رہی پسر متوفی کی لڑکی اگرچہ وقفنامہ میں اپنے بعد پسر پھر اولاد پسر کی تولیت لکھی تھی مگر واقف کے سامنے مرگیا اور اب اس نے ان شرائط کو تبدیل کردیا اور دوبارہ تولیت واقف کو تغیر وتبدل کا اختیار ہے تو اب عمل بموجب اقرار نامہ ہوگا ردالمحتار میں ہے۔ التولیۃ من الواقف خارجۃ من حکم سائر الشرائط لانہ لہ فیھا التغییر والتبدیل کلما بدالہ من غیر شرط فی عقدۃ الوقف واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: Rangoon, The 19th May, 1908.

To, Moulvi Haji Ahmad Raza khan Esqur. Bareilly United provinces. Honoured Sir.

We desire to place prepare you a certain religious matter on which we solicit your valuable opinion. The facts are briefly these. There is a Chulia mosque in Moung Taulay street at this place. There are five duly elected trustees or mutawallis who manage the affairs of the said mosque according to a scheme framed by the Chief court of Lower Burha. The trustees are given the power of discharging the Iman, Muazzin and clerks of the mosque. In virtue of the said power, the

trustees at a meeting discharged the their Imam one syed Muckbool for irregularity misconduct and disobidience. After the discharge, the trustees filed a suit in the Chief court of Lower Burma for declaration that the dis. charge of the Imam may be confirmed: The Imam now questions the authority of the trustees and maintains power badly

he may misconduct himself, they have no power to discharge him. Having placed the facts briefly we request you most humbly to give your Fatwa as to whether the trustees have the power to discharge the Imam when they find it necess. ary to do so. This is a vital point which is at present engaging the attention of the leading member of the Chulia Sunni Mohommadans community and we shall thank you very much if you can send your Fatwa before the 1st week of June Thanking you in anticipation. we beg to remain Honoured sir, your most obedient and humble followers in M. Qadir Gani. President. The Madrsa Muslim Association No. 37, Tocckay Mq. Taulay street,

الجواب

Bareilly, the 28th of May, 1908. To: M. Qadir Gani, President the Madras Muslim — Association. sir, With reference to your letter dated 19th of May, 1908, I send my Fatwa for your Perusal : The trustees can discharge an Imam by their authority When such indifference is found in him which may be the sufficient reason of shara for him to be dismissed. Vide Lisanul Hukkam Printed at Mier. Page 123, فی فتاوی قاضی خان اذاعرض للامام

او المؤذن عذر منعه عن المباشرة مدة ستة اشهر فللمتولی ان یعزله ویولی غیرہ وان کان للمعزول نائب

Transhation :- There is in Fatwa Qazi Khan when an Imam or Muazzin has some certain business which may be the cause of six months absence from the mosque, not-withstanding he may have given some Person for him to act. At such opportunity the trustee can discharge him and may establish or Appoint another Imam in his Place. Tahtawi Printed Misr and shani Printed constantinople volume 3 Page 639. ولقد مر مایدل علی جواز عزله اذا مضی شهر بیری

Translation : Allama Birizada has said that the books aforesaid style shows that a trustee can discharge an Imam on account of a month absence from the mosque. The trustees had no need of taking sanction of discharging the Imam from the court or from any higher officer or Governor because the authority of trustees in these matter is over the Powers of a Muhamadan Governor although the same Mutawallis or trustees may have been fixed by the same Muhammadan Governor. see Ashbahunnazair Printed Lucknow Page 179 coPies from the Fatwa of Imam Rashiduddin

لا یملك القاضی التصرف فی الوقف مع وجود ناظر ولو من قبله -Translation:-A Qazi cannot interfere a Waqfin the Presence of a trustees although the trustees may have been fixed by the same Qazi Hamawi sharah Ashbah Printed Lucknow Page 179 coPies from Fatwa Imam Zahiruddin– قاضی البلد اذا نصب رجلا متولیا للوقف بعد ما قلد الحاکم الحکومة فلیس للحاکم علی الوقف سبیل حتی لا یملك الاجارة ولا غیرها

Transhation :-Aksing Appointed a Qazi and after it the Qazi fixed a trustee on a waqf : now the king has no

connecti on with the waqf nor has he Any Power of it contract etc. Another style from Lisanul Hukkam coPies from Fatwa Imam Wabri لاتدخل ولایة السلطان علی ولایة المتولی فی الوقف۔

Translation : A king cannot interfere a waqf against a trustee's authorities. in this case the higher officers or governors are not Muhammdan ones and therefore they do not know the schemes of shara as a Muhammdan trustee knows. The trustees can discharge an Imam when the Imam Leaves sunnia Doctrine or Commits an open sin against shara or there may be found in him something which may be the cause of abborrence which decreases the number of Peoples at Prayers or he may be disobedient against the managing rules of affairs of the mosque or assembly of Persons at Prayers or there may be something such in him : otherwise he will not be discharged without fault see Raddul Muhtar Printed constantinople Volume 3 Page 597

قال فی البحر واستفید من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها لصاحب وظیفة فی وقف بغیر جنحة وعدم اھلیة۔

Transtation :— It is said in Bahrur Raiq that as a Mutawalli cannot be dismissed without fault, from this it is manifest that any receiver of a salary of a waqf can not be Discharged until his fault be Proved or he may be Proved to be unfit for his duties.

امر برقمہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم

(ترجمہ) **مسئلہ**:- از رنگون - مورخہ ۱۹ر مئی ۱۹۰۸ء

بخدمت جناب مولوی حاجی احمد رضا خانصاحب محلہ سوداگران بریلی - یوپی -

مولانائے محترم! ہم سب آپکی خدمت میں چند مذہبی امور کے بارہ میں رائے عالی جاننے کیلئے یہ پیش کر رہے ہیں اور مختصرا واقعہ کی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں - یہاں ایک مسجد مونگ تلا اسٹریٹ میں واقع ہے جسکے چنے ہوئے پانچ متولیان ہیں جو مسجد کا انتظام اس قانون کے تحت انجام دے رہے ہیں جس کو عدالت العالیہ برما نے مرتب کیا ہے جس کے مطابق متولیوں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وے امام - مؤذن اور عملہ کو برخاست کرسکیں اس قانون کے مطابق متولیان نے ایک مجلس شوریٰ کے اندر سید مقبول امام مسجد کو انکی ناکردگی برے چال چلن اور حکم عدولی کے باعث برخاست کردیا اس برخاستگی کے بعد متولیوں نے ایک مقدمہ استقراریہ اس امر کا عدالت العالیہ برما میں دائر کیا کہ امام کی برخاستگی مستقل کردی جائے - اب امام نے یہ بازپرس متولیوں کی مجلس قانون سے کی ہے - قانون کا ناجائز فائدہ اٹھایا گیا ہے ان لوگوں کو برخاست کرنے کا حق نہیں ہے - اس مختصر واقعہ کو پیش کرتے ہوئے نہایت ادب سے التجا کرتے ہیں کہ آپ اس کے متعلق اپنا فتویٰ مرحمت فرمائیں - کیا متولیان کو امام کی برخاستگی کا حق حاصل ہے کہ جب وہ چاہیں برخاست کردیں یہ آجکل بہت بڑا مسئلہ ممبران مسجد چولیان اہل سنت والجماعت کا بنا ہوا ہے ہم لوگ بیحد شکر گذار ہونگے اگر آپ اپنا فتویٰ ماہ جون کے اوائل ہفتہ میں روانہ فرمادیں فقط

الجواب:- بریلی مورخہ ۲۸ر مئی ۱۹۰۸ء - بخدمت جناب ایم قادر غنی صدر مدرس مسلم ایسوسیشن -

محترم! آپکے مراسلہ مورخہ ۱۹ر مئی ۱۹۰۸ء کے مطابق میں اپنا فتویٰ برائے ملاحظہ ارسال کر رہا ہوں - متولیان ایک امام کو برخاست کرسکتے ہیں جبکہ کوئی ایسا اختلاف اور وجہ معقول شرعی طور پر پائی جائے (لسان الحکام مطبوعہ مصر ص ۲۳؁) ترجمہ:- فتاویٰ قاضیخاں میں ہے کہ جب امام یا مؤذن کے درمیان کوئی ایسی چیز جبکہ وہ چھ ماہ تک مسجد سے غیر حاضر رہے اور اس نے اپنا کوئی بدل نہ دیا ہو تو اس وقت متولی اس کو برطرف کرسکتا ہے اور دوسرا امام اسکی جگہ مقرر کرسکتا ہے - (طحطاوی مطبوعہ مصر اور شامی مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ۳ ص ۴۲۹)

(ترجمہ) علامہ بیری زادہ کتاب مذکور میں فرماتے ہیں کہ متولی ایک امام کو مسجد سے ایک ماہ کی غیر حاضری پر برطرف کرسکتا ہے متولی کو کوئی ضرورت امام کی برطرفی کے لئے عدالت یا کسی افسر بالا یا گورنر سے اجازت لینے کی نہیں ہے کیونکہ متولی اپنے اختیار خصوصی سے ان معاملات میں خود اسلامی گورنر جیسا اختیار رکھتا ہے جبکہ یہ متولیان خود ایک اسلامی گورنر کے مقرر کردہ ہوں - (اشباہ والنظائر مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۷۹ منقولہ از فتاوی امام رشید الدین - (ترجمہ) ایک قاضی وقف کے کسی معاملہ میں متولی کی موجودگی میں دخل نہیں دے سکتا جبکہ اسی قاضی نے اسکو متولی بنایا ہو - (حموی شرح اشباہ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۷۹ منقولہ از فتاوی امام ظہیر الدین) ترجمہ) ایک بادشاہ نے ایک قاضی مقرر کیا اور اس کے بعد قاضی نے وقف کا ایک متولی مقرر کیا - اب بادشاہ کو کوئی تعلق اس وقف سے نہ رہا اور نہ کوئی اختیار اسکو رد وبدل کا باقی رہا (لسان الحکام منقولہ از فتاویٰ امام دبیری) (ترجمہ) ایک بادشاہ ایک متولی کے معاملہ میں دخیل نہیں ہوسکتا - جبکہ حکام بالا یا گورنر جو کہ مسلمان نہیں اور جو اس قانون تولیت سے واقفیت بمقابلہ متولی نہیں رکھتے اس وقت متولی امام کو برخاست کرسکتا ہے جبکہ امام عقاید سنیہ کو ترک کردیتا ہے یا برملا شرع کی خلاف ورزی کرتا ہو یا کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہو جس سے نماز جماعت میں کمی واقع ہو یا کمیٹی کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہو جو مسجد سے متعلق ہو - برخاست ہوسکتا ہے - اس کے علاوہ بغیر کسی قصور کے برخاست نہیں کیا جاسکتا - ردالمحتار مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ۳ ص ۵۹۶ -

ترجمہ - بحر الرائق میں ہے کہ ایک متولی بغیر کسی قصور کے برخاست نہیں کیا جاسکتا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک وقف سے تنخواہ پانے والا شخص بغیر کسی قصور کے برخاست نہیں کیا جاسکتا یا جبتک [illegible]

مسئلہ از قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد مرسلہ منشی ہدایت اللہ صاحب ۲۴ صفر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس امر میں کہ نواب غلام چشتی خاں صاحب رئیس قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد موضع عیسی پور بطلان زکوۃ ریاست وموضع کچی کھیر البطور خیرات حقیقت اپنی کو اول وقف کیا سال ۱۲۸۴ھ میں اس حقیقت موقوفہ کے بابت ایک وصیت نامہ سادہ تحریر کیا جس میں انتظام واہتمام تولیت جائداد موقوفہ اور مصارف خیر کی بابت شرائط درج کیے چنانچہ تاحیات اپنی خود واقف ہر دو مواضعات مذکورہ کے مہتمم رہے اور بعد فوت ان کے نواب محمد عبدالکریم خاں صاحب مرحوم بیٹے از واقف مہتمم مقرر ہوئے وصیت نامہ میں واقف نے یہ شرط تحریر کی ہے اقرار یہ ہے کہ عین حیات اپنی آمدنی وپیداوار مواضعات مذکور کو اپنے ہاتھ اور اختیار سے حسبۃ للہ سب کرتا رہوں گا۔ اور بعد میرے میری اولاد سے ایک شخص از قسم ذکور جو لائق ہووے نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ حسب دستور بطریقہ مستعملہ مجھ گنہگار کے صرف کرتا رہے۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو مہتمم ثانی نے وفات پائی۔ اب دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ فقرہ نسلاً بعد نسلٍ کے کیا معنی اور مطلب اور نسل سے منشا واقف کا اپنی اولاد سے ہے یا مہتمم ثانی کی اولاد سے اور شرعاً بعد فوت ہونے مہتمم ثانی کے اصل واقف کے اولاد میں سے مہتمم مقرر ہونا چاہئے یا مہتمم ثانی کی اولاد میں سے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں جب تک واقف کی اولاد صلبی سے کوئی مرد لائق باقی رہے گا اولاد اولاد کو تولیت نہ پہنچے گی جب ان میں کوئی نہ رہے گا اس وقت اولاد اولاد سے کوئی لائق متولی کیا جائے گا اور ان میں جب تک کوئی رہا تیسرے درجہ سے مقرر نہ کیا جائیگا وعلی ہذا القیاس نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ کے یہی معنی ہیں اس میں واقف کی اپنی اولاد، واولاد اولاد، واولاد اولاد اولاد سب داخل ہیں مگر بترتیب کہ سب سے مقدم اولاد پھر اولاد اولاد پھر اولاد اولاد اولاد الی آخر الدہر اسعاف میں ہے لایکون للبطن الاسفل شیئ مابقی من البطن الاعلی احد وھکذا الحکم فی کل بطن حتی تنقضی البطون موتا۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ مرسلہ حاجی منشی محمد حسین صاحب رئیس از قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد ۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ

سوال اول کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک جائداد وقف کی اور دربارہ تولیت یہ شرط تحریر کی کہ بعد میرے میری اولاد سے ایک شخص از قسم ذکور جو لئیق ہو نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ حسب دستور مجھ گنہگار کے صرف کرتا رہے آیا اس عبارت مذکورہ سے واقف کا منشا کسی خاص اولاد کی نسبت یعنی بیٹوں کی یا پوتوں کی نسبت ہے انھیں کوئی خصوصیت نہیں ہے۔

سوال دوم جائداد موقوفہ کے اشخاص ذیل متولی ہوسکتے ہیں یا نہیں اور شرعاً لفظ لائق کن اشخاص سے مراد ہے (۱) جو باوصف استطاعت بائیس سال سے نہ حج کرتا ہو نہ زکوۃ اور نہ عشر دے (۲) جو علانیہ فسق وفجور میں مبتلا ہو (۳) کیا تارک جماعت لئیق متولی ہوسکتا ہے۔ (۴) جو طمع نفسانی سے متولی ہونا چاہے اور جس کو بے حد کوشش تولیت کی ہو (۵) جو سود جائز سمجھ کر لیتا ہو (۶) جو شطرنج اور تاش بازی میں مصروف رہتا ہو۔ وہ قابل تولیت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: عبارت نہ اس میں ایسا خصوص ہے کہ بعض طبقات اولاد کو اصلاً شامل نہ ہو نہ ایسا عموم کہ ہر طبقہ کی اولاد معاً مستحق ہو بلکہ وہ جمیع طبقات کو بشرط ترتیب عام ہے یعنی جب تک خاص اولاد صلبی واقف سے کوئی مرد لائق تولیت باقی رہے گا پوتے اگرچہ لائق بلکہ الیق ہوں نہ

پاسکیں گے لان الواقف انما شرط اللائق دون الالیق اور جب اولادِ صلبی سے کوئی مرد نہ ہو یا جتنے باقی ہوں ان میں کوئی لائق تولیت نہ ہو تو پوتوں میں جو لائق ہو اسے پہونچے گی اب ان میں کا جب تک کوئی لائق باقی رہے گا پرپوتوں کا استحقاق نہ ہوگا وعلی ھذا القیاس الی اقرب اصل النسل اور نواسے بہرحال مستحق نہ ہوں گے جس نے نواسوں کو بھی شمول لکھ دیا خطا کی فتاوٰی امام قاضیخاں میں ہے ان قال علی ولدی وولد ولدی یصرف الی اولادہ ابدا ماتناسلوا الاقرب والابعد فیہ سواء الا ان یذکر الاقرب فالاقرب او یقول بطنا بعد بطن فیبدء بما بدأ الواقف اھ [۱] وولدی لا یدخل فیہ ولد البنت فی ظاہر الروایۃ وبہ اخذ ھلال والصحیح ظاہر الروایۃ فتاوٰی عالمگیریہ میں [۲] ہے وقال ولدی وولد ولدی لایدخل فیہ اولاد البنات فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی ھکذا فی محیط السرخسی [۳]

عہ۲ لائق وہ ہے کہ دیانتدار کارگزار ہوشیار ہو جس پر دربارۂ حفاظت وخیرخواہی وقف اطمینان کافی ہو۔ فاسق جو جس سے بطمع نفسانی یا بے پرواہی یا ناخفافی یا انہماک لہو ولعب وقف کو ضرر پہنچانے یا پہنچنے کا اندیشہ ہو بدعقل یا عاجز یا کاہل نہ ہو کہ اپنی حماقت یا نادانی یا کام نہ کرسکنے یا محنت سے بچنے کے باعث وقف کو خراب کرے فاسق اگرچہ کیسا ہی ہوشیار کارگزار مالدار ہو ہرگز لائق تولیت نہیں کہ جب وہ نافرمانی شرع کی پروا نہیں رکھتا کسی کار دینی میں اس پر کیا اطمینان ہوسکتا ہے ولہٰذا حکم ہے کہ اگر خود واقف فسق کرے واجب ہے کہ وقف اس کے قبضہ سے نکال لیا جائے اور کسی امین متدین کو سپرد کیا جائے۔ پھر دوسرا تو دوسرا ہے ردالمحتار میں ہے قال فی الاسعاف ولا یولی الا امین قادر بنفسہ او بنائبہ لان الولایۃ مقیدۃ بشرط النظر ولیس من النظر تولیۃ الخائن لانہ یخل بالمقصود وکذا تولیۃ العاجز لان المقصود لایحصل بہ درمختار میں ہے (وینزع) وجوبا بزازیۃ (لو) الواقف درر فغیرہ بالاولی (غیر مامون) او عاجزا او ظھر بہ فسق کشرب خمر ونحوہ فتح سود لینا گناہ کبیرہ ہے تو اس کا ارتکاب اگرچہ ایک ہی بار یقینا اجماعا فاسق و بددیانت کردے گا جب کہ حرام جان کر کرے اور دارالاسلام میں جائز سمجھا تو فسق در کنار صریح کافر مرتد ہو جائے گا لاستحلالہ ما علم حرمتہ ضرورۃ من الدین یونہی جو بلا عذر صحیح شرعی ترک جماعت کیا کرے فاسق و مردود الشہادۃ ہے غنیہ میں ہے تارکھا بلا عذر یعزر وترد شھادتہ نہرالفائق میں ہے ترکھا مرۃ بلا عذر یوجب اثما فی قول العراقیین والخراسانیین وعلی انہ یاثم اذا اعتاد الترک کما فی القنیۃ ردالمحتار صدر واجبات میں ہے الجماعۃ واجبۃ علی الراجح او فی حکم الواجب کما فی البحر وصرحوا بالفسق تارکھا

مذہب صحیح ومعتمد پر زکوٰۃ کا وجوب فوری ہے تو جو اس سال کی زکوٰۃ نہ دے یہاں تک کہ دوسرا سال گزر جائے گنہگار رہے یونہی قول اصح وارجح پر حج کا وجوب۔ تو جس سال استطاعت ہو اسی سال جائے ورنہ گنہگار ہوگا اور اگر زکوٰۃ یا حج بعد وجوب بلا عذر صحیح شرعی تین سال تک ادا نہ کرے تو فاسق ہے نہ کہ بائیس سال۔ تنویر الابصار کتاب الزکوٰۃ میں ہے افتراضھا فوری وعلیہ الفتوی فیاثم بتاخیرھا وترد شھادتہ ردالمحتار میں ہے فی البدائع عن المنتقی بالنون اذا لم یؤد حتی مضی حولان فقد اساء واثم درمختار کتاب الحج میں ہے فرض علی الفور فی العام الاول عند الثانی واصح الروایتین عن الامام ومالک واحمد فیفسق وترد شھادتہ بتاخیرہ ای سنینا لان تاخیرہ صغیرۃ وبارتکابہ مرۃ لایفسق الا بالاصرار بحر عشر بھی ایک نوع زکوٰۃ ہے یا کم از کم اس کا حکم زکوٰۃ ہے اور اسی طرح بعینہٖ اسی دلیل سے اس کا وجوب بھی فوری اور تین برس تک نہ دینے میں فسق۔ ردالمحتار میں ہے العشر ذکرہ فی الزکاۃ لانہ منھا قال فی الفتح لاشک انہ زکوٰۃ حتی یصرف مصارفھا اھ وایدہ الشیخ اسمٰعیل بانہ یجب فیما لا یؤخذ منہ سواہ ولا یجامع الزکاۃ وتسمیتہ فی الحدیث صدقۃ واختلافھم فی وجوبہ علی الفور او التراخی کما فی الزکاۃ درمختار میں ہے الامر بالصرف الی الفقیر قرینۃ الفور وھی انہ لدفع حاجتہ وھی معجلۃ فمتی لم تجب علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب علی وجہ التمام وتمامہ فی الفتح شطرنج اگر ترک جماعت وغیرہ منکرات کی طرف مؤدی یا ان پر مشتمل ہو بالاتفاق حرام ہے اور اس کی عادت مطلقا ممنوع اور بحکم تجربہ مورد دعی معاصی اور ناش اور اسی طرح گنجفہ بوجہ اشتمال واعزاز تصاویر مطلقا بلا شرط ممنوع وناجائز ہے اور مصروف رہنا فسق۔ درمختار میں ہے۔

کر کل لہو لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم کل لہو المسلم حرام الا ثلثۃ ملاعبتہ اھلہ وتادیبہ لفرسہ ومناضلتہ بقوسہ ر یا وہ شخص کہ اپنے لئے تولیت کی کوشش کرے اگر ثابت ہو کہ یہ کوشش بطمع نفسانی و نیت فاسدہ ہے جب تو ظاہر ہے کہ اسے متولی بنانا حرام لان الشرط کونہ امینا والطالب لطمع غیر امین اور ایسا نہیں تو اگر اس کے لئے تولیت ثابت ہے صرف اس کا انفاذ چاہتا ہے تو کوئی حرج نہیں اگرچہ کسی قدر کوشش کرے کہ یہ کوشش حق کے لئے ہے اور حق کے لئے کوشش حق ہے مثلاً واقف نے شرط کی کہ میری اولاد ذکور سے جو لائق ہو متولی ہو یہ شخص اس کی اولاد ذکور سے ہے اور جملہ شرائط مذکورہ لیاقت کا جامع ہے تو اس کی کوشش بے جا نہیں اور اگر اس کے لئے تولیت ثابت نہیں تحصیل تولیت کے لئے کوشش کرتا ہے تو اسے متولی نہ کرنا چاہئے اگرچہ کیسا ہی لائق ہو، درمختار میں ہے طالب التولیۃ لایولی الا المشروط لہ النظر لانہ مولی فیرید التنفیذ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں انا لن نستعمل علی عملنا من ارادہ ہم ہرگز اپنے دینی کام پر اسے مقرر نہ کریں گے جو خود اس کی خواہش کرے رواہ احمد والبخاری وابوداود والنسائی عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ ردالمحتار میں ہے طالب التولیۃ لایولی کمن طلب القضاء لایقلد فتح وھل المراد انہ لاینبغی او لایحل استظھر فی البحر الاول تأمل واللہ اعلم

مسئلہ مرسلہ مولوی سلیمان صاحب اکبر آبادی ۲۳ شعبان ۱۳۲۸ھ

زید ایک انجمن اسلامیہ کا سکریٹری ہے اور پیشہ وکالت کرتا ہے اور لوگوں کو سود کی ڈگریاں دلواتا ہے اور خلاف حق مقدمات میں کوشش کرنے سے نہیں چوکتا اور اکثر اوقات عقائد سرسید احمد خاں کا مداح رہتا ہے ایسا شخص ایا منتظم امور اہل اسلام یعنی سکریٹری انجمن اسلامیہ رہ سکتا ہے یا نہیں اور جو اہل اسلام اس کو اپنا سکریٹری بنائیں ان کا کیا حکم۔

الجواب: امور بالا سے تو یہ شخص صرف فاسق فاجر ہوتا مگر عقاید کفریہ کا فر کا مداح خود کافر و مرتد ہے اور کافر کسی طرح مسلمانوں کے کسی کام کا والی نہیں ہو سکتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ولن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا ان سے استعانت ناجائز ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انا لا نستعین بمشرک جو ایسے کی سپردگی میں مسلمانوں کا کام دے اس نے اللہ و رسول اور سب مسلمانوں کی خیانت کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من استعمل علی عصابۃ رجلا فیھم من ھو ارضی منہ للہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ مرسلہ احمد نبی خاں از مراد آباد ۲۶ شعبان ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک اہل اسلام عادل اور ثقہ نے بلا تحریر وقف نامہ کے ایک جائداد جسکو عرصہ زائد ایک سو سال کا ہوا۔ بدون مصارف کے وقف کیا اگرچہ وقف واقف کا کوئی گواہ زندہ نہیں ہے مگر بعد وفات واقف کے تمام مرد و عورت عادل و صالح اہل خاندان واقف کے وقتاً فوقتاً متولی ہوتے رہے کبھی کوئی شخص غیر خاندان کا متولی نہیں ہوا اور باعتبار اس عمل درآمد کے منشائے واقف کے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ سوائے اہل خاندان صالح اور عادل کے اور کوئی متولی نہ کیا جائے اب ایک مسماۃ متولیہ اہل خاندان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے ایک شخص غیر خاندان کے نام ایک وصیت نامہ لکھدیا ہے کہ بعد میرے وہ متولی کیا جاوے اہل خاندان واقف جن میں اکثر مرد صالح اور عادل ہیں یہ دعوی کر۔ ترجیب کہ یہ شخص جس کو متولی ہونا بیان کیا جاتا ہے فاسق اور غیر خاندان واقف سے ہے اس کو بمقابلہ اہل خاندان صالح کے حق تولیت حسب وصیت حاصل ہے یا نہیں۔

الجواب: جس وقف کے شرائط واقف معلوم نہ ہوں اور طول مدت کے سبب گواہان مشاہدہ نہ رہے ہوں انھیں عملدرآمد قدیم پر کاربند

کی جائے گی۔ فتاوی خیریہ میں ہے قد صرح فی الذخیرۃ بانہ اذا اشتبہت مصارف الوقف ینظر الی المعہود من حالہ فیما سبق من الزمان فیبنی علی ذلک لان الظاہر انہم کانوا یفعلون ذلک علی موافقۃ شرط الواقف وھو المظنون بحال المسلمین فیعمل علی ذلک الی کتاب الوقف للانصاف ہے اذا وجد شرط الواقف فلا سبیل الی مخالفتہ واذا فقد عمل بالاستفاضۃ والاستیمارات العامۃ المستمرۃ من تقادم الزمان علاوہ بریں خود حکم شرع ہے کہ جب تک اقربائے واقف میں کوئی شخص لائق تولیت ہوبیگانہ آدمی متولی نہ کیا جائے درمختار میں ہے مادام احد یصلح للتولیۃ من اقارب الواقف لایجعل المتولی من الاجانب لانہ اشفق ومن قصدہ نسبۃ الوقف الیہم پھر اس شخص غیر کا فاسق ہونا سب پر طرہ ہے فسق کے بعد تو خود واقف اگر متولی ہو تو وہ بھی معزول کر دیا جائے گا نہ کہ اجنبی فاسق کو متولی کیا جائے۔ درمختار میں ہے ینزع وجوبا ولو الواقف فغیرہ بالاولی غیر مامون او عاجزا او ظہر بہ فسق کشرب خمر ونحوہ فتح لہٰذا وصیت پر عمل نہیں بلکہ خاندان واقف سے کسی صالح متدین ہوشیار کارگزار کو متولی کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مولوی حشمت علی ساکن گدھیا ۲ رجب المرجب ۱۳۱۰ھ

کیا ہندو وغیرہ کفار متولی مسجد وغیرہ اوقاف ہو سکتے ہیں اگر نہیں تو عالمگیری کی اس عبارت کا ولا یشترط فیہ الحریۃ والاسلام الخ کیا جواب دیا جائے گا اور ایک ہندو مسجد کا حوض اپنے روپے سے بنانا چاہتا ہے بینوا توجروا۔

الجواب: فقیر نے یہاں حاشیہ ردالمحتار میں لکھا اقول وباللہ التوفیق عدم اشتراطہ للصحۃ لاینافی عدم اشتراطہ للحل فقد نقل فی کتاب الزکوٰۃ باب العاشر تحریم جعل کافر عاشرا لان فیہ تعظیمہ وھو حرام وفی شرح السیر الکبیر ان امیر المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کتب الی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ لاتتخذ احدا من المشرکین کاتبا علی المسلمین قال وبہ ناخذ لقولہ تعالٰی لاتتخذوا بطانۃ من دونکم ویأتی فی الاضحیۃ کرہ ذبح الکتابی وتعلیلہ بانہ لاینبغی ان یستعان بالکافر فی امور الدین وقد صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا لانستعین بمشرک وقد علم تحریم تولیۃ الخائن وھذا رب العزۃ جل یقول لایالونکم خبالا واللہ الموفق اھ ماکتبت علیہ اس سے حکم مسئلہ واضح ہو گیا کافر کو متولی کیا جائے تو ہو جائیگا مگر اسے متولی کرنا کوئی امر دینی اس کے اختیار میں دینا حرام ہے اور اسے معزول کرنا واجب نہ کہ خاص مسجد پر کہ اعظم اوقاف دینیہ ہے۔ ؎

مؤذن گریباں گرفتش کہ ہین ۔۔ سگ و مسجد اے فارغ از عقل و دیں

ہندو سے کسی کار دینی میں مدد نہ لی جائے گی وہ اس میں مسجد و مسلمانان پر اپنا احسان سمجھے گا اللّٰھم لاتجعل علی ید الفاجر دعا ماثورہ ہے واللہ اعلم۔

مسئلہ از مراد آباد بتوسط حافظ امیر اللہ صاحب ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد کا جس کی آمدنی مستقل زائد از بیس روپے ماہوار ہے مدت سے متولی ہے مسجد میں قطعی بندوبست نماز کا بغیر صلوٰۃ جمعہ نہیں جس کا دل چاہا خواہ فاسق معلن ہو یا بے علم اس نے امامت کر لی اور اکثر اوقات نزاع وفساد درباره امامت وہ وقت رہتا ہے متولی مذکور کو صراحۃً وکنایۃً ان مکروہات کے انسداد کے واسطے فہمائش بجانب مصلیان ہوئی بھی تو قطعی خیال نہ کیا زیادہ سے زیادہ مسجد کے خرچ میں درمیان پانچ یا چھ روپیہ ماہوار کے آتا ہے علاوہ اس کے مسجد کی خدمت دربارۂ صفائی بھی کما حقہ نہیں ہوتی بلکہ پانی سقایہ و نیز اس کا سرما میں گرم ہونا بیشتر چندہ سے ہوتا ہے پس ایسی حالت میں ۱؂ متولی مذکور قابل رہنے کے ہے یا نہیں۔

۲؂ مسجد کی آمدنی کا روپیہ کسی شخص کو خواہ متولی ہو یا دیگر اپنے خرچ میں لانا جائز ہے یا نہیں۔

ع۳ جس مسجد کی آمدنی اتنی معقول ہو اس میں اگر دوسرا شخص بطور چندہ یا اپنی طرف سے مسجد کی خدمت کرے تو وہ ماجور ہوگا یا نہیں اور مسجد اس چندہ کو شرعًا قبول کر سکتی ہے یا نہیں۔

ع۴ اگر متولی بطائف الحیل سے ضروریات مسجد کو ٹال دے یعنی نماز و امامت اور باوجود ضروریات دین اور نیز فہمائش کے مسجد کی خدمت کما حقہ ادا نہ کرے نہ خود امامت کرے بلکہ دن رات نفسانی ہوا وہوس میں مشغول رہے اور اسی بنا پر امامت سے اعراض کرے تو اس کا کیا حکم ہے و شرع شریف کے نزدیک ایسا متولی قابل رکھنے کے ہے یا نہیں۔

ع۵ محض خالصًا لوجہ اللہ والناس جواب ہونا چاہئے انہیں صورتوں میں جب کہ امام مقتدیوں سے ضروریات شرعیہ میں ہر طرح سے کم ہے اور پھر بھی امام بنا ہے تو علاوہ نماز خراب ہونے کے متولی بھی اس گناہ میں ماخوذ ہوگا یا نہیں اور اول مقتدیوں کی نماز جو اس امام سے علم و فضل میں زائد ہیں کس درجہ تک ناقص ہوگی یا قطعی نہ ہوگی۔

ع۶ اگر کوئی شخص شرارتًا و باغوائے متولی قبروں پر مع جوتیاں چڑھتا ہو اور ہانڈی کا دھوون پان کی اگال استنجا قبروں پر کرتا ہو تاکہ اوروں کو جو اس شرارت سے روکتے ہیں ایذا ہو تو ایسے شخص اور متولی کے واسطے کیا حکم ہے۔

الجواب: (۱) جب کہ مسجد کی آمدنی بیس روپیہ ماہوار سے زائد ہے اور متولی صرف پانچ چھ روپے خرچ کرتا ہے باقی کا پتہ نہیں دیتا اور مسجد کی ضروریات مثل صفائی وغیرہ معطل رہتے ہیں یا چندہ سے ہوتے ہیں تو اس کا ظاہر حال خیانت ہے اگر وجہ معقول و حساب صحیح پیش نہ کرے معزول کرنا لازم ہے درمختار میں ہے ینزع وجوبا لو الواقف فغیرہ اولی لو غیر مامون واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) مسجد کی آمدنی کو کوئی شخص اپنے ذاتی صرف میں نہیں لا سکتا مگر متولی بقدر اجرت مثل یعنی اتنے کام پر عرف میں کیا ماہوار ہوتا ہے اتنا پا سکتا ہے

(۳) پاک مال نیک نیت سے مسجد کی خدمت کرنے والا ضرور ماجور ہے اور مسجد اسے قبول کر سکتی ہے اگرچہ مسجد کی آمدنی کثیر ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) امامت ذمہ متولی لازم نہیں اور ہوا وہوس اگر تا حد فسق نہ ہو مانع تولیت نہیں اور ضروری خدمتوں میں تقصیر یا بربنائے عجز ہوگی یا بربنائے بے پروائی دونوں صورتوں میں لائق عزل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۵) مفضول فاضل کی امامت کر سکتا ہے جب کہ شرائط صحت و جواز امامت کا جامع ہو اس سے فاضل کی نفس نماز میں کوئی نقص آئے گا نہ متولی پر اس کا الزام ہے ہاں اگر متولی دیدہ دانستہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو امام مقرر کرے تو وہ اس حدیث کا مورد ہے کہ من استعمل علی عشرۃ من فیھم ارضی منہ للہ تعالٰی فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین جس نے دس شخصوں پر کسی ایسے کو مقرر کیا کہ نظر شرع میں اس سے بہتر ان میں موجود تھا تو اس نے اللہ و رسول اور مسلمان سب کی خیانت کی۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۶) قبر مسلم کا ادب واجب ہے اس پر استنجا کرنا حرام ہے اس پر اوگال یا دھوون ڈالنا توہین ہے اس پر بلا ضرورت و مجبوری شرعی پاؤں رکھنا ناجائز ہے نہ کہ معاذ اللہ اس پر جوتا پہنے چڑھنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لان یجلس احدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ فتخلص الی جلدہ خیر لہ من ان یجلس علی قبر بیشک تم میں کسی کا چنگاری پر بیٹھنا کہ وہ اس کے کپڑے جلا کر اس کی کھال تک پہنچ جائے اس کے حق میں قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔ رواہ مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لان امشی علی جمرۃ او سیف احب الی من ان امشی علی قبر مسلم

بیشک مجھے آگ یا تلوار پر چلنا مسلمانوں کی قبر پر چلنے سے زیادہ پسند ہے۔ اس میں بکثرت احادیث وروایات ہمارے رسالہ اھلاک الوھابیین میں ہیں ایسا کرنے والا سب سے سخت عذاب کا مستحق ہے اور متولی کہ ایسے فعل کا اغوا کرتا ہے اس سے بھی بدتر ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از بریلی محلہ بہاری پور معماران مسئولہ رحیم بخش صاحب ۵ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

ایک شخص کی معرفت جو بہت معزز صاحب تھے کام مسجد کے واسطے خشت خریدی گئی اور وہ خشت مسجد کے کام میں آئی روپیہ اس کا جو مسجد کے چندہ کا جمع تھا ان صاحب کو دیدیا گیا۔ اس شخص نے روپیہ مالک بھٹہ کو نہیں دیا اپنے پاس صرف کرلیا۔ مالک بھٹہ نے نالش مہتمم مسجد پر کردی آخرکار ڈگری مہتمم مسجد پر ہوگئی اور اس کا روپیہ جس قدر تھا وہ مہتمم مسجد نے فی الحال دیا اب مہتمم مسجد وہ روپیہ کس طرح سے وصول کرے اور وہ شخص کہ جس نے روپیہ اپنے پاس صرف کرلیا ہے اس کے بارہ میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ زیادہ حدادب۔

الجواب: بیان سائل سے معلوم ہوتا ہے کہ نالش کا روپیہ اس نے اپنے مال سے دیا اس کا معاوضہ زرِ مسجد سے نہیں لے سکتا وہ شخص جس نے روپیہ مار لیا اس سے حتی الامکان مسجد کا روپیہ وصول کرے وہ غاصب ہے مرتکب غصب ہے مستحق غضب ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم

مسئلہ از سہسوان ضلع بدایوں مرسلہ مولوی سید پرکرش علی صاحب ولد مولوی سید عبدالعزیز صاحب ۷ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں

(۱) متولی وقف کے مسکن وصندوق سے مال وقف چوری گیا تاوان لازم یا نہیں۔

(۲) مدرسین وقف کو دو چار چھ ماہ کی پیشگی تنخواہ دینا روا یا ناروا۔

(۳) متولی کو مال وقف بطور قرض اپنے صرف میں لانا پھر ادا کرنا روا یا ناروا۔

(۴) مال وقف سے کسی مسلمان کو قرضہ دینا روا یا نہ۔

(۵) کتب وقف ایک مدرسہ دوسری جگہ مستعار دینا روا یا ناروا۔

(۶) دو مدرسوں کے متولی کو ایک وقف کا مال دوسرے میں صرف کرنا بطور قرض روا یا ناروا اور واقف دونوں وقف کے جدا جدا ہیں۔

(۷) زمین مشترک کا روپیہ ایک شریک وصول کرتا ہے قبل تقسیم اپنے صرف میں لانا یا کسی مسلمان کو اس میں سے قرض دینا جائز یا نہ۔

(۸) تعمیر مدرسہ کے واسطے بمشورہ مسلمین قرض لینا روا یا ناروا حنفی کی معتمدات سے جواب عنایت ہو مع حوالہ کتاب۔ بینوا توجروا۔

الجواب: (۱) اگر متولی نے کوئی بے احتیاطی نہ کی تو اس پر تاوان نہیں لانہ کالوصی امین فالقول قولہ بیمین اور اگر بے احتیاطی کی مثلاً صندوق کھلا چھوڑ دیا غیر محفوظ جگہ رکھا تو اس پر تاوان ہے۔ لان الامین بالتعدی ضمین۔

(۲) روا نہیں مگر جہاں اجازت واقف یا تعامل قدیم ہو لانہ یحمل علی المعہود من عند الواقف۔

(۳) حرام حرام لانہ تعد علی الوقف والقیم اقیم حافظا لامتلف۔

(۴) نہ لانہ صرف فی غیر المصرف۔

(۵) شرط واقف کا اتباع کیا جائے گا اگر منع کردیا ناجائز ہے اور اگر یہ شرط کردی کہ کتاب جو عاریت لیجانا چاہے اتنا مال اس کے عوض

گویا بطور گرو رکھا جائے تو یوں کیا جائے گا بے اس کی اجازت نہیں اور اگر بلا شرط عاریت کی اجازت قوم یا اشخاص خاص کو اجازت دی تو انہیں کے لئے اجازت ہوگی اور عام تو عام لقولھم شرط الواقف کنص الشارع والمسألۃ فی الاشباہ والنھر والدر المختار ورد المحتار وھذا حاصل ما القرر۔

ع۶ ناجائز ہے لان الاقراض تبرع والتبرع اتلاف فی الحال والناظر للنظر لا للاتلاف ومسألۃ اختلاف الواقف او الجھۃ مذکورۃ فی التنویر والدر ودائرۃ فی الاسفار الغر۔

ع۷ اپنے حق تک صرف کرسکتا ہے۔

ع۸ متولی کو وقف پر قرض لینے کی دو شرط سے اجازت ہے ایک یہ کہ امر ضروری و مصالح لابدی وقف کے لئے باذن قاضی شرع قرض لے اگر وہاں قاضی نہ ہو خود لے سکتا ہے دوسرا یہ کہ وہ حاجت سوائے قرض اور کسی سہل طریقہ سے پوری نہ ہوتی ہو مثلاً وقف کا کوئی ٹکڑا اجارہ پر دے کر کام نکال لینا۔ درمختار میں ہے لاتجوز الاستدانۃ علی الوقف الا اذا احتیج الیھا لمصلحۃ الوقف کتعمیر وشراء بذر فیجوز بشرطین الاول اذن القاضی فلو بعد منه یستدین بنفسه الثانی ان لاتتیسر اجارۃ العین والصرف من اجرتھا والاستدانۃ القرض والشراء نسیئۃ رد المحتار میں ہے المختار انه اذا لم یکن من الاستدانۃ بد تجوز بامر القاضی ان لم یکن بعیدا عنه اما ماله منه بد کالصرف علی المستحقین فلا کما فی القنیۃ الا الامام والخطیب والمؤذن فیما یظھر لقوله فی جامع الفصولین لضرورۃ مصالح المسجد اھ والا للحصر والزیت بناء علی القول بالنھا من المصالح وھو الراجح ھذا خلاصۃ ما قال فی البحر اھ واللّٰه اعلم

مسئلہ مسئولہ فیض رسول خاں ساکن چاندپور۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ولی حسین خاں نے عرصہ اکتیس سال سے تحریر تولیت نامہ حقیقت موضع ترت پور پرگنہ نواب گنج محلہ باغ کے قابض کرکے متولی مقرر کردیا۔ بعدہ پندرہ برس کے ولی حسین خاں فوت ہوئے اس کے بعد کو بھی متولی بدستور پندرہ سال تک اور کام تولیت کا انجام دیتا ہے اور اب تک قابل انجام دہی کام تولیت کے ہے۔ اب تقی حسین خاں پسر ولی حسین خاں نے جبر ناجائز دے کر متولی سے دستبرداری لکھائے اور جائداد موقوفہ سے ایک باغ رد کراکر اپنے ملازم سے مشتری باغ ظاہر کرایا اور آمدنی خیر کو مصارف ناجائز میں صرف کرنا شروع کیا۔ جواب بالا میں متولی سابق برخاست ہوسکتا ہے اور تقی حسین خاں قابل تولیت کے ہوسکتا ہے اور تصرف ناجائز آمدنی خیر میں عنداللہ و عندالرسول کیا احکام ہیں۔

الجواب: دستاویز دست برداری ملاحظہ ہوئی وہ دست برداری مطلق نہیں بلکہ کوبتقی حسین خاں ہے اور پیش قاضی بقبول قاضی نہیں بلکہ بطور خود ہی اور مرض الموت متولی میں نہیں بلکہ اس نے اپنی صحت میں کی ہے اور دستاویز وقف ملاحظہ ہوئی۔ اس میں واقف نے متولی کو کوئی اختیار اپنے عزل اور دوسرے کے نصب کا نہیں دیا پس دست برداری مذکور محض مردود و باطل ہے اس سے نہ فیض رسول خاں کی تولیت زائل نہ تقی حسین خاں کو اصلاً کوئی حق حاصل بلکہ فیض رسول خاں بدستور متولی اور تقی حسین خاں نرا اجنبی ہے اگرچہ وہ بددیانتی بھی نہ کرے اور بحال بددیانتی جیسا کہ سوال میں مذکور ہے خود واقف بھی اگر متولی ہوتا فوراً نکال دیا جاتا نہ کہ دوسرا شخص۔ درمختار میں ہے اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامه فی حیاته ان کان تفویض له بالشرط عاما صح والا لایصح رد المحتار میں ہے معنی العموم کما فی الفتح الوسائل انه ولاہ واقامه مقام نفسه وجعل له ان یسندہ الی من شاء ففی ھذہ الصورۃ یجوز التفویض منه فی حال الحیوۃ

اسی میں ہے الفراغ مع التقریر من القاضی عزل لا التفویض ویدل علیہ قولہ فی البحر اذا عزل نفسہ عند القاضی فانہ ینصب غیرہ وبہ ظہر ان قولہم لایصح اقامۃ المتولی غیرہ مقامہ فی حیاتہ وصحتہ مقید بما اذا لم یکن عند القاضی ولایرد ان العزل یکفی فیہ مجرد علم القاضی لان الفراغ عزل خاص مشروط فانہ لم یرض بعزل نفسہ الا لتصیر الوظیفۃ لمن نزل لہ عنہا اھ مختصرا۔ درمختار میں ہے وینزع وجوبا بزازیہ لو الواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مامون۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ فیض محمد صاحب محلہ بہادر گنج شاہجہان پور ۳۰ شوال ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کی تحویل کا روپیہ رشوت میں صرف کیا جاوے اور اپنے تصرف میں لایا جاوے تو ایا ایسی صورت میں تحویل رکھنے والا یا مشورت میں شریک ہونے والا شرعاً کس تعزیر کا مستوجب ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: کیا شرعی تعزیرات یہاں جاری ہیں کیا کوئی دے سکتا ہے تحویل اس سے نکال لینی واجب ہے اور جو اپنے صرف میں لایا یا خاص کار ضروری مسجد بحالت مجبوری بعض کے سوا رشوت میں اٹھایا اس کا تاوان اس پر لازم ہے مسلمان اس سے توبہ لیں نہ مانے تو اس سے میل جول چھوڑ دیں۔ ہاں اگر نہ اپنے صرف میں لایا نہ اور کوئی تصرف بیجا کیا کسی معاملہ میں مسجد کو ضرر شدید پہنچتا تھا اور بے کچھ دے لئے کسی طرح نجات نہ تھی یوں صرف کیا تو مسجد کا اس پر کچھ الزام نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ حاجی کریم نور محمد جنرل مرچنٹ اتوار ملوک ناگپور شہر ناگپور ۹ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

متولی مسجد کا کون شخص ہو سکتا ہے اور اس کے لئے کیا حقوق خدمات مسجد کے ہیں۔

الجواب: متولی مسجد ایک قادر متدین ہونا چاہئے کہ ہوشیاری دیانتداری سے کام کر سکے اوقاف مسجد کا سب نظم و نسق اس کے سپرد ہوگا۔ نیز مسجد کی نگہداشت غور پرداخت۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از سہسوان ضلع بدایوں عبداللطیف مدرس قرآن شریف ۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

محمود الاقران نعمان الزمان دامت برکاتہم السلام علیکم و علی من لدیکم۔ متولی وقف کو مال وقف بطور قرض اپنے تصرف میں لانا یا کسی مسلمان کو قرض دینا روا یا ناروا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: متولی کو روا نہیں کہ مال وقف کسی کو قرض یا بطور قرض اپنے تصرف میں لائے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر آگرہ محلہ کھڑکی مسئولہ محمود حسن صاحب امام جامع مسجد سابق یکم شعبان ۱۳۳۲ھ

(۱) ایک شخص خانقاہ کی سجادگی حاصل کرکے اپنے بھائی کو ہبہ مشاع اس شرط پر کرے کہ موہوب لہ سجادہ نشین رہے اور واہب مسند نشین اور آمد ہر قسم سرکاری و نذر و فتوح وغیرہ سب بالتنصیف تقسیم رہے اور یہ سلسلہ نسلاً بعد نسل چلا جائے مگر اس موہوب لہ سجادہ نشین کی اولاد اصل واہب کی اولاد کی منع مسند نشینی کے ساتھ نذر و فتوح وغیرہ کو بالتنصیف نہیں دیتی ہے کیا ایسی حالت میں واہب موہوب لہ سے شئ موہوب

واپس لے سکتا ہے۔

۲ جو اس سجادگی حاصلہ موہوبہ و مسند نشینی سے پہلے تھے ان کے حقوق وغیرہ معافیات بدستور قائم رہے اس میں کچھ رقم متعلق مرمت خانقاہ رہی موہوب لہ سجادہ نشین نے اون سوابق کو خانقاہ میں آنے اور خدمت کرنے سے منع کرادیا یا کردیا یا ایسے اسباب ڈالے جس سے مجبورًا ممنوع ہوئے اور مرمت وغیرہ بھی ان کی جانب سے نہ ہونے دی اور نہ کرنے دی اب ان سوابق مستحقین کے اولاد سے وہ رقم مرمت جو پاتے رہے ہیں اولاد سجادہ نشین (موہوب لہ) لینا چاہتی ہے کیا لے سکتی ہے یا نہیں باوجودیکہ لوگ اپنی ذات سے خدمت اور مرمت کرنا چاہتے ہیں۔

۳ بعد نظر ڈالنے ہر دو قلم یہ بھی دریافت طلب ہے کہ شرعًا اس خانقاہ کا اصل راس یعنی مکھیا کس کو سمجھا جائے اور کون ہے اولاد سوابق مستحقین سجادہ نشین موہوب لہ کی اولاد، مسند نشین اصل واہب کی اولاد۔

الجواب

۱ نذر و فتوح جو جسے دے اسکی ملک ہیں واہب ہو یا موہوب لہ یا ان میں کسی کی اولاد، سجادہ نشین یا کسے باشد۔ رہا معاہدہ تنصیف وہ ایک وعدہ ہے جس کی وفا پر اصل وعدہ کنندہ بھی حکمًا مجبور نہ کیا جاتا نہ کہ اس کی اولاد فقد نصوا علی انہ لاجبر علی الوفاء بالوعد مگر یہاں ایک دقیقہ ہے کہ آگے ظاہر ہوگا بیان سائل سے معلوم ہوا کہ شے موہوب ملک واہب نہ تھی بلکہ جائداد وقف خانقاہ تھی اور سجادہ نشین حسب دستور اس کا متولی اس نے اپنے بھائی کو یہ نصف ہبہ کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ ہبہ باطل محض ہوا کہ جائداد موقوف اس کی ملک نہ تھی جسے ہبہ کرسکتا اور حق تولیت قابل ہبہ نہیں متولی اپنی صحت میں دوسرے کو قائم مقام نہیں کرسکتا مگر اس حالت میں کہ جہت واقف سے اسے اس کا اختیار عام دیا گیا ہو درمختار میں ہے اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ ان کان التفویض لہ بالشرط عاما صح والا لا تو اگر واہب کے لئے اختیار حسب شرط واقف یا تعامل قدیم کی دلیل شرط واقف سے حاصل نہ تھا تو اس کا اپنے بھائی کو سجادہ نشین کرنا باطل محض ہوا بلکہ وہی واہب بدستور سجادہ نشین رہا فانہ جعلہ مستقلا لا وکیلا عنہ حتی یجوز ولا ینعزل بعزلہ نفسہ الا عند قاضی الشرع ولا قاضی ثمہ اس صورت میں جو نذور و فتوح موہوب لہ کو دی جائیں اگر دینے والے خود اس کی ذات کو دیتے وہ اس کی ملک تھیں اور اگر نذر سجادہ بحیثیت سجادہ نشینی دیتے تو اس کو ان کا لینا جائز نہ تھا کہ وہ واقع میں سجادہ نشین نہ ہوا ومن اعطی احد الظن وصف ولم یکن فیہ لم یحل لہ اخذہ کما حققہ فی احیاء العلوم وغیرہ اس صورت میں واپس لینے کے کوئی معنی نہیں کہ وہ دینا ہی صحیح نہ ہوا واپسی تو دینے کے بعد ہے۔ ہاں اگر واہب کو حسب شرط واقف اس کا اختیار بھی تھا تو بھائی کی شرکت صحیح ہوگئی اور واپسی کا اختیار نہیں مگر یہ کہ واقف نے یہ اختیار بھی دیا ہو درمختار میں ہے ان کان التفویض لہ عاما صح ولا یملک عزلہ الا اذا کان الواقف جعل لہ التفویض والعزل۔

۲ جو حکم واقف یا حسب عملدرآمد قدیم اوقاف میں کوئی حق شرعی رکھتے تھے وہ بلاوجہ شرعی کسی کے ممنوع کئے ممنوع نہیں ہوسکتے بحرالرائق و ردالمحتار میں ہے استفید من عدم صحۃ عزل الناظر بلا جنحۃ عدمہا لصاحب وظیفۃ فی وقف بغیر جنحۃ وعدم اھلیتہ۔

۳ مستحقین اپنے اپنے حقوق لینے تک کے مختار ہوتے ہیں اصل وراس وہی متولی اوقاف ہے جس کا بیان جواب سوال اول میں گزرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مرسلہ نقی احمد صاحب قصبہ سندیلہ ضلع ہردوئی محلہ اشراف ۱۰ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں ع۱ زید منتظم و بانی جائداد انجمن اسلامیہ جو کہ منجانب گروہ اسلام قائم ہوئی تھی تھا اور عمرو امین جائداد کا تھا ع۲ بکر وغیرہ جو کہ متولی گروہ اہل اسلام تھے پانچ سال کی حساب فہمی کا دعوٰی زید منتظم و عمرو امین پر کیا اور کاغذات طلب کئے ع۳ ہر دو مدعا علیہم نے جواب دیا کہ تم مستحق حساب فہمی نہیں ہو کیونکہ کل جائداد میرے اہتمام و کوشش سے حاصل ہوئی ع۴ عدالت سے کاغذات طلب ہوئے عمرو امین روپوش ہو گیا اور کاغذات نہیں دیئے عدالت نے بہ ثبوت یکطرفہ مدعا علیہم پر ڈگری کر دی ع۵ بعد ڈگری اس ڈگری کی بابت ثالثی ہوئی جس میں زر ڈگری چوتھائی قائم رہا اور زید منتظم نے بوجہ روپوش ہونے عمرو کے کل روپیہ مطابق فیصلہ ثالثی ادا کر دیا ع۶ اب زید منتظم و عمرو امین کا انتقال ہو گیا اور جو کاغذات امین کے قبضہ میں تھے وہ برآمد ہوئے ان کاغذات کی رو سے بمقابلہ ادا شدہ رقم کے بہت کم روپیہ مطالبہ مدعیان کا ذمہ منتظم و امین برآمد ہوتا ہے آیا شرعًا بروئے کاغذات بقدر مطالبہ ذمہ منتظم و امین نکلے تو رقم ادا شدہ کے بعد جس قدر باقی رہے ان کے ورثہ سے جب کہ جائداد چھوڑی ہو مدعیان رقم پانے کے شرعًا مستحق ہیں یا نہیں اور اسی طرح اگر منتظم نے زائد روپیہ داخل کیا ہو تو شرعًا واپس پانے کا حق منتظم ورثا کو ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جس قدر مطالبہ واجبی ثابت ہو اگر اس سے کم ادا ہوا ہے باقی ان کے ترکے سے لیا جائے گا اور اگر اول سے زیادہ لے لیا گیا ہے تو جتنا زیادہ ہو انھیں واپس دینا واجب ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم علی الید ما اخذت حتی تردھا وقال تعالٰی ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس عقود الدریہ میں ہے من دفع شیئا ظانا انہ علیہ کان لہ ان یستردہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مرسلہ حکیم محمد حیات خاں صاحب آگرہ کوچہ حکیمان حیات منزل ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ منجملہ پانچ متولیان اوقاف کے جو بحیثیت ایک انجمن کے کثرت رائے پر کام کرتے ہوں اگر ایک علانیہ سود کھاتے ہوں اور خلاف منشاء واقف خرچ کئے جانے پر مصر ہوں اس قابل ہیں کہ عند الشرع متولی رہ سکیں۔ بتذکرہ بالا متولی صاحب کا جو علانیہ سود کھاتے ہیں یہ فعل کہ مسجد جامع وغیرہ میں جو ان کے زیر نگرانی ہیں حسب موقع اپنے خرچ سے عام مسلمانوں کو برف وغیرہ پلواتے ہیں، آیا عند الشرع اس قابل ہے کہ دیگر متولیان اسے روکیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں وہ شخص ہرگز متولی رہنے کے قابل نہیں اور اس کا معزول کرنا واجب درمختار میں ہے ینزع وجوبا ولو الواقف درر فغیرہ بالاولٰی لو غیر مامون اپنے خرچ سے مسلمانوں کو برف پلانا کوئی امر معیوب نہیں بلکہ بہ نیت حسن ہو تو مستحسن ہے مگر وقف کی آمدنی سے حرام ہے جب کہ شرائط وقف کے تحت میں داخل نہ ہو اور مسجد میں یہ مجمع نہ ہونا چاہئے کہ غل شور کا بھی احتمال ہے۔ اور مسجد میں غیر معتکف کو کھانا پینا بھی نہ چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از موضع درو ضلع نینی تال تحصیل کچھا مسئولہ ثروت یار خاں صاحب ۲۶ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک جائداد وقف کے متولی واحد کے انتقال پر تین متولیان بموجب شرط دستاویز وقف پیدا ہوئیں اور دیگر جائداد میں چھ وارث قائم ہوئے مقدمہ داخل خارج وقف پر منجملہ چھ وارثوں کے دو وارثوں نے جائداد وقف کو متروکہ قرار دیا اور وقف کے خلاف کوشش کی اور منجملہ انھیں چھ وارثوں کے تین وارث جائداد وقف کے متولیان میں سے دو متولیان نے وقف قائم رکھنے

کی کوشش کی اور وہ کامیاب ہوئے ایک متولی خاموش رہا جن وارثوں نے کوشش خلاف وقف متروکہ قائم ہونے کے لئے کی تھی وہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور ایک بھائی کے لڑکے کی وہ متولیہ جو کہ خاموش رہی وقت داخل خارج وقف مذکور شکوہ تھی جس سے یہ اندیشہ دو متولیان اور مسلمانان کو تھا اور ہے کہ اگر جائداد وقف متروکہ قرار پاگئی تو متولیہ خاموش کو یہ نفع ذاتی پہنچے کہ اس کے دونوں خسر جو وارث ہیں حصہ دار جائداد وقف میں بن جائیں اور وقف کو نقصان پہنچے کہ اس وجہ سے آئندہ بھی نقصان کا خیال ہے اب دوسرا مقدمہ واسطے نمبرداری برائے تعمیل شرائط وقف چل رہا ہے تو ایسی صورت میں جو کہ اوپر ظاہر کی گئی ہیں کون متولیہ نمبردار مقرر ہونے کے لائق ہے اور کون تولیت سے خارج ہونے کے قابل ہے اور وہ شخص جو خاموش متولیہ کی طرف سے سربراہ کار مقرر ہونا چاہتا ہے جو خسر اس کا ہے اور وقف کے خلاف متروکہ قائم ہونے کی کوشش کرچکا ہے سربراہ کار مقرر ہوسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب: جو خلاف وقف کوشش کرچکا وہ ہرگز سربراہ کار نہیں کیا جاسکتا یہاں تک کہ اگر خود متولی یا خود واقف ایسا کرتا واجب تھا کہ فوراً نکال دیا جاتا درمختار میں ہے ینزع وجوبا ولو الواقف فغیرہ بالاولی غیر مامون۔ ایک متولیہ کا خاموش رہنا اگر ثابت ہو کہ اس نیت فاسدہ سے تھا تو اس کا اخراج بھی واجب ہے ہاں اگر بوجہ مجبوری ساکت رہی تو حرج نہیں۔ نمبرداری شرعی مسئلہ نہیں ہاں جائز متولیوں سے باہر کوئی شخص نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از جبلپور اومتی کا پل مرسلہ محمد منیر خاں ۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

۱۔ زید نے اپنی زمین مسجد کے لئے وقف کردی اور کچھ پتھر بھی برائے تعمیر مسجد دیئے زمین اور پتھروں کی قیمت تقریباً ۲۰۰ ہوں گے اور عمرو نے اپنی ذات خاص سے بالکل مسجد باقاعدہ اور ایک حجرہ بھی تیار کرکے دونوں کو وقف کردیا جس میں غالباً چار یا پانچ ہزار روپیہ صرف ہوا ہوگا بعدہٗ زید کے کہنے سے عمرو نے زید کے نام سے واسطے نگرانی مسجد ایک کاغذ رجسٹری شدہ تحریر کردیا اور مسجد تیار ہوئے۔ بارہ برس ہوئے جب سے ہر طرح کے خرچ کا کفیل مثل چراغ تنخواہ امام و مؤذن ورمضان شریف میں حافظ کی خدمت وتقسیم شیرینی اور بھی درمیان میں مسجد کے متعلق جو ضرورت ہوا کرتی ہے عمرو صرف اپنی ذات سے صرف کرتا ہے اور عمرو نہایت خلیق پابند صوم وصلوٰۃ باخدا شخص ہے اور عمرو زید کے افعال سے واقف نہ تھا کیونکہ زید بڑا فتنہ انگیز، حاسد، غیبت کنندہ، جماعت میں تفرقہ ڈالنے والا، اور مسجد پر اپنی حکومت جتانے والا، ایک نہ ایک شرارت پیدا کرنے والا ہے اس صورت میں متولی کس کو شرع شریف قرار دیتی ہے اور وہ رجسٹری زید کی بموجب شرع شریف کارآمد ہے حالانکہ اہل محلہ ودراہل جماعت عمرو کا متولی ہونا پسند کرتی ہے۔

۲۔ صرف زید کے حکم سے پیش امام ومؤذن مقرر ہوسکتے ہیں یا برخاست ہوسکتے ہیں یا کل اہل جماعت کی رائے سے۔

۳۔ پیش امام کے موجود ہوتے ہوئے زید شرارتاً امامت کرتا ہے زید کے پیچھے نماز درست ہوسکتی ہے۔

۴۔ زید کی امامت درست ہے یا نمازی اپنی اپنی نماز بوجہ کراہت دہرالیا کریں۔

الجواب: اگر یہ امر واقعی ہے کہ زید فتنہ گر، شریر، مفرق جماعت ہے تو وہ ہرگز تولیت مسجد کے قابل نہیں اس کا معزول کرنا واجب ہے درمختار میں ہے ینزع وجوبا ولو الواقف غیر مامون۔

۲۔ مؤذن وامام جس کے مقرر کئے شرعاً ان منصوبوں کے لئے زیادہ لائق ہوں انہیں کو ترجیح ہوگی اور اگر یکساں ہوں تو زید کے مقرر کردہ مرجح ہیں کہ اصل مسجد یعنی زمین اسی کی وقف ہے درمختار میں ہے البانی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والمؤذن فی المختار الا اذا عین القوم

اصلحہم عینہ البانی مگر جب کہ موذن و امام تنخواہ دار ہیں اور انہیں عمرو دیتا ہے تو استحقاق تنخواہ اسی کو ہوگا جسے عمرو مقرر کرے اس پر لازم ہے کہ اسے پسند کرے جو شرعاً زیادہ مناسب ہو اور تنخواہ دار کی برخاستگی بھی عمرو کی رائے پر ہوگی لانہ ھو المستاجر فلیس لثالث فسخھا۔

ع۳۲۷ اگر زید سے علانیہ فسق ثابت ہو تو اس کی امامت اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ تبیین الحقائق میں ہے فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا اور اگر زید میں کوئی وجہ مانع امامت نہیں مگر امام مقرر کردہ اس سے افضل و اولٰی ہے اور اسی وجہ سے اہل جماعت امام کے ہوتے زید کی امامت مکروہ و ناپسند رکھتے ہیں تو زید کو جائز نہیں کہ امامت کے لئے تقدم کرے لانہ من امر قوما وھم لہ کارھون مگر اس صورت میں نماز میں خلل نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از گنگا جھدی ڈاک خانہ دونی واڑہ تحصیل گوندیا ضلع بھنڈارہ ملک متوسط مرسلہ محمد اسمٰعیل خاں ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

متولی مسجد نے مسجد کے پیسہ میں خیانت کی ایسے شخص کو متولی رکھنا جائز ہے یا نہیں یا متولی نے جھوٹی شہادت دی تو تولیت اسے دینا جائز ہوگی یا نہیں۔

الجواب: جس نے جھوٹی شہادت کہا اس میں تو بہت احتمال ہیں کہ واقعی جھوٹی نہ ہو لوگ اسے جھوٹی سمجھیں یا واقع میں جھوٹی ہو مگر شہادت دینے والے نے اپنے نزدیک سچی سمجھ کر دی ہو یا کسی مصلحت اعظم کے لئے کوئی پہلو دار بات کہی ہو یا رآتی فتنہ انگیز سے بچنے کے لئے مرتکب ہوا ہو یا اس شہادت سے اسے حمایت وقف مقصود ہو اسی طرح بہت احتمال نکل سکتے ہیں جن کے باعث وہ معزولی متولی کا سبب نہ ہوگی مگر پہلی بات بالکل صاف ہے جب اس نے مال وقف میں خیانت کی اس کا معزول کرنا واجب۔ درمختار میں ہے ینزع وجوبا ولو الواقف درر فغیرہ بالاولٰی بزازیہ لو غیر مامون۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ اجمیر شریف محلہ خادمان چاہ ارڈ مرسلہ سید امتیاز علی صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ایک شخص مسمی سید امیر علی متولی درگاہ تھا اور اس کی چار بیبیاں منکوحہ تھیں اول زوجہ اس کے چچا کی دختر تھی اور دوسری پٹھانی اور تیسری کاشتکار قوم چیتہ کی لڑکی چھوٹی قوم سے تھی اول زوجہ سے ایک دختر اور دوسری سے ایک پسر مسمی شریف حسین اور تیسری سے دو دختران اور متولی مذکور کے ایک برادر علاتی پٹھانی بیوی سے ہیں جب کہ متولی مذکور الصدر نے انتقال کیا تو اولاد مندرجہ و برادر علاتی کو چھوڑا اب برادر علاتی مسمی نثار احمد بمقابلہ پسر مسمی شریف حسین کے دعویدار ہے کہ میں عہدۂ تولیت کا مستحق ہوں اب شرعاً لڑکا ہونا چاہئے یا برادر۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر مال کی کوئی وراثت ہو تو بیٹے کے آگے بھائی محروم ہے مگر وقف کی تولیت کوئی ترکہ نہیں اس میں شرائط واقف پھر عملدرآمد سابق پھر صواب دید سلطان پر نظر ہوگی ان کے اعتبار سے جسے ترجیح ہوگی وہی متولی ہوگا بیٹا ہو یا بھائی یا غیر۔ ردالمحتار میں ہے من جہلھم قولھم خبز الاب لابنہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از اودے پور میواڑ راجپوتانہ دہلی دروازہ مرسلہ سید ضامن علی صاحب ۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ع۱ ایک شہر میں مسلمانوں نے باتفاق باہمی قومی سرمایہ سے ایک مدرسہ موسومہ مدرسہ حنفیہ تعلیم دینیات جاری کیا اور اس پر انجمن اسلام کی نگرانی قائم کی گئی اور زید کو معمولی اختیاروں کے ساتھ بہ نفاذ ایک دستور العمل مہتمم مدرسہ مقرر کیا۔ ع۲ زید نے بظاہر بصلہ حسن کارگزاری تیسرے سال

مربیت اور پانچواں سال متولیت کا ادعا حاصل کیا ع۳ چھٹے سال بلااستصواب قوم مدرسہ حنفیہ کو مدرسہ نظامیہ سے وابستہ کرکے روداد سالانہ میں بجائے حنفیہ کے نظامیہ لکھنا شروع کیا تاکہ زید کے تعلقات خاندان نظامیہ سے مدرسہ مخصوص سمجھا جائے ع۴ اس کے بعد زید دستور العمل نظام مدرسہ کی پابندی سے انحراف کرنا شروع کیا اور ارباب انجمن کو یکے بعد دیگرے ممبرانہ حیثیت سے گرانا شروع کیا۔ ع۵ نویں دسویں اسی قوم کے جذبات مذہبی کو بذریعہ تحریر صدمہ پہنچانے لگا یعنی کھلے لفظوں میں یہ لکھ کر اطراف ہندوستان میں شائع کردیا کہ فلاں شہر کے مسلمان کلمہ کی جگہ بتوں کے نام لیتے ہیں سجدہ کی جگہ دھوک دیتے ہیں روزہ نماز کے وہ پابند نہیں ہیں نہ ان لوگوں کو خوف خدا و رسول ہے یہ مذہب سے سراسر آزاد ہیں میاں نے ان کے لئے اسلام کی بنیاد کا پتھر رکھا ہے حالانکہ یہ بہتان عظیم ہے اور واقعات سراسر اس کے خلاف ہیں ع۶ گیارہویں سال کی روداد میں حسب معمول زید نے لفظ انجمن نہیں لکھا تاکہ بادی النظر میں مدرسہ انجمن کی نگرانی میں نہ سمجھا جائے ع۷ تعلیم و تربیت کے اعتبار سے مدرسہ نے کچھ بھی ترقی نہ کی۔

ع۸ حالات صدر کو محسوس کرکے جب قوم نے چند اشخاص کار وبار مدرسہ میں شریک کرنا چاہا تو زید نے انکار کردیا اور خدمت مہتممی سے علیحدہ کردیئے جانے کے بعد زید نے کچہری میں مدرسہ پر قبضہ دلانے کا دعوٰی کیا لہٰذا واقعات اور حالات حاضرہ کی رُو سے زید کی نیت سے یہ ثابت ہوچکا کہ جو کچھ وہ کرتا رہا قومی نقطہ نظر کے خلاف کرتا رہا اس کو ترقی تعلیم و خدمت اسلام مدنظر نہ تھی بلکہ اس کو اس پردہ میں اپنی نام آوری اور مفاد ذاتی منظور تھی۔ پس زید کی نسبت شریعت حقہ میں کیا حکم ہے۔

الجواب: اگر یہ بیان واقعی ہے تو زید حقوق اللہ و حقوق العباد دونوں میں گرفتار اور شریعت مطہرہ کے نزدیک سخت سزا کا سزاوار ہے کہ اس نے مسلمانوں پر اتہام رکھے اور ان کو دینی حیثیت سے بدنام کیا اور مدرسہ دینی کو اپنی ذاتی اغراض کا ذریعہ بنانا چاہا وہ جب ایک دستور العمل کی پابندی سے مشروط کرکے مہتمم کیا گیا تھا اور اس نے بلاوجہ شرعی اس کی پابندی نہ کی مہتممی سے خارج ہوگیا اذا فات الشرط فات المشروط اور اب کہ اسے اس بارے میں اتنی طمع ہے کہ کچہری میں نالشی ہوکر مدرسہ پر قبضہ کرنا چاہا تو ہرگز اس قابل نہیں کہ مدرسہ میں اس کو دخل دیا جائے درمختار وغیرہ کتب معتبرہ میں ہے طالب التولیۃ لایولّی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انا لن نستعمل علی عملنا من ارادہ

رواہ الائمۃ احمد والبخاری وابوداود والنسائی عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از جونا گڈھ محلہ کتبانہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ محمد حسین ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جو شخص تقدیر اور وسیلہ پکڑنے کے خلاف ہو ایسا آزاد شخص حنفیوں کے مدرسہ کا خیر خواہ ہوسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب: تقدیر کا منکر رافضی معتزلی گمراہ ہے اور محبوبان خدا سے توسل کا منکر نجدی وہابی بدراہ ہے جو شخص ایسا ہو اس سے مدرسہ اہلسنت کی خیر خواہی کی کیا امید ہوسکتی ہے نہ اسے مدرسہ پر کسی قسم کا اختیار دیا جائے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے زمانہ خیر میں کہ اسلام کا آفتاب نصف النہار پر تھا اور کفار ہر طرح ذلیل و خوار ایک نصرانی کو کہ حساب وسیاق میں طاق تھا اور صوبہ یمن میں ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ اسے محرری پر نوکر رکھنا چاہتے تھے امیر المومنین سے اجازت چاہی منع فرمایا انھوں نے پھر عرضی بھیجی اس پر تحریر فرمایا مات النصرانی والسلام غرض کسی طرح اجازت نہ فرمائی تو اس وقت ضعف اسلام میں کسی مخالف عقیدہ کو اختیار دینا کس درجہ مضر ہے کہ بوجہ کلمہ گوئی کافروں سے اس کا ضرر زائد ہوگا پھر اُس زمانہ میں ان کی مغلوبی تھی اور اب مطلق العنانی۔ اور وہ ایک محرری کی خدمت تھی اور یہ افسری جب

وہ اس وقت میں قبول نہ فرمائی تو یہ اس وقت میں کیونکر مقبول ہوسکتی ہے حدیث میں ہے من استعمل علی عشرۃ من فیھم ارضی اللہ تعالٰی منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین جس نے دس شخصوں پر کسی ایسے کو افسر کیا کہ ان میں اس سے زیادہ پسندیدہ اللہ کو دوسرا موجود تھا تو اس نے اللہ ورسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بمبئی محلہ شیخ بھائی بلڈنگ کھانڈ بازار جوناکولی مرسلہ یوسف عبدالرحمٰن عروڈھی ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) متولی مسجد کو یہ حق حاصل ہے کہ امام مسجد کو بغیر کسی عذر شرعی کے خارج کردے۔

(۲) امام مسجد نوکر مانا جائے گا یا سردار قوم اور اس کو نمازیوں کی تابعداری کرنا چاہئے۔ یا نمازی اس کی تابعداری کریں مثلاً اوقات صوم صلوۃ سے بخوبی واقف ہے وہ برابر لوگوں کو وقت پر افطار کراتا ہو اور امساک کا حکم کرتا ہو اور نمازوں میں بہت احتیاط اوقات میں کرتا ہو تو قوم اس کو کہے کہ ہم کو فلاں وقت جماعت ملنا چاہئے فلاں وقت اذان ہونا چاہئے اس میں امام کیا ان کی اطاعت کرے یا موافق مسائل شرعی کاربند رہے۔

(۳) نصارٰی کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی طرف سے مسجد کے متولی بنائے اور ان کو قوانین کا پابند کرے اگرچہ وہ قوانین خلاف مذہب اہلسنت وجماعت واحناف ہوں۔

(۴) اگر نصارٰی کا مقرر کردہ متولی اپنی نفسانیت سے امام کو اپنا نوکر قرار دے کر نکلوانا چاہے اور قوم اس کی مخالفت کرے اور مقدمہ کرے اس مقدمہ میں وہ متولی یہ کہے کہ میں مسائل شرعیہ کو نہیں مانتا ہوں میں قانون سے اس کو نکلواتا ہوں وہ میرا نوکر ہے یہ جملہ کہ میں مسائل شرعیہ کو نہیں مانتا اس وقت کہے جب کہ اس کو مسئلہ بتلایا جائے کہ امام مسجد نوکر نہیں ہے یہ نائب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اور بغیر کسی عذر شرعی کے نہیں جدا ہوسکتا تو اس کے مقابلہ یہ لفظ کہے ایسا متولی قابل ہے متولی بننے کے۔

الجواب: ۱ بغیر عذر شرعی کے خارج کرنے کا متولی وغیرہ کسی کو کوئی حق نہیں درمختار میں ہے لایجوز عزل صاحب وظیفۃ لغیر جنحۃ

۲ امام اگر کسی قوم کا تنخواہ دار ہے تو وہ ان کا نوکر ضرور ہے مگر نہ خدمت گار بلکہ مخدوم جیسے علما وقضاۃ وسلاطین کہ بیت المال سے وظیفہ پاتے ہیں مگر وہ رعایا کے خدمت گار نہیں ہوسکتے حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم اپنے افضلوں کو اپنا امام بناؤ کہ وہ تم میں اور تمہارے رب میں واسطہ عرضداشت ہیں ہاں بایں معنے امام وعلما وقضاۃ وسلاطین سب خادم ہوسکتے ہیں کہ سید القوم خادمہم قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے یعنی اسے قوم کے آرام وتربیت کی ہر وقت ایسی فکر چاہئے جیسے خادم کو مخدوم کے کام کی۔ امام جب کہ اوقات کا عالم ہے تو امساک وافطار میں اس کے حکم کا اتباع لازم ہے رہی نماز اس کے اوقات میں امام پر تکثیر جماعت کی رعایت لازم ہے جہاں تک کراہت لازم نہ آئے وہ وقت مقرر کرے جس میں اس کے اہل مسجد زیادہ جمع ہوسکیں خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب ملاحظہ فرماتے کہ لوگ جمع ہوگئے نمازیں جلدی فرماتے ایسا ہی امام کو چاہئے کہ قوم کے واقعی اعذار کا لحاظ رکھے۔ ہاں بعض لوگ بلاوجہ ضد کرتے ہوں تو اس کا اعتبار نہیں۔

۳ قانون میں یہ بات بھی داخل ہے کہ مذہب میں دست اندازی نہ کی جائے گی لہٰذا امر مذکور فی الحال متوقع نہیں اور اگر واقع

ہو تو اس کی باضابطہ چارہ جوئی کی جائے کہ مساجد کے متولی حسب شرط بانی مقرر ہوں وہ نہ رہا ہو تو اس کی اولاد ورنہ نمازیان مسجد کی صواب دید سے اور یہ کہ امور مساجد میں کسی خلاف مذہب کو دخل دینے سے معاف رکھا جائے۔

ع۱۲ جو شخص مسائل شرعیہ کے مقابلہ میں کہے کہ وہ مسائل شرعیہ کو نہیں مانتا وہ اسلام سے خارج ہوگیا اور اسے امور اسلام میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں رہا اسے تولیت سے جدا کرنا لازم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از دھام پور ضلع بجنور مرسلہ عبدالحفیظ ٹھیکہ دار ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جو شخص سود لیتا ہے آیا وہ متولی جائداد موقوفہ ہوسکتا ہے یا نہیں اور کسی کو حساب نہ دیتا ہو اور خرچ ضروری مسجد بھی نہ کرتا ہو۔

الجواب: جب ضروری خرچ مسجد کے نہیں کرتا اور مسجد کی آمدنی کافی ہو اور اس کے سود کھانے سے ظاہر کہ وہ حلال و حرام کی پروا نہیں کرتا تو ظاہر حال یہی ہے کہ وہ تغلب کرتا ہے تو اس پر اطمینان نہ ہوا اور جس متولی پر اطمینان نہ ہو اس کا اخراج واجب ہے۔ درمختار میں ہے ینزع وجوبا ولو الواقف بزازیہ فغیرہ بالاولی درر لو غیر مأمون۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از پیلی بھیت مرسلہ عبدالعزیز صاحب ۲۶ جمادی الاخرہ ۱۳۳۶ھ

زید نے کسی جائداد کو اپنی ملکیت سے علیحدہ کرکے وقف کیا اور تاحیات اپنے کو متولی کیا اور بعد اپنے شخص غیر تولیت تحریر کردی اور اپنے پسر وغیرہ کو حق تولیت میں شریک نہیں کیا لیکن وقف کنندہ نے یہ وقفی کارروائی بحالت بیماری و ناتوانی و بدحواسی کی ہے بعد صحت اب واقف کہتا ہے کہ میں مضامین وقف نامہ کو نہیں سمجھا اور نہ مجھے سمجھنے کی اس وقت قابلیت تھی وقف کرنا میں نہیں چاہتا ہوں کیا زید کی وقفی کارروائی از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں۔ (۲) زید نے بحالت غم و غصہ اپنے پسر کو تولیت سے محروم کرکے غیر شخص کو متولی مقرر کیا اب جب کہ غم و غصہ اس کا فرو ہوا اور اپنے پسر سے رضامند ہوا تو شخص غیر جس کو وہ غصہ میں متولی بناچکا تھا علیحدہ کرکے اپنے پسر کو متولی کیا مقرر کرسکتا ہے (۳) اگر واقف بدحواسی کی حد کو نہیں پہنچا لیکن سفیہ ضرور ہے تو ایسی کارروائی وقف و تولیت کی جو سفاہت سے ہوئی ہے جائز رہ سکتی ہے یا نہیں۔ (۴) اگر درحقیقت زید کے حواس وقت تحریر وقف نامہ درست تھے اور قبل نفاذ وقف نامہ اس کی نیت خراب ہوئی اور وہ وقف نامہ کو منسوخ کرنا چاہتا ہے تو کیا وقف نامہ منسوخ ہوجائے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر یہ وقف صحیح شرعی ہو تو سوالات سائل کا جواب یہ ہے کہ ناتوانی کچھ مانع صحت وقف نہیں نہ بیماری کا کچھ اثر رہا جب کہ سائل لکھتا ہے کہ اس کے بعد تندرست ہوگیا رہا بدحواسی کا دعوٰی وہ بغیر بینہ عادلہ شاہدان ثقہ شرعی کی شہادت کے مقبول نہیں ہوسکتا ورنہ ہر شخص وقف بیع اجارہ نکاح طلاق تمام تصرفات کرکے یونہی پھر جائے اور کہہ دے کہ میں اس وقت بدحواس تھا جس طرح بھی بدحواسی میں ہوئی ہاں اگر معلوم و معروف ہو کہ اس مرض میں اس کی عقل زائل ہوجاتی ہے بدحواس و مجنون ہوجاتا ہے پہلے بھی ایسا واقع ہوچکا ہے اور اب کہے کہ اس بار بھی میری یہی حالت ہوگئی تھی تو اس کا قول حلف کے ساتھ قبول کرلیں گے ردالمحتار میں فتاوٰی خیریہ سے ہے سئل فیمن طلق وھو مغتاظ مدھوش فاجاب ان الدھش من اقسام الجنون فلا یقع واذا کان یعتادہ بان عرف منہ الدھش مرۃ یصدق بلا برھان اسی میں ہے وکذا یقال فیمن اختل عقلہ لمرض او لمصیبۃ فاجأتہ (۲) یہ دوسرا سوال دوسرا پہلو ہے اور بدحواسی کو دفع کرتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ غصہ میں دوسرے کو متولی کیا تھا

یا رضامندی ہیں بہرحال اسے اس کے معزول کرنے اور اپنے پسر خواہ جس کو چاہے متولی کرنے کا اختیار ہے بحرالرائق میں ہے التولیة من الواقف خارجة عن حکم سائر الشرائط لان له فیها التغییر والتبدیل کلما بدالہ من غیر شرط فی عقدة الوقف۔

(۳) یہ تیسرا پہلو ہے سائل نے سفیہ کہا اور یہ نہ بتایا کہ اس سے کیا مراد لی لوگ احمق غبی کند ذہن کو سفیہ کہتے ہیں صرف اس قدر مانع صحت تصرف نہیں۔

(۴) وقف جبکہ صحیح واقع ہو واقف کو اس سے رجوع کا کوئی اختیار نہیں رہا کہ اب وہ اس کی ملک سے نکل گیا۔ ویتم الوقف بمجرد القول عند الامام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی وعلیہ الفتوٰی بہ یفتی یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ وہ وقف صحیح شرعی ہو جیسا کہ عبارت سوال کا مفاد ہے ورنہ بحالت بطلان ان سوالات کا کوئی محل ہی نہ ہوگا کما لایخفی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از قصبہ لاہرپور مکان شاہ ولایت احمد صاحب مرسلہ احمد حسین صاحب عثمانی ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

علماء ایک درگاہ صدہا سال سے ایک بزرگ کی ہے جن کی اولاد کے چند شاخوں میں طریقۂ پیری مریدی بسلسلۂ صحیح وباجازت وخلافت جاری ہے مگر سجادگی اس درگاہ کی ایک بیٹے کی اولاد میں قدیم سے چلی آتی ہے گو سلسلۂ خلافت عن اب وجد صاحب درگاہ سے اس شاخ میں باقی نہیں رہا تھا مگر دوسرے خلفائے سلسلہ سے صاحب سجادہ درگاہ نے اجازت وخلافت حاصل کرلی تھی اور اب دو پشتوں سے ہر باپ سے بیٹے کو اجازت وغیرہ حاصل ہوا کی اس خلفائے سلسلہ سے بھی صاحب درگاہ کا سلسلہ جاری رہا صاحب درگاہ کا خاندان طریقت قادریہ وچشتیہ ہے اس سلسلہ کے شائق اور صاحب درگاہ کے موروثی معتقدین کو اس کا پورا موقع رہا ہے کہ اس سلسلہ میں داخل ہوسکیں آخر صاحب سجادہ لاولد تھے انھوں نے اپنے حقیقی بھانجے کو اپنے بعد کے واسطے سجادگی تجویز کی جن کو اس خاندان میں بیعت وغیرہ حاصل ہے دوران علالت میں ان کو دوسرے اعزائے خاندانی سے مشورہ کے واسطے ایک دوسرے دور دراز مقام پر بھیجا اور تیمارداری ان کی متعلق ان کے بعض اعزا کے تھی جو اخیافی بھانجے ہوتے ہیں وہ دو بھائی حقیقی ایک بہن ہے جن کے قبضہ میں وہ بحالت مرض تھے جب علالت زیادہ ہوئی تو اہالیان قصبہ کو جمع کرکے درگاہ کے اندر پھر اپنے حقیقی بھانجے مذکورہ بالا کی نسبت اظہار وصیت کیا ایسے مجمع میں ان اخیافی بھانجوں میں سے ایک نے بطور مغالطہ وہی کہا کہ والدین اس کے جس کے واسطے سجادگی تجویز کی جاتی ہے دودھ شریک بھائی بہن تھے اس لئے اس کا نکاح ناجائز ہوا وہ حرامی ہوئے ان کے پیچھے نماز مکروہ ہے صاحب سجادہ نے اس واقعۂ رضاعت سے انکار کیا اور کہا کہ جھوٹ ہے بلکہ ضعف بیماری میں ان کو سخت صدمہ اس دروغ گوئی پر ہوا جس سے وہ کوئی مزید تقریر نہ کرسکے اور مجمع برخاست ہوگیا جب علالت کا سلسلہ زیادہ طویل ہوا ان دونوں اخیافی بھانجوں کی جانب سے حصول سجادگی کی ایک بھائی کے واسطے مزید کوشش شروع ہوئی اور بعض موافقین کے مشورہ سے ایک بڑی درگاہ کے صاحب سجادہ کو طلب کیا جو ان صاحب سجادہ کے پیر کی درگاہ کے صاحب سجادہ ہیں اور ان سے کہا کہ منجملہ ان ہر دو بھائیوں کے بڑے بھائی کے پگڑی باندھ دیجئے انھوں نے کہا کہ ہم موجودہ صاحب سجادہ سے اجازت لے لیں جب ان سے دریافت کیا تب انھوں نے منہ پھیر لیا کوئی جواب نہ دیا کچھ دیر کے بعد جب پہلو بدلا پھر استفسار کیا اب بھی وہ جواب خود نہ سمجھے مگر موافقین اشخاص نے ہر دو بھائیوں کے جو موجود تھے بالاتفاق کہا کہ اجازت دے دی انھوں نے پگڑی باندھ دی ایسی نازک حالت تیمارداری میں قبل واپس آنے ان کے حقیقی بھانجے نامزد شدہ سجادہ نشینی کے ان سجادہ نشین نے وفات پائی معاملہ رضاعت کی کوئی شہادت موجود نہیں ہے۔ جن لوگوں کے وقت میں عقد ہوا وہ مقدس ومکرم وعابد وزاہد اشخاص تھے بالخصوص سجادہ نشین مذکور کے پدر حافظ قرآن صاحب سجادہ متوکل درویش

صاحب رشد و ہدایت و مقدس تھے جن کی دختر و بھتیجے کا نکاح باہم انھیں کے زیر اہتمام ہوا تھا دیگر اکابر خاندان اہل اسلام معزز و معتبر نکاح میں شریک تھے یہ الزام صرف نامزد شدہ کی نااہلی ثابت کرنے اور خود سجادگی حاصل کرنے کی ضرورت سے لگایا جاتا تھا اور چونکہ دونوں بھائیوں نے ایک اپنی ذاتی دکان درگاہ کے واسطے وقف کی ہے اس پر دوسرے سجادہ نشین کا قبضہ نہ ہونے کے خیال سے اپنے واسطے سے سجادگی کی خواہش تھی حالانکہ واقف وقف کا خود متولی رہ سکتا ہے اور حیات میں دوسرا متولی مقرر کرنے کا اختیار ہے مگر غالبًا وہ مسئلہ کی ناواقفیت کی وجہ سے وہ پریشان ہوئے کہ شاید سجادگی کے ساتھ تولیت میری وقف کردہ جائداد کی بھی انھیں صاحب سجادہ کے متعلق ہوجائے ایسا اختیار کیا ان کو اب تک کسی سے اجازت و خلافت بھی نہیں ہے اور صاحب درگاہ کی شاخ کے سلسلہ کے مشائخ سے غالبًا اب بھی اجازت و خلافت حاصل کرنے پر طیار نہیں ہیں پس سوال یہ ہے کہ ایسی سجادگی جو اس طور سے حاصل کی گئی ہو جائز ہے یا نہیں اور وہ سلسلہ صاحب درگاہ کے علاوہ کسی دوسرے خاندان سے بیعت و اجازت وغیرہ حاصل کریں تو جائز ہوگی یا نہیں مگر اس صورت میں صاحب درگاہ کا سلسلہ صاحب سجادہ سے جاری نہ ہونے کی وجہ سے ضرورت سجادگی فوت ہوجائے گی صرف متولیانہ حیثیت ایسے شخص کی باقی رہے گی مگر تولیت درگاہ ایسے متولی کی جس نے ترکیب مذکورہ بالا سے سجادگی و تولیت حاصل کی ہو کہاں تک جائز ہوگی اور ایسی حالت میں خاندان صاحب درگاہ و صاحب طریقت سلسلہ صاحب درگاہ کو بقائے سلسلہ صاحب درگاہ کے واسطے کیا کرنا چاہئے آیا منجملہ اولاد صاحب درگاہ جس سے سلسلہ جاری ہوا سے خلافت دلوا کر یا دیگر کوئی صاحب سجادہ و متولی مقرر کرسکتے ہیں یا نہیں اور اول نامزد شدہ کو ترجیح ہوسکتی ہے یا نہیں۔

ع۲ ایک احاطہ میں ایک بزرگ کا مزار اور ایک خانقاہ اور ایک مسجد واقع ہے خانقاہ میں مدرسہ اسلامیہ ایک وقف سے جاری ہے جس کے طلبہ بھی اس مسجد میں مثل دیگر اہل محلہ پنجوقتہ نماز پڑھتے ہیں نماز جمعہ یہاں عرصہ سے نہیں ہوتی ہے دوسری جامع مسجد میں ہوتی ہے اس درگاہ کے صاحب سجادہ ہیں وہ مع دیگر اشخاص کے چند لوگ اس وقف کے متولی ہیں جس سے ضروریات مسجد و مدرسہ مذکور وغیرہ کا صرفہ ہوتا ہے منجملہ ان کے زید بھی متولی ہے اور نیز ایک دوسرے وقف کا بھی زید مذکور تنہا متولی ہے اس سے بھی مسجد مذکور کے آب وغیرہ کا انتظام ہوتا ہے اور زید ہی کے ذمہ بوجہ عاشر باشی زائد اس مسجد کے اوقات نماز میں موسمی و ضروری تغیرات مقامی کی وجہ سے تعین کرتا ہے اور اس مسجد کا مؤذن و امام معین ہیں ایام تشریق میں زیادہ تر لوگ بوجہ ادائے نماز جماعت مستحبہ التزامًا پنجوقتہ شریک ہونے کے عادی ہیں۔ انھیں ایام میں بعض اشخاص نے بلا انتظار امام معین و مقتدین قدیم بلا اس کے کہ مؤذن و مکبر معین تکبیر اقامت کہے معینہ مقام پر جماعت کرلی زید کو یہاں کا مقامی تجربہ ہے کہ عوام تہدید پسند ہیں اس خیال پر اس نے الفاظ ذیل تہدید کے لئے کہے اور مکرر جماعت مع ان قدیم مقتدیوں کے جو باقی تھے اسی مقام پر پھر ادا کی اس خیال سے کہ سابق پڑھنے والے غیر معین تھے اور کہا کہ جس کسی کو اس جماعت میں شریک ہونا نہ منظور ہو وہ ہماری مسجد میں نہ آئے کیا استحقاق ان لوگوں کو ہے جنھوں نے بلا انتظار امام معین اور جماعت و مقتدین قدیم نماز پڑھ لی پس لفظ ہماری کا جو مسجد کی طرف منسوب کیا حالانکہ وہ خانۂ خدا ہے اور لفظ نہ آنے کا جو استعمال کیا حالانکہ مساجد میں اذن عام ہے اس سے زید کیا کرے صرف ندامت کافی ہے یا کوئی کفارہ اس پر لازم آیا اگر کفارہ ہے تو کیا؟ بلحاظ تجربۂ زید یہ ہوا کہ بعد تہدید مذکور پھر جماعت اسی طور سے جیسی ہمیشہ سے چلی آتی تھی مسجد میں قائم ہے اور جو لوگ بعد ادائے فرض عشا جو سابقہ جماعت سے پڑھ چکے تھے مکرر جماعت میں زید کی تقریر کے بعد شریک ہوگئے ان کی یہ مکرر نماز کیا ہوئی اس دوسری جماعت کی نماز زید نے پڑھائی تھی

اس میں ایک اور متولی وقف مذکور شریک تھے جن کو پہلے جماعت نہیں ملی تھی مگر دوران نماز میں انھیں یہ خیال رہا کہ زید نے مسجد کو اپنی طرف نسبت کی اور اذن عام کے خلاف تقریر کی اگر میں اس کے پیچھے نماز نہ پڑھتا تو اچھا تھا پس اس وقت گویا اس نے بہ استکراہ اقتدا کی اس لئے اس کی نماز ہوئی یا نہیں ہوئی بینوا توجروا۔

الجواب :

سجادہ نشینی خلافت خاصہ ہے جس میں اجرائے سلسلہ سجادہ وتولیت اوقاف درگاہ اور جملہ نظم ونسق ورتق وفتق وجمع وفرق ونصب وعزل عملہ میں صاحب سجادہ کی نیابت مطلقہ سب داخل اور کوئی خاص بے عام متحقق نہیں ہوتا اور شرعًا معروف کالمشروط ہے معروف یہی ہے کہ سجادہ نشین وہی ہوسکتا ہے جو اس سلسلہ میں ماذون ومجاز ہو کہ اس کا بڑا مقصد اس سلسلہ کا احیاء ہے نہ کہ مجرد تولیت ولہذا جو سلسلہ صاحب درگاہ میں خلافت صحیحہ نہ رکھتا ہو کہیں سجادہ نشین نہیں کیا جاتا اگرچہ دوسرے کسی سلسلہ کا مجاز ہو نہ کہ وہ جو ر اسا مجاز ہی نہیں یوں تو سجادہ نشینی نری مہری رہ جائے گی تو اخیانی بھائجہ غیر مجاز فی السلسلۃ بلکہ فی سلسلہ سجادہ نشین نہیں ہوسکتا اور بعد کو اجازت لینی اس سجادہ نشینی کی تصحیح نہیں کرسکتی۔ فان الشرط یتقدم والعام لایتأخر حضرت اسد العارفین سیدنا شاہ حمزہ عینی واسطی قدس سرہٗ فص الکلمات شریف میں فرماتے ہیں: شیخے از یں عالم نقل کردہ کسے را خلیفہ نگرفت قوم وقبیلہ وارثے یا مریدے کہ بخلافت دست تجویز نمایند ایں خلافت نزدیک مشائخ روا نیست وایں نوع خلافت را خلافت افترائی گویند رہی تولیت وہ بھی شرعًا حقیقی بھانجے کو حاصل کہ سجادہ نشین متولی نے اپنے مرض الموت میں اس کے لئے وصیت کی۔ اور دربارۂ تولیت وصیت متولی ماخوذ ومعتمد ہے رد المحتار میں ہے انما صح اذا فوض فی مرض موتہ وان لم یکن لہ التفویض عاما لما فی الخانیۃ من انہ بمنزلۃ الوصی وللوصی ان یوصی الی غیرہ فتاوٰی تتمہ وغیرہا پھر اشباہ والنظائر پھر درمختار میں ہے اسناد الناظر النظر لغیرہ بلاشرط فی مرض الموت صحیح یہاں تک کہ متولی نے جس کے لئے وصیت کی اس کے ہوتے ہوئے حاکم شرع دوسرے کو متولی نہ کرے گا بحر الرائق پھر رد المحتار میں ہے شرط فی المجتبٰی ان لایکون المتولی اوصی بہ لاٰخر عند موتہ فان اوصی لاینصب القاضی نہ کہ ایسے لوگ جن کو طلب تولیت میں یہ کچھ غلو ہو کہ اس کے لئے محصنات مومنات غافلات کو قذف کریں بلاوجہ مسلمان کو حرامی بنائیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں انا لن نستعمل علی عملنا من ارادہ بیشک ہم ہرگز اپنے کسی کام پر اسے عامل نہ بنائیں گے جو اس کا طالب ہو رواہ البخاری واحمد وابوداؤد والنسائی عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ درمختار میں ہے طالب التولیۃ لایولی الا المشروط لہ النظر لانہ مولی فیرید التنفید رضاعت بے شہادت عادلہ مثل شہادت مال کے دو مرد یا ایک مرد دو عورت سب ثقہ عادل اپنے معائنہ کی گواہی دیں ثابت نہیں ہوسکتی اور اگر مجرد کسی کا کہدینا کافی ہو تو آج زید نے عمرو کو کہا کل عمرو یا بکر زید کو کہدے گا کہ اس کے ماں باپ رضاعی باپ بیٹی تھے درمختار میں ہے الرضاع حجتہ حجۃ المال وھی شھادۃ عدلین اوعدل وعدلتین استفسار پر منہ پھیر لینا صریح دلیل انکار ہے دوبارہ پوچھنے پر کچھ کہنا اور مستفسر کا نہ سمجھنا اور ساعیوں کا کہدینا کہ اجازت لیدی معتبر نہیں تمام قرائن سابقہ عدم رضا پر صاف دال ہیں اور ساعی اپنے قول میں متہم پس صورت مستفسرہ میں اخیافی کو نہ سجادگی ہے نہ تولیت اور حقیقی بھانجہ ہی سجادہ نشین ومتولی صحیح شرعی ہے یہ صورت سوال کا حکم ہے اگر واقعہ اسی طرح ہو۔

مسئلہ جماعت اولٰی امام وجماعت معینہ کا حق ہے ان سے پہلے اگر کچھ لوگ جماعت کرجائیں ان کو اعادۂ جماعت کا حق ہے اور جماعت اولٰی یہی ہوگی جو اہل محلہ نے کی جب کہ امام جامع شرائط جواز وحل امامت ہو متن غرر اور اس کی شرح درر میں ہے لاتکرر الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان واقامۃ الا اذا صلی فیہ اولا غیر اھلہ لان حقھم لایسقط بفعل غیرھم جن لوگوں نے بے انتظار امام ومؤذن وجماعت معین مقام امام راتب پر جماعت کرلی اگر کسی صحیح ضرورت

شرعی سے تھی بعض الفقہ نہ تھا مگر مقام امام پر قیام نہ چاہئے تھا اور اگر بلا ضرورت محض عجلت کے لئے ایسا کیا برا کیا تفریق جماعت کے مرتکب ہوئے اور وہ شرع مطہر کو سخت ناپسند ہے اور اگر خود اسی تفریق کی نیت سے اس کے مرتکب ہوئے تو ان پر اشد وبال اور تفریقاً بین المؤمنین کا صدق ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔

بہرحال امام و جماعت معینہ کو اعادہ جماعت کا ہر طرح حق تھا پھر اگر واقع وہ صورت اخیرہ تھیں تو ضرور وہ پہلی جماعت مستحق رد و انکار تھی اور از انجاکہ وقت وقت عشا تھا کہ اس میں اور ظہر میں اعادہ نماز روا ہے تو اس پر رد کا یہ اچھا طریقہ تھا کہ جو پڑھ چکے تھے وہ بھی دوبارہ شریک کئے جائیں کہ آئندہ عوام ایسا تفریق میں شرکت سے باز رہیں اور ایسی جگہ تہدید کو کہنا کہ ہماری مسجد میں نہ آئے قابل مواخذہ نہیں بلکہ اصل شرعی رکھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: من کان لہ سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا جس کا ہاتھ پہنچتا ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہرگز ہماری مسجد کے پاس نہ آئے رواہ الامام احمد و اسحاق بن راہویہ و ابوبکر بن ابی شیبہ و ابن ماجہ و ابویعلٰی والدارقطنی والحاکم وصححہ عن ابی ہریرۃ وفی الباب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم وہاں ہماری مسجد کا لفظ ہے اور وہیں آنے سے ممانعت بلکہ ہرگز اور پاس نہ آئے دو لفظ زائد ارشاد ہوئے ہیں یہاں ہماری سے اضافت ملک مراد نہیں ہوتی ہاں اگر صورت صورت اولٰی تھی یعنی ان لوگوں کا پہلے پڑھ لینا بضرورت صحیحہ شرعیہ تھا اور زید کو اس پر اطلاع نہ تھی اس نے ان پر تفریق جماعت کا گمان کرکے ایسا کہا تو زید پر اس کہنے کا مواخذہ نہیں بلکہ بلاتحقیق مسلمانوں پر بدگمانی کی جس سے توبہ لازم ہے قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم اور اگر ان پر بدگمانی نہ کی مگر یہ خیال کیا کہ مبادا عوام حقیقت امر سے غافل ہوکر کہیں تفریق کے عادی نہ ہوجائیں تو یہ الزام بھی نہیں فانہ انما اراد تحفظہم وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی اس جماعت میں جو پہلے پڑھ کر شریک ہوئے یہ ان کے نفل ہوئے اور وہ متولی جو نہ بکراہت اقتدا کی اور یہ خیال رہا کہ نہ کرتا تو بہتر تھا اس کی بھی نماز ہوگئی جب کہ نہ ابتداءً فقط شرم ولحاظ سے ظاہراً بے نیت اقتدا شریک ہوا ہو نہ بعد کو قطع اقتدا کی نیت کرلی ہو وذلک لانہ فعل لاترک فیعمل فیہ نیۃ القطع کالصلاۃ ذوات الصوم کما لظم براجعۃ الاشباہ وغیرہا اس لئے کہ یہ یقینا کہ نہ کرتا تو بہتر ہوتا خود اس پر دلیل ہے کہ اقتدا کی اور اس پر مستمر رہا اگرچہ بکراہت جیسے فاسق کے پیچھے نماز کہ یہ اپنے زعم میں ان الفاظ کے سبب اسے مثل فاسق ہی سمجھتا تھا احادیث کثیرہ صحیحہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لاترفع صلاتہم فوق رؤسہم شبرا رجل ام قوما وھم لہ کارھون الحدیث تین شخصوں کی نماز قبول نہیں ہوتی ایک وہ کہ کسی جماعت کی امامت کرے اور انہیں اس کی اقتدا ناگوار ہو ھذا لفظ ابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما بسند حسن تو باآنکہ مقتدیوں کے دل میں کراہت ہے اور ناگواری کے ساتھ اس کے مقتدی ہوئے ان کی نماز میں نقص نہ فرمایا بلکہ امام کی نماز میں جب کہ ان کی کراہت بوجہ شرعی ہو ورنہ وبال ان پر ہے کما فی الدر وغیرہ **اقول** وبالجملۃ النیۃ ھو القصد الجازم فاذا وجد وجدت وربما یقصد الانسان شیئا وھو لہ کارہ وعن ھذا نص علماؤنا ان الاکراہ لا ترجح احد المتساویین بل یہا ترجح المرجوح لمن عن لہ طریقان احدہما احسن فعدل الی الاخری وقد قال تعالٰی كتب عليكم القتال وهو کرہ لكم

مسئلہ از اٹاوہ بازار ہوم گنج دکان حاجی عبد اسد خاں مرسلہ محمد خاں صاحب ۱۷ جمادی الاولی ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد واقع محلہ چوکر کنواں اٹاوہ میں پیش دروازہ ایک اراضی ملک مسجد ایسی ہے کہ جس پر ٹال لکڑی رکھی جاتی ہے دو شخص وارث علی وغیاث الدین اس کے متولی ہیں جنہوں نے اولاً چار سال کے واسطے مسمی رحیم خاں کو ٹال رکھنے کے واسطے مبلغ ۔۔ ماہوار کرایہ پر دی تھی جس کی میعاد منقضی ہوگئی پھر کرایہ اضافہ کرنے کے بابت رحیم خاں مذکور سے کہا گیا اس نے اضافہ کرنے سے قطعی انکار کردیا اور کہا جو اس سے زیادہ دے اس کو اراضی کرایہ پر دیدو حسن اتفاق سے ایک دوسرا شخص مسمی رحیم خاں لعہ ماہواری

پر لینے کو آمادہ ہوا دونوں متولیوں نے رحیم خاں ثانی کو لعہ ماہوار پر دو سال کے لئے کرایہ نامہ لکھا کر رجسٹری کرادی مگر سابق کرایہ دار نے ہنوز زمین کو خالی نہیں کیا جو جدید کرایہ دار کو اس پر قبضہ دیا جاوے غیاث الدین متولی ثانی کرایہ دار سابق کا ہم خیال ہوگیا ہے اور اس کا دلی مقصد یہ ہے کہ یہ اراضی اس کرایہ پر سابق کرایہ دار ہی کے پاس رہے وارث علی متولی اول نے کچہری دیوانی اٹاوہ میں خالی کرانے اراضی مسجد کی نالش رحیم خاں سابق کرایہ دار پر دائر کردی ہے جس میں متولی ثانی نے شرکت سے قطعی انکار کردیا ایسی صورت میں غیاث الدین متولی ثانی مذکور قابل متولی رہنے کے ہے یا نہیں۔ اور وارث علی متولی اول کا یہ فعل موافق شرع شریف کے ہے یا نہیں اور رحیم خاں سابق قابل بے دخلی ہے یا نہیں نیز مسجد کے نفع کے خیال سے لعہ ماہوار زمین اٹھانا متولی اول کی رائے کے موافق اولٰی ہے یا عہ ماہوار پر حسب رائے متولی ثانی کی۔ اور ایسی صورت میں کون کرایہ دار قابل ترجیح ہے مقدمہ چونکہ کچہری دیوانی میں زیر تجویز ہے لہٰذا درخواست کی جاتی ہے جلد جواب مرحمت فرمایا جاوے۔

الجواب: جب کہ رحیم خاں ثانی نے تین روپے ماہوار اضافہ کرکے دو سال کے لئے رجسٹری کرالی ظاہر ہوا کہ وہ متعنت نہیں اور جبکہ غیاث الدین بھی اسے اجارہ دینے میں شریک تھا یہ اجارہ ضرور تام و نافذ ہوگیا اب غیاث الدین کو اس سے پھرنے کا کوئی استحقاق نہیں۔ رحیم خاں سابق کی بے دخلی واجب ہے غیاث الدین کہ اب اس کا طرف دار ہوکر وقف کا نقصان اور اس کا فائدہ چاہتا ہے قابل معزولی ہے کہ جب وہ پرائے فائدہ کے لئے وقف کا نقصان چاہتا اور خود اپنی تمام شدہ کارروائی کو باطل کرنے کا خواست گار ہے تو اپنے ذاتی نفع کے لئے جو کچھ اضرار کرے تھوڑا ہے ایسا شخص امین نہ ہوگا بلکہ خائن اور خائن کا معزول کرنا واجب۔ اگرچہ خود واقف ہو۔ درمختار میں ہے وینزع وجوبا بزازیہ ولو الواقف دررفغیرہ بالاولی غیر مامون ہاں اگر کوئی وجہ معقول قابل قبول بیان کرے کہ ثانی کو کرایہ پر دینے میں وقف کا یہ ضرر ہے اگرچہ بظاہر عـــہ روپے کا نفع ہے مگر وہ ضرر شدید اس سے زیادہ ہے لہٰذا اب میں اس اجارہ کو فسخ کرنا چاہتا ہوں اور یہ امر ثابت ہوجائے تو اس پر الزام نہ رہے گا بلکہ اس کا خیال قابل پیروی ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از علی گڑھ بازار موتی مسجد مرسلہ علی الدین سوداگر پارچہ ۲۹ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کیا پردہ نشین عورت کسی ایسے ولی کی درگاہ کی کہ جس کا سالانہ عرس اور فاتحہ خوانی ہوتی ہے متولی ہوسکتی ہے۔ کیا پردہ نشین عورت کسی ایسے قبرستان کو کہ جس میں چند مساجد ہوں اور اس میں نماز پنجگانہ ادا ہوتی ہو تو متولی ہوسکتی ہے۔

الجواب: عورت بھی متولی اوقاف ہوسکتی ہے ذکورت شرط تولیت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از ہلدوانی ضلع نینی تال مرسلہ عزیز الرحمن صاحب ۱۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

(۱) ناخواندہ شخص سود کے روپے سے روزگار کرنے والا اور ذاتی رنجش کی بنا پر موقوفہ آمدنی کو بے جا بلا قاعدہ صرف کرنے والا اور اوقاف کی آمدنی کے روپے کو اپنی تجارت میں خلاف قاعدہ انجمن شامل کرکے ذاتی فائدہ حاصل کرنے والا انجمن اسلامیہ کا کوئی عہدہ دار یا منتظم یا امین ہوسکتا ہے یا نہیں۔

(۲) شخص مقروض معقول تعداد کا ہضم کرنے والا جو دوالیہ ہوچکا ہے اور پابند صوم و صلوٰۃ بھی نہ ہو اور ضدی بھی امین یا اعلٰی عہدہ دار ہوسکتا ہے۔

(۳) انجمن اسلامیہ مذہبی خدمات کے واسطے کم از کم کس احتیاط کا شخص عہدے دار یا منتظم یا امین یا اہل ہوسکتا ہے۔

(۴) اکثر علمائے ہند کے فتووں کے خلاف اور مقامی مسلمانان کے بھی خلاف اپنے ذاتی نفع و نمائش و اغراض کے لحاظ سے معبدگاہ یعنی مسجد کو زیب و زینت دیگر مذاہب کے اشخاص کو مدعو کرکے فرش مسجد پر مستعمل جوتوں سے گزرتے ہوئے لیجا کر احاطہ مسجد میں جلسہ قرار دے کر اپنے مخالفوں کی حمد و ثنا کرنا اور تالیاں بجا کر خوش و خرم ذکر کرنا اس قسم کے افعال کے اشخاص انجمن اسلامیہ کے اعلیٰ عہدہ دار ہوسکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب: ۱؎ نہیں درمختار میں ہے وینزع وجوبا ولو الواقف فغیرہ بالاولی لو غیر مامون۔

۲؎ زرقم ہضم کرنے والا امین ہوسکے نہ غیر پابند صوم و صلوۃ کو افسری مل سکے تبیین الحقائق میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا۔

۳؎ سنی، ذی علم، پرہیزگار، دیانتدار، ہوشیار، کارگزار۔

۴؎ ایسے اشخاص ادنیٰ عہدہ دار بھی نہیں ہوسکتے کہ فاسق مجاہر و بیباک و مبتلائے غضب رب الارباب ہیں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذلك العرش جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب عزوجل غضب فرماتا ہے اور عرش الٰہی ہل جاتا ہے۔ مدح فاسق پر یہ حال ہے مخالفان اسلام مثل ہنود (جن کے مناقب آج لیڈر پکارتے اور ان کی جے بولتے ہیں اور وہی مساجد میں زینت مجلس بلکہ منبر پر واعظ مکین بنائے جارہے ہیں) ان کی جے پکارنے اور مدح گانے اور مسجد میں اس پر خوشی کی تالیاں بجانے پر اسلام بھی قائم رہنا دشوار ہے انجمن اسلامیہ کی عہدہ داری تو درکنار ہے فتاوی ظہیریہ و اشباہ و النظائر و مجمع الانہر و تنویر الابصار و درمختار وغیرہا میں ہے لو سلم علی الذمی تبجیلا کفر ولو قال للمجوسی یا استاذی تبجیلا کفر ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا بھی قرآن عظیم نے ناجائز فرمایا وامّا ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بدایوں ۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک وقف عرصہ دراز سے چلا آتا ہے شرائط و حالات وقف کچھ معلوم نہیں ہیں بجز اس قدر کہ تولیت ہمیشہ سے ایک خاندان خاص میں بلا لحاظ وراثت چلی آتی ہے متولی حال نے اپنے ایک اہل خاندان کو اپنا خلیفہ اور سجادہ نشین بنایا۔ اور بعد اپنے اپنا جانشین اور متولی قرار دیا اس کی وفات کے بعد اس کا بھتیجا باستحقاق وراثت دعویدار تولیت ہے درآنحالیکہ اس کا باپ حقیقت موقوفہ سے برطرف کیا جاچکا ہے اور اقرار نامہ لکھ چکا ہے کہ کبھی معاملات وقف میں دست اندازی نہ کرے گا نیز بھتیجہ مذکور متولی کو ضرر شدید پہنچانے میں سزایاب ہوچکا ہے اور باہم متولی اور اس کے بھتیجے کے وقت وفات متولی ایک سخت دشمنی اور عداوت بھی کیا شرعًا ایسا بھتیجا باستحقاق وراثت حقیقت موقوفہ کا بمقابلہ جانشین نامزد شدہ کے متولی مقرر ہوگا یا متولی متوفی کا نامزد شدہ شخص مرجح ہوگا۔

الجواب: تولیت میں توریث جاری نہیں محض بربنائے وراثت ادعائے تولیت باطل و مردود ہے ردالمحتار میں ہے واعتقادھم ان خبز الاب لابنہ لایفید لما فیہ من تغییر حکم الشرع متولی حال نے جسے اپنے بعد متولی کیا متولی ہوگیا اگر یہ وصیت مرض موت میں کی جب تو ظاہر ہے کہ وہ جانشین بعد موت متولی ہوگیا اور بلا وجہ شرعی کسی کو اس سے منازعت اصلًا جائز نہیں ردالمحتار میں ہے صح اذا فوض فی مرض موتہ وان لم یکن التفویض لہ علما لما فی الخانیۃ انہ بمنزلۃ الوصی وللوصی ان یوصی الی غیرہ اور اگر اپنی حالت صحت میں کی اور قدیم سے اس وقف کے متولیوں میں اس کا دستور چلا آیا ہے کہ متولی اپنی حیات و صحت میں اپنے جانشین کو اپنے بعد متولی بناتے ہیں اور وہ متولی ہوتا ہے جب

بھی ظاہر ہے کہ یہی جانشین بشرط اہلیت شرعیہ متولی ہوگیا۔ دوسرا اس کی منازعت نہیں کرسکتا۔ ردالمحتار میں ہے فی الذخیرۃ سئل شیخ الاسلام عن وقف مشہور اشتبھت مصارفہ وقدر مایصرف الی مستحقیہ قال ینظر الی المعہود من حالہ فیما سبق من الزمان ان قوامہ کیف یعملون فیہ فیبنی علی ذلک اور اگر یہ معمول قدیم نہیں تو متولی کا اپنی صحت میں خود وقف سے جدا ہوجانا اور دوسرے کو اپنی جگہ قائم کرنا ممنوع ہوتا کہ اس کے لئے اس کی اجازت جانب واقف سے بوجہ اشتباہ شرائط ثابت نہیں درمختار میں ہے اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ وصحتہ ان کان التفویض لہ عاما صح والالا مگر یہاں ایسا نہیں بلکہ اپنے بعد اس کے لئے وصیت تولیت کی ہے تو یہ مطلقاً ہر صورت میں جائز و صحیح ہونا چاہئے جب تک مخالف شرع نہ ہو کہ بوجہ عدم علم شرائط مخالفت شرائط واقف سے محفوظ ہے وہی عبارت قاضیخان للوصی ان یوصی الی غیرہ اسکے لئے کافی ہے و ترک السابقین لایدل علی شرط العدم بل علی عدم الشرط والمتبع العمل دون الترک الا اذا دلیس موافقا للکافین ولامقدورا لہم کما فی غمز العیون وشتان ما الترک والکف ولم یثبت بالجملہ پہلی دو صورتوں میں جانشین مذکور کی صحت تولیت اصلا محل شبہ نہیں جبکہ شرعا اس کا اہل ہو اور تیسری صورت میں بھی ظاہر یہی ہے کہ اس کی تولیت صحیح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر محلہ چڑھائی نیب مسئولہ منشی محمد ظہور صاحب　　۱۷ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک بزرگ نے اپنی حیات میں جائداد موقوفہ کا زید کو بذریعہ تملیک نامہ کے متولی کیا اور یہ لکھا کہ تاحیات یہ متولی رہے اور بعد اس کے جو متولی یا سجادہ نشین ہووے اس کو بھی اسی تحریر کا کاربند رہنا چاہئے در صورت خلاف ورزی کے پیرے مرید ان سربرآوردہ جس کو مناسب سمجھیں مقرر کریں ان بزرگ نے پردہ فرمایا اور بعد ایک زمانہ کے زید کا بھی انتقال ہوگیا اب زید کا لڑکا یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے باپ کا قائم مقام بنوں اور ان بزرگ کے وارثان شرعی یہ چاہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص ہونا چاہئے۔ تو ایسی صورت میں از روئے شرع شریف کے وارثان متولی کا حق ہے یا وارثان بزرگ کا۔ اور فقیری گدی پر وراثت کسی کی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بیان سائل سے معلوم ہوا کہ وہ جائداد پہلے زبانی وقف ہوچکی تھی اس کی توثیق کے لئے یہ وقفنامہ لکھا گیا جسے غلطی یا ناواقفی سے تملیک نامہ لکھ دیا اس میں متولی مذکور کے بعد دربارۂ تولیت کسی شرط کی تصریح نہیں ہے ایسی صورت میں وارثان متولی مذکور کو تولیت پر کوئی دعوی نہیں پہنچتا تولیت ترکہ نہیں کہ وارثوں پر تقسیم ہو بلکہ حتی الامکان وارثان واقف میں سے جو لائق ہو متولی کیا جائے گا اگر ان میں کوئی نہ ہو تو اہل الرائے اہل علم مسلمانوں کے مشورہ سے کوئی دیندار ہوشیار کارگزار متولی کیا جائے گا۔ درمختار میں ہے (ومادام احد یصلح للتولیۃ من اقارب الواقف لایجعل المتولی من الاجانب) لانہ اشفق ومن قصدہ نسبۃ الوقف الیھم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از ریاست رامپور شترخانہ کہنہ احاطہ صابری مسئولہ واحد حسن صاحب　　۶ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مزار کا زید متولی تھا مزار کی جائداد اراضی بحق خدمت مزار موصوفہ معاف ہے۔ زید کا صاحب مزار سے کوئی سلسلہ نسبی و سلسلہ طریقت کوئی تعلق نہیں تھا اب زید کا انتقال ہوگیا زید کا بیٹا عمرو جو بالکل خدمات مزار کا اہل نہیں ہے اور تمام جائداد کی آمدنی تغلب و تصرف کرلی ہے ایک حبہ صرف نہیں کیا تولیت کا خواستگار ہے بکر یہ کہتا ہے کہ میں ان خدمات کا اہل ہوں اور صاحب مزار سے میرا سلسلہ طریقت اور میرے خاندان کا مزار ہے عمرو نے اکثر سامان تلف کردیا عمرو واجب شے اور خدمات انجام دینے کا اہل ہی نہیں ہے اور نہ مسلک درویشی عمرو کا ہے عند القاضی صورت مسئولہ میں ہر دو فریق میں سے کون لائق تولیت ہیں اور کس کے نام جائداد کا اندراج ہونا چاہئے عند القاضی بکر کی اہلیت ثابت ہوچکی

الجواب: بیان مذکور اگر واقعی ہے تو عمرو تو کسی طرح متولی ہو ہی نہیں سکتا اگرچہ خود واقف نے اسے متولی کیا ہوتا بلکہ اگرچہ وہ خود ہی واقف ہوتا کہ وہ متغلب ہے درمختار میں ہے ینزع وجوبا ولو الواقف فغیرہ بالاولی غیر مامون اور بکر اگرچہ اہل ہو خواستگار تولیت ہے اور خواستگار تولیت کو متولی نہیں کرتے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں انا لن نستعمل علی عملنا من ارادہ ہم اپنے کام پر اس کے خواستگار کو ہرگز مقرر نہ کریں گے رواہ احمد والشیخان وابوداؤد والنسائی عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ درمختار میں ہے طالب التولیۃ لایولی الا المشروط لہ النظر لانہ مولی فیرید بہ التنفیذ لہٰذا کوئی اور کہ ہر طرح اہل ہو تلاش کرکے متولی کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از حیدرآباد دکن محلہ سلطان پورہ مسئولہ سید فصیح اللہ صاحب ۵ رمضان ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کیا متولی اور منتظم مساجد مساجد کے مداخل ومخارج میں حسب خواہش بلا اتباع طریق جائز وناجائز بذات خود بلا مشاورت اہل اسلام دست تصرف دراز رکھ سکتے ہیں اور یقینی تغلب اور غبن فاحش کے باوجود مسلمانوں کی درخواست پر آمد وخرچ کے حساب کے عدم معاینہ کی بابت ان کا انکار واعراض جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: متولی اور منتظم پر اتباع شرع وشرائط واقف ضروری ہے ان کے خلاف کسی فعل کا ان کو اختیار نہیں اور اگر کریں تو مسلمانوں کو ان کی مزاحمت چاہئے اور اگر خیانت یا ان کے باعث وقف پر ضرر ثابت ہو تو فوراً نکال دیئے جائیں۔ درمختار میں ہے ینزع وجوبا ولو الواقف فغیرہ بالاولی غیر مامون غبن وتغلب یقینی درکنار اگر مظنون بھی ہو تو مسلمانوں کو ان سے حساب سمجھنے کا حق پہنچتا ہے اور ان کا اعراض سخت قابل اعتراض درمختار میں ہے لاتلزم المحاسبۃ فی کل عام ویکتفی القاضی منہ بالاجمال لو معروفا بالامانۃ ولو متھما یجبرہ علی التعیین شیئا فشیئا۔ صورت مذکورہ میں وہ مجبور کئے جائیں گے کہ تفصیلی حساب دکھائیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از لشکرگاہ بنگلور ملک میسور مسئولہ چودھری محمد حسین بکر قصاب صاحبان مسجد اعظم ۱۰ رمضان ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند آدمی مل کر ایک زمین خرید کر بالاتفاق بہ نیت وقف اس پر مسجد آباد کریں امام مؤذن بھی مقرر کریں دس بارہ سال سب واقفین باہم متفق رہے نماز جماعت وجمعہ وغیرہ میں شریک رہے مسجد کے لئے اوقاف واسطے آمدنی کے بھی خرید کر مسجد کے نام واسطے محاصل کے دے چکے ان لوگوں میں سے ایک گروہ بارہ سال بعد مسجد دور ہونے کے باعث ایک اور مسجد بھی فاصلہ بعیدہ سے بنوا ڈالی اور دونوں مسجدوں میں شریک رہے خدمات اور خرچ بھی محاصل اور ذات سے خرچ کرتے رہے وہ گروہ عرصہ ۲۵ سال سے ذاتی چندہ اس دوسری مسجد میں دیتے ہیں اور پہلی مسجد کے اوقاف بحال خود جاری ہیں اب یہ لوگ جو جدا ہوئے ہیں ان کو پہلی مسجد والے حقوق وقف سے علیحدہ تصور کرتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ ہم متولی اپنی رضامندی سے مقرر کرتے ہیں اور دوسری مسجد والے کہتے ہیں ہمارا حق ہے کہ ہم سب واقف ہیں اور تولیت کا اختیار سب واقفین کو ہے دوسرے گروہ والے کہتے ہیں کہ تمہارا حق بسبب جدا ہونے اور الگ ہوجانے مسجد کے نہیں رہا۔ سوال یہ ہے کہ پہلے واقفین کا حق ساقط ہے یا باقی۔ (۲) متولی کا مقرر کرنا مسجد کے لئے ضروریات سے ہے یا نہیں۔ (۳) ایک سے زیادہ متولی مقرر کرسکتے ہیں یا نہیں (۴) جب واقفین میں اختلاف ہو بعض زید کو متولی کریں بعض عمرو کو۔ تو اکثر کو ترجیح ہے یا اقل کو اور برتقدیر مساوات کس کو اختیار نصب متولی کا ہے۔ (۵) واقف سے مراد سطح مسجد کا واقف مراد ہے یا آبادی کرنے والا اور

عمارت بنوانے والا (۶) قوم کو نصب امام و موذن و آبادی مسجد وغیرہ کا اختیار ہے یا واقفین کو (۷) واقفین کے لئے ضرور ہے کہ ہمیشہ عملدرآمد اور قابض اپنے موقوف پر رہیں کیا قبضہ چھوڑنے سے حق واقفیت ساقط ہوجاتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- (۱) جب ان سب نے مل کر وہ مسجد بنائی سب اس کے واقف ہوئے جو حقوق کہ واقف کے ہیں سب کے لئے ہیں ایک فریق کے مسجد بنالینے سے پہلے کا حق زائل نہ ہوا یہ محض ظلم ہے۔

(۲) مسجد کیلئے متولی کا مقرر کرنا کچھ ضرور نہیں البتہ اوقاف کے لئے ضروری ہے۔

(۳) متولی متعدد بھی ہوسکتے ہیں وہ سب مل کر کام کریں گے ہر ایک مستقل نہ ہوگا۔

(۴) فقیر اس وقت کتابوں سے دور حالت سفر میں ہے جزئیہ پیش نظر نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں زید وعمرو دونوں متولی ہوجائیں گے اور مل کر کام کریں گے کہ نصب متولی کی ولایت واقف کو ہے تنویر الابصار میں ہے ولایۃ نصب القیم الی الواقف اور وہ سب واقف ہیں اور نصب متولی متجزی نہیں تو ہر ایک کو اختیار کامل ہے تو دونوں متولی ہوجائیں گے اشباہ والنظائر میں ہے ماثبت لجماعۃ فھو بینھم علی سبیل الاشتراک الا فی مسائل الاولی ولایۃ انکاح الصغیر والصغیرۃ ثابتۃ للاولیاء علی سبیل الکمال لکل (الی ان قال) والضابط ان الحق اذا کان مما لایتجزی فانہ یثبت لکل علی الکمال والاستخدام فی المملوک مما لایتجزی۔

(۵) اصل مسجد زمین ہے تو زمین کا واقف اصل مسجد کا واقف ہے اور جس نے اس میں عمارت بنا کر وقف کی وہ بنا کا واقف ہے اور بنا اگرچہ وصف ہے اس کے لئے حکم جز ہے تو وہ بھی وقف مسجد میں شریک ہے۔

(۶) عمارت و مرمت مسجد کا اختیار واقفین کو ہے اور انھیں کے امام و مؤذن مقرر کئے ہوئے اولیٰ ہیں مگر یہ کہ جن کو قوم مقرر کرے وہ شرعًا مرجح ہوں تو انھیں کو ترجیح ہوگی درمختار میں ہے البانی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والمؤذن فی المختار الا اذا عین القوم اصلح ممن

(۷) واقف کے لئے وقف پر ہمیشہ قابض رہنا ضرور نہیں بارہا واقف دوسرے کو متولی کرتا ہے قبضہ متولی کا رہتا ہے مگر حق واقف ساقط نہیں ہوتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بڑودہ ناگرواڑہ گجرات مرسلہ یوسف علیخاں صاحب بہادر صدر انجمن اہلسنت وجماعت ۳ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہلسنت وجماعت کو یہ جائز ہے کہ روافض کو جامع مسجد یا غیر مساجد کا متولی اور متصرف بنائیں اور ان کو اپنے ساتھ نماز میں شریک کریں اور جو مسلمان ایسا کریں ان کے لئے از روئے شرع کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- اہلسنت کی کسی مسجد خصوصًا مسجد جامع کا متولی رافضی کو کرنا شریعت مطہرہ و قرآن عظیم و احادیث صحیحہ و فقہ حنفی کی رو سے اصلا کسی طرح جائز نہیں حرام قطعی ہے (۱) یہ روافض نہ اہل قبلہ ہیں نہ مسلمان بلکہ بالیقین کفار مرتدین ہیں رد الرفضہ میں بکثرت کتب معتمدہ فقہ حنفی وعقائد اہلسنت سے ان کے کافر مرتد ہونے کے روشن ثبوت دیئے ہیں بدائع امام ملک العلماء و فتاوٰی امام طاہر عبدالرشید و شرح الکنز امام فخر الدین زیلعی و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے وھذا الفظ قال المرغینانی یجوز الصلاۃ خلف صاحب ھوی وبدعۃ ولاتجوز خلف الرافضی والجھمی والقدری والمشبھۃ ومن یقول بخلق القرآن وحاصلہ ان کان ھوی لایکفر بہ صاحبہ تجوز الصلاۃ خلفہ مع الکراھۃ

والافلاھکذا فی التبیین والخلاصۃ وھو الصحیح ھکذا فی البدائع[1] یعنی امام مرغینانی صاحب ہدایہ نے فرمایا بدمذہب بدعتی کے پیچھے نماز جائز ہے اور رافضی وجہمی وقدری اور مشبہہ اور وہ جو قرآن عظیم کو مخلوق مانتے ہیں ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور حاصل یہ ہے کہ جس میں ایسی بدمذہبی ہو جس کے سبب اسے کافر نہ کہا جائے اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اور اگر اس کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچی ہے جیسے رافضی وغیرہ مذکورین کہ یہ سب کافر ہیں اس کے پیچھے نماز ہوگی ہی نہیں۔ ایسا ہی تبیین الحقائق اور فتاوی خلاصہ میں ہے اور یہی صحیح ہے ایسا ہی بدائع میں۔ نیز فتاوی خلاصہ و فتاوی عالمگیریہ میں ہے الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنھما العیاذ باللہ فھو کافر وان کان یفضل علیا کرم اللہ تعالٰی وجہہ علی ابی بکر رضی اللہ عنہ لایکون کافرا الا انہ مبتدع رافضی اگر صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کو معاذ اللہ برا کہتا اور تبرا بکتا ہو تو وہ کافر ہے اور اگر صدیق اکبر سے مولٰی علی کو فقط افضل کہتا ہو تو کافر نہ ہوگا مگر گمراہ ہے فتاوی بزازیہ و فتاوی عالمگیریہ میں ہے یجب اکفارھم باکفار عثمٰن وعلی وطلحۃ وزبیر وعائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم یعنی جو لوگ ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو کافر کہتے ہیں واجب ہے کہ ہم ان کافر کہنے والوں کو کافر کہیں فتاوی ظہیریہ و فتاوی عالمگیریہ میں ہے یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا وبقولھم فی خروج امام باطن (الی قولہ) وھؤلاء قوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین یعنی رافضیوں کو کافر کہنا واجب ہے انکے اس قول میں کہ اموات دنیا کی طرف لوٹیں گے اور اس قول میں کہ ایک چھپا ہوا امام نکلے گا اور یہ لوگ ملت اسلام سے خارج ہیں اور ان کے وہی حکم ہیں جو مرتدوں کے ہوتے ہیں شرح مقاصد و شرح تحریر الاصول و رد المحتار علی الدر المختار وغیرہا میں ہے۔ اھل القبلۃ معناہ الذین اتفقوا علی ماھو من ضروریات الاسلام واختلفوا فی اصول سواھا والا فلا نزاع فی کفر اھل القبلۃ المواظب طول العمر علی الطاعات باعتقاد شیئ من موجبات الکفر[2] اھ مختصرا یعنی اہل قبلہ کے یہ معنی ہیں کہ جو تمام ضروریات دین کو مانتا ہو اور ان کے سوا بعض عقاید میں خلاف رکھتا ہو ورنہ اس میں کچھ خلاف نہیں کہ جس اہل قبلہ سے کوئی موجب کفر صادر ہو وہ کافر ہے اگرچہ تمام عمر عبادتوں پر مداومت کرے شرح فقہ اکبر علی قاری میں ہے لایخفی ان المراد بقول علمائنا لایجوز تکفیر اھل القبلۃ بذنب لیس مجرد التوجہ الی القبلۃ فان الغلاۃ من الروافض وان صلوا الی القبلۃ لیسوا بمؤمنین یعنی پوشیدہ نہیں کہ ہمارے علماء کے اس قول میں کہ اہل قبلہ کو کسی گناہ کے سبب کافر کہنا جائز نہیں۔ فقط نماز میں قبلہ کو منہ کر لینا مراد نہیں کہ غالی رافضی اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں بلاشبہ کافر ہیں۔ اور مساجد اہلسنت خصوصاً مسجد جامع کا اسے متولی کرنا اور مسلمانوں کے ایسے عظیم دینی تصرفات اس کے ہاتھ میں رکھنا اس کی عظیم تعظیم ہے اور اس کی تعظیم سخت حرام ہے بلکہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے تبیین الحقائق و طحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہما میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا اس لئے کہ اسے آگے بنانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شریعت میں اس کی توہین واجب ہے فتاوی ظہیریہ و اشباہ والنظائر و درمختار میں ہے تبجیل الکافر کفر کافر کی تعظیم کفر ہے (۲) اسمیں اسے مسلمانوں پر ایک افسری دینا ہے اور یہ حرام ہے۔ فتح القدیر و درمختار وغیرہما میں ہے یمنع من استکتاب ومباشرۃ یکون بھا معظما عند المسلمین یعنی ذمی کافر کو بھی منشی بنانا یا اور کوئی ایسا عمل سپرد کرنا جس سے مسلمانوں میں اس کی بڑائی ہو جائز نہیں حاوی قدسی و بحر الرائق و درمختار میں ہے والنظم لہ ینبغی ان یلازم الصغار بینہ وبین المسلم فی کل شیئ وعلیہ فیمنع من القعود حال قیام المسلم عندہ بحر ویحرم تعظیمہ یعنی کافر اور مسلمان کے ہر معاملہ میں کافر کو دبا ہوا ذلیل رکھنا چاہئے مسلمان کھڑا ہو تو اسے بیٹھنے نہ دیں ایسا ہی بحر میں ہے اور اس کی تعظیم حرام ہے۔ (۳) مساجد و اوقاف

کا متولی بنانا کیسے عظیم دینی کاموں میں ان سے استعانت ہے اور یہ ان تشریحات جلیلہ پر کہ المحجۃ المؤتمنہ میں مذکور ہوئیں حرام ہے قرآن عظیم فرماتا ہے لاتتخذوا منھم ولیا ولا نصیرا غیروں میں سے کسی کو نہ اپنا دوست بناؤ نہ مددگار۔ تفسیر ارشاد العقل السلیم علامہ ابوسعید عمادی وتفسیر فتوحات الٰہیہ میں ہے نھوا عن موالاتھم لقرابۃ او صداقۃ جاھلیۃ ونحوھما من اسباب المصادقۃ والمعاشرۃ وعن الاستعانۃ بھم فی الغزو وسائر الامور الدینیۃ یعنی مسلمان منع کئے گئے کافروں کی دوستی سے خواہ وہ رشتہ داری کے سبب ہو یا اسلام سے پہلے کے یارانے خواہ یاری اور میل جول کے اور کسی سبب سے اور منع کئے گئے اس سے کہ جہاد یا کسی دینی کام میں کافروں سے استعانت کریں۔ (۴) عقیلی وابن حبان وغیرہما کی حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا سیأتی قوم لھم نبز یقال لھم الرافضۃ لایشھدون جمعۃ ولاجماعۃ ویطعنون علی السلف فلا تجالسوھم عنقریب کچھ لوگ آئیں گے ان کا ایک بدلقب ہوگا انھیں رافضی کہا جائے گا نہ جمعہ میں حاضر ہوں گے نہ جماعت میں اور سلف صالح کو برا کہیں گے تم ان کے پاس نہ بیٹھنا نہ ان کے ساتھ کھانا پینا۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے اذ مجالسۃ الاغیار تجر الی غایۃ البوار ونھایۃ الخسار اس لئے کہ غیروں کے پاس بیٹھنا حد درجہ کی بربادی اور انتہا درجہ کے نقصان کی طرف کھینچ لے جاتا ہے جب ان کے پاس نرا بیٹھنا بربادی ہے تو انھیں مساجد واوقاف کا متولی کرنا کس درجہ کس قدر عظیم تباہی ہے۔

(۵) مسلمانوں کا ایسا عظیم کام اس کے سپرد کرنے میں اسے رازدار ودخیل کار بنانا ہے اور یہ حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المؤمنین ولیجۃ واللہ خبیر بما تعملون۔ کیا اس گھمنڈ میں ہو کہ یونہی چھوڑ دیے جاؤ گے اور ابھی وہ لوگ علانیہ ظاہر نہ ہوئے جو تم میں سے راہ خدا میں پوری کوشش کریں اور اللہ ورسول ومسلمین کے سوا کسی کو اپنا رازدار ودخیل کار نہ بنائیں اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ تفسیر کبیر میں ہے نھی اللہ تعالٰی المؤمنین ان یتخذوا بطانۃ من غیر المؤمنین فیکون ذلک نھیا عن جمیع الکفار ومما یؤکد ذلک انہ قیل لعمر رضی اللہ عنہ ھھنا رجل من اھل الحیرۃ نصرانی لایعرف اقوی حفظا ولا احسن خطا منہ فان رأیت ان تتخذہ کاتبا فامتنع عمر من ذلک وقال اذن اتخذت بطانۃ من غیر المؤمنین یعنی اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ کسی غیر مسلم کو اپنا رازدار بناؤ تو یہ تمام کفار سے ممانعت ہے اور تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی گئی کہ شہر حیرہ میں ایک نصرانی ہے اس کا سا حافظہ اور عمدہ خط کسی کا معلوم نہیں حضور کی رائے ہو تو ہم اسے محرر بنا لیں امیر المومنین نے اسے قبول نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ایسا ہو تو میں غیر مسلم کو رازدار بنانے والا ٹھہروں گا۔ تفسیر لباب التاویل وغیرہ پارہ ۶ رکوع ۱۲ میں ہے روی ان اباموسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قلت لعمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ ان لی کاتبا نصرانیا فقال مالک ولہ قاتلک اللہ الا اتخذت حنیفا یعنی مسلما اما سمعت قول اللہ عزوجل یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا الیھود والنصرٰی اولیاء قلت لہ دینہ ولی کتابتہ قال لااکرمھم اذ اھانھم اللہ ولااعزھم اذ اذلھم اللہ ولا ادنیھم اذ ابعدھم اللہ قلت لایتم امر البصرۃ الابہ فقال مات النصرانی والسلام یعنی ھب انہ مات فما تصنع بعدہ فما تعمل بعد موتہ فاعملہ الاٰن واستغن عنہ بغیرہ من المسلمین یعنی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوا کہ میں نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم سے عرض کی میرا ایک محرر نصرانی ہے فرمایا تمہیں اس سے کیا علاقہ خدا تم سے سمجھے کیوں نہ کسی کھرے مسلمان کو محرر بنایا کیا تم نے یہ ارشاد الٰہی نہ سنا کہ اے ایمان والو یہود ونصارٰی کو یار نہ بناؤ میں نے عرض کی اس کا دین اس کے لئے ہے مجھے تو اس کی محرری سے کام ہے فرمایا میں کافروں کو گرامی نہ کروں گا جبکہ انھیں اللہ نے خوار کیا۔ نہ انھیں عزت دوں گا جبکہ اللہ نے انھیں ذلیل کیا۔ نہ ان کو قرب دوں گا جبکہ اللہ نے انھیں دور کیا۔ میں نے عرض کی بصرہ

کا کام ہے اس کے پورا نہ ہوگا فرمایا مرگیا نصرانی والسلام یعنی فرض کرلو کہ وہ مرگیا اس کے بعد کیا کروگے جو جب کروگے اب کرو اور کسی مسلمان کو مقرر کرکے اس سے بے پرواہ ہوجاؤ۔ شرح سیر کبیر پھر ردالمحتار علی الدرالمختار میں ہے بہ ناخذ فان الوالی ممنوع من ان یتخذ کاتبا من غیر المسلمین لقولہ تعالٰی لا تتخذوا بطانۃ من دونکم۔ ہم امیر المومنین کے اسی ارشاد پر فتوٰی دیتے ہیں بیشک والی کو جائز نہیں کہ کسی کافر کو محرر بنائے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اپنے سوا اوروں کو رازدار نہ بناؤ۔ سبحٰن اللہ۔ جب ان کو محرر تک بنانا ناجائز وخلافِ قرآن عظیم ہے تو مساجد مسلمین ان کے ہاتھ میں سپرد کرنا اور اتنا عظیم منصب دینا کس درجہ سخت حرام ہونا لازم **(۶)** متولی کرنا حرام ہے مگر اسے کہ امین وخیرخواہ ہو۔ یہاں تک کہ خود واقف پر اگر اطمینان نہ ہو وقف سے اسے باہر نکال دینا واجب ہے اسعاف فی احکام الاوقاف میں ہے لا یولی الا امین لان الولایۃ مقیدۃ بشرط النظر ولیس من النظر تولیۃ الخائن لانہ یخل بالمقصود۔ متولی نہ کیا جائے مگر جس پر پورا اطمینان ہو کہ تولیت میں وقف کا فائدہ دیکھنے کی شرط ہے اور جس پر اطمینان نہ ہو اس کا متولی کرنا رعایت فائدہ سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا کہ وہ اصل مقصود میں خلل ڈالتا ہے۔ فتاوٰی بزازیہ و درر وغرر و تنویر الابصار و درمختار وغیرہا میں ہے ینزع وجوبا لو الواقف فغیرہ بالاولی غیر مامون یعنی اگر خود واقف قابلِ اطمینان نہ ہو تو اسے نکال دینا واجب ہے پھر دوسرے کا کیا ذکر۔ اور قرآن عظیم شاہد ہے کہ غیر مسلم ہرگز کسی معاملہ مسلم کا خیرخواہ نہ ہوگا اللہ تعالٰی فرماتا ہے: یاایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون۔ اے ایمان والو اپنے غیروں سے کسی کو رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے ان کی دلی تمنا ہے تمہارا مشقت میں پڑنا دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہوچکی ہے اور جو ان کے سینوں میں دبی ہے وہ بڑی ہے ہم نے تمہارے سامنے نشانیاں صاف بیان فرمادیں اگر تمہیں عقل ہو۔

(۷) تنویر الابصار وغیرہ متون میں ہے **العاشر حر مسلم** یعنی عشر تحصیل کرنے والے کی تعریف میں آزاد اور مسلمان ہونا داخل ہے غایۃ البیان امام اتقانی شرح ہدایہ وبحرالرائق شرح کنزالدقائق و ردالمحتار علی الدرالمختار میں ہے لا یصح ان یکون کافرا لانہ لا یلی علی المسلم بالاٰیۃ یعنی تحصیل عشر پر کسی کافر کو مقرر کرنا باطل محض ہے کہ بنص قرآن اسے کسی مسلم پر کوئی اختیار نہیں مل سکتا۔ عشر لینے والا راستوں پر مقرر کیا جاتا ہے کہ تاجروں سے عشر تحصیلے راہ کی حفاظت کرے جیسے بلاتشبیہ یہاں چنگی کا محرر اور راستوں کی چوکی کا پولیس مین۔ جب اتنی خفیف دنیوی خدمت پر انہیں مقرر کرنا اصلا درست نہیں تو ایسے عظیم دینی کام پر تقرر کیونکر ممکن **(۸)** لاجرم صریح تصریحیں لیجئے۔ درمختار میں ہے بھذا یعلم حرمۃ تولیۃ الیھود علی الاعمال یہاں سے معلوم ہوا کہ اسلامی کاموں پر یہودی (یعنی کسی کافر) کا متولی کرنا حرام ہے۔ بحرالرائق و ردالمحتار میں ہے لاشک فی حرمۃ ذلک اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں شامی میں ہے ای لان فی ذلک تعظیمہ وقد نصوا علی حرمۃ تعظیمہ یعنی اس لئے کہ اس میں اس کی تعظیم ہے اور بیشک ائمہ دین نے تصریحیں فرمائیں کہ کافر کی تعظیم حرام ہے۔ شرنبلالیہ علی الدرر پھر ردالمحتار میں ہے علم مما ذکرناہ حرمۃ تولیۃ الفسقۃ فضلا عن الیھود والکفرۃ یعنی جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس سے معلوم ہوا کہ فاسقوں کو متولی کرنا حرام ہے چہ جائے یہودی و دیگر کفار **(۹)** تمام عبارات و دلائل کہ یہاں تک مذکور ہوئے مطلقا ہر کافر میں ہیں اگرچہ کافر ذمی ہو جو سلطنت اسلامیہ میں فرمانبردار و جزیہ گزار ہوکر رہتا ہے اور اکثر معاملات میں اس کا حکم مسلمانوں کا سا رکھا گیا ہے نہ کہ حربی جس سے انقطاع کلی کا حکم ہے اور امان لے کر بھی دارالاسلام میں سال بھر تک رہ ہی نہیں سکتا کہ مرتد جسے سلطان اسلام فورا قتل کرے گا اور اگر غور کے لئے مہلت

مانگے تو تین دن کی مہلت دے گا اور ان میں بھی قید ہی رکھے گا، متولی کس وقت کرے گا۔ تنویر الابصار میں ہے لایمکن حربی مستأمن فیناسنۃ

درمختار میں ہے من ارتد عرض الحاکم علیہ الاسلام وتکشف شبہتہ ویحبس وجوبا ثلثۃ ایام ان طلب المھلۃ والاقتلہ من ساعتہ الااذارجی اسلامہ

بدائع عبارت ردالمحتار یشترط للصحۃ بلوغہ وعقلہ لاحریتہ واسلامہ صراحۃً خاص دربارۂ ذمی ہے یعنی متولی بن سکنے کے لئے اسلام شرط نہیں کہ کافر ذمی

بھی اگر متولی کیا جائے گا ہو جائے گا نہ یہ کہ کوئی کافر کیسا ہی ہو متولی ہو سکتا ہے اس عبارت کے متصل ہی خود اس میں اس کی سند یہ لکھی لما فی الاسعاف

لواوصی الی صبی تبطل فی القیاس مطلقا وفی الاستحسان ھی باطلۃ مادام صغیرا ولوکان عبدا یجوز قیاسا واستحسانا ثم الذمی فی الحکم کالعبد فلواخرجھما

القاضی ثم عتق العبد واسلم الذمی لاتعود الیھما اھ ونحوہ فی النھر یعنی اسلام شرط نہ ہونے کی سند وہ ہے جو اسعاف میں فرمایا کہ اگر کسی نابالغ کو

وصی کیا تو قیاس میں مطلقاً باطل ہے اور استحسان یہ ہے کہ اس کے نابالغ رہنے تک باطل ہے اور اگر غلام ہو تو قیاس و استحسان دونوں میں صحیح

ہے اور حکم میں ذمی مثل غلام ہے۔ پھر اگر حاکم نے انھیں وصایت سے نکال دیا اس کے بعد غلام آزاد ہوا اور ذمی اسلام لے آیا تو وصی نہ ہو جائیں گے

یہ بحر میں ہے اور اسی کے مثل نہر میں۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے لایشترط الحریۃ والاسلام للصحۃ لما فی الاسعاف ولوکان عبدا یجوز قیاسا واستحسانا

والذمی فی الحکم کالعبد فلواخرجھما القاضی ثم عتق العبد واسلم الذمی لایعود الولایۃ الیھما کذا فی البحر الرائق یعنی متولی بن سکنے کیلئے آزادی و اسلام اس سند سے شرط نہیں کہ اسعاف

میں فرمایا کہ اگر غلام ہو تو قیاس و استحسان دونوں میں اس کی وصایت ممکن ہے اور حکم میں ذمی بھی غلام کے مثل ہے اور اگر قاضی نے انھیں نکال دیا پھر غلام

آزاد اور ذمی مسلمان ہوا تو اس سے وصایت ان کی طرف عود نہ کر آئے گی۔ ایسا ہی بحر الرائق میں ہے۔ دیکھو صراحۃً کلام کافر ذمی میں ہے اور مرتد ہرگز

اس کی مثل نہیں وہ سب کافروں سے بدتر ہے اشباہ والنظائر میں ہے المرتد اقبح کفرا من الکافر الاصلی یعنی مرتد کفر میں کافر اصلی سے بدتر ہے۔

شرط اسلام نہ ہونے کیلئے ایک قسم کے کافر کا کسی ایک صورت میں متولی بن سکنا کافی ہے نہ کہ شرطیت اسلام جبھی نہ ہوگی کہ ہر قسم کا کافر متولی بن سکے

مگر کم علمی و نافہمی عجب چیز ہے پھر صحت کے لئے شرط نہ ہونے سے اتنا ہی تو ہوا کہ بن سکنا محتمل ہے نہ یہ کہ اسے متولی بنانا جائز و حلال ہے۔ ابھی

ابھی اسی ردالمحتار و دیگر معتمدات سے صاف تصریحیں گزریں کہ کسی کافر کو متولی بنانا مطلقاً حرام ہے اور اسی میں کلام ہے۔ جو امر ہمارے دین میں

حرام ہے اسے روا رکھنا صریح مذہبی دست اندازی و بدخواہی اسلام ہے **(۱۰)** تقریبِ اس حالت میں ہے کہ اس کے ذمہ صرف نگہداشت

یا مزدوری اشیاء کی خرید فروخت حساب کی لکھت پڑھت ہو کسی مسلمان پر اسے کوئی اختیار نہ دیا گیا ہو اس صورت میں متولی اگرچہ ہو سکے گا مگر

کرنا حرام ہے۔ ردالمحتار کی عبارت مذکورہ اسی صورت سے متعلق ہے اور اگر اسے کوئی اختیار دیا جائے مثلاً امام یا مؤذن یا فراش یا اور کسی

ملازم کی موقوفی یا بحالی یا اضافہ یا کمی یا رخصت یا معطلی میں کچھ دخل۔ جب تو اس کی تولیت نہ صرف حرام بلکہ باطل محض ہے ہو سکتی ہی نہیں جیسا کہ

ابھی اسی ردالمحتار و بحر الرائق و غایۃ البیان سے گزرا اور انھیں کتابوں میں اس پر اس آیہ کریمہ سے دلیل لائے ولن یجعل اللّٰہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا

یعنی شریعت الٰہیہ ہرگز کسی کافر کو کسی مسلمان پر کوئی اختیار نہ دے گی۔ **بالجملہ** رافضی کو مسجد خواہ کسی وقف کا ذی اختیار متولی کرنا جس سے کسی

مسلمان ملازم وغیرہ پر اسے کوئی اختیار ملے یہ تو ممکن ہی نہیں اگر کیا جائے نہ ہو سکے گا اور اس کی تولیت باطل محض ہوگی اور محض بے اختیار متولی

کیا جائے یہ بھی کم از کم قطعاً حرام اور مذہبی دست اندازی و بدخواہی اسلام ہے۔ بفرض غلط اگر رافضی کافر نہ بھی ہوتا تو مجرد فاسق عملی سے تو یقیناً

بدتر ہے کما نص علیہ فی الغنیہ شرح المنیہ اور ابھی شرنبلالیہ و ردالمحتار سے گزرا کہ فاسق کا متولی کرنا بھی حرام ہے۔ یہ ہے مسئلہ کی تحقیق وباللّٰہ التوفیق

(۱۱) روافض کو اپنے ساتھ نماز میں شریک کرنا ہرگز جائز نہیں کہ جب وہ شرعاً مسلمان ہی نہیں تو وہ نہ اہل عبادت ہیں نہ ان کی نماز نماز کہ عبادت کی پہلی شرط اسلام ہے اور جب ان کی نماز باطل محض ہے تو انہیں شریک کرنا صف کا قطع کرنا ہوگا کہ غیر نمازی صف میں کھڑا ہے اور صف کا قطع کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من قطع صفا قطعہ اللہ جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کردے۔ (ن ۱۹ النسائی والحاکم عن ابن عمر رضی اللہ عنہما باسناد صحیح) رافضیوں کے بارے میں جو حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تخریج عقیلی و ابن حبان گزری اس کی روایت ابن حبان میں ہے ولا تصلوا علیہم ولا تصلوا معہم نہ رافضیوں کے جنازے کی نماز پڑھو نہ رافضی کے ساتھ نماز پڑھو۔

(۱۲) جو لوگ ان احکام شرعیہ کی مخالفت کریں رافضی کو متولی بنائیں یا اسے نماز میں داخل کریں صراحۃً شریعت کے بدلنے والے اور احکام الٰہی کے خلاف چلنے والے اور مستحق تعزیر شدید و عذاب مدید ہیں یہ بھی جب کہ ان روافض کے عقائد پر مطلع ہو کر انہیں کافر جانیں اور براہ خباثت نفس اپنے کسی دنیوی علاقہ کے سبب ان امور کے مرتکب ہوں ورنہ ایسی حالت میں انہیں مسلمان جانیں تو خود ہرگز مسلمان نہ رہیں گے۔ بزازیہ و ذخیرۃ العقبٰی و مجمع الانہر و درمختار وغیرہ میں ہے من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر جو ان کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی

تنبیہ یہ احکام کہ ہم نے لکھے یعنی مسجد خواہ کسی وقف کا اور فی ذی اختیار متولی اصلانہ ہوسکنا اور غیر ذی اختیار متولی کرنا بھی حرام ہونا اور اسلامی کسی کام میں انہیں دخل دینا باطل و مردود ہونا اور نماز میں انہیں داخل کرنے کی تحریم اور یہ کہ ان کی نماز نماز نہیں یونہی جملہ احکام ارتداد کہ ان کے تمام اعمال حبط اور ان کے نکاح باطل و فسخ اور یہ کہ جہاں لہریں کسی سے ایسے عقیدہ کے مرد یا عورت کا نکاح نہیں ہوسکتا نہ مسلمان سے نہ کافر سے نہ مرتد سے جس سے ہوگا زنائے محض ہوگا اور یہ کہ وہ اپنے کسی مورث کے اصلا وارث نہیں ہوسکتے اگرچہ ان کا باپ یا بیٹا ہو اور یہ کہ انہیں کسی بالغ یا نابالغ پر اگرچہ ان کی اولاد ہو کوئی ولایت نکاح وغیرہ کی نہیں ہوسکتی اور یہ کہ ان سے میل جول حرام اور یہ کہ ان کی حیات یا موت میں کوئی اسلامی برتاؤ ان سے حرام۔ یہ تمام احکام نہ صرف ان رافضیوں بلکہ ان جمیع فرق و اشخاص کے لئے ہیں جو باوصف کلمہ گوئی اپنے کسی عقیدہ یا عمل میں کفر رکھتے ہیں جیسے ہر قسم کے وہابی، اور نیچری اور قادیانی اور چکڑالوی اور حلول یا اتحاد بکنے والے جھوٹے صوفی اور اب سب سے نئے اکثر گاندھوی کہ یہ سب مرتدین ہیں اور ان سب پر وہی احکام جیسا کہ علمائے حرمین طیبین کے دونوں مشہور فتاوٰی الحرمین و حسام الحرمین و غیرہما اور المحجۃ المؤتمنہ سے ظاہر ہے واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از پیلی بھیت مرسلہ جناب مولٰینا محدث سورتی دام فیضہ ۱۹ صفر ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک موضع وقفی پانچ برس کو ممبران انجمن اسلامیہ سے ایک توفیر معین پر ٹھیکہ لیا علاوہ شرائط ٹھیکہ کے ایک درخواست ٹھیکہ دار نے بعد ایک سال کے اس مضمون کی دی کہ چونکہ انجمن کے ممبر وغیرہ زائد از پانچ سال کو ٹھیکہ شرعاً نہیں دے سکتے ہیں لہٰذا العرض کارگزاری آئندہ مجھ سے معاہدہ تحریری کرالیا جائے کہ آئندہ پانچ برس کو بھی ٹھیکہ مجھی کو دیا جائے چنانچہ معاہدہ تحریری دستخطی کرلیا گیا کہ اگر اسامیان موضع کو ٹھیکہ دار رضامند رکھے گا اور باغ کی توفیر زیادہ کرے گا اور محافظت کرے گا تو آئندہ کو بھی اسی توفیر پر دیا جاسکتا ہے مگر توفیر باغ کی بدستور رہی اور اسامیان راضی نہیں پس ایسی صورت میں ارکین انجمن کو پابندی لازم ہے یا نہیں بااینہمہ کہ اور اشخاص کی درخواستیں ٹھیکہ جدید کی زائد از سابق موجود ہیں جس میں مسجد و مدرسہ کا نفع ظاہر ہے علاوہ ازیں اگر ٹھیکہ والے سابق نے پابندی

اوقاف کے احکام و مسائل

معاہدہ کی موافق کی ہو یعنی اسامیان دہ کو راضی رکھنے کا اہتمام کیا ہو اور بلاغ کی توفیر کی زیادتی میں سعی کی ہو مگر اتفاق سے ان کی رضامندی نہ ہو سکی اور توفیر میں ترقی نہ ہو سکی تو کیا ایسی صورت میں معاہدہ کی پابندی اہل اسلام کو لازم ہو گی اور اس کو اسی توفیر پر ٹھیکہ دینا جائز ہے گو مسجد و مدرسہ کا نقصان ہو۔ بینوا توجروا۔

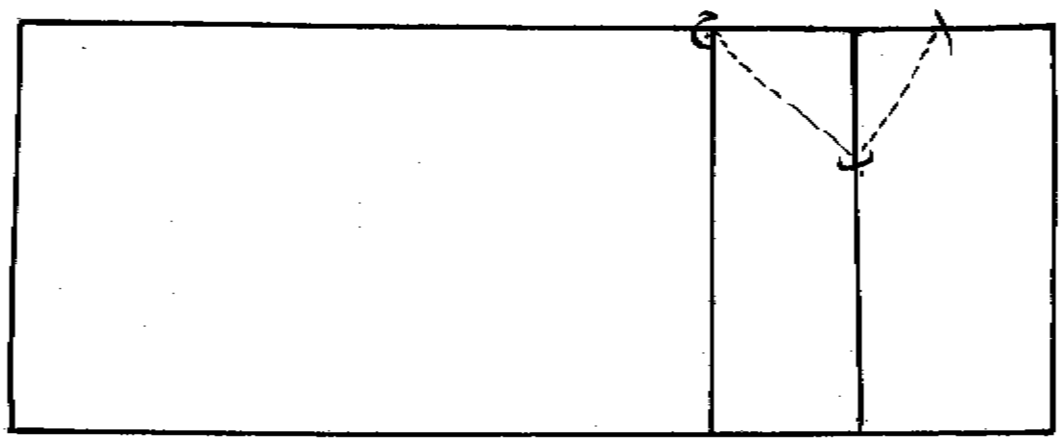
الجواب: اراکین پر اس معاہدہ کی پابندی نہ صرف غیر ضروری بلکہ محض ناجائز و ممنوع و گناہ ہے وہ معاہدہ محض باطل و شرعاً مردود و نارَوا تھا اور باطل کا حق یہی ہے کہ مٹا یا جائے نہ کہ پابندی ہو۔ دیہات کا ٹھیکہ جس طرح ہندوستان میں رائج ہے باجماع مذاہب اربعہ باطل و ناجائز ہے اس ٹھیکہ میں زمین تو اجارۂ مزارعین میں ہوتی ہے اور توفیر آئندہ کا ٹھیکہ دیا جاتا ہے اور یہ حرام ہے عقد اجارہ شرع نے منافع کے لئے رکھا ہے۔ نہ عین کے لئے۔ منفعت جیسے مکان میں رہنا گھوڑے پر چڑھنا اور عین جیسے روپیہ غلہ پھل وغیرہا تو جو اجارہ استہلاک عین پر واقع ہو مردود و باطل ہے الا ما خصہ الشرع کاجارۃ الظئر للارضاع فانھا علی اللبن والنزع عین لکن ورد الشرع بها احتماعا علی خلاف الاصل فیقتصر علی مورده فتاوٰی خیریہ و عقود الدریہ و درمختار و ردالمحتار وغیرہا میں اس کی تصریح ہے اور فتاوائے فقیر میں اس کی کامل تفصیل و تنقیح۔ اور اگر اس سے قطع نظر ہی کریں تو اوّلاً اراکین کی وہ تحریر صرف ایک وعدہ تھی اور وفائے وعدہ پر جبر نہیں۔ کما فی الاشباہ والھندیہ وغیرہما. ثانیاً وہ وعدہ بھی لفظ ان شاء اللہ کے ساتھ تھا جو حلف کے اثر کو بھی باطل کر دیتا ہے۔ ثالثاً اراکین کو کوئی اختیار نہ تھا نہ ہے کہ وقف کے نقصان کا وعدہ کریں اور اپنے وعدہ کی نباہ کے لئے وقف کا نفع کھو دیں

بالجملہ وہ تحریر تو محض مہمل اور یہ رائج ٹھیکہ باطل و حرام ہے اراکین کو چاہئے کہ دیہات میں جس وقت سال تمام ہوتا ہے اس وقت نظر کریں کہ مزارعین میں سے پٹہ کی میعاد باقی ہے یا سب کی ختم ہو گئی یا کل یا بعض ایسے ہیں جن سے کسی میعاد معین کا معاہدہ نہ ہوا سال بسال زراعت کرتے اور اجرت دیتے ہیں یہ تین صورتیں ہیں۔ صورت دوم میں تو ظاہر ہے کہ زمین دیہہ اجارہ سے پاک و خالص ہو گئی اور صورت سوم میں تمام مزارعوں کو اطلاع دیدیں کہ سال آئندہ زمین ہماری طرف سے تم کو اجارہ میں نہ دی جائے گی بلکہ ہم کل زمین دیہہ فلاں مستاجر کو اجارہ دیں گے اس کی طرف سے تم کو بدستور اجارہ ملے گی جس سے تمہارے معمول میں فرق نہ آئے گا یوں زمین دیہہ خالص ہو جائے گی صورت اول میں البتہ دقت ہے اس کا علاج یہ ہے کہ جس جس کی میعاد باقی ہے اسے بلا کر سمجھایا جائے کہ ہم صحت شرعی کے لئے یہ کارروائی کرتے ہیں جس کا کوئی اثر تمہارے خلاف نہ پڑے گا تم زبانی کہدو کہ ہم نے بقیہ میعاد کے اجارہ زمین سے دست برداری کی اس سے تمہیں ضرر نہ ہو گا زمین بدستور تمہیں کو ملے گی کاغذی عملدرآمد میں تبدیل نہ ہو گی شرعی طور پر سال آئندہ سے ہمارے بدلے فلاں مستاجر سے تم کو زمین اجارہ میں ملے گی جب وہ اس پر راضی ہو کر فسخ اجارہ کر دیں یوں تمام زمین خالص ہو جائے گی بعدہ مستاجر سے کہا جائے کہ ہم نے اس تمام دیہہ کی زمین پانچ برس کے لئے فی سال اتنے روپے کے عوض تمہارے اجارہ میں دی وہ قبول کرے یہ عقد صحیح و جائز شرعی ہو گا اور زر ٹھیکہ وقف کے لئے حلال ہو گا جو بچا مستاجر کے لئے حلال ہو گا ورنہ طرفین گنہگار اور نشست کم ہوئی تو اصل منافع موجودہ سے جتنا زائد آئے گا وقف کے لئے حرام ہو گا وہ ملک مستاجر ہے اور نشست زیادہ ہو تو جتنا بچا وہ مستاجر کے لئے حرام ہو گا وہ مال وقف ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ ظہور الدین صاحب وکیل بریلی محلہ خواجہ قطب ۲۵ جمادی الاولی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کی تعمیر زیر تجویز ہے جس کا اوپر کی منزل پر تعمیر ہونا قرار پایا ہے لیکن مسجد

کو وسیع بنانے اور اس کا ٹھیک رخ قائم کرنے میں ایک جزو مکان دوسرے شخص کا بھی آتا ہے یہ جزو ایک چھوٹے سے مثلث کی شکل میں ہے یہ شخص مالک مکان اس مثلث کو وقف کرنے کو طیار ہے لیکن یہ کہتا ہے کہ تعمیر مسجد جو اوپر بنے گی نیچے کے قطعہ مثلث کو اس کو دوامی طور پر کرایہ پا چالیس پر دے دیا جاوے تاکہ وہ شخص اس پر تعمیر نیچے نیچے کرلے اس کا یہ خیال ہے کہ میرا مکان جو مثلث قطعہ دینے سے کوٹھا ٹوٹ کر ناقص ہو جائے گا وہ پھر نیچے نیچے کوٹھے کی تعمیر کرنے سے درست رہے زمین موقوفہ رہے گی اور اس کا کرایہ وہ ادا کیا کرے گا۔ ذیل میں ایک نقشہ بغرض سہولت فہم بنا دیا گیا ہے جس میں ا، ب، ج سے اراضی استفتا طلب دکھائی ہے آیا بعد وقف کے اسکو اراضی اس طور سے کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں کرایہ صرف مسجد میں صرف ہوگا۔ نقشہ یہ ہے



الجواب: وہ شخص اپنا خاص جزو مکان اس مسجد کے نام وقف کردے اور وقف نامہ رجسٹری کرادے پھر مصارف مسجد کے لئے یہ خاص ٹکڑا اس شخص کو اجرت مثل پر اجارہ میں دیا جائے اور ہر تین سال کے بعد کرایہ نامہ کی تجدید کی جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ وقف کرتے وقت وقفنامہ میں متولی مسجد کو یہ اجازت لکھ دے کہ یہ خاص ٹکڑا زیادہ مدت کے لئے بھی مجھ کو اجارہ میں دیا جا سکے اس صورت میں تین سال کی قید نہ رہے گی مگر وقف کے لئے زیادہ احتیاط اسی پہلی صورت میں ہے درمختار میں ہے یراعی شرط الواقف فی اجارته فلو اهمل الواقف مدتها قیل تطلق الزیادة للقیم وقیل تقید بسنة مطلقا وبها ای بالسنة یفتی فی الدار وبثلاث سنین فی الارض الا اذا کانت المصلحة بخلاف ذلک۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از پیلی بھیت محلہ کھکرا مرسلہ حمید الدین خاں صاحب کارندہ اکبری بیگم ۶ رمضان مبارک ۱۳۲۶ھ

قبلہ دوجہاں وکعبہ دین وایماں دامت برکاتہم بعد تمنائے قدمبوسی عارض۔ بی بی صاحبہ نے جائداد وقف کی ہے وارث سے اندیشہ ہے کہ بعد وفات منسوخ کرا کر قبضہ مالکانہ کریں حضور سے دریافت کیا کہ یہ تحریر شرعًا درست ہے اگر اس میں کوئی شک ہے تو دوسرا کاغذ رجسٹری کرادیا جائے وقفنامہ ۱۰ کے اسٹامپ پر تحریر ہے اس کی نقل واسطے ملاحظہ اقدس ارسال خدمت ہے جس وقت حضور کا حکم آئے گا تب داخل خارج کی درخواست دی جائے گی بی بی صاحبہ نے اپنی دوسری جائداد سے حصہ وارثان کو دے دیا ہے۔ یہ جائداد وقف کی ہے (خلاصہ وقف نامہ) میں اکبری بیگم فارسی خواندہ بنت عبدالرشید خاں مرحوم ساکنہ پیلی بھیت محلہ کھکرا بحالت صحت نفس وثبات عقل اپنی خوشی سے اس وقت اپنی جائداد۔۔۔ حسبۃً للہ واسطے مصارف خیر اطعام مساکین وپارچہائے سرما دگرمائے

مساکین وتجہیز وتکفین غربائے اسلام وجہیز دختران مساکین ومرف خیر مساجد و مدارس دینی حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً وقف لوجہ اللہ کرتی ہوں تاحیات خود متولی رہوں گی بعد میرے فیاض الدین احمد خاں بعد ان کے ان کی اولاد ذکور جو پابند شرع شریف ہو بمعیت حکیم خلیل الرحمٰن خاں ومولوی وصی احمد صاحب رہیں گے متولیان سو روپے سال اصغری بیگم کو جو میری چھوٹی بہن ہے دیتے رہیں بعد ان کے ان کی اولاد ذکور کو جو پابند شرع شریف ہو دیتے رہیں نیز یہ بھی شرط ہے کہ میری رائے میں بحالت تولیت میری اس حقیقت کا بیع یا رہن کرنا یا ٹھیکہ دینا اور اس سے دوسری جائداد یا اور کوئی شے مفید واسطے منافع اغراض وقف کے خرید کرنا ضرور معلوم ہو تو ایسا کرنے کا حسب شرائط دستاویز ہذا مجھے اختیار ہوگا اسلئے کہ موت کا وقت مقرر نہیں ہے لہٰذا انتظاماً واحتیاطاً یہ وقفنامہ لکھا گیا افضل خیرات شرعاً یہ ہے کہ جائداد مذکورہ کسی قیمت مناسب پر فروخت کرکے وقتاً فوقتاً خود اپنے ہاتھ سے خیرات کرتی۔ لہٰذا تاحیات اپنے مجھ کو اختیار ہوگا کہ جس وقت چاہوں فروخت کرکے حسب رائے خود خرچ کروں اور جو کچھ بعد میں باقی رہے گا اس سے شرائط وقفنامہ ہٰذا متعلق ہوں گے اگر میری حیات میں متولیان سے کوئی فوت ہوجائے تو مجھ کو متولی مقرر کرنے کا خود اختیار ہوگا۔ متولیان کو چاہئے سعہ سال بطور خیرات تاحیات اس کے سماۃ بنی کو جو اس وقت میرے پاس ہے بعد میرے دیا کریں گے بعد وفات اس کے یہ روپیہ دیگر خیرات میں شامل کیا جائے اگر خدانخواستہ ملک حجاز اپنی بدقسمتی سے نہ پہنچ سکوں تو میری قبر کسی بزرگ کے قریب بنوائی جائے اور محفوظ ومیسر کردی جائے اور ایصال ثواب قرآن شریف وکلمہ ودرود میں مسعہ سال تک خرچ کیا جائے چونکہ آمدنی جائداد کی تعیین نہیں ہوسکتی میری رائے میں بعد منہائے اخراجات متعلق جائداد کے ایک ثلث حرمین شریفین میں واسطے خیرات کے دیا جائے اور ایک ثلث طلبائے علم دین ومصارف مساجد یعنی بصیغہ مدرسہ عربی واقع پیلی بھیت ایک ثلث فقراء ومساکین واطعام وغیرہ۔ اور واسطے ایصال ثواب شاہ محمد شیر صاحب کے مہ روپے سالانہ یا جس قدر زائد گنجائش ہو کیا جائے مجھے حکام سے امید ہے کہ بوقت دورہ اس جائداد موقوفہ کی نگرانی فرمادیں۔ متولیان کے پاس رجسٹر حساب جمع خرچ باقاعدہ درست رہنا ضرور ہے۔ میرے وارث یا قائم مقام کو اس کے تبدیل تغیر کا اختیار نہ ہوگا۔ لہٰذا یہ وقفنامہ تعیین مالیت معہ روپیہ لکھ دیا کہ سند ہو۔ مورخہ ۲۱ ستمبر سنہ ۱۹۲۰ء رجسٹری شدہ ہے۔

الجواب: یہ کاغذ باطل محض ہے اس میں انشائے وقف کے دو جملے ہیں۔ **اوّل** وقف لوجہ اللہ کرتی ہوں اور اس میں یہ شرط لگائی کہ اسے بیع کر جائداد دیا اور کوئی شے مفید اغراض وقف خرید کرنے کا مجھے اختیار ہوگا۔ شرط استبدال اگرچہ جائز ہے مگر یوں کہ اس کے عوض دوسری جائداد ہی لی جائے جو انہیں مقاصد پر وقف ٹھہرے نہ کہ علاوہ جائداد مطلقاً جو شے چاہے جیسا کہ اس کاغذ میں تحریر ہے ایسی شرط سے وقف باطل ہوجاتا ہے۔ عالمگیری میں ہے اذا شرط فی اصل الوقف ان یستبدل بہ ارضا اخری اذا شاء فتکون وقفا مکانہا فالوقف والشرط جائز ان عند ابی یوسف وکذا لو شرط ان یبیعہا ویستبدل بثمنہا مکانہا وفی واقعات القاضی الامام فخر الدین قول ہلال مع ابی یوسف رحمہما اللہ تعالٰی وعلیہ الفتوی کذا فی الخلاصۃ وان قال علی ان ابیعہا بما بدا لی من الثمن من قلیل اوکثیر اوعلی ان ابیعہا واشتری بثمنہا عبدا اوقال ابیعہا ولم یزد علی ذلک قال ہلال ہذا الشرط فاسد یفسد بہ الوقف کذا فی فتاوی قاضیخان ولو شرط الاستبدال ولم یذکر ارضا ولا دارا لہ ان یستبدل بجنس العقار ماشاء من دار او ارض کذا فی الخلاصۃ ولو قال علی ان استبدل ارضا اخری لیس لہ ان یجعل البدل دارا وکذا علی العکس کذا فی فتح القدیر وذکر الخصاف فی وقفہ لو شرط

ان یبیعھا ویصرف ثمنھا الی ما رأی من ابواب الخیر فالوقف باطل کذا فی الذخیرۃ۔ **دوم** جو کچھ بعد میرے باقی رہے گا اس سے شرائط وقفنامہ متعلق ہوں گے اس کا حاصل یہ ہے کہ فی الحال اس جائداد کا کوئی حصہ وقف نہیں میں جب چاہوں بیچوں اور جہاں چاہوں خرچ کردوں میرے بعد اس بیع وخرچ سے کچھ باقی بچے تو وہ وقف ہو ظاہر ہے کہ یہاں کچھ معلوم نہیں کہ زندگی اس کے بیع وخرچ سے کوئی حصہ جائداد باقی رہے یا کچھ نہ رہے اور رہے تو کیا اور کس قدر تو یہ ایک مجہول چیز کا وقف کرنا ہوا اور مجہول کا وقف باطل ہے پھر وہ بھی ایک احتمالی بات پر معلق رہا اور ایسی تعلیق کا وقف باطل ہے درمختار میں ہے شرطہ ان یکون قربۃ فی ذاتہ معلوما لا معلقا الا بکائن۔ ردالمحتار میں ہے حتی لو وقف شیئا من ارضہ ولم یسمہ لایصح ولو بین بعد ذلک۔ اسی میں اسعاف سے ہے الوقف لایحتمل التعلیق بالخطر فتح القدیر میں ہے اذا قال اذا مت من مرضی ہذا فقد وقفت ارضی فمات لم تصر وقفا۔ اس کے بعد جو لکھا کہ حکام سے امید ہے کہ اس جائداد موقوفہ کی نگرانی کریں اور اخیر میں کہا کہ یہ وقفنامہ لکھ دیا اور متولیوں کو مصارف بتائے ان میں کسی سے انشائے وقف نہ مقصود ہے نہ مفہوم بلکہ یہ سب اپنے اسی خیال کی بنا پر ہے کہ اسے وقف سمجھا حالانکہ وہ شرعًا ہنوز وقف نہ ہوئی اور غلط خیالی کی بنا پر جو الفاظ کہے جائیں کچھ اثر نہیں رکھتے اشباہ قاعدۃ لاعبرۃ بالظن البین خطؤہ میں ہے لو اقر بطلاق زوجتہ ظانا الوقوع بافتاء المفتی فتبین عدمہ لم یقع کما فی القنیۃ۔ پس اس طالبہ ثواب کو چاہئے کہ اسے از سر نو وقف فرمائے اور بعد موت پر معلق نہ کرے کہ وہ اس میں اگر ثلث متروکہ سے زائد ہو تو پھر وارثوں کی اجازت کا جھگڑا ہے اور واقفہ استبدال کی شرط لگانا چاہتے تو اختیار ہے مگر صرف اس طرح کہ اسے دوسری جائداد سے بدل لیں خواہ بیچ کر اس کے عوض دوسری جائداد خرید لیں اور اب وہ دوسری فورًا انھیں شرائط پر وقف ہو جائے گی۔ اور ماورائے جائداد کسی اور چیز سے تبدیل کا ذکر ہرگز نہ ہو ورنہ وقف جاتا رہے گا اور یہ خیال نہ کریں کہ اپنی حیات میں بیچ کر خرچ کر دوں تو ثواب زیادہ ہے نہیں بلکہ اپنی حیات میں وقف کامل کریں اور شرط کر لیں کہ زندگی بھر اس کے تمام مصارف میرے ہاتھ سے ہوں گے اور میری رائے واختیار پر رہیں گے میرے بعد فلاں فلاں متولی ہوں اور اتنا اتنا فلاں فلاں مصرف میں صرف کیا کریں یوں اپنی رائے سے زندگی بھر جیسا چاہے صرف کا اختیار رہا اور بعد کو بھی تابقائے جائداد ثواب پہنچا کیا۔ عالمگیری میں ہے۔

رجل اراد ان یجعل مالہ لوجہ القربۃ فبناؤہ الرباط للمسلمین افضل من عتق الرقاب لانہ ادوم وقیل التصدق بثمنہا افضل وقد کنا قلنا لمن اراد ذلک ان یشتری الکتب ویضع فی دار الکتب لانہ ادوم فکان افضل من غیرہ ولو اراد ان یتخذ دارا لہ وقفا علی الفقراء فالتصدق بثمنہا افضل ولو کان مکان الدار ضیعۃ فالوقف افضل کذا فی المضمرات فتاوٰی امام قاضیخان میں ہے رجل جاء الی المفتی واراد ان یتقرب الی اللہ تعالٰی بداد فقال ابیعہا والتصدق بثمنہا او اشتری بثمنہا عبیدا فاعتقہم او اجعلہا دارا للمسلمین ای ذلک یکون افضل قالوا الفقال لہ ان بنیت رباطا وتجعل لہا وقفا ومستغلا لعمارتہا فالرباط افضل لانہ ادوم واعم نفعا وان لم تجعل الرباط وقفا ومستغلا للعمارۃ فالافضل ان تبیعہ وتتصدق بثمنہ علی المساکین۔ عالمگیریہ میں اسے نقل کرکے فرمایا وذکر فی الفضل ان یشتری بثمنہا عبدا فیعتقہ کذا فی الظہیریۃ وجیز کردری پھر بحرالرائق پھر ہندیہ میں ہے وقف الضیعۃ اولٰی من بیعہا والتصدق بثمنہا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر محلہ چڑھائی نبی سوال منشی محمد ظہور صاحب ۲۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ دستاویز (الف) جائز ہے یا نہیں اور اگر ہے تو یہ تملیک نامہ میں شمار ہوگی یا وقفنامہ میں یا تولیت نامہ میں۔ دوسرے یہ کہ زید نے دستاویز (ب) اپنے پسر عمرو کو اسی مضمون کو پلٹ کر لکھدی تو متولی یا مہتمم کو اختیار تھا

یا نہیں۔ اب چونکہ زید کا انتقال ہوگیا جس کی نسبت لکھا تھا کہ زید تاحیات متولی رہے گا بعد اس کے جو متولی یا سجادہ یا مہتمم ہوگا یکے بعد دیگرے اس کو بھی پابند اس تحریر کا رہنا ہوگا اب چونکہ دو دعویدار پیدا ہوئے ایک بحر خاندانی بزرگ جس کی عمر تخمیناً ۵۰ سال کی ہے اور مرید بھی کرتے ہیں دوسرا زید کا لڑکا عمرو جو مرید نہیں کرتا ہے جس کی عمر ۱۹ سال کی ہے جس کے حق میں دستاویز (ب) متولی نے تحریر کی ہے اب ان ہر دو میں ترجیح کس کو ہے اور کون مستحق جانشینی کا ہے اور متولی اور سجادہ نشیں جدا جدا ہونا چاہئے یا ایک ہی شخص مستحق ہے بموجب تحریر متذکرہ کے۔

الجواب: دونوں دستاویزیں سنیں۔ دستاویز اول وقفنامہ ہے اگرچہ غلطی سے اسے تملیک نامہ لکھا ہے اس کی عبارت یہ ہے

میں نے بحالت صحت نفس و ثبات عقل اراضی و مکان وغیرہ مذکورہ بالا کو اپنی ملکیت سے جدا کرکے واسطے امور و اغراض مذہبی متذکرہ آئندہ کے تملیک کرکے اقرار کرتا ہوں کہ مجھ کو اور میرے کسی وارث شرعی کو نسبت جائداد مذکور کے دعوٰی نہ ہوگا نیم خال اپنی حیات تک متولی جائداد مذکور کے رہیں گے اور ان کے بعد جو شخص سجادہ نشیں یکے بعد دیگرے میرا ہوگا سجادہ نشین و متولی جائداد مذکور کا رہے گا کسی متولی کو کسی وقت رہن و بیع کسی قسم کے انتقال کا اختیار نہ ہوگا یہ جائداد تملیک شدہ بطور وقف خاص مذہبی کام کے متصور ہوگی اس میں کبھی وراثت جاری نہ ہوگی تو شک نہیں کہ وہ وقف نامہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) دستاویز (ب) کے ملاحظہ سے ظاہر کہ زید نے جو اصل واقف کا مقرر شدہ متولی تھا اپنی حالت حیات و صحت میں تولیت سے دستکشی کرکے اپنے بیٹے کو جانشین و متولی کیا شرعاً اسے اس کا کچھ اختیار نہ تھا **اوّلاً** متولی کو جائز نہیں کہ اپنی حیات و صحت میں دوسرے کو اپنی جگہ قائم کرے جب تک کہ واقف نے صراحۃً اسے اس کا اختیار نہ دیا ہو اور یہاں اسے اس کا اختیار نہ دیا تھا بلکہ عبارت وقفنامہ سے صاف ظاہر کہ واقف نے تاحیات زید اسی کا متولی رہنا لکھا اس کے بعد اوروں کی جانشینی تحریر کی درمختار میں ہے اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ وصحتہ ان کان التفویض لہ بالشرط عاما صح والافلا فوض فی صحۃ لا یصح **ثانیاً** پسر زید کی جانشینی بھی خلاف شرط وقفنامہ عمل میں آئی جیسا کہ عبارت مذکورہ سے ظاہر ہے لہٰذا دستاویز (ب) محض مہمل و ناقابل عمل ہے تحریر وقفنامہ سے روشن ہے کہ متولی و سجادہ نشین ایک ہی شخص ہو اور اس کی نسبت واقف نے کوئی تعیین نہ کی تو مصالح شرعیہ دینیہ کے اعتبار سے اقربائے واقف میں سے جو شخص سنی پرہیزگار، دیندار، دیانتدار، علماء و صلحائے اہلسنت کے اتفاق رائے سے اس کام کے لئے زیادہ مناسب ہو وہی سجادہ نشین و متولی کیا جائے علم، تقوٰی و دیانت و اہلیت کا لحاظ سب سے مقدم ہوگا اور جب تک اقارب واقف میں سے ایسا مل سکے اجنبیوں میں سے نہ کیا جائیگا درمختار میں ہے ومادام احد یصالح للتولیۃ من اقارب الواقف لایجعل المتولی من الاجانب ومن قصدہ نسبۃ الوقف الیھم عرفاً اس سلسلے کا مجاز و ماذون ہونا بھی ضرور ہے اگر ان سب باتوں میں مساوات ہو تو باعتبار سن ترجیح ہوگی کما نصوا ان الاحق بالامامۃ اعلمھم بالکتاب والسنۃ ثم و ثم ثم اسنھم واللہ تعالٰی اعلم۔

جلد ششم ختم شد